

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۱۳

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۴۰۰۰)

Contents

4	پیش لفظ
5	تیرھویں جلد
7	اجالی فہرست
9	مفصل فہرست
9	طلاق کی قسم کھائی تو اب نکاح قائم رہنے کی صورت یہ ہے کہ شرط واقع نہ ہو یا اگر ایک یا دو طلاق رجعی کی قسم کھائی ہے تو بعد وقوع شرط رجوع کرے۔
65	فہرست ضمنی مسائل
101	باب تعلیق الطلاق
101	(تعلیق طلاق کا بیان)
155	رسالہ
155	آکد التحقیق باب التعلیق ^{۱۳۲۲ھ}
155	(باب تعلیق کے متعلق تحقیق ائین)
257	باب ایلاء
257	(ایلاء کا بیان)
263	باب الخلع (خلع کا بیان)
267	باب الظہار (ظہار کا بیان)
291	باب العدة
291	(عدت کا بیان)
327	باب الحداد (سوگ کا بیان)
335	باب زوجة المفقود (مفقود الخبر کی زوجہ کا حکم)
349	باب النسب
349	(نسب کا بیان)
383	باب الحضانة

383.....	پرورش کا بیان)
415.....	باب النفقة
415.....	نفقہ کا بیان)
495.....	کتاب الایمان
511.....	رسالہ
511.....	الجوهر الثمین فی علل نازلة الیمین ^{۳۳۰}
511.....	(قسم کی مصیبت سے متعلق قیمتی جوہر)
581.....	باب النذر
581.....	(نذر کا بیان)
609.....	باب الکفارة
609.....	(کفارے کا بیان)
613.....	کتاب الخدود والتعزیر
613.....	(حدود اور تعزیر کا بیان)
657.....	ماخذومراجع
681.....	ضمیمہ
681.....	ماخذومراجع

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ



اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (الحديث)
 الْعَطَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي الْفُتَاوَى الرَّضَوِيَّةِ
 مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد سیزدہم

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
 فقہی انسائیکلو پیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ _____ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء _____ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور (۸)، پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون: ۷۶۵۷۳۱۴

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد سیزدہم
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری، ریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترجمہ عربی عبارات	حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور
پیش لفظ	حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
ترتیب فہرست	حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
تخریج و تصحیح	مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرم اللہ بٹ
باہتمام و سرپرستی	مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت، پاکستان
کتابت	محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پیسٹنگ	مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور
صفحات	۶۸۸
اشاعت	ذیقعد ۱۴۱۸ھ / مارچ ۱۹۹۸ء
مطبع	
ناشر	رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت	

ملنے کے پتے

* رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۷۶۶۵۷۷۲ ۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰

* مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

* ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

* شبیر برادرز، بی، اردو بازار، لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

الحمد للہ اعلیٰ حضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزانہ علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک ادارہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی متعدد تصنیف شائع کر چکا ہے، مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المعروف بہ فتاویٰ رضویہ کی ترجمہ و تخریج کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاویٰ مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ و بعینا یہ رسولہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب تک تقریباً آٹھ سال کے مختصر عرصہ میں کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان اور کتاب الحدود و التغریر پر مشتمل تیرہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں، جن کی تفصیل سنین، مشمولات اور مجموعی صفحات کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

صفحہ	سنین اشاعت	تعدادِ رسائل	جواباتِ مسئلہ	عنوان	جلد
۸۳۸	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ _____ مارچ ۱۹۹۰ء	۱۱	۲۲	کتاب الطہارۃ	پہلی جلد
۷۱۰	ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ _____ نومبر ۱۹۹۱ء	۷	۳۳	کتاب الطہارۃ	دوسری جلد
۷۵۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ _____ فروری ۱۹۹۲ء	۶	۵۹	کتاب الطہارۃ	تیسری جلد
۷۶۰	رجب المرجب ۱۴۱۳ھ _____ جنوری ۱۹۹۳ء	۵	۱۳۲	کتاب الطہارۃ	چوتھی جلد
۶۹۲	ربیع الاول ۱۴۱۴ھ _____ ستمبر ۱۹۹۳ء	۶	۱۴۰	کتاب الصلوٰۃ	پانچویں جلد
۷۳۶	ربیع الاول ۱۴۱۵ھ _____ اگست ۱۹۹۴ء	۴	۴۵۷	کتاب الصلوٰۃ	چھٹی جلد
۷۲۰	رجب المرجب ۱۴۱۵ھ _____ دسمبر ۱۹۹۴ء	۷	۲۶۹	کتاب الصلوٰۃ	ساتویں جلد
۶۶۴	محرم الحرام ۱۴۱۶ھ _____ جون ۱۹۹۵ء	۶	۳۳۷	کتاب الصلوٰۃ	آٹھویں جلد
۹۴۶	ذیقعدہ ۱۴۱۶ھ _____ اپریل ۱۹۹۶ء	۱۳	۲۷۳	کتاب الجنائز	نویں جلد
۸۳۲	ربیع الاول ۱۴۱۷ھ _____ اگست ۱۹۹۶ء	۱۶	۳۱۶	کتاب زکوٰۃ، صوم، حج	دسویں جلد
۷۳۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ھ _____ مئی ۱۹۹۷ء	۶	۴۵۹	کتاب النکاح	گیارہویں جلد
۶۸۸	رجب المرجب ۱۴۱۸ھ _____ نومبر ۱۹۹۷ء	۳	۳۲۸	کتاب نکاح، طلاق	بارہویں جلد
۶۸۸	ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ _____ مارچ ۱۹۹۸ء	۲	۲۹۳	کتاب طلاق، ایمان اور حدود و تعزیر	تیرہویں جلد

تیرہویں جلد

یہ جلد فتاویٰ رضویہ جلد پنجم کے باب تعلیق الطلاق سے جلد پنجم کے آخر تک ۲۹۳ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ بتوفیق اللہ تعالیٰ و بفضلہ راقم پر تقصیر عفی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس جلد کے مسائل و رسائل کی مکمل و مفصل فہرست نیز مسائل ضمنیہ کی فہرست راقم نے افادہ قارئین کے لئے تیار کر دی ہے۔ متعدد ضمنی مسائل و فوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل چودہ^۳ عنوانات زیر بحث لائے گئے ہیں:

- (۱) باب تعلیق الطلاق
- (۲) باب الایلاء
- (۳) باب الخلع
- (۴) باب الظہار
- (۵) باب العدة
- (۶) باب الحداد (سوغ)

- (۷) زوجة مفقود الخبر
(۸) باب النسب
(۹) باب الحضانة (پیدائش)
(۱۰) باب النفقة
(۱۱) کتاب الایمان
(۱۲) باب النذر
(۱۳) باب الکفارة
(۱۴) کتاب الحدود و التعزیر

مندرجہ بالا عنوانات کے علاوہ انتہائی دقیق اور نادر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل دو رسائل بھی اس جلد میں شامل ہیں:

(۱) اکد التحقیق بباب التعلیق (۱۳۲۲ھ)

مسئلہ تعلیق میں ایک دیوبندی مفتی کا ردِ بلیغ

(۲) الجوهر الثمین فی علل نازلة الیمن (۱۳۳۰ھ)

ایک نوع کی قسم کے بارے میں اجتہادی جزیہ اور اس پر تفصیلی بحث

بنگالہ ضلع نواکھالی ڈاکخانہ بیگم گنج سے ۱۶ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ کو ارسال کردہ جناب مولانا عبدالحمید شنوپوری کا استفتاء جو فتاویٰ رضویہ جلد پنجم قدیم کے صفحہ ۵۹۰ پر مذکور تھا، چونکہ وہی رسالہ آکد التحقیق بباب التعلیق کے معرضِ تحریر میں آنے کا موجب بنا لہذا ترتیب سابق میں تبدیلی کر کے جلد ہذا میں اس استفتاء و جواب استفتاء کو رسالہ مذکورہ سے پہلے کر دیا گیا تاکہ دونوں آپس میں مربوط ہو جائیں۔ ایک اور ترمیم یہ کی گئی ہے کہ کتاب المفقود جو کہ فتاویٰ رضویہ قدیم میں جلد سادس میں مندرج تھی اور ابواب فقہیہ کی ترتیب کے اعتبار سے اس کو وہاں پر ہی ہونا چاہئے تھا مگر اس کے تحت چو چند فتوے مذکور ہیں اتفاق سے وہ سب ہی زوجہ مفقود الخبر سے متعلق ہیں لہذا مفتی کی سہولت کے پیش نظر مناسب سمجھا گیا کہ کتاب المفقود کو وہاں سے نکال کر باب زوجہ مفقود الخبر کے عنوان سے جلد ہذا میں شامل کر دیا جائے، علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ایک مفصل فتویٰ جو فتاویٰ رضویہ قدیم میں شامل نہ تھا (جس میں متعدد وجوہ سے مولوی اشرف علی تھانوی کے جہالت پر مبنی ایک فتوے کا ردِ بلیغ کیا گیا اور بیسیوں چید علمائے کرام نے اس کی تصدیق و تائید فرماتے ہوئے اس پر مہر ثبت فرمائی ہیں) جلد ہذا میں شامل کر لیا گیا ہے جس کو آپ صفحہ ۱۱۷ پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں نیز جلد ہذا کا مسئلہ نمبر ۲۴۹ دراصل فتاویٰ افریقہ کا مسئلہ نمبر ۶۰ ہے جس کو باب النذر کی مناسبت سے اس جلد میں شامل کیا گیا ہے۔

○

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ

مارچ ۱۹۹۸ء

اجمالی فہرست

۵	پیش لفظ
۱۰۱	باب تعلیق الطلاق
۲۵۷	باب الایلاء
۲۶۳	باب الخلع
۲۶۷	باب الظہار
۲۹۱	باب العدة
۳۲۷	باب الحداد (سوگ)
۳۳۵	باب زوجه مفقود الخبر
۳۴۹	باب النسب
۳۸۳	باب الحضانة (پرورش)
۴۱۵	باب النفقة
۴۹۵	کتاب الایمان
۵۸۱	باب النذر
۶۰۹	باب الکفارة
۶۱۳	کتاب الحدود والتعزیر
	فہرست رسائل
۱۵۵	○ اکد التحقیق
۵۱۱	○ الجوہر الثمین



مفصل فہرست

۱۰۲	محض طلاق کی قسم سے طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ وقوع شرط کے بعد واقع ہوتی ہے۔	۱۰۱	باب تعلیق الطلاق
۱۰۲	طلاق کی قسم کھائی تو اب نکاح قائم رہنے کی صورت یہ ہے کہ شرط واقع نہ ہو یا اگر ایک یا دو طلاق رجعی کی قسم کھائی ہے تو بعد وقوع شرط رجوع کرے۔	۱۰۱	خالد سے زمینداری کا کام کراؤں تو میری عورت کو طلاق، طلاق معلق ہو گئی۔
۱۰۳	نکاح سے قبل کہا "اگر زوجہ ہندہ کی اجازت کے بغیر نکاح ثانی کروں تو زوجہ ثانی کو تین طلاق" تعلیق صحیح ہو گئی۔	۱۰۱	ائمہ دین کا اجماع ہے کہ جب طلاق کسی شرط پر مشروط کی جائے تو اس شرط کے وقوع سے واقع ہو جائے گی۔
۱۰۲	صورت مذکورہ بالا میں اگر ہندہ سے نکاح سے قبل کوئی اور عقد کرے اس پر یہ شرط اثر انداز نہ ہوگی۔	۱۰۲	آیہ کریمہ الطلاق مرتن میں طلاق دونوں قسموں یعنی منجز و معلق کو شامل ہے۔
۱۰۲	ہندہ کی موت کے بعد کسی سے عقد کرے یہ شرط اس پر بھی اثر انداز ہوگی۔	۱۰۲	تعلیق کو اصطلاحات شرع میں بیہین اور حلف کہا گیا ہے۔
۱۰۲	میت صاحبہ اذن نہیں۔	۱۰۲	تحریم حلال بیہین ہے۔
۱۰۲	طرفین کے نزدیک بقائے بیہین کے لئے امکان بر شرط ہے جیسا کہ انعقاد بیہین کے لئے شرط ہے۔	۱۰۲	طلاق کی قسم کھانے پر کفارہ نہیں بلکہ کفارہ اللہ عزوجل کی قسم میں ہے۔

۱۰۴	اگر بیوی سے کہا کہ زندگی میں تجھ پر غیر سے نکاح کروں تو مجھ پر طلاق واجب، پھر دوسری عورت سے نکاح کر لیا تو دونوں میں سے ایک کو طلاق ہو گئی۔ شوہر کو اختیار ہے جس کی طرف چاہے پھیر دے۔	۱۰۴	کسی شخص نے قسم کھائی کہ فلاں کے اذن کے بغیر کچھ نہ دے گا تو فلاں کے مرنے کے بعد اگر دے گا تو حاشا نہ ہوگا۔
۱۱۱	کلام میں جب تک اعمال ممکن ہو اہمال سے احتراز چاہئے۔	۱۰۴	ہندہ کو طلاق دے کر دوسرا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کیا، طلاق واقع ہو جائے گی۔
۱۱۲	نکاح میں ایجاب عورت کی طرف سے تھا قبول میں مرد نے یہ شرط لگائی، اگر عند الطلب نصف مہر نہ ادا کر دوں تو تین طلاق، بعد نکاح زوجہ کے طلب پر ادا نہ کیا تو طلاق واقع ہوگی۔	۱۰۶	تعلیق میں تعیم نہ ہو تو ایک بار کے بعد شرط کا عدم ہو جاتی ہے۔
۱۱۳	ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ یمین مضاف منعقد ہے عدم وقوع کی روایت ضعیف ہے۔	۱۰۶	بوقت نکاح عورت سے یہ شرط کی، اگر بے تیری اجازت سے دوسرا نکاح کروں تو تجھ کو تین طلاق، نکاح سے قبل یہ شرط لغو ہے اور نکاح کے بعد یہ شرط ہو تو تعلیق صحیح ہے لیکن اگر نکاح ثانی سے قبل عورت کو ایک یا دو طلاق دی اور عدت ختم ہو گئی تو اب دوسرے نکاح سے طلاق نہ پڑے گی اور تعلیق ختم ہو جائے گی، اس صورت کی مزید تفصیل۔
۱۱۳	زاہدی قابل اعتماد راوی نہیں۔	۱۰۶	طلاق صریح عدت کے اندر صریح کو بھی لاحق ہو جاتی ہے اور بائن کو۔
۱۱۳	روایات شاذہ ساقطہ پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔	۱۰۶	طلاق صریح یہ ہے کہ محتاج نیت نہ ہو چاہے بائن ہو یا رجعی۔
۱۱۴	یمین مضاف میں اگر متفرق معلق کیا ہے تو بے حلالہ دوبارہ شادی ہو سکے گی۔	۱۰۷	شوہر نے بیوی کو کہا اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاق، پھر کہا تجھے تین طلاقیں ہیں، اب عورت نے دوسرے سے نکاح کیا اور گھر میں داخل ہوئی، پھر حلالہ کے بعد دوبارہ اس کے نکاح میں آئی اور گھر میں داخل ہوئی تو طلاق نہ ہوگی۔
۱۱۴	یمین مضاف میں طلاق واقع نہ ہونے کی ایک سبیل۔	۱۱۰	اگر بے اجازت زوجہ اولیٰ نکاح ثانی کروں تو میرا نکاح باطل، اس صورت میں صحت تعلیق کی صورت میں دوسری کو طلاق واقع ہوگی۔
۱۱۴	الفاظ شرط اور ان کا حکم۔		

۱۲۲	دیوبند مفتی کی جہالتوں میں سے پہلی جہالت کا بیان۔	۱۱۶	تو میری چیز کھائے تو طلاق ہے اور زوجہ کی نیت نہ کی ہو تو شوہر کی چیز کھانے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔
۱۲۳	مذاکرہ طلاق میں تمام صورتوں میں قضاء طلاق واقع ہو جاتی ہے سوائے ان الفاظ کے جو رد و جواب کی صلاحیت رکھتے ہوں۔	۱۱۶	مسئلہ مذکورہ میں احتیاطی تدبیر۔
۱۲۳	دوسری جہالت کا بیان۔	۱۱۷	ایک دیوبند مفتی کے غلط اور جہالت صریحہ پر مشتمل فتویٰ کا زور دار اور مدلل رد و تبلیغ۔
۱۲۳	عدم اضافت کی صورت میں شوہر انکار نیت کرے تو لفظ طلاق سے بھی واقع نہیں ہوتی۔	۱۱۷	قول منکر کا معتبر ہوتا ہے جبکہ گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں۔
۱۲۳	تیسری جہالت کا بیان۔	۱۱۸	یہ لفظ کہ "نکاح سے علیحدہ کر دوں گا" یہ نرا وعدہ ہے اور وعدہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔
۱۲۳	عورت کو خود اپنے معاملے میں بائیں معنی قاضی بنانا کہ اس کا حکم مثل حاکم شرع نافذ ہے صریح جہالت ہے۔	۱۱۸	"طلاق می کنم" کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے بخلاف طلاق کنم کے۔
۱۲۳	چوتھی جہالت کا بیان۔	۱۱۸	لفظ "جواب" کے معانی اور اس کے کنایہ طلاق ہونے کا بیان۔
۱۲۳	مدعا علیہ کو شہادت پیش کرنے کا ذمہ دار ٹھہرانا جہالت کا واضح نمونہ ہے۔	۱۱۹	جو کلمہ صالح رد ہو وہ مطلقاً حال میں محتاج نیت ہے اگرچہ حالت غضب ہو اگرچہ حالت مذاکرہ طلاق ہو۔
۱۲۴	پانچویں جہالت کا بیان۔	۱۱۹	حالات تین ہیں: رضا، غضب اور مذاکرہ طلاق۔
۱۲۴	شرع مطہر میں مفتری کی سزا سلطان اسلام کے یہاں اسی کوڑے ہیں۔	۱۱۹	کنایات تین طرح کے ہیں۔
۱۲۴	شریعت مطہرہ پر افتراء اللہ عزوجل پر افتراء ہے جو بے ایمان ہی کر سکتا ہے۔	۱۱۹	لفظ "کنایہ" میں شوہر عدم نیت طلاق کی قسم کھائے تو اس کی بات مان لی جائے گی، نہ قاضی اس صورت میں حکم طلاق دے سکتا ہے اور نہ ہی عورت اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ سکتی ہے۔
۱۲۴	چھٹی جہالت کا بیان۔	۱۱۹	کنایہ کی صورت میں عدم نیت طلاق کی قسم شوہر سے عورت گھر میں بھی لے سکتی ہے۔
۱۲۴	جو اللہ تعالیٰ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ ظالم ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ فاسق ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ کافر ہیں۔	۱۲۰	ترک اضافت ہمیشہ مانع حکم طلاق ہے جبکہ شوہر بخلاف انکار نیت کرے۔
		۱۲۰	عدم اضافت کے سبب طلاق واقع نہ ہونے کی چند مثالیں۔

۱۳۴	تصدیقات علماء بمبئی۔	۱۳۴	جسوں نے بے علم فتویٰ دیا وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔
۱۳۵	تصدیقات علماء پہلی بھیت۔	۱۳۵	جو بغیر علم کے فتویٰ دے اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔
۱۳۷	ایک مسئلہ تعلیق میں اقوال علماء کے درمیان محاکمہ۔	۱۳۵	ساتویں جہالت کا بیان۔
۱۳۷	تعلیق ربط مضمون جملہ بمضمون آخر ہے نہ کہ خبط مضمون ربط آخر۔	۱۳۵	زوجہ کو شوہر سے برگشتہ بنانا شیطاں کا کام ہے۔
۱۳۷	طلاق صریح سے بائن کی نیت کرے تب بھی رجعی ہی واقع ہوگی۔	۱۳۵	حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالی ہے کہ جو کسی مرد سے اس کی زوجہ کو برگشتہ کرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔
۱۳۷	بندہ تغیر حکم شرع کی قدرت نہیں رکھتا۔	۱۳۶	تصدیقات و تائیدات علماء کرام و مفتیان عظام
۱۳۸	ہمارے علماء کے نزدیک وقت حلول شرط سے نزول جزیوں ہوتا ہے کہ گویا اس وقت تکلم بالجواز منجز واقع ہوا۔	۱۳۷	تصدیقات علماء بدایوں۔
۱۳۸	در مختار کی ایک عبارت کی توضیح۔	۱۳۸	تصدیقات علماء شاہجہان پور۔
۱۳۹	اگر میں تیرے سوا کسی اور عورت سے شادی کروں تو تجھ کو ایسی طلاق کہ تو اپنے نفس کی مالک ہو اس سے ایک طلاق بائن پڑے گی۔	۱۳۸	تصدیقات علماء دہلی۔
۱۴۱	مطلقاً تعلیق سے طلاق بائن واقع نہیں ہوتی۔	۱۳۹	تصدیقات علماء میرٹھ۔
۱۴۳	اگر کوئی شے معدوم ہو تو اس کی نقیض موجود ہوتی ہے۔	۱۳۹	تصدیقات علماء احمد آباد۔
۱۴۳	اگر شوہر نے بیوی کو کہا تجھے طلاق اگر میں تجھے طلاق نہ دوں، تو بوقت موت طلاق واقع ہوگی۔	۱۴۰	علماء سوئے کے بارے میں ایک شخص اور شیطان کے درمیان گفتگو کا واقعہ۔
۱۴۴	ایک نکتہ بدیعیہ۔	۱۴۱	تصدیقات علماء جہلم پور۔
۱۴۴	احناف کے نزدیک الفاظ کا مفاد لغوی بنائے نہیں بلکہ معانی عرفیہ پر بنائے کار ہے۔	۱۴۲	تصدیقات علماء مراد آباد۔
۱۴۴	اغراض و مقاصد جس قدر مفاد لفظ سے زائد ہوں یعنی عموم و اطلاق بھی انھیں متناول نہ ہو ملحوظ نہیں ہوتے۔	۱۴۳	لفظ جواب طلاق کے واسطے موضوع نہیں یہ ایک ہندی کلمہ ہے جو چند معنوں میں استعمال ہوتا ہے لہذا اس سے خاص کر طلاق بائن کا مفہوم سمجھنا دلیل نا فہمی ہے۔
		۱۴۴	تصدیقات علماء لاہور۔

۱۳۹	زید نے عمرو سے کہا آؤ میرے ساتھ کھانا کھاؤ، عمرو نے کہا میں کھاؤں تو میری عورت مطلقہ ہو، کل زید کے ساتھ کھانا کھایا طلاق نہ ہوگی۔	۱۳۴	لفظ کی تاویل عربی سے اجنبی خارج و بیگانہ و زائد بات اگرچہ عرفاً مقصود حالف ہو منظور نہ ہوگی مگر اغراض محض ضرور ہو سکتی ہیں۔
۱۳۹	عورت کو جماع کے لئے بلایا اس نے انکار کیا، شوہر نے کہا اگر میرے پاس اس کو ٹھہری میں نہ آئے تو تجھ پر طلاق، عورت آئی مگر اس وقت شوہر کی شہوت ساکن ہو چکی تھی تو طلاق ہوگی۔	۱۳۴	دالات لفظ کہ عموم پر تھی بنظر غرض خاص پر مقصور ہو جائے گی یہ مدلول لفظ سے خروج نہیں بلکہ بعض مدلولات پر قصر ہے۔
۱۳۹	کلمہ ان تراخی کے لئے ہے جب تک قرینہ فور نہ پایا جائے۔	۱۳۵	کسی شے کا بھاؤ چکاتے وقت مشتری نے قسم کھائی کہ دس میں نہیں خریدے گا، پھر گیارہ میں خرید تو حانث ہو جائے گا۔
۱۳۹	حاکم سے حلف کیا کہ اگر شہر میں کوئی بد معاش آئے اور میں خبر نہ دوں تو میری عورت کو طلاق ہے، بد معاش آیا اور اس نے حاکم کو خبر نہ دی اس وقت کہاجب وہ حاکم معزول ہو گیا تھا طلاق ہوگی۔	۱۳۵	بائع نے قسم کھائی کہ دس میں نہیں فروخت کریگا پھر گیارہ میں فروخت کیا تو حانث نہیں ہوگا۔
۱۵۰	دائن نے مدیون سے حلف لیا کہ تیرے بے اذن باہر نہ جاؤں گا، یہ حلف بقاء دین تک رہے گا بعد ادا یا لراء اذن کی حاجت نہیں۔	۱۳۵	بیع بالعشرۃ دو نوع پر ہے ایک بیع بعشرۃ مفردہ اور دوسری بیع بعشرۃ مقرونہ۔
۱۵۱	قسم کھائی کہ عورت بے میرے اذن کے باہر نہ جائیگی یہ قیام زوجیت تک محدود ہے۔	۱۳۶	عام کی تخصیص و تقييد عرف سے جائز ہے۔
۱۵۱	قسم کھائی کہ دس کو نہ بیچوں گا اور گیارہ کو بیچا تو حانث نہ ہوا۔	۱۳۷	غرض متکلم اپنی کلام سے کبھی تو کلام کا حقیقی یا مجازی معنی ہوتی ہے اور کبھی لفظ سے خارج کوئی شئی۔
۱۵۱	بیعین کی بناء عرف پر ہے۔	۱۳۷	تخصیص عوارض الفاظ میں سے ہے۔
۱۵۱	عدم بے سلف کلی متحقق نہیں ہوتا۔	۱۳۸	بیعین فور کا استنباط امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔
۱۵۲	نکرہ جزئی میں عام ہو جاتا ہے۔	۱۳۸	الفقہاء کلہم عیال الابی حنیفہ۔
۱۵۲	عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی صادق نہیں رہتا۔	۱۳۸	بیعین فور سے متعلقہ مسائل۔
۱۵۲	ایک شخص نے اپنی بیوی کو بعد نماز مغرب کہا کہ اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو تجھے دو طلاق، بعدہ بیوی نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی تو صبح صادق طلوع ہوتے ہی اس پر دو طلاقیں پڑ گئیں۔	۱۳۸	عورت باہر جانے کو ہوئی شوہر نے کہا باہر جائے تو تجھ پر طلاق، عورت بیٹھ گئی اور دوسرے وقت باہر گئی طلاق نہ ہوگی۔

۱۶۹	دیوبندی مولوی وجیہ اللہ کے فتویٰ کا پچیس وجوہ سے رد۔ تبلیغ۔	۱۵۲	مرد نے بیوی سے کہا تو نماز ترک کرے تو تجھے طلاق، عورت نے ایک نماز قصداً قضاء کی طلاق ہو جائے گی اگرچہ اس قضاء کو ادا بھی کرے۔
۱۷۰	دیوبندی فتویٰ کی پہلی خطا۔	۱۵۳	نیت حالف اگرچہ دلالت حال کے خلاف ہو اعتبار اس کا ہوگا۔
۱۷۰	حکم شرعی کے معلوم ہونے پر سوال کی صورت کو تبدیل کرنا مکرو فریب ہے۔	۱۵۳	طلاق مغلط سے عورت حرام ابدی نہیں ہوتی البتہ بے حلالہ شوہر اول کے نکاح میں آنے کے قابل نہیں رہتی۔
۱۷۱	دوسری خطا	۱۵۵	○ رسالہ اکمل التحقیق بباب التعلیق (مسئلہ تعلیق میں ایک دیوبندی مولوی کے فتویٰ کا رد۔ تبلیغ)
۱۷۱	انشائے تعلیق اور تعلیق انشاء میں فرق۔	۱۵۶	نقل فتویٰ مولوی وجیہ اللہ دیوبندی باشندہ بنگالہ۔
۱۷۱	ہر جزاء کو استقبال لازم ہے۔	۱۶۶	جواب منجانب مصنف (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ)
۱۷۱	طلاق باعتبار صدور مرد کی اور باعتبار وقوع عورت کی صفت ہے۔	۱۶۶	تیسری طلاق دے دی تو اب بیوی حرام قطعی ہو گئی تجدید نکاح سے بھی حلال نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ حلالہ نہ ہو جائے۔
۱۷۲	تیسری خطا۔	۱۶۷	خاندان نے بیوی کو کہا اگر تو نے نماز نہ پڑھی تو تجھے دو طلاقیں بعدہ کہتا ہے کہ میں نے اس سے عموم کارا وہ کیا ہے یعنی تمام عمر کبھی کہیں کوئی نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، تو یہ حیلہ جھوٹ اور خالص فاسد بہانہ ہے۔
۱۷۲	خاندان نے بیوی کو کہا اگر تو مجھے نہیں چاہتی تو تجھے طلاق بیوی نے کہا میں چاہتی ہوں تو طلاق نہ ہوگی۔	۱۶۷	جب طلاق نہ ہوئی تو رجوع کیسا اور کس سے رجوع۔
۱۷۲	شوہر نے اپنی بیوی کو کہا اگر میں تین ماہ میں نہ آؤں اور دس دینار نہ لاؤں تو تجھے طلاق پس وہ آیا اور دینار نہ لایا تو طلاق ہو جائے گی۔	۱۶۷	یہ کہنا کہ رجوع کر لینے سے پہلی طلاقیں باطل ہو جاتی ہیں گمراہ کلمات ہیں جن پر "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم" ہی پڑھا جاسکتا ہے۔
۱۷۲	خاندان نے بیوی کو کہا اگر تو حرام کاری کرے تو تجھے تین طلاق، پھر اس کو طلاق بانہ دے کر عدت میں اس سے وطی کی تو قسم ٹوٹ گئی اور تین طلاقیں ہو جائیں گی۔	۱۶۹	لوگوں میں بد بخت ترین وہ شخص ہے جو دوسروں کی دنیا کے لئے اپنی آخرت برباد کر دے۔

۱۷۶	کلیت معقولات ثانیہ میں سے ہے۔	۱۷۲	چوتھی خطا۔
۱۷۶	طبعیہ قضیہ ذنیہ ہوتا ہے نہ کہ خارجیہ۔	۱۷۳	پانچویں خطا۔
۱۷۶	منترع، انترع کے تابع ہوتا ہے لہذا بلا انترع نہیں پایا جاتا اگر چہ منترع منہ موجود ہو۔	۱۷۳	دیوبندی مولوی وجیہ اللہ کا معلق کو تین قسموں پر اور پھر ایک کو دو قسموں پر منقسم ماننا جہالت ہے دیوبندی مفتی کی جہالت کہ شرح وقایہ کی عبارت کو نہ سمجھ سکا۔
۱۷۷	بارھویں خطا۔	۱۷۳	چھٹی خطا۔
۱۷۷	تیرھویں خطا۔	۱۷۴	ساتویں خطا۔
۱۷۷	اشی اللطین کے مرتبہ میں عموم کلیت اور اطلاق ملحوظ ہوتا ہے۔	۱۷۴	آٹھویں خطا۔
۱۷۷	چودھویں خطا۔	۱۷۴	نویں خطا۔
۱۷۷	تختیصل حاصل باطل ہے۔	۱۷۴	بیمین الفور کی تخصیص غصہ اور بے اعتدال طبع سے کرنا دیوبندی اجتہاد ہے ورنہ کتب مذہب میں اس کا کوئی نشان نہیں۔
۱۷۷	پندرھویں خطا۔	۱۷۴	حاکم نے قسم کھائی کہ اگر شہر میں کوئی بد معاش آئے اور تجھے سزا نہ دوں تو بیوی کو طلاق، یہ بیمین فور ہے۔ حالانکہ یہاں غصہ اور اشتغال طبع نہیں۔
۱۷۸	مبئی کے فساد سے بناء کا فساد ہوتا ہے۔	۱۷۵	دسویں خطا۔
۱۷۸	سولہویں خطا۔	۱۷۵	فعل حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ چیز نفی میں عام ہو جاتا ہے۔
۱۷۹	سترھویں خطا۔	۱۷۵	عموم سلب اور بوجہ ایجاب جزئی صادق نہیں رہتا۔
۱۷۹	خاوند نے بیوی سے مجامعت کا ارادہ کیا اور بیوی کو کہا کہ اگر تو میرے ساتھ کمرے میں داخل نہ ہوئی تو تجھے طلاق ہے، اس کے بعد بیوی اس وقت کمرے میں داخل ہوئی جب خاوند کی شہوت ختم ہو چکی تھی تو طلاق واقع ہو جائے گی اگر زوال شہوت سے پہلے داخل ہوئی تو طلاق نہ ہوگی۔	۱۷۶	گیارھویں خطا۔
۱۷۹	دخول مطلق قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے اور وہ اس وقت تک منتفی نہیں ہوتا جب تک جمیع افراد دخول منتفی نہ ہو جائیں۔	۱۷۶	محققین نے عمدۃ المدققین علامہ سید میر زاہد کی بعض مشہور تدریقات کا کثیر وجوہ سے رد کیا ہے۔
۱۸۰	اٹھارھویں خطا۔	۱۷۶	قضیہ طبعیہ کا موضوع کلیت کا معروض ہوتا ہے۔
۱۸۰	کسی چیز کا انتفاء اس کے تمام افراد کے منتفی ہونے سے ہو جاتا ہے۔		

۱۸۶	وہ طلاق جس کے بعد رجوع کرنا جائز ہے وہ دو بار طلاق ہے اس سے زائد نہیں۔	۱۸۱	انیسویں خطاء۔
۱۸۸	تین طلاقوں کے بعد مرد کو رجوع کا اختیار ہوتا تھا جو آیت کریمہ "الطلاق مرتان" سے منسوخ ہو گیا۔	۱۸۱	مکابرہ کا کوئی علاج نہیں۔
۱۸۹	دیوبندی مقصد شریعت کو پامال اور جاہلیت کے ظلم و ستم کو دوبارہ زندہ کر رہے ہیں۔	۱۸۲	بیسویں خطاء۔
۱۹۰	بائیسویں خطاء۔	۱۸۲	بیوی باہر جانے یا غلام کو مارنے کے لئے تیار تھی خاوند نے اس وقت بیوی کو کہا اگر تو باہر نکلی یا تو نے مارا تو تجھے طلاق تو یہ دونوں یقین فور ہیں۔
۱۹۰	یہ جزئیہ کہ رجوع کے بعد طلاق کا عدم نہیں ہوتی۔	۱۸۳	امام اعظم ابو حنیفہ اقسام یقین کے تمام کے استنباط میں متفرد ہیں۔
۱۹۰	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کر لیا مگر اس کے باوجود وہ طلاق شمار ہوئی۔	۱۸۳	نشہ والے شخص نے بیوی کو مارا بیٹھا تو وہ باہر نکل گئی، اس پر نشیہ نے کہا اگر تو واپس نہ لوئی میرے پاس تو تجھے طلاق، یہ واقعہ عصر کے وقت ہوا اور وہ عورت عشاء کے وقت اس کے پاس لوٹ کر آئی تو طلاق ہو جائے گی کیونکہ یہ یقین فور ہے۔ اگر یقین فور کی نیت کا انکار کرے تو قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا۔
۱۹۲	دیوبندی تعلیم کی حدیث سے مخالفت۔	۱۸۳	بیوی باہر نکلے گی تو خاوند نے کہہ دیا اگر تو نکلی تو تجھے طلاق ہے۔ اس پر بیوی واپس بیٹھ گئی اور کچھ دیر کے بعد نکلی تو قسم نہ ٹوٹی اور طلاق واقع نہ ہوئی۔
۱۹۲	تیسری طلاق کے بعد عورت خاوند کے لئے بلا حلالہ حلال نہیں ہو سکتی چاہے پہلی طلاق کے بعد رجوع کیا ہو یا نہ کیا ہو۔	۱۸۴	اکیسویں خطاء۔
۱۹۲	کتب فقہ بلا اختلاف تین طلاقوں کو مطلقاً حرمت غلیظہ کے لئے مثبت بیان کرتی ہیں۔	۱۸۴	دیوبندی تعلیم نے قرآن و حدیث اور ائمہ قدیم و جدید کا اجماع پس پشت ڈال دیا۔
۱۹۲	ہزار ہا عبارات دیوبندی مفتی کی گمراہی کے بطلان پر شاہد ہیں۔	۱۸۵	آیہ کریمہ "الطلاق مرتان" کا شان نزول اور اس میں مختلف اقوال مفسرین۔
۱۹۲	خاوند نے بیوی کو کہا جب بھی تو بچہ جنے تو تجھے طلاق ہے اس کے بعد بیوی نے سنے حمل کے ساتھ تین بچے جنے تو دوسرا اور تیسرا بچہ پہلی اور دوسری طلاق سے رجوع متصور ہوگا جبکہ تیسرے بچے کی پیدائش پر تین طلاقیں ہو جائیں گی اور حرمت غلیظہ ثابت ہو جائے گی اور تینوں بچوں کا نسب خاوند سے ثابت ہوگا۔	۱۸۵	تین طلاقوں کے بعد مرد کو رجوع اختیار نہیں اور عورت خود مختار ہے۔

۱۹۹	جو کسی بات پر قسم کھالے پھر دیکھے کہ اس قسم کا خلاف بہتر ہے تو وہی بہتر کام کرے اور قسم کا کفارہ دے لے۔	۱۹۵	دیوبندی تعلیم ائمہ امت کے مخالف ہے۔
۱۹۹	اغراض فاسدہ کے لئے وعظ فضالت اور یہود و نصاریٰ کی سنت ہے۔	۱۹۵	چوبیسویں خطا۔
۱۹۹	نااہل کے وعظ کہنے کی مذمت احادیث کریمہ سے۔	۱۹۵	دیوبندی مفتی کی انتہائی غباوت اور گمراہی۔
۲۰۰	کیسے واعظ کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں۔	۱۹۶	نجدیت کی بدعتی اور کج فہمی۔
۲۰۰	طلاق مغالطہ کی قسم کھائی تو طلاق سے بچنے کا ایک حیلہ۔	۱۹۶	چوبیسویں خطا۔
۲۰۱	بیہین وجود شرک کے بعد مطلقاً ختم ہو جاتی ہے۔	۱۹۶	بطلان طلاق اور بطلان عمل میں فرق ہے۔
۲۰۱	طلاق کو وعظ کہنے پر معلق کیا تو یہ سبیل ممکن ہے کہ عورت کو ایک طلاق دے وہ عدت سے نکل چکے تو وعظ کہے پھر عورت سے دوبارہ نکاح کر لے۔	۱۹۷	دیوبندی مجتہدین کی دین اور شریعت میں نئی بدعت۔
۲۰۲	شوہر نے کہا تو مہر بخشے تو طلاق دوں گا۔ عورت بولی اگر تو طلاق دے تو میں نے مہر بخش دیا، شوہر نے طلاق دی، طلاق واقع ہوئی مہر ساقط نہ ہوا۔	۱۹۷	حرام قطعی کو حلال کہنا فقہی حکم کے مطابق قطعی کفر ہے۔
۲۰۲	ہندہ سے اس شرط پر نکاح کہ نصف مہر عند الطلب ادا نہ کروں تو تین طلاق، اس مسئلہ کی مختلف صورتوں کے احکام۔	۱۹۷	طلاق مغالطہ کے بعد عورت کو شوہر کے لئے حلال قرار دینے والے مفتیوں کی بیویاں ان پر حرام ہو گئیں ان پر تجدید اسلام اور تجدید نکاح لازم ہے۔
۲۰۲	ہبہ میں تعلیق باطل ہے۔	۱۹۸	طلاق کی قسم کھانا شرعاً ناپسندیدہ ہے۔
۲۰۲	تملیکات یعنی بیع و شراء وغیرہ میں تعلیق باطل ہے۔	۱۹۸	طلاق کی قسم کھانا مومنانہ نہیں منافقانہ فعل ہے۔
۲۰۳	"کلمہ دخلت الدار فانت طالق" میں تین بار دخول دار کے بعد بیہین منحل ہوگی یا تین طلاق سے زوال حل ہوئے تب بیہین منحل ہوگی۔	۱۹۸	جو کوئی اس بہتی میں وعظ کرے اس کی عورت پر طلاق، اور جو کوئی سے مراد اس کی اپنی ذات تھی، تو اگر وعظ کہے گا طلاق رجعی واقع ہوگی۔
۲۰۳	لفظ کلمہ عموم افعال کا تقاضا کرتا ہے جبکہ لفظ کل عموم اسماء کا۔	۱۹۸	کلمہ من تعیم کے لئے ہے۔
۲۰۶	اگر تو میرے گھر میں آئی تو تجھے طلاق، اور عورت دوسرے کے گھر میں تھی تو شوہر کے گھر آئے ہی طلاق، اور شوہر کے گھر میں ہی تھی تو جب تک وہاں رہے گی طلاق واقع نہ ہوگی۔	۱۹۹	وعظ کیسے واعظ کو کرنا چاہئے۔

۲۱۳	ہر عاقد و خالف کے کلام کو اس کے عرف پر مجہول کیا جائے گا۔	۲۰۶	چاروں مذاہب کے چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ تین طلاقیں ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک لفظ میں واقع ہو جاتی ہیں۔
۲۱۳	شوہر سے چند غلط شرائط کا اقرار نامہ لکھوانے کا حکم۔	۲۰۷	وہابی گمراہ بے دین مسئلہ طلاق ثلاثہ میں خلاف کرتے اور حرام کو حلال ٹھہراتے ہیں۔
۲۱۵	جو شرط شریعت کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔	۲۰۷	شوہر نے ایک وقت کی نماز بے عذر شرعی نہ پڑھنے پر تین طلاقیں معلق کیں۔ بے عذر ایک وقت کی نماز بھی چھوڑ دے گی تین طلاقیں ہو جائیں گی۔
۲۱۵	اللہ تعالیٰ کا حکم حق اور اللہ تعالیٰ کی شرط موکد ہے۔	۲۰۷	جو حیلہ ارتکاب کبیرہ بالعمد پر مشتمل ہو اس کا بتانا بھی حرام ہے۔
۲۱۵	بیوی اب باپ ہی کے یہاں رہے گی اور موجودہ و آئندہ اولاد کی وہ مالک ہوگی، اور باپ کے گھر بیٹھے نفقہ پائے گی۔ یہ سب شرطیں خلاف شرع و مردود ہیں۔	۲۰۷	مفتی کو یصدق دینا نہیں کہنا چاہئے بلکہ ادب یہ ہے کہ لایصدق قضاء کہے۔
۲۱۶	مرد کا یہ لکھنا کہ اگر میں شرط کے خلاف کروں تو میری یہ تحریر تین طلاق سمجھی جائے گی، باطل ہے۔	۲۰۸	شوہر نے کہا اگر تو فلاں مکان میں گئی میری عورت نہ رہے گی، اگر نیت طلاق ہے طلاق معلق ہوگی۔
۲۱۶	تین طلاق کے ساتھ ساتھ سال اور لڑکی نو سال کی عمر تک ماں کے پاس رہیں گے پھر باپ لے گا۔	۲۰۹	نیت طلاق کے بارے میں شوہر کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا۔
۲۱۶	شوہر اگر اپنے پاس بلانا چاہے تو عورت کو باپ کے گھر رہنے کا کوئی اختیار نہیں۔	۲۰۹	اگر تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو طلاق مغلظہ ہوگی۔ اس شرط پر نکاح کی مختلف صورتوں کے احکام کی تفصیل۔
۲۱۶	عورت شوہر کے پاس آنے سے انکار کرے تو نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی۔	۲۱۱	جواب مضمون سوال کے اعادہ کو متضمن ہوتا ہے۔
۲۱۷	مہر اگر نہ مہجّل ہو نہ مؤجّل تو جب تک موت یا طلاق نہ ہو عورت کو اس کے مطالبہ کا اختیار نہیں۔	۲۱۲	عرف میں طلاق مغالظہ تین طلاقوں کو ہی کہتے ہیں۔
۲۱۷	بے علم کو علماء سے صرف حکم شریعت دریافت کرنا چاہئے نہ یہ کہ صفحہ و سطر جانچے۔	۲۱۳	مرد نے بیوی سے کہا تجھ پر تینوں شرطوں سے طلاق، تو کیا حکم شرعی ہے۔
۲۱۷	تعلیق طلاق بے عدم ادائے حقوق زوجہ کے ایک اقرار نامہ کا شرعی حکم۔	۲۱۳	شرط مجہول پر طلاق معلق کرنے سے طلاق اصلاً واقع نہ ہوگی۔

۲۲۶	زن غیر مدخولہ یک بارگی تین طلاق کی محل ہے۔	۲۱۹	تاکید مفید شرط و جزاء کے درمیان فاصل نہیں ہوتی۔
۲۲۶	غیر مدخولہ کو تین طلاق بطور تعلیق دیں تو شرط کے جزا پر مقدم و مؤخر ہونے میں کیا حکم ہے۔	۲۱۹	بیوی کو کہا انت طالق ان شاء اللہ تو کن صورتوں میں استثناء صحیح اور کن میں غیر صحیح ہوگا۔
۲۲۶	مسئلہ طلاق ثلاثہ کی تفصیل باعتبار حرف عطف اور باعتبار تعلیق و تنجیر اور باعتبار تقدم و تاخر شرط اور باعتبار زن مدخولہ و غیر مدخولہ۔	۲۲۰	نان و نفقہ نہ ملنے کے بارے میں عورت محتاج گواہان نہیں بلکہ اس کا بیان حلفی کافی ہے۔
۲۳۱	عورت کو طلاق کا اختیار دینے کے ایک اقرار نامہ کی مختلف صورتوں کا شرعی حکم۔	۲۲۱	شرط میں نفی پر بینہ مسموع ہیں۔
۲۳۱	شرط کا پابن نامہ قبل تحریر ہو اور اس میں نکاح کی طرف اضافت نہ ہو تو وہ شرط محض فضول و باطل ہے۔	۲۲۱	اگر میاں بیوی وجود شرط میں اختلاف کریں تو شوہر کا قول قسم کے بعد معتبر ہوگا۔
۲۳۱	تفویض طلاق میں زن و شوہر دونوں میں سے ایک کے کلام میں اضافت کافی ہے۔	۲۲۳	شوہر نے اقرار نامہ لکھا کہ اپنی عورت کی حیات میں کسی دوسری عورت سے شادی کروں تو اس دوسری پر تین طلاق، اس صورت میں اگر کسی فضولی نے اس کا نکاح کسی دوسری عورت سے کر دیا اور اس نے زبان کے بجائے کسی عمل سے اس کی توثیق کر دی تو دوسری عورت کو حسب شرط اقرار نامہ طلاق نہ ہوگی۔
۲۳۲	جو تفویض طلاق معلق بالشرط ہو بعد وقوع شرط اسی مجلس پر محدود رہتی ہے جس میں عورت کو وقوع شرط کا حکم ہوا مجلس بدلنے کے بعد اسے طلاق لینے کا اختیار نہیں رہتا۔	۲۲۳	فضولی نے کسی کا نکاح کر دیا شوہر نے مہر مقررہ عورت کو بھیج دیا تو نکاح نافذ ہو گیا۔
۲۳۲	عورت کے ارادہ، رضا اور خواہش پر طلاق کو معلق کرنا تملیک مع التعلیق ہے اور یہی تملیک مجلس تک محدود رہے گی۔	۲۲۳	شوہر نے فضولی کے نکاح کے بعد کاغذ پر لکھا کہ میں نے اس نکاح کو نافذ کیا تو نافذ ہو گیا۔
۲۳۳	ایک مہینہ کے اندر عورت کے شوہر کے مکان پر نہ آنے پر طلاق کو معلق کیا، عورت نہ آئی، یہ خود ایک مہینہ کے اندر عورت کے پاس پہنچا، طلاق واقع ہو گئی۔	۲۲۳	نکاح فضولی کے بعد کسی نے یا خود اسی فضولی نے شوہر کو مبارکباد دی شوہر نے اس پر سکوت اختیار کیا، تو نکاح نافذ ہو گیا۔
۲۳۳	زید نے اپنی بیوی کو کہا کہ تینوں طلاق پوری کر دوں گا، یہ محض وعدہ ہے اور وعدہ سے طلاق نہیں ہوتی۔	۲۲۶	غیر مدخولہ کو ایک لفظ سے تین طلاق دینے اور متفرق الفاظ میں تین طلاق دینے کا حکم اور تعلیق کی مختلف صورتوں کا تفصیلی حکم۔

۲۳۷	شرابی جنت میں نہیں جائے گا۔	۲۳۳	وتوع طلاق سے پہلے رجوع عن الطلاق لغو ہے۔
۲۳۸	فسخ نکاح اور آزادی کا لفظ کنایات طلاق سے ہے۔	۲۳۳	طلاق رجعی کا تعلیق کے سبب بائن ہو جانا باطل قطعی ہے۔
۲۴۰	دوسرے نکاح کی اجازت سے طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوگی اور نیت کے بارے میں شوہر کا قول قسم سے معتبر ہوگا۔	۲۳۳	اقرار نامہ لکھنا کہ تمہارے سوا کسی دوسری عورت سے شادی کروں تو ایک دو تین طلاق ہے۔ دوسری عورت سے شادی اپنی بیوی سے اجازت لے کر کی شادی کرتے ہوئے دوسری عورت پر ایک طلاق بائن پڑگئی۔
۲۴۱	مرد نے عورت سے کہا اگر میں تجھے جھالود سے باہر لے جاؤں تو تجھے طلاق پھر جھالود نامی گاؤں سے اس کو کہیں اور لے کر جائے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔	۲۳۵	مالک نے اپنے غلاموں کے بارے میں کہا ہذا حرا و ہذا و ہذا تو تیسرا آزاد ہو گیا جبکہ پہلے دونوں میں سے ایک آزاد ہے اس کے تعین کا اختیار مالک کو ہے۔
۲۴۱	تین طلاقیں واقع ہو جائیں از روئے قرآن بے حلالہ شوہر اول کے نکاح میں نہیں آسکتی۔	۲۳۵	کلمہ "او" تخییر اور "و" شکرکت کے لئے ہے۔
۲۴۲	شوہر طلاق مغلظ دے کر منکر ہو گیا عورت کو طلاق کا یقین ہے تو جیسے ہو سکے اس سے دور بھاگے اور اگر اس پر قادر نہیں تو وبال شوہر پر ہے۔	۲۳۵	اردو زبان میں کسی شہی کا ثبوت پہنچانا اور کوئی شہی ثبوت کو پہنچانا، ان دونوں میں فرق ہے۔
۲۴۳	مہر ادا کئے بغیر اور تمہاری اجازت بصیغہ رجسٹری حاصل کئے بغیر اگر دوسری عورت سے شادی کر دوں تو اس کو طلاق، مہر ادا کر دیا، اجازت بھی حاصل کی لیکن اس کی رجسٹری نہیں کرائی اور دوسرا نکاح کیا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔	۲۳۵	طلاق کو دو شرطوں پر معلق کیا تو جب تک دونوں شرطیں نہ پائی جائیں طلاق واقع نہ ہوگی۔
۲۴۳	"طلاق سبھی جائے" سے طلاق واقع نہ ہوگی۔	۲۳۷	عورت کو ناپچ گانے کی اجازت دینا حرام قطعی ہے اور ایسا کرنے والا شوہر دیوث ہے۔
۲۴۵	"عدم خبر گیری کو طلاق سمجھنا" خبر گیری نہ کی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔	۲۳۷	دیوث اگر توبہ نہ کرے تو اس پر جنت حرام اور اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہوتی ہے۔
۲۴۵	باطل پر کچھ اثر مرتب نہیں ہو سکتا۔	۲۳۷	حدیث کی رو سے تین اشخاص جنت میں نہیں جاہیں گے، ماں باپ کو ناحق اذیت دینے والا اور دیوث اور مردوں جیسی وضع بنانے والی عورت۔
۲۴۷	شوہر نے بعد نکاح اقرار نامہ لکھا، اگر مہر النساء کی رضاد غبت کے بغیر دوسری شادی کروں تو دوسری کو طلاق، تو عدم رضا کا ثبوت اقرار زوجہ سے ہوگا بے اس کے طلاق واقع نہ ہوگی۔		

۲۵۰	عورتوں کی غالب عادت یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کا نکاح ثانی پسند نہیں کرتیں۔	۲۳۷	تحقق شرط تحقق جزاء کو مستلزم ہے۔
۲۵۱	زن نامدخولہ تین طلاق دفعی کی محل ہے۔	۲۳۸	محض ایک عورت کا بیان حجت شرعیہ خصوصاً سوکن کے بارے کہ محل تہمت ہے۔
۲۵۱	جس عورت سے تیری اجازت کے بغیر شادی کردی اس کو طلاق، بعدہ اس عورت کو طلاق دے دی، پھر دوسری عورت سے اس کی اجازت کے بغیر شادی کی، طلاق واقع ہو جائے گی۔	۲۳۸	عدم رضاء اور ترک استرضاء میں بہت فرق ہے۔
۲۵۱	اذن کا علم قول سے ہوگا اور محبت و بغض کا نہیں۔	۲۳۸	تعلیق بالرضاء میں علم درکار نہیں۔
۲۵۲	اذن و رضاء کا فرق	۲۳۸	شوہر نے عورت سے کہا بے میری رضائے باہر گئی تو طلاق، پھر شوہر نے آہستہ سے کہا جا عورت نے سنا نہیں۔ چلی گئی۔ تو طلاق واقع نہ ہوگی۔
۲۵۳	جس شرط کا علم عورت کے ہی بتانے سے ہو اس میں اسی کے قول کا اعتبار ہے۔	۲۳۸	اذن بغیر قول مسموع و مفہوم کے نہیں ہو سکتا۔
۲۵۳	یہ کہا اگر تجھے حیض آئے تو تو اور فلانہ کو طلاق، عورت نے کہا مجھے حیض آیا تو اس کو طلاق ہوگی فلانہ کو نہیں۔	۲۳۸	مرد نے قسم کھائی کہ بیوی کے اذن کے بغیر نہیں پیوں گا، بیوی نے اپنے ہاتھ میں پیالہ پکڑ کے اس کو پلایا مگر زبان سے اذن نہیں دیا یا مگر شوہر نے نہیں سنا تو حائض ہو جائے گا۔
۲۵۳	اگر فلاں مومن ہے تو تجھے طلاق، عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی۔	۲۳۹	عدم اذن محل شرط میں گواہوں سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔
۲۵۳	اگر میں تیری حاجت پوری نہ کروں تو میری عورت کو طلاق، مخا طب نے کہا میری حاجت یہی ہے کہ تو اپنی عورت کو طلاق دے دے، شوہر اگر اس کو بیان حاجت میں جھوٹا سمجھے تو اس کی عورت کو طلاق واقع نہ ہوگی۔	۲۳۹	عدم رضاء و رغبت کا ثبوت شہادت سے نہیں ہو سکتا۔
۲۵۷	باب الایلاء	۲۳۹	دل ہر وقت ایک حال پر نہیں رہتا کیونکہ القلب ینقلب۔
۲۵۷	ایلاء کسے کہتے ہیں، اس کا حکم کیا ہے اور اس سے طلاق مغلظہ پڑتی ہے یا نہیں۔	۲۳۹	عدم رضائے سابق و لاحق دلیل عدم مقارن نہیں ہو سکتی۔
		۲۳۹	اسباب غضب ہزاروں ہیں لہذا کسی ایک سبب پر انحصار درست نہیں۔

۲۶۳	خلع کی تعریف۔	۲۵۷	ایلاء کا مدار پانچ باتوں پر ہے جب تک وہ پانچ جمع نہ ہوں ایلاء درست نہ ہوگا۔
۲۶۳	تہازوجہ کے لئے خلع نہیں ہو سکتا۔	۲۵۷	وضو، غسل، تلاوت قرآن، سجدہ تلاوت اور اتباع جنازہ نذر سے لازم نہیں ہوتے۔
۲۶۳	باپ دادا کا کیا ہوا نکاح عورت بالغ ہو کر بھی فسخ نہیں کر سکتی۔	۲۵۸	ایلاء میں چار مہینہ تک قربت نہ کی، عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہو گئی۔
۲۶۳	باپ دادا کے غیر کا کیا ہوا نابالغہ کا نکاح وہ بالغ ہوتے ہی رد کر سکتی ہے۔	۲۵۹	ایلاء طلاق مغفله نہیں لہذا حلالہ کی ضرورت نہیں۔
۲۶۵	نہار روزہ سے مستحکمہ کرنے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اس کی بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے۔	۲۵۹	اگر ایلاء میں طلاق بائن ہو گئی تو شوہر و عورت عدت میں یا بعد عدت جب چاہیں باہم نکاح کر سکتے ہیں۔
۲۶۵	غیر مدخولہ کا شوہر اسلام سے خارج ہو جائے تو وہ بلا عدت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے عدت لازم نہیں۔	۲۵۹	ایلاء مؤبد کی صورت میں چار ماہ بلا رجوع گزرنے سے ایک طلاق بائن پڑی، پھر اس سے نکاح کر لیا پھر چار ماہ خالی گزر گئے تو دوسری طلاق پڑ جائی گی، پھر نکاح کیا اور چار ماہ اس طرح گزر گئے، تو تیسری پڑ جائے گی، اب بلا حلالہ اس کو نکاح میں نہیں لاسکے گا۔
۲۶۷	باب الطہار	۲۶۰	حنفی مذہب سے منسوب ایک من گھڑت مسئلے کا رد۔
۲۶۷	یہ لفظ کہ میں تجھ کو طلاق دے دوں گا محض نامعتبر اور وعدہ ہے اس سے کچھ واقع نہیں ہوتا۔	۲۶۳	باب الخلع
۲۶۷	میں تجھ سے کلام کروں تو اپنی ماں بہن سے کلام کروں، یہ جملہ باب طلاق میں لغو ہے۔	۲۶۳	مہر کے بدلے میں طلاق دی تو طلاق بائن واقع ہو گئی۔
۲۶۷	تجھے ماں کے بجائے سمجھتا ہوں، اگر اس کا مطلب یہ تھا کہ حرام سمجھتا ہوں تو یہ کلمہ ظہار ہے۔	۲۶۳	صوم و صلوة کی پابند لڑکی بد خصلت اور بے نماز شوہر سے بیزار ہو کر خلع کرنا چاہتی ہے کیا شرعاً ایسا کر سکتی ہے۔
۲۶۸	مظاہر پر عورت کے ساتھ صحبت، بشوت بوسہ لینا، بشوت بدن کو ہاتھ لگانا، بشوت شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے۔		

۲۸۰	عورت کو ماں بہن کہنا قول شنیع ہے لیکن یہ قول لغو ہے، نہ اس سے طلاق واقع ہو نہ ظہار۔	۲۶۹	کفارہ ظہار کا بیان اور غلہ کفارہ میں دے تو اس کا وزن۔
۲۸۰	عورت کو طلاق کی نیت سے ماں کہنے سے طلاق نہیں ہوتی۔	۲۷۰	بیوی کو ماں بہن کہنے والا گنہگار اور دروغ گو ہے۔
۲۸۱	بیوی کو بنیت طلاق کہا کہ تو مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن ہے تو ایک طلاق بائن ہو جائے گی۔	۲۷۰	از روئے قرآن مجید کسی کی ماں وہی ہے جس نے اسے جنا ہے۔
۲۸۱	بیوی کو کہا تو میرے لئے مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن ہے اور نیت ظہار یا تحریم کی ہے تو ظہار ہو گیا۔	۲۷۱	طلاق بائن طلاق بائن کو لاحق نہیں ہوتی۔
۲۸۱	مظاہر کے لئے کیا کیا چیزیں حرام ہیں۔	۲۷۲	عورت کو بجائے ماں بہن کہنے سے نیت طلاق ہو تو طلاق، اور حرمت مراد ہو تو ظہار ہے، اور کچھ بھی مراد نہ ہو تو دیانہ کچھ نہیں۔
۲۸۱	کفارہ ظہار کی تفصیل۔	۲۷۳	کفارہ ظہار ادا کرنے کے بعد عورت شوہر پر حلال ہو جاتی ہے اور کفارہ میں غلام عیب سے پاک ادا کرنا چاہئے، روزہ میں دو ماہ تک تسلسل ضروری ہے، غلہ دے تو دو سیر تین چھٹانک اٹھنی بھر گیہوں یا دو وقت شکم سیر کھانا کھلائے۔
۲۸۱	بیوی کو بلا کسی نیت کے کہا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کے ہے تو یہ لفظ لغو و مہمل ہوگا طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا۔	۲۷۵	حتی الامکان عاقل بالغ کے کلام کو مہمل نہ چھوڑا جائے۔
۲۸۲	بیوی کو ماں، بہن یا بیٹی کہنے سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بنیت طلاق کہے،	۲۷۶	بیوی کو بجائے ماں بہن کہا اور کہتا ہے کہ نیت کسی قسم کی نہ تھی تو قاضی ظہار پر محمول کرے گا۔
۲۸۲	عورت کو طلاق کی نیت سے ماں کہہ کر مشہور کیا تو یہ قضاء طلاق مانی جائے گی، ہاں اگر اس کے قول سے یہ واضح ہو کہ یہ اقرار طلاق اسی غلط فہمی کی بناء پر تھا تو قطعاً طلاق نہ ہوگی۔	۲۷۷	مظاہر کو قاضی مجبور کرے گا کہ کفارہ ادا کرے یا طلاق دے۔
۲۸۲	برسام کے مریض نے بیوی کو طلاق دی پھر ٹھیک ہونے کے بعد کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی بعدہ کہتا ہے کہ میں نے یہ سمجھا تھا کہ حالت برسام میں طلاق واقع ہو جاتی ہے تو کیا حکم ہے۔	۲۷۹	مظاہر نے لفظ سے حقیقہ کچھ مراد نہ لیا لیکن قاضی نے ظہار قرار دیا۔ عورت ادائے حق کے لئے کفارہ کا مطالبہ کرے تو چونکہ حقیقہ اس نے ارادہ ظہار نہیں کیا تھا اس لئے اس قول شنیع سے توبہ کر کے عورت سے کہہ سکتا ہے کہ میں نے کفارہ ادا کر دیا۔

۲۸۸	مرد کو بیوی کا دودھ پینا حرام مگر نکاح میں خلل نہیں آتا۔	۲۸۳	خوشدامن سے کہا کہ تیری لڑکی کو تاحیات تیرے مثل اپنی بہن سمجھتا ہوں، اگر نیت ظہار سے کہا ظہار ہوگا لیکن یہ ظہار موقت ہے۔ خوشدامن کی موت کے بعد خود رفق ہو جائے گا اور اگر نیت طلاق سے کہا تو ایک بائن اور چونکہ طلاق موقت نہیں اس لئے تاحیات کا لفظ لغو ہوگا۔ اور اگر نیت نہ تھی یا اعزاز و اکرام خواہ الفت و محبت کی نیت تھی تو یہ الفاظ لغو ہیں۔
۲۸۸	اڑھائی برس کی عمر کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔	۲۸۳	مظاہر کفارہ نہ دے تو عورت اس پر دعویٰ کر سکتی ہے کہ یا تو کفارہ دے کر جماع کرے یا طلاق دے۔
۲۸۸	عورت کو اپنے باپ دادا سے تشبیہ دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔	۲۸۴	اگر کفارہ ظہار کی ادائیگی سے قبل شوہر نے وطی کی تو استغفار کرے اور فقط ظہار کا کفارہ دے۔
۲۸۹	تم سے صحبت کروں تو ماں سے زنا کروں، اس قول سے توبہ و استغفار لازم آتا ہے اور بس۔	۲۸۴	ظہار کو اگر کسی وقت سے مقید کیا ہے تو اس وقت کے گزرنے سے ساقط ہو جائے گا۔
۲۸۹	عورت کو ماں بہن کہنا طلاق ہے نہ ظہار۔	۲۸۵	"سمجھتا ہوں" کا لفظ باب ظہار میں تحقیق کے لئے ہے اور باب طلاق میں عدم تحقق کے لئے۔
۲۹۰	اپنا ٹھکانا دوسری جگہ کر لے، نیت طلاق ہے تو کما یہ ہے، طلاق بائن واقع ہوگی۔	۲۸۶	اپنی عورت کے ان اعضاء کو جن سے پورے جسم کی تعبیر کی جاتی ہو یا جزو شائع کو محرمات سے تشبیہ دے تو ظہار ہے اور دیگر اعضاء کو تشبیہ دے تو نہیں اور عورت اپنے کو کسی سے تشبیہ دے کچھ نہیں۔
۲۹۱	باب العدة	۲۸۷	تشبیہ عادات زوجہ بعات محارم موجب حرمت و کفارہ نہیں۔
۲۹۱	نابالغہ کو اگر شوہر نے بے خلوت طلاق دی عدت نہیں۔	۲۸۷	عورت اگر اعضاء شوہر کو اپنے محارم کے اعضاء سے تشبیہ دے تو شوہر اس پر حرام نہیں ہوتا۔
۲۹۱	نابالغہ کو خلوت کے بعد طلاق دی تو چار مہینہ دس یوم انتظار کرائیں، حمل ظاہر ہو تو عدت وضع حمل ورنہ تین مہینے پر عدت ختم ہوگی۔	۲۸۷	جب تک سبب کفارہ نہ پایا جائے کفارہ لازم نہیں ہوتا۔
۲۹۱	نابالغہ کی عدت کی تفصیل۔	۲۸۸	میاں بیوی کا آپس میں ایک دوسرے کو ماں پینا کہہ لینا لغو ہے اور یہ کلام باعث گنہگاری ہے۔
		۲۸۸	عورت کا پاکستان منہ میں لے لینا کچھ نہیں۔

۲۹۵	شوہر نے طلاق دی، عورت کو عمرو سے حمل قرار پا گیا۔ عمرو نے تین مہینہ دس یوم کے بعد نکاح کر لیا، اب معلوم ہوا کہ عورت حاملہ ہے اس صورت میں وضع حمل اگر طلاق کے بعد دو سال کے اندر اندر ہو تو بچہ ثابت النسب ہے ورنہ نہیں۔ اور پہلی صورت میں عدت وضع حمل ہے اور دوسری صورت میں نکاح صحیح ہوا۔	۲۹۳	وفات کی عدت غیر حاملہ عورت کے لئے مطلقاً چار ماہ دس دن ہے چاہے صغیرہ ہو یا کبیرہ، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔
۲۹۶	حاملہ بیوہ سے نکاح ہوا تو انتظار کیا جائے دو برس کے اندر بچہ ہوا تو عدت وضع حمل ہے اور نکاح مذکور فاسد، اور دو برس کے بعد بچہ پیدا ہو تو نکاح مذکور صحیح۔	۲۹۳	طلاق کی عدت غیر مدخولہ پر اصلاً نہیں اگرچہ کبیرہ ہو۔
۲۹۶	معتدہ کے نکاح میں جو لوگ واقف حال شریک ہوں سخت گنہگار ہیں۔	۲۹۳	بیوی سے خلوت واقع ہو چکی یا نکاح فاسد میں وطی کر لی تو عدت لازم ہے۔
۲۹۶	بیوہ حاملہ سے نکاح باطل محض ہے وضع حمل کے بعد دوبارہ نکاح لازم ہے۔	۲۹۳	مطلقہ حائضہ کے لئے عدت تین حیض ہے اور غیر حائضہ یعنی صغیرہ اور آنسہ کے لئے تین ماہ ہے۔
۲۹۷	عدت موت چار مہینہ دس دن ہیں۔	۲۹۳	نکاح فاسدہ میں محض خلوت سے عدت لازم نہیں ہوتی جب تک وطی نہ کر لی ہو۔
۲۹۷	دوران عدت بیوہ سے نکاح بلکہ نکاح کی گفتگو بھی حرام ہے۔	۲۹۳	عورت کے لئے حد صغر ۹ سال ہے اس سے کم عمر میں جوانی ہر گز نہیں ہوتی۔
۲۹۷	بہت سے احکام الہی تعمیری ہیں اور جو معقول المعنی ہیں ان کی حکمتیں بھی من و تو کی سمجھ میں نہیں آتیں۔	۲۹۳	عورت کے لئے آثار بلوغ کیا ہیں۔
۲۹۷	احکام الہیہ میں چون و چرا اور بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم و برکات کا دروازہ بند کرنا ہے۔	۲۹۳	آثار بلوغ پائے تو بالغہ ورنہ پندرہ سال کا مسل کی عمر پر جوانی کا حکم کر دیں گے۔
۲۹۸	عدت وفات کی حکمت تعرف براءت رحم ہی نہیں بلکہ فوت شدہ شوہر کا سوگ بھی ہے۔	۲۹۳	"چھوڑنے" کا لفظ صریح طلاق ہے۔ اس کے کہنے کے فوراً بعد سے عدت شمار ہوگی۔
۲۹۸	عدت وفات میں خلوت ہونے نہ ہونے کا کچھ دخل نہیں۔	۲۹۳	عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کا دوسرے مرد کے ساتھ رہنا یا اس کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔
۲۹۸	سوائے شوہر کے عورت کو کسی کے لئے تین دن سے زائد سوگ جائز نہیں۔	۲۹۳	مطلقہ اور بیوہ کی عدتوں کی تفصیل۔
		۲۹۵	قابل جماع لڑکی پر خلوت صحیحہ کے بعد عدت ہے۔

۳۰۱	نکاح فاسد میں متارکہ ضروری جو میاں بیوی دونوں میں سے کوئی بھی کر سکتا ہے۔	۲۹۸	عورت اپنے شیر خوار شوہر پچیس سالہ ایک تنہا مکان میں یکجائی ہو تو خلوت صحیح نہ ہوئی۔
۳۰۲	عدت میں جانتے ہوئے نکاح کیا تو نکاح باطل اور جماع زنا ہے اور لاعلمی میں کیا تو نکاح فاسد، اگر وحلی نہ کی تو متارکہ کے بعد عدت ضروری نہیں، ورنہ متارکہ کے وقت سے بھی عدت واجب ہے۔	۲۹۹	مطلقہ کی عدت کے بارے میں تفصیل۔
۳۰۳	منکوحہ نے اپنے شوہر سے ناراض ہو کر غیر سے نکاح کر لیا، کچھ عرصہ بعد دوبارہ شوہر اول سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اب شوہر اول سے عقد قدیم قائم ہے عقد جدید کی ضرورت نہیں۔	۲۹۹	تین حیض دو ماہ بھی ہو سکتے ہیں اور دو سال میں بھی۔
۳۰۳	زنا کی عدت نہیں۔	۲۹۹	مرد و عورت یک مکان میں مثل زن و شوہر رہتے ہوں اور باہم انبساط زوج و زوجہ رکھتے ہوں تو شرعاً زوج و زوجہ ہی قرار دئے جائیں گے۔
۳۰۳	منکوحہ عورت کو خالی و حلال سمجھ کر نکاح میں لایا تو اس پر فرض قطعی ہے کہ عورت کو ترک کرے اگر جماعت کر چکا ہے تو عورت وقت ترک سے تین حیض عدت کرے۔ اس کے بعد شوہر اول کے لئے بے تجدید نکاح رہ سکتی ہے۔	۳۰۰	اپنے سامنے نکاح نہ ہونے کو نکاح نہ ہونا سمجھ لینا سخت سفاہت ہے۔
۳۰۴	حمل کے اعضاء مکمل ہو چکے ہوں تو اسقاط سے عدت تام ہو جاتی ہے۔	۳۰۰	عدم علم، علم عدم نہیں۔
۳۰۵	نکاح میں خلوت صحیح سے عدت واجب ہو جاتی ہے۔	۳۰۰	شرع مطہر بدگمانی کو سخت حرام فرماتی ہے۔
۳۰۵	عامگیری کی دو عبارتوں کی توضیح۔	۳۰۰	بے انقضائے عدت دوسرے سے نکاح حرام و ناجائز ہے اور بعض علماء کے نزدیک اس عقد پر کوئی حکم نکاح اصلاً مرتب نہیں ہوتا۔
۳۰۶	آیت کریمہ "اذا نکحتہ المومنات ثم طلقتموهن من قبل ان یتسوهن فمالکم علیہن من عدۃ" کا مطلب۔	۳۰۰	معتدہ غیر سے دانستہ نکاح کرنا باطل محض ہے۔
۳۰۷	چچا کا کیا ہونا بالغ کا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہوگا۔	۳۰۰	زنا کے پانی کو شرع میں کوئی حرمت نہیں نہ اس کے لئے کوئی عدت۔
۳۰۷	ولی نے نکاح فضولی کو رد کر دیا پھر اجازت دی تو جائز نہ ہوگا۔	۳۰۰	جس عورت کو زنا کا حمل ہو غیر زانی کو بھی باوجود حمل اس سے نکاح جائز ہے مگر تا وضع حمل جماع جائز نہیں۔
		۳۰۰	بہن کی موجودگی میں بہنوئی سے نکاح سخت حرام ہے۔

۳۱۱	مکان کرایہ کا ہو تو دوران عدت اس میں رہنے کا کرایہ خاوند پر لازم ہے۔	۳۰۷	الاجازة لاتلحق المفسوخ۔
۳۱۲	حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔	۳۰۷	نکاح تحقیق نہ ہو تو نہ طلاق ہے نہ عدت۔
۳۱۲	معتدہ کا نفقہ اور سکمی دونوں شوہر وں پر واجب ہیں	۳۰۷	نابالغ لڑکا اہل طلاق نہیں لہذا اس کے دئے سے طلاق نہ ہوگی۔
۳۱۲	مطلقہ حاملہ کی عدت بھی وضع حمل ہے۔	۳۰۷	نابالغ کی طرف سے اس کا ولی طلاق نہیں دے سکتا۔
۳۱۳	شوہر نے عورت کو طلاق دی اور عدت کے اندر مر گیا۔ اگر طلاق صحت میں دی یا مرض الموت میں، بے رضائے زوجہ دی تو عدت تین حیض، اور مرض الموت میں بے رضائے زوجہ دی تو عدت وفات اور عدت طلاق میں سے جو دراز تر ہو وہ پوری کی جائے۔	۳۰۷	بلوغ پسر سے پہلے بوجہ مخالفت طلاق دلوانا محض باطل ہے۔
۳۱۴	رافضی کا نکاح سنہ سے نہیں ہوتا اس لئے نہ طلاق کی ضرورت ہے نہ عدت کی۔	۳۰۷	خلوت صحیحہ سے عدت لازم آجاتی ہے مہر بھی پورا واجب ہوتا ہے۔
۳۱۴	متونی عتہا زوجہا کی خلوت صحیح ہو یا نہ ہو عدت وفات ضروری ہے۔	۳۰۸	شوہر سے جدائی کتنی ہی طویل مدت سے ہو طلاق کے بعد عدت ضروری ہے۔
۳۱۵	عام روافض زمانہ کافر و مرتد ہیں۔	۳۰۸	عورت میسکے میں تھی شوہر کا انتقال ہوا عدت شوہر کے گھر گزارے، بغیر عذر صحیح اس کا خلاف حرام ہے۔
۳۱۵	مرتد و مرتدہ کا نکاح کسی ملت و مذہب والے سے نہیں ہو سکتا، نہ موئین سے نہ کفار سے۔	۳۰۹	موطوہ بیوی کی عدت گزرنے سے قبل اس کی بہن سے نکاح ناجائز و حرام ہے۔
۳۱۶	بے طلاق کسی کی عورت گھر میں رکھ لی اور میاں بیوی کی طرح رہنے لگے اس کے بعد شوہر مر گیا تو جب تک نکاح جدید نہ کر لیں میاں بیوی نہ ہوں گے، اس صورت میں یہ طلاق دے گا تو واقع نہ ہوگی۔	۳۰۹	مدخولہ اور غیر مدخولہ کی عدت کا بیان۔
۳۱۶	غیر کفو سے عورت کب نکاح کر سکتی ہے۔	۳۱۱	تمام عدت تک نفقہ سکئی شوہر کے ذمہ ہے۔
۳۱۶	مکتوحہ غیر کو بے طلاق اپنے پاس رکھنے والا فاسق معین ہے۔	۳۱۱	عدت کے دیگر احکام۔
۳۱۶	فاسق معین موذن جیسے دینی عہدے کے لائق نہیں۔	۳۱۱	جو طلاق بطور خلع واقع ہو بابتہ ہوتی ہے۔
		۳۱۱	طلاق بابتہ کے بعد مرد پر لازم ہے کہ عورت کو عدت پوری ہونے تک اپنے ہی مکان میں جگہ دے اور بوجہ زوال نکاح اس سے پردہ کرے۔

۳۱۹	کسی کو پیسے دے کر اس کی بیوی کو طلاق دلوانا تاکہ خود اس سے شادی کرے یہ رشوت ہے۔	۳۱۶	جس نے حمل کے لئے اقرار کیا کہ میرے زنا سے ہے وہ مستحق سزا ہے۔
۳۱۹	عدت کے اندر نکاح قطعی حرام ہے۔	۳۱۶	قیام حدود کے لئے اسلامی حکومت اور امام درکار ہے۔
۳۱۹	شوہر کی زندگی میں حمل شرعاً شوہر ہی کا سمجھا جائے گا۔	۳۱۶	شوہر کے مرنے کے بعد دو سال کے اندر بچہ پیدا ہوا اور عورت عدت ختم ہونے کا اقرار نہ کر چکی ہو تو لڑکا صحیح النسب ہوگا اور اقرار کر چکی ہو تو مجہول النسب ہوگا۔
۳۱۹	وفات شوہر کے بعد حاملہ عورت کا جب تک حمل وضع نہ ہو وہ عدت ہی میں ہے۔	۳۱۷	معتدہ غیر سے لاعلمی میں نکاح کر کے صحبت کی تو صحبت حرام ہے لیکن گناہ نہ ہوگا۔
۳۲۰	مدخولہ کو طلاق دی عدت واجب ہے اور عدت کے اندر نکاح حرام ہے۔	۳۱۷	متوفیٰ عنہا زوجہا عدت میں بضرورت صرف دن میں باہر جاسکتی ہے۔
۳۲۰	حیض والی عورت طلاق کے ایک مہینہ بعد نکاح کرے تو نکاح عدت کے اندر ہو اور ایسی عورت کو نکاح سے وراثت کا حق پہنچے گا، اور مہر مثل اور مٹھی سے جو کم ہو وہ پائے گی۔	۳۱۷	عدت کے اندر نکاح حرام ہے اس کے لئے طلاق کی ضرورت نہیں متار کہ کافی ہے، صحبت ہو چکی تو عدتیں ایک ساتھ چلیں گی ورنہ ایک ہی۔
۳۲۱	نکاح فاسد و باطل میں توارث جاری نہیں ہوتا بلکہ استحقاق ارث نکاح صحیح سے ہوتا ہے۔	۳۱۸	عدت کے اندر دوسرا نکاح حرام اور قربت زنا ہے اگر نکاح کو علم تھا تو وہ فاسق ہو اور اس کو امام بنا نا گناہ ہے اور دانستہ نکاح میں شریک ہونے والے سخت گنہگار ہوتے۔
۳۲۱	عورت انقضائے عدت کی دعویدار ہے تو اس کا قول بقسم معتبر ہوگا۔	۳۱۸	عدت وفات کے اندر دوسرا نکاح ہو عورت وہاں سے چلی آئی اگر قربت نہ ہوئی ہو تو چار مہینہ دس یوم کے بعد دوسرا نکاح ہو سکتا ہے اور صحبت ہو چکی ہو تو ایک اور عدت واجب اور دونوں ساتھ ہی ساتھ چلیں گی جو بعد میں ختم ہو اس کے بعد نکاح جائز ہوگا۔
۳۲۲	نکاح کو علم تھا کہ عورت مدخولہ ہے اور طلاق کو چار روز ہوئے ہیں ایسی صورت میں نکاح زنا خالص ہے۔ عدت کی مدت ختم ہونے کے بعد کوئی بھی اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔	۳۱۹	جب تک عدت نہ گزرے نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا حرام قطعی ہے۔

۳۲۷	بَابُ الْحَدَادِ (سُورَةُ)	۳۲۲	زنا کے پانی کی شرع میں کوئی حرمت نہیں اور نہ اس کے لئے عدت ہے۔
۳۲۷	عدت وفات میں عورت شوہر کے مکان سے باہر نہیں جاسکتی ہاں جو عورت کسب معاش کے لئے مجبور ہو وہ دن میں باہر جائے اور رات اس گھر میں گزارے۔	۳۲۲	زوجہ کو ماں کہنا گناہ ہے مگر اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔
۳۲۷	اگر شوہر کے مکان میں رہنا کسی وجہ سے ناممکن ہو تو اس کے قریب تر کسی مکان میں منتقل ہو سکتی ہے۔	۳۲۳	عورت کھٹے ہی دن شوہر سے الگ رہے اگر خلوت ہو چکی ہو تو عدت واجب ہے۔
۳۲۸	اگر اباحت بوجہ ضرورت ہو تو جب ضرورت نہ رہے اباحت بھی نہیں رہتی۔	۳۲۳	پیش از انقضائے عدت نکاح قطعاً ناجائز و حرام ہے۔
۳۲۸	کن مجبوریوں کے سبب عورت کو عدت وفات میں گھر سے نکلنے کی اجازت ہے۔	۳۲۳	متوفی عنہا زوجہ کی عدت چار مہینہ دس دن ہے اس کے لئے خلوت کی شرط نہیں۔
۳۲۸	کیا معتدہ وفات اپنے کسی حق کو حاصل کرنے کے لئے باہر مجبوری کچہری میں جاسکتی ہے۔	۳۲۴	دیدہ دانستہ عدت کے اندر عورت کا نکاح کیا جائے تو وہ محض باطل ہے، اس کو نکاح ہی نہیں کہہ سکتے۔
۳۲۹	عورت عدت وفات میں نفقہ کے حصول کے لئے یا اس کے استحکام کے لئے دن ہی دن میں باہر جاسکتی ہے۔	۳۲۴	باپ دادا نہ ہوں تو جوان بھائی حقیقی ولی نکاح ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے ماں کو اختیار نہیں۔
۳۳۰	عدت موت کا نفقہ کسی پر نہیں ہوتا۔ عورت خود اپنے پاس سے کھائے، پاس نہ ہو تو دن کو مزدوری کے لئے باہر جاسکتی ہے۔	۳۲۴	حاملہ کی عدت وضع حمل ہے چاہے طلاق یا وفات کو دو منٹ ہی گزرے ہوں۔
۳۳۰	اللہ تعالیٰ کے فرض کی ادائیگی میں سیلے بہانے نہ کئے جائیں۔	۳۲۴	انہیں دین میں تین حیض نہیں گزر سکتے۔
۳۳۰	متوفی عنہا زوجہ مکان عدت میں جان و مال عزت کا واقعی خوف ہو تب بھی حتی الامکان عدت اسی مکان میں گزارے۔	۳۲۴	طلاق کی معتدہ عدت کے اندر حاملہ ہوئی تو اب اس کی عدت وضع حمل سے پوری ہوگی۔
۳۳۰	باہر نکلنے والی عورت بھی اگر نفقہ ہو تو عدت شوہر کے گھر میں بیٹھ کر گزارے۔	۳۲۴	معتدہ وفات اگر دوران عدت حاملہ ہو جائے تب بھی اس کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی۔

۳۳۱	عدت و نفات میں عورتوں کو کیا چیزیں منع ہیں۔	۳۳۱	چار سال کی تقدیر کا حدیث شریف سے ثبوت نہیں۔
۳۳۲	عدت کے اندر نکاح کا پیغام حرام ہے۔	۳۳۲	زوجہ مفقود کے بارے میں مولانا علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب احناف کے موافق ہے۔
۳۳۲	شوہر کے انتقال کے وقت عورت سفر میں ہو تو اس کو مزید سفر حرام، عدت وہیں گزارے۔	۳۳۲	حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس مسئلہ میں رجوع ثابت ہے۔
۳۳۲	عورت کو غیر شخص کے پاس ٹھہرنا حرام ہے۔	۳۳۲	امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول جدید و راجح بھی جمہور کے موافق ہے۔
۳۳۳	عدت کے اندر عورت کو سفر حرام ہے۔ سفر کرنے سے عدت ختم نہیں ہوتی اسی گھر میں آکر رہنا ضروری ہے۔	۳۳۳	ائمہ شوافع کے نزدیک قاضی چار سال والے مسئلہ پر عمل کرے تو اس کی قضا توڑ دی جائے۔
۳۳۳	نابالغہ کے معاف کئے سے مہر معاف نہیں ہو سکتا۔	۳۳۳	قول ضعیف پر فتویٰ دینا جہل و مخالفت اجماع ہے۔
۳۳۳	معتدہ کا نکاح دوران عدت باطل محض ہے۔	۳۳۳	شریعت کو فروج میں سخت احتیاط ملحوظ ہے۔
۳۳۳	معتدہ و نفات نابالغہ کے نکاح کا اختیار بعد از عدت اس کے باپ کو ہے نہ کہ سر کو۔	۳۳۳	اصل اشیا میں اباحت ہے لیکن فروج میں اصل حرمت ہے۔
۳۳۳	عدت کی حالت میں عورت سفر میں ہو تو عدت کہاں گزارے۔	۳۳۳	ہندوستان میں بیوہ کا نکاح نہیں کرتے جس سے معلوم ہوا کہ زوجہ مفقود کے بارے میں ضرورت و مجبوری نہیں ہے۔
۳۳۳	معتدہ و نفات کو کن حالات میں موضع عدت سے منتقل ہونے کی اجازت ہے۔	۳۳۳	جو اللہ پر بھروسہ کرے اللہ اس کو مخلوق سے بے پروا کرتا ہے۔
۳۳۵	باب زوجہ مفقود الخبر	۳۳۹	عذوبت کا شرعی علاج۔
۳۳۵	زوجہ مفقود الخبر کے لئے چار برس کی مہلت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے جمہور ائمہ اس کے خلاف ہیں۔	۳۳۹	امام مالک علیہ الرحمۃ کے مسلک کی غلط پیروی۔
۳۳۵	چار برس کی تقدیر پر امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کے علاوہ کوئی دلیل نہیں۔	۳۳۹	امام مالک کے مذہب میں قاضی کے وہاں معاملہ پیش ہونے سے پہلے بیس سال گزر چکے ہوں ان کا اعتبار نہیں۔
۳۳۶	ائمہ مالکیہ مال کے بارے میں چار سال والی تقدیر کے قائل ہیں۔	۳۳۹	زوجہ مفقود اور اس کے محارم کو ہدایت و نصیحت۔
		۳۳۲	مجسوس دائمی کو شرعی حکم ہے کہ اپنی عورت کو طلاق دے دے۔

۳۴۸	زن عنین کا حکم۔	۳۴۲	تقویٰ طلاق کرنا بھی کافی ہے۔
۳۴۹	باب النسب	۳۴۲	زوجہ مفقود نے دوسری شادی کی اس کے بعد پہلا شوہر لوٹ آیا۔ عورت اس کو دلادی جائے گی۔
۳۴۹	نکاح کے پانچ مہینہ کے بعد بچہ پیدا ہو تو کس صورت میں صحیح النسب ہوگا اور کس صورت میں نہیں۔	۳۴۳	صورت جماع میں دوسرے شوہر پر بھی مہر مثل واجب ہے۔
۳۴۹	حمل چھ مہینے سے کم اور دو سال سے زائد کا صحیح النسب نہ ہوگا۔	۳۴۴	چار برس کے بعد بطور خود زوجہ مفقود کا نکاح کرنا کسی امام کا مذہب نہیں ہے۔
۳۵۰	شہادت علی النفی مقبول نہیں۔	۳۴۴	خفیہ کے نزدیک عورت پر اس وقت تک انتظار فرض ہے کہ شوہر کی عمر پر ستر برس گزر جائیں۔
۳۵۰	جس لڑکے کے بارے میں عورت دعوٰی کرے کہ یہ شوہر کے نطفہ سے ہے مگر اس کی شرعی توجیہ نہ کرے تو حمل مجہول النسب ہوگا۔	۳۴۴	زوجہ مفقود کے لئے تنگی رزق عذر لنگ ہے کہ رزق اللہ پر ہے۔
۳۵۱	حمل مجہول النسب ہو تو ایسی عورت سے نکاح فاسد ہوگا۔	۳۴۵	زوجہ مفقود سے متعلق ایک سوال اور اس کا خفی مسک پر جواب۔
۳۵۱	نکاح فاسد میں اگر شوہر نے وطی صحیح کر لی تو مہر مثل اور مہر مستیٰ میں سے جو کم ہے وہ دینا لازم ہوگا۔	۳۴۶	ماں نے نکاح کیا۔ اگر کفو کے ساتھ کیا اور لڑکی نے بالغ ہوتے ہی اس سے انکار نہ کیا۔ نکاح لازم ہو گیا۔
۳۵۲	ناکھرا عورت خواب میں ہمبستری سے حمل ہونے کا دعوٰی کرے تو اس کا یہ قول مکروہ قرار دیا جائے گا اور ہر گز تسلیم نہ کیا جائے گا۔	۳۴۶	مفقود کی عورت شوہر کی عمر کے ستر برس ہونے تک انتظار کرے۔
۳۵۲	ماء واحد سے تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے۔	۳۴۶	زوجہ مفقود کے نکاح ثانی کے بعد اگر زوج اول آیا اپنی عورت کو دوسرے شوہر سے لے لے گا۔
۳۵۲	جن سے نکاح کا دعوٰی کرے تو دعوٰی غلط ہوگا اور نسب ثابت نہ ہوگا اور صورت مذکورہ میں لڑکا ولد الزنا ہوگا یا مجہول النسب۔ دونوں روایتیں ہیں۔	۳۴۷	زوجہ مفقود کے بارے میں ایک اور سوال۔
۳۵۶	عورت خاوند کے یہاں سے بھاگ کر ادھر ادھر رہی، بچے پیدا کئے جب تک شوہر ان بچوں سے لعان کے ذریعے انکار نہ کرے نسب شوہر سے ثابت ہے۔	۳۴۸	زوجہ مفقود کے بارے میں مذہب احناف کا بیان۔
		۳۴۸	مذہب امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) کی توضیح۔

۳۶۱	زید کا دادا پٹھان تھا اور دادی اور والدہ سیدانی، اس صورت میں زید سید ہے یا پٹھان۔	۳۵۶	نکاح میں ایک گواہ معاینہ اور ایک اقرار بیان کرے تو یہ اختلاف شرعاً موجب رد شہادت ہے۔
۳۶۱	شرع مطہر میں نسب باپ کی طرف سے لیا جاتا ہے صرف امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حکم عام سے مستثنیٰ ہیں۔	۳۵۷	عورت اگر حاملہ ہو تو بعد وفات شوہر وضع حمل تک ورنہ چار ماہ دس عدت گزارے گی۔
۳۶۱	جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اس پر خدا اور سب فرشتوں اور سب آدمیوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔	۳۵۸	عدت کے اندر نکاح مطلقاً ناجائز ہے۔
۳۶۱	سبطین کریمین کی اولاد سید ہے نہ کہ بنات فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کہ وہ اپنے والدوں کی طرف نسبت کی جائے گی۔	۳۵۹	خلوت کے معنی یہ ہیں کہ مرد و عورت تنہا ایک مکان میں تھوڑی دیر کے لئے اکٹھے ہوں جہاں مباشرت سے کوئی مانع نہ ہو اگرچہ مباشرت واقع نہ ہو۔
۳۶۲	جب کوئی شخص کسی عورت سے زنا کر چکا تو اس عورت کی بیٹی اس شخص پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی۔	۳۵۹	قبل از خلوت مرد نے طلاق دے دی تو عورت پر اصلا عدت لازم نہ ہوئی۔
۳۶۲	مرد پر اس کی مزنیہ اور مسوسہ بہ شہوت کے اصول و فروع حرام ہیں۔	۳۵۹	معتدہ کے نکاح میں جتنے لوگ اس سے واقف ہو کر شریک و ساعی ہوئے سب حرام عظیم میں مبتلا ہوئے۔
۳۶۲	جس عورت کے فرج کے داخل کو مرد نے شہوت کے ساتھ دیکھا اس کے اصول و فروع اس مرد پر حرام ہو گئے۔	۳۵۹	معتدہ سے نکاح ہوا اولاد حرام نہیں بلکہ اگر شوہر ثانی کو عدت کا علم تھا تو اولاد شوہر اول کی اور اگر علم نہ تھا تو شوہر ثانی کی قرار پائے گی۔
۳۶۲	دوسرے کی عورت سے زنا کرتا رہا اولاد ہوئی تو کس کی قرار دی جائے گی۔ مختلف صورتوں کا بیان۔	۳۵۹	نکاح ثانی کو معلوم نہ تھا کہ عورت معتدہ ہے تو جو بچہ پیدا ہو دوسرے نکاح کا ہوگا ورنہ پہلے کا۔
۳۶۳	طہر کے لئے زیادت کی جانب کوئی حد مقرر نہیں۔ لہذا ممکن ہے تین حیض تیس برس میں آئیں۔	۳۶۰	عورت کو آوارہ کر کے گھر سے نکال دیا۔ نکاح میں فرق نہ آیا۔ اولاد اسی کی ہوگی۔
۳۶۳	طلاق رجعی میں مرد کا عدت کے اندر مطلقہ سے وطی کرنا حرام نہیں۔ بلکہ رجعت ہو جاتی ہے۔	۳۶۱	عورت کو بلا وجہ شرعی گھر سے نکالنے پر شوہر گنہگار ہوگا۔

۳۷۰	امام ضحاک مفسر و محدث ہیں۔	۳۶۳	وضع حمل کے بعد بقائے عدت کے کوئی معنی نہیں۔
۳۷۰	امام محدث عبدالعزیز ماجشونی چار برس حمل میں رہے۔	۳۶۳	بے نکاح جدید مرد کے لئے عدت بائن میں قربت حرام ہے۔
۳۷۰	بنی ماجشون کی عورتوں کی یہ عادت مشہور ہے کہ بچہ ان کے پیٹ میں چار برس رہتا ہے۔	۳۶۶	کتاب بہشتی زیور کا دیکھنا حرام ہے۔ اس میں بہت مسائل غلط اور بہت باتیں گمراہی کی ہیں۔
۳۷۰	"میرا اس سے کوئی تعلق نہیں" کنایہ ہے اس سے طلاق کے لئے نیت شرط ہے۔	۳۶۶	مصنف بہشتی زیور کی علماء حرمین شریفین نے نام لے کر تکفیر کی ہے۔
۳۷۰	کنایہ کے وہ الفاظ جو سب و شتم کا احتمال رکھتے ہوں۔	۳۶۶	عورت نے عدت و فوات چار مہینے دس یوم گزار کر نکاح کیا۔ چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہوا، اسی شوہر کا قرار دیا جائے گا اگرچہ پہلے شوہر کی موت کے دس مہینے دس دن بعد ہی پیدا ہوا ہو۔
۳۷۴	بچہ سے انکار کیا اور عورت کو طلاق دے دی تو بچہ کا نسب اسی شخص سے ایسا ثابت ہو گیا کہ اس کے رد کی کوئی صورت نہیں۔	۳۶۷	نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا حدیث میں آیا ہے۔
۳۷۴	لعان کے لئے قیام زوجیت شرط ہے۔	۳۶۸	ہندہ سے اس کے شوہر نے پونے تین سال سے قربت نہیں کی، بچہ پیدا ہوا، بچہ شوہر کا ہی ہے۔
۳۷۴	بعد از وجوب بھی لعان طلاق بائن کے سبب ساقط ہو جاتا ہے۔	۳۶۸	امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں ایک بچے کی ولادت کا واقعہ جس کے اگلے چاروں دانت ماں کے پیٹ میں ہی نکل چکے تھے۔
۳۷۴	بعد از لعان حاکم اسلام بچے کا نسب باپ سے منقطع کر کے ماں کے ساتھ ملحق کر دے گا۔	۳۶۸	فقہ میں عام عادت پر حکم دیا جاتا ہے۔ عادت یہی ہے کہ دو سال سے زائد حمل شکم مادر میں نہیں رہتا۔ نادر اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔
۳۷۵	رضاعی ماموں سے عورت کا نکاح، نکاح خبیث ہے جو ہرگز قائم نہ رکھا جائے گا، مرد وزن پر فرض عظیم ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں، مرد نہ مانے تو عورت خود جدا ہو جائے۔	۳۶۹	امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دو سال سے زائد بچہ شکم مادر میں رہنے کی روایت۔
۳۷۵	رضاعی ماموں بھانجی نے نکاح کر لیا اور جدا نہیں ہوتے تو حاکم بالجبر انہیں جدا کر دے۔	۳۷۰	امام ضحاک کی ولادت کا ذکر اور ان کے نام کی توجیہ۔

۳۷۵	زید نے رضاعی بھانجی سے نکاح کیا کچھ عرصہ بعد تفریق ہو گئی تو پورا مہر مثل لازم ہو گا نہ کہ مہر مسٹی۔	۳۷۵	زید نے علاقائی بہن کی نواسی سے نکاح کیا، چھ برس بعد تفریق ہوئی تو عورت پر عدت ضرور لازم ہے۔
۳۷۵	لڑکاسات برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے پھر باپ لے گا۔	۳۷۵	محارم سے نکاح کے بعد تفریق ہو تو مرد پر پورا مہر مثل واجب ہو گا مہر مسٹی کا لحاظ نہ ہو گا۔
۳۷۵	اپنے محارم سے نکاح کیا کوئی حد نہ قائم ہو گئی۔ اور مہر مثل واجب ہو گا اور بچہ پیدا ہوا تو نسب ناک سے ثابت ہو گا۔	۳۷۵	نکاح فاسد میں بچہ کا نسب ناک سے ثابت ہوتا ہے۔
۳۷۶	شوہر کے انتقال کے بعد بچہ پیدا ہوا اس کا نسب کس سے ثابت ہو گا۔	۳۷۶	زید کے فوت ہونے کے ۷ ماہ بعد عورت نے شادی کی بروقت نکاح ۵ ماہ کا حمل تھا، اگر موت شوہر اول سے دو سال بعد بچہ پیدا ہو تو نکاح صحیح اور نسب شوہر ثانی سے ثابت ہے ورنہ نکاح باطل اور لڑکا شوہر اول کا ہے۔
۳۷۶	بیوہ عورت کو وفات شوہر کے تین برس بعد اور نکاح ثانی کے پانچ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا بچہ مہول النسب ہے۔	۳۷۶	حمل کی کم سے کم مدت اور زائد سے زائد مدت کا بیان۔
۳۷۷	دوسرے کی عورت بھگالے جانے والا زانی ہے۔ مسلمان اس سے قطع تعلق کریں اور اس دوران جو بچے پیدا ہوئے ان کا نسب اصل شوہر سے ثابت ہے۔	۳۷۷	زید و ہندہ نکاح کے بعد ایک ہی مکان میں رہتے تھے باہم مواصلت بظاہر نہیں ہوئی بچہ پیدا ہوا شرعاً بچہ زید کا ہے اگر زید نے طلاق دی پورا مہر واجب ہو گا۔
۳۷۷	ساس سے زنا کیا اس سے بچی پیدا ہوئی، اس لڑکی سے شادی حرام اور اس نکاح حرام سے جو بچہ پیدا ہوا ولد الحرام ہے۔	۳۷۷	زن مشرقی اور مرد مغربی میں کبھی ملاقات نہ ہوئی اور بچہ پیدا ہوا تو شریعت نے شوہر کا ہی قرار دیا۔
۳۷۸	علاقائی بہن کی نواسی سے نکاح حرام قطعی، ناک، نکاح خوان، وکیل اور گواہ سخت تر گناہ کبیرہ میں گرفتار ہیں	۳۷۸	بے ثبوت قطعی شرعی کسی کو زانی قرار دینا درست نہیں۔
۳۷۸	مرتکب کبیرہ کا جہل اس کے گناہ کبیرہ ہونے سے خارج نہیں کرے گا بلکہ خود دو سر گناہ کبیرہ ہے۔	۳۷۸	باوجود فراش صحیح بچہ کو ولد الحرام قرار دینا جائز ہے۔
۳۷۸	عالم گناہ ایک گناہ ہے اور جاہل گناہ دوہرا ہے۔	۳۷۸	

۳۸۳	باب الحضانة (پرورش)	۳۸۳	تزوج عصابات کے حق حضانت کے مسقطات میں سے نہیں۔
۳۸۳	نابالغ بچوں کے باپ مرگے اولیاء میں نانی، دادا، کاچچا زاد بھائی اور ماموں ہے۔ حق پرورش نانی کو ہے۔ اور ماموں موجود ہوں تو اس کو۔	۳۹۰	حق حضانت میں ماموں نانا سے بھی پانچویں درجہ میں ہے۔
۳۸۳	حضانت کے وقت و عمر کا بیان۔	۳۹۱	باپ دادا نہ ہوں تو نابالغوں کی ولایت نکاح کا حق چچا کو ہے۔
۳۸۵	مذکورہ بالا لڑکوں کی ولایت نکاح کا حق دادا کے چچا زاد بھائی کو اور مال کی ولایت کا حق باپ دادا کے وصی یا حاکم کو ہے۔	۳۹۱	ماں نے اجنبی سے نکاح کر لیا تو اس کو پرورش کا حق نہ رہا۔ بالغ بہن ہے تو وہ پرورش کرے۔
۳۸۵	بچے کی ماں نے اجنبی سے نکاح کر لیا تو اس کا حق پرورش ختم ہو گیا۔	۳۹۲	نابالغ یتیموں کے پاس مال نہ ہو تو ان کا نفقہ ایسے وارثوں پر ہے جن کے پاس اپنے بال بچوں کے مصارف کے بعد پس انداز ہوتا ہو۔ ماں کے پاس اپنا مال نہ ہو تو اس پر نفقہ واجب نہیں۔
۳۸۵	دادی، نانی، بہن نہ ہو تو خالہ پرورش کرے۔ مستحقین حضانت کی تفصیل۔	۳۹۳	نفقہ وارثوں پر بقدر ارث لازم ہوتا ہے۔
۳۸۶	نابالغ کے مال کی ولایت باپ، دادا یا ان کے وصی یا حاکم کو حاصل ہے۔	۳۹۳	ماں مرگئی بچہ کا حق پرورش نانی کو ہے اور اس کے مال کی ولایت باپ کو حاصل ہے۔
۳۸۷	ماں نے کسی اجنبی سے شادی کر لی، نانی موجود نہیں۔ لڑکا دادی کے پاس رکھا جائے۔	۳۹۵	جہیز عورت کی ملک ہوتا اور بعد اس کی مرگ کے فرائض اللہ پر تقسیم پائے گا۔
۳۸۷	حضانت کی ایک صورت۔	۳۹۵	بچہ غنی ہو تو پرورش اس کے ماں سے ہو ورنہ نفقہ والد پر ہے۔
۳۸۸	حضانت کا تفصیلی بیان اور مستحقین کی ترتیب۔	۳۹۶	عورت نے اجنبی سے شادی کر لی تو بچہ کی پرورش کا حق اس کو نہیں رہا بچہ کی حقیقی دادی اگر موجود ہے تو اس کو حق حاصل ہے۔
۳۹۰	حق حضانت میں نانا ایتالیسویں درجہ میں ہے۔	۳۹۷	عورت اپنے نابالغ بچے کے غیر محرم سے نکاح کر لے تو اس کا حق حضانت ساقط ہو جاتا ہے۔
۳۹۰	نکاح ثانی کے سبب باپ کے پاس مضرت جان اطفال کا اندیشہ گمان فاسد ہے۔	۳۹۸	متوفیہ نے بچہ چھوڑا، اہل حضانت میں صرف ماں کی چھو بچی موجود ہے تو بچہ اس کی پرورش میں دیں گے۔ اُبرت لینی چاہے تو باپ سے دلادیں گے۔

۳۹۹	نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں کا نگران باپ کے چچا زاد بھائی کے علاوہ نہیں تو ولایت نکاح بھی اسی کو حاصل ہے اور پرورش کے لئے کسی صالح دیندار عورت کو تلاش کیا جائے اور مال کی نگہداشت باپ دادا کا وصی ہو تو وہ کرے ورنہ قاضی اس کے لئے بھی کسی دیندار مسلمان کا انتخاب کرے۔
۳۰۷	حضانت کی مستحق عورت نہ رہ جائے اور عصبیات میں دادا ہو تو وہی مستحق پرورش ہے۔
۳۰۱	ایتام کی حضانت ولایت و حفاظت سے تعلق ایک مفصل فتویٰ۔
۳۰۸	نابالغوں کے نکاح کا اختیار عصبیات میں چچا کو ہے اگر وہ موجود ہے۔
۳۰۲	شرائط حضانت کی جامع کوئی عورت نہ ہو تو بالترتیب عصبیات پھر ذوی الارحام کو منتقل ہوگی وہ بھی نہ ہوں تو اہل شہر دیندار مسلمان بچوں کی نگہداشت اور ایسی عورت کو بچیوں کی نگہداشت کے لئے مقرر کریں۔
۳۰۸	ماں اجنبی سے شادی کر چکی تو نابالغ اپنی بیوہ بہن کے پاس وہ نہ رکھے تو خالہ، پھر پھوپھی کے پاس رکھے جائیں۔
۳۰۳	جس شہر میں کوئی عالم دیندار ہوں امور مسلمین میں اسی کی رائے معتبر ہوگی اور چند علماء ہوں تو اعلم علماء بلد کو حق ہے۔
۳۱۰	نابالغ لڑکی کو ماں کے پاس سے نو سال کی عمر تک جدا نہیں کیا جاسکتا جبکہ اس میں مقتضی حضانت کوئی عیب نہ ہو۔
۳۰۳	اگر غیر مسلم حکومت مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں آزادی کسی حد تک محدود کر دے تب بھی جہاں تک آزادی ہے اس پر کارروائی لازم ہے۔
۳۱۱	عورت لڑکے کے نامحرم سے شادی کرے تو اس لڑکے کو ماں کی پرورش سے نکال لیا جائے گا لیکن ماں سے ملنے جلنے کو روکنا حرام ہے۔
۳۰۶	حضرت مولانا محمد وصی احمد محدث سورتی کا ذکر خیر۔
۳۱۱	اللہ کی لعنت ہے اس پر جو ماں اور اس کے بچے میں جدائی ڈالے۔
۳۰۶	لڑکے کے حق حضانت سات سال تک ماں کو حاصل ہے جبکہ لڑکے کے اجنبی سے شادی نہ کرے۔
۳۱۲	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔
۳۰۷	لڑکا غنی ہو تو نفقہ اسی کے مال میں واجب ہے، اور غنی نہ ہو تو باپ کے ذمہ، اور وہ نہ ہو تو دادا کے ذمہ واجب ہے۔
۳۱۲	باپ کے انتقال کے بعد لڑکی کے نکاح اور مال کی نگہداشت کا حق دادا کو ہے اور نو برس تک پرورش کا حق ماں کو ہے۔
۳۰۷	اگر لڑکی کی کوئی عزیزہ اس کی مفت پرورش کرنا چاہتی ہو تو ماں سے کہا جائے گا تو یہی مفت پال یا اس دوسری کو دے دے۔
۳۱۲	لڑکی کسی کو ہبہ کر دی شرعاً اس کی نہ ہوئی نہ اس کے پاس رہ سکتی ہے نہ اس کے نکاح کی ولایت اس کو حاصل ہے، اس پر جو خرچ کیا تبرع ہوا۔

۴۱۸	جس استقاط کی قسم نہیں کھائی جاسکتی اس کی تعلیق صحیح نہیں۔	۴۱۵	باب النفقة
۴۱۹	عورت آٹھویں دن اپنے والدین کے یہاں بے اذن زوج بھی جاسکتی ہے۔	۴۱۵	مطلقہ حاملہ ہو تو عدت وضع حمل ورنہ تین حیضوں کا آکر ختم ہو جانا ہے۔
۴۲۰	والدین کے علاوہ دیگر محارم کی زیارت کو عورت سال میں ایک مرتبہ جاسکتی ہے چاہے شوہر اجازت دے یا نہ دے۔	۴۱۵	مطلقہ کا نفقہ عدت کے بغیر شوہر پر واجب نہیں۔
۴۲۰	ظالم شوہر کے ظلم سے بچنے کے لئے عورت کو انتقال سکونت کے مطالبہ کا حق ہے۔	۴۱۵	نفقہ عدت کے تابع ہے۔
۴۲۱	ایام عدت کا نفقہ شوہر نے ادا نہ کیا اور عدت گزر گئی تو وہ ساقط ہو گیا۔	۴۱۷	شوہر کو عورت کے اپنے پاس رکھنے کا حق شرعا حاصل ہے، اس حق کو خود شوہر بھی کسی اقرار نامہ کے ذریعہ باطل نہیں کر سکتا۔
۴۲۲	زوجہ کو بلاوجہ تکلیف دینا ایک گناہ ہے اور دوسری زوجہ سے کم رکھنا دوسرا گناہ شدید جس کی تحریم پر قرآن وحدیث ناطق ہے۔	۴۱۷	شوہر کو حق جس زوجہ، مہر معجل کی ادائیگی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔
۴۲۲	عورت نے اپنے نفقہ کے لئے باہمی تراضی یا قضاء قاضی کے بغیر جو قرض لیا اس کی ذمہ دار وہ خود ہے اور تراضی یا تقریر قاضی کے بعد اگر اپنے مال سے بھی خرچ کرے تو اس کو شوہر سے وصول کر سکتی ہے۔	۴۱۷	مہر وطنی معقود علیہ ہے۔
۴۲۳	جہاں مہر میں تعجیل یا تاخیر کچھ مذکور نہ ہو تو وہاں حکم عرف رواج کے مطابق ہوگا۔	۴۱۷	تسلیم بعض موجب تسلیم باقی نہیں۔
۴۲۳	ہمارے بلاد میں عامہ مہوریوں بندھتے ہیں کہ ان میں تعجیل و تاخیر کچھ مشروط نہیں ہوتی تو بحکم عرف شائع و ذائع یہاں کی عورتیں جب تک مرگ یا طلاق سے افتراق نہ واقع ہو مہر گز مطالبہ مہر کا استحقاق نہیں رکھتیں نہ قاضی کو اختیار کہ ایسی صورت میں پیش از افتراق ادائے مہر پر جبر کرے۔	۴۱۸	مہر معجل نہ ادا ہو تو عورت شوہر کو انتفاع اور رخصتی سے روک سکتی ہے اور اس صورت میں ناشزہ نہ ہوگی۔
۴۲۳	عورت جب تک ناشزہ نہ ہو مستحق نفقہ ہے۔	۴۱۸	استقاط کے لئے پہلے ثبوت درکار ہے جو شیبی ہنوز ثابت ہی نہیں ساقط کیا ہوگی۔

۴۳۳	عورت اور نابالغ اولاد کا نفقہ شوہر پر لازم ہے جبکہ نابالغوں کے پاس ذاتی مال بقدر کفایت نہ ہو۔	۴۲۵	اگر نفقہ قضاء یا رضاء سے مقرر ہو لیا ہے تو جتنے دن بعد قرار داد بے نفقہ گزر گئے ہیں عورت ان کا مطالبہ بھی کر سکتی ہے اور آئندہ کے لئے بھی جو میعاد تکرار نفقہ کے لئے قرار پائی ہے اس کے شروع کے بعد اسی قدر کا مطالبہ کر سکتی ہے مثلاً نفقہ ماہ بمہام دینا قرار پایا ہے تو ہر مہینے کے شروع میں اس مہینے کا اور اگر سال بسال مقرر ہوا تو ہر سال کے آغاز پر اس سال کا نفقہ مانگا سکتی ہے۔
۴۳۳	شوہر نے عورت کو گھر سے نکال دیا۔ عورت جانے کو تیار مگر یہ بلاتا نہیں نفقہ واجب ہے۔	۴۲۶	شوہر نفقہ مقرر کرنے پر راضی نہ ہو تو عورت قاضی کے وہاں دعوٰی کر کے نفقہ مقرر کرا سکتی ہے۔
۴۳۴	تہمت کی وجہ سے اگرچہ وہ تہمت واقع میں صحیح ہی ہو عورت کا نکاح زائل نہیں ہوتا۔	۴۲۶	نفقہ کے تقرر میں مرد وزن و دونوں کی حیثیت کا لحاظ ہوگا۔
۴۳۴	فاجرہ عورت کو طلاق دینا شوہر پر واجب نہیں۔	۴۲۸	عورت شوہر کے پاس سے فرار ہو گئی تو ناشزہ ہے اتنی مدت کا نفقہ نہ پائے گی۔
۴۳۵	جاہلوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ اگر عورت معاذ اللہ بد و صفی کرے تو نکاح جاتا رہتا ہے محض غلط ہے۔	۴۲۸	جوان غیر اپنا بیٹے کی عورت کا نفقہ باپ پر لازم نہیں۔
۴۳۵	شوہر پر فرض ہے کہ بیوی کے نان و نفقہ کی خبر گیری کرے یا طلاق دے دے۔	۴۲۹	نابالغ بچہ کی پرورش کا خرچ اس کے باپ پر، اور پرورش کا حق سات سال کی عمر تک ماں کو ہے اگر آوارہ اور بدکار نہ ہو۔
۴۳۵	بیوی کو معلق رکھنے والا شوہر گنہگار اور صریح حکم قرآن کا خلاف کرنے والا ہے۔	۴۳۰	عورت کو بلا وجہ شرعی نان و نفقہ نہ دینے والا شوہر ظالم و گنہگار اور عورت کے حق میں گرفتار ہے۔
۴۳۵	شوہر کی اجازت کے بغیر جانے سے نفقہ ساقط ہو جاتا ہے لیکن نکاح باقی رہتا ہے۔	۴۳۰	عورت شوہر کے حکم سے کہیں گئی تو ناشزہ نہیں نفقہ پائے گی اور ناشزہ بھی جب شوہر کے پاس آجائے تو نفقہ پائے گی۔
۴۳۵	نفقہ زوجہ جزاء احتساب ہے۔	۴۳۱	نفقہ اگر قضاء یا قاضی یا تراضی طرفین سے مقرر نہ ہو تو جو وقت گزر گیا اس کا نفقہ ساقط ہے۔
۴۳۵	وعدہ پر جبر نہیں۔	۴۳۱	عورت اگر دعوٰی کر کے بحکم قاضی نفقہ کرا لے اور شوہر نہ دے تو جبراً بذریعہ واصل کر سکتی ہے۔
۴۳۵	شوہر کے بلانے پر بیوی شوہر کے گھر نہ آئی تو نفقہ ساقط ہو گیا۔	۴۳۲	بالغ لڑکا جب کسب پر قادر ہو اس کا نفقہ باپ کے ذمہ نہیں۔

۴۳۹	حوالہ نقل دین ہے۔	۴۳۶	گزشتہ نفقہ اور اخراجات دو اعلان یا تجہیز و تکفین کا مطالبہ شوہر سے نہیں کیا جاسکتا۔
۴۴۰	جہاں دین معدوم ہو وہاں حوالہ متحقق نہیں ہو سکتا۔	۴۳۷	تہیز اور مہر عورت کا ترکہ ہے۔
۴۴۰	جہاں مال کی صورت میں حوالہ صحیح نہیں ہوتا۔	۴۳۷	عورت شوہر اور والدین چھوڑ کر فوت ہوئی اس کا ترکہ چھ سہام ہو کر تین سہم شوہر دو سہم پدر اور ایک مادر کو ملے گا۔
۴۴۱	عورت اگر بلا اکرہ شرعی مہر معاف کر دے تو شوہر کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔	۴۳۷	عورت کو رخصت کرا کر اپنے پاس رکھنا شوہر کا شرعی حق ہے۔ نفقہ اسی کے بدلہ میں ہے، اپنے اس حق کو شوہر بھی ساقط نہیں کر سکتا۔
۴۴۲	اہل مہر بلا اقرار زن یا بینہ عادلہ قاضی کے پاس ثابت نہیں ہو سکتا۔	۴۳۷	باپ کا اپنی بیٹی کو بلا وجہ شرعی شوہر کے گھر جانے سے روکنا ظلم ہے۔
۴۴۲	خلوت میں عورت نے مہر معاف کیا پھر انکاری ہو کر خدا نافرسی کرتے ہوئے قاضی کے پاس شوہر پر دعویٰ کر دیا تو قاضی ذمہ شوہر پر مہر کو ثابت قرار دے گا۔ معاملہ باطنی قاضی حقیقی عالم الغیب والشادۃ کے سپرد ہے۔	۴۳۷	عورت کا نفقہ جزاء احتساب ہے لہذا جب احتساب نہ ہوگا تو نفقہ بھی لازم نہ ہوگا۔
۴۴۲	قاضی ظاہر پر فیصلہ کرے گا۔	۴۳۷	اللہ تعالیٰ کی شرط احق ہے۔
۴۴۲	زناے زناں موجب بطلان نکاح نہیں۔	۴۳۷	کتاب اللہ کے خلاف شرط معتبر نہیں اگرچہ سوا شرط کرے۔
۴۴۲	نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔	۴۳۸	نان نفقہ کی ذمہ داری عورت کے باپ نے لی تو اس کے شوہر کے ذمہ سے نفقہ ساقط نہ ہوگا۔
۴۴۲	اگر عورت شوہر کے باپ یا بیٹے سے بدکاری کرے تو نکاح باطل نہیں ہوتا اگرچہ وہ شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے اور متارکہ فی الفور فرض ہو جاتا ہے۔	۴۳۹	اسقاط دین پیش از وجوب معنی ندارد۔
۴۴۲	حرمت مصاہرہ سے نکاح مرتفع نہیں ہوتا حتیٰ کہ متارکہ اور انقضائے عدت سے قبل اس عورت کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ناجائز ہوگا۔	۴۳۹	نفقہ زوجہ شوہر پر روزانہ شیاً فشیاً واجب ہوتا ہے۔
۴۴۳	حرمت مصاہرہ کے بعد شوہر اگر عورت سے وطی کرے تو اس کو زنا قرار دیا جائے گا یا نہیں۔	۴۳۹	اسقاط شیئی قبل از وجوب جائز نہیں۔
		۴۳۹	کفالہ بشرط برائت اصیل حوالہ ہے۔

۴۴۸	جس معصیت میں حد نہیں اس میں تعزیر ہے۔	۴۴۳	بد فعلی کرنے والی عورت اپنے جرم کے مطابق مستحق حد یا تعزیر ہوگی شوہر اگر اس کے فعل پر راضی نہ ہو اور اس کے حقوق واجبہ میں کوتاہی نہ کرے تو اس پر کوئی وبال نہیں۔
۴۴۹	عدم ادائے نفقہ کی صورت میں قاضی جبر نہ کریگا وجہ فرق میں مصنف کی تحقیق۔	۴۴۳	پدر زن و زوجہ نفقہ سے پہلے اس کو اپنے ذمہ بطور حوالہ بھی نہیں لے سکتا، ہاں بطور کفالہ ہو تو صحیح ہے لیکن نفقہ ذمہ شوہر سے ساقط نہ ہوگا۔
۴۴۹	نفقہ سے عجز احناف کے نزدیک سبب تفریق نہیں۔	۴۴۴	عورت کے نفقہ سے متعلق ایک سوال
۴۵۰	شافعی قاضی کا بسبب عجز نفقہ تفریق کا حکم احناف کے نزدیک بھی نافذ نہ ہوگا۔	۴۴۵	جو ان اور نافرمان لڑکوں کا نفقہ باپ پر نہیں اور ناشزہ عورت کا نفقہ شوہر پر نہیں۔
۴۵۲	جو ان بہنوں کا نفقہ بھائی پر اس وقت ہے جبکہ ان کا کوئی ذاتی مال نہ ہو اور بھائی ان کی اعانت پر قادر ہو۔	۴۴۵	جو شخص منفعت غیر کے لئے محسوس ہو اس کا نفقہ اسی غیر پر ہے۔
۴۵۲	مجبور کا نفقہ تنہا ایک آدمی پر اس وقت واجب ہے جبکہ یہ اکیلا ہی وارث ہو ورنہ تمام ورثاء پر حصہ میراث کے حساب سے۔	۴۴۵	معلقہ عورت حاکم عدالت سے فریاد کر کے طلاق لے سکتی ہے یا نہیں۔
۴۵۳	ضرور تمند باپ کی خدمت کر سکتا ہے اور نہیں کرتا ہے تو لڑکا عاق ہے۔	۴۴۶	عورتوں کے حقوق سے متعلق آیات قرآنیہ۔
۴۵۳	قدرت کے باوجود ضعیف و محتاج باپ کی مدد نہ کرنے والا قابل امانت نہیں۔	۴۴۶	عورت کا سکنی شوہر پر واجب ہے اس کو معلقہ کی طرح چھوڑ دینا حرام ہے اور گاہ گاہ اس سے صحبت کرنا بھی واجب ہے۔
۴۵۳	جن کے نفقہ ذمہ میں ہوں اور نہ کرنا سخت گناہ ہے۔	۴۴۶	عورت کے اذن و رضائے بغیر چار مہینے تک ترک جماع بلا عذر صحیح شرعی ناجائز ہے۔
۴۵۳	عورت کے نفقہ کا بوجھ دوسرا اٹھانا ہو تب بھی مستثنیات کے علاوہ بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاسکتی۔	۴۴۶	نکاح کے بعد ایک دفعہ صحبت کرنا حق زن ہے، اگر شوہر حق ادا نہ کرے تو عورت قاضی کے یہاں دعویٰ تفریق کر سکتی ہے۔
۴۵۳	عورت والدین کی زیارت کو آٹھویں دن اور دیگر محارم کے یہاں سال بعد ایک دن بلا اذن شوہر بھی جاسکتی ہے بشرطیکہ رات شوہر کے پاس واپس آجائے۔	۴۴۸	شوہر جماع نہ کرے۔ نہ طلاق دے تو قاضی شوہر کو ان دو باتوں میں سے ایک پر مجبور کرے گا اگر نہ مانے قید کرے گا پھر نہ مانے تو مار کی سزا دے گا۔

۴۵۸	نکاح محرمات میں نوحہ پر مہر مشل اور مستحبی میں سے جو کم ہو وہ واجب ہے۔	۴۵۵	عورت کے لئے شوہر کی طرف سے کہیں جانے کی ممانعت واجب العمل ہے۔
۴۵۸	موطوہ بیوی کو طلاق دینے سے مہر تمام وکمال واجب ہوگا۔	۴۵۵	بعد اداے مہر معجل عورت مطلقاً پابند شوہر ہے اس میں کوئی قید و تخصیص اداے نفقہ تکفل حواج کی نہیں۔
۴۵۸	نفقہ مقرر کر کے ادا نہ کیا پھر طلاق دے دی، عورت طلاق سے قبل والے نفقہ کی مستحق ہے۔	۴۵۵	والد کا متکفل نفقہ پسر وزن پسر ہونا ہمارے بلاد میں معمول ہے۔
۴۶۰	جو مہر نہ معجل بندھا ہو نہ اس کی کوئی میعاد مقرر کی گئی ہو عورت قبل موت یا طلاق اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔	۴۵۵	شوہر سرکشی پر آمادہ ہو اور نفقہ نہ ادا کرے تب بھی عورت شوہر کے گھر ہی رہے۔
۴۶۰	عورت ناراض ہو کر میکہ چلی گئی اس کا نفقہ شوہر پر نہیں۔	۴۵۵	عورت پر واقعی اندیشہ فساد ہو تو شوہر قید خانے میں اپنے پاس رکھنے کی درخواست کر سکتا ہے۔
۴۶۰	ناشزہ عورت کو طلاق دینا شوہر پر لازم نہیں۔	۴۵۶	"نفقہ پابندی کے بدلہ میں ہے" اس پر ایک شبہ اور اس کا ازالہ۔
۴۶۰	ناشزہ عورت کا نفقہ نہ اصل شوہر پر ہے نہ کفیل پر۔	۴۵۷	منکوحہ کی ماں سے زنا کا اقرار کرتے ہی نکاح فاسد ہو جاتا ہے اگر چہ کہے میں نے جھوٹا اقرار کیا۔
۴۶۰	عورت نشوز چھوڑ دے تو اب کفیل سے مطالبہ کر سکتی ہے جبکہ کفالت موقت نہ ہو۔	۴۵۷	محرمات سے نکاح کی صورت میں متارکہ لازم ہے۔
۴۶۱	زید نے زبیدہ کے اولیاء کو نوٹس دیا کہ اب اس کے ولی بنو تو بنو بعد میں بنا چاہو گے تو زبیدہ کے اخراجات تم سے وصول کئے جائیں گے اس نوٹس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔	۴۵۷	بصورت متارکہ عورت پر روز متارکہ سے عدت لازم ہے۔
۴۶۱	عورت کا نفقہ شوہر پر اس وقت ہے کہ وہ شوہر کے پاس رہے، بلا وجہ میکہ رہے تو کوئی نفقہ نہیں۔	۴۵۷	تفریق اگر شوہر کی جانب سے ہو تو نفقہ عدت عورت کے لئے شوہر پر مطلقاً لازم ہے۔
		۴۵۸	معصیت نفقہ عدت نہ پائے گی البتہ سکنی پائے گی۔

۴۷۴	اللہ ورسول سے زنا کی اجازت مانگنی کفر ہے۔	۴۶۱	اولاد محتاج ہو تو باپ پر نفقہ ہے اور غنی ہو تو نہیں، اولاد کے باپ کے پاس رہنے نہ رہنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔
۴۷۴	جب تک کسی عورت کا شوہر زندہ ہو اور طلاق بھی نہ دی ہو اس عورت کا دوسرا نکاح حرام حرام حرام زنا زنا زنا ہے۔	۴۶۲	جو نفقہ تراضی یا قضاے قاضی سے مقرر نہ ہو وقت گزر جانے کے بعد ساقط ہو جاتا ہے۔ یہ حکم عورت کے نفقہ کا ہے۔ اولاد کا نفقہ انقضاء وقت کے بعد مطلقاً ساقط ہو جاتا ہے۔ ہاں حاکم نے قرض لے کر بچہ پر صرف کرنے کا حکم دیا ہو تو اس کا مطالبہ باپ پر ہے۔
۴۷۴	جو اللہ تعالیٰ کے لئے صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مشکل کھول دیتا ہے۔	۴۶۳	پہلی عورت منجبوبہ الحواس ہو تو دوسری شادی کی اجازت ہے، لیکن دونوں میں عدل ضروری ہے۔
۴۷۴	رزق اللہ پر ہے شوہر رازق نہیں۔	۴۶۴	ایک عورت مالدار اور ایک غریب ہو تو شوہر مالدار ہو تو مالدار عورت کو مالداروں کا اور غریب کو متوسط اور غریب مالدار عورت کو متوسط اور غریب کو غریبوں کا نفقہ ملے گا۔
۴۷۴	غلبہ خواہش پر قابو پانے کے لئے روزے رکھے جائیں۔	۴۶۵	تقرر نفقہ سے متعلق تمام امور ملحوظ کی تفصیل اور اس کا حکم۔
۴۷۴	جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اسی کے لئے راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا۔	۴۶۷	قرضہ کی وجہ سے نفقہ میں تنگی کا حکم نہیں دے سکتے۔
۴۷۵	جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اسے کافی ہے۔	۴۶۸	نفقہ میں میاں بیوی دونوں کے حال کا لحاظ کیا جائے گا۔
۴۷۵	جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کا کام آسان کر دے گا۔	۴۶۹	نفقہ زن میں تنگی و مالدار کی کوئی خاص حد علماء نے مقرر نہ کی عرف پر اس کا مدار رکھا البتہ نفقہ اقارب میں ایسا مقرر بہ نصاب ہے۔
۴۷۵	اللہ سچا ہے اور اس کے وعدے سچے ہیں، شیطان جھوٹا ہے اور اس کے ڈراوے جھوٹے ہیں۔	۴۷۱	نفقہ اقارب میں منفق کی دو قسمیں ہیں: قادر و عاجز، اور نفقہ زن میں تین قسمیں ہیں: غنی، فقیر، متوسط۔
۴۷۵	طلاق کے بعد مہر و نفقہ عدت کے علاوہ عورت کا کوئی حق نہیں،	۴۷۱	غنی، فقیر، متوسط کی اغزیہ کا بیان۔
		۴۷۳	شرع مطہر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے۔

۴۷۵	بعد طلاق زندگی بھر کے نفقہ کا اقرار نامہ وعدہ ہے جس کو پورا کرنا چاہئے لیکن یہ واجب نہیں۔	۴۷۸	غیر محارم کے یہاں عورت شوہر کی اجازت سے بھی نہیں کی جاسکتی۔ شوہر اگر اجازت دے گا تو گنہگار ہوگا۔
۴۷۶	جس عورت نے مرتدہ ہونے کا ارادہ کیا وہ اسی وقت مرتدہ ہوگئی۔	۴۷۹	عورت شوہر کے مکان میں ہے تو نفقہ پائے وہ جماع کرے یا نہ کرے۔
۴۷۶	شوہر کی زندگی میں بلا طلاق عورت کے دوسرے شخص سے نکاح کی کوئی صورت نہیں۔	۴۸۰	زید آوارہ بد چلن ہے، علاوہ ازیں بیوی کے نان و نفقہ کا کفیل بھی نہیں ہو سکتا تو بیوی کو اپنے نفس کے روکنے کا اختیار ہے یا نہیں۔
۴۷۶	قاضی حنفی اپنے مسلک کے خلاف حکم نہیں کر سکتا اگر کرے تو نافذ نہ ہوگا۔	۴۸۰	شوہر نان و نفقہ سے عاجز ہو تو کیا قاضی کو زوجین میں تفریق کا حق ہے۔
۴۷۷	مہر کسی خدمت کا معاوضہ نہیں وہ نکاح میں بضع کا عوض ہے۔	۴۸۰	شوہر نفقہ نہ ادا کرے تو قاضی اس کو مجبور کریگا یا نفقہ دے یا طلاق دے۔
۴۷۷	عورت کے فائز العقل ہونے سے مہر ساقط نہ ہوگا اور جب تک وہ شوہر کے گھر آنے سے انکار نہ کرے نفقہ دلایا جائے گا۔	۴۸۱	طلاق شوہر کی زبان پر ہے جب وہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق دے دی، طلاق ہوگئی نہ دی تھی تو اب ہوگئی۔
۴۷۷	نفقہ میں مرد وزن و دونوں کے حال کا لحاظ رکھا جائے گا۔	۴۸۱	رہنے کو مکان دینا مالک کر دینا نہیں جب تک ولایت تملیک ثابت نہ ہو اور اس کے ساتھ اپنے اسباب و غیرہ سے خالی کر کے قبضہ دلا دینا ضرور ہے۔
۴۷۷	مادر زن کا شوہر سے نصف آمدنی مانگنا ظلم ہے جبکہ یہ مقدار نفقہ زن سے زائد ہو۔	۴۸۱	وعدہ کی بناء پر دعویٰ نہیں ہو سکتا۔
۴۷۸	گزرے ہوئے نفقہ کا ادا کرنا کسی پر ضروری نہیں۔	۴۸۱	وفاء وعدہ پر جبر نہیں۔
۴۷۸	نفقہ مقرر ہو گیا، لڑکی میکہ آئی، شوہر نے اپنے گھر بلایا نہیں۔ اور یہ اس انتظار میں رہی کہ بلائے تو جاؤں، تو ان ایام میکہ کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ ہے۔	۴۸۱	عورت کا نفقہ مقررہ کب ساقط ہو جاتا ہے۔
۴۷۸	عورت آٹھویں دن دن بھر کے لئے اپنے والدین کی ملاقات کے لئے بے اذن شوہر بھی جاسکتی ہے۔ اور محارم کے یہاں سال بھر کے بعد، اور باجائز مزید ایام بھی، ناشزہ قرار نہ دی جائے گی۔	۴۸۳	عورت شوہر کی نافرمانی کرے تو سخت گنہگار ہے۔

۴۸۶	مقامات مقدسہ کی تصویر چھانٹ کر گندگی میں ڈالنا اگر وہابی عقائد کی بنیاد پر ہو کہ یہ سب بدعت ہے تو جہل و گمراہی ہے اور ان مقامات کی تحقیر مقصود ہو تو کفر ہے۔	۴۸۳	عورت کا شوہر سے طلاق مانگنا خلع نہیں ہے۔
۴۸۷	دیوتاؤں کی تصویریں تزیین کے لئے لگائے تو گناہ کبیرہ اور تعظیم معبودان کفار مقصود ہو تو کفر ہے۔	۴۸۳	عورت کی نافرمانی کی وجہ سے شوہر نے کام کے لئے نوکر رکھے اس کا تاوان عورت پر نہیں ہے۔
۴۸۷	عورت کو نماز و روزہ سے روکنا اور شراب پینے پر مجبور کرنا یونہی ہو تو گناہ کبیرہ شدیدہ اور فرضیت صلوٰۃ یا حرمت خمر کے انکار کے طور پر ہو تو کفر ہے۔	۴۸۳	ناشرہ جتنے دن شوہر کے پاس نہ رہے نفقہ نہ پائے گی۔
۴۸۷	استحفاف شرع کفر ہے۔	۴۸۳	ناگواری کے ساتھ کسی کے خاموش رہنے کو اجازت نہیں سمجھا جائے گا۔
۴۸۷	مسجد خیر الاماکن ہے۔	۴۸۳	عورت نے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے اعزہ کی شادی وغیرہ میں جو خرچ کیا وہ شوہر وصول کر سکتا ہے۔
۴۸۷	مسجد کی طرف بلائے جانے کے جواب میں کہتا ہے کہ میں شراب خانے شراب پینے جا رہا ہوں تو کیا حکم ہے۔	۴۸۳	عورت جب تک شوہر کی اجازت کے بغیر اپنی ماں کے یہاں یا کسی دوسری جگہ رہے نفقہ کی مستحق نہیں۔
۴۸۸	اسلام کا احتمال بعید ہوتے ہوئے بھی کسی پر کفر کا حکم نہیں لگانا چاہئے۔	۴۸۳	جب تک طلاق یا موت واقع نہ ہو غیر میعاد مہر واجب الادا نہیں ہوتا۔
۴۸۸	شوہر کے کسی قول یا فعل سے جب تک کفر ثابت نہ ہو جائے عورت کے نکاح سے نکلنے کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔	۴۸۳	فاتر العقل عورت کا نفقہ ساقط نہیں۔ دو شادیاں کیں جن میں ایک فاطر العقل ہے، عدل و مساوات ضروری ہے۔
۴۸۸	اس شخص کا حکم جو یہ کہے کہ نہ میں مسجد میں آتا ہوں نہ اس کی تعمیر میں کوئی درہم دیتا ہوں میرا مسجد میں کیا کام ہے۔	۴۸۵	عورت سے زنا متحقق ہونے کے باوجود مرد پر واجب نہیں اسے طلاق دے۔
۴۸۸	شوہر موجود ہو نفقہ پر قادر ہو اور نفقہ نہ دے تو تفریق کا حکم نہ خفیہ کے نزدیک نہ شافیہ کے۔	۴۸۵	زانیہ جب تک شوہر کے پاس ہے نفقہ سکنی واجب ہے البتہ بعد عدت کا نفقہ خود اس عورت پر یا اس کے وارثوں پر ہے شوہر پر نہیں۔
		۴۸۶	شراب پینا گناہ کبیرہ اور اس کو حلال جاننا کفر ہے۔

۴۹۶	قسم کھائی فلاں شخص سے کلام نہ کروں گا۔ نماز میں اس کو لقمہ دینے سے حاشا نہ ہوگا۔	۴۸۹	جن مسائل کا تصفیہ حنفی مسلک پر نہ ہو سکے ان کی کار بر آری کی شرعی صورت۔
۴۹۷	صدہا مسائل ایسے ہیں جن کا ماخذ عرف پر احکام ایمان کی بنا ہے۔	۴۹۲	عدم ادائے نفقہ کا ایک گول مول سوال اور اس کا جواب۔
۴۹۷	زید نے عمرو سے قسمیہ کہا یہ کام کر، اور اس نے نہ کیا۔ تو بہ سبب انکار اس کام کے عمرو پر قسم عائد ہوتی ہے یا نہیں۔	۴۹۳	قرآن عظیم نے شوہر دار عورت کو حرام قطع فرمایا ہے۔
۴۹۸	کسی کے قسم دلانے سے قسم واجب نہیں ہوتی۔ نہ اس کام کو کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر حرج نہ ہو تو مان لینا مستحب ہے۔	۴۹۳	عورتوں کو ہوائے نفس کا اتباع کرنا اور اسے کسی امام کے سر رکھنا کوئی دین نہیں۔
۴۹۸	قرآن مجید کی قسم شرعی ہے۔	۴۹۳	ایک عورت کا شوہر پوری طرح بیوی کا حق ادا نہیں کر سکتا اور بوجہ بہالت طلاق بھی نہیں دیتا تو وہ عورت کیا کرے۔
۴۹۸	قسم اگر امر مستقبل پر ہے جس کا کرنا اس کے قبضہ اقتدار میں ہے تو اس کے جھوٹا کرنے میں گناہ ہے اور کفارہ اس گناہ کا رافع۔	۴۹۵	کتاب الایمان
۴۹۸	بیمین منقذہ اور اس کے کفارہ کی تفصیل۔	۴۹۵	زید نے قسم کھائی کہ بکر سے کلام کروں تو میری بیوی کو طلاق، مرنے کے بعد قبر پر سلام کیا۔ طلاق واقع نہ ہوگی۔
۴۹۸	کسی معصیت پر قسم کھائی مثلاً شراب پئے گا یا نماز نہ پڑھے گا تو اس کا جھوٹا کرنا پھر کفارہ دینا واجب ہے۔	۴۹۶	بیمین کی بناء عرف پر ہے۔ اس لئے اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھائے گا، تو مچھلی کے کھانے سے حاشا نہ ہوگا۔ یونہی قسم کھائی کلام نہ کروں گا تو قرآن شریف پڑھنے سے حاشا نہ ہوگا۔
۴۹۹	والدین سے کلام نہ کرنے کی قسم کھائی تو قسم توڑنا اور اس کا کفارہ دینا واجب ہے۔	۴۹۶	قسم کھائی کہ زید سے کلام نہ کروں گا اور زید نماز جماعت میں اس کے برابر کھڑا تھا سلام پھیرتے وقت اس کی طرف منہ کر کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا تو حاشا نہ ہوگا۔
۴۹۹	کسی کو قتل کرنے کی قسم کھائی تو حنث و تکفیر واجب ہے۔	۴۹۶	نمازی کو سلام پھیرتے وقت نیت حاضرین کا قطعاً حکم ہے۔

۵۰۵	حلف کی ایک عبارت کی توضیح۔	۴۹۹	کفارہ میں دیا جانے والا کپڑا ایسا ہونا چاہئے جو تین ماہ سے زیادہ چل سکے اور تمام بدن ڈھک لے۔
۵۰۵	جرمانہ کے ساتھ تعزیر کہ مجرم کا کچھ مال خطا کے عوض لے لیا جائے۔ منسوخ ہے۔	۴۹۹	قصدا جھوٹی قسم کھانا گناہ ہے۔
۵۰۵	منسوخ پر عمل جائز نہیں	۴۹۹	قسموں کو ڈھال بنانے والوں کی قرآن عظیم میں مذمت آئی ہے۔
۵۰۵	ناجائز بات پر عمل کرنا جس حلف سے لازم آتا ہو اس کا توڑنا واجب ہے۔	۴۹۹	کفارہ اس لئے مقرر ہوا کہ اگر احیاناً حنث واقع ہو تو یہ اس کا مصلح ہو سکے نہ کہ یہ کفارہ پر نکیہ کر کے جھوٹی قسم کھائے۔
۵۰۶	انجمن والوں نے باہم حلف اٹھایا جو نماز نہ پڑھے اس پر اتنا جرمانہ، جو جرمانہ نہ دے اس کو انجمن سے نکال دیا جائے گا۔ یہ تعزیر شرعی نہیں نہ اس میں حرج ہے۔	۵۰۰	قسم کھائی ظہر جماعت سے پڑھے گا۔ دو رکعت ملی حانث ہو گیا کہ تین رکعت تک پانے والا جماعت والا نہیں۔ ہاں جماعت کا ثواب تو نفس شرکت بلکہ بارادہ جماعت گھر سے نکلنے میں ملے گا۔
۵۰۶	جملہ مستقلہ بغیر حرف عطف کے ماقبل سے متعلق نہیں ہوتا۔	۵۰۰	ترک سکونت کی مطلق قسم کھائی تو فوراً اس پر عمل ضروری ہے۔ عذر صحیح کے بغیر ترک سکونت میں کچھ بھی ڈھیل دی فوراً حانث ہوگا۔
۵۰۶	فصل اجنبی عمل حلف کو باطل کر دیتا ہے۔	۵۰۰	قسم کھائی کہ بریلی میں نہ رہے گا۔ تیاری و تہیہ میں مشغول تھا کہ کسی نے قید کر لیا اور نکلنے نہ دیا۔ تو جب تک یہ مجبوری رہے گی حانث نہ ہوگا اگرچہ عمر گزر جائے۔
۵۰۶	کسی نے کہا "واللہ والرسول لافعلن کذا" یہ جملہ بیہین نہ ہوگا۔	۵۰۱	بریلی میں نہ رہنے کی قسم کھائی مگر بریلی کے سوا کہیں اس کے رہنے کا ٹھکانا نہیں۔ نہ اپنے ذاتی مال یا حرفت یا تجارت کے ذریعے دوسری جگہ بسر ممکن ہے تو مجبور سمجھا جائے گا جب تک ایسی حالت باقی رہے گی۔
۵۰۶	اگر کسی نے کہا "واللہ لاشربین لاقومن" تو حلف کے تحت فقط شرب داخل ہوگا نہ کہ قیام ہاں اگر یوں کہا "واللہ لاشربین ولاقومن" تو اس صورت میں شرب و قیام دونوں حلف کے تحت داخل ہوں گے۔	۵۰۳	قسم دلانے سے واجب نہیں ہوتی نہ اس کام کا کرنا ضروری ہوتا ہے۔
		۵۰۳	"اگر اس باغ میں رہوں تو اپنی ماں بیٹی سے زنا کروں" یہ الفاظ قسم کے نہیں۔

۵۱۱	○ رسالہ الجوهر الثمین فی علل نازلة الیمین (ایک نوع کی قسم کے بارے میں اجتہادی جزئیہ اور اس پر تفصیلی بحث)	۵۰۷	بلاوجہ شرعی قسم توڑنا حرام ہے، ہاں خلاف میں خیر ہو تو قسم توڑ کر کفارہ دے۔
۵۱۱	زید نے اپنے بیٹے سے ناراض ہو کر بیوی کو کہا اگر تو نے میرے اس بیٹے کو گھر میں چھوڑا تو مجھ پر تین طلاق ہے بعد ازاں زید کے راضی ہونے پر بیٹا گھر میں رہنے لگا۔ زید کی بیوی نے اسے نہ تو ہاں کہا اور نہ ہی نہ کہا، تو کیا اس صورت میں زید کی بیوی کو طلاق ہو گئی یا نہیں۔	۵۰۷	ایک امیر شخص نے اپنے ملازم کو خدمت کے صلہ میں زمین دی پھر کسی بات پر خفا ہو کر حالت غصہ میں قسم کھائی کہ میں تیری زمین ضبط کروں گا، اب اگر حلف کھنی کرے تو کفارہ لازم آئے گا یا نہیں۔
۵۱۲	گھر میں چھوڑنے کا معنی ترک و تخلیہ ہے جو دو وجہ سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے یا منع بالفعل یا نہی بالقول۔	۵۰۷	کفارہ قسم کا بیان۔
۵۱۳	ایک شخص نے اپنا گھر سال کے لئے کرایہ پر دیا، پھر اس نے کرایہ دار کو کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے اپنے گھر میں نہ چھوڑوں گا۔ پھر کرایہ دار کو کہا کہ تو میرے گھر سے نکل جا تو اس کی قسم پوری ہو گئی اور وہ حاشا نہ ہوا۔	۵۰۸	"والدین کی کمانی لوں تو خدا کا دیدار اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شفاعت نصیب ہو" یہ جملہ قسم نہیں میراث وغیرہ وصول کر سکتا ہے۔
۵۱۳	کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کو میں اپنے اس مملوکہ گھر میں داخل نہ ہونے دوں گا پھر اس کو زبانی طور پر گزرنے سے روکا تو قسم ہو گئی اور طلاق واقع نہ ہوئی۔	۵۰۸	قسم کھائی "حج کو نہ جاؤں تو کافر ہو جاؤں" وہ صاحب نصاب تھا، بمبئی سے لوٹ آیا۔ اس کا کیا حکم ہے۔ یہ قسم نہ ہوئی۔ چندہ ہبہ تھا اس کا لوٹنا ضروری نہیں اور بمبئی سے کسی معذوری سے لوٹ آیا تو معذور ہے۔
۵۱۳	کسی شخص نے اپنے بیٹے کو کہا اگر میں تجھے فلاں کے ساتھ کام کرنے کے لئے چھوڑوں تو میری بیوی کو طلاق، تو اس صورت میں اگر بیٹا بالغ و خود مختار ہے تو صرف زبانی منع کرنے سے قسم پوری ہو جائے گی اور طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر بیٹا نابالغ ہے تو زبان و عمل دونوں سے روکنا ضروری ہے ورنہ طلاق واقع ہو جائے گی۔	۵۰۹	دھوکہ دے کر حج کا جھوٹا ارادہ ظاہر کیا اور اس ذریعہ سے لوگوں سے روپیہ لیا تو سخت مجرم ہے۔
		۵۰۹	کسی مسلمان پر بدگمانی جائز نہیں۔

۵۱۸	نئی پر نفی اثبات ہوتی ہے۔	۵۱۴	ایک شخص نے کہا کہ اگر میں فلاں شخص کو اپنے گھر داخل ہوتا چھوڑوں تو میری بیوی کو طلاق، پھر وہ شخص اس کی لاعلمی میں گھر میں داخل ہو گیا تو حالف حانث نہ ہوگا اور اگر علم ہونے کے باوجود اس کو منع نہ کیا تو حانث ہو جائے گا۔
۵۱۸	امر ثانی۔	۵۱۴	کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں کو یہ کام کرتے ہوئے یا جاتے یا داخل ہوتے نہ چھوڑوں گا، تو قسم پورا کرنے کے لئے صرف زبان سے کہہ دینا کافی ہے کہ یہ کام مت کر یا مت جایا مت داخل ہو، چاہے وہ مانے یا نہ مانے۔
۵۱۸	امر ثالث۔	۵۱۴	ایک شخص نے طلاق کی قسم کھائی کہ وہ اپنی بالغ بہن کو گھر میں اپنے دیوروں کے ساتھ رہتا ہوا نہیں چھوڑے گا اگر وہ گھر حالف کا نہ ہو اور وہ زبانی طور پر بہن کو منع کر دے تو حانث نہ ہوگا۔
۵۱۹	امر رابع۔	۵۱۴	کسی شخص نے قسم کھائی میں اپنے گھر میں رہنے والے فلاں شخص کو آج نکال باہر کروں گا حالانکہ وہ فلاں غلام وغالب ہے جس کو نکالنا اس کے لئے مشکل ہے تو فقط زبانی طور پر اسے نکلنے کا کہہ دینے سے حانث نہ ہوگا۔
۵۱۹	چند شہادت کا ازالہ۔	۵۱۵	قسم کھائی کہ اگر فلاں شخص کو اس گھر میں داخل ہوتا چھوڑوں تو میری بیوی کو طلاق، اگر یہ گھر حالف کی ملکیت ہے تو زبان و عمل دونوں سے روکنا لازم ہے ورنہ حانث ہو جائے گا۔
۵۲۰	شبہ اولی۔	۵۱۵	مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے بطور تحقیق و نتیجہ چند امور پر تنبیہ۔
۵۲۰	شبہ ثانی۔	۵۱۵	امر اول۔
۵۲۱	فعل اختیار کے بغیر محقق نہیں ہوتا۔	۵۱۵	مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے ائمہ کی مختلف عبارات میں تطبیق،
۵۲۱	عدمی چیز اختیار کے بغیر بھی محقق ہو جاتی ہے۔	۵۱۷	اپنے ذاتی گھر میں کلی اختیار کا حاصل ہونا اغلب ہے۔
۵۲۱	شبہ ثالث۔	۵۱۷	فقہی احکام کا مدار غالب امور پر ہوتا ہے۔
۵۲۲	حاضر میں وصف کا ذکر لغو ہوتا ہے۔	۵۱۷	قتل سے برا ہے۔
۵۲۲	قسم کھائی کہ اس بچے کے ساتھ کلام نہ کریگا پھر اس کے جوان ہونے کے بعد اس سے بات کی تو حانث ہوگا۔	۵۱۷	نہ چھوڑنے کے لئے کم از کم زبان سے روکنا ضروری ہے۔
۵۲۲	فتسمیں الفاظ پر مبنی ہوتی ہیں اغراض پر مبنی نہیں ہوتی۔	۵۱۸	قسم میں کلمہ کا لفظ ہمیشگی کے لئے ہوتا ہے۔

۵۲۲	تخصیص حال کی ایک صورت۔	۵۲۷	سلطان نے قیدی کو قسم دی کہ میری اجازت کے بغیر میرے ملک سے تو باہر نہ جائے گا یہ قسم اس کی حکومت کی بقاء کے ساتھ مقید ہوگی سلطان کے معزول ہونے کے بعد اس کی اجازت کے بغیر ملک سے باہر جانے پر قیدی کی قسم نہ ٹوٹے گی۔
۵۲۳	دیانت میں صفت داعیہ وغیر داعیہ دونوں یکساں ہیں اس لئے نیت تخصیص ضروری ہے۔	۵۲۸	آقائے غلام، بادشاہ نے رعایا یا خاندان نے بیوی کو قسم دی یا خود قسم کھائی کہ تو میری اجازت کے بغیر باہر نہ جائے تو یہ قسم بقاء ملک بقاء ملک اور بقاء زوجیت کے ساتھ مقید ہوگی۔
۵۲۳	وصف کو ذکر کے بغیر نیت تو دیانتا بھی معتبر نہیں چہ جائیکہ قضاء۔	۵۲۸	ایک شخص نے بیوی کو کہا، اگر تیری اجازت کے بغیر دوسری عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق، پھر بیوی کو نکاح سے خارج کر کے اس کی اجازت کے بغیر دوسری سے نکاح کرے تب بھی دوسری کو طلاق ہو جائے گی۔
۵۲۳	کسی شخص نے کہا اگر میں باہر جاؤں تو میرا غلام آزاد ہے اور باہر جانے سے سفر کی نیت کی تو دیانتا اس کی تصدیق کی جائے گی اور کسی خاص مکان مثلاً بغداد کی طرف خروج کی نیت کرے تو صحیح نہیں۔	۵۲۹	کسی نے اپنی بیوی کو کہا اگر تو میری اجازت کے بغیر باہر نکلی تو تجھے تین طلاقیں، پھر خاندان نے بیوی کو ایک طلاق بائن دے دی، اب خاندان کی اجازت کے بغیر باہر نکل گئی تو حائث نہ ہوگا۔
۵۲۳	چوتھا شبہ۔	۵۲۹	خاندان جب بیوی کو طلاق بائن دے دے تو ولایت منع زائل ہو جاتی ہے۔
۵۲۵	ایک شخص نے قسم کھائی اگر زید سے بات کروں تو میری بیوی کو تین طلاقیں۔ اب چاہتا ہے کہ اس سے بات کرے اور بیوی کو طلاق مغفلہ نہ ہو تو بیوی کو ایک طلاق بائنہ دے عدت گزر جانے کے بعد بات کر سکتا ہے اور بعد ازاں بلا حلالہ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔	۵۳۰	اہل حرب نے قیدی کو قسم دی کہ تو ہمارے حاکم کی اجازت کے بغیر باہر نہیں جائے گا پھر حاکم معزول ہو کر دوبارہ بحال ہو اب وہ قیدی اس کی اجازت کے بغیر باہر چلا جائے تو حائث نہ ہوگا۔
۵۲۶	سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کے قسم کھانے کا واقعہ۔	۵۳۰	مالک نے غلام کو کہا کہ اگر تو میری اجازت کے بغیر باہر نکلا تو آزاد ہے، پھر اس کو فروخت کر کے دوبارہ خرید لیا اب وہ غلام اس کی اجازت کے بغیر نکلا تو آزاد ہوگا۔
۵۲۶	قسم کا سبب اور داعی ختم ہو جانے کے باوجود قسم باقی رہتی ہے اس کے زوال سے قسم باطل نہیں ہوتی۔		

۵۳۰	خاندان نے قسم کھائی کہ میری بیوی گھر سے باہر نہ نکلے گی تو یہ قسم بقاء زوجیت کے ساتھ مقید نہ ہوگی کیونکہ اس میں اجازت کا ذکر نہیں۔	۵۳۰	کسی شخص کے لئے آسمان پر چڑھنا یا پتھر کو سونے سے بدلنا عقلاً ممکن ہے لیکن عادیہ محال ہے۔
۵۳۱	کسی شخص نے اپنی بیوی کو کہا میں جس عورت سے تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں اس کو طلاق ہوگی۔ اس کے بعد بیوی کو طلاق باندہ یا مغفل دے دی پھر کسی عورت سے اس مطلقہ کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو طلاق ہو جائے گی۔	۵۳۱	پانچواں شبہ۔
۵۳۱	قسم کھائی کہ اگر فلاں سے اس کی اجازت یا اس کی آمد کے بغیر بات کروں تو یہ ہو جائے، پھر وہ فلاں فوت ہو گیا تو قسم ختم ہو جائے گی۔	۵۳۱	تطفل علی الشاہی۔
۵۳۱	جب قسم کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو تو طرفین کے نزدیک اس شرط کا متصور ہونا ضروری ہے۔	۵۳۱	قسم گواہوں کا خلیفہ بنتی ہے تو جب اصل ہو جائے تو خلیفہ کی ضرورت نہیں رہتی۔
۵۳۲	مرنے کے بعد جو حیات ملتی ہے وہ دنیوی حیات کا غیر ہے۔	۵۳۲	اگر مدعی کے گواہ قاضی کی مجلس میں حاضر ہوں تو بالاتفاق مدعی علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی۔
۵۳۲	حیات کا ایک ایسا عارضہ ہے جس کو بعینہا واپس لانا ممکن نہیں۔	۵۳۲	کوئی شخص قسم کھائے کہ میں اس کوزے کے پانی کو ضرور پیوں گا، پھر وہ پانی گرا دیا گیا تو وہ حانث ہو جائے گا۔
۵۳۲	روح اور حیات ایک دوسرے کے مغایر ہیں۔	۵۳۲	حاکم شہر نے کسی کو قسم دی کہ تو شہر میں داخل ہونے والے ہر فسادی کی اطلاع مجھے دے گا۔ پھر وہ حاکم معزول ہو گیا تو اس کی دی ہوئی قسم بھی ختم ہو جائے گی۔
۵۳۲	قسموں کی بنیاد عرف پر ہوتی ہے۔	۵۳۲	رد المحتار کی ایک عبارت کی توضیح و تشریح۔
۵۳۲	اجازت صرف عاقل سے متصور ہوتی ہے۔	۵۳۲	قرضخواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تو مجھ سے منہ نہ چھپائے گا اس کا کیا مطلب ہے۔
۵۳۳	تین حضرات نے ایک شخص کو قسم دی کہ وہ ان کی اجازت کے بغیر بخارا سے باہر نہ جائے گا، پھر ان میں سے ایک مجنون ہو گیا اور باقی دو کی اجازت سے وہ باہر گیا تو حانث ہو جائے گا لیکن اگر ان میں سے ایک فوت ہو جائے اور باقی دو کی اجازت سے وہ باہر چلا جائے تو حانث نہ ہوگا۔	۵۳۳	مقصود کا متقی ہونا اور اس کا قصد نہ کرنا دو مختلف چیزیں ہیں۔
۵۳۸		۵۳۸	مقصود کا باقی نہ رہنا اور اسے مقصود نہ بنانا دو مختلف چیزیں ہیں اور ان میں بڑا فرق ہے۔

۵۵۴	ماترید یہ کے نزدیک مطہح کو سزا دینا محال عقلمندی ہے۔	۵۴۸	متعدد احادیث سے اس بات کا ثبوت غصہ میں کھائی پر غصہ کے زوال کے بعد بھی حنث لازم آتا ہے۔
۵۵۴	معتزلہ کے نزدیک توبہ کو قبول کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔	۵۴۸	حضور علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا کہ جب تو قسم کھائے پھر اس کے خلاف کو بہتر دیکھے تو قسم توڑ کر اس کا کفارہ دے دے۔
۵۵۴	توبہ کو قبول کرنا محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔	۵۴۹	نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفر مانا ہے کہ بخدا تم میں کسی کا اپنی قسم کی وجہ سے اپنے اہل کو ضرور ایذا پہنچانا عند اللہ زیادہ گناہ ہے اس سے کہ اس کے بدلے وہ کفارہ دے دے جو اللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا ہے۔
۵۵۴	ایک شخص نے قسم کھاتے ہوئے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر میں دنیا کی ہر بدی اور قباحت کو تیری طرف منسوب کر کے تیرے بھائی سے شکایت نہ کروں تو تجھے طلاق ہے۔ ایسا شخص قسم سے بری ہونے کے لئے کیا کرے۔	۵۵۰	قسم اختیاری فعل ہے۔
۵۵۱	طلاق معوض اور گناہ مغضوب ہے۔	۵۵۰	کوئی اختیاری فعل قصد و ارادہ کے بغیر ممکن نہیں۔
۵۵۱	صلح و آشتی محبوب اور شرعاً مطلوب ہے۔	۵۵۰	مقصود کے انتفاء سے علی الاطلاق اور علی العموم قسم کا باطل ہونا غلط ہے۔
۵۵۴	صلح قسم کو ختم نہیں کرتی۔	۵۵۰	اگر کوئی شخص غیر مفید طور پر قسم کھائے کہ میں فلاں کو ماروں گا یا حاکم کے سامنے پیش کروں گا یا فلاں چیز کھلاؤں گا یا جوڑا پہناؤں گا، تو یہ قسمیں عرفاً زندگی بھر کے لئے ہیں اگر یہ کام نہ کئے اور فلاں مر گیا تو حانث ہوگا اور قسم کا کفارہ دینا لازم ہوگا اور اگر یہ قسمیں طلاق یا عتاق سے متعلق تھیں تو طلاق یا عتاق واقع ہو جائے گا۔
۵۵۴	زید نے قسم کھائی کہ وہ عمرو کو مارے گا تو عمرو کے بے گناہ ثابت ہونے سے قسم ختم نہ ہوگی بلکہ زید پر لازم ہوگا کہ وہ قسم توڑے اور کفارہ دے۔	۵۵۱	چھٹا شبہ۔
۵۵۴	زید نے قسم کھائی کہ وہ عمرو کو مارے گا تو عمرو کے بے گناہ ثابت ہونے سے قسم ختم نہ ہوگی بلکہ زید پر لازم ہوگا کہ وہ قسم توڑے اور کفارہ دے۔	۵۵۱	علامہ سائحانی پر تطفل۔
۵۵۴	ساتواں شبہ۔	۵۵۳	اثبات مدغلی نئے انداز سے۔
۵۵۴	ساتویں شبہ کا جواب اول۔	۵۵۳	جب تک جرم باقی ہو استحقاق انتقام باقی رہتا ہے۔
۵۵۴	زید اپنی بیوی کو عمرو کے گھر جانے سے روکے بیوی باز نہ آئے اور زید قسم کھائے کہ اگر تو عمرو کے گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاق، اب جب بھی بیوی عمرو کے گھر داخل ہوگی طلاق ہو جائیگی چاہے زید عمرو سے راضی ہو جائے یا ناراض رہے۔	۵۵۴	اہلسنت کے نزدیک توبہ کو قبول کرنا واجب اصلی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں ہوتا۔

۵۶۲	حلالہ میں صرف نکاح پر اکتفا نہ کرنے اور مجامعت کو شرعاً لازم قرار دینے کی حکمت۔	۵۵۸	طلاق مغفلہ کو کسی شرط پر معلق کیا تو مغفلہ سے بچنے کا حیلہ۔
۵۶۳	تیسری مثال۔	۵۵۸	جواب ثانی۔
۵۶۳	بسا اوقات عورتیں فرقت کے بعد بھی اپنے سابق خاوند کی دوسری شادی سے عین ہوتی ہیں۔	۵۵۸	جواب ثالث۔
۵۶۳	شوہر نے قسم کھاتے ہوئے بیوی کو کہا کہ تو میری اجازت کے بغیر باہر نہیں جائے گی، تو قسم حالت نکاح سے مقید ہوگی۔	۵۵۹	جواب رابع۔
۵۶۳	چوتھی مثال۔	۵۵۹	شک یقین کو زائل نہیں کر سکتا۔
۵۶۳	امام نجم الدین عمر نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ جن وانس کے مفتی ہیں۔	۵۵۹	بیوی نے خاوند سے کہا کہ تو نے مجھ پر کوئی دوسری بیوی بنا رکھی ہے تو خاوند نے جواب میں کہا کہ جو بھی عورت میری بیوی ہے اس کو طلاق ہے، تو اس بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔
۵۶۳	کسی شخص نے اپنی بیوی کو اجنبی شخص سے بے تکلف گفتگو کرتے دیکھ کر کہا اب اگر تو نے کسی بیگانہ شخص سے بات کی تو تجھے طلاق ہے۔ یہ قسم عام ہوگی اور ہر غیر محرم کو شامل ہوگی چاہے وہ اس گھر کے ملازم یا خاوند و بیوی کے رشتہ دار ہوں۔	۵۶۰	الفاظ قسم میں عموم و اطلاق ہو تو عموم ہی یقینی ہے نیت تخصیص قضاء معتبر نہ ہوگی۔
۵۶۳	آٹھواں شبہ۔	۵۶۰	دلالت حال عموم میں تخصیص نہیں کر سکتی۔
۵۶۵	قسم میں کسی خاص وصف غیر مذکور کی نیت معتبر نہیں۔	۵۶۱	اسی بات کی چند مثالیں کہ محض احتمال کی صورت میں دلالت حال معتبر نہیں۔
۵۶۵	ایک شخص کھڑا ہو تو کوئی شخص اس کے بارے میں یہ قسم کھائے کہ وہ اس سے بات نہیں کرے گا، پھر کہے کہ میری نیت یہ تھی کہ بوقت قیام اس سے بات نہ کروں گا، تو یہ نیت معتبر نہ ہوگی۔	۵۶۱	پہلی مثال۔
۵۶۵	صفت قیام ترک کلام کی داعی نہیں۔	۵۶۱	دوسری مثال۔
۵۶۵	حاضر میں وصف لغو ہے۔	۵۶۲	ایک شخص کا قصہ جس نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ غیر شخص کو پائے تو قتل کر دے؟
۵۶۵	اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ عورت نہیں کرے گا اور نیت کرے باشمی، عربی یا ترکی یا کوئی خاص نسب والی کی تو یہ نیت دیانہ معتبر ہوگی قضاء نہیں۔	۵۶۲	بیک وقت تین طلاقیں دینا کیوں گناہ قرار دیا گیا۔

۵۶۸	خاوند نے تھیلی میں کچھ رقم رکھی اور بیوی کو کہا کہ اگر تو نے صبح تک اس میں سے کچھ باقی رکھا تو تجھے طلاق ہے۔ اب اگر بیوی نے اس میں سے کچھ بھی خرچ نہ کیا یا کچھ خرچ کیا اور کچھ باقی رکھا تو طلاق ہو جائے گی۔	۵۶۶	قسم کھائی کہ فلاں کے گھر نہ رہوں گا اور کہتا ہے کہ میری مراد یہ تھی کہ فلاں کے گھر کرایہ پر نہیں رہوں گا، تو نیت صحیح نہیں۔ لہذا اس کے گھر بلا کرایہ بھی رہائش پذیر ہو تو قسم ٹوٹ جائے گی۔
۵۶۸	جو ابقاء بشر کی صفت ہے وہ عدم فعل ہے نہ کہ فعل۔	۵۶۶	اگر قسم کھائی کہ فلاں کے اس گھر میں نہیں رہوں گا جو اس نے خریدا ہے اور کہتا ہے کہ میری مراد یہ تھی کہ جو اس نے اپنی ذات کے لئے خریدا ہے تو یہ نیت مان لی جائے گی۔
۵۶۸	زید نے کوئی چیز بیع فاسد کے ساتھ عمر و پر فروخت کی جس پر قاضی کو غصہ آیا اور کہا اگر میں یہ بیع فاسد باقی رکھوں تو یہ ہو جائے سورج غروب ہو گیا اور قاضی نے بیع فسخ نہ کی تو حائث ہوگا۔	۵۶۶	نواں شبہ۔
۵۶۸	اسی شبہ کا ازالہ کہ کبھی انسانی ابقاء فعل سے بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسے زید کو گھر میں لاکرز نجیر سے باندھنا، تو یہ زید کو گھر میں باقی رکھنا ہے حالانکہ باندھنا فعل ہے۔	۵۶۷	ابقاء جو کہ حی و قیوم کا فعل ہے محققین کے نزدیک وجودی ہے۔
۵۶۸	کسی کو باندھنا خود ابقاء نہیں بلکہ مستلزم ابقاء ہے۔	۵۶۷	امام الحرمین، امام رازی اور قاضی ابوبکر باقلانی کے مذہب پر ابقاء عین وجود ہے نہ کہ وجود پر کوئی امر زائد، لہذا ابقاء بمعنی ایجاد ہوگا۔
۵۶۹	دسواں شبہ۔	۵۶۷	ائمہ کشف و شہود کے مذہب پر ابقاء جو اہر سمیت ہر چیز کے امثال کے تجدید کا نام ہے لہذا اس مذہب پر ابقاء ہر لمحہ امثال کے ایجاد کا نام ہے۔
۵۷۰	نکلنے کا حکم نہ دینا اور نہ نکلنے کا حکم دینا یہ دونوں چیزیں آپس میں منافی نہیں۔	۵۶۷	خالق و باری کی طرح صفت قیوم کا اطلاق بھی غیر اللہ پر جائز نہیں بلکہ اس پر علماء نے تکفیر کی ہے۔
۵۷۰	وجودی چیز عدی چیز کی قسم نہیں بن سکتی۔	۵۶۷	ایسی چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا جو اس کے شایان شان نہ ہو یا جہالت، نقص اور عجز کی نسبت اس کی طرف کرنا یا صفات مختصر باللہ کا اطلاق غیر اللہ پر کرنا کفر ہے۔
۵۷۰	کوئی شئی مقارنات کے ساتھ متنوع و منقسم نہیں ہوتی۔	۵۶۸	جو ابقاء بشر کی طرف سے ہو وہ ترک ازالہ کا نام ہے (نہ کہ ایجاد کا)۔
۵۷۱	ضروری نوٹ۔		

۵۷۱	دیوبندی حضرات دیو جہالت کے ایسے امیر ہیں کہ سوال سمجھ بغیر اپنا اجتہادی جواب دے دیتے ہیں۔	۵۷۱	قسم کھائی کہ فلاں کا کھانا نہ کھاؤں گا پھر اس کے کھانے کا تصور کیا، حاشا نہ ہوا۔
۵۷۲	حضرت مولانا غلام گیلانی شمس آبادی جن کے اشتقاق پر رسالہ الجوبہ الثمین معروض تحریر میں آیا کا مکتوب گرامی بنام مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا۔	۵۷۲	حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا عجیب فیصلہ۔
۵۷۳	جس سوال پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رسالہ الجوبہ الثمین کی صورت میں مفصل ومدلل جواب تحریر فرمایا اسی سوال پر مفتی دیوبند کا نامکمل اور بلا حوالہ جواب ناصواب۔	۵۷۳	اصول الشاشی اور فصول کی ایک عبارت کی تشریح۔
۵۷۳	مفتی دیوبند کے جواب پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا تبصرہ۔	۵۷۳	فعل متعدی بغیر مفعول بہ کے متحقق نہیں ہوتا۔
۵۷۳	دیوبند مفتی کی جہالت کہ رکھنے اور چھوڑنے میں فرق نہ سمجھ سکا۔	۵۷۳	چند شخصوں نے مسجد کے اندر کہا کہ جو شخص بیٹی پر روپیہ لے یا قرضدار کے یہاں کھانا کھائے تو کلمہ شریف اور قرآن شریف سے پھرے، اس کا کاغذ بھی لکھا گیا بعد ازاں کاغذ پھاڑ ڈالا اور وہی کام کرنے لگے۔ ان کا کیا حکم ہے۔
۵۷۳	جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اٹھانا سخت عظیم گناہ کبیرہ ہے۔	۵۷۳	بیٹی پر روپیہ لینا اور قرضدار کے یہاں کھانا اگر قرض کے دباؤ سے ہے تو ناجائز ہے۔
۵۷۳	سچی بات ہو تو قسم بھی کھا سکتے ہیں اور قرآن بھی اٹھا سکتے ہیں۔	۵۷۳	قسم کھائی جو ایسا کرے کلمہ اور نماز سے پھرے، پھر قسم توڑ دی تو جو اس سے واقعہ کلمہ اور نماز سے پھرنا سمجھتا تھا کافر ہو گیا ورنہ گنہگار ہو اور اس پر کفارہ واجب ہے۔
۵۷۳	کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس لئے اس کی قسم شرعی ہے۔	۵۷۳	قسم کھائی کہ عورتوں کو غلط رسوم والی شادی میں نہ جانے دیں گے پھر ایسی شادی میں جانے دیا جہاں غلط رسمیں ہوئیں تو دوہرا گناہ ہوا، ایک گناہ قسم توڑنے کا دوسرا گناہ کی جگہ صحیحیہ کا۔
۵۷۳	صفات الہیہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات۔	۵۷۳	قسم کھا کر وعدہ خلافی کرنے والوں کو نہ حکم بنایا جائے اور نہ ہی ان کی گواہی سنی جائے۔
۵۷۳	مصنف شریف ہاتھ میں لے کر کوئی بات کہی تو قسم شرعی نہ ہوگی۔	۵۷۳	عہد پر قائم رہنے والوں پر طعنہ کرنے والوں کے اسلام میں فرق آنے کا خطرہ ہے۔
۵۷۳	کوئی شخص کہے کہ میں قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہوں کہ ایسا کروں گا اور پھر نہ کیا تو کفارہ لازم آئے گا۔	۵۷۳	

۵۸۳	حرمین شریفین کے مصارف کے لئے یا وہاں کے علماء و فقراء کے لئے نذرمانی تو انبب یہی ہے کہ وہیں خرچ کرے، دوسری جگہ بھی اسی مصرف میں خرچ کر سکتا ہے۔	۵۷۹	ایک شخص نے کسی سے غصہ میں آکر کہا کہ تیرے مکان کا کھانا بیٹا مجھ پر حرام ہے۔ یا کہا کہ تیرے منگے کا پانی مجھ پر حرام ہے، تو شرعیہ قسم ہے اگر اس کے گھر کھائے پئے گا اس کے منگے کا پانی پئے گا تو قسم کا کفارہ دینا آئے گا۔
۵۸۳	نذر شرعی کی ادا واجب ہے۔	۵۷۹	کوئی شخص کہے اگر میں تم سے بولوں یا تمہارے مکان جاؤں یا یہ چیزیں کھاؤں تو میرے حق میں حرام ہے، تو استحسانا یہ صورت حلف کی ہے۔
۵۸۳	تعیین مکان نذر میں نامعتبر ہے۔	۵۷۹	بیمن تحریم حلال ہی ہے۔
۵۸۳	مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو بھوت خانہ کالی گھر کی مثل کہنا گستاخی و توہین و کلمہ کفر ہے۔	۵۸۱	باب النذر
۵۸۳	نذر پوری کرنے سے جو شخص روکے وہ مناع الخیر ہے۔	۵۸۱	"اللہ کو نذر کریں گے" کہنے سے نذر شرعی نہ ہوئی، یونہی ننھی کو دیں گے صرف وعدہ ہے یہ بہہ بھی نہ ہوگا۔
۵۸۳	اگر بد رگاہ خداوند کریم سوال کیا جائے کہ مجھ کو فرزند عطا ہو یا بیماری دفع ہو یا قرض ادا ہو تو اس قدر خیرات فی سبیل اللہ بارواح رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا حضرت پیردنگبیر یا ولی اللہ کر دوں گا۔ تو بلا شبہ یہ نذر جائز ہے اور اس کا پورا کرنا واجب ہے۔	۵۸۱	جو وعدہ کیا اس سے پھر ناہر گز نہیں چاہئے، قرآن شریف میں اس پر سخت وعید فرمائی گئی ہے۔
۵۸۳	چہل تن چالیس شہداء ہیں۔	۵۸۱	ایک چیز کو نذر کرنے کو کہا اور بہہ کرنے کو بھی، طریقہ یہ ہے کہ کسی فقیر کو وہ چیزیں دے دے پھر اس سے خرید کر جس کو بہہ کرنے کے لئے کہا ہے اس کو دے دے۔
۵۸۳	نذر ماننے کے بعد ناذر فوت ہو جائے تو اس کے ترکہ سے نذر ادا کی جائے گی۔	۵۸۱	اللہ کے نام نذر کرنے سے قربانی ضروری نہیں۔ اس کے لئے قربانی کا نام لینا ضروری ہے۔
۵۸۳	چہل تنوں کی منت کی شرعی صورت اور فاضل لہو و لعب کا رد۔ بلیغ۔	۵۸۲	اپنے کاروبار میں غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے متعین حصہ مثلاً سولھواں حصہ برائے ایصال ثواب مقرر کیا تو اس رقم کو ہر دینی کام میں صرف کر سکتے ہیں۔
۵۸۳	میلاد مبارک اور گیارھویں احباب کو کھانا کھلانے، مساجد میں شربتی لے جانے یا نمازیوں کو کھلانے کی نذر فقہی نہیں لہذا امیر غیریب سب کھا سکتے ہیں۔	۵۸۲	مسجد ویران کی آبادی نہایت اہم کام ہے اور اس میں صرف کرنا مقدم ہے۔

۵۹۱	جب تک زبان سے الفاظ نذر نہ کہے صرف نیت سے کچھ لازم نہیں آتا۔	۵۸۵	خاص معین جانور کی نذر شرعی مانی تو اس کا بدلنا جائز نہیں۔
۵۹۱	نذر غیر شرعی و نذر شرعی کی تنقیح تام۔	۵۸۶	مزار پختہ بنوانے کی نذر شرعی نہیں، نہ اس کا پورا کرنا شرعاً واجب ہے۔
۵۹۱	مسلمان پر بدگمانی جائز نہیں۔	۵۸۶	بزرگوں کی منت حقیقہ اللہ عزوجل کے لئے ہوتی ہے اس لئے اس میں حرج نہیں۔
۵۹۱	پہلے مہینے کی تنخواہ کی منت مانی تو عرفاً پورے ایک مہینہ کی تنخواہ مراد ہوگی۔	۵۸۶	پانچ روپیہ کا غلہ دینے کی منت مانی تو فقیر کو اتنے کا کپڑا دے سکتا ہے سلائی کا پیسہ نذر میں محسوب نہ ہوگا۔
۵۹۱	ہر عاقد، حالف، ناذر اور واقف کے کلام کو اسی معنی پر محمول کیا جائے گا جو متعارف ہے۔	۵۸۷	نذر پورا کرنے کا ثبوت آیات قرآنی سے۔
۵۹۳	نذر کے روپے اپنے اصول، فروغ، زوج، زوجہ اور سید کو نہیں دے سکتے۔	۵۸۷	نذر والے کی نیت اگر یہ ہو کہ منت ماننے سے مقدر بدل جائے گا اور تقدیر کا نوشتہ پلٹ جائے گا تو یہ اعتقاد فاسد ہے اور ایسی نذر سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔
۵۹۳	ایک ماہ کی تنخواہ دینے کی منت مانی اور روپے غریب عزیز کو دے دئے تو عذوباً ثواب ہوگا۔	۵۸۹	سر کی منت مانی تو اس کی قیمت کا گوشت بھی دے سکتے ہیں۔
۵۹۳	ایک شخص نے کہا کہ مجھے جو نفع ہوگا اس میں سے سوھواں حصہ واسطے اللہ کے نکالوں گا اب اس کو لاکھت سے زلد ایک روپیہ نفع ہوا لیکن متفرق خرچ یعنی تنخواہ ملازمین وغیرہ میں دو آنے صرف ہو گئے باقی چودہ آئے رہے، اب وہ روپے کا سوھواں حصہ نکالے یا چودہ آنے کا۔	۵۸۹	منت مانی کہ میرا یہ کام ہو جائے تو جانور نذر کروں گا، اگر الفاظ ایسے ہوں جن سے وجوب شرعی ثابت ہو تو جانور متعین ہو گیا۔
۵۹۳	صرف دل میں ارادہ کر لینے سے منت نہیں ہوتی اس کے لئے زبان سے کہنا ہوگا۔	۵۸۹	منذور بعینہا ہلاک ہو جائے تو نذر ساقط ہے۔
۵۹۵	اپنی تجارت میں سوھواں حصہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے نذر کیا اس کے مصارف کیا ہوں گے۔	۵۹۰	طاق بھرنے کی منت سے اگر طاق بھرنا ہی مقصود ہو تو یہ نیت لغو ہے۔
۵۹۵	بے الفاظ نذر زبان سے کہا کہ اپنے منافع تجارت سے سوھواں نیک کاموں میں اللہ تعالیٰ کے لئے صرف کیا کروں گا، اس سے محض میلاد، گیارھویں شریف، افطاری رمضان اور اپنے والدین و سادات و علماء کی خدمت سب کچھ کر سکتا ہے۔	۵۹۰	میلاد شریف کی منت ماننا کیسا ہے۔
		۵۹۰	مجلس میلاد شریف کہ طریقہ راجح حرمین شریفین پر ہو اعلیٰ مستحبات سے ہے۔

۵۹۷	منت شرعی کا گوشت نہ تو خود کھا سکتا ہے نہ اپنی اصل اور فرع کو کھلا سکتا ہے اور نہ ہی کسی ہاشمی یا غنی کو کھلا سکتا ہے۔	۵۹۵	طاعت پر اجارہ باطل ہے۔
۵۹۷	جو مصرف زکوٰۃ ہے وہی مصرف نذر ہے۔	۵۹۵	متاخرین نے امامت، اذان اور تعلیم قرآن پر اجرت کو جائز قرار دیا ہے۔
۵۹۸	غیر خدا کے لئے نذر فقہی کی ممانعت ہے۔	۵۹۵	الفاظ نذر کے بغیر آمدنی کا کچھ حصہ منافع تجارت کا اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا اور نیت خاص مساکین کو خدا کے نام پر دینے کی تھی تو اس رقم سے میلاد شریف، گیارہویں شریف اور افطاری رمضان وغیرہ کرا سکتا ہے مگر اب صرف محتاجوں کو کھلائے، سادات و علماء اور والدین کو بھی بحالت حاجتمندی دے سکتا ہے کیونکہ یہ صدقہ واجبہ نہیں۔
۵۹۸	اولیائے کرام کے لئے ان کی حیات ظاہری خواہ باطنی میں جو نذریں بھی جاتی ہیں یہ نذر فقہی نہیں۔	۵۹۶	اہل و عیال اور اولاد کو جو کچھ کھلا دیا جاتا ہے احادیث میں اس پر صدقہ کا اطلاق آیا ہے۔
۵۹۹	شاہ رفیع الدین صاحب برادر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عبارت سے تائید۔	۵۹۶	اگر خاص الفاظ نذر زبان سے ادا کئے تو اب والدین، سادات اور اغنیاء کو نہیں دے سکتا، دیگر محتاجوں کو دے سکتا ہے اگرچہ اس کی پھوپھی، خالہ، چچا، ماموں اور بہن بھائی ہوں۔
۵۹۹	علامہ سید عبدالغنی نائلی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے استدلال۔	۵۹۶	اگر مجلس گیارہویں شریف یا میلاد شریف منعقد کر کے مال نذر فقیر کی ملک کر دیا تو درست ہے۔
۵۹۹	اولیاء گزشتہ کے لئے منت مجازاً ان کے خادمان قبور پر تصدق سے عبارت ہے۔	۵۹۶	ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی ولی کو ایصال ثواب کے لئے اجتماع نذر و صدقہ کے منافی نہیں۔
۵۹۹	فقیر کو زکوٰۃ دے اور قرض کا نام لے تو صحیح ہو جائے گی۔	۵۹۶	مال زکوٰۃ اور خاص نذر کا حکم ایک ہی ہے۔
۵۹۹	اعتبار معنی کا ہے نہ کہ لفظ کا۔	۵۹۶	مال زکوٰۃ اور مال نذر محتاج طالب علموں کو بھی دے سکتے ہیں خواہ کپڑے بنا دے خواہ اناج یا کھانا انھیں دے کر مالک کر دے، ہاں گھر میں ہٹھا کر کھلانے سے زکوٰۃ نذر ادا نہ ہوگی۔
۵۹۹	امام اجل ابوالحسن نور الملک والدین علی بن یوسف بن جریر شطرنوبی نے نظیر امام ہیں۔	۵۹۶	مؤذن کی تنخواہ میں نذر یا زکوٰۃ محسوب نہیں ہو سکتی ہاں اگر بلا تنخواہ اذان دیتا ہے اور محتاج ہے تو دے سکتے ہیں۔

۶۰۲	اولیاء کرام کا مادہ کے پیٹ کے حال کو جاننا۔	۵۹۹	شس الدین ذہبی فن رجال کے امام ہیں۔
۶۰۳	اولیاء کے علوم غیبیہ۔	۵۹۹	نذیر اولیاء کرام سے متعلق کتاب مستطاب بحجۃ الاسرار کے حوالہ سے گیارہ روایات۔
۶۰۳	نویں روایت۔	۵۹۹	پہلی روایت۔
۶۰۳	اولیاء اللہ جانوروں کی گفتگو سمجھتے ہیں۔	۶۰۰	سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کھڑاؤں کا کمال۔
۶۰۳	ایک دہقانی کا نوکھا واقعہ۔	۶۰۰	سرکار غوث اعظم کی یاد سے نجات ملتی ہے۔
۶۰۳	دسویں روایت۔	۶۰۰	دوسری روایت۔
۶۰۳	اولیاء اللہ شیروں پر حکومت کرتے ہیں۔	۶۰۰	حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نذریں قبول فرماتے اور خود بھی تناول فرماتے تھے۔
۶۰۳	اولیاء اللہ کے تصرفات و علوم غیبیہ۔	۶۰۱	تیسری روایت۔
۶۰۳	ولیوں کے قدموں پر گرنا اور قدمبوسی کرنا۔	۶۰۱	غوث اعظم کی فیاضی اور غریب نوازی کا ایک واقعہ۔
۶۰۵	اللہ تعالیٰ اولیاء سے کوئی چیز مخفی نہیں رکھتا۔	۶۰۱	چوتھی روایت۔
۶۰۵	دلی خطرہ پر ولی کی نظر۔	۶۰۱	شیخ بقاء بن بطور رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل۔
۶۰۵	گیارہویں روایت۔	۶۰۱	پانچویں روایت۔
۶۰۵	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم فرمانا کہ حاجت بر آری کے لئے سیدہ طاہرہ نفیسہ کی نذر مانو۔	۶۰۱	شیخ منصور بطاحی علیہ الرحمۃ کی عظمت۔
۶۰۵	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے استشاد۔	۶۰۲	چھٹی روایت۔
۶۰۷	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے استدلال۔	۶۰۲	شیخ علی بن ہبیتی علیہ الرحمۃ کا مقام۔
۶۰۷	شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی عبارتوں کے چودہ عظیم وہابیت کش فولد۔	۶۰۲	ساتویں روایت۔
۶۰۸	مجموعہ خطب مؤلفہ مولوی عبدالحق کے وہ اشعار جو استفتاء میں مذکور ہیں موافق اہلسنت نہیں ہے۔	۶۰۲	ابوسعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیاء عراق سے ہیں۔
۶۰۸	استفتاء میں مذکور برکات الامداد کی عبارت متعلق بہ استمداد ہے۔	۶۰۲	آٹھویں روایت۔

۶۱۳	کافر کی گواہی قبول نہیں۔	۶۰۹	باب الکفارة
۶۱۳	مدعی کا قول مسموع نہیں۔	۶۰۹	شرع مطہر میں کفارہ اس گناہ پر آتا ہے جو شاعت میں حد سے نہ گزرا ہو، شاعت و قباحت میں حد سے گزرے ہوئے گناہ کے لئے کفارہ موجب معافی نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لئے توبہ صادقہ لازم ہے۔
۶۱۳	بغیر دیکھے کسی مسلمان پر تہمت لگانا کہ اس نے اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کیا سخت حرام قطعی اور گناہ کبیرہ ہے۔ ایسی تہمت لگانے والا سخت عذاب الہی کا مستحق ہوتا ہے۔	۶۱۰	اگر اپنی بیوی کو اپنی بہن یا ماں سے تشبیہ دی تو کفارہ لازم ہوگا لیکن اگر (معاذ اللہ) اپنی بہن یا ماں کو اپنی بیوی بنا لیا تو کوئی کفارہ نہیں۔ بغیر توبہ صادقہ یہ جرم ہرگز معاف نہیں ہو سکتا۔
۶۱۳	آبرو اتارنا زنا کے لئے خاص نہیں مار پیٹ کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔	۶۱۰	قرآن شریف اٹھا کر عہد کرنا اور پھر توڑ دینا قرآن شریف کی توہین ہے جس پر بہت جلد توبہ صادقہ کرے ورنہ عذاب عظیم والیم اور نارنجیم کا منتظر رہے۔
۶۱۳	زنا کی جھوٹی تہمت لگانے والے پر اسی کوڑے کی سزا ہے اور وہ مرد و العیال ہے۔	۶۱۰	قسم توڑنے کا کفارہ غلام آزاد کرنا، دس مسکین کو کھانا دینا یا کپڑا پہنانا ہے اور اس پر قادر نہ ہو تو تین دن پے در پے روزے رکھنا ہے۔
۶۱۵	جہاں اسلامی قانون نہ ہونے کی وجہ سے حد قذف نہ لگائی جاسکے وہاں مسلمان تہمت لگانے والے سے اعلانیہ توبہ کرائیں نہ کرے تو اس سے مقاطعہ کریں۔	۶۱۱	شرابی کی اخروی سزا کا بیان۔
۶۱۵	ظالم کے پاس بیٹھنے سے قرآن مجید نے منع فرمایا۔	۶۱۱	کفارہ یحییٰ منعقد پر ہے یحییٰ غموس کا کفارہ نہیں۔
۶۱۵	اثبات زنا کے لئے کیسے گواہ درکار ہیں۔	۶۱۳	کتاب الحدود والتعزیر
۶۱۵	زنا کی شہادت کے الفاظ کا بیان۔	۶۱۳	زنا کا ثبوت چار یعنی شاہدوں پر ہوتا ہے ورنہ الزام لگانے والے پر اسی کوڑے حد قذف کے لگائے گئے۔
۶۱۵	کسی پر بہتان باندھنا، ناجائز طور پر آبرو لینا، دغا و فریب کسی کے ساتھ ہو، گناہ ہے، شریعت میں اس پر حد مقرر نہیں۔ حاکم شرع اپنی صوابدید سے تعزیر کر سکتا ہے اور تعزیر میں ۳۹ کوڑے سے زیادہ مارنا منع ہے بشرطیکہ بہتان زنا کا نہ ہو ورنہ حد قذف لازم ہے۔	۶۱۳	عورت نے کسی مرد پر زنا کی تہمت لگائی اس پر حد قذف لازم آئی مگر وہاں اسلامی قانون نافذ نہیں اور حد قائم نہیں ہو سکتی۔ تو اب حکم شرعی یہ ہے کہ مسلمان اس سے اعلانیہ توبہ کرائیں۔

۶۱۸	زانی کے نکاح پر زنا سے کوئی اثر نہیں پڑتا مگر یہ کہ اس سے مصاہرت ثابت ہو جیسے اپنی زوجہ کی ماں یا بیٹی سے زنا کرے۔	۶۱۸	زنا کا ثبوت بازاری باتوں سے نہیں ہوتا۔
۶۱۹	توبہ کے بعد زانی وزانیہ سے میل جول میں حرج نہیں۔	۶۱۸	ثبوت زنا کے لئے کافی شہادت شرعیہ یا کافی اقرار زانی وزانیہ لازم ہے۔
۶۱۹	دیوبندی عقیدہ والے مرتدین ہیں ان سے میل جول منع ہے۔	۶۱۸	عورت کا زانیہ ہونا ثابت ہو جائے تب بھی نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا۔
۶۱۹	عورت کے زنا پر شوہر راضی نہ ہو تو اس پر کچھ الزام نہیں۔	۶۱۸	عورت اگر شوہر کے باپ یا بیٹے سے زنا کرے تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی اور نکاح فاسد ہو جائے گا۔
۶۱۹	جو لوگ زنا میں سماعی ہوں یا بعد زنا بلا وجہ توبہ زانی وزانیہ کے حامی ہوئے وہ بھی مستحق سزائے شرع ہیں۔	۶۱۸	زانیہ کو طلاق دینا شوہر پر واجب نہیں۔
۶۲۰	کسی عورت کے ساتھ کسی نے زنا کیا شوہر نے ازراہ چشم پوشی سزا نہ دلوائی، یہ فعل محمود ہے۔	۶۱۸	طلاق جس طرح زبان سے ہوتی ہے اسی طرح قلم سے جبکہ بلا مجبوری شرعی لکھا ہو۔
۶۲۰	مرد زنا کا اقرار کرتا ہے اور عورت انکار کرتی ہے اپنے اپنے بارے میں دونوں کا قول صحیح مانا جائیگا۔	۶۱۸	الکتاب کا خطاب۔
۶۲۱	عورت منکر زنا ہے اور مرد اس سے زنا کا مقرر، توجو شخص ففظ اقرار مرد کی بناء پر عورت پر تہمت زنا لگائے گا سخت گنہگار اور اسی کوڑوں کا سزاوار ہوگا۔	۶۱۸	طلاق نامہ میں طلاق رجعی ہو مگر شوہر طلاق بائن کا اقرار کرے تو بائن ہوگی۔
۶۲۱	مرد مقرر زنا کو زانی قرار دے کر حد جاری کی جائیگی اگر اسلامی سلطنت نہ ہو تو مسلمان اس کو برادری سے خارج کریں اور اس سے میل جول چھوڑ دیں جب تک وہ اعلان توبہ نہ کرے۔	۶۱۸	زانیہ کو طلاق دی تو عورت کو عدت اسی مکان میں گزارنا لازم ہے اور شوہر پر مہر اور نفقہ عدت لازم ہے۔
۶۲۲	بیہودہ بے معنی اور بے اصل گواہوں سے زنا قیامت تک ثابت نہیں ہو سکتا۔	۶۱۸	سزا وہی ہے جو مطابق شرع ہے اس کے خلاف کی خواستگاری ناجائز ہے۔
		۶۱۸	منزل من اللہ کے خلاف فیصلہ کرنے والے ظالم ہیں۔

۶۲۵	گناہ تین قسم کے ہیں: پہلے جو حد کی حد تک نہ ہوں، حد سے بڑھے ہوئے کہ حد بھی اس کا کفارہ نہ ہو سکے، اور متوسط، کہ حد سے پاک ہو جائیں۔	۶۲۳	شہادت سے زنا کے ثبوت کے لئے شرائط کا بیان۔
۶۲۵	شراب نوشی پر حد ہے، پیشاب نوشی پر کیوں نہیں۔	۶۲۳	اگر شہادت زنا کی شرائط پوری نہ ہوں تو خود گواہی دینے والوں پر حد قذف جاری ہوگی۔
۶۲۵	اجنبیہ سے زنا پر حد ہے محارم سے نکاح پر کیوں نہیں۔	۶۲۳	ایک گواہ نے زنا کی عینی شہادت دی کہ کالیل فی المخلیۃ دیکھا۔ دوسرے نے ننگے لیٹے ہوئے ہونے کی، نہ زنا ثابت ہوگا نہ حد جاری ہوگی۔
۶۲۶	ہندہ کے چچا زاد بھائی نے اس کا بازو پشت کی طرف سے پکڑ کر پھیرا، ہندہ اس پر بدعتی کا الزام لگاتی ہے حالانکہ خود بد چلن ہے، اس صورت میں چچا زاد بھائی پر الزام نہیں۔ اگر موٹا کپڑا درمیان میں حائل تھا تو کوئی تصور نہیں ورنہ اس کو موٹھا پکڑنا نہیں چاہئے تھا۔	۶۲۳	زنا کی شہادت میں وقت کا اختلاف ہوا شہادت مردود ہوگی۔
۶۲۶	مسلمان پر تہمت رکھنا افعال شنیعہ سے ہے۔	۶۲۳	عورتیں زنا کے بارے میں گواہ ہو ہی نہیں سکتیں۔
۶۲۶	بھاج سے مذاق اور ہاتھ پائی حرام ہے۔	۶۲۳	سنی سنائی گواہی تو دو کوڑی کے مال میں بھی مقبول نہیں چہ جائیکہ زنا جیسا اہم معاملہ ہو۔
۶۲۶	شوہر جان بوجھ کر چشم پوشی کرتا ہے تو "دیوث" ہے۔	۶۲۳	باہر سے سن کر زنا کی گواہی دینی نامقبول ہوگی۔
۶۲۶	دیوث پر جنت حرام ہے۔	۶۲۳	شوہر اگر اقرار کرے کہ اس کے باپ نے اس کی بیوی سے افعال مثل بوس و کنار وغیرہ کئے، عورت اس پر حرام ہوگئی۔
۶۲۶	کسی کے عزیز واقارب اس کو فحاشی و بے حیائی سے منع نہیں کرتے تو شریک گناہ اور مستحق عذاب ہیں۔	۶۲۳	زنا مسلمہ اور کافرہ سب کے ساتھ حرام ہے، زنا کافرہ کو جو حلال قرار دے تو کفر ہے۔
۶۲۷	جانور سے نابالغ نے جماعت کی تو تنبیہ کی جائے، اور بالغ نے ایسی حرکت کی تو سزا دی جائے اور جانور کو ذبح کر کے جلادیا جائے۔	۶۲۳	زنا کاروں پر توبہ فرض ہے۔
۶۲۸	ہر شخص پر اس کی وسعت کے مطابق بڑے کام سے روکنا ضروری ہے اس میں کوتاہی نہ کرے۔ اور متعلقہ باز نہ آئے تو اس پر کوئی الزام نہیں اور راضی ہو تو خود مجرم، اس سے بھی قطع تعلق کیا جاسکتا ہے۔	۶۲۳	زانی اور زانیہ اپنے کرتوت سے باز نہ آئیں تو ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔
		۶۲۵	محرمت ابدیہ سے نکاح میں حد نہیں۔

۶۲۱	سیاستاً قتل غیر امام کے لئے جائز نہیں، اور امام کو بھی صرف ان کبائر میں قتل جائز ہے جو متعدی الضرر ہوں، صغائر یا کبائر غیر متعدی الضرر میں قتل جائز نہیں۔	۶۲۹	زانی اور زانیہ کو حالت زنا میں پایا تو کیا حکم ہے، اور آتے جاتے ملتے ملاتے دیکھا تو کیا حکم ہے۔
۶۲۲	زاہدی معتزلی ہے اور ہر رطب و یابس کو جمع کرنے میں معروف، غیر ثقہ و غیر معتمد ہے۔	۶۲۹	سیاست کا حق سلطان کو ہے۔
۶۲۳	بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو یا عالم کو مردود، آلو وغیرہ کہنا ناحق ایذاء دینا حرام ہے۔	۶۲۹	ناحق قتل مسلم سخت کبیرہ گناہ اور قاتل پر قصاص لازم ہے۔
۶۲۳	بلاوجہ شرعی جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دی۔	۶۲۹	زانیہ و زانی کے قتل کا حکم مطلق نہیں بلکہ واجب ہے کہ پہلے زجر و ضرب و قہر کریں اگر جدا ہو جائیں تو اب عوام کو ان کا قتل حرام ہے۔ ہاں شہادت اربعہ گزریں یا بروجہ شرعی چار مجلسوں میں چار اقرار تو ان میں سے جو محسن ہو سلطان اسے رجم کرے گا۔
۶۲۵	علماء دین کی شان ارفع و اعلیٰ ہے۔	۶۲۹	زانی اور زانیہ کو قتل کرنے کی اجازت غیر سلطان کو کس صورت میں ہے۔
۶۲۵	شان علماء میں گستاخی کرنے والا منافق ہے اور لائق تعزیر ہے۔	۶۳۰	"قتل زانی بجمالت زنا" کے مسئلہ میں اضطراب اور اس کے درمیان مصنف کی توفیق۔
۶۲۵	اصلاً ہر مسلمان مومن ہے، بعض اطراف کے عرف میں بکھروں کو مومن کہنا ان کی سلیم الطبعی کی وجہ سے ہوگا اور اس لفظ کو بطور طعن استعمال کرنا دوہرا گناہ ہے۔	۶۳۳	ازالہ منکر اگر بغیر قتل کے حاصل ہو سکتا ہے تو قتل کی اجازت نہیں۔
۶۲۵	مومن وہ ہے جس کے ہمسائے اس کی ایذاؤں سے امان میں ہوں۔	۶۳۳	زنا کا سد باب ازالہ منکر ہے اور ازالہ منکر اللہ عزوجل کے لئے ہوتا ہے لہذا اس میں محارم و اجنبی عورتیں برابر ہیں۔
۶۲۶	کسی مسلمان کو اس کے پیشہ کے سبب سے حقیر جاننا برا ہے۔	۶۳۰	مامور بئیسین سے اگر ایک فوت ہو جائے تو دوسری ساقط نہیں ہوتی۔
۶۲۶	نماز نہ پڑھنے پر کسی کو مار پیٹ کی، اس کی گھڑی ٹوٹ گئی تو قیمت دینی ہوگی۔	۶۳۰	احداً المعصیتین کا ارتکاب دوسری معصیت کو مباح نہیں کرتا۔

۶۳۶	مسلمان کے مال کا نقصان اور اس کی ہتک عزت بلاوجہ شرعی حرام ہے۔	۶۳۶	علم الہی سے کسی شیئی کی نفی اس کے علم سے نفی ہے کہ واقع ہونا تو ضرور علم میں ہوتا ہے۔
۶۳۶	نماز پڑھنے کے لئے تنبیہ و تنہیم چاہئے مار پیٹ کا وقت نہیں ہے۔	۶۳۶	شوہر سے بدزبانی ناشکری ہے جس پر عورت کو توبہ چاہئے۔
۶۳۷	کتوں اور سوروں کو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کہنا سخت و شنیع جملہ ہے توبہ اور تجدید اسلام کرے۔	۶۵۰	"الشیخ فی قومہ کالذبی فی امتہ" حدیث کے الفاظ ہیں۔
۶۳۷	کافروں کا نسب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقطع ہے۔	۶۵۰	مثل اور مانند میں بہت فرق ہے۔
۶۳۷	کفار کو کتے اور سور کہنے والے پر کوئی الزام نہیں کیونکہ کافر تو کتوں اور سوروں سے بھی بدتر ہیں۔	۶۵۰	سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایمانی کا ایمان جبرائیل یوں کیوں نہیں فرمایا ایمانی مثل ایمان جبرائیل۔
۶۳۸	بھائی ہونے کی نفی کی، اگر کوئی سلوک ایسا بھی کیا ہو تو نفی کر سکتا ہے ورنہ تین گناہوں کا مرتکب ہے۔	۶۵۰	بلاوجہ کسی مسلمان کو سخت و سست کہنا حرام ہے۔
۶۳۸	کذب صریح، قطع اور ایذائے مسلم کبیرہ گناہ ہیں۔	۶۵۰	سید، عالم بلکہ مرشد زادہ کو سخت و سست کہنا تو اور شدید ہے۔
۶۳۸	جملہ "اچھا ہوا فلاں کے چوری ہو گئی" کے احکام۔	۶۵۰	تین شخصوں کو ہلکا جاننے والا منافق ہے ایک وہ جسے اسلام میں بڑھایا آیا، دوسرا عالم، تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔
۶۳۸	حرام قطعی کا استحسان کفر ہے۔	۶۵۱	مر تکب کبیرہ کے اسلام اور نکاح میں خلل نہیں آتا۔
۶۳۸	حسد حرام ہے۔	۶۵۱	جمع بین الاختین کرنے والا حرام کار ہے اس کا مقاطعہ کرنا چاہئے۔
۶۳۸	کسی کے نقصان پر عداوت کے سبب سے خوش ہونا عداوت کے تابع ہے، اگر عداوت مذمومہ ہے تو یہ بھی قبیح و مذموم، اور اگر عداوت محمودہ ہے جیسے اعداء اللہ سے دشمنی، تو اس میں حرج نہیں۔	۶۵۲	مسلمانوں کو بلاوجہ شرعی مردود، سبلیس کہنا سخت حرام۔
۶۳۹	توبہ کے لئے ندامت اور گناہ سے تبری ضروری ہے۔	۶۵۲	مسلمان کو ایذا دینے کی مذمت قرآن و حدیث سے۔
۶۳۹	عورت نے کہا خدا جانے آپ کو فلاں گھر سے کیوں عشق ہے، مرد نے کہا "خدا جانے" اس پر عورت نے کہا "کچھ بھی خدا جانے نہیں" یہ جملہ کفر نہیں۔	۶۵۲	مسلمان کو کافر کہنے پر سخت و عید۔
		۶۵۲	بلاوجہ شرعی جو شخص دوسروں کو مردود، کافر کہے تو اس کو اس فعل سے توبہ اور شخص متعلقہ سے معافی مانگنی ضروری ہے ورنہ فاسق معلن ہے۔

۶۵۵	امام محمد نے جامع صغیر وغیرہ کتب جو روایت امام ابو حنیفہ حضرت امام اعظم سے روایت کیں، ان امام ابو یوسف کو کنیت سے کیوں یاد نہیں کیا۔	۶۵۲	فاسق معین کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔
۶۵۵	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام صفات کریمہ باری معنی خصائص حضور ہیں کہ کوئی صفت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مماثل و شریک نہیں۔	۶۵۳	عالم کے ساتھ سوء ادبی سے آدمی مستحق تعزیر ہے۔
۶۵۶	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعض صفات کریمہ کا اپنے مستفیضوں اور خادموں اور غلاموں پر تو ڈال دیا جیسے علیم، حلیم اور بشیر و نذیر وغیرہ، ان صفات کی تجلی جس میں متحقق ہو اس پر ان صفات کے اطلاق میں حرج نہیں۔	۶۵۴	یہ کہنا کہ خدا شریک کو بھی بخش دے گا یا یہ کہنا "آیات و احادیث" کچھ نہیں "صریح کفر ہے۔
۶۵۶	گمراہ و بددین فتنہ پرور کو شیطان کہہ سکتے ہیں۔	۶۵۴	حکم کفر کا اطلاق تارک صلوٰۃ پر حدیث شریف میں ہے یہ مسئلہ فقہیہ نہیں کلامی ہے۔
۶۵۶	مومن صالح کو شیطان کہنا شیطان کا کام ہے۔	۶۵۵	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام سادہ اور پیر کا آداب و القاب کے ساتھ سوء ادبی ہے، اور پیر کی عظمت حضور سے زیادہ ہو تو کفر ہے۔
۶۵۷	ماخذ و مراجع۔	۶۵۵	عرب میں کنیت تعظیم ہے۔
		۶۵۵	امام ابو یوسف امام محمد کے استاذ اور امام اعظم کے شاگرد ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

فہرست ضمنی مسائل

تفسیر	صفحہ	موضوع
آیہ کریمہ الطلاق مرتن میں طلاق دونوں قسموں یعنی منجز و معلق کو شامل ہے۔	۱۰۲	تین حیض دو ماہ میں بھی ہو سکتے ہیں اور دو سال میں بھی۔
آیہ کریمہ "الطلاق مرتن" کا شان نزول اور اس میں مختلف اقوال مفسرین۔	۱۸۵	انیس دن میں تین حیض نہیں گزر سکتے۔
تین طلاقوں کے بعد مرد کو رجوع کا اختیار ہوتا تھا جو آیہ کریمہ "الطلاق مرتان" سے منسوخ ہو گیا۔	۱۸۸	طہر کے لئے زیادت کی جانب کوئی حد مقرر نہیں، لہذا ممکن ہے تین حیض تیس برس میں آئیں۔
آیہ کریمہ "اذا نکحتم المؤمنت ثم طلقتموهن من قبل ان یتسوهن فما لکم علیہن من عدۃ" کا مطلب۔	۳۰۶	اذان
فوائد حدیثیہ		فاسق معلن موذن جیسے دینی عہدے کے لائق نہیں۔
"الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ" حدیث کے الفاظ ہیں۔	۶۵۰	نماز
		نمازی کو سلام پھیرتے وقت نیت حاضرین کا قطعاً حکم ہے۔

۲۰۹	اگر تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو طلاق مغلظہ ہوگی، اس شرط پر نکاح کی مختلف صورتوں کے احکام کی تفصیل۔	۵۰۰	قسم کھائی ظہر جماعت سے پڑھے گا۔ دو رکعت ملی حائث ہو گیا کہ تین رکعت تک پانے والا جماعت والا نہیں۔ ہاں جماعت کا ثواب تو نفس شرکت بلکہ بارادہ جماعت گھر سے نکلنے میں ملے گا۔
۲۲۳	فضولی نے کسی کا نکاح کر دیا شوہر نے مہر مقررہ عورت کو بھیج دیا تو نکاح نافذ ہو گیا۔		امامت
۲۲۳	شوہر نے فضولی کے نکاح کے بعد کاغذ پر لکھا کہ میں نے اس نکاح کو نافذ کیا تو نافذ ہو گیا۔	۳۱۸	عدت کے اندر دوسرا نکاح حرام اور قربت زنا ہے اگر نکاح کو علم تھا تو وہ فاسق ہو اور اس کو امام بنانا گناہ ہے اور دانستہ نکاح میں شریک ہونے والے سخت گنہگار ہوئے۔
۲۶۳	باپ دادا کا کیا ہو ان کا نکاح عورت بالغ ہو کر بھی فتح نہیں کر سکتی۔	۲۵۳	قدرت کے باوجود ضعیف و محتاج باپ کی مدد نہ کرنے والا قابل امامت نہیں۔
۲۶۳	باپ دادا کے غیر کا کیا ہونا بالغ کا نکاح وہ بالغ ہوتے ہی رد کر سکتی ہے۔	۶۵۲	فاسق معین کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔
۲۹۶	حاملہ بیوہ سے نکاح ہوا تو انتظار کیا جائے، دو برس کے اندر بچہ ہو تو عدت وضع حمل ہے اور نکاح مذکور فاسد، اور دو برس کے بعد بچہ پیدا ہو تو نکاح مذکور صحیح۔		مساجد
۲۹۶	معدنہ کے نکاح میں جو لوگ واقف حال شریک ہوں سخت گنہگار ہیں۔	۵۸۲	مسجد ویران کی آبادی نہایت اہم کام ہے اور اس میں صرف کرنا مقدم ہے۔
۲۹۶	بیوہ حاملہ سے نکاح باطل محض ہے وضع حمل کے بعد دوبارہ نکاح لازم ہے۔		زکوٰۃ
۲۹۹	مرد و عورت ایک مکان میں مثل زن و شوہر رہتے ہوں اور باہم انبساط زوج و زوجہ رکھتے ہوں تو شرعاً زوج و زوجہ ہی قرار دئے جائیں گے۔	۵۹۹	فقیر کو زکوٰۃ دے اور قرض کا نام لے تو صحیح ہو جائے گی۔
			نکاح

۳۱۹	عدت کے اندر نکاح قطعی حرام ہے۔	۳۰۰	اپنے سامنے نکاح نہ ہونے کو نکاح نہ ہونا سمجھ لینا سخت سفاہت ہے۔
۳۲۳	دیدہ دانستہ عدت کے اندر عورت کا نکاح کیا جائے تو وہ محض باطل ہے، اس کو نکاح ہی نہیں کہہ سکتے۔	۳۰۰	بے انقضائے عدت کے دوسرے سے نکاح حرام و ناجائز اور بعض علماء کے نزدیک اس عقد پر کوئی حکم نکاح اصلاً مرتب نہیں ہوتا۔
۳۵۸	عدت کے اندر نکاح مطلقاً ناجائز ہے۔	۳۰۰	معدتہ غیر سے دانستہ نکاح کرنا باطل محض ہے۔
۴۷۴	جب تک کسی عورت کا شوہر زندہ ہو اور طلاق بھی نہ دی ہو اس عورت کا دوسرا نکاح حرام حرام حرام زنا زنا زنا ہے۔	۳۰۰	جس عورت کو زنا کا حمل ہو غیر زانی کو بھی باوجود حمل اس سے نکاح جائز ہے مگر تا وضع حمل جماع جائز نہیں۔
۴۷۶	شوہر کی زندگی میں بلا طلاق عورت کے دوسرے شخص سے نکاح کی کوئی صورت نہیں۔	۳۰۰	بہن کی موجودگی میں بہنوئی سے نکاح سخت حرام ہے۔
۶۱۸	عورت کا زانیہ ہونا ثابت ہو جائے تب بھی نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا۔	۳۰۱	نکاح فاسد میں متارکہ ضروری جو میاں بیوی دونوں میں سے کوئی بھی کر سکتا ہے۔
	جمع بین الاختین کرنے والا حرام کار ہے اس کا مقاطعہ کرنا چاہئے۔	۳۰۲	عدت میں جانتے ہوئے نکاح کیا تو نکاح باطل اور جماع زنا ہے اور لاعلمی میں کیا تو نکاح فاسد ہے۔
	محرمات	۳۰۳	منکوحہ نے اپنے شوہر سے ناراض ہو کر غیر سے نکاح کر لیا کچھ عرصہ بعد دوبارہ شوہر اول سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اب شوہر اول سے عقد قدیم قائم ہے عقد جدید کی ضرورت نہیں۔
۳۶۲	جب کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرچکا تو اس عورت کی بیٹی اس شخص پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی۔	۳۰۳	منکوحہ عورت کو خالی و حلال سمجھ کر نکاح میں لایا تو اس پر فرض قطعی ہے کہ عورت کو ترک کرے۔ اگر جماعت کرچکا ہے تو عورت ترک سے تین حیض عدت کرے، اس کے بعد شوہر اول کے لئے بے تجدید نکاح رہ سکتی ہے
۳۶۲	مرد پر اس کی مزنہ ار مسموسہ بہ شہوت کے اصول و فروع حرام ہیں۔	۳۱۳	رافضی کا نکاح سنہ سے نہیں ہوتا اس لئے نہ طلاق کی ضرورت ہے نہ عدت کی۔
۳۶۲	جس عورت کے فرج کے داخل کو مرد نے شہوت کے ساتھ دیکھا اس کے اصول و فروع اسی مرد پر حرام ہوں گے۔	۳۱۶	بے طلاق کسی کی عورت گھر میں رکھ لی اور میاں بیوی کی طرح رہنے لگے اس کے بعد شوہر مر گیا تو جب تک نکاح جدید نہ کر لیں میاں بیوی نہ ہوں گے۔

۶۲۳	شوہر اگر اقرار کرے کہ اس کے باپ نے اس کی بیوی سے افعال مثل بوس و کنار وغیرہ کئے، عورت اس پر حرام ہو گئی۔	۳۷۵	رضاعی ماموں سے عورت کا نکاح، نکاح خبیث ہے جو ہرگز قائم نہ رکھا جائے گا، مرد وزن پر فرض عظیم ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں، مرد نہ مانے تو عورت خود جدا ہو جائے۔
	کفایت	۳۷۵	رضاعی ماموں بھانجی نے نکاح کر لیا اور جدا نہیں ہوتے تو حاکم بالجبر انھیں جدا کر دے۔
۳۱۶	غیر کفو سے عورت کب نکاح کر سکتی ہے۔	۳۷۷	ساس سے زنا کیا اس سے بچی پیدا ہوئی، اس لڑکی سے شادی حرام اور اس نکاح حرام سے جو بچہ پیدا ہو اولد الحرام ہے۔
	ولایت	۳۷۸	علاقی بہن کی نواسی سے نکاح حرام قطعی، نکاح خواں، وکیل اور گواہ سخت ترستاہ کبیرہ میں گرفتار ہیں۔
۳۰۷	چچا کا کیا ہونا نابالغ کا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہوگا۔	۳۷۸	زید نے علاقی بہن کی نواسی سے نکاح کیا، چھ برس بعد تفریق ہوئی تو عورت پر عدت ضرور لازم ہے۔
۳۰۷	ولی نے نکاح فضولی کو رد کر دیا پھر اجازت دے تو جائز نہ ہوگا۔	۳۲۲	اگر عورت شوہر کے باپ یا بیٹے سے بدکاری کرے تو نکاح باطل نہیں ہوتا اگرچہ وہ شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے اور متارکہ فی الفور فرض ہو جاتا ہے۔
۳۰۷	نابالغ کی طرف سے اس کا ولی طلاق نہیں دے سکتا۔	۳۲۲	حرمت مصاہرہ سے نکاح مرتفع نہیں ہوتا حتیٰ کہ متارکہ اور انقضائے عدت سے قبل اس عورت کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ناجائز ہوگا۔
۳۲۲	باپ دادا نہ ہوں تو جو ان بھائی حقیقی ولی نکاح ہے، اس کے ہوتے ہوئے ماں کو اختیار نہیں۔	۳۲۳	حرمت مصاہرہ کے بعد شوہر اگر عورت سے وطی کرے تو اس کو زنا قرار دیا جائے گا یا نہیں۔
۳۲۳	معتدہ وفات نابالغہ کے نکاح کا اختیار بعد از اس عدت اس کے باپ کو ہے نہ کہ سر کو۔	۳۹۳	قرآن عظیم نے شوہر دار عورتوں کو حرام قطعی فرمایا ہے۔
		۶۱۸	عورت اگر شوہر کے باپ یا بیٹے سے زنا کرے تو حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائے گی اور نکاح فاسد ہو جائے گا۔

۳۳۳	نابالغہ کے معاف کئے سے مہر معاف نہیں ہو سکتا۔	۳۳۶	ماں نے نکاح کیا، اگر کفو کے ساتھ کیا اور لڑکی نے بالغ ہوتے ہی اس سے انکار نہ کیا، نکاح لازم ہو گیا۔
۳۳۳	صورت جماع میں دوسرے شوہر پر بھی مہر مثل واجب ہے۔	۳۹۱	باپ دادا نہ ہوں تو نابالغوں کی ولایت نکاح کا حق چچا کو ہے۔
۳۵۱	نکاح فاسد میں اگر شوہر نے وطی صحیح کر لی تو مہر مثل اور مہر مستثنیٰ میں سے جو کم ہے وہ دینا لازم ہوگا۔	۳۹۳	ماں مر گئی بچہ کا حق پرورش نانی کو ہے اور اس کے ماں کی ولایت باپ کو حاصل ہے۔
۳۷۵	زید نے رضاعی بھانجی سے نکاح کیا کچھ عرصہ بعد تفریق ہو گئی تو پورا مہر مثل لازم ہوگا نہ کہ مہر مستثنیٰ۔	۳۹۹	نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں کا نگران باپ کے چچا زاد بھائی کے علاوہ نہیں تو ولایت نکاح بھی اسی کو حاصل ہے اور پرورش کے لئے کسی صالح دیندار عورت کو تلاش کیا جائے گا اور ماں کی نگہداشت باپ دادا کا وصی ہو تو وہ کرے ورنہ قاضی اس کے لئے بھی کسی دیندار مسلمان کا انتخاب کرے۔
۳۷۸	محارم سے نکاح کے بعد تفریق ہو تو مرد پر پورا مہر مثل واجب ہوگا مہر مستثنیٰ کا لحاظ نہ ہوگا۔	۴۰۸	نابالغوں کے نکاح کا اختیار عصبات میں چچا کو ہے اگر وہ موجود ہے۔
۳۸۰	زید و ہندہ نکاح کے بعد ایک ہی مکان میں رہتے تھے باہم مواصلت بظاہر نہیں ہوئی، بچہ پیدا ہوا شریعاً چچا زید کا ہے، اگر زید نے طلاق دی پورا مہر واجب ہوگا۔	۴۱۲	باپ کے انتقال کے بعد لڑکی کے نکاح اور مال کی نگہداشت کا حق دادا کو ہے اور نورس تک پرورش کا حق ماں کو ہے۔
۴۱۷	شوہر کو حق جس زوجہ، مہر معجل کی ادائیگی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔		مہر
۴۱۸	مہر معجل نہ ادا ہو تو عورت شوہر کو انتفاع اور رخصتی سے روک سکتی ہے، اور اس صورت میں ناسزہ نہ ہوگی۔	۴۰۲	شوہر نے کہا تو مہر بخشے تو طلاق دوں گا۔ عورت بولی اگر تو طلاق دے تو میں نے مہر بخش دیا، شوہر نے دو طلاق دی، طلاق واقع ہوئی مہر ساقط نہ ہوا۔
۴۲۳	جہاں مہر میں تعجیل یا تاخیر کچھ مذکور نہ ہو تو وہاں حکم عرف و رواج کے مطابق ہوگا۔	۴۱۷	مہر اگر نہ معجل ہو نہ مؤجل تو جب تک موت یا طلاق نہ ہو عورت کو اس کے مطالبہ کا اختیار نہیں۔
۴۲۳	ہمارے بلاد میں عامہ مہر یوں بندھتے ہیں کہ ان میں تعجیل و تاخیر کچھ مشروط نہیں ہوتی تو بیکم عرف و رواج کے مطابق یہاں کی عورتیں جب تک مرگ یا طلاق سے افتراق نہ واقع ہو مہر گز مطالبہ مہر کا استحقاق نہیں رکھتیں، نہ قاضی کو اختیار ہے کہ ایسی صورت میں پیش از افتراق ادائے مہر پر جبر کرے۔	۳۰۷	خلوت صحیحہ سے عدت لازم آجاتی ہے مہر بھی پورا واجب ہوتا ہے۔

	رضاعت	۴۴۱	عورت اگر بلا اکرہ شرعی مہر معاف کر دے تو شوہر کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔
۲۸۸	اڑھائی برس کی عمر کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔	۴۴۲	اگر مہر بلا اقرار زن یا مینہ عادلہ قاضی کے پاس ثابت نہیں ہو سکتا۔
	طلاق	۴۵۸	نکاح محرمات میں ناک پر مہر مثل اور مستی میں سے جو کم ہو وہ واجب ہے۔
۱۱۸	یہ لفظ کہ "نکاح سے علیحدہ کر دوں گا" یہ نرا وعدہ ہے اور وعدہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔	۴۵۸	موطوہ بیوی کو طلاق دینے سے مہر تمام وکمال واجب ہوگا۔
۱۱۸	"طلاق می کتم" کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے بخلاف "طلاق کتم" کے۔	۴۶۰	جو مہر نہ معجل باندھا ہو نہ اس کی کوئی میعاد مقرر کی گئی ہو عورت قبل موت یا طلاق اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔
۱۲۰	عدم اضافت کے سبب طلاق واقع نہ ہونے کی چند مثالیں۔	۴۷۷	مہر کسی خدمت کا معاوضہ نہیں وہ نکاح میں بضع کا عوض ہے۔
۱۲۳	مذکرہ طلاق میں تمام صورتوں میں قضاء طلاق واقع ہو جاتی ہے سوائے ان الفاظ کے جو رد و جواب کی صلاحیت رکھتے ہوں۔	۴۷۷	عورت کے فترا العقل ہونے سے مہر ساقط نہ ہوگا۔
۱۲۳	عدم اضافت کی صورت میں شوہر انکار نیت کرے تو لفظ طلاق سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔	۴۸۳	جب تک طلاق یا موت واقع نہ ہو غیر میعاد مہر واجب الادا نہیں ہوتا۔
۱۳۷	طلاق صریح سے بائن کی نیت کرے تب بھی رجعی ہی واقع ہوگی۔	۶۱۸	زانیہ کو طلاق دی تو عورت کو عدت اسی مکان میں گزارنا لازم ہے اور شوہر پر مہر اور نفقہ عدت لازم ہے۔
۱۳۹	اگر میں تیرے سوا کسی اور عورت سے شادی کروں تو تجھ کو ایسی طلاق کہ تو اپنے نفس کی مالک ہو اس سے ایک طلاق بائن پڑے گی،		جہیز
		۳۹۵	جہیز عورت کی ملک ہوتا ہے اور بعد اس کی مرگ کے فرائض اللہ پر تقسیم پائے گا۔

۲۴۳	"طلاق سمجھی جائے" سے طلاق واقع نہ ہوگی۔	۱۶۶	تیسری طلاق دے دی تو اب بیوی حرام قطعی ہو گئی تجدید نکاح سے بھی حلال نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ حلالہ نہ ہو جائے۔
۲۴۵	"عدم خبر گیری کو طلاق سمجھنا" خبر گیری نہ کی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔	۱۹۲	تیسری طلاق کے بعد عورت خاوند کے لئے بلا حلالہ حلال نہیں ہو سکتی چاہے پہلی طلاق کے بعد رجوع کیا ہو یا نہ کیا ہو۔
۲۶۷	یہ لفظ کہ "میں تجھ کو طلاق دے دوں گا" محض نامعتبر، اور وعدہ ہے، اس سے کچھ واقع نہیں ہوتا۔	۱۹۲	کتب فقہ بلا اختلاف تین طلاقوں کو مطلقاً حرمت غلیظہ کے لئے مثبت بیان کرتی ہیں۔
۲۶۷	"میں تجھ سے کلام کروں تو اپنی ماں بہن سے کلام کروں" یہ جملہ باب طلاق میں لغو ہے۔	۲۰۶	چاروں مذاہب کے چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ تین طلاقیں ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک ہی لفظ میں واقع ہو جاتی ہیں۔
۲۷۲	عورت کو بجائے ماں بہن کہنے سے نیت طلاق ہو تو طلاق، اور حرمت مراد ہو تو ظہار ہے، اور کچھ بھی مراد نہ ہو تو دیا نہ کچھ نہیں۔	۲۱۳	مرد نے بیوی سے کہا تجھ پر تینوں شرط سے طلاق، تو کیا حکم شرعی ہے۔
۲۸۰	عورت کو طلاق کی نیت سے ماں کہنے سے طلاق نہیں ہوتی۔	۲۲۶	غیر مدخولہ کو ایک لفظ سے تین طلاق دینے اور متفرق الفاظ میں تین طلاق دینے کا حکم۔
۲۸۱	بیوی کو بنیت طلاق کہا کہ تو مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن ہے تو ایک طلاق بائن ہو جائے گی۔	۲۲۶	زن غیر مدخولہ بیکارگی تین طلاق کی محل ہے۔
۲۸۱	بیوی کو بلا کسی نیت کے کہا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کے ہے، تو یہ لفظ لغو و مہمل ہوگا طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا۔	۲۲۶	مسئلہ طلاق ثلاثہ کی تفصیل باعتبار حرف عطف اور باعتبار تعلیق و تہذیب اور باعتبار تقدم و تاخر شرط اور باعتبار زن مدخولہ وغیرہ مدخولہ۔
۲۸۱	بیوی کو ماں، بہن یا بیٹی کہنے سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بنیت طلاق کہے۔	۲۳۳	زید نے اپنی بیوی کو کہا کہ تینوں طلاق پوری کر دوں گا، یہ محض وعدہ ہے اور وعدہ سے طلاق نہیں ہوتی۔
۲۸۲	عورت کو طلاق کی نیت سے ماں کہہ کر مشہور کیا تو یہ قضاء طلاق مانی جائے گی، ہاں اگر اس کے قول سے یہ واضح ہو کہ یہ اقرار طلاق اسی غلط فہمی کی بناء پر تھا تو قضاء بھی طلاق نہ ہوگی۔	۲۳۸	فتح نکاح اور آزادی کا لفظ کنایات طلاق سے ہے۔
		۲۴۰	دوسرے نکاح کی اجازت سے طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوگی اور نیت کے بارے میں شومہر کا قول قسم سے معتبر ہوگا۔

۲۸۲	برسام کے مریض نے بیوی کو طلاق دی پھر ٹھیک ہونے کے بعد کہا میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی، بعدہ کہتا ہے کہ میں نے یہ سمجھا تھا کہ حالت برسام میں طلاق واقع ہو جاتی ہے تو کیا حکم ہے۔	۲۸۱	طلاق شوہر کی زبان پر ہے جب وہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق دے دی طلاق ہو گئی، نہ دی تھی تو اب ہو گئی۔
۲۸۹	عورت کو ماں بہن کہنا طلاق ہے نہ ظہار،	۵۲۹	خاوند جب بیوی کو طلاق بائن دے دے تو ولایت منع زائل ہو جاتی ہے۔
۲۹۰	اپنا ٹھکانا دوسری جگہ کر لے، نیت طلاق ہے تو کنایہ ہے، طلاق بائن واقع ہوگی۔	۵۳۱	کسی شخص نے اپنی بیوی کو کہا میں جس عورت سے تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں اس کو طلاق ہوگی، اس کے بعد بیوی کو طلاق بائن یا مغلظہ دے دی پھر کسی عورت سے اس مطلقہ کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو طلاق ہو جائے گی،
۲۹۳	"چھوڑنے" کا لفظ صریح طلاق ہے، اس کے کہنے کے فوراً بعد سے عدت شمار ہوگی۔	۶۱۸	زانیہ کو طلاق دینا شوہر پر واجب نہیں۔
۳۰۷	نابالغ لڑکا اہل طلاق نہیں لہذا اس کے دے سے طلاق نہ ہوگی۔	۶۱۸	طلاق جس طرح زبانی سے ہوتی ہے اسی طرح قلم سے جبکہ بلا مجبوری شرع لکھا ہو۔
۳۰۷	بلوغ پسر سے پہلے بوجہ مخالفت طلاق دلوانا محض باطل ہے۔	۶۱۸	طلاق نامہ میں طلاق رجعی ہو مگر شوہر طلاق بائن کا اقرار کرے تو بائن ہوگی۔
۳۲۲	زوجہ کو ماں کہنا گناہ ہے مگر اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔		کنایہ
۳۳۲	تہمت کی وجہ سے اگرچہ وہ تہمت واقع میں صحیح ہی ہو عورت کا نکاح زائل نہیں ہوتا۔	۱۱۸	لفظ "جواب" کے معانی اور اس کے کنایہ طلاق ہونے کا بیان۔
۳۳۳	فاجرہ عورت کو طلاق دینا شوہر پر واجب نہیں۔	۱۱۹	جو کلمہ صالح رد ہو وہ مطلقاً ہر حال میں محتاج نیت ہے اگرچہ حالت غضب ہو اگرچہ حالت مذاکرہ طلاق ہو۔
۳۳۵	جاہلوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ اگر عورت معاذ اللہ بد وصفی کرے تو نکاح جاتا رہتا ہے، محض غلط ہے۔	۱۱۹	کنایات تین طرح کے ہیں۔
۳۴۲	زنائے زناں موجب بطلان نکاح نہیں۔	۳۷۰	"میرا اس سے کوئی تعلق نہیں" کنایہ ہے اس سے طلاق کے لئے نیت شرط ہے۔
۳۴۲	نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔		

۳۷۰	بعد از لعان حاکم اسلام بچے کا نسب باپ سے منقطع کر کے ماں کے ساتھ ملحق کر دے گا۔	۳۷۰	کنایہ کے وہ الفاظ جو سب و شتم کا احتمال رکھتے ہیں۔
	عنین		رجعت
۳۴۸	زن عنین کا حکم۔	۱۸۵	تین طلاقوں کے بعد مرد کو رجوع کا اختیار نہیں اور عورت خود مختار ہے۔
	متارکہ	۱۸۶	وہ طلاق جس کے بعد رجوع کرنا جائز ہے وہ دوبار طلاق ہے اس سے زائد نہیں۔
۴۵۷	محرمات سے نکاح کی صورت میں متارکہ لازم ہے۔	۲۳۳	وقوع طلاق سے پہلے رجوع عن الطلاق لغو ہے۔
۴۵۷	بصورت متارکہ عورت پر روز متارکہ سے عدت لازم ہے۔	۳۶۳	طلاق رجعی میں مرد کا عدت کے اندر مطلقہ سے وطی کرنا حرام نہیں بلکہ رجعت ہو جاتی ہے۔
	حلالہ		تفویض
۲۳۱	تین طلاقیں واقع ہو جائیں تو از روئے قرآن بے حلالہ شوہر اول کے نکاح میں نہیں آ سکتی۔	۲۳۱	عورت کو طلاق کا اختیار دینے کے ایک اقرار نامہ کی مختلف صورتوں کا شرعی حکم۔
	معاشرت	۲۳۱	تفویض طلاق میں زن و شوہر دونوں میں سے ایک کے کلام میں اضافت کافی ہے۔
۴۲۲	زوجہ کو بلا وجہ تکلیف دینا ایک گناہ اور دوسری زوجہ سے کم رکھنا دوسرا گناہ شدید جس کی تحریم پر قرآن و حدیث ناطق ہیں۔	۲۳۲	جو تفویض طلاق معلق بالشرط ہو بعد وقوع شرط اسی مجلس پر محدود رہتی ہے جس میں عورت کو وقوع شرط کا علم ہوا مجلس بدلنے کے بعد اسے طلاق لینے کا اختیار نہیں رہتا۔
۴۶۳	پہلی عورت مجبوظ الحواس ہو تو دوسری شادی کی اجازت ہے، لیکن دونوں میں عدل ضروری ہے۔		لعان
۴۶۳	ایک عورت مالدار اور ایک غریب ہو تو شوہر مالدار ہو تو مالدار عورت کو مالداروں کا اور غریب کو متوسط اور غریب مالدار عورت کو متوسط اور غریب کو غریبوں کا نفقہ ملے گا۔	۳۷۳	لعان کے لئے قیام زوجیت شرط ہے۔
		۳۷۳	بعد از زوجہ بھی لعان طلاق بائن کے سبب ساقط ہو جاتا ہے۔

۲۰۱	طلاق کو وعظ کہنے پر معلق کیا تو یہ سبیل ممکن ہے کہ عورت کو ایک طلاق دے وہ عدت سے نکل چکے تو وہ وعظ کہے پھر عورت سے دوبارہ نکاح کر لے۔	۲۸۲	فاترا لعقل عورت کا نفقہ ساقط نہیں دو شادیاں کیں جن میں سے ایک فاترا لعقل ہے، عدل و مساوات ضروری ہے۔
۲۰۷	جو حیله ارتکاب کبیرہ بالعمد پر مشتمل ہو اس کا بتانا بھی حرام ہے۔		عتاق
۲۸۹	جن مسائل کا تصفیہ حنفی مسلک پر نہ ہو سکے ان کی کارر آری کی شرعی صورت	۲۳۵	مالک نے اپنے غلاموں کے بارے میں کہا ہذا حرا و ہذا و ہذا تو تیسرا آزاد ہو گیا جبکہ پہلے دونوں میں سے ایک آزاد ہے اس کے تعین کا اختیار مالک کو ہے۔
۵۲۵	ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر زید سے بات کروں تو میری بیوی کو تین طلاقیں، اب چاہتا ہے کہ اس سے بات کرے اور بیوی کو طلاق مغلظہ نہ ہو تو بیوی کو ایک طلاق بانہ دے عدت گزر جانے کے بعد بات کر سکتا ہے اور بعد ازاں بلا حلالہ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔		حیل
۵۵۳	ایک شخص نے قسم کھاتے ہوئے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر میں دنیا کی بربدی اور قیامت کو تیری طرف منسوب کر کے تیرے بھائی سے شکایت نہ کروں تو تجھے طلاق ہے، ایسا شخص قسم سے بری ہونے کے لئے کیا کرے۔	۱۰۲	طلاق کی قسم کھائی تو اب نکاح قائم رہنے کی صورت یہ ہے کہ شرط واقع نہ ہو یا اگر ایک یا دو طلاقیں رجعی کی قسم کھائی ہے تو بعد وقوع شرط رجوع کرے۔
۵۵۸	طلاق مغلظہ کو کسی شرط پر معلق کیا تو مغلظہ سے بچنے کا حیلہ۔	۱۱۳	بیمین مضاف میں طلاق واقع نہ ہونے کی ایک سبیل
۵۸۱	ایک چیز کو نذر کرنے کو کہا اور ہبہ کرنے کو بھی، طریقہ یہ ہے کسی فقیر کو وہ چیز دے دے پھر اس سے خرید کر جس کو ہبہ کرنے کے لئے کہا ہے اس کو دے دے۔	۱۶۷	خاوند نے بیوی کو کہا اگر تو نے نماز نہ پڑھی تو تجھے دو طلاقیں، بعدہ کہتا ہے کہ میں نے اس سے عموم کا ارادہ کیا ہے یعنی تمام عمر کبھی کہیں کوئی نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، تو یہ حیلہ جھوٹ اور خالص فاسد بہانہ ہے۔
		۲۰۰	طلاق مغلظہ کی قسم کھائی تو طلاق سے بچنے کا ایک حیلہ۔

۱۳۴	لفظ کی تبادول عرفی سے اجنبی خارج و بیگانہ و زائد بات اگرچہ عرفاً مقصود حالف ہو منظور نہ ہوگی مگر اغراض مخصوص ضرور ہو سکتی ہے۔	۵۹۶	اگر مجلس گیارہویں شریف یا میلاد شریف منعقد کر کے مال نذر فقیر کی ملک کر دیا تو درست ہے۔
۱۳۴	دلالت لفظ کہ عموم پر تھی بنظر غرض خاص پر مقصود ہو جائے گی یہ مدلول لفظ سے خروج نہیں بلکہ بعض مدلولات پر قصر ہے۔		فوائد اصولیہ
۱۳۶	عام کی تخصیص و تقييد عرف سے جائز ہے۔	۱۰۴	میت صالح اذن نہیں۔
۱۳۷	غرض متکلم اپنی کلام سے کبھی تو کلام کا حقیقی یا مجازی معنی ہوتی ہے اور کبھی لفظ سے خارج کوئی شئی۔	۱۰۴	طرفین کے نزدیک بقاء یمین کے لئے امکان بر شرط ہے جیسا کہ اعتقاد یمین کے لئے شرط ہے۔
۱۳۷	تخصیص عوارض الفاظ میں سے ہے۔	۱۰۶	تعلیق میں تعیم نہ ہو تو ایک بار کے بعد شرط کالعدم ہو جاتی ہے۔
۱۳۹	کلمہ ان تراخی کے لئے آتا ہے جب تک قرینہ فور نہ پایا جائے۔	۱۱۱	کلام میں جب تک اعمال ممکن ہو اہمال سے احتراز چاہئے۔
۱۵۱	یمین کی بناء عرف پر ہے۔	۱۱۳	ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ یمین مضاف منعقد ہے عدم وقوع کی روایت ضعیف ہے۔
۱۵۲	نکرہ چیز نفی میں عام ہو جاتا ہے۔	۱۱۴	الفاظ شرط اور ان کا حکم۔
۱۵۳	نیت حالف اگرچہ دلالت حال کے خلاف ہو اعتبار اسی کا ہوگا۔	۱۱۷	قول منکر کا معتبر ہوتا ہے جبکہ گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں۔
۱۷۱	ہر جزاء کو استقبال لازم ہے۔	۱۳۷	تعلیق ربط مضمون جملہ بمضمون آخر ہے نہ کہ خبط مضمون ربط آخر۔
۱۷۵	فعل حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ چیز نفی میں عام ہو جاتا ہے۔	۱۳۸	ہمارے علماء کے نزدیک وقت حلول شرط سے نزول جزایوں ہوتا ہے کہ گویا اس وقت متکلم بالجزاء منجز واقع ہوا۔
۱۷۶	منتزع، انتزاع کے تابع ہوتا ہے لہذا بلا انتزاع نہیں پایا جاتا اگرچہ منتزع منہ موجود ہو۔	۱۴۴	احناف کے نزدیک الفاظ کا مفاد لغوی بنائے یمین نہیں بلکہ معانی عرفیہ پر بنائے کار ہے۔
۱۷۷	الشیئی المطلق کے مرتبہ میں عموم، کلیت اور اطلاق ملحوظ ہوتا ہے۔	۱۴۴	اغراض و مقاصد جس قدر مفاد لفظ سے زائد ہوں یعنی عموم و اطلاق بھی انہیں متناول نہ ہو ملحوظ نہیں ہوتے۔

۲۴۹	عدم رضائے سابق ولاحق دلیل عدم مقارن نہیں ہو سکتی۔	۱۷۷	تحصیل حاصل باطل ہے۔
۲۸۷	جب تک سبب کفارہ نہ پایا جائے کفارہ لازم نہیں ہوتا۔	۱۷۸	مینی کے فساد سے بناء کافسار ہوتا ہے۔
۳۰۰	عدم علم، علم عدم نہیں۔	۱۸۰	کسی چیز کا انقضاء اس کے تمام افراد منتفی ہونے سے ہو جاتا ہے۔
۳۰۷	الاجازۃ لا تلحق المفسوخ۔	۱۹۸	کلمہ من تعیم کے لئے ہے۔
۳۰۷	زکاح متحقق نہ ہو تو نہ طلاق ہے نہ عدت۔	۲۰۱	بیمین وجود شرط کے بعد مطلقاً ختم ہو جاتی ہے۔
۳۲۸	اگر اباحت بوجہ ضرورت ہو تو جب ضرورت نہ رہے اباحت نہیں رہتی۔	۲۰۲	تملیکات یعنی بیع و ثراء وغیرہ میں تعلیق باطل ہے۔
۳۳۸	اصل اشیاء میں اباحت ہے لیکن فروج میں اصل حرمت ہے۔	۲۰۳	لفظ کلمہ عموم افعال کا تقاضا کرتا ہے جبکہ لفظ کل عموم اسماء کا۔
۴۱۷	ہر وطی معقود علیہ ہے۔	۲۱۱	جواب مضمون سوال کے اعادہ کو ممتنعن ہوتا ہے۔
۴۱۷	تسلیم بعض موجب تسلیم باقی نہیں۔	۲۱۳	شوہر سے چند غلط شرائط کا اقرار نامہ لکھوانے کا حکم۔
۴۱۸	ہنوز ثابت ہی نہیں ساقط کیا ہوگی۔	۲۱۵	جو شرط شریعت کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔
۴۱۸	جس اسقاط کی قسم نہیں کھائی جاسکتی اس کی تعلیق صحیح نہیں۔	۲۱۵	اللہ تعالیٰ کا حکم حق اور اللہ تعالیٰ کی شرط مؤکد ہے۔
۴۳۷	عورت کا نفقہ جزاء احتباس ہے۔	۲۱۹	تاکید مفید شرط جزاء کے درمیان فاصل نہیں ہوتی۔
۴۳۷	اللہ تعالیٰ کی شرط احق ہے۔	۲۳۱	جس تعلیق میں ملک یا اضافت الی الملک نہ پائی جائے وہ باطل ہے۔
۴۳۷	کتاب اللہ کے خلاف شرط معتبر نہیں اگرچہ سو بار ہو۔	۲۳۳	طلاق رجعی کا تعلیق کے سبب بائن ہو جانا باطل قطعی ہے۔
۴۳۹	اسقاط شی قبل از وجوب جائز نہیں۔	۲۳۵	کلمہ "او" تخییر اور "و" شرکت کے لئے ہے۔
۴۴۸	جس معصیت میں حد نہیں اس میں تعزیر ہے۔	۲۴۵	باطل پر کچھ اثر مرتب نہیں ہو سکتا۔
۴۷۴	شرع مطہر اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے۔	۲۴۷	تحقق شرط جزاء کو مستلزم ہے۔
۴۹۷	صدہا مسائل ایسے ہیں جن کا ماخذ عرف پر ہے احکام ایمان کی بناء ہے۔	۲۴۸	تعلیق بالرضاء میں علم برضاد کار نہیں۔
۵۰۶	جملہ مستقلہ بغیر حرف عطف کے ما قبل سے متعلق نہیں ہوتا۔	۲۴۸	اذن بغیر قول مسموع کے نہیں ہو سکتا۔
۵۰۶	فصل اجنبی عمل حلف کو باطل کر دیتا ہے۔		

۵۵۹	شک یقین کو زائل نہیں کر سکتا۔	۵۱۸	قسم میں کلمہ کا لفظ بیشکی کے لئے ہوتا ہے۔
۵۶۰	الفاظ قسم میں عموم و اطلاق ہو تو عموم ہی یقینی ہے نیت تخصیص قضاء معتبر نہ ہوگی۔	۵۱۸	لفظی پر لفظی مفید اثبات ہوتی ہے۔
۵۶۰	دلالت حال عموم میں تخصیص نہیں کر سکتی۔	۵۲۱	فعل اختیار کے بغیر متحقق نہیں رہتا۔
۵۶۱	اس بات کی چند مثالیں کہ محض احتمال کی صورت میں دلالت حال معتبر نہیں۔	۵۲۱	عدمی چیز اختیار کے بغیر بھی متحقق ہو جاتی ہے۔
۵۶۵	قسم میں کسی خاص وصف غیر مذکور کی نیت معتبر نہیں۔	۵۲۲	حاضر میں وصف کا ذکر لغو ہوتا ہے۔
۵۶۵	صفت قیام ترک کلام کی داعی نہیں۔	۵۲۲	قسمیں الفاظ پر مبنی ہوتی ہیں اغراض پر مبنی نہیں ہوتیں۔
۵۶۵	حاضر میں وصف لغو ہے۔	۵۲۶	قسم کا سبب اور داعی ختم ہو جانے کے باوجود قسم باقی رہتی ہے اس کے زوال سے قسم باطل نہیں ہوتی۔
۵۷۰	کوئی شئی مقارنات کے ساتھ متنوع و منقسم نہیں ہوتی۔	۵۳۱	جب قسم کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو تو طرفین کے نزدیک اس شرط کا متصود ہونا ضروری ہے۔
۵۸۳	تعیین مکان نذر میں نامعتبر ہے۔	۵۳۹	قسم گواہوں کا خلیفہ بنتی ہے تو جب اصل ہو جائے تو خلیفہ کی ضرورت نہیں رہتی۔
۵۹۶	ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی ولی کو ایصال ثواب کے لئے اجتماع، نذر و صدقہ کے منافی نہیں۔	۵۳۹	اگر مدعی کے گواہ قاضی کی مجلس میں حاضر ہوں تو بالاتفاق مدعی علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی۔
۶۱۸	الکتب کا لفظ۔	۵۳۷	مقصود کا منتقلی ہونا اور اس کا قصد نہ کرنا دو مختلف چیزیں ہیں۔
۶۳۰	مامور بشیئین سے اگر ایک فوت ہو جائے تو دوسری ساقط نہیں ہوتی۔	۵۵۰	کوئی اختیاری فعل قصد و ارادہ کے بغیر ممکن نہیں۔
۶۳۰	احدا لمحصینین کا ارتکاب دوسری معصیت کو مباح نہیں کرتا۔	۵۵۰	مقصود کے انتفاء سے علی الاطلاق اور علی العموم قسم کا باطل ہونا غلط ہے۔
	فوائد فقہیہ	۵۵۳	جب تک جرم باقی ہو استحقاق انتقام باقی رہتا ہے۔
۱۰۲	تعلیق کو اصطلاحات شرع میں بیہین اور حلف کہا گیا ہے۔	۵۵۷	صلح قسم کو ختم نہیں کرتی۔

۱۶۸	یہ کہنا کہ رجوع کر لینے سے پہلی طلاقیں باطل ہو جاتی ہے گمراہ کلمات ہیں جن پر "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم" ہی پڑھا جاسکتا ہے۔	۱۰۲	تحریم حلال بیمن ہے۔
۱۷۱	انشاء تعلیق اور تعلیق انشاء میں فرق۔	۱۰۶	طلاق صریح عدت کے اندر صریح کو بھی لاحق ہو جاتی ہے۔ اور بائن کو بھی۔
۱۷۱	طلاق باعتبار صدور مرد کی اور باعتبار وقوع عورت کی صفت ہے۔	۱۰۶	طلاق صریح یہ ہے کہ محتاج نیت نہ ہو۔ چاہے بائن ہو یا رجعی۔
۱۷۳	بیمن الفور کی تخصیص غصہ اور بے اعتدالی طبع سے کرنا دیوبندی اجتہاد ہے ورنہ کتب مذہب میں اس کا کوئی نشان نہیں۔	۱۱۳	بیمن مضاف میں طلاق اگر متفرق معلق کیا ہے تو بے حلالہ دوبارہ شادی ہو سکے گی۔
۱۹۰	یہ جزئیہ کہ رجوع کے بعد طلاق کالعدم نہیں ہوتی۔	۱۱۹	حالات تین ہیں رضا، غضب اور مذاکرہ طلاق۔
۱۹۶	بطلان طلاق اور بطلان عمل میں فرق ہے۔	۱۱۹	لفظ "کنایہ" میں شوہر عدم نیت طلاق کی قسم کھائے تو اس کی بات مان لی جائے گی نہ قاضی اس صورت میں حکم طلاق دے سکتا ہے اور نہ ہی عورت اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ سکتی ہے۔
۲۱۲	عرف میں طلاق مغفلہ تین طلاقوں کو ہی کہتے ہیں۔	۱۱۹	کنایہ کی صورت میں عدم نیت طلاق کی قسم شوہر سے عورت گھر میں بھی لے سکتی ہے۔
۲۱۳	شرط مجہول پر طلاق معلق کرنے سے طلاق اصلاً واقع نہ ہوگی۔	۱۲۰	ترک اضافت ہمیشہ مانع حکم طلاق ہے جبکہ شوہر بخلاف انکار نیت کرے۔
۲۱۳	ہر عاقد و حالف کے کلام کو اس کے عرف پر محمول کیا جائے گا۔	۱۳۱	مطلقاً تعلیق سے طلاق بائن واقع نہیں ہوتی۔
۲۱۹	بیوی کو کہانت طالق ان شاء اللہ تو کن صورتوں میں استثنائاً صحیح اور کن میں غیر صحیح ہوگا۔	۱۳۸	بیمن فور سے متعلقہ مسائل۔
۲۳۱	شرط کا بین نامہ قبل از نکاح تحریر ہو اور اس میں نکاح کی طرف اضافت نہ ہو تو وہ شرط محض فضول و باطل ہے۔	۱۵۰	دائن سے مدیون نے حلف لیا کہ تیرے بے اذن باہر نہ جاؤں گا۔ یہ حلف بقاء دین تک رہے گا بعد ادا یا ابراء اذن کی حاجت نہیں۔
۲۳۲	عورت کے ارادہ، رضا اور خواہش پر طلاق کو معلق کرنا تملیک مع التعلیق ہے اور یہ تملیک مجلس تک محدود رہے گی۔	۱۵۳	طلاق مغفلہ سے عورت حرام ابدی نہیں ہوتی البتہ بے حلالہ شوہر اول کے نکاح میں آنے کے قابل نہیں رہتی۔
		۱۶۷	جب طلاق نہ ہوئی تو رجوع کیا اور کس سے رجوع۔

۲۳۵	نفقہ زوجہ جزائے احتباس ہے۔	۲۳۹	اسباب غضب ہزاروں ہیں لہذا کسی ایک سبب پر انحصار درست نہیں۔
۲۴۱	نفقہ اقارب میں منفق کی دو قسمیں ہیں: قادر و عاجز، اور نفقہ زن میں تین قسمیں ہیں: غنی، فقیر، متوسط۔	۲۵۱	زن نامدخولہ تین طلاق دفعی کی محل ہے۔
۲۴۱	غنی فقیر اور متوسط کی اغذیہ کا بیان۔	۲۵۱	طلاق بائن طلاق بائن کو لاحق نہیں ہوتی۔
۲۸۳	عورت کا شوہر سے طلاق مانگنا خلع نہیں ہے۔	۲۸۵	"سمجھتا ہوں" کا لفظ باب ظہار میں تحقیق کے لئے ہے اور باب طلاق میں عدم تحقیق کے لئے۔
۲۸۳	ناگواری کے ساتھ کسی کے خاموش رہنے کو اجازت نہیں سمجھا جائے گا۔	۲۹۸	عورت شیر خوار شوہر پچیس سالہ ایک تنہا مکان میں یکجائی ہوئی تو خلوت صحیح نہ ہوئی۔
۳۹۹	کفارہ اس لئے مقرر ہوا کہ اگر احیاناً حنث واقع ہو تو یہ اس کا مصلح ہو سکے نہ کہ یہ کفارہ پر تکیہ کر کے جھوٹی قسم کھائے۔	۳۱۱	جو طلاق بطور خلع واقع ہو بائنہ ہوتی ہے۔
۵۱۲	گھر میں چھوڑنے کا معنی ترک و تخلیہ ہے جو دو وجہ سے متنی ہو سکتا ہے یا منع بالفعل یا نہی بالقول۔	۳۵۹	خلوت کے معنی یہ ہیں کہ مرد و عورت تنہا ایک مکان میں تھوڑی دیر کے لئے اکٹھے ہوں جہاں مباشرت سے کوئی مانع نہ ہو اگرچہ مباشرت واقع نہ ہو۔
۵۱۷	اپنے ذاتی گھر میں کلی اختیار کا حاصل ہونا اغلب ہے۔	۳۶۸	فقہ میں عام عادت پر حکم دیا جاتا ہے، عادت یہی ہے کہ دو سال سے زائد حمل شکم مادر میں نہیں رہتا، نادر اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔
۵۱۷	نہ چھوڑنے کے لئے کم از کم زبان سے روکنا ضروری ہے۔	۳۷۹	حمل کی کم سے کم مدت اور زائد سے زائد مدت کا بیان۔
۵۲۲	تخصیص حال کی ایک صورت۔	۳۹۰	حق حضانت میں نانا اکتالیسویں درجہ میں ہے۔
۵۲۸	آقائے غلام، بادشاہ نے رعایا یا خاوند نے بیوی کو قسم دی یا خود قسم کھائی کہ تو میری اجازت کے بغیر باہر نہ جائے تو یہ قسم بقاء ملک، بقاء ملک اور بقاء زوجیت کے ساتھ مقید ہوگی۔	۳۹۰	تزوج عصبات کے حق حضانت کے مسقطات میں سے نہیں۔
۵۳۲	قسموں کی بنیاد عرف پر ہوتی ہے۔	۳۹۳	نفقہ وارثوں پر بقدر ارث لازم ہوتا ہے۔
۵۳۲	اجازت صرف عاقل سے متصور ہوتی ہے۔	۴۱۵	مطلقہ کا نفقہ عدت کے بعد شوہر پر واجب نہیں۔
۵۵۰	قسم اختیاری فعل ہے۔	۴۱۵	نفقہ عدت کے تابع ہے۔

۱۳۳	لفظ جواب طلاق کے واسطے موضوع نہیں یہ ایک ہندی کلمہ ہے جو چند معنوں میں استعمال ہوتا ہے لہذا اس سے خاص کر طلاق بائن کا مفہوم سمجھنا دلیل نا فہمی ہے۔	۵۶۲	بیک وقت تین طلاقیں دینا کیوں گناہ قرار دیا گیا۔
۱۴۰	حکم شرعی کے معلوم ہونے پر سوال کی صورت کو تبدیل کرنا مکرو فریب ہے۔	۵۶۲	حلالہ میں صرف نکاح پر اکتفاء نہ کرنے اور مجامعت کو شرعا لازم قرار دینے کی حکمت۔
۲۰۷	مفتی کو یصدق دینا نہیں کہنا چاہئے بلکہ ادب یہ ہے کہ لایصدق قضاء کہے۔	۵۷۲	کلام۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس لئے اس کی قسم شرعی ہے۔
۲۷۵	حتی الامکان عاقل بالغ کے کلام کو مہمل نہ چھوڑا جائے۔	۵۷۹	بیمین تحریم حلال ہی ہے۔
۳۳۸	قول ضعیف پر فتویٰ دینا جہل و مخالف اجماع ہے۔	۵۹۱	نذر غیر شرعی و نذر شرعی کی تنقیح تام۔
۳۳۸	شریعت کو فروج میں سخت احتیاط ملحوظ ہے۔	۵۹۶	مال زکوٰۃ اور خاص نذر کا حکم ایک ہی ہے۔
۳۴۴	چار برس کے بعد بطور خود زوجہ مفقود کا نکاح کرنا کسی امام کا مذہب نہیں ہے۔	۵۹۸	غیر خدا کے لئے نذر فقہی کی ممانعت ہے۔
۵۰۵	جرمانہ کے ساتھ تعزیر کہ مجرم کا کچھ مال خطا کے عوض لے لیا جائے منسوخ ہے۔	۵۹۸	اولیائے کرام کے لئے ان کی حیات ظاہری خواہ باطنی میں جو نذریں کہی جاتی ہے یہ نذر فقہی نہیں۔
۵۰۵	منسوخ پر عمل جائز نہیں۔	۶۲۵	شراب نوشی پر حد ہے۔ پیشاب نوشی پر کیوں نہیں۔
۵۱۷	فقہی احکام کا دار و مدار غالب امور پر ہوتا ہے۔	۶۲۵	اجنبیہ سے زنا پر حد ہے محارم سے نکاح پر کیوں نہیں۔
۵۲۳	دیانت میں صفت داعیہ وغیر داعیہ دونوں یکساں ہیں اس لئے نیت تخصیص ضروری ہے۔	افتاء و رسم المفتی	
۵۲۳	وصف کو ذکر کئے بغیر نیت تو دیانتا بھی معتبر نہیں چہ جائیکہ قضاء۔	۱۱۳	روایات شاذہ ساقطہ پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔
۵۲۳	کسی شخص نے کہا اگر میں باہر جاؤں تو میرا غلام آزاد ہے، اور باہر جانے سے سفر کی نیت کی تو دیانتا اسکی تصدیق کی جائے گی اور کسی خاص مکان مثلاً بغداد کی طرف خروج کی نیت کرے تو صحیح نہیں۔	۱۲۴	جنھوں نے بے علم فتویٰ دیا وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔
		۱۲۵	جو بغیر علم کے فتویٰ دے اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔

۳۶۶	مصنف "بہشتی زیور" کی علماء حرمین شریفین نے نام لے کر تکفیر کی ہے۔	۵۶۵	اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ عورت نہیں کرے گا اور نیت کرے ہاشمی عربی یا ترکی یا کوئی خاص نسب والی کی تو یہ نیت دیناً معتبر ہوگی قضاء نہیں۔
۳۶۸	امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں ایک بچے کی ولادت کا واقعہ جس کے اگلے چاروں دانت ماں کے پیٹ میں ہی نکل چکے تھے۔	۵۹۱	ہر عاقد، حالف، ناذر اور واقف کے کلام کو اسی معنی پر محمول کیا جائے گا جو متعارف ہے۔
۳۷۰	امام ضحاک کی ولادت کا ذکر اور ان کے نام کی توجیہ۔		اسماء الرجال
۳۷۰	امام محدث عبدالعزیز زماجشونی چار برس حمل میں رہے۔	۱۱۳	زاہدی قابل اعتماد راوی نہیں۔
۳۷۰	بنی ماجشون کی عورتوں کی یہ عادت مشہور ہے کہ بچہ ان کے پیٹ میں چار برس رہتا ہے۔	۶۳۲	زاہدی معتزلی ہے اور ہر رطب و یابس کو جمع کرنے میں معروف غیر ثقہ و غیر معتد ہے۔
۵۲۶	سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کے قسم کھانے کا واقعہ۔		تاریخ و ہند کرہ
۵۶۲	ایک شخص کا قصہ جس نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ غیر شخص کو پائے تو قتل کر دے؟	۱۳۸	یمن فور کا استنباط امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔
۵۷۶	حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا عجیب فیصلہ۔	۱۷۶	محققین نے عمدۃ المدققین علامہ سید میر زاہد کی بعض مشہور تدقیقات کا کثیر وجوہ سے رد کیا ہے۔
۶۰۰	حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نذریں قبول فرماتے اور خود بھی تناول فرماتے۔	۱۹۰	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد پر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کر لیا مگر اس کے باوجود وہ طلاق شمار ہوئی۔
۶۰۱	غوث اعظم کی فیاضی اور غریب نوازی کا ایک واقعہ۔		

۶۰۰	سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کھڑاؤں کا کمال۔	۶۰۳	ایک دہقان کا انوکھا واقعہ۔
۶۰۰	سرکار غوث اعظم کی یاد سے نجات ملتی ہے۔	۶۵۵	عرب میں کینت تعظیم ہے۔
۶۰۱	شیخ بقاء بن بطور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فضائل۔	۶۵۵	امام ابو یوسف امام محمد کے استاذ اور امام اعظم کے شاگرد ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
۶۰۱	شیخ منصور بطاحی علیہ الرحمۃ کی عظمت۔		فضائل و مناقب
۶۰۲	شیخ علی بن ہتی علیہ الرحمۃ کا مقام۔	۱۳۸	الفقہاکلہم عبالابی حنیفۃ۔
۶۰۲	ابوسعید قیلوبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکابر اولیاء عراق سے ہیں۔	۱۸۳	امام اعظم ابو حنیفہ اقسام یحییٰ بن کے استنباط میں متفرد ہیں۔
۶۰۳	اولیاء اللہ شیروں پر حکومت کرتے ہیں۔	۳۵۲	ماء واحد سے تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے۔
۶۳۵	علماء دین کی شان ارفع و اعلیٰ ہے۔	۳۶۱	شرع مطہر میں نسب باپ کی طرف سے لیا جاتا ہے صرف امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حکم عام سے مستثنیٰ ہیں۔
۶۳۵	شان علماء میں گستاخی کرنے والا منافق ہے اور لائق تعزیر ہے۔	۳۷۰	امام ضحاک مفسر و محدث ہیں۔
۶۵۵	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام صفات کریمہ باری معنی خصائص حضور ہیں کہ کوئی صفت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مماثل و شریک نہیں۔	۴۰۶	حضرت مولانا محمد وصی احمد محدث سورتی کا ذکر خیر۔
	بیوع	۴۷۴	جو اللہ تعالیٰ کے لئے صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مشکل کھول دیتا ہے۔
۱۳۵	بیع بالعشرۃ دو نوع پر ہے، ایک بیع بعشرۃ مفردہ اور دوسری بیع بعشرۃ مقررہ۔	۴۸۷	مسجد خیر الاماکن ہے۔
	اجارہ	۵۶۳	امام محمد الدین عمر نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن و انس کے مفتی ہیں۔
۳۱۱	مکان کرایہ کا ہو تو دوران عدت اس میں رہنے کا کرایہ خاوند پر لازم ہے۔	۵۹۹	امام اجل ابوالحسن نورالملمۃ والدین علی بن یوسف بن جریر شطرنوفی بے نظیر امام ہیں۔
۳۹۸	وفات پانے والی عورت نے بچہ چھوڑا، اہل حضانت میں صرف ماں کی پھوپھی موجود ہے تو بچہ اسی کی پرورش میں دیں گے۔ اجرت لینی چاہے تو باپ سے دلادیں گے۔	۵۹۹	شمس الدین ذہبی فن رجال کے امام ہیں۔

۴۲۲	عورت نے اپنے نفقہ کے لئے باہمی تراضی یا قضاء قاضی کے بغیر جو قرضہ لیا اس کی ذمہ دار وہ خود ہے اور تراضی یا تقریر قاضی کے بعد اگر اپنے مال سے بھی خرچ کرے تو اس کو شوہر سے وصول کر سکتی ہے۔	۵۹۵	طاعت پر اجارہ باطل ہے۔
۴۳۹	اسقاط دین پیش از وجوب معنی ندارد۔	۵۹۵	متاخرین نے امامت، اذان اور تعلیم القرآن پر اجرت کو جائز قرار دیا ہے۔
۴۶۲	حاکم نے قرض لے کر بچہ پر صرف کرنے کا حکم دیا ہو تو اس کا مطالبہ باپ پر ہے۔		کفالہ
	ہبہ	۴۳۹	کفالہ بشرط براءۃ اصیل حوالہ ہے۔
۲۰۲	ہبہ میں تعلیق باطل ہے۔	۴۴۳	پدر زن وجوب نفقہ سے پہلے اس کو اپنے ذمہ بطور حوالہ نہیں لے سکتا۔ ہاں بطور کفالہ ہو تو صحیح ہے۔
۴۱۲	لڑکی کسی کو ہبہ کر دی شرعا اس کی نہ ہوئی نہ اس کے پاس رہ سکتی ہے نہ اس کے نکاح کی ولایت اس کو حاصل ہے اس پر جو خرچ کیا تبرع ہوا۔	۴۵۵	والد کا متکفل نفقہ پسر وزن پسر ہونا ہمارے بلاد میں معمول ہے۔
۴۸۱	رہنے کو مکان دینا مالک کر دینا نہیں جب تک ولایت تملیک ثابت نہ ہو اور اس کے ساتھ اپنے اسباب وغیرہ سے خالی کر کے قبضہ دلا دینا ضرور ہے۔	۴۶۰	عورت نشوز چھوڑ دے تو اب کفیل سے مطالبہ کر سکتی ہے جبکہ کفالت موقت نہ ہو۔
	ضمان		حوالہ
۴۸۳	عورت کی نافرمانی کی وجہ سے شوہر کام کے لئے نوکر رکھے اس کا تاوان عورت پر نہیں ہے۔	۴۳۹	حوالہ نقل دین ہے۔
۴۸۳	عورت نے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے اعزہ کی شادی وغیرہ پر جو خرچ کیا وہ شوہر وصول کر سکتا ہے۔	۴۴۰	جہاں دین معدوم ہو وہاں حوالہ متحقق نہیں ہو سکتا۔
۶۴۶	نماز نہ پڑھنے پر کسی کو مار پیٹ کی، اس کی گھڑی ٹوٹ گئی تو قیمت دینی ہوگی۔	۴۴۰	جہالت مال کی صورت میں حوالہ صحیح نہیں ہوتا۔
			قرض

دعویٰ	اقرار
۲۲۰ نان و نفقہ نہ ملنے کے بارے میں عورت محتاج گواہان نہیں بلکہ اس کا بیان حلفی کافی ہے	۲۳۷ شوہر نے بعد نکاح اقرار نامہ لکھا، اگر مہر النساء کی رضاد غیبت کے بغیر دوسری شادی کروں تو دوسری کو طلاق، تو عدم رضا کا ثبوت اقرار زوجہ سے ہوا ہے اس کے طلاق واقع نہ ہوگی۔
۲۲۱ اگر میاں بیوی وجود شرط میں اختلاف کریں تو شوہر کا قول قسم کے بعد معتبر ہوگا۔	۲۵۳ جس شرط کا علم عورت کے ہی بتانے سے ہو اُس میں اسی کے قول کا اعتبار ہے۔
۲۸۳ مظاہر کفارہ نہ دے تو عورت اس پر دغوی کر سکتی ہے کہ یا تو کفارہ دے کر جماع کرے یا طلاق دے۔	۳۱۶ جس نے حمل کے لئے اقرار کیا کہ میرے زنا سے ہے اور مستحق سزا ہے۔
۳۵۲ ناکتھرا عورت خواب میں ہمبستری سے حمل ہونے کا دغوی کرے تو اس کا یہ قول مکروہ قرار دیا جائے گا اور ہر گز تسلیم نہ کیا جائے گا۔	۳۱۶ شوہر کے مرنے کے بعد دو سال کے اندر بچہ پیدا ہوا اور عورت عدت ختم ہونے کا اقرار نہ کر چکی ہو تو لڑکا صحیح النسب ہو گا اور اقرار کر چکی ہو تو مجہول النسب ہوگا۔
۳۵۲ جن سے نکاح کا دغوی کرے تو دغوی غلط ہوگا۔	۳۲۱ عورت انقضائے عدت کی دعویدار ہے تو اُس کا قول بقسم معتبر ہوگا۔
۴۴۶ معلقہ عورت حاکم عدالت سے فریاد کر کے طلاق لے سکتی ہے یا نہیں۔	۴۵۷ منکوحہ کی ماں سے زنا کا اقرار کرتے ہی نکاح فاسد ہو جاتا ہے اگرچہ کہے کہ میں نے جھوٹا اقرار کیا۔
۴۴۶ نکاح کے بعد ایک دفعہ صحبت کرنا حق زن ہے، اگر شوہر حق ادا نہ کرے تو عورت قاضی کے یہاں دغوی تفریق کر سکتی ہے۔	حجر
۴۸۱ وعدہ کی بناء پر دغوی نہیں ہو سکتا۔	۲۹۴ عورت کے لئے حد صغر ۹ سال ہے اس سے کم عمر میں جوانی ہر گز نہیں ہوتی۔
۶۱۴ مدعی کا قول مسموع نہیں۔	۲۹۴ عورت کے لئے آثار بلوغ غمیا ہیں۔
شہادت	۲۹۴ آثار بلوغ پائے تو بالغہ ورنہ پندرہ سال کا مسل کی عمر پر جوانی کا حکم کر دیں گے۔
۱۲۳ مدعا علیہ کو شہادت پیش کرنے کا ذمہ دار ٹھہرانا جہالت کا واضح نمونہ ہے۔	

۶۲۳	زنانکی شہادت میں وقت کا اختلاف ہوا شہادت مردوود ہوگی۔	۲۲۱	شرط میں نفی پر بینہ مسموع ہیں۔
۶۲۳	عورتیں زنانے بارے میں گواہ ہو ہی نہیں سکتیں۔	۲۳۹	عدم اذن محل شرط میں گواہوں سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔
۶۲۳	سُنی سنائی گواہی تو دُور کوڑی کے مال میں بھی مقبول نہیں چہ جائیکہ زنا جیسا اہم معاملہ ہو۔	۲۳۹	عدم رضاء و رغبت کا ثبوت شہادت سے نہیں ہو سکتا۔
۶۲۳	باہر سے سُن کر زنانکی گواہی دینی نامقبول ہوگی۔	۳۵۰	شہادت علی النفی مقبول نہیں۔
	قضاء	۳۵۶	نکاح میں ایک گواہ معاینہ اور ایک اقرار بیان کرے تو یہ اختلاف شرعاً موجب رد شہادت ہے۔
۱۲۳	عورت کو خود اپنے معاملے میں بایں معنی قاضی بتانا کہ اس کا حکم مثل حاکم شرح نافذ ہے صریح جہالت ہے۔	۵۷۹	قسم کھا کر وعدہ خلافی کرنے والوں کو نہ حکم بنایا جائے اور نہ ہی اُن کی گواہی سُنی جائے۔
۱۲۴	جو اللہ تعالیٰ کے اتارے پر حکم نہ کریں و ظالم ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ فاسق ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ کافر ہیں۔	۶۱۴	کافر کی گواہی قبول نہیں۔
۳۴۲	خلوت میں عورت نے مہر معاف کیا پھر انکاری ہو کر خدا نترسی کرتے ہوئے قاضی کے پاس شوہر پر دُغوی کر دیا تو قاضی ذمہ شوہر پر مہر کو ثابت قرار دے گا۔ معاملہ باطنی قاضی حقیقی عالم الغیب والشادۃ کے سپرد ہے۔	۶۱۵	اثبات زنانے لئے کیسے گواہ درکار ہیں۔
۳۴۲	قاضی ظاہر پر فیصلہ کرے گا۔	۶۱۵	زنانکی شہادت کے الفاظ کا بیان۔
۳۴۸	شوہر جماع نہ کرے نہ طلاق دے تو قاضی شوہر کو ان دو باتوں میں سے ایک پر مجبور کرے گا اگر نہ مانے قید کرے گا پھر نہ مانے تو ماری سزا کریگا۔	۶۲۲	بیہودہ بے معنی اور بے اصل گواہوں سے زنا قیمت تک ثابت نہیں ہو سکتا۔
۳۴۹	عدم ادا ئے نفقہ کی صورت میں قاضی جبر نہ کریگا۔	۶۲۳	شہادت سے زنانے ثبوت کے لئے شرائط کا بیان۔
۳۵۰	شافعی قاضی کا بسبب عجز نفقہ تفریق کا حکم احناف کے نزدیک بھی نافذ نہ ہوگا۔	۶۲۳	اگر شہادت زنانکی شرط پوری نہ ہوں تو خود گواہی دینے والوں پر حد قذف جاری ہوگی۔
۳۷۶	قاضی حنفی اپنے مسلک کے خلاف حکم نہیں کر سکتا اگر کرے گا تو نافذ نہ ہوگا۔	۶۲۳	ایک گواہ نے زنانکی یعنی شہادت دی کہ کالیل فی المخلدہ دیکھا، دُوسرے نے ننگے لیٹے ہوئے ہونے کی، نہ زنا ثابت ہوگا نہ حد جاری ہوگی۔

۴۷۴	جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے راہ نکال دے گا اور اُسے وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا۔	۴۸۰	شوہر نان و نفقہ سے عاجز ہو تو کیا قاضی کو زوجین میں تفریق کا حق ہے۔
۴۷۵	جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اسے کافی ہے۔	۴۸۰	شوہر نفقہ نہ ادا کرے تو قاضی اس کو مجبور کرے گا یا نفقہ دے یا طلاق دے۔
۴۷۵	جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کا کام آسان کر دے گا۔	۶۱۸	منزل من اللہ کے خلاف فیصلہ کرنے والے ظالم ہیں۔
۴۷۵	اللہ سچا ہے اور اس کے وعدے سچے ہیں، شیطان جھوٹا ہے اور اس کے ڈراوے جھوٹے ہیں۔		عقائد و کلام
۴۸۶	شراب پینا گناہ کبیرہ اور اس کو حلال جاننا کفر ہے۔	۱۳۷	بندہ تغیر حکم شرع کی قدرت نہیں رکھتا۔
۴۸۸	اسلام کا احتمال بعید ہوتے ہوئے بھی کسی پر کفر کا حکم نہیں لگانا چاہئے۔	۱۹۷	حرام قطعی کو حلال کہنا فقہی حکم کے مطابق قطعی کفر ہے۔
۴۸۸	شوہر کے کسی قول یا فعل سے جب تک کُفر ثابت نہ ہو جائے عورت کے نکاح سے نکلنے کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔	۱۹۷	طلاق مغضظ کے بعد عورت کو شوہر کے لئے حلال قرار دینے والے مفتیوں کی بیویاں اُن پر حرام ہو گئیں اُن پر تجدید اسلام اور تجدید نکاح لازم ہے۔
۴۸۸	اُس شخص کا حکم جو یہ کہے کہ نہ میں مسجد میں آتا ہوں نہ اس کی تعمیر میں کوئی درہم دیتا ہوں میرا مسجد میں کیا کام ہے۔	۲۹۷	بہت سے احکام الہی تعبیدی ہیں اور جو معقول المعنی ہیں انکی حکمتیں بھی من و تو کی سمجھ میں نہیں آتیں۔
۵۳۲	مرنے کے بعد جو حیات ملتی ہے وہ دُنوی حیات کا غیر ہے۔	۲۹۷	احکام الہیہ میں چوں اور چہر اور بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم و برکات کا دروازہ بند کرنا ہے۔
۵۳۲	حیات ایک ایسا عارضہ ہے جس کو بعینہما واپس لانا ممکن نہیں۔	۳۱۵	عام روافض زمانہ کافر و مرتد ہیں۔
۵۳۲	رُوح اور حیات ایک دوسرے کے مغایر ہیں۔	۳۳۹	جو اللہ پر بھروسہ کرے اللہ اس کو مخلوق سے بے پروا کرتا ہے۔
۵۵۴	اہلسنت کے نزدیک تو بہ کو قبول کرنا واجب اصلی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں ہوتا۔	۴۷۴	اللہ و رسول سے زنا کی اجازت مانگنی کفر ہے۔
۵۵۴	ماتریدیہ کے نزدیک مطہج کو سزا دینا محال عقلمانی ہے۔	۴۷۴	رزق اللہ پر ہے شوہر رازق نہیں۔

۵۸۳	مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو مٹھوت خانہ کالی گھر کی مثل کہنا گستاخی و توہین و کلمہ کفر ہے۔	۵۵۲	معتزلہ کے نزدیک توبہ کو قبول کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔
۵۸۷	نذر والے کی نیت اگر یہ ہو کہ منت ماننے سے مقدر بدل جائے گا اور تقدیر کا نوشتہ پلٹ جائے گا، توبہ اعتقاد فاسد ہے اور ایسی نذر سے رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔	۵۵۳	توبہ کو قبول کرنا محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔
۶۰۳	اولیا کرام کے علوم غیبیہ۔	۵۶۷	ابقاء جو کہ حی و قیوم کا فعل ہے محققین کے نزدیک وجودی ہے۔
۶۰۳	اولیاء اللہ جانوروں کی گفتگو سمجھتے ہیں۔	۵۶۷	امام الحرمین، امام رازی اور قاضی ابو بکر باقلانی کے مذہب پر بقاء عین وجود ہے نہ کہ وجود پر امر زائد، لہذا بقاء بمعنی ایجاد ہوگا۔
۶۰۴	اولیاء اللہ کے تصرفات و علوم غیبیہ۔	۵۶۷	ائمہ کشف و شہود کے مذہب پر بقاء جو اہر سمیت ہر چیز کے امثال کے تجدد کا نام ہے۔
۶۰۴	ولیوں کے قدموں پر گرنا اور قدمبوسی کرنا۔	۵۶۷	خالق و باری کی طرح صفت قیوم کا اطلاق بھی غیر اللہ پر جائز نہیں بلکہ اس پر علماء نے تکفیر کی ہے۔
۶۰۵	اللہ تعالیٰ اولیاء سے کوئی چیز مخفی نہیں رکھتا۔	۵۶۷	ایسی چیز کی نسبت اللہ کی طرف کرنا جو اس کے شایان شان نہ ہو یا جہالت، نقص اور عجز کی نسبت اس کی طرف کرنا یا صفات مختصہ باللہ کا اطلاق غیر اللہ پر کرنا کفر ہے۔
۶۰۵	ولی خطرہ پر ولی کی نظر۔	۵۶۸	جو بقاء بشر کی طرف سے ہو وہ ترک ازالہ کا نام ہے (نہ کہ ایجاد کا)
۶۰۸	مجموعہ خطب مولفہ مولوی الہ کے وہ اشعار جو استثناء میں مذکور ہیں موافق اہلسنت نہیں ہیں۔	۵۶۸	جو بقاء بشر کی صفت ہے وہ عدم فعل ہے، نہ کہ فعل۔
۶۲۳	زنا مسلمہ اور کافرہ سب کے ساتھ حرام ہے، زنائے کافرہ کو جو حلال قرار دے تو کفر ہے۔	۵۶۸	اس شبہہ کا ازالہ کہ کبھی انسانی بقاء فعل سے بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسے زید کو گھر میں لا کر زنجیر سے باندھنا، تویہ زید کو گھر میں باقی رکھنا ہے۔ حالانکہ باندھنا فعل ہے۔
۶۳۷	سُتوں اور سُوروں کو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کہنا سخت و شنیع جملہ ہے۔ توبہ اور تجدید اسلام کرے۔	۵۶۸	کسی کو باندھنا خود بقاء نہیں بلکہ مستلزم بقاء ہے۔
۶۳۷	کافروں کا نسب حضرت آدم علیہ السلام سے منقطع ہے۔	۵۷۳	صفات الہیہ عین ذات ہیں نہ کہ غیر ذات۔

۶۵۶	حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے اپنی بعض صفاتِ کریمہ کا اپنے مستفیضوں اور خادموں اور غلاموں پر پر تو ڈال دیا جیسے علیم، حلیم اور بشیر و نذیر وغیرہ۔ ان صفات کی تجلی جس میں متحقق ہوا اس پر ان صفات کے اطلاق میں حرج نہیں۔	۶۳۷	کفار کو کتے اور سُور کہنے والے پر کوئی الزام نہیں کیونکہ کافر تو کُتوں اور سُوروں سے بھی بدتر ہیں۔
	سیر	۶۳۸	حرامِ قطعی کا استحسان کفر ہے۔
۲۶۵	نماز روزہ سے مضحکہ کرنے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اس کی بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے۔	۶۳۹	عورت نے کہا خدا جانے آپ کو فلاں گھر سے کیوں عشق ہے، مرد نے کہا "خدا جانے" اس پر عورت نے کہا "کچھ بھی خدا جانے نہیں" یہ جملہ کفر نہیں۔
۲۶۵	غیر مدخولہ کا شوہر اسلام سے خارج ہو جائے تو وہ بلا عدت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے عدت لازم نہیں۔	۶۳۹	علم الہی سے کسی شیئی کی نفی اس علم سے نفی ہے کہ واقع ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا۔
۳۱۵	مرتد و مرتدہ کا نکاح کسی ملت و مذہب والے سے نہیں ہو سکتا، نہ مومنین سے نہ کفار سے۔	۶۵۰	تین شخصوں کا ہلکا جاننے والا منافق ہے، ایک وہ جسے اسلام میں بڑھا پایا، دوسرا عالم، تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔
۳۱۶	قیامِ حدود کے لئے اسلامی حکومت اور امام درکار ہے۔	۶۵۱	مرتکبِ کبیرہ کے اسلام اور نکاح میں خلل نہیں آتا۔
۳۰۳	جس شہر میں کوئی عالم دیندار ہو تو امورِ مسلمین میں اسی کی رائے معتبر ہوگی اور چند علماء ہوں تو اعلم علمائے بلد کو حق ہے۔	۶۵۳	عالم کے ساتھ سُوءِ ادبی سے آدمی مستحقِ تعزیر ہے،
۳۰۳	اگر غیر مسلم حکومتِ مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں آزادی کسی حد تک محدود کر دے تب بھی جہاں تک آزادی ہے اس پر کارروائی لازم ہے۔	۶۵۳	یہ کہنا کہ خدا شرک کو بھی بخش دے گا یا یہ کہنا "آیات و احادیث کچھ نہیں" صریح کفر ہے۔
۳۷۶	جس عورت نے مرتدہ ہونے کا ارادہ کیا وہ اسی وقت مرتدہ ہو گئی۔	۶۵۳	حکم کفر کا اطلاق تارکِ صلوٰۃ پر حدیثِ شریف میں ہے یہ مسئلہ فقہیہ نہیں کلامی ہے۔
۳۸۶	مقاماتِ مقدسہ کی تصویر چھانٹ کر گندگی میں ڈالنا اگر وہابی عقائد کی بنیاد پر ہو کہ یہ سب بدعت ہے۔ تو جہل و گمراہی ہے اور ان مقامات کی تحقیر مقصود ہو تو کفر ہے۔	۶۵۵	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام سادہ اور پیر کا آداب و القاب کے ساتھ سُوءِ ادبی ہے، اور پیر کی عظمت حضور سے زیادہ ہو تو کفر ہے۔

۱۷۳	چھٹی خطاء۔	۴۸۷	دیوتاؤں کی تصویریں ترسین کے لئے لگائے تو گناہ کبیرہ اور تعظیم معبودان مقصود ہو تو کفر ہے۔
۱۷۴	ساتویں خطاء۔	۴۸۷	عورت کو نماز و روزہ سے روکنا اور شراب پینے پر مجبور کرنا پونہی تو گناہ کبیرہ شدیدہ اور فرضیت صلوة یا حرمت خمر کے انکار کے طور پر ہو تو کفر ہے۔
۱۷۴	آٹھویں خطاء۔	۴۸۷	استخفافِ شرع کفر ہے۔
۱۷۴	نویں خطاء۔		ردِّ بد مذہبیاں
۱۷۵	دسویں خطاء۔	۱۱۷	ایک دیوبندی مفتی کے غلط اور جہالتِ صریحہ پر مشتمل فتویٰ کا زور دار اور مدلل ردِ مبلغ۔
۱۷۶	گیارہویں خطاء۔	۱۲۲	دیوبندی مفتی کی جہالتوں میں سے پہلی جہالت کا بیان۔
۱۷۷	بارہویں خطاء۔	۱۲۳	دوسری جہالت کا بیان۔
۱۷۷	تیسریں خطاء۔	۱۲۳	تیسری جہالت کا بیان۔
۱۷۷	چودھویں خطاء۔	۱۲۳	چوتھی جہالت کا بیان۔
۱۷۸	پندرہویں خطاء۔	۱۲۴	پانچویں جہالت کا بیان۔
۱۷۸	سولہویں خطاء۔	۱۲۴	چھٹی جہالت کا بیان۔
۱۷۹	سترہویں خطاء۔	۱۲۵	ساتویں جہالت کا بیان۔
۱۸۰	اٹھارہویں خطاء۔	۱۶۹	دیوبندی مولوی وجیہ اللہ کے فتویٰ کا بچپس ^{۲۵} وجوہ سے ردِ مبلغ۔
۱۸۱	انیسویں خطاء۔	۱۷۰	دیوبندی فتویٰ کی پہلی خطاء۔
۱۸۲	بیسویں خطاء۔	۱۷۱	دوسری خطاء۔
۱۸۲	ایکسویں خطاء۔	۱۷۲	تیسری خطاء۔
۱۸۲	دیوبندی گمراہی کا جوش۔	۱۷۲	چوتھی خطاء۔
۱۸۳	دیوبندی تعلیم نے قرآن و حدیث اور ائمہ قدیم و جدید کا اجماع پس پشت ڈال دیا۔	۱۷۳	پانچویں خطاء۔
۱۸۹	دیوبندی مقصدِ شریعت کو پامال اور جاہلیت کے ظلم و ستم کو دوبارہ زندہ کر رہے ہیں۔	۱۷۳	دیوبندی مفتی کی جہالت کہ شرح و قالیہ کی عبارت کو نہ سمجھ سکا۔

۶۱۹	دیوبندی عقیدہ والے مرتدین ہیں ان سے میل جول منع ہے۔	۱۹۰	بائیسویں خطا۔
	منطق	۱۹۲	دیوبندی تعلیم کی حدیث سے مخالفت۔
۱۳۳	اگر کوئی شیئی معدوم ہو تو اس کی تفتیش موجود ہوتی ہے۔	۱۹۲	تینیسویں خطا۔
۱۵۱	عدم بے سلف کلی متحقق نہیں ہوتا۔	۱۹۲	ہزارہا عبارات دیوبندی مفتی کی گمراہی کے بطلان پر شاہد ہیں۔
۱۵۲	عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی صادق نہیں رہتا۔	۱۹۵	دیوبندی تعلیم ائمہ اُمت کے مخالف ہے۔
۱۷۶	قضیہ طبعیہ کا موضوع کلیت کا معروض ہوتا ہے۔	۱۹۵	چوبیسویں خطا۔
۱۷۶	کلیت مقولات ثانیہ میں سے ہے۔	۱۹۵	دیوبندی مفتی کی انتہائی غباوت اور گمراہی۔
۱۷۶	طبعی قضیہ ذہنیہ ہوتا ہے نہ کہ خارجیہ۔	۱۹۶	نجرت کی بد عقلی اور کج فہمی۔
۱۷۹	دخول مطلق قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے اور وہ اس وقت تک منتفی نہیں ہوتا جب تک جمیع افراد دخول منتفی نہ ہو جائیں۔	۱۹۶	پچیسویں خطا۔
۵۷۰	نکلنے کا حکم نہ دینا اور نہ نکلنے کا حکم دینا یہ دونوں چیزیں آپس میں منافی نہیں۔	۱۹۷	دیوبندی مجتہدین کی دین اور شریعت میں نئی بدعت۔
۵۷۰	وجودی چیز عدمی چیز کی قسم نہیں بن سکتی۔	۲۰۷	وہابی گمراہ بے دین مسئلہ طلاق ثلاثہ میں خلاف کرتے اور حرام کو حلال ٹھہراتے ہیں۔
	نحو	۵۷۱	دیوبندی حضرات دیو جہالت کے ایسے اسیر ہیں کہ سوال سمجھے بغیر اپنا اجتہادی جواب دے دیتے ہیں۔
۵۷۷	فعل متعدی بغیر مفعول بہ کے متحقق نہیں ہوتا۔	۵۷۳	مفتی دیوبندی کے جواب پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا تبصرہ۔
	دُعا	۵۷۳	دیوبندی مفتی کی جہالت کہ رکھنے اور چھوڑنے میں فرق نہ سمجھ سکا۔
۳۶۷	نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا حدیث میں آیا ہے۔	۶۰۷	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی عبارتوں کے پندرہ عظیم و ہایت کُش فوائد۔

۳۶۱	جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اس پر خدا اور سب فرشتوں اور سب آدمیوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔		توبہ واستغفار
۳۷۸	مر تکب کبیرہ کا جہل اس کے گناہ کبیرہ ہونے سے خارج نہیں کرے گا بلکہ خود دوسرا گناہ ہے۔	۲۸۹	تم سے صحبت کروں تو ماں سے زنا کروں، اس قول سے توبہ و استغفار لازم آتا ہے اور بس۔
۳۷۸	عالم کا گناہ ایک گناہ ہے اور جاہل کا گناہ دوہرا گناہ ہے۔	۶۳۹	توبہ کے لئے ندامت اور گناہ سے تبری ضروری ہے۔
۴۱۱	اللہ کی لعنت ہے اس پر جو ماں اور اس کے بچے میں جڈائی ڈالے۔	۶۳۹	شوہر سے بدزبانی ناشکری ہے جس پر عورت کو توبہ چاہئے۔
۴۱۱	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔		ترغیب و تہذیب
۴۹۹	قسموں کو ڈھال بنانے والوں کی قرآن عظیم میں مذمت آئی ہے۔	۱۴۴	شرع مطہر میں مفتری کی سزا سلطان اسلام کے یہاں اسی ۸۰ کوڑے ہیں۔
۵۵۶	طلاق مبغوض اور گناہ مغضوب ہے۔	۱۴۴	شریعت مطہرہ پر افتراء اللہ عزوجل پر افتراء ہے جو بے ایمان ہی کر سکتا ہے۔
۵۵۶	صلح و آشتی محبوب اور شرعاً مطلوب ہے۔	۱۶۹	لوگوں میں بد بخت ترین وہ شخص ہے جو دوسرے کی دنیا کے لئے اپنی آخرت برباد کر دے۔
۵۷۹	عہد پر قائم رہنے والوں پر طعنہ کرنے والوں کے اسلام میں فرق آنے کا خطرہ ہے۔	۲۳۷	دیوث اگر توبہ نہ کرے تو اس پر جنت حرام اور اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہوتی ہے۔
۶۱۰	قرآن شریف اٹھا کر عہد کرنا اور پھر توڑ دینا قرآن شریف کی توہین ہے جس پر بہت جلد توبہ صادقہ کرے ورنہ عذاب عظیم والیم اور نارنجیم کا منتظر ہے۔	۲۳۷	حدیث کی رو سے تین اشخاص جنت میں نہیں جائیں گے: ماں باپ کو ناحق اذیت دینے والا اور دیوث اور مردوں والی وضع بنانے والی عورت۔
۶۱۱	شرابی کی آخری سزا کا بیان۔	۲۳۷	شرابی جنت میں نہیں جائے گا۔
۶۱۳	بغیر دیکھے کسی مسلمان پر تہمت لگانا کہ اس نے اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کیا سخت حرام قطعی اور گناہ کبیرہ ہے، ایسی تہمت لگانے والا سخت عذاب الہی کا مستحق ہوتا ہے۔	۳۴۰	زوجہ مفقود اور اس کے محارم کو ہدایت و نصیحت۔

۲۱۶	شوہر اگر اپنے پاس بلانا چاہے تو عورت کو باپ کے گھر رہنے کا کوئی اختیار نہیں۔	۶۲۶	دیوث پر جنت حرام ہے۔
۲۱۶	عورت شوہر کے پاس آنے سے انکار کرے تو نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی۔	۶۳۳	بلاوجہ شرعی جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دی۔
۲۱۷	بے علم کو علماء سے صرف حکم شریعت دریافت کرنا چاہئے نہ یہ کہ صفحہ و سطر جانچے۔	۶۵۲	مسلمان کو کافر کہنے پر سخت وعید۔
۲۳۷	عورت کو ناچ گانے کی اجازت دینا حرام قطعی ہے اور ایسا کرنے والا شوہر دیوث ہے۔		حظر و اباحت
۲۴۲	شوہر طلاق مغفل دے کر منکر ہو گیا عورت کو طلاق کا یقین ہے تو جیسے ہو سکے اس سے دُور بھاگے اور اس پر قادر نہیں تو وبال شوہر پر ہے۔	۱۲۵	زوجہ کو شوہر سے برگشتہ بنانا شیطان کا کام ہے۔
۲۶۳	صوم و صلوٰۃ کی پابندی لڑکی کی بد خصلت اور بے نماز شوہر سے بیزار ہو کر خلع کرنا چاہتی ہے، کیا شرعاً ایسا کر سکتی ہے۔	۱۲۵	حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان عالی ہے کہ جو کسی مرد سے اس کی زوجہ کو برگشتہ کرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔
۲۷۰	بیوی کو ماں کہنے والا گنہگار اور دروغ گو ہے۔	۱۹۸	طلاق کی قسم شرعاً ناپسندیدہ ہے۔
۲۸۳	اگر کفارہ ظہار کی ادائیگی سے قبل شوہر نے وطی کی تو استغفار کرے اور فقط ظہار کا کفارہ دے۔	۱۹۸	طلاق کی قسم کھانا مودمانہ نہیں منافقانہ فعل ہے۔
۲۸۸	میاں بیوی کا آپس میں ایک دوسرے کو ماں بیٹا کہہ لینا لغو ہے اور یہ کلام باعث گنہگاری ہے۔	۱۹۹	وعظ کیسے واعظ کو کرنا چاہئے۔
۲۸۸	عورت کا پاکستان منہ میں لے لینا کچھ نہیں۔	۱۹۹	جو کسی بات پر قسم کھالے پھر دیکھے کہ اس قسم کا خلاف بہتر ہے تو وہی بہتر کام کرے اور قسم کا کفارہ دے لے۔
۲۸۸	مرد کو بیوی کا دودھ پینا حرام مگر نکاح میں خلل نہیں آتا۔	۱۹۹	اغراض فاسدہ کے لئے وعظ و صلوات اور یہود و نصاریٰ کی سنت ہے۔
۲۹۳	عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کو دوسرے مرد کے ساتھ رہنا یا اس کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔	۱۹۹	نااہل کے وعظ کہنے کی مذمت احادیث کریمہ سے۔
۲۹۷	دورانِ عدت بیوہ نکاح بلکہ نکاح کی گفتگو بھی حرام ہے۔	۲۰۰	کیسے واعظ کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں۔
۲۹۸	سوائے شوہر کے عورت کو کسی کے لئے تین دن سے زائد سوگ جائز نہیں۔	۲۱۵	بیوی اب باپ ہی کے یہاں رہے گی اور موجودہ و آئندہ اولاد کی وہی مالک ہوگی او باپ کے گھر بیٹھے نفقہ پائے گی، یہ سب شرطیں خلاف شرع و مردود ہیں۔

۳۳۰	اللہ تعالیٰ کے فرض کی ادائیگی میں حیلے بہانے نہ کئے جائیں۔	۳۰۰	شرع مطہر بدگمانی کو سخت حرام فرماتی ہے۔
۳۳۱	عدت وفات میں عورتوں کو کیا چیزیں منع ہیں۔	۳۰۰	زنا کے پانی کی شرع میں کوئی حرمت نہیں، نہ اس کے لئے کوئی عدت۔
۳۳۲	عدت کے اندر نکاح کا پیغام حرام ہے۔	۳۰۹	موطوہ بیوی کی عدت گزرنے سے قبل اس کی بہن سے نکاح ناجائز و حرام ہے۔
۳۳۲	عورت کا غیر شخص کے پاس ٹھہرنا حرام ہے۔	۳۱۶	منکوحہ غیر کو بے طلاق اپنے پاس رکھنے والا فاسق معلم ہے۔
۳۳۳	معتدہ وفات کو کن حالات میں موضع عدت سے منتقل ہونے کی اجازت ہے۔	۳۱۷	معتدہ غیر سے لاعلمی میں نکاح کر کے صحبت کی تو صحبت حرام ہے لیکن گناہ نہ ہوگا۔
۳۵۹	معتدہ کے نکاح میں جتنے لوگ اس سے واقف ہو کر شریک و ساعی ہوئے سب حرام عظیم ہیں مبتلا ہوئے۔	۳۱۷	متوفیٰ عنہاز و جہادت میں بصورت صرف دن میں باہر جاسکتی ہے۔
۳۶۱	عورت کو بلا وجہ شرعی گھر سے نکلنے پر شوہر گنہگار ہوگا۔	۳۱۷	عدت کے اندر نکاح حرام ہے۔
۳۶۳	بے نکاح جدید مرد کے لئے عدت بائن میں قربت حرام ہے۔	۳۱۹	جب تک عدت نہ گزرے نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا حرام قطعی ہے۔
۳۶۶	کتاب "بہشتی زیور" کا دیکھنا حرام ہے اس میں بہت مسائل غلط اور بہت باتیں گمراہی کی ہیں۔	۳۱۹	کسی کو پیسے دے کر اس کی بیوی کو طلاق، دلوانا تاکہ خود اس سے شادی کرے یہ رشوت ہے۔
۳۷۷	دوسرے کی عورت بھگالے جانے والا زانی ہے، مسلمان اس سے قطع تعلق کریں اور اس دوران جو بچے پیدا ہوئے ان کا نسب اصل شوہر سے ثابت ہے۔	۳۲۳	پیش از انقضائے عدت نکاح قطعاً ناجائز و حرام ہے اور ان پر جدا ہو نا فرض ہے۔
۳۸۱	بے ثبوت قطعی شرعی کسی کو زانی قرار دینا درست نہیں۔	۳۲۷	عدت وفات میں عورت شوہر کے مکان سے باہر نہیں جاسکتی، ہاں جو عورت کسب معاش کے لئے مجبور ہو وہ دن میں جائے اور رات اس گھر میں گزارے۔
۳۸۱	باوجود فراش صحیح بچہ کو ولد الحرام قرار دینا ناجائز ہے۔	۳۲۸	کن مجبوریوں کے سبب عورت کو عدت وفات میں گھر سے نکلنے کی اجازت ہے۔
۳۱۱	عورت لڑکے کے نامحرم سے شادی کرے تو اس لڑکے کو ماں کی پرورش سے نکال لیا جائیگا لیکن ماں سے ملنے جلنے کو روکنا حرام ہے۔		

۴۷۴	غلبہ خواہش پر قابو پانے کے لئے روزے رکھے جائیں۔	۴۱۹	عورت آٹھویں دن اپنے والدین یہاں بے اذن زواج بھی جاسکتی ہے۔
۴۷۷	مادر زن کا شوہر سے نصف آمدنی مانگنا ظلم ہے جبکہ یہ مقدار نفقہ زن سے زائد ہو۔	۴۲۰	والدین کے علاوہ دیگر محارم کی زیارت کو عورت سال میں ایک مرتبہ جاسکتی ہے چاہے شوہر اجازت دے یا نہ دے۔
۴۷۸	عورت آٹھویں دن دن بھر کے لئے اپنے والدین کی ملاقات کے لئے بے اذن شوہر بھی جاسکتی ہے۔	۴۳۵	وعدہ پر جبر نہیں۔
۴۷۸	غیر محارم کے یہاں عورت شوہر کی اجازت سے بھی نہیں جاسکتی۔ شوہر اگر اجازت دے گا تو کنہگار ہوگا۔	۴۳۳	بد فعلی کرنے والی عورت اپنے جرم کے مطابق مستحق حد یا تعزیر ہوگی شوہر اس کے اس فعل پر راضی نہ ہو اور اس کے حقوق واجبہ میں کوتاہی نہ کرے تو اس پر کوئی وبال نہیں۔
۴۸۰	زید آوارہ بد چلن ہے، علاوہ ازیں بیوی کے نان و نفقہ کا کفیل بھی نہیں ہو سکتا تو بیوی کو اپنے نفس کے روکنے کا اختیار ہے یا نہیں۔	۴۵۴	جن کے نفقے ذمے ہوں ادا نہ کرنا سخت گناہ ہے۔
۴۸۱	وفاء وعدہ پر جبر نہیں۔	۴۵۴	عورت کے نفقہ کا بوجھ دوسرا اٹھاتا ہو تب بھی مستثنیات کے علاوہ بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاسکتی۔
۴۸۳	عورت شوہر کی نافرمانی کرے تو سخت کنہگار ہے۔	۴۵۴	عورت والدین کی زیارت کو آٹھویں دین اور دیگر محارم کے یہاں سال بعد ایک دن بلا اذن شوہر بھی جاسکتی ہے بشرطیکہ رات شوہر کے پاس آجائے۔
۴۸۵	عورت سے زنا متحقق ہونے کے باوجود مرد پر واجب نہیں کہ اسے طلاق دے۔	۴۵۵	عورت کے لیے شوہر کی طرف سے کہیں جانے کی ممانعت واجب العمل ہے۔
۴۸۷	مسجد کی طرف بلانے جانے کے جواب میں کہتا ہے کہ میں شراب خانے شراب پینے جا رہا ہوں، تو کیا حکم ہے۔	۴۵۵	شوہر سرکشی پر آمادہ ہو اور نفقہ نہ ادا کرے تب بھی عورت شوہر کے گھر ہی رہے۔
۴۹۳	عورتوں کو ہوائے نفس کا اتباع کرنا اور اسے کسی امام کے سر رکھنا کوئی دین نہیں۔	۴۵۵	عورت پر واقعی اندیشہ فساد ہو تو شوہر قید خانے میں اپنے پاس رکھنے کی درخواست کر سکتا ہے۔
۴۹۳	ایک عورت کا شوہر پوری طرح بیوی کا حق ادا نہیں کر سکتا اور بوجہ جہالت طلاق بھی نہیں دیتا تو وہ عورت کیا کرے۔	۴۶۰	ناشہ عورت کو طلاق دینا شوہر پر لازم نہیں۔

۵۸۱	جو وعدہ کیا اس سے پھر ناہر گز نہیں چاہئے، قرآن شریف میں اس پر سخت وعید فرمائی گئی ہے۔	۴۹۹	کفارہ میں دیا جانے والا کپڑا ایسا ہونا چاہئے جو تین ماہ سے زیادہ چل سکے اور تمام بدن ڈھک لے۔
۵۸۲	اپنے کاروبار میں غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے متعین حصہ مثلاً سولھواں حصہ برائے ایصالِ ثواب مقرر کیا تو اس رقم کو ہر دینی کام میں صرف کر سکتے ہیں۔	۴۹۹	قصداً بھوٹی قسم کھانا گناہ ہے۔
۵۸۳	چہل تنوں کی منت کی شرعی صورت اور فاضل لہو و لعب کا رد بلیغ۔	۵۰۶	انجمن والوں نے باہم حلف اٹھایا جو نماز نہ پڑھے اس پر اتنا جرمانہ، جو جرمانہ نہ دے اس کو انجمن سے نکال دیا جائے گا، یہ تعزیر شرعی نہیں، نہ اس میں حرج ہے۔
۵۸۳	میلاد مبارک اور گیارھویں، احباب کو کھانا کھلانے، مساجد میں شیرینی لے جانے یا نمازیوں کو کھلانے کی نذر فقہی نہیں لہذا امیر فقیر سب کھا سکتے ہیں۔	۵۰۷	بلا وجہ شرعی قسم توڑنا حرام ہے، ہاں خلاف میں خیر ہو تو قسم توڑ کر کفارہ دے۔
۵۸۹	سر کی منت مانی تو اس کی قیمت کا گوشت بھی دے سکتے ہیں۔	۵۰۹	دھوکا دے کر حج کا بھجوانا ارادہ ظاہر کیا اور اس ذریعہ سے لوگوں سے روپیہ لیا تو سخت مجرم ہے۔
۵۹۰	میلاد شریف کی منت ماننا کیسا ہے۔	۵۰۹	کسی مسلمان پر بدگمانی جائز نہیں۔
۵۹۰	مجلس میلاد شریف کہ طریقہ راجح حرمین شریفین پر ہو اعلیٰ مستحبات سے ہے۔	۵۱۷	فتنہ قتل سے بُرا ہے۔
۵۹۱	مسلمان پر بدگمانی جائز نہیں۔	۵۱۳	جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اٹھانا سخت عظیم گناہ کبیرہ ہے۔
۵۹۷	منت شرعی کا گوشت نہ تو خود کھا سکتا ہے نہ اپنی اصل اور فرع کو کھلا سکتا ہے اور نہ ہی کسی ہاشمی یا غنی کو کھلا سکتا ہے۔	۵۱۳	سچی بات ہو تو قسم بھی کھا سکتے ہیں اور قرآن بھی اٹھا سکتے ہیں۔
۶۱۵	ظالم کے پاس بیٹھنے سے قرآن مجید نے منع فرمایا۔	۵۷۷	چند شخصوں نے مسجد کے اندر کہا کہ جو شخص بیٹی پر روپیہ لے یا قرضدار کے یہاں کھانا کھائے تو کلمہ شریف اور قرآن شریف سے پھرے، اس کا کاغذ بھی لکھا گیا، بعد ازیں کاغذ پھاڑ ڈالا اور وہی کام کرنے لگے، ان کا کیا حکم ہے۔
۶۱۸	سزا وہی ہے جو مطابق شرع ہے اس کے خلاف کی خواستگاری ناجائز ہے۔	۵۷۸	بیٹی پر روپیہ لینا اور قرضدار کے یہاں کھانا اگر قرض کے دباؤ سے ہے تو ناجائز ہے۔

۶۲۸	ہر شخص پر اس کی وسعت کے مطابق بڑے کام سے روکنا ضروری ہے اس میں کوتاہی نہ کرے۔ اور متعلقہ شخص باز نہ آئے تو اس پر کوئی الزام نہیں اور راضی ہو تو خود مجرم، اس سے بھی قطع تعلق کیا جاسکتا ہے۔	۶۱۸	زانی کے نکاح پر زنا سے کوئی اثر نہیں پڑتا مگر یہ کہ اس سے مصاہرت ثابت ہو جیسے اپنی زوجہ کی ماں یا بیٹی سے زنا کرے۔
۶۳۳	ازالہ منکر اگر بغیر قتل کے حاصل ہو سکتا ہے تو قتل کی اجازت نہیں۔	۶۱۹	توبہ بعد زانی و زانیہ سے میل جول میں حرج نہیں۔
۶۳۳	زنا کا سد باب ازالہ منکر ہے اور ازالہ منکر اللہ عزوجل کے لئے ہوتا ہے لہذا اس میں محارم و اجنبی عورتیں برابر ہیں۔	۶۱۹	عورت کے زنا پر شوہر راضی نہ ہو تو اس پر کچھ الزام نہیں۔
۶۳۴	بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو یا عالم کو مردود، اُلُو وغیرہ کہنا ناحق ایذا دینا حرام ہے۔	۶۱۹	جو لوگ زنا میں سماعی ہوں یا بعد زنا بلا توبہ زانی و زانیہ کے حامی ہوئے وہ بھی مستحق سزائے شرع ہیں۔
۶۳۵	مومن وہ ہے جس کے ہمسائے اس کی ایذاؤں سے امان میں ہوں۔	۶۲۰	کسی عورت کے ساتھ کسی نے زنا کیا شوہر نے ازراہ چشم پوشی سزا نہ دلوائی، یہ فعل محمود ہے۔
۶۳۶	کسی مسلمان کو اس کے پیشے کے سبب سے حقیر جاننا برا ہے۔	۶۲۳	زنا کاروں پر توبہ فرض ہے۔
۶۳۶	کسی مسلمان کے مال کا نقصان اور اس کی ہتک عزت بلاوجہ شرعی حرام ہے۔	۶۲۳	زانی اور زانیہ اپنے کرتوت سے باز نہ آئیں تو ان کا بایکٹ کیا جائے۔
۶۳۶	نماز پڑھانے کے لئے تنبیہ و تفہیم چاہئے مار پیٹ کا وقت نہیں ہے۔	۶۲۶	مسلمان پر تہمت رکھنا افعالِ شنیعہ سے ہے۔
۶۳۸	بھائی ہونے کی نفی کی، اگر کوئی سلوک ایسا بھی کیا ہو تو نفی کر سکتا ہے ورنہ تین گناہوں کا مرتکب ہے۔	۶۳۶	بھادج سے مذاق اور ہاتھ پائی حرام ہے، شوہر جان بوجھ کر چشم پوشی کرتا ہے تو "دیوث" ہے۔
۶۳۸	کذب صریح، قطع رحم اور ایذائے مسلم کبیرہ گناہ ہیں۔	۶۲۶	کسی کے عزیز و اقارب اس کو فحاشی و بے حیائی سے منع نہیں کرتے تو شریک گناہ اور مستحق عذاب ہیں۔
۶۳۸	جملہ "اچھا بھلاں کے چوری ہو گئی" کے احکام۔	۶۲۷	جانور سے نابالغ نے مجامعت کی تو تنبیہ کی جائے اور نابالغ نے ایسی حرکت کی تو سزا دی جائے اور جانور کو ذبح کر کے جلا دیا جائے۔
۶۳۸	حسد حرام ہے۔		

	۶۳۸	کسی کے نقصان پر عداوت کے سبب سے خوش ہونا عداوت کے تابع ہے۔ اگر عداوت مذمومہ ہے تو یہ بھی قبیح و مذموم، اگر عداوت محمودہ ہے جیسے اعداء اللہ سے دشمنی، تو اس میں حرج نہیں۔
۶۲۹	۶۵۰	بلاوجہ کسی مسلمان کو سخت و سست کہنا حرام ہے۔
	۶۵۰	سید، عالم بلکہ مرشد زادہ کو سخت و سست کہنا تو اور شدید ہے۔
۶۲۹	۶۵۲	مسلمانوں کو بلاوجہ شرعی مردود یا ابلیس کہنا سخت حرام ہے۔
۶۲۹	۶۵۲	مسلمان کو ایذا دینے کی مذمت قرآن و حدیث سے۔
۶۲۹	۶۵۲	سیاست کا حق سلطان کو ہے۔
۶۲۹	۶۵۲	زانی اور زانیہ کو قتل کرنے کی اجازت غیر سلطان کو کس صورت میں ہے۔
۶۳۱	۶۵۲	سیاستاً قتل غیر امام کے لئے جائز نہیں، اور امام کو بھی صرف ان کبائر میں قتل جائز ہے جو متعدی الضرر ہوں، صفائز یا کبائر غیر متعدی الضرر میں قتل جائز نہیں۔
	۶۵۶	گمراہ و بددین فتنہ پرور کو شیطان کہہ سکتے ہیں۔
۵۹۳	۶۵۶	مومن صالح کو شیطان کہنا شیطان کا کام ہے۔
۵۹۵		نفسیات
۵۹۵	۲۵۰	عورتوں کی غالب عادت یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کا نکاح ثانی پسند نہیں کرتیں۔
۵۹۵	۵۶۳	بسا اوقات عورتیں فرقت کے بعد اپنے سابق خاوند کی دوسری شادی سے عنگیں ہوتی ہیں۔
		اپنی تجارت میں سولھواں حصہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے نذر کیا اس کے مصارف کیا ہوں گے۔
		بے الفاظ نذر زبان سے کہا کہ اپنے منافع تجارت سے سولھواں حصہ نیک کاموں میں اللہ تعالیٰ کے لئے صرف کیا کروں گا تو اس سے محفل میلاد، گیارہویں شریف، افطاری رمضان اور اپنے والدین و سادات علما کی خدمت سب کچھ کر سکتا ہے۔
		نذر کے روپے اپنے اصول، فروع، زوج، زوجہ اور سید کو نہیں دے سکتے۔

۴۳۵	بیوی کو معلق رکھنے والا شوہر گنہگار اور صریح حکم قرآن کا خلاف کرنے والا ہے۔	۵۹۶	اگر خاص الفاظ نذر زبان سے ادا کئے تو اب والدین، سادات اور اغنیاء کو نہیں دے سکتا، دیگر محتاجوں کو دے سکتا ہے اگرچہ اس کی پھوپھی، خالہ، چچا، ماموں اور بہن بھائی ہوں۔
۴۳۷	عورت کو رخصت کرا کر اپنے پاس رکھنا شوہر کا شرعی حق ہے، نفقہ اس کے بدلہ میں ہے، اپنے اس حق کو شوہر خود بھی ساقط نہیں کر سکتا۔	۵۹۶	مال زکوٰۃ اور مال نذر محتاج طالب علموں کو بھی دے سکتے ہیں خواہ کپڑے بنا دے خواہ اناج یا کھانا انھیں دے کر مالک کر دے، ہاں گھر میں بٹھا کر کھلانے سے زکوٰۃ و نذر ادا نہ ہوگی۔
۴۳۷	باپ کا اپنی بیٹی کو بلا وجہ شرعی شوہر کے گھر جانے سے روکنا ظلم ہے۔	۵۹۶	مؤذن کی تنخواہ میں نذر یا زکوٰۃ محسوب نہیں ہو سکتی ہاں اگر بلا تنخواہ اذان دیتا ہے اور محتاج ہے تو دے سکتے ہیں۔
۴۳۶	عورتوں کے حقوق سے متعلق آیات قرآنیہ۔	۵۹۷	جو مصرف زکوٰۃ ہے وہی مصرف نذر ہے۔
۴۳۶	عورت کا سکھنی شوہر پر واجب ہے اس کو معاف کی طرح چھوڑ دینا حرام ہے اور گاہ گاہ اس سے صحبت کرنا بھی واجب ہے۔	حقوق العباد	
۴۳۶	عورت کے اذن و رضائے بغیر چار مہینے تک ترک جماع بلا عذر صحیح شرعی ناجائز ہے۔	۳۳۲	محبوس دائمی کو شرعاً یہ حکم ہے کہ اپنی عورت کو طلاق دے دے۔
۴۵۳	ضرور تمند باپ کی خدمت کر سکتا ہے اور نہیں کرتا ہے تو لڑکا عاق ہے۔	۴۱۷	شوہر کو عورت کے اپنے پاس رکھنے کا حق شرعاً حاصل ہے، اس حق کو خود شوہر بھی کسی اقرار نامہ کے ذریعہ باطل نہیں کر سکتا۔
۴۵۵	بعد ادائے مہر مخجل عورت مطلقاً پابند شوہر ہے اس میں کوئی قید و تخصیص ادائے نفقہ و تکفل حوان کی نہیں۔	۴۲۰	ظالم شوہر کے ظلم سے بچنے کے لئے عورت کو انتقال سکونت کے مطالبہ کا حق ہے۔
۴۷۵	طلاق کے بعد مہر و نفقہ عدت کے علاوہ عورت کا کوئی حق نہیں، بعد طلاق زندگی بھر کے نفقہ کا اقرار نامہ وعدہ ہے جس کو پورا کرنا چاہئے، لیکن یہ واجب نہیں۔	۴۳۰	عورت کو بلا وجہ شرعی نان و نفقہ نہ دینے والا شوہر ظالم و گنہگار اور عورت کے حق میں گرفتار ہے۔
		۴۳۵	شوہر پر فرض ہے کہ بیوی کے نان و نفقہ کی خبر گیری کرے یا طلاق دے دے۔

۲۵۲	اذن و رضاء کا فرق۔		فرائض
۲۶۰	حنفی مذہب سے منسوب ایک من گھڑت مسئلے کا رد۔	۳۲۰	حیض والی عورت طلاق کے ایک مہینہ بعد نکاح کرے تو نکاح عدت کے اندر ہوا اور ایسی عورت کا نکاح سے وراثت کا حق نہ پہنچے گا، اور مہر مثل اور مسٹی سے جو کم ہو وہ پائے گی۔
۲۷۰	از روئے قرآن مجید کسی کی ماں وہی ہے جس نے اسے جنا ہے۔	۳۲۱	نکاح فاسد و باطل میں توارث جاری نہیں ہوتا بلکہ استحقاق ارث نکاح صحیح سے ہوتا ہے۔
۳۰۵	عالمگیری کی دو عبارتوں کی توضیح۔	۳۳۷	جہیز اور مہر عورت کا ترکہ ہے۔
۳۳۰	متوفی عنہا زوجہ کے بارے میں ایک عجیب تجربہ۔	۳۳۷	عورت شوہر اور والدین چھوڑ کر فوت ہوئی اس کا ترکہ چھ ۶ سہام ہو کر تین سہم شوہر، دو سہم پدر اور ایک مادر کو ملے گا۔
۳۶۱	زید کا واداد پٹھان تھا اور وادی اور والدہ سیدانی، اس صورت میں زید سید ہے یا پٹھان۔		متفرقات
۳۶۱	سبیلین کریمین کی اولاد سید ہے نہ کہ بناتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کہ وہ اپنے والدوں کی طرف نسبت کی جائیں گی۔	۱۳۰	علماءِ سوء کے بارے میں ایک شخص اور شیطان کے درمیان گفتگو کا واقعہ۔
۳۶۹	امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دو سال سے زائد بچہ شکم مادر میں رہنے کی روایت۔	۱۳۷	ایک مسئلہ تطبیق میں اقوالِ علماء کے درمیان محاکمہ۔
۵۰۵	حلف کی ایک عبارت کی توضیح۔	۱۳۸	در مختار کی ایک عبارت کی توضیح۔
۵۱۵	مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بطور تحقیق و تنفیح چند امور پر تنبیہ۔	۱۳۴	ایک نکتہ بدیعیہ۔
۵۱۵	مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے ائمہ کی مختلف عبارات میں تطبیق۔	۱۸۱	مکارہ کا کوئی علاج نہیں۔
۵۳۵	تطفل علی الشاہی۔	۲۳۵	اردو زبان میں کسی شہی کا ثبوت پہنچانا اور کوئی شہی ثبوت کو پہنچانا، ان دونوں میں فرق ہے۔
۵۳۳	ردالمحتار کی ایک عبارت کی توضیح و تشریح۔	۲۳۸	عدم رضا اور ترک استرضاء میں بہت فرق ہے۔
۵۵۱	علامہ سائمانی پر تطفل۔	۲۳۹	دل ہر وقت ایک حال پر نہیں رہتا کیونکہ القلب ینقلب۔
۵۷۷	اصول الشاشی اور فصول کی ایک عبارت کی تشریح۔	۲۵۱	اذن کا علم قول سے ہو گا اور محبت و بغض کا نہیں۔

۶۳۵	اصلًا ہر مسلمان مومن ہے، بعض اطراف کے عرف میں بکروں کو مومن کہنا ان کی سلیم الطبعی کی وجہ سے ہوگا اور اس لفظ کو بطور طعن استعمال کرنا دوہرا آنا ہے۔	۵۸۲	چہل تن چالیس شہدا ہیں۔
۶۵۰	مثل اور مانند میں بہت فرق ہے۔	۵۹۶	اہل و عیال اور اولاد کو جو کچھ کھلایا جاتا ہے احادیث میں اس پر صدقہ کا اطلاق آیا ہے۔
۶۵۰	سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ایمانی کا ایمان جبرائیل یوں کیوں نہیں فرمایا: ایمانی مثل ایمان جبرائیل۔	۶۱۴	آبرو اتارنا زنا کے لئے خاص نہیں مار پیٹ کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔
۶۵۵	امام محمد نے جامع صغیر وغیرہ کتب جو بروایت امام ابو یوسف حضرت امام اعظم سے روایت کیں ان امام ابو یوسف کو کنیت سے کیوں یاد نہیں کیا۔	۶۲۵	گناہ تین قسم کے ہیں: ہلکے جو حد کی حد تک نہ ہوں۔ حد سے بڑھے ہوئے، کہ حد بھی اس کا کفارہ نہ ہو سکے۔ اور متوسط، کہ حد سے پاک ہو جائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب تعلیق الطلاق (تعلیق طلاق کا بیان)

مسئلہ ۱: از ضلع مظفر پور ڈاک خانہ رائے پور سب ڈویژن سینٹامڈھی مقام گوری دروازہ سرفراز علیجاں مرسلہ ایوب علی خاں صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

زوج زید نے عقب میں زوجہ ہندہ کے بمقابلہ بکر کے سوگند کھائی کہ ہم اپنے برادر خالد سے کار زمینداری نہ کرائیں گے اگر کرائیں تو اس کی زوجہ کو طلاق ہے، بعد چند روز کے زید نے برادر موصوف سے کام مذکور کرایا اس صورت میں زوجہ ہندہ مطلقہ ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ہوگی تو کون سی دلیل مطلقہ ہونے کی ہے کیونکہ اللہ جل جلالہ نے اپنے کلام مجید فرقانِ حمید میں کسی جگہ ذکر اس قسم کی سوگند کا نہیں کیا، اگر بمجرّد سوگند ہندہ مطلقہ ہوئی تو کون سی صورت نکاح قائم رہنے کی ہے، اور اس سوگند میں کفارہ ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں زوجہ پر ایک طلاق پڑ گئی، اس کی دلیل اجماعِ ائمہ دین کہ جب طلاق کسی شرط پر مشروط کی جائے تو اس شرط کے واقع ہو جانے سے واقع ہو جائے گی،

<p>فی الهدایة اذا اضافہ الی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامرأته ان دخلت الدار فانت طالق</p>	<p>ہدایہ میں ہے کہ اگر طلاق کو شرط کی طرف منسوب کیا ہو تو وہ شرط کے پائے جانے کے بعد واقع ہوگی، مثلاً یوں کہے "اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے"</p>
--	--

وهذا بالاتفاق¹ یہ ضابطہ متفق علیہ ہے۔ (ت)

بلکہ وہ آیہ کریمہ الطلاق مرتین وغیرہ سے ثابت ہے،

فان الايات ذكرت الطلاق بالاطلاق فشمّل المنجز المعلق۔ کیونکہ آیات میں مطلق طلاق کا ذکر ہے جو مشروط اور غیر مشروط دونوں طلاق کو شامل ہے۔ (ت)

اسے سوگند یمن کہنا ایک اصطلاح علمی ہے جس کا پتا آیہ کریمہ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ² (اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے جو حلال فرمایا اسے آپ کیونکہ حرام فرماتے ہیں تا اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قسموں کو حلال فرمانا فرض فرمایا ہے۔ (ت) سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہاں بھی تحریم حلال ہے اور آیت میں تحریم حلال ہی کو یمن فرمایا:

علیٰ کہا بیئنه المحقق علی الاطلاق فی الفتح قبیل باب الیمن فی الدخول والسکنی اقول وللعبد الضعیف ههنا کلام ذکرته علی هامشه۔ جیسا کہ محقق ابن ہمام نے فتح القدر میں دخول و سکنی کے باب سے تھوڑا پہلے بیان فرمایا، اقول (میں کہتا ہوں) یہاں اس عبد ضعیف کو اعتراض ہے جس کو میں نے اس کے حاشیے پر ذکر کیا ہے۔ (ت)

بلکہ تعین طلاق پر حلف کا اطلاق حدیث میں بھی وارد ہے، ابن عساکر حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما حلف بالطلاق مومن ولا استحلف به الامنافق³ مومن طلاق کی قسم نہیں کھاتا اور طلاق کی قسم نہیں لیتا مگر منافق۔ (ت)

مگر اس سوگند میں کفارہ نہیں اللہ عزوجل کی قسم میں ہے نہ بمجرد سوگند طلاق واقع ہوگی بلکہ بعد وقوع شرط واقع ہوگی۔ نکاح قائم رہنے کی صورت یہ ہے کہ شرط واقع نہ ہو یا اگر ایک یا دو طلاق رجعی کی سوگند ہے تو بعد وقوع شرط رجعت کر لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ الهدایہ باب الایمان فی الطلاق المكتبة العربية کراچی ۳۶۵/۲

² کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن انس حدیث ۴۶۳۴۰ کتاب الیمن من قسم الاقوال مؤسسة الرسالة بیروت ۶۸۹/۱۶

³ کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن انس حدیث ۴۶۳۴۰ کتاب الیمن من قسم الاقوال مؤسسة الرسالة بیروت ۶۸۹/۱۶

مسئلہ ۴۳۲: از ملک آسام ضلع جورہاٹ ڈاک خانہ کشنگا بمقام سرانے مرسلہ سید صفاء الدین ۱۹/ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں:

سوال اول: زید نے اپنی پہلی زوجہ ہندہ کے نکاح کے قبل وعدہ کیا تھا کہ اگر بلا اجازت اس زوجہ مسٹلی بہ ہندہ کے نکاح ثانی کروں تو زوجہ ثانی کو تین طلاق، اس صورت میں کیا حکم ہے؟

سوال دوم: زید نے وقت نکاح اپنی زوجہ ہندہ سے یہ شرط کی کہ اگر بلا اجازت تیرے نکاح ثانی کروں تو تجھ کو تین طلاق۔

سوال سوم: زید نے قبل نکاح کے یہ شرط کی کہ میں اگر بلا اجازت اس منکوحہ کے نکاح ثانی کروں تو میرا نکاح باطل، اس صورت میں کس بی بی کو طلاق ہوگی؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جواب سوال اول: اللہم ہدایۃ الحق والصواب (حق و صواب کے لئے رہنمائی فرمات) صورت مستفسرہ میں تعلیق صحیح ہوگی،

ملکیت کے سبب (نکاح) کی طرف اضافت پائے جانے کی وجہ سے اور پہلی بیوی کے نکاح سے قبل اضافت کا ہونا مضر نہیں کیونکہ اس نکاح والی کی طلاق کو معلق نہیں کیا گیا تاکہ اس کے لئے نکاح یا نکاح کی طرف اضافت یا ملکیت یعنی نکاح کے سبب کی طرف اضافت ضروری ہو بلکہ یہ دوسری عورت کی طلاق کی تعلیق ہے جس کو اس کے نکاح کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ (ت)

لوجود الاضافة الى سبب الملك وهو النكاح ولا يضر كونه قبل نكاح الاولى اذ ليس المعلق طلاقاً حتى يحتاج الى ملكها او الاضافة اليه او الى سببه بل طلاق الاخرى وقد اضافة الى نكاحها۔

در مختار میں ہے:

ثبوت تعلیق کی شرط حقیقی ملکیت جیسا کہ لونڈی، یا حکمی ملکیت جیسا کہ منکوحہ بیوی یا عدت میں مصروف بیوی یا ملکیت کی طرف اضافت ہو، مثلاً یوں کہے اگر میں عبد کا مالک بن جاؤں یا تیرا مالک بن جاؤں یا تجھ سے نکاح کروں اھ ملخصاً (ت)

شرطه الملك حقيقة كقنه او حكماً كمنكوحته او معتدته او الاضافة الى الملك كان ملكت عبدا و ملكتك او نكحتك اھ^۱ ملخصاً۔

^۱ در مختار باب التعلیق مطبع مجتہبی، بی بی، ۲۳۰/۱

ردالمحتار میں ہے:

<p>ملکیت کی طرف اضافت جیسے ملکیت کے ساتھ معلق کرنا جیسا کہ مثال بیان ہوئی اور یہ کہ اگر تو میری بیوی ہو جائے یا ملکیت کے سبب کی طرف اضافت ہو یعنی نکاح کی طرف نسبت ہو، مثلاً یوں کہے "جب میں نکاح کروں، یا خریدوں" اھ (ت)</p>	<p>الاضافة اليه بان يكون معلقاً بلاملك كما مثل وكقوله ان صرت زوجة لي او بسبب الملك كالنكاح اى التزوج والشرء اه¹۔</p>
---	---

مگر قبل نکاح ہندہ اس کے لئے کچھ اثر نہیں کہ شرط وہ نکاح ہے جو نکاح ہندہ سے ثانی ہو پس اگر پیش از نکاح ہندہ کسی عورت سے بے اجازت ہندہ نکاح کرے گا سے طلاق نہ ہوگی نہ بعد موت ہندہ اس کا اثر باقی رہے گا کہ شرط اذن ہندہ ہے اور میت صالح اذن نہیں تو بعد موت ہندہ جس سے نکاح کرے گا اس پر بھی طلاق نہ ہوگی اب وہ تعلیق ہی نہ رہی،

<p>کیونکہ قسم کے پورا ہونے کا امکان قسم کے باقی رہنے کیلئے بھی امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس طرح شرط ہے جس طرح کہ ان کے ہاں یہ امکان قسم کے تحقق کے لئے شرط ہے (ت)</p>	<p>فان امكان البر بشرط بقاء اليمين ايضاً عند الطرفين كما هو شرط انعقادها عند هما رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔</p>
---	---

فتح القدیر میں ہے:

<p>جب کسی نے یہ قسم اٹھائی کہ میں فلاں کو یہ چیز نہ دوں گا جب تک دوسرا فلاں اجازت نہ دے، اور دوسرے فلاں کے فوت ہو جانے کے بعد دے تو قسم نہ ٹوٹے گی اھ اسی کی مثل رد المحتار میں بحر سے منقول ہے (ت)</p>	<p>اذا حلف لا يعطيه حتى يا ذن فلان فمات فلان ثم اعطاه لم يحنث اه² مثله في رد المحتار عن البحر۔</p>
---	---

ہاں بقاء میں نکاح ہندہ کچھ شرط نہیں یہاں تک کہ اگر ہندہ اس کے نکاح سے خارج ہو جائے اگرچہ طلاق مغلط سے، تاہم جب تک وہ زندہ ہے اگر بے اس کے اذن کے نکاح ثانی کرے گا زوجہ ثانیہ پر تین طلاقیں پڑ جائیں گی،

<p>عورت کا کوئی حکم خاوند پر لازم نہیں، خاوند کے لئے</p>	<p>فان المرأة لا حکم لها على بعل</p>
--	--------------------------------------

¹ ردالمحتار باب التعليق دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۹۵/۲

² فتح القدیر

<p>زوجیت اور عدم زوجیت دونوں حال برابر ہیں، اس کے برخلاف بیوی کے لئے خاوند کا حکم الزم ہے کیونکہ بیوی باہر نکلنے اور دیگر امور میں خاوند کی اجازت کی شرعاً محتاج ہے جب تک زوجیت باقی ہے تو خاوند کا بیوی کو یہ کہنا کہ تو میری اجازت کے بغیر باہر نہ نکل اسی عرف اور شرعی ضابطہ کی طرف سے پابندی ہے، لیکن خاوند تعلق کے ماسوا بیوی کی کسی اجازت کا محتاج نہیں ہے اور یہاں خاوند نے کوئی تفصیل بیان نہیں کی، لہذا بیوی سے نکاح ختم ہو جانے کے بعد بھی خاوند بیوی کی زندگی بھر میں اجازت کے بغیر دوسری عورت سے نکاح کرے گا تو دوسری کو طلاق ہو جائیگی۔ (ت)</p>	<p>فحال الزوجية وعدمها سواء بخلاف الرجل فانها تحتاج شرعاً الى اذنه في خروجها وغيره من امور كثيرة مادامت الوصلة باقية فاذن الرجل في مثل قوله لا تخرج الاباذنى ينصرف الى ذلك المعهود والثابت بالشرح اما هي فلم تحتاج الى اذنها الا بالتعليق ولم يفصل فيه فليتنظم اذنها مادامت حية وان زال النكاح۔</p>
--	---

ردالمحتار باب اليمين في الضرب والقتل میں ہے:

<p>اگر خاوند نے بیوی کو کہا میں جس عورت سے بھی تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو اس کو طلاق ہوگی، اب خاوند نے بیوی کو طلاق بائنہ یا تین طلاقیں دے دیں اس کے بعد اس نے کسی عورت سے پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو طلاق واقع ہو جائیگی کیونکہ اس نے قسم میں اجازت کو بیوی کے نکاح سے مقید نہ کیا تھا، اور یہ اجازت نکاح کے ساتھ مقید تب ہوتی جب عورت اپنے نکاح کی وجہ سے اذن یا منع کی ولایت حاصل کرتی ہے، فتح میں ہے، یعنی اس کے برخلاف خاوند کو نکاح کی وجہ سے ولایت اذن خود بخود حاصل ہو جاتی ہے، اور ایسے قرض دینے والے کو خود بخود قرض لینے والے پر ولایت حاصل ہو جاتی (کہ جب چاہے مطالبہ کرے) جیسا کہ ذخیرہ میں ہے۔ (ت)</p>	<p>لو قال لامرأته كل امرأة اتزوجها بغير اذنك فطالق فطلق امرأته طلاقاً بائناً او ثلاثاً ثم تزوج بغير اذنها، طلقت لانه لم ينتقيد يمينه ببقاء النكاح لانها انما تنتقيد والمنع بعقد النكاح اه فصح اي بخلاف الزوج فانه يستفيد ولاية الاذن بالعقد وكذا رب الدين كما في الذخيرة¹۔</p>
---	---

پس حاصل حکم یہ کہ اگر بعد نکاح ہندہ بحالت حیات ہندہ طلاق ہندہ بے اذن ہندہ کسی

¹ ردالمحتار باب اليمين في الضرب والقتل دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۶/۳

عورت سے نکاح کرے گا تو نکاح کرتے ہی فوراً وہ زوجہ ثانی تین طلاقوں سے مطلقہ ہو جائے گی مگر اس کا اثر ایک باہر کر ختم ہو جائے گا یعنی اس کے بعد اگر پھر اور نکاح بے اذن ہندہ کرے گا اگرچہ بعد حلالہ اسی زوجہ ثانیہ سے، تو اب طلاق نہ ہوگی کہ تعلیق میں تعیم نہ تھی کہ جتنے نکاح بے اذن کرے سب میں طلاق پڑے، لہذا صرف ایک بار پر انتہا ہو کر آئندہ کچھ اثر نہ ڈالے گی،

فی التنبیہ ینحل الیمن اذا وجد الشرط مرة الا فی کلماً ¹ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	تنبیہ میں ہے کہ قسم ایک دفعہ شرط کے پائے جانے سے ختم ہو جاتی ہے الایۃ کہ اس نے قسم میں "کلماً" (جب بھی) کا لفظ استعمال کیا ہو تو قسم ختم نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
--	--

جواب سوال دوم: اگر یہ شرط ایجاب و قبول سے پہلے کی اگرچہ اس کے متصل بلا فصل ہی ایجاب و قبول واقع ہوئے جب تو محض باطل و بے اثر ہے لعدم الملك والاضافة جیباً (ملکیت اور اس کی طرف اضافت بھی نہ ہونے کی وجہ سے۔ ت) پس اگر سو نکاح بے اجازت ہندہ کرے گا ہندہ پر طلاق نہ ہوگی اور اگر بعد ایجاب و قبول کی اگرچہ فوراً بلا تاخیر تو یقیناً صحیح ہوگی لوقوعہ فی الملك (ملکیت میں وقوع کی وجہ سے۔ ت) اب جب تک ہندہ اس کے نکاح یا عدت طلاق غیر مغلط میں بے اجازت ہندہ نکاح ثانی کرے گا ہندہ پر تین طلاقیں ہو جائیں گی۔

فی الدر المختار الصریح یلحق الصریح والبائن بشرط العدة. الصریح ما لا یحتاج الی نية. بائن کان الواقع به اور جیباً فتح فمنه الطلاق الثلاث فیلحقهما ² اھملخصاً۔	در مختار میں ہے: صریح طلاق، صریح اور بائنہ کو لاحق ہو سکتی ہے بشرطیکہ وہ پہلی بائن کی عدت میں واقع ہو۔ صریح وہ ہوتی ہے جس میں نیت کی ضرورت نہ ہو خواہ اس سے رجعی طلاق پڑے یا بائنہ پڑے، فتح، تو اسی قبیل سے مغلط طلاق ہے تو یہ رجعی اور بائنہ دونوں کو لاحق ہو سکتی ہے، اھ، ملخصاً (ت)
--	--

ہاں اگر اس نکاح ثانی سے پہلے ہندہ کو طلاق ایک یا دو اڑیں اور عدت گزر گئی اور اسی حالت میں کہ وہ اس کے نکاح سے باہر ہے بے اس کی اجازت کے نکاح ثانی کیا تو ہندہ پر طلاق نہ ہوگی کہ اس حالت میں وہ طلاق کی محل ہی نہیں اور اس نکاح ثانی سے وہ تعلیق ختم ہو جائے گی یہاں تک کہ اب اگر ہندہ سے پھر نکاح کرے اور اس کے بعد کتنے ہی نکاح بے اجازت ہندہ کرے تو ہندہ پر طلاق نہ ہوگی، یونہی

¹ در مختار باب التعلیق مطبع جتباتی، دہلی، ۲۳۱/۱

² در مختار باب الکنایات مطبع جتباتی، دہلی، ۲۲۵/۱

اگر ہندہ کو قبل از نکاح تین طلاقیں دے دیں تو اب کسی صورت میں نکاح ثانی بے اجازت ہندہ سے ہندہ پر طلاق نہ پڑے گی اگرچہ یہ نکاح اس وقت کرے جبکہ ہندہ بعد حلالہ اس کے نکاح میں آچکی ہو لانتہاء التعلیق بتنجیز الثلاث (تین غیر معلق طلاقوں کے باعث تعلیق ختم ہونے کی وجہ سے۔ ت) ہدایہ میں ہے:

<p>تعلیق اور یمین کے بعد ملکیت کا ختم ہونا یمین کو باطل نہیں کرتا کیونکہ یمین کا محل ابھی باقی ہے، پھر اگر شرط ملکیت کے دوران پائی جائے تو یمین و قسم ختم ہو جاتی ہے اور طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اگر ملکیت کے بغیر شرط پائی جائے تو شرط کی وجہ سے قسم ختم ہو جائیگی جبکہ طلاق نہ ہوگی کیونکہ طلاق کا محل یعنی نکاح ختم ہو چکا ہے اہ ملخصاً (ت)</p>	<p>زوال الملك بعد اليمين لا يبطلها لبقاء محله فبقي اليمين ثم ان وجد الشرط في ملكه انحلت اليمين ووقع الطلاق وان وجد في غير الملك انحلت اليمين لوجود الشرط ولم يقع شيى لانعدام المحلية اه¹ ملخصاً۔</p>
---	---

فتح میں ہے:

<p>اگر خاوند نے دخول سے طلاق کے معلق کرنے کے بعد بیوی کو طلاق دے دی اور عدت بھی گزر گئی، اور اس کے بعد دوبارہ سے نکاح کیا اور اب وہ گھر میں داخل ہوئی تو اب شرط پائے جانے کی وجہ سے طلاق واقع نہ ہوگی، اور زوال ملکیت سے قسم و یمین کے عدم بطلان کو تین سے کم طلاقوں سے مقید کرنا ضروری ہے اس لئے کہ اگر تین طلاقیں دیں اور حلالہ کے بعد دوبارہ نکاح کیا تو اب گھر میں داخل ہوئی تو طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ عنقریب آئے گا اہ مختصراً، میں کہتا ہوں عنقریب آنے والی عبارت ہدایہ کی ہے جو یہ ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاق،</p>	<p>لوطلقها فأنقضت عدتها بعد التعلیق بدخول الدار ثم تزوجها فدخلت طلقت ولا بد من تقييد عدم البطلان بما زال الملك بمأدون الثلاث اما اذا طلقها ثلاثاً فتزوجت بغیره ثم عادت فدخلت لا تطلق علی ماسیاتی اہ² مختصراً قلت والاتی هو قول الهدایة ان قال لها ان دخلت الدار فانت طالق ثلاثاً ثم قال لها انت طالق ثلاثاً فتزوجت بغیره ودخل بها ثم رجعت الى الاول فدخلت الدار لم يقع شيى۔³</p>
--	--

¹ الهدایة باب الايمان في الطلاق المكتبة العربية كراچی ۳۶۶/۳

² فتح القدير باب الايمان في الطلاق نوريه رضويه كهر ۳۵۰/۳

³ الهدایة باب الايمان في الطلاق المكتبة العربية كراچی ۳۶۹/۳

اس کے بعد خاوند نے بیوی کو بغیر تعلیق تین طلاقیں دے دیں اور کہا تجھے تین طلاق۔ اس کے بعد مطلقہ نے حلالہ شریعہ کے بعد دوبارہ پہلے سے نکاح کیا اور اب گھر میں داخل ہوئی تو کوئی طلاق نہ ہوگی۔ (ت)
 اور اگر زید نے یہ شرط نفس ایجاب و قبول میں کی تو اس کی دو صورتیں ہیں: اگر پہلے زید نے کہا کہ میں تجھے اپنے نکاح میں لایا اس شرط کہ اگر تیری بے اجازت کے نکاح ثانی کروں تو تجھ پر تین طلاق، ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا، تو اس کا حکم مثل صورت اولیٰ ہے یعنی شرط محض باطل و بے اثر ہے کہ جب تک ہندہ نے قبول نہ کیا تھا وہ اس کی زوجہ نہ ہوئی تھی تو اس کی تعلیق پر بے حصول ملک یا اضافہ بہ ملک اسے کچھ اختیار نہ تھا۔ اور اگر پہلے ہندہ نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا، زید نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ اگر بے تیری اجازت الیٰ اخرہ تو شرط صحیح ہوگئی، اور وقوع طلاق کے وہی احکام ہوں گے جو اوپر گزرے کہ جب کلام اول جانب ہندہ سے تھا تو یہ تعلیق بعد تحقق ایجاب و قبول و ثبوت زوجیت متحقق ہوئی اور اس وقت اسے اختیار کامل تھا، خانیہ و بزازیہ و عمادیہ و بحر و نہر وغیرہا میں ہے:

<p>واللفظ للامام الاجل فقیہ النفس رجل تزوج امرأة علی انها طالق او علی ان امرها فی الطلاق ببیہا ذکر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی الجامع انه یجوز النکاح والطلاق باطل ولا یكون الامر ببیہا. قال الفقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ هذا اذا ابدأ الزوج فقال تزوجتک علی انک طالق وان ابتدأت المرأة فقالت زوجت نفسی منک علی انی طالق فقال قبلت جاز النکاح ویقع الطلاق لان البدایة اذا كانت من الزوج کان الطلاق والتفویض قبل النکاح فلا یصح</p>	<p>الفاظ امام فقیہ النفس کے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت کو کہا میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ "تو طلاق والی ہے، یا اس شرط پر کہ طلاق کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے۔" اس کے متعلق امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع میں ذکر فرمایا کہ یہ نکاح صحیح ہے اور طلاق کی شرط باطل ہے اور بیوی کو طلاق کا اختیار بھی نہ ہوگا۔ اس پر فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر خاوند نے ابتداء کرتے ہوئے کہا "میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ تجھے طلاق ہے" تو پھر مذکور حکم یعنی نکاح صحیح اور طلاق باطل ہے، اور اگر عورت ابتداء کرتے ہوئے کہے میں نے اپنے آپ کو تجھ سے نکاح دیا اس شرط پر کہ مجھے طلاق ہو تو خاوند نے جواب میں کہا میں نے قبول کیا، تو نکاح صحیح ہو کر طلاق ہو جائے گی کیونکہ خاوند کی طرف سے ابتداء کرنے میں طلاق اور تفویض، نکاح سے قبل</p>
--	--

<p>ہوئی تو طلاق کی شرط صحیح نہ ہوئی، لیکن عورت کی طرف سے ابتداء ہوئی تو پھر طلاق کی تفویض نکاح کے بعد ہوئی کیونکہ جب زوج نے عورت کی کلام کے بعد جواب میں "میں نے قبول کیا" کہا، تو چونکہ جواب میں سوال کا اعادہ معتبر ہوتا ہے تو گویا خاوند نے یوں کہا کہ "میں نے نکاح قبول کیا اس شرط پر کہ تجھے طلاق ہو یا طلاق کا معاملہ تیرے اختیار میں ہو" تو یوں نکاح پہلے ہو گیا اور تفویض طلاق بعد ہوئی اھ، اختصاراً۔</p> <p>اقول: (میں کہتا ہوں) آپ کو معلوم ہے کہ طلاق کے معاملہ میں عورت کی بات کا اعتبار نہیں ہوتا لیکن یہ طلاق خاوند کے نکاح کو قبول کرنے پر خاوند کی طرف سے مقدر ہوئی کیونکہ خاوند کے جواب میں سوال کا اعادہ معتبر ہے، تو جب سوال معتبر ہے تو صحت نکاح پر طلاق مرتب ہوئی لہذا طلاق صحیح ہوگی، جیسا کہ ابولیت رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول کہ خاوند کا "قبول ہے" کہہ کر کہنا اس شرط پر کہ تجھے طلاق ہے الخ، تیری رہنمائی کر رہا ہے، اور خانیہ کا یہ بیان دونوں ابتداؤں میں فرق کو واضح کر رہا ہے جیسا کہ ہم نے اس کو ردالمحتار کے حاشیہ میں واضح کیا ہے، اگرچہ یہ فرق علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ پر مخفی رہا۔ (ت)</p>	<p>اما اذا كانت البداية من قبل المرأة يصير التفويض بعد النكاح لان الزوج لما قال بعد كلام المرأة قبلت والجواب يتضمن اعادة ماني السؤال صار كانه قال قبلت على انك طالق او على ان يكون الامر بيدك فيصير مفوضاً بعد النكاح¹ اھ باختصار اقول: انت تعلم ان كلام المرأة لا عبرة به في قبول الزوج لاجل ان السؤال معاد في الجواب فاذا وقع فيه تحقيقاً كان اولي بالصحة كما يرشدك اليه قوله رحمه الله تعالى قال قبلت على انك طالق الخ وبما افاد في الخانية ظهر الفرق بين البدايتين كما اوضحناه فيما علقناه على ردالمحتار وان كان خفي على العلامة الشامي رحمه الله تعالى۔</p>
--	---

ردالمحتار میں ہے:

<p>اگر مرد کسی عورت کو کہے کہ میں نے تجھ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ طلاق کا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے، تو عورت نے قبول کر لیا، اس صورت میں نکاح صحیح اور شرط لغو ہوگی کیونکہ طلاق کا</p>	<p>لو قال لها تزوجتك على ان امرك بيدك فقبلت جاز النكاح ولغا الشرط لان الامر انما يصح</p>
--	--

¹ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی النکاح علی الشرط نوکسور لکھنؤ ۱۵۲

<p>اختیار دینا نکاح میں یا نکاح کی طرف منسوب کرنے میں درست ہو سکتا ہے جب کہ یہاں دونوں باتوں میں کوئی بھی موجود نہیں ہے، اس کے برخلاف جب عورت ابتداء کرے تو پھر اختیار طلاق عورت کو بیوی بننے سمیت ہوا، اہ، نہر۔ حاصل یہ ہے کہ اگر عورت ابتداء کرے تو شرط صحیح ہوگی اور اگر مرد ابتداء کرے تو شرط صحیح نہ ہوگی، لیکن فرق مخفی رہا، الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>فی الملك او مضافاً اليه ولم يوجد واحد منهما بخلاف ما مر فان الامر صار بيدها مقارناً لصيرورتها منكوحه اهنهر، والحاصل ان الشرط صحيح اذا ابتدأت المرأة لا اذا ابتدأ الرجل ولكن الفرق خفي¹ الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

جواب سوال سوم: دوسری کو مگر انہیں شرائط سے جو جواب اول میں گزریں کہ پہلا وہ نکاح جو بعد نکاح ہندہ بحیات ہندہ اگرچہ بعد افتراق ہندہ بے اجازت ہندہ کسی عورت سے کرے گا اس عورت کو طلاق ہوگی، اصل یہ ہے کہ یہ لفظ کہ "تو میرا نکاح باطل" مجمل و محتمل تھا کہ اس میں بیان نہ کیا کہ کون نکاح باطل، اگر بعد نکاح ہندہ یہ الفاظ کہتا یا قبل نکاح یوں کہا ہوتا کہ اگر ہندہ سے نکاح کروں اور اس کے بعد کسی عورت سے بے اس کی اجازت کے نکاح ثانی کروں تو میرا نکاح باطل، تو اسے اختیار تھا کہ زوجہ اولیٰ یا ثانیہ جس کی طرف چاہے پھیر دے کہ دونوں اس تعلیق تطلیق کی صالح تھیں،

<p>پہلی کو اس لئے کہ وہ ملکیت نکاح میں ہے اور دوسری کے لئے اسکے لئے کہ یہ پہلی کے بعد دوسری ہے اور اضافت نکاح موجود ہے (ت)</p>	<p>الاولیٰ لتحقق الملك وفي الاخریٰ كالآخریٰ فیہما لحصول الاضافة۔</p>
--	--

فتح القدر پھر ہندیہ میں ہے:

<p>اگر کسی عورت کو کہا "جب تک تو زندہ ہے تجھ پر نکاح کروں تو مجھ پر طلاق واجب ہے" اس کے بعد خاوند نے اس پر دوسرا نکاح کر لیا تو یہ طلاق ان بیویوں میں سے ایک پر پڑ جائے گی، دونوں میں سے جس کی طرف چاہے طلاق کو پھیر دے اہ لخصاً (ت)</p>	<p>لو قال لامرأة ان تزوجت عليك معاشرت فالطلاق على واجب ثم تزوج عليها تقع تطليقة على واحدة منهما يصرفها الى ايتها شاء² اہ ملخصاً۔</p>
--	---

¹ رد المحتار باب الرجعة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۴۰/۲

² فتاویٰ ہندیہ فصل الثالث فی تعلیق الطلاق الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۲۶/۱، فتاویٰ قاضیجاں باب التعلیق نوکشتور لکھنؤ ۱/۲۳

یہاں کہ قبل نکاح ہندہ یہ لفظ کہا اور اس میں نکاح ہندہ کی طرف وہ اضافت بھی نہیں جو یہاں کام دے یعنی صریح الفاظ شرط کہ زن معینہ میں اسی کی حاجت ہے معنی شرط کافی نہیں،

کما فی الفتح وغیرہ قال فی الدرر یکنی معنی الشرط الا فی المعینۃ باسم او نسب او اشارۃ الخ ^۱ ۔	جس طرح فتح وغیرہ میں ہے، در میں کہا کہ شرط کا معنی کافی ہے ماسوائے نام یا نسب یا اشارہ کے ساتھ معین کردہ عورت کے۔ (ت)
--	---

غرضیکہ صرف نکاح ثانیہ کی طرف اضافت اور صحت تعلق کئے سے وجود ملک یا اضافت بملک لازم تو ہندہ اس تعلق کی اصلاً محل نہیں، لاجرم زوجہ ثانیہ متعین ہو گئی، بالجملہ ہندہ اس تعلق میں اجنبیہ محض ہے بخلاف ثانیہ، تو اجنبیہ کی طرف پھیرنے کی کوئی راہ نہیں،

لما فیہ من اہمال الکلام ہو محترز عنہ مہمبا امکن اعمالہ۔	کیونکہ اس میں کلام کو مہمل بنانا لازم آتا ہے جبکہ اس سے حتی الامکان بچنا ہوتا ہے (ت)
---	--

یہ تو ایسا ہو جیسے اپنی عورت اور ایک اجنبیہ کو ملا کر کہا میں نے تم دونوں میں سے ایک کو طلاق دی خواہی نخواہی اس کی عورت ہی پر طلاق پڑے گی اجنبیہ کی طرف پھیرنے کا اختیار نہ دیا جائے گا کہ اسے طلاق دینا اس کے قابو میں نہ تھا،

فی الہندیۃ لوضم الی امرأۃ اجنبیۃ وقال احدکما طالق او قال ہذہ طالق او ہذہ لاتطلق امرأۃ الا بالنیۃ لان الاجنبیۃ محل لذلک خبر او ان لم تکن محلا له انشاء و ہذہ الصیغۃ بحقیقتہا اخبار ولو قال فی ہذہ الصورۃ طلقت احدکما طلقت امرأۃ من غیر نیۃ ذکرہ فی طلاق الاصل ^۲ ۲ھ	ہندیہ میں ہے: اگر خاوند نے اپنی بیوی کے ساتھ اجنبی عورت کو ملا کر کہا تم دونوں میں سے ایک کو طلاق، یا یوں کہا اس کو یا اس کو طلاق ہے، تو اس کی بیوی کو بغیر نیت کئے طلاق نہ ہوگی، کیونکہ اجنبی عورت اگرچہ انشاء طلاق کے محل نہیں لیکن طلاق کی خبر و حکایت کا محل ہے جبکہ خاوند کا کلام حقیقتہ خبر ہے، ہاں اگر یوں کہے میں نے تم دونوں میں سے ایک کو طلاق دی، تو بیوی کو نیت کے بغیر طلاق ہو جائے گی، اس کو مبسوط کے طلاق میں ذکر
--	--

^۱ درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۲۳۰/۱

^۲ فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول فی الطلاق الصریح نورانی کتب خانہ پشاور ۳۶۳/۱

<p>کیا ہے اھ، آپ کو معلوم ہے کہ معلق کرنا، تعلیق کا انشاء ہے، جبکہ اجنبیہ اسکا محل نہیں کیونکہ وہ نہ نکاح میں ہے اور نہ اس سے نکاح کی طرف نسبت ہے اس لئے محل کی طرف پھیرنا ضروری ہے تاکہ کلام بامقصد بن سکے، اور یہ تمام خوب واضح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>وانت تعلم ان التعلیق انشاء التعلیق وان الاولی لیست محلاله لتترك الاضافة فوجب الصرف الى المحل لابقاء العمل وهذا كله واضح جدا، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

کیا ہے اھ، آپ کو معلوم ہے کہ معلق کرنا، تعلیق کا انشاء ہے، جبکہ اجنبیہ اسکا محل نہیں کیونکہ وہ نہ نکاح میں ہے اور نہ اس سے نکاح کی طرف نسبت ہے اس لئے محل کی طرف پھیرنا ضروری ہے تاکہ کلام بامقصد بن سکے، اور یہ تمام خوب واضح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے بعوض مزار روپیہ کے نکاح کیا اور قبل نکاح درمیان نکاح کے یہ شرط کی کہ نصف مہر یعنی پانسو روپیہ اگر عند الطلب زوجہ ادا نہ کروں تو ہندہ پر تین طلاقیں ہیں، پس نکاح کے بعد ہندہ مذکور نے روپیہ طلب کیا زید نے روپیہ مذکورہ اس وقت ادا نہ کیا اور شرط مذکورہ ایجاب میں ہوا تھا اور ایجاب جانب عورت سے اور قبول جانب مرد سے، اب اس صورت میں ہندہ پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

صورت مستفسرہ میں ہندہ پر تین طلاقیں ہو گئیں، فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

<p>مرد نے کہا میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ تجھے طلاق ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نکاح صحیح اور طلاق باطل ہوگی، فقیہ ابولیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ جب ہے کہ یہ بات خاوند پہلے کہے، اگر عورت نے ابتداء کرتے ہوئے یوں کہا "میں نے اپنے آپ کو تیرے نکاح میں اس شرط پر دیا کہ مجھے طلاق ہو، تو خاوند کے قبول کرنے پر نکاح صحیح ہو کر طلاق ہو جائے گی الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>تزوج علی انہا طالق ذکر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ انہ یجوز النکاح والطلاق باطل قال الفقیہ ابو الیث رحمہ اللہ تعالیٰ هذا اذا بدأ الزوج فقال تزوجتک علی انک طالق وان ابتدأت المرأة فقالت زوجت نفسی منک علی انی طالق فقال زوجت نفسی منک علی انی طالق فقال قبلت جاز النکاح ویقع الطلاق الخ^۱ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

۷ محرم ۱۳۱۲ھ

ازمدراس محلہ جھکڈی مسیت مکہ مرسلہ مولوی عبدالرزاق صاحب

مسئلہ ۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص حنفی نے بیمن مضاف کی ہو اس طرح پر

^۱ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی النکاح علی الشرط نوکثور لکھنؤ ۱۵۲

کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو طلاق ہے وطلاق ہے، آیا اس کو تقلید مذہب شافعی کی جائز ہے تاکہ وطی اس عورت کی بلا تردد ہو جائے کیونکہ عند الشافعی یبین مضاف میں طلاق نہیں واقع ہوتی،

<p>جیسا کہ در مختار میں ہے کہ مجتہبی میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ جس عورت کے نکاح سے کوئی شرط منسوب کی جائے تو طلاق نہ ہوگی، اسی پر ائمہ خوارزم کا فتویٰ ہے، یہی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے یا نہیں۔ (ت)</p>	<p>كما في الدر المختار في المجتبي عن محمد في المضافة لا يقع وبه ائمة خوارزم انتهى وهو قول الشافعي¹</p>
---	---

الجواب:

ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ یقین مضاف منعقد ہے اور ایسی صورت میں نکاح کرتے ہی فوراً طلاق بائن ہو جائے گی، وہ روایت ضعیفہ کہ مجتہبی میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جس کا پانا بیان کیا قطع نظر اس سے کہ زاہدی چنداں موثوق فی النقل نہیں وہ خود بھی اس کے ضعف کا معترف ایسی روایات شاہدہ ساقطہ پر فتویٰ دینا جائز نہیں، ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نہ مفتی کو اس روایت پر افتا کی مجال، نہ کسی کو اس پر عمل حلال۔ در مختار میں عبارت منقولہ سائل کے بعد ہے:

هذا يعلم ولا يفتى به² (اس کو معلوم کر لیا جائے لیکن اس پر فتویٰ نہ دیا جائے۔ ت) رد المحتار میں ہے:

<p>بزازیہ میں ہے اور صدر سے مروی ہے میں کہتا ہوں کہ کسی کو یہ کام حلال نہیں، اور حلوانی نے فرمایا معلوم کر لیا جائے لیکن اس پر فتویٰ نہ دیا جائے تاکہ جاہل لوگ مذہب کے خلاف نہ مصروف ہو جائیں اھ بحر۔ (ت)</p>	<p>في البزازية وعن الصدر اقول لا يحل لاحد ان يفعل ذلك وقال الحلواني يعلم ولا يفتى به لتلايتطرق الجهال الى هدم المذهب اھ بحر³</p>
---	---

اُسی میں ہے:

<p>مفتی کو ضعیف روایت اختیار نہیں کرنی چاہئے، اور ائمہ خوارزم کا اس پر فتویٰ اس کے ضعف کو</p>	<p>فليس للمفتي الافتاء بالرواية الضعيفة وكونها افتى بها كثير من ائمة خوارزم</p>
---	---

¹ در مختار باب التعليق مطبع مجتہبی، دہلی، ۲۳۱/۱

² در مختار باب التعليق مطبع مجتہبی، دہلی، ۲۳۱/۱

³ رد المحتار باب التعليق الطباعة المصرية بمصر ۴۹۶/۲

<p>ختم نہیں کر سکتا، اسی لئے صدر سے منقول گزرا کہ کسی کو یہ کام حلال نہیں، اور یوں ہی علامہ حلوانی سے منقول گزرا کہ اس کو جان لیا جائے مگر فتویٰ نہ دیا جائے، تو اگر یہ بات امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے صحیح ثابت ہو تو پھر چاہئے تھا کہ اس قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو مبنی حکم بناتے اور امام شافعی کے قول کے محتاج نہ ہوتے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت شاذ ہے جیسا کہ اس پر گزشتہ مجتبیٰ کا کلام اشارہ کر رہا ہے۔ (ت)</p>	<p>لا ینفی ضعفها ولذا تقدم عن الصدر انه لا یحل لاحدان یفعل ذلك وكذا ماتقدم عن الحلوانی من انه یعلم ولا یفتی به فلو تثبت هذه الروایة عن محمد وكانت صحیحة لبنوا الحكم علیها ولم یحتجوا الی بنائہ علی مذهب الشافعی فهذا یدل علی انها روایة شاذة كما یشیر الیه کلام المجتبیٰ المار¹</p>
--	--

پھر اگر مخلص چاہے تو کچھ تقلید امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حاجت نہیں، خود اپنے مذہب میں مخلص موجود ہے مثلاً صورتِ مستفسرہ میں اس عورت سے نکاح کر لے، نکاح کرتے ہی طلاق پڑ جائے گی، اور از انجا کہ عورت غیر مدخولہ ہے اور اس نے تین طلاقیں بتفریق ذکر کی ہیں کہ طلاق ہے و طلاق ہے و طلاق ہے لہذا ایک ہی واقع ہوگی،

<p>در مختار میں ہے: اگر طلاق کو متفرق وصف یا خبر یا حکم کے ساتھ متفرق کرے خواہ عطف کے ذریعہ یا بغیر عطف تو عورت پہلی طلاق سے ہی بائنہ ہو جائے گی اور عدت نہ ہوگی، اسی وجہ سے دوسری طلاق واقع نہ ہوگی، اس کے برخلاف اگر وطی شدہ بیوی کو ایسے کہا تو سب طلاقیں واقع ہوں گی۔ (ت)</p>	<p>فی الدر المختار وان فرق بوصف او خبر او جمل بعطف او غیرہ بانث بالاولی لالی عدۃ ولذا لم تقع الثانیة بخلاف الموطوءة حیث یقع الكل²</p>
---	--

پس اسی وقت پھر اس سے نکاح کر لے اب طلاق نہ پڑے گی کہ بیین ایک بار سے کھل گئی،

<p>تنویر میں ہے: عربی شرط کے الفاظ یہ ہیں: ان، اذا، اذا ما، کل، کلما، متی، متی ما،</p>	<p>فی التنویر الفاظ الشرطان واذا واذا ما وکل وکلما ومتی ومتی ما</p>
--	---

¹ رد المحتار باب التعلیق الطباعة المصرية بمصر ۲۹۷/۲

² در مختار باب طلاق غیر المدخول بہا مطبع مجتبیٰ، دہلی، ۲۲۳/۱

ان تمام الفاظ کی شرط جب پائی جائے تو قسم ختم ہو جائے گی ماسوائے لفظ "کلیماً" کیونکہ اس میں شرط تین طلاقیں کے بعد ختم ہوگی۔ (ت)	تنحل الیمن اذا وجد الشرط مرّة الا فی کلیما فانہ ینحل بعد الثلاث ¹
--	---

مگر اتنا ہوگا کہ عورت پر صرف دو طلاقوں کا مالک رہے گا کہ ایک تو نکاح پیش میں پڑ چکی اب اگر کبھی دو طلاقیں دے گا مغلظہ ہو جائے گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی ذی علم کے سامنے تذکرہ کہے کہ میں نے یوں حلف کر لیا ہے کہ مجھے نکاح فضولی کی حاجت ہے یا کیا اچھا ہوتا کہ کوئی شخص بے میری توکیل کے بطور خود میرا نکاح اس سے کر دے تا ذی علم مذکور خود یا کسی اور اسے کہہ کر عورت کا نکاح اس سے کر دے جب اس شخص کو نکاح کی خبر پہنچے یہ زبان سے کچھ نہ کہے بلکہ کوئی فعل ایسا کرے جس سے اس نکاح موقوف کی اجازت ہو جائے، مثلاً عورت کو مہر بھیج دے یا لوگوں کی مبارکباد قبول کرے کہ اس صورت میں نکاح ہو جائے گا اور طلاق اصلاً واقع نہ ہوگی،

ردالمحتار میں بجز سے منقول اور وہاں بزاز یہ سے منقول ہے کہ مناسب ہے کہ کسی عالم کے پاس آکر جو اس نے قسم اٹھائی ہے اس کو بیان کرے اور کسی ایسے فضولی شخص (جو اس کی بیوی کو پہچانتا ہو) کی ضرورت کو بیان کرے تو وہ عالم اس کا کسی عورت سے نکاح کر دے اور یہ اس عالم کی کارروائی کو کسی اپنے عمل سے جائز کر دے تو حائث نہ ہوگا اور یونہی کسی ایسی جماعت کے سامنے اپنے لئے فضولی کے نکاح کی ضرورت کو پیش کرے تو اس جماعت میں کوئی شخص خود اس کا نکاح کر دے البتہ خاص کسی شخص کو فضولی بننے کے لئے نہ کہے کیونکہ کسی کو کہنا کہ تو فضولی بن میرا نکاح کر دے، تو یہ فضولی نہ ہوگا، بلکہ یہ تو اس کو وکیل بنانا ہوا، (ت)	فی درالمختار عن البحر عن البزازیة ینبغی ان یجیب الی عالم ویقول له ما حلف واحتیاجہ الی نکاح الفضولی فیزوجہ العالم امرأة ویجیز بالفعل فلا یحث وكذا اذا قال لجماعة لی حاجة الی نکاح الفضولی فزوجہ واحد منهم. اما اذا قال لرجل اعقد لی عقد فضولی یکون توکیلاً ²
--	---

مسئلہ ۷: از سینٹاپور ۶ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ زن و شو میں باہم نزاع لفظی واقع ہو اس پر شوہر نے کہا تو میری چیز کھائے تو طلاق ہے، شوہر کی مراد اس سے نقصان نکاح کی ہرگز نہیں ہے غصہ میں

¹ درمختار باب التعلیق مطبع چٹائی، دہلی، ۲۳۱/۱

² ردالمختار باب التعلیق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۹۷/۲

ایک مہمل لفظ زبان سے نکل گیا، اب زوجہ شوہر کی دی ہوئی کوئی چیز نہ لیتی ہے، نہ کھاتی ہے، نہ پہنتی ہے، نہ قریب آتی ہے، اور کہتی ہے کہ مجھ کو یہ خوف ہے کہ اگر میں کھاؤں تو مجھ پر شرعی نقصان پڑ جائے گا، شوہر اس امر سے قطعی انکار کرتا ہے اس کا بیان ہے کہ غصہ میں میرے منہ سے نکل گیا ہے ہرگز میری یہ مراد نہ تھی، بقسم شرعی کہتا ہے، یوم عقد سے گاہے اس نے ایسا لفظ بد منہ سے نہیں نکالا ہے بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر الفاظ اسی قدر تھے جو مذکور ہوئے جن میں کچھ ذکر نہیں کہ کون طلاق ہے کس پر طلاق ہے، اور ایسی حالت میں شوہر کا بقسم بیان کہ ان الفاظ سے میں نے طلاق زوجہ کی نیت نہ کی تو صورت مذکورہ میں بموجب روایات کثیرہ فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ نزازیہ و فتاویٰ ہندیہ و فتاویٰ ذخیرہ و محیط امام برہان الدین وقتبیہ و بحر الرائق و در مختار و غیرہا ان الفاظ سے نکاح پر کوئی اثر نہ اب ہے نہ آئندہ کسی چیز کے کھانے سے پیدا ہو، اور بنظر دقیق احتیاط یہ ہے کہ اگر الفاظ یہی تھے کہ میری چیز کھائے الخ جب تو جو چیز کھانے سے پہلے زوجہ کو شوہر بہہ کر دے کہ اب میری چیز کھانا صادق نہیں، اور اگر لفظ وہ ہیں جو کرامت نامہ میں ارشاد ہوئے کہ اب اگر میری لائی ہوئی کھائے الخ تو علاج یہ ہے کہ خود چیز نہ لائی جائے نوکر یا عزیز یا غیر اوروں سے منگو کر دی جائے، یہ احتیاط صرف کھانے میں ہے اس کے سوا پہننا، بولنا، قریب آنا جانا وغیرہا کسی فعل سے کوئی اثر ضرر نہیں اور ایک بار سہواً خواہ قصداً ایسا واقع ہو جائے کہ خلاف شرط کھانا عمل میں آئے تو الفاظ مذکورہ سے بنظر احتیاط بھی صرف ایک طلاق رجعی کا حکم ہوگا کہ عدت کے اندر فقط زبان سے اتنا کہہ دینا کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا کفایت کرے گا، اس کے بعد وہ شرط باطل ہو جائے گی جو چاہے اور جتنی بار چاہے شوہر کی چیز اسی کی لائی ہوئی کھائے ہرگز طلاق نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نوٹ

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا یہ وہ مفصل فتویٰ ہے جس کا ذکر پیش لفظ میں گزر چکا ہے، یہ فتویٰ فتاویٰ رضویہ قدیم میں شامل نہ تھا، اس مسئلہ کی اہمیت اور اس باب سے متعلقہ ہونے کے پیش نظر اس مقام پر جلد ہذا میں شامل کر لیا گیا ہے۔

مسئلہ ۸: از انبٹھ ضلع سہارن پور مرسلہ فضل کریم انصاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسیٰ فضل کریم نے اپنی زوجہ مسماۃ حسینہ بی کو بلایا، اس کی والدہ نے بھیجنے سے انکار کیا، فضل کریم اس کے پاس گیا اور سمجھایا، جب دیکھا کہ وہ راضی نہیں ہوتی تو اس سے کہا کہ "اگر آج آپ عصر تک اپنے گھر نہ آئیں تو میں آپ کو اپنے نکاح سے علیحدہ کر دوں گا" اور اثنائے راستہ میں ہنگام واپسی مکان خسر خود صدیق احمد یا تیا زوجہ خود کے مل جانے پر اس سے بھی فضل کریم نے کہا کہ "ان کو سمجھا کر بھجوادو میں کہہ آیا ہوں کہ عصر تک اپنے گھر نہ آئیں تو میں اپنے نکاح سے علیحدہ کر دوں گا" اس پر اہالی زوجہ نے اس کو روک رکھا اور لفظ یہ بتائے کہ فضل کریم یہ لفظ کہہ گیا تھا کہ "اگر آپ عصر تک اپنے مکان میں نہ آئیں تو میری طرف سے جواب ہے" اور یہ الفاظ فضل کریم نے بحالت غیظ و غضب کہے تھے نیز یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ فضل کریم نے باہر از مکان خسر خود تیا زوجہ خود سے کہا تھا کہ "معافی نامہ مہر میرے پاس لکھا رکھا ہے اور میں کہہ آیا ہوں کہ "اگر عصر تک آپ اپنے گھر نہ آئیں تو میری طرف سے جواب ہے" فضل کریم ان الفاظ سے منکر ہے نیز بحلف شرعی کہتا ہے کہ بالفرض لفظ یوں ہوں یا کچھ ہوں جو کچھ ہوں میں نے کہا تھا اس سے زوجہ مذکور کو طلاق دینے کی نیت میری نہ تھی " اس پر بعض صاحبان عہ نے بے تحکیم فضل کریم

عہ: یعنی جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مصنف حفظ الایمان جن کی نسبت حسام الحرمین شریف میں علماء کرام حرمین شریفین کا

حکم مشہور و معروف ہے ۱۲

(بوجہ مراسم تیا مسماۃ حسینہ بی تیا مڈ کور کے بلالانے پر) بطور خود حکم ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ فیصلہ لکھ دیا کہ زوجہ فضل کریم مسماۃ حسینہ بی پر ایک طلاق بائن ہو گئی اور اس صورت میں کہ فضل کریم نے لفظ "جواب ہے" کہا تھا نیت فضل کریم کی حاجت نہیں، اور زوجہ حسینہ بی اپنے معاملہ میں قاضی ہے،

اور یہ بھی لکھا کہ فضل کریم شہادت پیش کرنے سے قاصر رہا حالانکہ منجانب حسینہ بی اس کے رشتہ دار گواہ جو ثقہ اور عادل ہیں پیش ہوئے، اگرچہ فیصلہ مذکور میں شہادت پیش شدہ غیر محدود صورت کے ساتھ ہے لیکن ایک اقربا حسینہ بی سے معلوم ہوا کہ تیا مڈ کور وچچی و تائی زوجہ مذکور نے اور ان کی ایک ماما غیر پردہ نشین نے بیان مسماۃ حسینہ بی کی تائید کی ہے۔

قابل استفتاء یہ امور ہیں کہ یہ فیصلہ کرنا اور صورت مذکورہ میں طلاق کا حکم دینا شرعاً حق ہے یا باطل، اور عورت کو اس موقع پر کیا سمجھنے کا حکم ہے وہ خود قاضی ہو سکتی ہے یا نہیں، اور جن لوگوں نے ایسا فیصلہ دیا ان کی نسبت کیا حکم ہے اور ان ہر دو اقوال میں فضل کریم شوہر کا قول معتبر ہے یا زوجہ حسینہ بی اور اس کے اقربا مذکورہ کا، اور ان ہر دو الفاظ سے شرعاً کسی قسم کی طلاق مذکورہ بالا صورت میں عائد ہوگی یا نہیں، مدلل مرقوم فرمائیں، بیوہ اتو جروا۔ احقر فضل کریم انصاری ساکن انبٹھ ضلع سہارنپور

الجواب:

اللہم ہدایۃ الحق والصواب

صورت مستفسرہ میں ہر گز حکم طلاق نہیں، یہاں شرعاً فضل کریم کا قول معتبر ہے کہ حسینہ طلاق کی مدعیہ ہے اور فضل کریم اس سے منکر اور قاعدہ شرع ہے کہ القول للمنکر والبیئۃ علی المدعی (منکر کی بات معتبر ہے اور گواہی مدعی کے ذمہ ہے۔) اگر اس نے یہی لفظ کہے تھے کہ "نکاح سے علیحدہ کر دوں گا" جب تو ظاہر ہے کہ یہ نرا وعدہ ہے اور وعدے سے طلاق نہیں ہوتی۔ جو اہر اخلاطی میں ہے:

طلاق میکتم، حال ہونے کی وجہ سے طلاق ہے اس کے برخلاف طلاق کنم، کہا تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ محض استقبال ہے۔ (ت)	طلاق میکتم طلاق بخلاف قولہ کنم لانہ یتمحض الاستقبال ¹ ۔
---	--

اور اگر بالفرض اس نے وہی لفظ کہے ہوں جو باہالی زن بیان کرتے ہیں تو جبکہ وہ عدم نیت طلاق پر حلف کرتا ہے حکم طلاق محض باطل وخطا ہے، اولاً لفظ جواب اگرچہ اردو میں بمعنی ترک تعلق بھی آتا ہے جس کے سبب طلاق سے کنایہ ہو سکتا ہے

¹ جواہر الاخلاطی فصل فی طلاق الصریح قلمی نسخہ ص ۶۹

نوکر کو جواب دے دیا یعنی برخاست کر دیا مگر وہ اردوئے معلیٰ بلکہ فارسی میں بھی بمعنی رد و انکار و عدم قبول شائع و ذائع ہے گدارا جواب داد (فقیر کو جواب دیا۔ت) یعنی اس کا سوال رد کیا، دینے سے انکار کر دیا، زید سے فلاں کام کو کہا اس نے جواب دیا یعنی نہ مانا، قبول نہ کیا، عمرو سے کوئی درخواست کی اس نے کہا میری طرف سے جواب ہے یعنی مجھے منظور نہیں۔ مخلص کاشی راست۔

دریں زمانہ گدارنگ می تواند بست
اگر زخواجہ مسک جواب میگیرد
(اس زمانہ میں گدارا اپنے ڈنگ کا بختہ ہے اگرچہ بخل والا جواب بھی دے دے۔ت)

فصح الملک

نامہ بر کہتا ہے اب لاتا ہوں دلبر کا جواب
سُن چکا میں چاردن پہلے مقدر کا جواب
اس قسم کے محاورات نظم و نثر میں بکثرت ہیں۔
تو کلمہ یقیناً صالح رد ہے، اور جو کلمہ صالح رد ہو مطلقاً ہر حال میں محتاج نیت ہے اگرچہ حالت غضب ہو اگرچہ حالت مذاکرہ طلاق ہو۔ در مختار میں ہے:

الحالات ثلثة رضى وغضب ومذاكرة والكنایات ثلث ما یحتمل الرد او ما یصلح للسب اولاً ولا ففی الرضى تتوقف الثلثة على نية للاحتمال وفى الغضب الاولان وفى مذاكرة الطلاق الاول فقط ¹	حالات تین ہیں: رضا، غصہ اور مذاکرہ طلاق، اور کنائے تین ہیں: رد کا احتمال نہ رکھتا ہو، تو رضا کی صورت میں تینوں احتمال ہو سکتے ہیں جس کی نیت کرے گا وہی ہوگا، اور غصہ کی صورت میں پہلے دونوں اور مذاکرہ کی صورت میں صرف پہلا احتمال یعنی رد ہو سکتا ہے۔ (ت)
--	--

اور جب وہ حلف کے ساتھ نیت کا انکار کرتا ہے تو یقیناً اس کا قول مانا جائے گا۔ نہ قاضی حکم طلاق دے سکتا ہے نہ عورت اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ سکتی ہے۔ در مختار میں ہے:

والقول له بیبینه فی عدم النية ویکفی تحلیفها له فی منزله ²	قسم کے ساتھ خاوند کی بات معتبر ہوگی اور بیوی کا گھر میں اس سے قسم لے لینا کافی ہے۔ (ت)
--	--

¹ در مختار باب الکنایات مطبع مجتہبی دہلی ۲۲۴/۱

² در مختار باب الکنایات مطبع مجتہبی دہلی ۲۲۴/۱

ردالمحتار میں ہے:

قوله للاحتتمال لما ذكرنا من ان كل واحدٍ من الالفاظ يحتتمل الطلاق وغيره والحال لا تدل على احدهما فيسأل عن نيته ويصدق في ذلك قضاء بدائع ¹	ماتن کے قول للاحتتمال کی وجہ جو ہم نے ذکر کی کہ مذکور الفاظ میں سے ہر ایک طلاق وغیر طلاق کا احتمال رکھتا ہے جبکہ حال کی دلالت کسی ایک پر نہیں لہذا اس کی نیت پوچھی جائے گی اور قضاء اس کے بیان کی تصدیق کی جائے گی، بدائع۔ (ت)
--	---

تایا بالفرض لفظ "جواب" معنی رد و انکار کا صالح نہ ہوتا بلکہ جانے دیجئے یوں فرض کیجئے کہ وہ سرے سے کنایہ ہی نہ ہوتا بلکہ
خاص صریح ہوتا جب بھی صورت مستفسرہ میں بعد اس کے کہ فضل کریم نے حلفاً انکار نیت کیا، حکم طلاق زناہر ممکن نہ تھا کہ
یہاں عورت کی طرف اضافت نہیں، صرف اتنا کہا ہے کہ "میری طرف سے جواب ہے" یہ کچھ نہ کہا کہ کس کو جواب ہے، اور
ترک اضافت ہمیشہ مانع حکم طلاق ہے جبکہ شوہر بحلف انکار نیت کرے۔ فتاویٰ خانہ میں پھر فتاویٰ خلاصہ پھر فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

واللفظ للاولى رجل قال لامرأته في الغضب اكرتوزن من سه ² طلاق وحذف الياء لا تطلق لانه ما اضاف الطلاق اليها ²	یعنی اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے حالت غضب میں کہا "تو میری عورت ہے تو تین طلاق"۔ اور یوں نہ کہا کہ "تو میری عورت ہے تو تجھے تین طلاق" طلاق نہ ہوگی کہ جب اس نے "تجھے" کا لفظ نہ کہا تو طلاق کو عورت کی طرف اضافت نہ کیا۔
--	---

نیز فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

امرأة قالت لزوجها طلقني ثلاثا فقال الزوج اينك بزار طلاق لا تطلق امرأته لانه كلام محتمل ³	یعنی عورت نے شوہر سے کہا "مجھے تین طلاق دے دے" اس نے کہا "فی الحال ہزار طلاق" طلاق نہ ہوگی کہ اس میں اپنی عورت کو طلاق دینا صاف نہیں۔
--	---

فتاویٰ خلاصہ میں ہے:

قالت طلقني فضر بها وقال اينك طلاق	یعنی عورت نے کہا "مجھے طلاق دے دے" اس پر
-----------------------------------	--

¹ ردالمحتار باب الكنايات احياء التراث العربي بيروت ٢٠٠٥/٢

² فتاویٰ قاضی خاں فصل فی الكنايات والمدلولات نوکسور لکھنؤ ٢٠١٥/٢

³ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق نوکسور لکھنؤ ٢٠١٥/٢

لا یقع ولو قال اینک طلاق یقع۔ ¹	مرد نے اسے مارا اور کہا "فی الحال طلاق" طلاق نہ ہوگی اور اگر کہا "فی الحال تجھے طلاق" طلاق ہو جائیگی۔
--	---

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

رجل قال "ان خردیم ونبیذ خوریم زمان ما بہ" ثم قال له رجل بعد ما سکت "به" طلاق فقال الرجل "بسه طلاق" لا تطلق امرأته لانه لما فرغ عن الكلام وسکت ساعة كان هذا ابتداء كلام ليس فيه اضافة الى شیء۔ ²	ایک شخص نے کہا "ہم نے روٹی کھائی اور نبیذ پی ہماری عورتوں کو تین" پھر جب چپ رہا دوسرے نے اس سے کہا "تین طلاقیں" تو جواب میں اس نے کہا "تین طلاقیں" طلاق نہ ہوگی کہ جب وہ پہلی بات کہہ کر کچھ دیر چپ رہا تو اب یہ ابتدائی کلام ہو اور اس میں کسی طرف اضافت نہیں۔
--	---

محیط پھر فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

سئل شیخ الاسلام الفقیہ ابو نصر عن سکران قال لامرأته اتریدون ان اطلقک قالت نعم فقال بالفارسیة اگر تو زن منی یک طلاق دو طلاق سه طلاق قومی واخر جی من عندی وهو یزعم انه لم یرد به الطلاق فالقول قوله۔ ³	یعنی امام شیخ الاسلام فقیہ ابو نصر سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے نشہ میں کہا "کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دے دوں" اس نے کہا "ہاں" مرد نے کہا "اگر تو میری جو رہے ایک طلاق دو طلاق تین طلاق، اٹھ میرے پاس سے دور ہو" اور اس کا بیان ہے کہ اس نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہ کی، تو اس کا قول معتبر ہے۔
---	--

امام اجل قاضی خاں نے فرمایا: لانه لم یضف الطلاق الیها⁴ اس کا قول اس لئے معتبر ہوا کہ اس نے ان لفظوں میں طلاق کو عورت کی طرف نسبت نہ کیا تھا یعنی یوں نہ کہا تھا کہ اگر تو میری عورت ہے تو تجھے ایک طلاق دو طلاق تین طلاق۔ فتاویٰ ذخیرہ پھر فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

سئل نجم الدین عن قالت له امرأته مرا	امام نجم الدین رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال ہوا ایک شخص
-------------------------------------	---

¹ خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الطلاق مکتبۃ حبیبیہ کوئٹہ ۷۶/۲

² فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق نوکسور لکھنؤ ۲۱۵/۲

³ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۳/۱

⁴ فتاویٰ قاضی خاں باب التعلیق نوکسور لکھنؤ ۲۱۹/۲

برگ باتو بشیدن نیست مر اطلاق ده فقال الزوج چوں تو روی طلاق داده شد وقال لم انو الطلاق هل يصدق قال نعم- ¹	سے اس کی عورت نے کہا "تیرے ساتھ میرے رہنے کا فائدہ نہیں مجھے طلاق دے دے" شوہر نے کہا "تجھ جیسی کو طلاق دے دی گئی" اور کہا میری نیت طلاق کی نہ تھی، کیا اس کا قول مانا جائیگا۔ فرمایا ہاں۔
---	---

فتاویٰ امام قاضی خاں پھر فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

قال لها لا تخرجي الابا ذنى فانى حلفت بالطلاق فخرجت لا يقع لعدم ذكر حلفه بطلاقها ويحتمل الحلف بطلاق غيرهما فالقول له ² ۔	یعنی عورت سے کہا "بے میری اجازت کے باہر نہ جانا کہ میں طلاق کا حلف کر چکا ہوں"۔ عورت بے اجازت چلی گئی، طلاق نہ ہوگی کہ اس نے یہ نہ کہا کہ تیری طلاق کا حلف کر چکا ہوں ممکن ہے کہ اور کسی کی طلاق کا حلف کیا ہو تو جب وہ اس عورت کو طلاق دینے کی نیت سے منکر ہے تو اس کا قول معتبر ہے۔
--	---

در مختار ہے:

لم يقع لتركة اضافة اليها ³	اس صورت میں طلاق اس لئے نہ ہوئی کہ عورت کی طرف طلاق کی اضافت نہ کی۔
---------------------------------------	---

کتب معتمدہ میں اس مسئلہ میں سنہیں بہت بکثرت ہیں اور تمام تحقیق ہمارے رسالہ الکاس الدہاق باضافة الطلاق (۱۳۱۳ھ) میں ہے تو آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ جس شخص نے خود حکم بن کر یہاں حکم طلاق دیا اور حسینہ کے نکاح سے نکلنے کا فیصلہ کیا وہ اس کا محض جہل و ظلم و زعم باطل تھا۔ وہ حکم جہالت اور وہ فیصلہ بطالت اور وہ حکم بن بیٹھنا افتراء و ضلالت۔ اوگ اس نے اپنی جہالت سے لفظ "جواب ہے" کو محتمل دشنام ٹھہرا کر اس بناء پر کہ یہ الفاظ فضل کریم نے بحالت غیظ و غضب میں کہے تھے قضاء و قوع طلاق کا حکم دیا اور نہ جانا کہ وہ محتمل رد ہے اور جو لفظ محتمل رد ہو اس سے کسی حالت میں بے نیت طلاق نہیں ہو سکتی نہ دیانت نہ قضاء۔ ہدایہ میں ہے:

في حالة الغضب يصدق في جميع	غضب کی حالت میں مذکورہ تمام صورتوں میں قائل کی تصدیق
----------------------------	--

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع في الطلاق بالالفاظ الفارسية نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵/۳۱۵

² فتاویٰ بزازیہ علی بامش فتاویٰ ہندیہ کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۰۷

³ در مختار کتاب الطلاق باب الصریح مطبع مکتبہ دہلی ۱/۲۱۸

ذک لاحتیال رد ¹ ۔	کی جائے گی کیونکہ رد کا احتمال ہے۔ (ت)
------------------------------	--

کافی میں ہے:

فی مذاکرۃ الطلاق یقع الطلاق فی سائر الاقسام قضاء الاقربا یصلح جواباً و ردافانه لایجعل طلاقاً ² ۔	قضاءً مذاکرہ طلاق میں تمام صورتوں میں طلاق واقع ہو جائیگی لیکن جن صورتوں میں جواب اور رد ہونے کا احتمال ہو ان صورتوں میں طلاق نہ ہوگی۔ (ت)
--	--

یہاں اسے نہ سوچھا کہ لفظ اضافت سے خالی ہے تو بحال انکار نیت حکم طلاق ناممکن ہے اگرچہ خود لفظ "طلاق" ہوتا جیسا کہ مسائل مذکورہ میں گزرا، نہ کہ لفظ "جواب" کہ کنایہ ہے اور وہ بھی محتمل رد و انکار۔ محیط میں ہے:

لا یقع فی جنس الاضافة اذالم ینولعدم الاضافة الیہا ³ ۔	یعنی جنس اضافت میں جب طلاق کو عورت کی طرف اضافت نہ کرے طلاق نہ ہوگی جب تک شوہر نیت نہ کرے۔
---	---

حالاً اس نے عورت کو خود اپنے معاملے میں قاضی بتایا اس کا اگر یہ مطلب کہ عورت خود حاکم ہے اور اس کا حکم مثل قاضی شرع نافذ و ناطق ہے جب تو صریح جہالت ہے، ہاں جہاں کہ مرد خود حکم بن بیٹھتے ہوں وہاں کی عورتیں اگر خود قاضی بن بیٹھیں تو کیا عجب۔ اور اگر یہ مراد کہ الفاظ طلاق میں عورت کو وہی سمجھنا چاہئے جو عام لوگوں اور قاضی کو کہ دل کا حال اللہ جانتا ہے، یہ سب ظاہر پر عمل کرنے والے ہیں تو ہم در مختار و فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ عالمگیری و فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ ذخیرہ و فتاویٰ بزازیہ و فتاویٰ محیط و بحر الرائق و کافی شرح وانی و ہدایہ کے نصوص جلیلہ سنا چکے کہ اس صورت میں جبکہ شوہر بحلف منکر نیت ہے قاضی بھی طلاق نہیں ٹھہرا سکتا تو عورت کیا چیز ہے۔

راجاً اس کی جہالت کا صاف واضح نمونہ وہ ہے کہ فضل کریم شہادت پیش کرنے میں قاصر رہا وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ یہاں فضل کریم مدعا علیہ ہے اور حسینہ مدعیہ ہے مدعا علیہ کو شہادت کی کیا حاجت جس کے

¹ الہدایۃ فصل فی الطلاق قبل الدخول مکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۵۴

² کافی

³ محیط

پیش کرنے سے اسے قاصر کیا جائے۔

خاصاً حکم بننے میں اگر اس نے یہ زعم کیا کہ فضل کریم نے اسے حکم کیا اور وہ واقع میں ایسا نہ تھا تو اس نے ایک مسلمان پر افتراء کیا اور شرع مطہر میں مفتری کی سزا اسلام کے یہاں اسی^۱ کوڑے ہیں۔ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ^۱ (اور بیشک آخرت کا عذاب اور سخت تر) اور اگر یہ ٹھہرایا کہ گو فضل کریم نے مجھے حکم نہ کیا مگر شریعت نے بے رضا و تکلیف خود حکم بن بیٹھنا اور فیصلہ کر دینا جائز کیا ہے اور ایسا فیصلہ شرعاً صحیح و نافذ ہوتا ہے تو اس نے شریعت مطہرہ پر افتراء کیا، اور شریعت مطہرہ پر افتراء اللہ عزوجل پر افتراء ہے اور اللہ عزوجل پر افتراء بے ایمان ہی کرتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اِنَّهَا يَفْتَرُوْنَ الْكُذْبَ الَّذِي يَلْمِزُ الْمُؤْمِنَ^۲ جھوٹے افتراء وہی باندھتے ہیں جو مسلمان نہیں۔

سادتاً وہ جانتا تھا کہ شرع مطہر سے اس صورت میں حکم طلاق نہیں ہو سکتا اور پھر دانستہ خلاف حکم شرع حکم کیا جب تو ان آیات کریمہ سے اپنا حکم معلوم کرے کہ:

جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ ظالم ہیں،	وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ①
جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ فاسق ہیں،	وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ②
جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ کافر ہیں،	وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ ③

جب حکم شرع پر حکم نہ کرنے والوں کے لئے یہ احکام ہیں تو جو دانستہ حکم شرع کے خلاف کریں اور اسے حکم شرع بتائیں ان پر کس درجہ سخت تر ہوں گے اور اگر نہ جانتا تھا اور بے علم فتویٰ دیا تو اپنا حکم اس حدیث سے لے:

بے علم فتویٰ دیا تو آپ بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا (اسے امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔)	افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا ^۴ رواہ الائمة احمد و البخاری و مسلم و الترمذی و ابن ماجة عن عبد الله بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
---	--

^۱ القرآن الکریم ۲۶/۳۹

^۲ القرآن الکریم ۱۰۵/۱۶

^۳ القرآن الکریم ۳۷/۵

^۴ صحیح مسلم کتاب العلم باب رفع العلم وقبضہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۴۰/۲

اور اس حدیث سے معلوم کرے:

<p>جو بغیر علم کے فتویٰ دے اس پر آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ (اسے ابن عساکر نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)</p>	<p>من افقی بغیر علم لعنته ملئكة السماء والارض¹ - رواہ ابن عساکر عن امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔</p>
--	--

بلکہ نظر بواقع صورتِ حاضرہ میں دونوں شقیں موجود ہیں، یہ حکم بن بیٹھنے والا خلافِ شرع حکم دینے والا جاہل بھی ہے، اس کا جہل خود اس کے اس حکم ہی سے ہم نے بوجہ ظاہر کر دیا، اور دیدہ و دانستہ خلافِ ما انزل اللہ حکم کرنے والا بھی ہے کہ ابھی چند روز ہوئے بمقدمہ حاجی بنیاد علی بجنوری اس نے یہی جہالت کی تھی اور اس پر دارالافتاء سے تنبیہ کی گئی حکم صحیح بتایا گیا پھر سائل کے مقرر سوال بغرض دفع اوہام جہال پر دوبارہ مفصل فتویٰ مرسل ہوا تو حکم اگر جب نہ جانتا تھا اب معلوم تھا اور پھر قصداً اس کا خلاف کیا، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

سابقاً اس نے یہ ما انزل اللہ کا خلاف اپنی کسی خانگی بات میں نہ کیا بلکہ ایک مسلمان کی زوجہ کو ناحق ناروا لکے نکاح سے خارج ٹھہرایا اور شوہر سے برگشتہ بنایا، اور یہ شیاطین کا کام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

<p>شیاطین کافر ہیں لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں (الی قولہ تعالیٰ) جس سے مرد اور اس کی عورت میں جدائی ڈالتے ہیں۔</p>	<p>وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ² اِلی قولہ تعالیٰ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ³۔</p>
---	--

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>جو کسی مرد سے اس کی زوجہ کو برگشتہ کرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں (اس کو ابو داؤد اور حاکم</p>	<p>لیس منا من خب امرأته علی زوجها⁴۔ رواہ ابو داؤد والحاکم بسند صحیح عن</p>
--	---

¹کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/۱۹۳

²القرآن الکریم ۱۰۲/۳

³القرآن الکریم ۱۰۲/۳

⁴سنن ابو داؤد کتاب الطلاق باب من خب امرأته علی زوجها آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۶

نے ابو ہریرہ سے طبرانی نے صغیر اور اوسط میں اسی طرح ابن عمر سے ابو یعلیٰ نے بسند صحیح اور طبرانی نے اوسط میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔

ابن ہریرۃ والطبرانی فی الصغیر والاوسط بنحوہ عن ابن عمر و ابو یعلیٰ بسند صحیح والطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اس حکم بننے والے کا جہل و ظلم بہت وجہ سے بیان ہو سکتا ہے، اور یہ سات بعد دسیع سیوات کیا کم ہیں واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ المنزب احمد رضا القادری
عفی عنہ بمعون المصطفیٰ النہدالی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم



صحیح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
کتبہ محمد المدعو بحامد رضا القادری البیرونی
سقاہ رہہ من نہیل کریمہ المروری۔



لقد اجاد فیہا فاد اطاب فی ما اجاب واللہ تعالیٰ
اعلم بالصواب۔ امجد علی اعظمی رضوی



صحیح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
فقیر محمد شمس علی عفی عنہ



هذا هو الحق
محمد مصطفیٰ رضا خان القادری عفی عنہ



ذلك كذلك
الفقیہ محمد رضا خان القادری عفی عنہ



الجواب صحیح
عبد القیوم قراب مرزا رضوی عفی عنہ



تصدقات علمائے بدایوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

حامدًا ومصليًا ومسلماً

اگر زوج نے فقط یہی لفظ کہے تھے کہ "اگر عصر تک نہ آئیں تو نکاح سے میں تم کو علیحدہ کر دوں گا" تو یہ تو فقط وعدہ ہے طلاق سے تعلق ہی کیا۔ اور اگر یہ لفظ کہے تھے کہ "میری طرف سے جواب ہے" تو یہ کنایہ طلاق میں داخل ہو سکتا ہے مگر جب شوہر بخلاف کہتا ہے کہ میری نیت نہ تھی تو اسی کا قول معتبر ہے جیسا کہ مجیب لیبیب نے کتاب رد المحتار وغیرہ سے ثابت کیا ہے، بہر حال صرف انہیں کلمات کی بناء پر باوجود حلف شوہر کے عدم نیت طلاق پر حکم طلاق بائن دے دینا از روئے کتب فقہ حنفی صریح غلطی ہے کیا فصلہ المجیب المصیب، واللہ اعلم وعلیہ اتم واحکم۔ حررہ عبد الرسول محب احمد القادری عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح و صواب

محمد عبد القادر القادری عفی عنہ مدرسہ قادریہ بدایوں

الجواب صواب و المجیب شاب

ہذا هو التحقیق و بالاتباع حقیق

صحیح الجواب واللہ اعلم بالصواب
عبد النبی محمد ابراہیم القادری عفی عنہ

تصدیقات علمائے شاہجہانپور

ہذا الجواب صحیح و المجیب نجیب
محمد سلیمان عفی عنہما اجاب الفاضل المجیب فهو صحیح بالتحقیق
العبد الفقیر محمد ریاست علی عفی عنہموافق روایات مذکورہ بالا طلاق واقع نہیں ہوئی۔
کتبہ عیدہ المسکین غلام محی الدین عفی عنہ

الجواب صحیح

العبد محمد فرست اللہ عفی عنہ



تصدقات علمائے دہلی

صورت مسؤلہ میں طلاق بائن واقع ہونے کا فتویٰ باوجود انکار اور حلف فضل کریم کے پیشک غلط ہے، صحیح یہی ہے جو مجیب صاحب نے تحریر فرمائی، باقی رہی یہ بات کہ مفتی محظلی نے اگر عمدگیہ کارروائی کی و العیاذ باللہ، تو بلا ریب مسحق عذاب الہی ہے اور اگر سہو ان سے غلط سرزد ہو گیا ہے اور وہ صاحب عالم ہیں اہل افتاء ہیں تو اس صورت میں عفو کے مستحق ہیں۔

سیف الرحمن مدرس اول مدرس مدرسہ فقہوری دہلی الجواب صحیح محمد پر دل مدرس مدرسہ نعمانیہ دہلی

۱۳۱۵
محمد پر دل

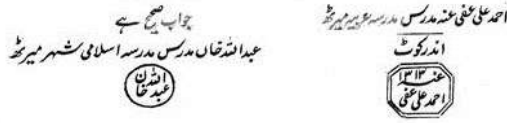
الرحمن
محمد سیف

الجواب صحیح محمد عرفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ نعمانیہ دہلی
الجواب صحیح محمد نسیم احمد عنی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم دہلی
للہ درّ المجیب اللیب محمد کرامت اللہ عنہ دہلوی
الجواب صحیح و المجیب مصیب عبید المسلمین عنی عنہ سابق مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم دہلی
الجواب صحیح محمد نسیم احمد عنی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم دہلی
اصاب من اجاب محمد میاں عنی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی
ذٰلک کذا لک ابو محمد محمد سید اعلیٰ الرضوی الحنفی عفا اللہ عنہ وعن والدیہ



تصدقات علمائے میرٹھ

جواب مذکور الصدر درست ہے اور جواب میں جو عبارات بطور نقل تحریر فرمائی ہیں وہ جواب کی صحت کو آفتاب کی طرح روشن کرتی ہیں، یہ عبارت کہ "اگر آپ عصر تک اپنے مکان پر نہ آئیں تو میری طرف سے جواب ہے" قابل غور ہے، واضح لفظ "جواب" اردو زبان میں لفظ مشترک ہے اور لفظ مشترک بدون بیان احناف کے نزدیک قابل عمل نہیں، اگر کسی آدمی نے وصیت کی کہ ثلث مال میرے موالی کو دینا اور وصیت کنندہ کا آزاد کرنے والا ہے اور وہ بھی ہے جس کو وصیت کنندہ نے آزاد کیا ہے تو احناف کے نزدیک وصیت باطل ہے اور وجہ بطلان کی بیان کرتے ہیں کہ لفظ موالی مشترک ہے معلوم نہیں کہ حکم کا ذہن اس کے ادراک سے کیوں بے نصیب رہا، اور باوجود انکار و عدم اضافت، جواب طلاق بائنہ کا ہر فضل کریم کی گردن میں کیوں چسپاں کر دیا، آفریں بادریں ہمت مردانہ او، پس فیصلہ حکم کا جہالت پر مبنی ہے اور طریق احناف سے خارج ہے، میں فقہائے احناف کی عبارات نقل کر کے طول دینا نہیں چاہتا، جواب میں جو عبارات تحریر فرمائی ہیں وہ کافی ہیں بلکہ عند الانصاف کفایت سے زائد ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔



تصدیقات علمائے احمد آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الرؤف الرحیم

اصابعد، بندہ نے اول سے آخر تک اس فتویٰ کو پڑھا، حضرت مولانا مولوی حامی دین متین جناب احمد رضا خاں صاحب عم فیضہ الصوری والمعنوی نے اس میں دریائے تحقیق بہا دیا ہے، اب جس میں مادہ ایمان ہے اس کے واسطے سوائے تسلیم کے اور اس کے حکم کو سر پر چڑھانے کے چارہ نہیں، اور جو لوگ اس فتویٰ کے خلاف حکم کرتے ہیں ان کے حال کو خاکسار اپنے احباب کو سمجھاتا ہے ان پر وحی شیطان کی نازل ہوتی ہے اس کی خبر رب العالمین اپنے کلام مجید میں دیتا ہے:

<p>اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن کئے ہیں آدمیوں اور جنوں میں کے شیطان کہ ان میں ایک دوسرے پر خفیہ ڈالتا ہے بناوٹ کی بات دھوکے کو۔ (ت)</p>	<p>وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيْطَانِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ۗ¹</p>
--	---

وقال الله تعالى:

<p>اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کچھ کیا، سنتے ہو بیشک وہی جھوٹے ہیں، ان پر شیطان غالب آگیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی، وہ شیطان کے گروہ ہیں سنتا ہے بیشک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔ (ت)</p> <p>ایک عزیز نے شیطان کو فارغ بیٹھا اور گمراہ کرنے اور حق سے ہٹانے کے کام سے مطمئن پایا تو عزیز نے اس سے وجہ پوچھی تو شیطان لعین نے کہا اس وقت کے علمائے سوء اس کام میں میرے بڑے مددگار ہیں اور مجھے اس کام سے انہوں نے فارغ کر دیا اور حقیقت یہی ہے کہ اس زمانے میں دین و شریعت کے امور میں جو سستی اور مداہنت اور ہر کرتاہی جو دین و ملت کی ترویج میں ظاہر ہو رہی ہے یہ تمام علمائے سوء کی نحوست اور بدبختی کی وجہ سے ہے۔ (ت)</p>	<p>وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۗ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الَّذِينَ يَبُورُونَ ۗ² اِسْتَوْدَعُوا عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانَ فَاسْتَمْتَمُوا ذُرِّيَّتَهُ ۗ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۗ³ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۗ³</p> <p>عزیز نے شیطان لعین را دید کہ فارغ نشسته است و از تضلیل و اغوا خاطر جمع ساخته آں عزیز سر آزا پر سید لعین گفت کہ علمائے سوء اس وقت دریں کار با من خود مدد عظیم کردند و مرا ازیں مهم فارغ ساختند و الحق دریں زمان ہر سستی و مداہنتی کہ در امور شرعیہ واقع شدہ است و ہر فتوے کہ در ترویج مملت و دین ظاہر گشتہ است ہمہ از شومی علمائے سوء است و فساد نیات ایشان³۔</p>
--	--

یہ عبارت راقم نے مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ العزیز کی جلد اول کے ص ۹۳ مکتوب ۳۳ سے نقل کی ہے، اب جو لوگ شیطان کی وحی پر چلنا چاہتے ہیں وہ اپنے نفس کی شامت سے حزب الشیطان ہو جائیں ان کے جلانے اور سزا دینے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے جہنم تیار کر رکھی ہے اور جو شیطان سے

¹ القرآن الکریم ۱۱۲/۶

² القرآن الکریم ۱۸-۱۹/۵۸

³ مکتوبات امام ربانی مکتوب سی و سوم نوکسور لکھنؤ ۱۷۷

کفر کرتے ہیں اور خدائے تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں ان کی فہمائش کے لئے علمائے ربانیمین نے حکم شریعت مدلل لکھ دیا ہے فماذا بعد الحق الاضلال (پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔ت) حضرت رب العزت تبارک وتعالیٰ اس تحریر پر تنویر کو سبب ہدایت اپنے بندوں کا کرے آمین ثم آمین ہذا ما عندی .واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

صواب الجواب

حرره المفتقر الی ربہ القیوم عبد الرحیم بن یحییٰ السنی
الحنفی القادری النقیشبندی الاحمد آبادی المدرس الاول
فی المدرستہ القادریۃ



الجواب صحیح

نعم الجواب وحید التحقیق



تصدیقات علمائے جلیپور

ما اجاب مولانا امام المحققین لہو الحق البین
کتبہ الفقیر عبدالباقی محمد برہان الحق الرضوی الجلیپوری
کان اللہ تعالیٰ لہ



ان ہذا لہو الحق والحق لا تباع احق
کتبہ ادون عماد اللہ ذی الجلال والاکرام الراصدالی
الظفر محمد عبد السلام السنی الحنفی القادری الرضوی
الجلیفوری عفر لہ



تصدیقات علمائے مراد آباد

نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم

بے شک فضل کریم کا قول معتبر ہے جس حالت میں کہ وہ حلف کر رہا ہے کیونکہ وہ مدعا علیہ ہے، اور اس کے الفاظ طلاق نہیں ہیں کما صرحہ العلائح الجیب دامت برکاتہما و اگر اہالی زن کے بیان کردہ الفاظ بھی ثابت ہو جائیں تو بھی حکم طلاق جہل محض ہے، حضرت مجدد مائتہ حاضرہ متع اللہ المسلمین برکات انفا سے نے جو تحقیق فرمائی ہے بالکل حق و صواب ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ

احسن الجزاء و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

الجواب صحیح و صواب، العبد المسکین محمد عبدالدین عفی عنہ محمد نعیم الدین عفی عنہ

واضح ہو کہ صورت مسؤلہ میں جو فضل کریم نے اپنی زوجہ حسینہ بی کے حق میں کہا کہ آپ آج اپنے گھر میں نہ آئیں تو میں آپ کو اپنے نکاح سے علیحدہ کر دوں گا انتہی۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ ایقاع طلاق کا وعدہ ہے اس میں طلاق کا وعدہ ہے اس میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ پھر اگر وہ مسماۃ اپنے گھر میں نہ آئیں جب بھی طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ اس میں محض ایقاع طلاق کا وعدہ ہے اور بعد نہ آنے اس کے فضل کریم سے ایقاع طلاق کے کوئی کلام (الفاظ) وقوع میں بھی نہ آئے بلکہ پیرایہ وعدہ ہی رہے لہذا طلاق شرعاً ثابت نہیں ہوئی اور نہ اس عورت نے اپنے زوج فضل کریم سے سوال کیا تھا نہ اس کے متعلقین نے کہ تو اس کو طلاق دے دے تاکہ یہ صورت مذاکرہ طلاق کی ہوتی، اور لفظ "جواب" کو "جو کلام دوسرے" فضل کریم میں واقع ہوا یعنی اگر آپ عصر تک مکان پر نہ آئیں تو میرا جواب ہے لیکن یہ کلام دوسرا بعد دیر کے اس نے کہا اور فضل کریم زوج مسماۃ مذکورہ کا ان الفاظ سے انکار ہے اور نیز حلف شرعی سے کہتا ہے یوں ہی ہو یا جو کچھ ہو میں نے اس سے زوجہ مذکور کو نیت طلاق کی نہیں کی تھی، بعض متعلقین مسماۃ مذکورہ نے بیچارے فضل کریم کے ذمہ زبردستی سے اس لفظ کو چپکا دیا اور کسی ملانے نافیہ اپنی سے مفہوم طلاق بائن کا سمجھ کر حکم طلاق بائن کا دیا۔ اور بر تقدیر فرض اگر اس نے یہ لفظ کہا ہے جب بھی طلاق بائن نہیں ہوئی، اولاً اس واسطے کہ یہ لفظ بعد دیر کے کہا پھر یہ کلام جدید ہے اور اضافت اس میں

الی شیعہ ناپدید ہے۔

<p>قاضی خاں نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ایک شخص نے کہا ہم نے روٹی کھائی اور نبیذ پیا ہماری عورتوں کو تین، پھر کچھ دیر بعد اس کو ایک شخص نے کہا "تین طلاقیں" تو اس نے کہا "تین طلاقیں" تو اس کی بیوی کو طلاق نہ ہوئی کیونکہ جب خاموش ہو کر کچھ دیر کے بعد کہا تو یہ نیا کلام ہے اور اس میں اضافت کسی کی طرف نہ پائی گئی۔ (ت)</p>	<p>قال قاضی خان فی فتاویٰہ رجل قال نان خوردیم ونبیذ خوردیم زنان ماہرہ^۳ ثم قال له رجل بعد ما سکت بسہ طلاق فقال الرجل بسہ طلاق لا تطلق امرأته لانه لما فرغ عن الكلام وسکت ساعة کان هذا ابتداء کلام لیس فیہ اضافة الی شیعہ^۱</p>
---	--

ہیچا یہ کہ لفظ "جواب" موضوع واسطے طلاق کے نہیں ہے بلکہ یہ ایک ہندی کلمہ ہے کہیں بمعنی ترک و رد کے آتا ہے، چنانچہ زید نے عمرو سے کچھ مانگا اس نے جواب دیا یعنی رد کیا کچھ نہ دیا خالی ہاتھ چلا گیا، دوسرا یہ کہ خالد نے مثلاً بکر سے سوال کیا نماز میں کتنے فرض اور کتنے واجب ہیں؟ اس کا جواب دے دیا یعنی اس کے سوال کو تسلیم کر کے اس کا جواب دیا یعنی رد نہ کیا بتلا دیا اتنے فرض ہیں اتنے واجب ہیں۔ اور کبھی ایک شیعہ کے مقابلہ میں دوسری شیعہ تیار کی جائے اس کو ہندی میں جواب کہتے ہیں، مثلاً ایک شخص نے مکان بنایا اور اس میں چار در اور چار طاق محاذی ایک دوسرے کے بنائے اس کو اردو میں ایک دوسرے کا جواب کہتے ہیں۔ اور یہ بھی مفہوم لفظ جواب کا ہو سکتا ہے کہ اگر تم اپنے گھر نہ آئیں تو ہمارا بھی جواب ہے یعنی ہم بھی تمہارے گھر نہ آئیں گے۔ اور یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ تم ہم سے اگر قرینہ نیک سے اور حُسن معاشرت سے رہو گی تو ہم بھی اسی قاعدہ سے رہیں گے اگر تم ہم سے سرکشی رکھو گی ہم بھی سرکشی رکھیں گے۔ اور یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ پہلے اس سے اس مخاطب نے اپنے زوج فضل کریم سے کوئی چیز مانگی ہو تو اس کے دینے میں سکوت کیا اور وہ رنجیدہ ہو کر اپنے گھر چلی گئی، جب اس نے اس مسماہ سے جا کر کہا کہ تم اپنے گھر چلو اس نے نہ مانا تو اس کے مقابلہ میں زوج نے کہا کہ ہمارا بھی جواب ہے، تو اس طرح سے یہ لفظ جواب اردو میں چند معنی میں مستعمل ہوتا ہے تو پھر لفظ جواب سے خاص کر طلاق بائن کا مفہوم سمجھنا دلیل نا فہمی کی ہے،

<p>جیسا کہ اس کی تحقیق فاضل محقق کامل جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب دام مجدہم نے فرمائی بہر صورت انہوں نے اس معاملہ میں تحقیق میں</p>	<p>کہا حقه الفاضل المحقق الكامل جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب دام مجدہم بعد التی والتی ما ترک</p>
---	---

^۱ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق مطبع نوکسور لکھنؤ ۲۱۵/۲

المحقق المذكور من التحقيق في هذا الامر شيئاً لعل الله يحدث بعد ذلك امراً - والله اعلم وعلمه اكمل واتم -	کوئی کمی نہ چھوڑی، ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی مزید سبیل پیدا فرمادے، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه اكمل واتم - (ت)
---	---

عبدالباری

قد ضل المجيب السابق في فهمه ضللاً بعيداً وقد صار في ردة المحقق المذكور مولناً مصيباً -	پہلے مجیب اپنے فہم میں زیادہ بھٹک گئے اور ان کے جواب اور رد میں محقق مذکور نے درست فرمایا۔ (ت)
---	---

کتبہ المعتصم بحبل اللہ الاحد محمد ابو الفضل المدعو بفضل احمد

تصدیقات علمائے لاہور

الحق حق لا شك فيه، محمد عبدالعزیز عفی عنہ مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور

هذا الجواب صحيح والمجيب نجيب، محمد یار عفی عنہ امام مسجد طلانی لاہور بقلمہ

هذا هو الحق، فقیر محمد شفیق بگوی حنفی نقشبندی خطیب مسجد شاہی لاہور

هذا هو الحق المبين، الراجحی الی اللہ العلیین، المسکین اللہ دین مدرس اول مدرس نعمانیہ لاہور

الجواب صحيح، محمد ذاکر بگوی عفی عنہ مدرس اول حمیدیہ

الحق لا يتعداه المومنون، عبیدہ اصغر علی المدارس العربیة

المجيب مصيب فيماً اجاب فله دره فيماً اجتهد واصاب، كتبه العبد الضعيف المسكين محمد اكرام الدين

البخارى عفى عنه البارى مشهور بواعظ الاسلام حال خطيب وامام في مسجد نواب وزير خان رحمه الله

الملك المنان لاہور۔

تصدیقات علمائے بمبئی

بسم اللہ الرحمن الرحيم، حامدا ومصلياً ومسلماً، جو کچھ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت

مد ظہم العالی نے صورتِ مسئلہ طلاق کے عدم وقوع کی نسبت ارشاد فرمایا ہے اور جابر حکم کے فیصلہ باطلہ کی نسبت فرمایا: تو آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ جس شخص نے خود حکم بن کر یہاں حکم طلاق دیا اور حسینہ کے نکاح سے نکلنے کا فیصلہ دیا وہ اس کا محض جہل و ظلم و زعم باطل تھا وہ حکم جہالت اور وہ فیصلہ بطالت، وہ حکم بن بیٹھنا افتراء و ضلالت۔ یہ سب صحیح ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے جاہل مظل سے دور رہیں اور اس کے ایسے باطل فیصلہ پر ہر گز ہر گز عمل نہ کریں۔

حررہ العبد الفقیر محمد عمر الدین السنی الحنفی القادری الہزاروی عفا اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جو کچھ کہ اعلیٰ حضرت امام المسلمین مراد المؤمنین مولانا و سیدنا احمد رضا خان صاحب مد ظہم العالی نے عدم وقوع طلاق کے بارے میں تحریر فرمایا ہے وہ سب صحیح ہے اور اس حکم جاہل کا فیصلہ بالکل لغو و فوج ہے۔

حررہ الاحقر محمد عبدالرزاق السنی الحنفی القادری المقتدری عفا اللہ تعالیٰ عنہ

حامدًا ومصليًا ومسلماً

اما بعد خاکسار امیدوار رحمت پروردگار نے یہ جواب کاشف حجاب عجب العجاب من اولہ الی آخرہ بنظر غور دیکھا، الحمد للہ دربارہ عدم وقوع طلاق وضوح حق نے سرور دیا حق تعالیٰ جل شانہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ واقف حقیقت مروج شریعت مجدد طریقت حکیم الامت علامہ زمان و فہامہ یگان مولنا و بفضل اولنا مولوی احمد رضا خان صاحب مد ظہم العالی کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے اور جمع اہلسنت و جماعت کو اس پر عمل کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین!

حررہ حافظ عبد الحلیم السنی الحنفی القادری امام مسجد جاملی محلہ بمبئی

ما اجاب المجیب اللیب فہو فیہ مصیب۔ حررہ خادم الشرع القاضی

اسمعیل الجلمائی الشافعی عفا اللہ تعالیٰ عنہ وعن والدیہ وعن استاذیہ وعن البومنین، آمین یا رب

العالمین!

تصدقات علمائے پیلی بھیت

مجدد مائتہ حاضرہ صاحب حجت قاہرہ اعلیٰ حضرت مولانا و سیدنا مولوی احمد رضا خان صاحب

امام اہلسنت کا جواب بتوفیق رب الارباب عین صواب ہے فقط۔

فقیر قادری وحی احمدی خادمِ حدیث در مدرسۃ الحدیث



حضرت امام الحقین و راس المصلحین مولانا و یا افضل اولنا المولوی محمد احمد رضا خان صاحب
دام شمس فیوضہ شرفہ و مازال قرافا دائرہ مشینا کا اجر اب عین صواب ہے۔

العبدا یوسراج عبدالحق عقی عتیکلید مولانا و یا افضل اولنا المولوی
محمد وحی احمد محدث سورتی عم فیضہ العلی

الجواب هو الصواب

محمد فضل حق عقی عتیکلید خادم مدرسہ رضویہ سیلی بھیت



مسئلہ ۹: از بنگالہ ضلع نواکھالی ڈاک خانہ بیگم گنج مرسلہ مولوی عبدالمجید صاحب شنوپوری
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کو بعد نماز مغرب کے کہا کہ اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق
ہے، بعد وہ بی بی عشاء کی نماز نہیں پڑھی، فجر سے لے کر نماز شروع کی، اور وہ شخص بعد فجر کے رجعت بھی کر لیا ہے، پھر چند
برس کے بعد وہ شخص اور دو طلاق بلا شرط دیا اب اس شخص کا رجعت کرنا جائز ہے یا نہیں کیونکہ دو طلاق سابق اور یہ دو طلاق
مجموعہ چار طلاق ہوئی، اب سہ طلاق ہو کر حرمہ ابدی ہوئی یا نہ، اور سابق دو طلاق کو جب نماز پر شرط کیا اور نماز بھی نہ پڑھی یعنی
عشاء کی، تو طلاق ہوگی یا نہ، بینوا مع الدلیل (دلیل کے ساتھ بیان کئے۔ ت)۔ بعض عالم کہتے ہیں

اول جو طلاق نماز پر شرط کیا تھا نہیں واقع ہوگی کیونکہ قول زوج کا "اگر نماز نہ پڑھے گی" مستقبل کی طرف اشارہ ہے اور مستقبل تا حیات کے لئے ہوتا ہے، اور ثانی جو دو طلاق بلا شرط ابھی دیا ہے اس کے لئے رجعت جائز ہے اور دوسرے طرف کے علماء کہتے ہیں اب رجعت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ سہ طلاق ہو کر مغلا ہو گئی ہے اس وجہ سے کہ اول جو دو طلاق شرط نماز پر کیا تھا تا حیات پر موقوف نہیں کیونکہ زوج کی مقصود اور نیت یہ ہے کہ زوجہ کبھی نماز نہ چھوڑے، اور تاکید حکم شرع پر کرتا ہے اگر ایک وقت نماز چھوڑے گی تو امر صادق آویگی، اور رامپور کے بعض علماء کہتے ہیں اول دو طلاق بائن واقع ہوگی کیونکہ طلاق رجعی کی جب شرط پر معلق کرتا ہے تو بائن ہو جاتا ہے اور بائن کے لئے در مدت نکاح جدید چاہئے جب نکاح جدید در مدت نہ کیا اور مدت گزر گیا اب بعد باطلاق صحیح نہیں ہے فقط اول دونوں طلاق واقع ہوں گی اور بعد کے طلاق کی ملک نہیں ہے۔

الجواب:

اللهم لك الحمد اسألك هداية الحق والصواب (اے اللہ! تیرے لئے حمد ہے، میں تجھ سے حق اور صواب کی رہنمائی طلب کرتا ہوں۔ ت) فقیر نے ہر سہ فریق علمائے بنگالہ و بعض علمائے رامپور کے اقوال مذکور اور دلائل مزبور مطالعہ کئے جہاں تک اپنی نظر قاصر کا مبلغ حکم خیر الامور اوسطاً (در میانی چیز بہتر ہے۔ ت) ان میں قول وسط عدل و وسط و صحیح و بے غلط ہے، فریق سوم کا زعم تو محض باطل و بے اصل ہے تعلیق ربط مضمون جملہ بمضمون آخر ہے نہ کہ خبط مضمون، برابطہ آخر ان دخلت الدار فانت طالق (اگر تو گھر میں داخل ہو تو تجھے طلاق۔ ت) کہنے والے نے انت طالق کے مفاد شرعی کو دخول دار پر معلق کیا تو ہنگام دخول اسی مفاد کا نزول ہوگا نہ کہ مفاد سے عدول، اور قطعاً معلوم کہ اس کا مفاد نہیں، مگر طلاق رجعی یہاں تک کہ اگر انت طالق کہے تو طلاق بائن کی نیت کرے جب بھی رجعی ہوگی کہ وہ تغیر حکم شرع پر قدرت نہیں رکھتا، تنویر میں ہے:

صريحه كطلقت وانت طالق ومطلقة يقع بها واحدة رجعية وان نوى خلافها ¹ ۔	صريح طلاق یہ ہے "میں نے تجھے طلاق دی، تو طلاق والی ہے، تو مطلقہ ہے" جیسے الفاظ ہیں، ان الفاظ سے ایک رجعی طلاق ہوگی اگرچہ نیت اس کے خلاف بھی کرے۔ (ت)
--	--

ہدایہ میں ہے۔

¹ در مختار شرح تنویر الابصار باب الصریح مطبع مجتہبی، دہلی، ۲۱۸/۱

<p>تجھے طلاق، تو مطلقہ ہے، میں نے تجھے طلاق دی، ان الفاظ سے رجعی طلاق ہوگی اور کسی نیت کی ضرورت نہیں ہے، یونہی اگر ان الفاظ سے بائنہ طلاق کی نیت کرے تب بھی رجعی ہی ہوگی کیونکہ شریعت نے ان الفاظ سے طلاق بائنہ کو عدت ختم ہونے تک معلق رکھا ہے جبکہ طلاق دینے والے نے فی الحال نافذ ہونے کی نیت کی ہے اس لئے بائنہ نہ ہوگی (ملخصاً)۔ (ت)</p>	<p>انت طالق ومطلقة وطلقتك فهذا يقع به الطلاق الرجعي ولا يفتقر الى النية وكذا اذا نوى الابانة لانه قصد التنجيز ماعلقه الشرع بانقضاء العدة فيرد عليه¹ (ملخصاً)</p>
---	---

ہمارے علماء کرام کے نزدیک وقتِ حلول شرطِ نزول جزایوں ہوتا ہے کہ گویا اس وقت تکلم بالجزم منجز واقع ہوا اور ظاہر ہے کہ انت طالق کا تکلم ہرگز مفید نہ ہوگا مگر طلاق رجعی کا۔ فتح القدر میں ہے:

<p>کیونکہ طلاق کا سبب، شرط پائے جانے پر وارد ہوتا ہے گویا کہ شرط پائے جانے پر وہ طلاق بول کر نافذ کر رہا ہے۔ (ت)</p>	<p>انه ينزل سبباً عند الشرط كانه عند الشرط اوقع تنجيزاً²۔</p>
--	--

ظاہر ان بعض علماء کو ایک عبارتِ در مختار نے دھوکا دیا کہ او آخر باب طلاق بالشرع میں فرمایا:

<p>اگر کہا "تجھے اس شرط پر طلاق ہے کہ مجھے رجوع کا اختیار نہیں، تو اس کو رجوع کا حق باقی ہوگا۔ بعض نے کہا اس کو رجوع کا حق نہیں ہے، جو ہرہ۔ بحر میں دوسرے قول کو ترجیح دے کر کہا کہ جس نے معلق طلاق میں رجوع کا فتویٰ دیا اس نے خطا کی ہے، اور پختہ کار لوگ فرماتے ہیں کہ مذکورہ صورت میں ایسی طلاق ہوگی جس میں اختیار بیوی کو ہوگا کہ وہ نکاح دوبارہ کرے یا نہ کرے یعنی بائنہ طلاق ہوگی۔ (ت)</p>	<p>لوقال انت طالق على ان لا رجعة لي عليك. له الرجعة وقيل لا. جوهرية ورجح في البحر الثاني، خطأ من افتي بالرجعي في التعاليق وقول الموثقين تكون طالقاً طلقة تملك بها نفسها³</p>
---	---

اس عبارت میں جملہ "وخطأ من افتي الخ" کے یہ معنی سمجھ لیے کہ علامہ بحر صاحب بحر رحمہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً تعلیقات میں طلاق رجعی ماننے کو خطا ٹھہرایا، حالانکہ یہ محض سوئے فہم یا قلت تدر سے ناشی ہے یہاں

¹ الهداية باب ايقاع الطلاق المكتبة العربية كراچی ۳۳۹/۱

² فتح القدير باب الايمان في الطلاق مكتبة نوريه رضويه سكر ۲۲۵/۳

³ در مختار باب الصريح مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۲/۱

خاص صورت یہ زیر بحث ہے کہ جزائے معلق میں وصف بیہوشی مذکور ہو، مثلاً:

ان دخلت الدار فانت طالق طلاقاً لارجعه لی علیک فیہ یا ان تفعل کذا تکن طالقاً طلاقاً تملک بہا نفسہا۔	اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو وہ طلاق جس میں مجھے رجوع کا حق نہ ہو، یا یوں کہے اگر تو یہ کام کرے تو تجھے وہ طلاق ہے جس میں اختیار تیرے ہاتھ میں ہو۔ (ت)
--	---

عبارت درمیں وقول الموثقین بالجریزیر فی داخل (قول الموثقین جر کے ساتھ التعالیق پر داخل "فی" کے تحت ہے۔
ت) اور التعالیق کا عطف تفسیری ہے، بحر۔ ردالمحتار میں ہے:

قوله وخطاء ای نسبه الی الخطاء، وقوله وقول الموثقین بالجریزیر قال ح عطف تفسیر علی التعالیق، قلت واصل المسئلة التي ذكرها صاحب البحر، وقد الف فیها رسالة ایضاً، ہی ان رجلا قال لزوجته متی ظهر لی امرأة غیرک فانت طالق واحدة تملکین بہا نفسک، ثم ظهر له امرأة غیرها فاجاب فیها بانہ بائن و رد من افتی رجعی ¹ (ملخصاً)	اس کا قول کہ "خطاء" یعنی اس کو خطاء کی طرف منسوب کیا، اور اس کا قول "قول الموثقین، جریزیر کے ساتھ، تو اب اس کا تعالیق پر عطف تفسیری ہوگا۔ قلت اصل مسئلہ وہ ہے جس کو صاحب بحر نے ذکر کیا اور اس پر رسالہ بھی لکھا ہے کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا کہ اگر تیرے سوا کوئی میری بیوی معلوم ہو جائے تو تجھے ایک طلاق ہے جس میں تجھے اپنا اختیار ہوگا، اس کے بعد اس شخص کی دوسری بیوی معلوم ہوئی تو بحر والے نے جواب دیا کہ یہ طلاق بائن ہوگی، اور انہوں نے اس شخص کا رد بھی کیا جس نے اس کے رجعی ہونے کا فتویٰ دیا (ملخصاً) (ت)
--	---

خود علامہ بحر کی عبارت سنئے کہ در سے روشن تر ہے بحر میں فرماتے ہیں:

فی الجوهرة قال انت طالق علی انه لارجعة لی علیک یلغو ویملک الرجعة وقیل تقع واحدة بائنة اھ وظاہر مافی الهدایة ان المذهب الثانی فانه قال	جوہرہ میں ہے کہ اگر ایک شخص نے بیوی کو کہا تجھے طلاق ہے اس شرط پر کہ مجھے رجوع اختیار نہ ہوگا، تو ایسی میں رجوع نہ ہونے کی شرط لغو، اور اس طلاق پر خاوند کو رجوع کا اختیار باقی رہے گا، اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک بائنہ طلاق ہوگی اھ
---	---

¹ ردالمحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۰۴

جبکہ ہدایہ کی عبارت سے ظاہر یوں ہے کہ دوسرا قول راجح ہے، کیونکہ انہوں نے یوں فرمایا کہ جب طلاق کو ایسے وصف سے موصوف کیا جائے جو شدت اور زیادتی پر دلالت کرے تو وہ طلاق بائنہ ہوتی ہے اور امام شافعی نے فرمایا کہ یہ طلاق رجعی ہوگی بشرطیکہ بیوی سے دخول کرچکا ہو کیونکہ اس نے صریحاً ایک طلاق کو بائنہ کے وصف سے موصوف کیا ہے جو کہ خلاف مشروع ہے لہذا یہ وصف لغو ہوگا، جیسا کہ کوئی یوں کہے کہ تجھے طلاق ہے اس شرط پر کہ مجھے رجوع کا اختیار نہ ہوگا تو رجوع کا حق باقی رہے گا اور طلاق رجعی ہوگی، اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مقابلہ میں ہماری دلیل یہ ہے کہ خاوند نے طلاق مذکورہ کو ایسے وصف سے موصوف کیا جس کا اس میں احتمال بن سکتا ہے اور جس مسئلہ پر آپ نے قیاس کیا یعنی رجوع نہ کرنے کی شرط، تو ہمارے لئے وہ ایسے نہیں ہے بلکہ وہ طلاق بائنہ ہے اھ۔ عنایہ میں حنفی مسلک کی تائید میں فرمایا کہ مذکورہ صورت میں بائنہ طلاق نہ ہونا تسلیم نہیں کرتے بلکہ ایک طلاق بائنہ ہوگی اھ عنایہ کے علاوہ فتح القدر، غایۃ البیان اور تمییز میں ایسے ہی ہے، اور آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ حنفی مذہب میں طلاق بائنہ ہوگی، جن لوگوں کو مذہب کی خبر اور سمجھ نہیں انہوں نے یہاں استدلال کیا ہے کہ "قول الموثقین فی التعالیق" سے مراد یہ ہے کہ اگر خاوند بیوی کو کہے کہ "تجھے ایک رجعی طلاق جس میں تجھے اپنا اختیار حاصل ہے" تو اس میں طلاق بائنہ نہ ہوگی، اس پر انہوں نے دلیل یہ دی کہ اگر کوئی بیوی کو کہے کہ تجھے ایک طلاق ہے اس شرط پر کہ مجھے رجوع کا اختیار نہ ہوگا، تو یہ بھی رجعی طلاق ہوگی، حالانکہ ان لوگوں کا یہ بیان و استدلال خطا ہے، اور میں نے اس بات کو تفصیل سے رسالہ میں لکھا ہے اھ لمختصاً (ت)

واذا وصف الطلاق بضرب من الشدة والزيادة كان بائناً وقال الشافعي يقع رجعياً اذا كان بعد الدخول، لانه وصفه بالبينونة خلاف المشروع فيلغو كما اذا قال انت طالق على ان لا رجعة لي عليك ولنا انه وصفه بما يحوطه ومسئلة الرجعة ممنوعة اھ. قال في العناية ای لانسلم انه لا يقع بائناً بل تقع واحدة بائنة اھ وھكذا في فتح القدير وغاية البيان والتبيين فقد علمت ان المذهب وقوع البائن، وقد تمسك به بعض من لا خبرة له ولا دراية بالمذهب على ان قول الموثقين في التعالیق تكون طالقاً طلقاً تملك بها نفسها لا يوجب البينونة مستنداً لانه لو قال انت طالق على ان لا رجعة كان رجعياً، وهو خطأ وقد اوسعت الكلام فيها في رسالة¹ اھ ملخصاً۔

¹ بحر الرائق فصل انت طالق (ت) اھ سعید کمپنی کراچی ۲۹۱/۳

نیز علامہ بحر کے اس رسالہ میں جس کا حوالہ ردالمحتار اور خود بحر الرائق میں گزرا یہاں وقوع بائن کی علت زیادہ لفظ تملك بھا نفسھا بیان فرمائی نہ یہ کہ نفس تعلق موجب بیونت ہے رسالہ مذکورہ میں بعد بیان صورت واقعہ فرماتے ہیں:

<p>وقع الطلاق ما ينبئ على الزيادة وهو قوله تملك بھا نفسھا فيكون بائناً وان كان صريحاً في البدائع. البائن ان يكون بحروف الابانة او بحروف الطلاق لكن موصوفاً بصفة تنبئ عن البينونة اه ولا شك ان قوله تملك بھا نفسھا يكون بالبائن لا بالرجعي. في فتح القدير لا تملك نفسھا الا بالبائن¹ اھ مختصراً</p>	<p>یہاں طلاق کا وقوع، زائد الفاظ یعنی "وہ اپنے نفس کی مالک ہوگی" کے ساتھ ہوگا، لہذا یہ طلاق بائن ہوگی، اگرچہ صریح طلاق مذکور ہے، بدائع میں ہے کہ کسی جدائی والے لفظ یا لفظ طلاق کو جدائی والے کسی لفظ سے موصوف کر دیا جائے، تو یہ بائن طلاق ہوگی اھ، اور اس میں شک نہیں کہ عورت کو اپنے نفس کا اختیار بائن طلاق سے حاصل ہوتا ہے رجعی سے نہیں ہوتا۔ فتح القدير میں ہے کہ رجعی طلاق میں عورت کو اپنے نفس کا اختیار حاصل نہیں ہوتا، اور بدائع میں ہے کہ عورت اپنے نفس کی مالک صرف بائن طلاق سے بنتی ہے اھ مختصراً (ت)</p>
---	--

مطلقاً تعلق سے بائن کا وقوع علاوہ ان دلائل واضحہ کے کہ صدر کلام میں معروض ہوئے صد ہا فروع منصوصہ فی المذہب سے باطل ہے۔ اسی درمختار میں ہے:

<p>علق الثلث بالوطء حنث بالتقاء الختانیین ولم یجب العقر باللبث بعد الايلاج ولم یصریہ مراجعاً فی الطلاق الرجعی الا اذا اخرج ثم اولج فیصیر مراجعاً²۔</p>	<p>خاوند نے اگر طلاق مغالظہ کو وطی سے معلق کیا تو وطی کے ابتدائی مرحلہ میں دونوں شرمگاہوں کے ملنے پر ہی طلاق ہو جائے گی اور دخول کے بعد وقفہ پر بیوی کے لئے جوڑا (عقر) لازم نہ ہوگا اور نہ ہی اس کو طلاق رجعی میں رجوع قرار دیا جائے گا، ہاں اگر دخول کے بعد شرمگاہوں کے جدا ہونے کے بعد دوبارہ دخول کیا تو رجوع قرار پائے گا۔ (ت)</p>
---	--

¹ الرسالة السابعة في الطلاق المعلق على الایراء هل هو رجعی او بائن مع الاشباہ والنظائر۔ ادارة القرآن کراچی ۲۶/۲

² درمختار باب التعلیق مطبع مجتہبی، بی، ۲۳۲/۲، ۲۳۳

ردالمحتار میں ہے:

قوله في الطلاق الرجعي اي فيما اذا كان المعلق على الوطى طلاقاً رجعياً ¹	ماتن کا قول کہ "رجعی طلاق میں" یہ وہ صورت ہے جس میں رجعی طلق کو وطی کے ساتھ معلق کیا ہو۔ (ت)
---	--

اسی طرح بحر الرائق و ہدایہ و فتح القدر و عامہ کتب مذہب میں ہے۔ خود رسالہ مذکورہ علامہ زین میں بعد بیان صورت واقعہ کہ زوج نے کہا تھا:

متی ابرأیتنی من مہرک فانت طالق الخ	تو مجھے مہر سے بری کر دے تو تجھے طلاق ہے الخ (ت)
------------------------------------	--

اور اثبات بیوت بوجہ زیادت صفت متقدمہ بیان فرمایا:

فان قلت لولم تجعله بائناً بسبب اشتراط الابرء من المہر فان الطلاق الموقع في مقابلة الابرء يكون بائناً، وعلمه في التجنيس بانہ يقع بعوض وهو لاله اهد قلت في مسئلتنا جعل الطلاق معلقاً بالابرء شرطاً له لاعوضاً، فلذالم تجعله بائناً الا ان يوجد نقل يدل على ذلك اه ² ملتقطاً۔	اگر تو اعتراض کرے کہ مہر سے بری کرنے کی شرط پر طلاق کو تم نے بائنہ کیوں نہ بنایا، کیونکہ ابراء کے مقابلہ میں طلاق بائنہ ہوتی ہے نہ کہ شرط سے، تجنیس میں اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس صورت میں یہ طلاق ایسے عوض کے مقابلہ میں ہے جو خاوند کے حق میں نہیں اہ میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں طلاق کو ابراء سے معلق کیا گیا ہے جس میں ابراء کو شرط بنایا ہے عوض نہیں بنایا، اسی لئے تو ہم نے اس کو بائن نہیں بنایا الا یہ کہ کوئی نقل اس پر مل جائے جو اس پر دلالت کرے اہ ملتقطاً۔ (ت)
---	--

نیز فتح القدر میں زیر مسئلہ آتیہ تقریباً انت طالق ان لم اطلقک (اگر تجھے طلاق نہ دوں تو تجھے طلاق ہے۔ ت) ارشاد فرمایا:

الطلاق ینتھق منہ الیاس بہوتھا و اذا حکمنا بوقوعہ قبل موتھا	کہ طلاق سے مایوسی عورت کی موت سے ہی ہو سکتی اور جب ہم بیوی کی موت سے قبل وقوع طلاق کا حکم
--	---

¹ ردالمحتار باب التعليق دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰۸/۱

² الرسالة السابعة في الطلاق المعلق الخ مع الاشباه والنظائر ادارة القرآن کراچی ۸۳۹/۲

<p>دیں تو خاوند اس بیوی کا وارث نہ ہوگا، کیونکہ موت سے طلاق بائنہ ہوتی ہے تو موت کے وقت زوجیت دونوں کی ختم ہو چکی ہوگی، اور بیشک ہم نے اس طلاق کو بائنہ قرار دیا ہے اگرچہ لفظوں میں یہ صریح طلاق ہے، کیونکہ اس پر عدت نہیں ہوتی جیسا کہ قبل دخول طلاق کی صورت میں ہوتا ہے اس لئے کہ فرض یہ کیا ہوا ہے کہ موت سے قبل ایک ادنیٰ جز جس میں موت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا اس میں طلاق واقع ہوئی اس سے وہ بائنہ بن گئی اھ۔ (ت)</p>	<p>لا یرث منها الزوج لانها بانث قبل الموت فلم یبق بینہما زوجیة حال الموت وانما حکمنا بالیینونة وان کان المعلق صریحاً لانتفاء العدة کغیر المدخول بہا لان الفرج ان الوقوع فی آخر جزء لا یتجزأ فلم ینلہ الالموت وبہ تبیین اھ¹</p>
---	---

بالجملہ امر واضح اور شدت و وضوح ایضاً سے مستغنی ہے۔ رہا فریق اول الفاظ کہ زبان زوج سے نکلے یعنی اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے، اگر لفظ ان کا مفاد دیکھا جائے تو واقعہ اسی قدر ہے جو اس فریق نے سمجھا اس لئے کہ یہاں معلق بہ عدم یعنی نماز نہ پڑھنا ہے اور عدم تحقق نہ ہوگا مگر عورت کے آخر جزء حیات میں اگر آج سے عمر بھر کبھی کوئی نماز نہ پڑھتی تو عدم مذکور صادق آتا اور عورت کی پچھلی سانس پر طلاق نازل ہوتی یہاں تک کہ اس نے صبح کی نماز پڑھی تو عدم معدوم اور اس کا نقیض موجود ہوا تو چاہئے تھا کہ یہ دو طلاقیں اصلانہ پڑتیں۔ ہدایہ فصل اضافۃ الطلاق الی الزمان میں ہے:

<p>عدم طلاق کا تحقق صرف زندگی سے مایوس ہو جانے پر ہو سکتا ہے جبکہ طلاق نہ دینا شرط ہے، جیسا کہ کوئی یوں کہے "اگر میں بصرہ نہ آؤں" تو بصرہ میں نہ آنا زندگی بھر میں متوقع رہتا ہے صرف موت سے ہی یہ توقع ختم ہوتی ہے۔ (ت)</p>	<p>العدم لا یتحقق الا بالیأس عن الحیاة وهو الشرط کما فی قوله ان لم ات البصرۃ²۔</p>
---	---

فتح القدر میں ہے:

<p>اگر خاوند نے کہا "اگر تجھے طلاق نہ دوں تو تجھے طلاق ہے" کی صورت میں موت کے بغیر طلاق نہ ہوگی، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اس لئے کہ طلاق</p>	<p>ولو قال انت طالق ان لم اطلقک لم تطلق حتی یبوت باتفاق الفقہاء لان الشرط ان لا یطلقها</p>
---	--

¹ فتح القدر فصل فی اضافۃ الطلاق الی الزمان مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۳۱/۳ ۳

² الهدایۃ فصل فی اضافۃ الطلاق الی الزمان المکتبۃ العربیۃ کراچی ۳۵۱/۱

<p>نہ دینے کی شرط ہے، اور یہ شرط تاحیات متحقق نہ ہوگی صرف زندگی سے مایوسی پر ہی متحقق ہوگی، کیونکہ زندگی میں جب طلاق دے گا تو طلاق نہ دینا صادق نہ آئے گا بلکہ اس کی نفی صادق آئے گی، اور وہ یہ کہ اس نے طلاق دی ہے، اس لئے طلاق نہ دینا عمر کے آخری ادنیٰ جزء میں معلوم ہو سکے گا اور وہی زندگی سے مایوسی کا وقت ہے۔ (ت)</p>	<p>وذلك لا يتحقق الا باليأس عن الحياة لانه متى طلقها في عمره لم يصدق انه لم يطلقها بل صدق نقيضه وهو انه طلقها واليأس يكون في آخر جزء من اجزاء حياته¹۔</p>
---	--

مگر یہاں ایک نکتہ بدیع ہے جس سے غفلت اس فریق کے لئے باعث غلط ہوئی۔ الفاظ کا مفاد لغو ہمارے ائمہ کے نزدیک بنائے یمن نہیں بلکہ معانی عرفیہ پر بنائے کار ہے۔ درمختار میں ہے:

<p>امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قسم میں حقیقی لغوی معنی کا لحاظ کیا جاتا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں قسم میں قرآن پاک میں استعمال شدہ الفاظ و معانی کا لحاظ کیا جاتا ہے جبکہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں نیت کا لحاظ ہوتا ہے اور ہمارے احناف کے ہاں قسم میں عرفی معانی کا اعتبار ہوتا ہے بشرطیکہ قسم والے نے کسی احتمالی معنی کی نیت نہ کی ہو۔ (ت)</p>	<p>الاصل ان الايمان مبنيّة عند الشافعي رحمه الله تعالى على الحقيقة اللغوية وعند مالك رحمه الله تعالى على الاستعمال القرآني وعند احمد رحمه الله تعالى على النية وعندنا على العرف ما لم ينو ما يتحملة اللفظ²۔</p>
--	--

اور اغراض و مقاصد جس قدر مفاد لفظ سے زائد ہوں یعنی عموم و اطلاق بھی انہیں متناول نہ ہو ملحوظ نہیں ہوتے۔ الايمان مبنيّة على الالفاظ لاعلى الاغراض³ (قسموں میں الفاظ کا لحاظ ہوتا ہے اغراض کا لحاظ نہیں ہوتا۔ ت) کہ تنویر وغیرہ عامہ کتب مذہب میں ارشاد ہے اس سے یہی مراد ہے کہ لفظ کی تناول عرفی سے اجنبی خارج و بیگانہ و زائد بات اگرچہ عرفاً مقصود حالف ہو منظور نہ ہوگی مگر اغراض مخصص ضرور ہو سکتی ہیں، دلالت لفظ کہ عموم پر تھی بنظر غرض خاص پر مقصود ہو جائے گی، یہ مدلول لفظ سے خروج نہیں بلکہ بعض مدلولات پر قصر ہے، یہ وہ تحقیق انیق ہے جس سے کلمات ائمہ مذہب میں توفیق ہے اور فروع متکاثرہ مذہب کی شہادت متواترہ سے اس کی توثیق ہے جس کا نفیس و روشن بیان علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ردالمحتار میں افادہ فرمایا اور اس کے بیان میں ایک مستقل رسالہ رفع الانتقاض و دفع الاعتراض

¹فتح القدیر فصل فی إضافة الطلاق الی الزمان مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۳/۳۱-۳۲

²درمختار باب الیمن فی الدخول والخروج والسکنی الخ مطبع مجتہبی دہلی ۲۹۶/۱

³درمختار شرح تنویر الابصار باب الیمن فی الدخول والخروج والسکنی الخ مطبع مجتہبی دہلی ۲۹۶/۱

علی قولہم الایمان مبینة علی الالفاظ لاعلی الاغراض تالیف کیا۔ تلخیص الجامع الکبیر للامام ابی عبد اللہ صدر الدین محمد بن عباد میں ہے:

<p>عرف سے تخصیص ہو سکے گی اور لفظ کے مفہوم پر زیادتی نہ ہو سکے گی چنانچہ سر بھونے جانے والی سری سے مختص ہوگا اور اجنبی عورت کی طلاق کو گھر میں داخل ہونے کی تعلیق میں ملکیت مراد نہیں ہو سکتی۔ (ت)</p>	<p>وبالعرف یخص ولا یزاد حتی خص الرأس بما یکبس ولم یرد الملك فی تعلیق طلاق الاجنبیة بالدخول¹۔</p>
--	---

علامہ علاء الدین ابوالحسن علی بن بلان بن عبد اللہ فارسی اس کی شرح تحفۃ الحریر ص فی شرح التلخیص میں فرماتے ہیں:

<p>دو حضرات نے کپڑے کا ایک سودا کرتے ہوئے، گفتگو میں خریدار نے قسم اٹھائی کہ میں اسے دس ۱۰ میں نہ خریدوں گا، اس کے بعد اس نے گیارہ کا خرید لیا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی، اور اگر فروخت کرنے والا قسم اٹھائے کہ میں اسے دس ۱۰ میں فروخت نہ کروں گا، اسکے بعد اس نے گیارہ کا فروخت کر دیا تو بائع کی قسم نہ ٹوٹے گی، یہ اسلئے کہ دس سے فروخت کرنے کے دو معنی ہیں، ایک یہ کہ صرف دس سے فروخت کرنا اور دوسرا معنی یہ کہ اس دہائی کے ساتھ کوئی اکائی بھی ہو، تو مشتری کے حلف میں مطلق دس ہے جس میں دونوں قسموں میں سے کسی ایک کے معین کرنے پر کوئی قرینہ نہیں ہے، لہذا یہاں دس مطلق مراد ہوں گے یعنی صرف دس یا دس سے کچھ اکائی کے ساتھ زائد، دونوں معنی میں سے کوئی بھی ہو لیکن فروخت کرنے والے کی قسم میں صرف</p>	<p>رجلان تساو ما ثوبا فحلف المشتري انه لا يشتريه بعشرة فأشتراه بأحد عشر حنث في يمينه، ولو كان الحالف البائع لا يبيعه بعشرة فباعه بأحد عشر لم يحنث، وهذا لان البيع بالعشرة نوعان بيع بعشرة مفردة وبيع بعشرة مقرونة بالزيادة ففي المشتري مطلق لدلالة فيه على تعيين احد النوعين فكان مراده العشرة المطلقة، أما البائع فمراده البيع بعشرة مفردة بدلالة الحال اذ غرضه ان يزيد المشتري على العشرة ولم يوجد شرط حنثه وهو</p>
---	---

¹ رفع الانتقاض الخ رساله مجموعہ رسائل ابن عابدین بحوالہ تلخیص الجامع الکبیر سہیل اکاڈمی لاہور ۱۱/۲۹۳

<p>دس بغیر اکائی مراد ہیں جیسا کہ اس پر حال کی دلالت ہے کہ بائع کی غرض یہ کہ مشتری اسے زائد دے تو گیارہ میں فروخت کرنے پر شرط (یعنی صرف دس میں فروختگی) نہ پائی گئی لہذا قسم نہ ٹوٹی، لوگوں میں یہی متعارف ہے لہذا قسم کو لوگوں کے عرف پر محمول کیا جائیگا۔ اور متن میں یہ قول کہ "عرف سے تخصیص ہوتی ہے زیادتی نہیں ہوتی" یہ ایک سوال کا جواب ہے، سوال یہ مقدر ہے کہ بائع اگر مذکورہ صورت میں نو^۱ سے فروخت کر دے تو قسم کا ٹوٹنا ضروری ہوگا کیونکہ جبکہ دس سے اپنی ملکیت نہیں چھوڑنا تو نو سے بطریقہ اولیٰ نہ چھوڑنا ہوگا جیسا کہ عرف میں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ محض غرض ہے جبکہ حکم محض غرض سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ اس لفظ کا بھی اعتبار ہوتا ہے جس سے تلفظ کیا ہے اور بائع نے جو لفظ بولا ہے وہ دس^۱ ہے، جبکہ اس کا اسم، نو کا احتمال نہیں رکھتا جس کو غرض کے طور پر متعین کیا جاسکے۔ دس^۱ کا نام، نو^۱ پر مراد لینا یہ لفظی زیادتی ہے جو کہ عرف سے ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ عرف صرف تخصیص کرتا ہے زیادتی نہیں کر سکتا، اس کے برخلاف جب مشتری کپڑے کو دس کی بجائے نو سے خرید لے تو عرف یہاں کارآمد ہوگا کیونکہ مشتری کی قسم میں دس کی مذکورہ دونوں قسموں کا احتمال ہے صرف دس یا بیع اکائی مراد ہو، تو یہاں جب دس کا لفظ عام ہے تو عرف اس کی ایک قسم کی تخصیص یا تقیید کر سکتا ہے اہل ملتقطا۔ (ت)</p>	<p>البيع بعشرة مفردة فلا يحنث، وهذا هو المتعارف بين الناس فيحصل البيوع على ما تعارفوه¹، وقوله في المتن وبالعرف يخص ولا يزداد جواب عن سوال مقدر وهو ان يقال البائع بتسعة مفردة وجب ان يحنث لان المنع عن ازالة ملكه بعشرة منع عن ازالته بتسعة عرفاً، والجواب ان الحكم لا يثبت بمجرد الغرض وانما يثبت باللفظ والذي تلفظ به البائع، هو العشرة واسم العشرة لا يحتمل التسعة ليتعين بغرضه والزيادة على اللفظ بالعرف لا تجوز بخلاف الشراء بتسعة لان العشرة في جانب المشتري تحتمل عشرة مفردة وعشرة مقرونة فتعين احدهما بغرضه اذ العام يجوز تخصيصه و تقيد به بالعرف اه² ملتقطا۔</p>
---	---

رفع الانتقاض میں ہے:

¹ رفع الانتقاض الخ رساله من مجموعہ رسائل ابن عابدین بحوالہ شرح تلخیص الجامع الكبير سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۳/۹۳-۲۹۳

² رفع الانتقاض الخ رساله من مجموعہ رسائل ابن عابدین بحوالہ شرح تلخیص الجامع الكبير سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۸/۹۸-۲۹۷

جاننا چاہئے کہ متکلم جب کوئی کلام کرتا ہے تو اس کی غرض اس کلام کا حقیقی معنی ہوتا ہے اور کبھی مجازی معنی ہوتا ہے اور کبھی لفظ سے خارج کوئی اور معنی غرض بنتا ہے۔ اول کی مثال، جیسے مشتری کا کہنا کہ میں دس سے نہ خریدوں گا تو یہاں مشتری کی غرض یہ ہے کہ دس درہم دینے سے باز رہنا ہے یہ محض دس ہوں یا بیع اکائی ہوں بیع کے عوض نہ دے گا، اور عرف بھی یہی ہے تو یہاں حلف میں غرض اور عرف دونوں حقیقی معنی میں مجتمع ہیں، لہذا یہاں اگر مشتری نے گیارہ میں خریدنا تو قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ اس نے مطلق دس ۱۰ مراد لئے تھے جبکہ یہ دس، گیارہ میں بھی موجود ہے۔ دوسرے کی مثال، جیسے بائع کہے کہ میں بھی دس درہم سے نہ فروخت کروں گا یہاں اگر اس نے نو میں فروخت کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی، کیونکہ اس کلام سے بائع کی غرض یہ ہے کہ دس سے زائد یعنی دس مع اکائی کے بدلے فروخت کرے گا، نو اسکی مراد میں نہیں ہے کیونکہ اس کی کلام میں یہ مذکور نہیں ہے کہ دس کا اسم لغت اور عرف میں نو کیلئے وضع نہیں ہے تو دس بول کر نو مراد لینا لفظ سے خارج کسی اور معنی کو مراد لینا ہے جبکہ حلف میں محض غرض کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ لفظ کا اعتبار ضروری ہے، کیونکہ غرض محض تو بن سکتی ہے لیکن زیادتی پیدا نہیں کر سکتی جبکہ تخصیص لفظ کی صفت ہے لہذا لفظ کا اعتبار ضروری ہے محض غرض کافی نہیں ہے توجب لفظ عام ہو اور غرض خاص ہو تو پھر

اعلم ان الغرض الذى يقصده المتكلم بكلامه قد يكون معنى اللفظ الذى تكلم به حقيقة او مجاز او قد يكون امرا اخر خارجا عن اللفظ. فالاول كقوله لا اشتريه بعشرة فغرض المشتري منع نفسه من التزام العشرة في ثمن ذلك السبيع سواء كانت عشرة مفردة او مقرونة بزيادة والعرف ارادة ذلك ايضا. فهنا اجتمع الغرض والعرف في لفظ الحالف فاذا اشترى باحد عشر حنث لانه اراد العشرة المطلقة و هي موجودة في الاحد عشر. والثاني كقوله لا يبيعه بعشرة فباعه بتسعة لا يحنث لان اغراض البائع ان يبيعه باكثر من عشرة. ولا يريد يبيعه بتسعة لكن التسعة لم تذكر في كلامه لان العشرة لم توضع للتسعة لالغة ولا عرفاً. فغرضه الذى هو قصده من هذا الكلام خارج عن اللفظ. والعبارة في الايمان للالفاظ لا للمجرد الاغراض لان الاغراض يصلح مخصصاً لا مزيداً، والتخصيص من عوارض الالفاظ فاذا كان اللفظ عاماً والغرض الخصوص اعتبر ما قصده

<p>خاص مقصد کا اعتبار ہوتا ہے جیسے کوئی کبے میں سر نہ کھاؤں گا، تو اس میں لفظ سرعام ہے جو ماکول اور غیر ماکول دونوں کو شامل ہے جبکہ غرض خاص یعنی ماکول ہے جیسے گزرا تو یہ خاص غرض لفظ کے مدلول کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ یہ لفظ کے معنی کا ایک خاص حصہ ہے، اہ مختصراً۔ (ت)</p>	<p>كالراس في لاكل رأساً فان لفظه عام والغرض منه خاص كما مر واعتبار هذا الغرض لا يبطل اللفظ لانه بعض ما وضع له اللفظ اه¹ مختصراً</p>
--	--

وتمامہ فیہ، یمین الفور جسے خاص فکر بلند ثریا پیوند امام الامتہ مالک الازمہ کاشف الغمہ سراج الاممہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استنباط فرمایا اور دیگر ائمہ کرام قدست اسرار ہم نے بحکم الفقہاء کلہم عیال لابی حنیفہ (تمام فقہاء ابوحنیفہ کی عیال ہیں، کے حکم سے۔ ت) اس جناب کا اتباع کیا اس کے مسائل اسی اصل جلیل تخصیص بالغرض پر مبنی ہیں متون و شروح و فتاویٰ مذہب میں صد ہا فروع اس پر مبنی ہیں مثلاً:

(۱) عورت باہر جانے کو ہوئی، شوہر نے کہا باہر جائے تو تجھ پر طلاق، عورت بیٹھ گئی اور دوسرے وقت باہر گئی، طلاق نہ ہوگی۔
تنویر و در میں ہے:

<p>جب بیوی باہر نکلنے یا غلام کو مارنے کے لئے تیار ہو اس وقت خاوند اگر کہے کہ تو نے مارا یا باہر نکلی تو تجھے طلاق ہے، تو مارنے اور باہر نکلنے سے وہی مراد ہے جس کے لئے وہ تیار کھڑی ہے صرف اسی مارنے پر یا اسی نکلنے پر طلاق ہوگی کیونکہ خاوند کا اس عمل سے روکنا مقصود ہے یہی عرف ہے جبکہ حلف کا مدار یہی عرف ہے، اس کا نام یمین فور ہے جس کے اظہار اور بیان میں امام ابوحنیفہ متفرد ہیں اور کسی نے ان کی مخالفت نہ کی۔ (ت)</p>	<p>شرط للحنث في قوله ان خرجت مثلاً فانت طالق او ان ضربت عبدك فعبدى حر لمريد الخروج والضرب، فعله فور الان قصده المنع عن ذلك الفعل عرفاً، ومدار الايمان عليه وهذه تسسى یمین الفور تفرد ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ بأظہارها ولم یخالغہ احد²</p>
---	--

فتح القدير وغنيه ذوى الاحكام ورد المختار میں ہے:

<p>بیوی باہر نکلنے کو تیار تھی کہ خاوند نے حلف اٹھایا</p>	<p>تھیأت للخروج فحلف لا تخرج فاذا</p>
---	---------------------------------------

¹ رفع الانتقاص الخ رساله من مجموعه رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۱۰۰-۳۰۰

² در مختار باب الیمین فی الدخول والخروج والسکتی مطبع مجتہائی، دہلی ۱/۲۹۸

<p>کہ اگر تو باہر نکلے تو تجھے طلاق ہے، تو بیوی بیٹھ گئی اور کچھ دیر بعد نکلی تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ خاوند کا مقصد وہ نکلنا ہے جس کے لئے وہ تیار تھی اور اس نکلنے سے منع کرنا مقصود تھا، پس گویا خاوند نے یوں کہا کہ تو اب نکلے تو تجھے طلاق ہے، یہ حکم تب ہوگا جب خاوند نے کوئی نیت نہ کی ہو، اور اگر اس نے کوئی نیت کی ہو تو اس پر عمل ہوگا۔ (ت)</p>	<p>جلسة ساعة ثم خرجت لايحدث. لان قصدها منعها من الخروج الذي تهيأت له. فكانه قال ان خرجت الساعة. وهذا اذا لم يكن له نية فان نوى شيئا عمل به¹۔</p>
--	---

(۲) زید نے عمرو سے کہا "میرے ساتھ کھانا کھا لو"۔ عمرو: "میں کھاؤں تو عورت مطلقہ ہو"۔ کل زید کے ساتھ کھانا کھایا طلاق نہ ہوگی۔ تنویر ودر:

<p>یوں ہی اگر کھانے پر دعوت دینے والے کے جواب میں کوئی کہے "اگر میں کھانا کھاؤں تو بیوی کو طلاق ہے" تو یہاں بھی طلاق ہونے کے لئے جس کھانے پر دعوت دی گئی اسی کو دعوت دینے والے کے ساتھ کھانا شرط ہے۔ (ت)</p>	<p>وكذا في حلفه ان تغديت فكذا بعد قول الطالب تعال تغد معي شرط الحنث تغديه معه ذلك الطعام المدعو اليه²۔</p>
--	---

(۳) عورت کو جماع کے لئے بلایا اس نے انکار کیا، شوہر نے کہا "اگر میرے پاس اس کو ٹھہری میں نہ آئی تو تجھ پر طلاق" عورت آئی مگر اس وقت مرد کی شہوت ساکن ہو چکی تھی، تو طلاق ہو گئی، اشباہ ودر:

<p>لفظ "ان" تراخی کے لئے استعمال ہے مگر جہاں فوراً قرینہ پایا جائے تو تراخی مراد نہ ہوگی، اسی فوراً قرینہ کی مثال یہ ہے کہ خاوند نے بیوی کو جماع کیلئے طلب کیا تو بیوی کے انکار پر خاوند نے کہا تو میرے کمرے میں داخل نہ ہوئی تو طلاق ہے۔ تو فوراً داخل نہ ہوئی بلکہ خاوند کی شہوت و خواہش ختم ہونے کے بعد داخل ہوئی تو طلاق ہو جائے گی۔ (ت)</p>	<p>ان للتراخي الابقرينة الفور، ومنه طلب جماعها فابت فقال ان لم تدخل معي البيت فانت طالق فدخلت بعد سكون شهوته حدث³۔</p>
--	---

(۴) حاکم نے حلف کیا کہ اگر شوہر میں بد معاش آئے اور میں خبر نہ دوں تو عورت طلاق ہے، بد معاش آیا اور اس نے حاکم کو خبر نہ دی اس وقت کہا وہ معزول ہو گیا تھا طلاق ہو گئی۔ تنویر:

¹ رد المحتار باب اليمين في الدخول والخروج الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸۴/۳

² در مختار باب اليمين في الدخول والخروج الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲۹۸/۱

³ در مختار باب اليمين في الدخول والخروج الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲۹۹/۱

شہر کے حاکم نے ایک ملازم سے حلف لیا کہ شہر میں داخل ہونے والے ہر بد قماش کی مجھے اطلاع دے گا، تو یہ حلف اس حاکم کی ولایت کے قائم رہنے تک مقید ہے (ت)	حلفہ وال لیعلمہ بكل داعر دخل البلد، تقید بقیام ولایتہ ^۱ ۔
--	--

در مختار میں ہے:

اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہ یہ مطلق حلف کو حال کی دلالت کی وجہ سے مقید ہونے کی مثال ہے اس میں یہ بھی قید ہوگی کہ وہ ملازم معلوم ہونے پر فوراً اطلاع دے گا۔ (ت)	بیان لكون الیمن المطلقۃ تصیر مقیدۃ بدلالة الحال ویبغی تقیید الیمنہ بغور علمہ ^۲ ۔
---	---

تبیین الحقائق میں ہے:

اگر حلف اٹھانے والے کو بد معاش کا علم ہو جائے اور وہ حاکم کو مطلع نہ کرے تو قسم صرف حلف دینے یا حلف لینے والے کی موت یا حاکم کے معزول ہو جانے پر ٹوٹے گی (ت)	ثم ان الحالف لو علم الداعر ولم یعلمہ لم یحنث الاذامات ہو او المستحلف او عزل ^۳ ۔
--	--

فتح القدر میں ہے:

اگر اس حلف کو فوری ہونے کا حکم دیا جائے تو بعید نہ ہوگا کیونکہ حاکم کا مقصد بد قماش کو فوری سزا دینا اور اس کے شر کا دفاع کرنا ہے۔ (ت)	ولو حکم بانعقاد هذه للفور لم یکن بعید انظرا الی المقصود وهو المبادرة لجزءه و دفع شره ^۴ ۔
--	---

(۵) دائن نے مدیون سے حلف لیا کہ تیرے بے اذن باہر نہ جاؤں گا، یہ حلف بقائے دین تک رہے گا بعد ادا یا ابراء اذن کی حاجت نہیں، تنویر در میں ہے:

قرض خواہ نے مقروض یا مقروض کے بنائے ہوئے ضامن سے حلف لیا کہ تو میری اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہ جائے گا، تو یہ حلف قرض اور ضمانت کی	لو حلف رب الدین غریبہ او الکفیل بأمر المکفول عنہ ان لا یخرج من البلد الا باذنه تقید بالخروج حال قیام الدین
--	--

^۱ در مختار باب الیمن فی الضرب والقتل وغیر ذلک مطبع مجتہبی، دہلی، ۱۳۱۳ھ

^۲ در مختار باب الیمن فی الضرب والقتل وغیر ذلک مطبع مجتہبی، دہلی، ۱۳۱۳ھ

^۳ تبیین الحقائق باب الیمن فی الضرب والقتل وغیر ذلک مطبع کبریٰ امیر یہ بلاق مصر ۱۲۱۳ھ

^۴ فتح القدر کتاب الایمان مسائل متفرقة مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۳۶۸ھ

بقاۓ تک مقید قرار پائے گا، قرض یا ضمانت ختم ہو جانے کے بعد حالف کو اجازت کی ضرورت نہ رہے گی (ت)	بالکفالة ¹
--	-----------------------

(۶) قسم کھائی عوت بے میرے اذن کے باہر نہ جائے گی، یہ قیام زوجیت تک محدود ہے۔ تصویر در میں ہے:

لو حلف لاتخرج امرأته الا باذنه تقيد بحال قيام الزوجية ²	خاوند نے قسم اٹھائی کہ بیوی اجازت کے بغیر باہر نہ جائے گی، تو یہ حلف بھی زوجیت کے قیام تک محدود ہوگا۔ (ت)
---	--

(۷) وہی مسئلہ کہ دس کو نہ بیچوں گا اور گیارہ کو بیچا حاشا نہ ہوا اگرچہ گیارہ میں دس موجود ہیں کہ مراد خاص قسم کے دس یعنی تنہا بلازیادت تھے۔ یہ سب تفسیریں اور عام کی تخصیص صرف بنظر اغراض متعارفہ ہوئی ہیں کہ یمن کی بنا ہی عرف پر ہے ولہذا امام ہمام بن الہمام نے عبارت مذکورہ ہدایہ کی شرح میں (جہاں ارشاد ہوا تھا کہ عدم بے سلب کلی متحقق نہ ہوگا) فرمایا:

کما قوله في ان لم ات البصرة اعطاء نظير والمراد ان كل شرط بأن منفي حكمه كذلك. وهو ان لا يقع الطلاق او العتاق اذا علق به الا بالموت لما ذكرنا. وزاد قيدا احسنا في المبتغى بالغين المعجمة قال اذا قال لامرأته ان لم تخبريني بكذا فانت طالق ثلاثا فهو على الابد اذا لم يكن ثم ما يدل على الفور انتهى. ومن ثمة قالوا لو اراد ان يجامع امرأته فلم تطاوعه فقال ان لم تدخلني معي فانت طالق فدخلت بعد ماسكنت شهوته طلقت، لان مقصوده من الدخول كان قضاء الشهوة وقد فات ³	اس کا قول، جیسا کہ، اگر میں بصرہ میں نہ آؤں تو، یہ نظیر ہے، جس سے مراد یہ ہے جو شرط بھی لفظ ان کے ساتھ ذکر کی جائے تو اس کا حکم یونہی منفی رہے گا یعنی اس کے ساتھ طلاق یا عتاق کو معلق کیا گیا ہو تو شرط کے منفی ہونے پر موت سے پہلے قسم نہ ٹوٹے گی، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور پھر اس پر ایک اچھی قید بڑھائی کہ مبتغی (نہین کے ساتھ) میں کہا کہ خاوند نے بیوی سے کہا کہ تو اگر مجھے فلاں خبر نہ دے تو تجھے تین طلاقیں ہوں گی، تو اگر فوراً کوئی قرینہ نہ ہو تو یہ قسم ابدی ہوگی اھ، اور اسی قبیل سے یہ ہے کہ خاوند نے بیوی کو جماع کے لئے طلب کیا تو بیوی نے اطاعت نہ کی تو کہا اگر تو میرے پاس کمرے میں نہ آئی تو تجھے طلاق، اگر بیوی فوراً نہ آئے بلکہ خاوند کی شہوت اور
--	--

¹ درمختار باب اليمين في الضرب والقتل الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۳

² درمختار باب اليمين في الضرب والقتل الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۳

³ فتح القدير فصل في اضافة الطلاق الى الزمان كمدة نوريه رضويه سحر ۳۷۳/۳

خواہش ختم ہونے کے بعد آئی طلاق ہو جائے گی کیونکہ طلب مقصد اپنی شہوت کو پورا کرنا تھا جو اب ختم ہو گئی ہے (ت) اور شک نہیں کہ ہمارے مسئلہ دائرہ میں بھی اس حلف سے شوہر کی یہ غرض نہیں کہ عورت اپنی مدۃ العمر میں کبھی کسی وقت کسی طرح دوسجدے کر لے اور بری ہو جائے بلکہ یقیناً بحکم دلالت حال اس سے پابندی نماز مقصود ہے تو جس طرح عورت کا باہر جانا مطلق تھا لفظ شوہر میں کوئی قید نہ تھی کہ اس وقت ہو یا کب ہو مگر بدلالة حال خاص اس وقت کا خروج معتبر ہوا جس طرح کلام عمرو میں کھانا مطلق تھا کہ آج ہو یا کل یہ کھانا ہو یا اور، مگر بحکم عرف خاص اس وقت یہ کھانا زید کے ساتھ کھانا ملحوظ رہا، جس طرح عورت کا کوٹھری میں شوہر کے پاس آنا عام تھا کہ اس شہوت موجودہ کی بقا میں ہو یا عمر میں کبھی کسی حالت میں ہو اور عدم متحقق نہ ہوگا مگر اخیر جزء حیات شوہر یا زن میں اور جبکہ کوٹھری میں شوہر کے پاس آئی اگرچہ زوال شہوت کے بعد تو عدم صادق نہ آیا اور بنظر مفاد لغوی لفظ لازم تھا کہ طلاق واقع نہ ہو لیکن بدلالة حال خاص وہ آنا مقصود رہا جو اس شہوت کی قضا کے لئے مطلوب تھا اور اسی کی انتقا پر شرط متحقق اور طلاق واقع مانی گئی، و قس علیٰ ہذا، اسی طرح یہاں بھی اگرچہ عشرہ مفردہ مقرر نہ کی مانند نماز پڑھنا بھی دو قسم ہے، ایک ملترم کہ پابندی کے ساتھ ہو دوسرا اس کا غیر یا دو قسم ہے، ایک مبریٰ ذمہ جس میں فرض نماز کا مطالبہ ذمے پر نہ رہے، دوسرا اس کے خلاف اور فعل یعنی ان لحد تدخلی (اگر تو میرے پاس نہ آئی۔ ت) مذکور کی طرح حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ چیز نفی میں عام ہو جاتا ہے اور عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی کہ صبح کی نماز پڑھی صادق نہ رہا مگر بحالت دلالت حال واجب ہے کہ قسم اول یعنی صلاۃ ملترمہ مبریٰ ہ مراد ہو اور اس کا انتقا ایک وقت کی نماز فرض عمداً بلا عذر شرعی چھوڑنے سے صادق آجاتا ہے تو لازم ہو کہ جب عورت نے اس حلف کے بعد نماز عشاء نہ پڑھی صبح صادق طالع ہوتے ہی اس پر دو طلاقیں پڑ گئیں جیسے وہاں سکون شہوت ہوتے ہی عورت مطلقہ ہو گئی تھی بلکہ اگر شوہر نے یہ لفظ اس وقت کہے تھے کہ ہنوز وقت مغرب باقی تھا اور عورت ادا پر قادر تھی تو شفیق ڈوبتے ہی دو طلاقیں ہو گئیں، ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر عورت سے کہا تو نماز ترک کرے تو تجھے طلاق، عورت نے ایک نماز قصداً قضا کی طلاق ہو جائے گی اگرچہ اس قضا کو ادا بھی کر لے، در مختار میں ہے:

قال ان ترک الصلوۃ فطالق فصلتها قضا طلقت علی بیوی کو کہا اگر تو نے نماز ترک کی تو تجھے طلاق ہے، اب اگر عورت نے نماز قضا کی تو زیادہ واضح قول یہی ہے کہ طلاق ہو جائیگی، ظہیر۔ (ت)	الاظہر، ظہیریۃ ^۱ ۔
---	-------------------------------

^۱ در مختار باب الیمین فی البیع والشراء الخ مطبعتنا دہلی ۱۰/۱۳۱۰

یہ حکم اس لفظ میں ہے جہاں الصلوٰۃ معرف باللام ہے جس میں کلام ہو گا کہ عرفاً تارک الصلوٰۃ کسے کہتے ہیں اور ہمارا مسئلہ دائرہ تو بحکم تحقیق مذکور ان ترک صلوٰۃ (اگر تو نماز چھوڑے۔ ت) بلالام کے مثل ہے یعنی اگر تو ایک نماز چھوڑے تو طلاق ہے، یہاں قضا کرنے سے وقوع طلاق میں کیا شک ہو سکتا ہے صاف بتا دیا کہ اس کی مراد وہی صلوٰۃ خاصہ ملتزمہ تھی اس پر دلیل واضح اس کا وقت صبح رجعت کرنا ہے، اگر وہ معنی مراد ہوتے جو فریق اول نے زعم کئے تو پیش از وقوع رجعت کے کیا معنی تھے اور امثال مقام میں نیت شوہر اگرچہ دلالت حال کے خلاف بھی ہو وہی معتبر رہتی ہے۔ امام محقق علی الاطلاق وغیرہ علماء کا ارشاد گزرا کہ:

یہ جب ہے کہ اس نے نیت نہ کی ہو اگر اس نے کوئی نیت کی ہو تو اس پر عمل ہوگا۔ (ت)	هذا اذا لم يكن له نية فان نوى شيئاً عمل به ¹ ۔
--	---

تو جہاں دلالت حال و نیت دونوں متوافق ہیں نہ اس دلالت کو ماننے نے شوہر کی سننے اور اپنی طرف سے ایک معنی تراش کر اس پر عمل کیجئے کس قدر فقہ سے بعید بلکہ قابلیت التفات سے دور ہے، اور اوپر واضح ہو چکا کہ یہ دونوں طلاقیں رجعی تھیں، لاجرم عورت بعد رجعت بدستور ملک نکاح میں باقی اور آئندہ طلاق کی محل رہی، اب کہ شوہر نے چند سال بعد دو طلاقیں اور دیں ایک تو لغو ہو گئی کہ حد شرع سے متجاوز تھی اور ایک ان پہلی دو کے ساتھ مل کر تین طلاقیں مغلطہ ہو گئیں جن سے عورت حرام ابدی تو نہیں ہو سکتی ہاں بے حلالہ اب اس شخص کے نکاح میں آنے کے قابل نہ رہی، هذا ما ظهر لي والعلمه بالحق عند ربي (یہ وہ ہے جو مجھے معلوم ہوا، حق تو میرے رب کے ہاں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ رد المحتار باب البيمين في الدخول والخروج الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸۴/۳



رسالہ

آکد التحقیق باب التعلیق^{۱۳۲۲ھ}

(باب تعلیق کے متعلق تحقیق ایق)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مسئلہ ۱۰: از بنگالہ موضع نواکھالی ڈاک خانہ بیگم گنج مرسلہ عبد المجید صاحب از رامپور ۶ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

بگرمی خدمت، فیض درجت، مجمع الفضائل، منبع الفواضل، کاشف دقائق شرعیہ، واقف حقائق عقلیہ نقلیہ، محی السنۃ النبویہ، مروج الاحادیث المصطفویہ، صاحب التحقیقات الرائقہ، زبدۃ السعادت الفائقہ، اعلیٰ مولانا المولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب دام افضالم۔ بعد ادائے تسلیمات فرواواں و کورنشائت بیکراں معرض آں خدمت یہ ہے جناب حضور نے جو فتوئے طلاق معلق بالصلوٰۃ کی تحریر فرما کر ارسال فرمائے تھے بندہ گم گشتہ نے ملک کو بھیج دیا اور سب علمائے موافقین و مخالفین نے دیکھ کر بہت خر سندیں حاصل کیں بلکہ سب علماء متفق ہو کر بسبب فرمان فتوئے موصوف کے زوج احمد سے زوجہ مغظہ کو علیحدہ کیا تھا اور اس پر بہت دن گزر گئے مگر مولوی وجیہ اللہ جو دیوبند سے عنقریب تحصیل کر کے گھر کو گئے اس نے زوج احمد کو کہا کہ تمہاری زوجہ مطلقہ مغظہ نہیں ہوئی تم ہماری رائے پر چلو تو ہم فتوئے ہند کو مردود کر دیں گے، چنانچہ احمد علی بھی بوجہ نفع اپنے کے اور بوجہ تعلیم اپنے قول سے منکر ہو گئے یعنی جو پہلے تعیم

کے منکر اور تخصیص کے راجح، اب بعد چندیں مدت اپنی نیت ظاہر کرتے ہیں کہ نیت ہمارا علی الابد کے لئے ہے اور مولوی وجیہ اللہ نے اس وقت کے نیت کے مطابق ایک فتویٰ بھی لکھا وہی فتویٰ آپ کی خدمت عالی میں ارسال کرتا ہوں اور فتویٰ تحریر کر کے احمد علی کو مدعی بنا کر کچھری میں مقدمہ دائر کئے ہیں بعد اس کے فتویٰ اور آنحضور کی تحریر مبارک دونوں کچھری میں پیش ہوا اور مولوی وجیہ اللہ کو اور اس طرف کے علماؤں کو حاکم نے طلب کیا اور دونوں فتویٰ کے مطلب حاکم کو سمجھا دئے مگر مولوی وجیہ اللہ نے حضور کے فتویٰ پر اور مذہب کے قیل و قال ناشائستہ بیان کیا مگر حاکم کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں ہوا اور حاکم نے خود کہا کہ جناب مولینا شاہ احمد رضا خاں صاحب کو میں خوب جانتا ہوں اور ان کی حالت مجھے خوب معلوم ہے اور دیوبند کے علمائے لامذہب کو بھی معلوم ہے کہ میں ہند کی سیر کرنے والا ہوں، مولوی وجیہ اللہ نے کہا کہ صاحب، زجرا و تنبیہا بغرض نصیحت طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی، اور دلالت حال و بیمین الفور کا شرعاً کچھ اعتبار نہیں ہے، اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ طلاقیں مغلط واقع ہو گئیں تاہم بوجہ رجعت کے اولین طلاق باطل بعد وجود جو طلاق بلا شرط دیا ہے اس کے لئے رجعت جائز ہے، اور دلیل بھی بیان کیا اس وجہ سے حاکم کے دل میں خدشہ پیدا ہوا حاکم نے اس طرف کے علماؤں کو فرمایا کہ آپ لوگ مولانا موصوف کے بیس دن کے اندر مولوی وجیہ اللہ کا رد جواب منگوائیے ورنہ یہ شبہ کس طرح دور ہو سکتا ہے، اور حاکم نے بیس روز مقدمہ کا حکم مؤخر کر دئے، اکتوں دست بستہ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ آپ از روئے مہربانی و شفقت گزاری کے پندرہ یا سولہ روز کے اندر جواب تحریر فرمادیتے اور ہم لوگوں کو بحر غموم سے خلاص کر لیجئے ورنہ جمیع علماء کی سبلکہ ملک ہند کی بھی بدنامی کی بات ہے، زیادہ کیا عرض کروں۔ عرض گزار خادم عبدالمجید عفا اللہ عنہ

نقل فتویٰ مولوی وجیہ اللہ دیوبندی باشندہ بنگالہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و رازدارانِ شرع متین کہ حاضرین مجلس علماء وغیرہم کی موجودگی میں احمد علی نے اپنی زبان سے اقرار کیا کہ میں ہمیشہ اپنی بیوی کو تاکید اور تنبیہ کرتا رہا ہوں اور نماز پڑھنے کا طریقہ سکھاتا رہا ہوں لیکن چند روز بعد مغرب کے وقت میں نے بیوی سے کہا کہ نماز پڑھو تو بیوی نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے فرصت نہیں ہے،

سوال: چہ مے فرمایند علمائے دین و رازدارانِ شرع متین کہ در حاضرانِ مجلس بکھور علماء وغیرہم کہ احمد علی بزبان خود اقرار نمود کہ من دائماً زوجہ ام برائے نماز خوانی تاکید و زجر می کرده بودم و برائے نماز خوانی چند قواعد نماز تعلیم ہم کردم لیکن بعد روزے چند بوقت مغرب مرزوجہ ام را گفتم کہ تو نماز بخوال زن مذکورہ

اس پر میں نے اسے کہا "اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھ پر دو طلاقیں معلق طور پر دیتا ہوں" یہ بات بنگالی زبان میں (دیلام) جس کا اردو میں معنی (میں نے دیا) ہے، کہا، اس کے بعد بیوی نے عشاء کی نماز ادا نہ کی اور نہ قضا کی اور پھر فجر کی نماز پڑھی فجر کے بعد اس نے رجوع کر لیا، اور اس کے ایک سال بعد خاوند نے اس بیوی کو دو طلاقیں بغیر شرط پھر دے دیں، احمد علی مذکور نے علماء کی مجلس مذکورہ میں بیان دیتے ہوئے بیوی کو نہ نماز پڑھنے پر طلاق کو معلق کرنے میں تعیم، و تخصیص کی نیت کا انکار کیا بلکہ تخصیص کا قرینہ راجع معلوم تھا، لیکن اس کے چھ ماہ بعد ہمارے مخالفوں کے سمجھانے سے اور اپنے فائدے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس نے کہا کہ میں نے تو دائمی وابدی کوئی نماز نہ پڑھنے کی نیت سے کہا تھا (یعنی کوئی خاص نماز نہیں بلکہ زندگی میں نماز نہ پڑھنے کی نیت سے طلاق دینے کی بات کی تھی) کیا اب اس کا یہ اقرار درست ہے یا کیا ہے، اب کوئی کہتا ہے کہ اس نے بیوی کو نماز کا عادی بنانے کے لئے یہ بات بطور تشبیہ اور ڈانٹ کی تھی اور یہ طلاق نہیں ہے بلکہ طلاق کا وعدہ تھا جبکہ طلاق کا وعدہ طلاق نہیں ہوتی، اور کوئی کہتا ہے کہ خاوند کا بیوی کو کہنا کہ "نماز پڑھ" صیغہ امر ہے جس کی حالت پر دلالت واضح ہے لیکن یہ بیین فور ثابت نہیں ہے بلکہ فور کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے

ابا و انکار کر دو گفت کہ مرفر صتے نیست ازین وجہ گفتیم کہ اگر تو نماز نگراری بر تو دو طلاق معلق دادم کہ بزبان بنگالہ (دیلام) و در لغت اردو (دیامیں) استعمال کنند بعدہ زن مذکورہ نماز عشا نخواند و قضا ہم نہ گزارد و نماز فجر بخواند بعد فجر رجعت ہم کرد و بعد سالے بلا شرط دو طلاق آں زوجہ مذکورہ را ایضا ہم داد و احمد علی بمحفل مذکور علماء وغیر ہم نیت بوقت بیان تعیم و تخصیص ہر دو منکر بود بلا قرینہ برائے تخصیص راجع اما بعد شش ماہ بجهت تعلیم مخالفین و بوجہ نفع خود بگوید کہ نیتم برائے دائم و علی الابدست اکنون از روئے شرع شریف اقرار ش صحیح بود یا چہ و بگوید کہ زجر اوتیبہا برائے تعود للصلوة طلاق واقع نمی شود بلکہ معنی آں وعدہ طلاق شود و وعدہ طلاق طلاق واقع نمی شود بگوید کہ قول زوج بخوان صیغہ امر بردلالت حال راجع لیکن فور ثابت نمی شود بلکہ فور رانیچ اعتبار نیست بر تقدیر تسلیم کہ طلاقین اولین بوجہ رجعت باطل ست کما هو المعروف اکنون بہر حال برائے زوج احمد علی رجعت صحیح است آیا حکمش فی الواقع ہمیں ست یا زوجہ احمد علی بہ سہ طلاق شدہ مغلطہ شد بینوا بال تفصیل، اندریں صورت کہ زوج احمد علی بزبان خود اقرار مے کند کہ روزے بعد ادائے نماز مغرب مر زوجہ خود را بسبب تارک الصلوة

کہ پہلی دو طلاقیں رجعی تھیں تو اس کے رجوع کر لینے کے بعد وہ دونوں طلاقیں ختم، اور باطل ہو گئیں جیسا کہ مشہور ہے لہذا اب دوسری بار دو طلاقیں کے بعد اب احمد علی خاوند کا دوبارہ رجوع کرنا صحیح ہے۔ کیا یہ باتیں درست ہیں یا پہلی دونوں طلاقیں کے بعد دو طلاقیں سے احمد علی کی بیوی کو تین طلاقیں یعنی مغالطہ طلاق ہو گئی ہے، تفصیل سے بیان کیجئے۔ خلاصہ اس سوال کا یہ ہے کہ احمد علی خاوند نے خود اقرار کیا کہ ایک روز نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد اس نے اپنی بیوی کو نماز کی تارک ہونے پر ڈانٹ اور سختی سے سمجھایا اور پھر معتدل مزاجی اور مستقل مزاجی سے ڈانٹ کے طور پر کہا نماز اگر تو نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق ہیں، جبکہ وہ بیوی نماز کی نیت اور کوئی سورت اچھی طرح نہیں جانتی غرضیکہ بیوی نے عشاء کی نماز بھی نہ پڑھی فجر کی نماز کے لئے اس نے وضو کیا تاکہ نماز پڑھے، نماز کے لئے کھڑی ہوئی تو خاوند نے اس کو نماز کی نیت اور سورۃ سکھائی اور اس نے نماز پڑھی، اس سے دو تین روز بعد محلہ کے مولوی صاحب کو طلب کر کے احمد علی نے بیوی سے رجوع کیا، تو اس صورت میں رجوع کرنے پر احمد علی کے لئے اس کی بیوی حلال ہوئی یا نہیں، پھر اس کے چند ماہ بعد مزید دو طلاقیں بلا شرط اس کو دیں کیا یہ تسلیم کر لینے پر پہلی دو طلاقیں واقع ہو گئی تھیں تو ان سے رجوع کر لینے پر کیا وہ پہلی طلاقیں کا لعدم اور باطل ہو جائیں گی یا نہیں، اور دوسری طلاقیں کے بعد اس کا بیوی سے رجوع کرنا اور ہمبستری کرنا جائز ہے یا نہیں، بیان کیجئے۔

الجواب: یقیناً احمد علی کی بیوی اس پر حلال رہی کیونکہ اس صورت میں مطلقاً کوئی طلاق نہ ہوئی اور نہ ہی تجدید نکاح اور نہ ہی رجعت کی کوئی ضرورت ہے، ہاں احتیاط کریں تو اور بات ہے، احمد علی کا

زجر و توبخ کر دکشاں کشاں آنکہ باعتبار طبع و استقلال مزاج بطریق زجر و تنبیہ گفت کہ تو نماز بخواں اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق و آں زن نیت نماز و سورہ بخوبی ندانستی غرض آنکہ زن عشاء نخواند بوقت فجر وضو کردہ برائے گزاردن نماز فجر استناد شولیش نیت و سورۃ تعلیم کردوے نماز خواند بعد دو سہ روز میانجی محلہ را طلبیدہ رجعت نمود در صورت کذائے زوجہ اش برائے وے حلال ماند یا چہ و بعد چند ماہ دو طلاق بلا شرط ایضاً برآں زوجہ مذکورہ اش دادہ است، آیا کہ اگر تسلیم کردہ شود کہ اول طلاقین واقع شدند بر تقدیرش بوجہ رجعت اول طلاقین بن باطل شد یا چہ، و اکون رجعت کردہ از زوجہ مذکورہ استمتاع گرفتن رواست یا نہ؟ بیینوا۔

الجواب: البتہ زوجہ اش برائے وے حلال ماند چہ دریں صورت مطلق طلاق واقع نشد نہ حاجت تجدید نکاح نہ رجعت ہم و احتیاط امرے دیگر قولہ

کہنا "اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق" اس کے متعلق میں کہتا ہوں: اولاً یہ تعلیق طلاق نہیں بلکہ وعدہ طلاق ہے کیونکہ تو طلاق، تو طلاق والی، اور تجھ کو طلاق، ان تینوں میں فرق ہے۔ پہلی عورت کی صفت اور اسی پر محمول ہے۔ دوسری میں خاوند کا طلاق دینا ہے، لہذا اس میں خاوند کا طلاق دینا ضرور محذوف ہے جب شرط سے معلق نہ ہو یعنی اس کا معنی یہ ہے کہ تجھ کو میں نے طلاق دی ہے، اور اگر شرط سے معلق ہو مثلاً یہ کہ اگر تو یہ کام کرے تو تجھے طلاق ہے تو اس کا معنی طلاق کا وعدہ ہے کہ تجھے طلاق دوں گا کیونکہ تعلیق میں شرط و جزا دونوں ہوتے ہیں اور جزا ہمیشہ مستقبل میں ہوتی ہے خواہ معنًا ہو اس مقام میں مطلب یہ ہے کہ اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے میں دو طلاق دوں گا کیونکہ "دو" کا یہاں فعل محذوف ہوگا، تو ظاہر ہوا کہ یوں کہا "اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق دوں گا" تو یہ طلاق دینے کا وعدہ ہوا نہ کہ تعلیق طلاق ہوا، جبکہ طلاق کے وعدہ سے طلاق نہیں ہوتی، یہ مطلب میں نے خود نہیں نکالا، بلکہ احمد علی خود کہتا ہے کہ میں نے یہ بات طلاق دینے کے ارادے سے نہیں کہی بلکہ ڈانٹ اور زجر کے لیے کہی ہے تاکہ بیوی نماز کی عادی بن جائے اور طلاق دینے کا میرے دل میں خیال تک نہ تھا، تو ظاہر ہوا کہ یہ صرف طلاق دینے کا وعدہ تھا، یہی بات احمد علی کے قول سے حاصل ہوئی، اور متکلم کی غرض کے یہی مطابق ہے اور قرینہ بھی یہی بتاتا ہے۔

چنانچہ میں کہتا ہوں کہ احمد علی کا بیوی کو یہ

اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق اولاً گویم کہ اس قول تعلیق طلاق نیست بلکہ وعدہ طلاق دادن ست زیرا کہ میان تو طلاق و طالق و ترا طلاق فرق ست در اول وصف زن ست و محمول بروے و در ثانی طلاق ایقاع زوج ست پس دریں قول فعل ایقاع زوج ضرور محذوف است در تنجیز معنی ترا طلاق دادم ست و در صورت تعلیق یعنی اگر میں کار کنی ترا طلاق معنی آں ترا طلاق خواہم داد ہست چہ در تعلیق شرط و جزا ہر دو خودند و جزا ہمیشہ مستقبل سے شود ولو معنی پس دریں مقام مطلب اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق خواہم داد ہست و خواہم در فعل ایقاع محذوف است و پیدا ست اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق خواہم داد وعدہ طلاق دادن ست نہ تعلیق طلاق و از وعدہ طلاق، طلاق واقع نشود و اس مطلب از خود نگر فتم بلکہ احمد علی خود میگوید کہ من بہ نیت طلاق دادن گفتم بلکہ بطریق زجر و تہدید تنبیہاً بغرض تعود للصلاة گفتم و طلاق دادن در دم مطلقاً منظور نشد و ظاہر ست کہ وعدہ طلاق مفید اس مدعا ست و باغراض متکلم خوب چسپاں و مقتضائے قرینہ ہم، چھنیں ست۔

چنانچہ گویم قولہ تو نماز بخوان اگر

کہنا کہ "تو نماز پڑھ۔ اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق"، اس کو تعلیق قرار دیا جائے، اگرچہ یہ احتمال متکلم کے مقصد سے کوسوں دور ہے، تاہم دو طلاق درست ہوں گی، لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ طلاق کو کسی شرط سے معلق کرنا تین طرح ہوتا ہے، پھر ہر ایک کی دو صورتیں ہوتی ہیں، شرط کا وجود، دوسری شرط کا عدم ہے تو مجموعی چھ صورتیں بنیں، وہ شرط خاوند کا فعل یا بیوی کا فعل وجوداً یا عدماً، اسی طرح اگر وہ شرط کسی غیر کا فعل ہو تو وجوداً یا عدماً ہوگا، جیسا کہ شرح وقایہ میں واضح ہے۔ یہاں زیر بحث صورت میں شرط بیوی کا فعل عدماً ہے یعنی اس کا نماز نہ پڑھنا اور تعلیق کا معنی یہ ہے کہ ایک جملہ کے مضمون کو دوسرے جملے کے مضمون یعنی جزاء کے جملے کو شرط کے مضمون جملہ سے معلق کرنا ہے، تو جب شرط پائی جائے گی جزاء بھی پائی جائے گی، اور جب شرط نہ پائی جائے تو جزاء بھی نہ پائی جائے گی۔ یہ بات سب صورتوں کو شامل ہے جن میں کوئی فرق نہیں لہذا جب احمد علی کے قول کو تعلیق تسلیم کر لیں، حالانکہ یہ قول مطلق ہے اور کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں ہے، اور متکلم کی غرض صرف بیوی کو نماز کا عادی بنانا ہے، تو یہاں کسی نماز عشاء یا فجر کی کوئی تخصیص نہ ہوگی کہ اس کی کوئی وجہ نہیں اور نہ ہی یہ بین فور بنتی ہے کیونکہ احمد علی نے معتدل مزاجی غصہ کے بغیر مستقل مزاجی سے یہ بات کہی ہے

نماز نحوانی تراد و طلاق، تعلیق طلاق ست اگرچہ از مطلب متکلم فرسنگما دور ست معنی آں تراد و طلاق ہست، باید دانست کہ در تعلیق طلاق معلق ہر سہ گو نہ است و ہر یک دو گانہ است جانب وجود جانب عدم مجموعہ شش قسمت ست فعل الزوجین وجوداً او عدماً و فعل الغیر وجوداً او عدماً کما لایخفی من شرح الوقایۃ دریں جا معلق بہ فعل عدمی زوجہ است یعنی نماز نحواند و معنی التعلیق ربط حصول مضمون جملۃ ای جزا بحصول مضمون جملۃ آخری ای الشرط فاذا وجد الشرط وجد المشروط و کذا اذا فات الشرط فات المشروط و هذا یعم الصورة الستة کلھا من غیر فرق پس ہر گاہ اس قول تعلیق طلاق مسلم نشت حالانکہ اس قول مطلق ست مقید بوقت دون وقت نیست و غرض متکلم نیز معتاد للصلوۃ شدن زوجہ است دائماً پس تخصیص نماز عشاء نہ فجر وغیرہ از کجا آمد و قرینہ بین الفور ہم مفقود بل اعتبار نیست چہ قائل باعتدال مزاج و استقلال طبع بغیر غضب بطریق نصیحت مے گفت

اور نصیحت کے طور پر کہی ہے، تو یہ بیمین فور کیسے ہو سکتی ہے تاکہ احمد علی کے اس قول کے قریب ترین وقت کی نماز سے مخصوص کیا جائے، اس لئے اس کو تعلیق طلاق ہی کہا جائے گا اور وہ بھی مطلق ہے اور قاعدہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر باقی رکھا جائے اور مقید کو قید سے پابند کیا جائے، لہذا کسی نماز سے بھی مطلق نماز کا وجود ہو سکتا ہے یعنی نماز کا فرد پایا جائے تو مطلق نماز کا تحقق ہو جائے گا، یوں ہی مطلق نماز کا عدم عمر بھر تمام نمازوں کے نہ پائے جانے پر متحقق ہو جائیگا، مطلق الصلوٰۃ کا وجود اور انقضاء ایک فرد کے وجود اور نفی سے ہوتا ہے یہی وہ فرق ہے جو منطقی حضرات، مہملہ قدمائے اور قضیہ طبعیہ کے موضوع کے بارے میں بیان کرتے ہیں یعنی مطلق الشیء قضیہ مہملہ قدمائے کا موضوع اور الشیء المطلق قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے، پس یہاں شرط میں نماز مطلقہ کا عدم ہے جس کی نفی اور عدم کے لئے متکلم کے تعلیق کے وقت سے لے کر موت سے تھوڑا قبل تک تمام نمازوں کے معدوم ہونا ضروری ہے جبکہ یہاں نماز مطلقہ کا عدم نہیں پایا گیا کیونکہ احمد علی کی بیوی نے صرف ایک نماز نہیں پڑھی اس کے بعد اس نے فجر کی نماز اور باقی نمازیں پڑھیں اور نماز کی عادی ہو گئی، تو واضح ہوا کہ نماز مطلقہ کے عدم کا نہ ہونا نماز مطلقہ کے عدم کا عدم ہے، اور نماز مطلقہ کے عدم کا عدم نماز مطلق کا وجود ہے تو اس طرح نماز مطلق کا تحقق ہوا اور نماز مطلقہ کا عدم معدوم ہوا حالانکہ طلاق، عدم نماز مطلقہ سے معلق ہے جو منتفی ہے، اور جب شرط منتفی ہو جائے

بیمین الفور از کجا برخاست تا اس قول را مخصوص بقرب الاوقات للصلوة گر داند بلکہ اس تعلیق طلاق ست پس مطلق طلاق مانند قاعدہ اصول ست المطلق یجری علی اطلاقہ والمقید یجری علی تقييدہ ووجود صلاة مطلق صادق آید بسبب وجود صلاة مایعنی یک صلاة بطریق فرد منتشر وعدم صلوة مطلق صادق آید بسبب عدم جمیع افراد صلاة در مدت العمر، وجود مطلق الصلوة متحقق شود بسبب تحقق وجود فرد ما ینتقی بانقضاء فرد ما هذا هو الفرق بین مطلق الشیء والشیء المطلق وہمیں ست فرق میان موضوع مہملہ قدمائے و موضوع قضیہ طبعیہ و مطلق الشیء یعنی مطلق الصلوة موضوع مہملہ قدمائے والشیء المطلق یعنی الصلوة المطلقہ موضوع قضیہ طبعیہ است پس در اینجا معلق بعدم الصلوة المطلقہ ست و اس بسبب عدم جمیع افراد نماز از زبان متکلم بالتعلیق تا قبیل موت متحقق شود و عدم صلاة مطلق منتفی زیرا کہ زوجہ احمد علی صرف در اس روز نماز نخواند و نماز فجر خواند متعود بالصلوة گشت و ہوید است کہ انقضاء عدم صلاة مطلق عدم عدم صلاة مطلق ست و عدم عدم صلاة مطلق وجود صلاة مطلق ست پس وجود صلاة مطلق متحقق و عدم صلاة مطلق معدوم و فاقست حالانکہ اس شرط و معلق بہ بود و فوت شد فاذا فات الشرط

تو مشروط بھی منتہی ہوگا، یہی مطلوب ہے، پس طلاق نہ ہوئی۔ یہ جو کچھ تحریر ہوا صرف احمد علی کے اقرار میں گفتگو تھی، اور اب ہم مطلوب کو فقہی دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ عالمگیری کی جلد دوم صفحہ ۵۹۹ میں ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی فعل کے عدم پر جو دو محل میں ہو تو دونوں میں سے جس محل میں قسم پورا ہونے کی شرط پائی جائے اس کو پیش نظر رکھا جائے گا اور جب شرط فوت ہو تو پھر قسم کا ٹوٹنا متعین ہوگا، اس قاعدہ کی رو سے ہماری بحث میں قسم پورا ہونے والی موجود ہے وہ فوت نہیں اس لئے حنث یعنی قسم نہ ٹوٹے گی، نیز اسی میں ہے اگر خاوند نے بیوی کو کہا "اگر تو مجھے یہ کپڑا نہ دے اور تو گھر میں ویسے ہی داخل ہو جائے تو تجھے طلاق ہے" تو اس صورت میں اس وقت تک طلاق نہ ہوگی جب تک کپڑا نہ دینا اور گھر میں داخل ہونا نہ پایا جائے یعنی دونوں باتیں پائی جائیں تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں، جبکہ کپڑا نہ دینے والی بات خاوند یا بیوی میں سے کسی ایک کے مرنے یا اس کپڑے کے ختم ہو جانے تک باقی رہے گی اور قسم نہ ٹوٹے گی، اسی طرح یہاں بھی نماز مطلقہ کا عدم، عورت کے مرنے سے تھوڑا پہلے تک باقی رہے گا اور قسم نہ ٹوٹے گی بلکہ عورت کے مرنے سے ایک گھڑی پہلے جب یہ نماز مطلقہ کے عدم کا احتمال ختم ہو جائے گا

فأت المشروط وهو المدعا، پس طلاق واقع نشد آنکہ درسلک تحریر کشیدہ شد صرف گفتگو در نفس عبارت اقرار بود حالا اثبات مطلوب بادلہ فقہیہ میگویند در عالمگیری جلد دوم ص ۵۹۹ آورد الاصل ان الیوم متی عقدت علی عدم الفعل فی محلین ینظر فیہما الی شرط البر و عند فوات شرط البر یتعین الحنث^۱ (در ماخن شرط البر فأت نشد پس حنث متحقق نشود، وایضاً هناك مسطور و لو قال ان لم تعطین هذا الثوب و دخلت الدار لم یقع الطلاق حتی یجتمع امران دخول الدار و عدم الاعطاء و عدم الاعطاء انما ینتھق ب موت احدھما او بهلاك الثوب^۲ و ہمچنین عدم الصلاة المطلقة قبیل موت زن مذکورہ متحقق تو اس شد قبل آن نے و ایضاً فیہ ص ۶۵۱ رجل قال لامرأته ان لم تصل الیوم رکعتین فانت طالق فحاضت قبل ان تشرع فی الصلاة او بعد ما صلت رکعة.

۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمة ان و اذا و غیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۲۹

۲ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمة ان و اذا و غیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۲۹

تب قسم ٹوٹے گی۔ نیز اسی کے صفحہ ۶۵۱ پر ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "اگر تو آج نماز دو رکعتیں نہ پڑھے تو تجھے طلاق ہے" تو اس عورت کو نماز شروع کرنے سے قبل حیض آجائے یا ایک رکعت پڑھنے کے بعد حیض آجائے تو شیخ شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے کہ اگر خاوند کی قسم اور حیض آنے کے درمیان اتنا وقت تھا کہ وہ نماز دو رکعتیں پڑھ سکتی تھی تو بالاتفاق یہ قسم صحیح ہوگی اور عورت کو طلاق ہو جائے گی، چونکہ اس مسئلہ میں "آج کے دن" اور "دو رکعتوں" کی قید ہے اس لئے یہ مسئلہ اور زیر بحث مسئلہ مختلف ہو گئے جن کا حکم بھی مختلف ہوگا، لہذا اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ نیز اسی میں صفحہ ۶۳۱ پر ہے: ایک شخص نے دوسرے کو ضرب لگائی تو مضروب نے کہا اگر میں اس کو سزا نہ دوں تو بیوی کو فلاں طلاق، تو کچھ وقت گزر جانے کے باوجود اس نے سزا نہ دی (یعنی سزا سے مراد شرعی سزا قصاص یا تعزیر تاوان نہیں بلکہ کوئی تکلیف پہنچانا مراد ہے) تو اس قسم والے نے اگر یمن فور کی نیت کی تو فوراً اس ضرب کے وقت سزا مراد ہوگی اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو تو پھر مطلق سزا ہوگی یعنی کسی وقت بھی سزا مراد ہوگی جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے یہ مسئلہ ہمارے زیر بحث مسئلہ کے موافق ہے

حکى ان الشيخ الامام شمس الائمة الحلوانى انه كان يقول ان كان وقت الحلف الى وقت الحيض مقدار ما يمكنها ان تصلى ركعتين تنعقد اليمين عند الكل وتطلق¹ دریں عبارت قید الیوم و رکعتین موجود است و لہذا حکم مغایر حکم مانحن فیہ شد فافترتاً ولا تشکوا و ایضاً فیہ ص ۶۳۱ رجل ضرب رجلاً ضرباً وجیعاً فقال المضروب اگر من سزائے وے نکم فامرأته کذا فمضى زمان ولم يجاز قالوا هذا لا يقع على المجازاة الشرعية من القصاص او الارش او التعزير او نحوه و انما يقع على الاساءة باى وجه يكون فان نوى الغور فهو على الغور وان لم ينو يكون مطلقاً کذا فی فتاویٰ قاضی خاں² ایں مطابق صورت مانحن فیہ ست، فرق لفظی آنکہ سزائے

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثالث فی التعلیق بکلمة ان و اذا وغیر بہا نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۶۱ھ

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الثالث فی التعلیق بکلمة ان و اذا وغیر بہا نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۶۱ھ

صرف لفظی فرق ہے کہ یہاں "سزا نہ دوں" جو کہ خاوند کے فعل کا عدم ہے، کے ساتھ معلق کیا گیا ہے اور ہمارے زیر بحث مسئلہ میں "نماز نہ پڑھنے" کو جو کہ بیوی کے فعل کا عدم ہے، کو معلق کیا گیا ہے۔ لہذا دونوں مسئلوں کا حکم ایک ہے جیسے گزرا چنانچہ یہی حکم، بیوی کے نماز نہ پڑھنے پر ہوگا کہ اگر خاوند نے بیمن فور کی نیت کی، فوری مراد ہوگی۔ اور اگر بیمن فور کی نیت نہ کی ہو تو عام اور مطلق یعنی نماز کسی بھی وقت نہ پڑھنا مراد ہوگا۔ لیکن احمد نے فوری بیمن مراد نہیں لی اور نہ ہی بیمن فور کا یہاں کوئی قرینہ ہے، لہذا یہ قسم مطلق مراد ہوگی اور بعد میں بھی باقی رہے گی۔ شرح وقایہ کے صفحہ ۳۸ پر ہے: خاوند نے بیوی کو کہا "اگر میں تجھے طلاق نہ دوں تو تجھے طلاق ہے" تو یہ قسم عمر بھر کے لئے ہے، اگر عمر بھر طلاق نہ دی تو موت کے قریب آخری گھڑی میں طلاق ہوگی کیونکہ اس وقت معلوم ہوگا اس نے عمر بھر طلاق نہ دی ورنہ زندگی میں ہر وقت طلاق کا احتمال تھا، تو اسی طرح "نماز نہ پڑھنے کی شرط" کا وقوع عمر کے آخر میں ہوگا ورنہ زندگی میں ہر وقت نماز پڑھنے کا احتمال موجود ہے۔ قسستانی ص ۲۷۹ میں ہے کہ اصح قول یہ ہے کہ عمر کے آخری حصہ میں خاوند یا بیوی کی موت سے ایک گھڑی قبل شرط کا وقوع

وے نكتم معلق بہ فعل عدمی زوج ست در مانحن فیہ اگر نحوانی معلق بہ فعل عدمی زوجہ است حکم اگر نماز نحوانی تراد و طلاق ان نوی الغور فهو علی الغور وان لم یبنو یكون مطلقاً لیکن احمد علی نیت فور نکرده نہ قرینہ نور یافته شود پس بیمن مطلق باقی ماند فی شرح الوقایہ ص ۳۸ انت کذا ان لم اطلقک یقع فی آخر عمرہ^۱ زیرا کہ طلاق ندادن در آخر عمر صادق آید ورنہ ہر وقت احتمال طلاق ہست، ہمچنین نماز خواندن در آخر عمر صادق آید ورنہ نماز خواندن ہر وقت در مدۃ العمر محتمل ست، وفي القہستانی ص ۲۷۹ و یقع فی الاصح آخر العمر او قبیل موتہ او موتہا وفي النوادر لا یقع بموتہا فی قوله انت طالق وان لم اطلقک^۲ ہمچنین آل اگر زن قبیل موت نماز نہ خواند بروئے دو طلاق رجعی واقع شود مانحن فیہ چنان نیست بلکہ

^۱ شرح الوقایہ بیان لفویۃ التطلاق قبل التزوج مطبع مجتہبی دہلی ۷۷/۲

^۲ جامع الرموز (قہستانی) کتاب الطلاق مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۵۱۳/۱

معلوم ہوگا، اور نوادر میں ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا "تجھے طلاق اگرچہ میں طلاق نہ دوں" تو بیوی کے مرنے پر طلاق نہ ہوگی، اسی طرح اس مسئلہ میں بیوی مرنے سے قبل نماز نہ پڑھے گی تو اس کو دو طلاقیں رجعی ہوگی جبکہ زیر بحث صورت میں بیوی نے نماز نہ چھوڑی بلکہ اس وقت سے لے کر آج تک وہ نماز کی عادی اور پابند ہے۔ قاضی خاں کے ص ۳۴۱ میں ہے کہ اگر خاوند نے کہا "جب میں تجھے طلاق دوں تو تجھے طلاق اور جب تجھے نہ دوں تو تجھے طلاق" اس صورت میں عورت کے مرنے پر اس کو طلاق ہوگی اور اس کی عمر کی آخری گھڑی میں دو طلاقیں ہوگی یہ تمام بحث مدلی کے ثبوت کے لئے تائید ہے۔ اسی میں ص ۲۲۹ پر ہے کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا کہ "اگر میں نے اس نیزے کے سر پر تجھ سے جماع نہ کروں تو تجھے طلاق ہے۔" اس صورت میں جب تک خاوند اور بیوی زندہ ہیں اور نیزہ بھی موجود ہے طلاق نہ ہوگی، ہاں کسی کے مرنے یا نیزے کے ختم ہو جانے پر طلاق ہوگی، تو زیر بحث مسئلہ بھی ایسا ہی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ احمد علی کی بیوی کو پہلی دو طلاقیں ہو گئی ہیں تو تب بھی ان سے رجوع کر لینے پر وہ کالعدم ہو گئیں جس طرح کہا جائے طلاق کے بعد اگر تجدید نکاح کر لیں اور اس کے بعد طلاق

آں زن ازاں تاریخ تا ایں دم متعودہ گشت، فی قاضی خاں ص ۳۴۱ ولو قال اذا طلقتک فانت طالق واذا لم اطلقک فانت طالق فلم یطلق حتی ماتت طلقت ثنتین فی آخر جزء من اجزاء حیاته^۱ ایں ہمہ ثبوت مدعا ست ایضاً فیہ ص ۲۲۹ رجل قال لامرأته ان لم اجامعک علی راس هذا الرمح فانت طالق فما داماً حیین والرمح قائم لایحنت^۲ وقبیل موت احدہما یبعد ضیاع ریح حانث شود کہذا مانحن فیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اگر تسلیم کردہ شود کہ طلاقیں اولین واقع شدند تاہم بوجہ رجعت باطل چنانکہ بعد طلاق بائن اگر تجدید نکاح کند بعدہ ایضا طلاق دہد طلاقیں اولین باطل شوند بعد تجدید نکاح اگر طلاق دہد آں در حساب کردہ آید نہ طلاق قبل تجدید نکاح ہمچنین بعد رجعت اول طلاق باطل است کہافی

^۱ فتاویٰ قاضی خاں باب التعلیق نوکثور لکھنؤ ۲۲۰/۱

^۲ فتاویٰ قاضی خاں باب التعلیق نوکثور لکھنؤ ۲۲۸/۱

<p>دے دے تو بعد والی گنتی میں ہوگی اور پہلی گنتی میں نہ ہوگی کیونکہ پہلی تجدید نکاح سے کالعدم ہوگئی ہے۔ اسی طرح رجوع کر لینے کے بعد پہلی دی ہوئی طلاقیں کالعدم ہو جائیں گی، جیسا کہ درمختار میں ہے کہ اگر رجعی طلاق دی ہو تو اس کو بائنہ بنا دے یا تین طلاق دے دے۔ اس پر ردالمحتار میں کہا کہ ماتن کا قول "رجعت سے پہلے" یہ اس لئے کہ اگر رجعت کے بعد ہو تو طلاق کا عمل باطل ہو جاتا ہے اس لئے اس کو بائن یا تین بنا نا ممکن نہ رہے گا، طحاوی میں یوں ہے: اس عبارت سے خوب واضح ہو گیا کہ احمد علی کی بیوی کی پہلی دونوں طلاقیں رجعت کی وجہ سے کالعدم ہو جائیں گی۔ اب اس کے بعد کسی شرط کے بغیر دی ہوئی طلاق پر رجوع کرنا صحیح ہوگا، یہی مطلوب ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ مسئلہ کا حل پیش کرنے والا محمد وجیہ اللہ۔</p>	<p>الدرالمختار لو طلقها رجعياً فجعله بائناً وثالثاً¹ وردالمختار قوله قبل الرجعة لانه بعد ما يبطل عمل الطلاق فيتعذر جعلها بائناً او ثالثاً هكذا في الطحاوی² ازیں عبارت خوب واضح شد طلاقین اولین بوجہ رجعت باطل ست اکتوں برائے طلاق بلا شرط رجعت صحیح است وهو المدعی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ المستخرج محمد وجیہ اللہ۔</p>
--	---

الجواب:

<p>اے اللہ! حق اور درحقیگی کی رہنمائی فرما، اے رب! میں شیطان کے غرور سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور اے رب! شیطانوں کی موجودگی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، مسئلہ صورت میں احمد علی کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہوگئی اور اب تجدید نکاح سے بھی حلال نہ ہوگی بلکہ حلالہ ضروری ہے اور دوسرے شخص سے نکاح کے بغیر قطعی حرام رہے گی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تیسری طلاق دے دے تو اس کے بعد بیوی حلال نہ ہوگی تا وقتیکہ وہ دوسرے</p>	<p>اللهم هداية الحق والصواب رب انى اعوذ بك من هزات الشيطان واعوذ بك رب ان يحضرون در صورت مستفسرہ زن احمد علی از حوالہ نکاحش بدر رفت، ونہ آچنال کہ بمجرد تجدید نکاح بازن او تواس شد بلکہ تحلیل لازم ست وبے توسط شوہر دیگر حرمت جازم قال اللہ تعالیٰ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ أَنْ يَنْكِحَهَا³ حالانکہ</p>
--	---

¹ درمختار باب الكنايات مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۵/۱

² ردالمختار باب الكنايات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۶/

³ القرآن الکریم ۲۳۰/۲

شخص سے نکاح نہ کرے، اب احمد علی نے کسی کے سکھانے پر جو حیلہ گھڑا اور کہا کہ عموم کا ارادہ کیا ہے یعنی تمام عمر کبھی کہیں کوئی نماز بیوی نہ پڑھے اور تمام عمر ایک نماز بھی نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، یہ حیلہ جھوٹ اور خالص فاسد بہانہ ہے جس کو پیچھے بچوں کے علاوہ کوئی عقلمند تسلیم نہیں کرے گا، جبکہ مقصد یہ ہے کہ بیوی کو نماز کا پابند بنانے کے لئے نصیحت اور ڈانٹ کے طور پر بات کی گئی ہے لوگوں کے عرف میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ بیوی کو نماز کا پابند بنانے کے لئے کوئی نماز ترک کرنے پر اس کو دو طلاقیں ہوں گی، نہ یہ کہ تیرا ایک سجدہ ہی پسند ہے اور جب تو مرنے لگی اور دنیا سے رخصت ہوتی دیکھوں کہ تو نے کوئی ایک سجدہ نہ کیا اور دنیا سے واپس جاتے ہوئے جبکہ از خود نکاح ختم ہو رہا ہو تو تجھے دو طلاقیں ہوں گی، یہ معنی تو مذاق کے سوا کچھ بھی نہیں اور نہ ہی ایسی بات کرنے والوں کا ہرگز یہ مقصود ہوتا ہے اور نہ ہی اہل زبان اور اہل عرف یہ معنی سمجھتے ہیں۔ احمد علی نے رات کی کارروائی جو کہ پہلے واضح تھی اس کو صبح مزید واضح کرتے ہوئے بیوی کے عشاء کی نماز رات کو نہ پڑھنے پر دو رجعی طلاقوں کے بعد صبح اس نے رجوع کیا، اگر اس کا مقصد وہی تھا جو حیلہ سازوں نے اس کو سکھایا تو عشاء کی نماز نہ پڑھنے سے طلاق نہ ہوئی تو رجوع کیسا اور کس سے رجوع کیا، اس تمام واضح چیز کو نظر انداز کرنا اور

احمد علی بتعلیم کسے ادعائے ارادہ عموم میکند یعنی آنکہ اگر تو درہمہ عمر خودت ہیچگاہ پیراموں نماز نکردی و در مدت حیات یک نماز ہم ادانہ کنی بر تو دو طلاق باشد حیلہ ایست کاسدہ و بہانہ ایست بس فاسدہ کہ غیر طفلان بخبر پیچ عاقلے بجوئے نخر و مقصود و عظ زجر آں می شد کہ پابند نماز شود ہمیں معنی در مستفاهم عرف کہ بنائے ایمان ست مفہوم شود نہ آنکہ در مدت العمر یک سجدہ پسندست اگر ترا بینم کہ مردے و از دنیا رخت بردی پیچگاہ یک سجدہ الہ نکردی آنگاہ بدم واپسین کہ خود از نکاح من بیروں سے روی بر تو دو طلاق باشد ایں معنی کہ اخوک پیش نیست ز نہار نہ مراد قائلان سے باشد و نہ مفہوم اہل عرف و زبان، و خود احمد علی صبح آں شب بکار روائی عملی خود مرا خودش کہ آشکارا بود آشکارا تر نمود کہ چون زن نماز عشاء نگزارد بامداد آں رجعت نمود اگر قصد آں بودے کہ حالا بآموزگاری دستاں سازاں داسے نماید طلاق بر کہ بود و رجعت از چہ فرمود ایں ہمہ واضحات گزشتن و گزاشتن و بہر تحلیل فرج حرام نظر بر فریب و حیلہ گماشتن کار مسلمانی نیست و ہم از بیجا حیلہ قصد وعدہ از ہم پاشد بل ہر حیلہ کہ فسوسازے حالاً ترا شد عمل بامدادی

فریب اور غلط حیلہ سے حرام شرمگاہ کو حلال کرنا مسلمانوں کا کام نہیں ہے، نیز یہاں یہ حیلہ کرنا کہ احمد علی نے وعدہ طلاق کا قصد کیا ہے، خود بخود ختم ہو گیا بلکہ وہ تمام حیلے جو کارسازوں نے اسے سکھائے ہیں ان سب کو خود احمد علی نے صبح رجوع کی کارروائی سے باطل قرار دیا اور اس مجیب بیچارے بے علم کو کیا معلوم ہے، یہ فقیر اس کے استاذ کے رد میں بیان کرتا ہے اور یونہی استاذ کے سکھائے ہوئے اس کلام میں کہ رجوع کرنے سے پہلی طلاقیں باطل ہو گئی ہیں جو کسی گمراہ کے بہکانے پر اس کی زبان نے استعمال کی ہیں کار دیا جائے گا۔ ان گمراہ کلمات پر "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" ہی پڑھی جاسکتی ہے، مسئلہ صورت کا جواب مذکور کلمات سے مکمل ہو گیا ہے تاہم شکوک کو ختم کرنے اور وسوسوں کو مٹانے کیلئے دیوبندی کے فتویٰ کے رد میں کچھ کلام کی جائے تو مفید اور سود مند ہوگی جس کے لئے میں اللہ تعالیٰ سے توفیق کا خواستگار ہوں۔ یہ ردی فتویٰ جو گمراہی اور غلطیوں کا مجموعہ ہے اس کی ہر سطر سے دیوبندیت اور جہالت نمایاں ہو رہی ہے اور اس کے ہر حرف سے دیوبندیوں کا سرمایہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، دیوبندیوں کا یہ نیا تماشہ جو اللہ کی حرام کردہ کو حلال بنانے کے لئے من گھڑت فریب سے پر ہے۔ ان عجوبوں پر ظلم یہ کہ دیوبندی کہنے مشق شخصیات بھی بازار کی رونق

احمد علی ہمہ راجان خراشد و قوله این بیچارہ بے علم چه داند فقیر سخن ازاں در رد معلم اومی راند و ہمچنان ابطال طلاق بہ رجعت کہ این کلمہ ملعونہ از زبانش ہماں بتعلیم ضلال برآمد و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم حکم مسئلہ در فتوای جلیلہ سابقہ ہر چه تمام تر روشن شدہ است اینجا تسکیناً للہوا جس و توہبنا للوساوس والذسائس حرفے چند نافع و سود مند در رد فتوای دیوبند بر نگاریم و امید توفیق از حضرت عزت عز و علا داریم، این طرفہ فتوی جامع الخطا و الطغوی کہ اثر دیوبندیش از ہر سطر اش ہویدا و جان و جہاں دیوبندیاں بر حرفش شیدا بملاحظہ آمد، نوبادہ دیوبندیاں در تحلیل حرام خدا بہ تسویل نفس پر دعا، چه ستم اے جو بہا بکار برد کہ کس مشقاں دیوبند را نیز رونق بازار برد تفصیلی مفصی تطویل، لہذا بر مائل و کفی تعویل و حاشا روئے سخن بر ہجو ناشناسان فن بلکہ مقصود نصح عوام مومناں ست، تا مبادا باغوائے کسے حرام خدا را حلال پندارد، و کلمات خطا و ضلال حتی کہ تکذیب صریح کلام ذی الجلال را سہل انگارند و العیاذ باللہ العزیز الرحیم، و لا حول ولا قوۃ الا باللہ

ثابت ہوئے ضرورت سے زائد بات موجب تطویل ہوگی لہذا ہم پر قلیل اور کافی کو پیش کرنا مناسب ہے ان جیسے نا سمجھ لوگوں سے ہر گز روئے سخن نہیں ہے بلکہ اہل ایمان کو نصیحت مقصود ہے تاکہ کہیں کسی کے بہکانے پر اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال نہ سمجھ لیں، اور غلط و گمراہی کی باتیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے صریح کلام کی تکذیب ہیں پر سہل انگاری سے کام نہ لیں العیاذ باللہ العزیز الرحیم، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ عزیزان نہایت ہو شیار بے صبری نہیں چاہئے، تیز رفتار شہسوار قلم کو حرکت میں آنے دو اللہ تعالیٰ کے فضل سے میدان صاف اور بیان واضح ہو جائے گا کہ اس مجیب بیچارے نے دیوبندی اثر کی بنا پر قرآن پاک کی نص قطعی کی تکذیب اور مومنوں کے ائمہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اجماع کی خلاف ورزی کس طرح کی ہے اور وہ بھی حرام شرمگاہ کو غیر کے لئے حلال کرنے کے لالچ میں جرات کر کے شرمساری اپنے ذمے لے لی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سچا ارشاد روایت فرمایا جس کو بیہتی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے کہ لوگوں میں سب سے بڑا بد بخت وہ شخص ہے جو غیر کی دنیا کے لئے اپنی آخرت خراب کرے والعیاذ باللہ رب العلمین، اب ہم چند تنبیہات مفیدہ، اس عجیب فتویٰ کی چند غلطیوں پر آگاہی کے لئے ذکر کریں گے تاکہ بے پر عاقل اور غافل لو

العلی العظیم عزیزان ہدہ شیار و مے شتاب زدگی نباید شہسوار خامہ برق بار را بچالش آمدن دہید بحولہ تعالیٰ حالا خالی شود و بیان بہ عیاں رسد کہ بیچارہ از اثر دیوبندی چسپاں تکذیب نص قطعی قرآن و خرق اجماع ائمہ مومناں علیہم الرضوان نمود، و بطمع آنکہ مگر فرجے حرام را برائے دیگرے حلال نماید حیا در ملا بر روئے خودش کشود و قد صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیما یرویہ عنہ ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عند البیہقی فی شعب الایمان من اسوء الناس منزلة من اذهب آخرتہ بدنیاً غیرہ¹۔ والعیاذ باللہ رب العلمین ہما چیدہ چیدہ در تنبیہات عدیدہ مفیدہ، بر چند خطایائے اس فتویٰ نوچا ویدہ آگاہی دہیم، تا عاقلان پے برند و غافلان خبردار شوند و خطایاں اگر توفیق یا بندد گرہ، ہچنماں کور کورانہ نروند و باللہ التوفیق و وصول التحقیق۔

¹ شعب الایمان باب فی اخلاص العبد للہ و ترک الرباء حدیث دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۵۸/۵

خبردار ہو جائیں اور خطاکار اگر توفیق پائیں تو دوسروں کے نہ راستے کو نہ اپنائیں، توفیق اور حق تک رسائی اللہ تعالیٰ سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

اول: آنکہ خرق طلاق را تبدیل صورت سوال رفو خواست سوال کہ این جا آمدہ بود لفظش آں بود کہ "ایک شخص نے اپنی بی بی کو بعد نماز مغرب کے کہا کہ اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے"۔ و تعلیم سوال دیوبندی آنچنان ساخت کہ باعتبار طبع واستقلال مزاج بطریق زجر و تنبیہ گفت کہ نماز بخواں اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق بجائے تو دو طلاق، ترا دو طلاق نمود تا بزعم باطل خودش اور از تعلیق بر آوردہ وعدہ طلاق نماید و بد نداں طبع گرہ از کار احمد علی کشاید و پیدا است کہ تبدیل صورت بعد اطلاع بر حکم شرعی نمی باشد مگر از راه مکر و خدع باز سائل ماکہ دوبارہ این سوال فرستاد نقاب از روئے دستاں این ہوا پر ستاں کشادہ کہ لفظ خاص احمد علی بزبان بنگالہ "دیلام" کہ صراحۃً بمعنی دادم ست نوشت و بساط اختراع وعدہ بیکسر در نوشت۔

اول: یہ کہ، طلاق کے نشان کو سوال کی صورت میں تبدیلی کر کے، مٹانا چاہا، یہاں جو سوال آیا اسکے الفاظ یہ ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو نماز مغرب کے بعد کہا "اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے" اور دیوبندی کی تعلیم سے سوال یوں بنا دیا: ایک شخص نے اعتدال طبع اور مستقل مزاجی سے زجر اور تنبیہ کے طور بیوی کو کہا کہ تو نماز پڑھ، اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق، یوں اس نے "تو دو طلاق" کی بجائے "تجھے دو طلاق" بنا دیا، تاکہ اپنے باطل زعم میں وہ تعلیق طلاق سے نکال کر وعدہ طلاق بنا سکے اور لالچ کے دانتوں سے احمد علی کی کارروائی کی گرہ کو کھولے، اور واضح بات ہے کسی شرعی حکم کے معلوم ہونے پر سوال کی صورت کو تبدیل کرنا صرف مکر و فریب ہی کہلا سکتا ہے پھر جس نے ہمارے پاس دوبارہ یہ سوال بھیجا ہے اس نے ان نفسانی خواہشات پرستوں کی داستان سے پردہ ہٹا دیا ہے کہ احمد علی نے جو لفظ خاص اس موقع پر بنگالی زبان میں استعمال کیا ہے وہ "دیلام" ہے جو کہ صراحۃً "میں نے دی" کے معنی میں ہونا لکھا ہے اور وعدہ کی اختراعی صورت بالکل ختم کر دی۔ (ت)

دوم: فرقے کہ در تو طلاق و ترا طالق از پیش خویش بر آورد
 محض ایجاد بندہ است بیچارہ در انشاء تعلق و تعلق انشای فرق نمی
 داند مقصود و مفاہم عرف اول ست نہ ثانی، و معنی استقبال خود
 لازم ہر جز است چنانکہ در قولش اگر چنان کنی تو طلاق معنی
 آنست کہ مطلقہ شوی ہم بایں انشانہ بانشاء جدید، کہ آں
 وقت وعدہ ابدایش میدہد، ہمچنان در قولش اگر چنان کنی ترا
 طلاق معنی همان ست کہ ترا طلاق شود ہمیں انشاء نہ بانشاء
 موعود، و طلاق آنچنان کہ صدوڑا و صف مردست کہ از و بمصدر
 مبنی للفاعل اے مطلقیت بالکسر تعبیر کند ہمچنان و قوفاً صفت
 زن کہ از و بمصدر مبنی للمفعول یعنی مطلقیت بالفتح نشان دہد پس
 مقدر خواہد شد بود نہ کہ خواہم داد اگر مجرد ملاحظہ آنکہ ایں
 صفت زن بے فعل شوے صورت نہ بندد مشعر فعل جدید
 موعود و مفید معنی وعدہ شود پس ایں خود در قول او، اگر چنان
 شود تو طلاق نیز نقد وقت ست زیرا کہ از طلاق بمعنی رفع کہ فعل
 زوج ست اورا نیز ناگزیر ست بلکہ ہیچ لفظے از ایں معنی بے نیاز
 نبود پس اگر ایں ملاحظہ بموجب معنی وعدہ شدے ہمانا ہیچ تعلق
 صورت نہ یستے مثلاً در تو طلاق نیز تو اں گفت کہ معنی آنست کہ
 تو مطلقہ خواہی شد و مطلقہ نیست مگر آنکہ بروئے ایقاع طلاق
 نمودہ شود پس معنی آں شد کہ بر تو ایقاع طلاق کردہ خواہد شد
 و پیدا است کہ ایں وعدہ طلاق نیست بالجملہ ایں وسوسہ و تفرقہ
 جہالتے پیش نیست۔

دوم: "تو طلاق، اور تجھے طلاق" کا فرق خود اپنی طرف سے من
 گھڑت بنایا، اس بیچارے کو تعلق کی انشاء اور انشاء کی تعلق کا
 فرق معلوم نہ ہو سکا، جبکہ عرف میں پہلا یعنی تعلق کی انشاء
 مقصود و متعارف ہے نہ کہ دوسرا، اور پھر ہر جزء کو استقبال خود
 لازم ہے مثلاً یہ کہنا کہ "تو اگر یوں کرے تو طلاق ہے" اس کا
 معنی یہ ہے کہ "تو مطلقہ ہو جائے گی" اور انشاء بھی یہی ہوگا نہ
 کہ کوئی بعد میں جدید انشاء ہوگا، اور طلاق صادر ہونے کے
 اعتبار میں خاوند کی صفت ہوتی ہے جس کو طلاق دینے
 والا، سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یوں نہیں وہ وقوع کے اعتبار سے
 بیوی کی صفت ہوتی ہے جس کو مطلقہ سے تعبیر کرتے
 ہیں (یعنی خاوند کے لئے طلاق مصدر مبنی للفاعل اور بیوی
 کے لئے وہی طلاق مصدر مبنی للمفعول بن جاتا ہے) تو
 یہاں "ہو جائے گی" کی تقدیر بنے گی نہ کہ "میں دوں گا" کی
 تقدیر بنے گی۔ اور اگر صرف یہ لحاظ ہو کہ یہ بیوی کی صفت
 خاوند کے فعل کے بغیر بن گئی تو بات نہ بنے گی اور اس سے
 خاوند کے جدید آئندہ فعل اور طلاق کا وعدہ نہ بن سکے گا، پس
 خاوند کا یہ کہنا کہ "اگر یہ ہو جائے تو طلاق" بھی بروقت انشاء
 ہے کیونکہ طلاق جس کا معنی ہٹانا اور کھولنا ہے بھی خاوند کے
 فعل کا نام ہے جو کہ ضروری ہے، بلکہ کوئی لفظ طلاق بھی خاوند
 کے فعل سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، پس اگر اس لحاظ سے اس کو
 وعدہ والا معنی قرار دیا جائے تو پھر تعلق کے لئے کوئی صورت
 نہیں بن سکے گی مثلاً کوئی یوں کہے "تو طلاق ہے" تو وہ کہہ سکتا
 ہے کہ اس کا معنی یہ ہے تو مطلقہ ہو سکے گی اور ابھی

مطلقہ نہ ہوئی۔ اور جس عورت کو کئی طلاق دے تو معنی یہ ہو جائے گا کہ طلاق دوں گا حالانکہ وہ طلاق واقع کر رہا ہے اور طلاق کا وعدہ نہیں کر رہا، غرضیکہ یہ فرق کا وسوسہ جہالت ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ سوم: یہ عجیب فرق کرنے پر مجتہد العصر نے یہ بھی نہ دیکھا یا دیکھا اور حق نظر نہ آیا کہ مذہب کی تمام کتب میں جا بجا صراحتاً "تجھے طلاق ہے" کو تعلق قرار دیا گیا ہے نہ کہ وعدہ طلاق قرار دیا گیا۔ فتاویٰ خلاصہ اور فتاویٰ عالمگیر یہ میں ہے اگر خاندان نے بیوی کو کہا کہ "اگر تو مجھے نہیں چاہتی تو تجھے طلاق ہے" بیوی نے جواب میں کہا "میں چاہتی ہوں" تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ بیوی کے ارادہ سے معلق ہے اور ارادہ باطنی چیز ہے اس پر واقفیت نہیں ہو سکتی لہذا بیوی کے اختیار پر فیصلہ ہوگا، اور فتاویٰ قاضی خان اور خزانہ المفتین وغیرہما میں فرمایا ہے کہ خاندان نے بیوی کو کہا "اگر میں تین ماہ کو نہ آؤں اور دس دینار نہ لاؤں تو تجھے طلاق"۔ تو تین ماہ کے بعد آیا اور دس دینار نہ لایا تو طلاق ہو جائے گی۔ فتاویٰ ظہیر یہ اور خزانہ امام سمعانی میں فرمایا اگر بیوی کو کہا اگر تو حرام کرے تو تجھے تین طلاق۔ اس کے بعد اس نے بیوی کو طلاق بانہ دے کر اس سے عدت میں جماع کیا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور تین طلاقیں ہو جائیں گی دیوبندی مجتہد آنکھ کھول کر دیکھے کہ مذکورہ بالا عبارات میں وعدہ اور "طلاق دوں گا" کہاں ہے۔ چہارم: احمد علی کی اس داستان کا استاذ خود کہتا ہے کہ "یہ مطلب میں نے خود نہیں بنایا بلکہ احمد علی کہتا ہے" حالانکہ یہ گہرا معاملہ ہے اگر بے چارہ

سوم: جناب مجتہد العصر باجہتہاد خود اس فرق بدلیج ابداع نمود و نمدید یادید از چشم حق پوشید کہ در کتب مذہب تصریحاً جا بجا بلفظ "ترطلاق" تعلق قرار دادہ اند نہ وعدہ، در فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ عالمگیر یہ فرمود اگر مرانخواہی ترطلاق فقالت می خواہم لا تطلق هذا تعلیق بالارادۃ وانہا امر باطن لا یوقف علیہ فی تعلق بالاختیار¹ در فتاویٰ قاضی خان و خزانہ المفتین و غیرہما فرمودند اگر سہ ماہ رانیام و وہ دینار نیارم ترا طلاق فجاء ولم یات بالذنا نیر تطلق² در فتاویٰ ظہیر یہ و خزانہ امام سمعانی فرمودہ قال لھا اگر تو حرام کنی ترا سہ طلاق فابانہا ثم جامعها فی العدة یحنث وتطلق ثلاثاً³ حالانکہ مجتہد دیوبند از چشم کشادہ نظر فرماید کہ آں بالاخو اینہائے وعدہ تقدیر خواہم داد کجا شد۔

چہارم: احمد علی رادریں دستاں استاذ خود می گوید کہ اس مطلب از خود نگر قسم بلکہ احمد علی میگوید حالانکہ معاملہ واژگونہ است بے چارہ

¹ فتاویٰ ہندیۃ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۷

² خزانة المفتین فصل فی التعلیق قلمی نسخہ ۱۱۳/۱

³ خزانة المفتین فصل فی التعلیق قلمی نسخہ ۱۱۳/۱

احمد علی اگر ازیں کید عظیم آگئی داشتے صبح گاہ چار تخم رجعت

کاختے۔
 پنجم: باز کہ باعتراف حق گزائید سخن لغو بے سود چا دیدن
 گرفت کہ معلق بر سه گونه است و قسم را قسمت دانسته میگوید
 مجموعہ شش قسمت است حالانکہ اس تقسیم را در مسئلہ دائرہ
 دخل نیست اینجا و فرق حکم میان قسم و قسم نیست خودش می
 سراید هذا یعم الصورة الستة کلها من غیر فرق ہو
 شمندر ابر سیدن ست کہ چون اینجا ہر قسم را حکم یکے ست ذکر
 اس تقسیم از ش چہ رود در میان آمد جزینکہ میندہ داند کہ جناب
 اجتہاد ماب را گاہے بر شرح و قایہ ہم نظر افتادہ است و لومع
 عدم الفہم۔

ششم: نشان الہی نظارہ کردنی ست کہ خود در ضمن باطل
 نادانستہ لب بحق می کشاید و باز از خطب بہ جذب می گزاید،
 مرادش آن بود کہ اس تعلیق را دائم نماز چسپان نماید تا بوقوع
 صلوة ولو مرۃ زن را تحفظ از طلاق بدست آید از ہمیں رو منطق
 الطیر خود را خرچ نمود و مطلب را کشاں کشاں بر آں منزل
 آور کہ اگر ازیں احمد علی یک نماز ہم پیش از مرگ واقع شد
 اور اطلاق نیست حالانکہ اس جا خود می گوید حیث لایشعر راہ حق
 می پوید، کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلوة شدن زوجہ ست دائما
 سبحان اللہ اس شتر گرگی بین غرض متکلم آن بود کہ زوجہ دائما
 معتاد نماز شود یا آن شد کہ زن در مدۃ العریک سجدہ بجآرد گو
 در سائر عمر خودش بیچ روئے قبلہ میار بینیں تفاوت رہ از
 کجاست

تا بجا۔

ہفتم: خود معترف شدہ کہ غرض متکلم دائماً خوگر بودن زن بہ نماز ست، می گوید پس تخصیص نماز عشا و فجر وغیرہ از کجا آمد، اجتهاد تا بمانیز ہمیں می گویم کہ غرض تعددائم ست تخصیص ہیج نماز نیست، ہر نماز یکہ عمداً بلاعذر شرعی ترک دہد طلاق شود عشا باشد یا فجر چوں وقت عشا گزشت وزن نماز گزاشت وادانکرد طلاقہ شدہ۔

ہشتم: باعتراف آنکہ غرض متکلم تعددائم ست این چاہن زنی کہ قرینہ بیمن ہم مفقود مگر از باب اجتهاد دیوبند خواهد بود یا ہانا معنی معتاد صلوة شدن زوجہ دائماً آن باشد کہ در ہمہ عمر جز یکبار ہیج نماز ادانہ کند ولاحول ولاقوة الا باللہ۔

نہم: تخصیص بیمن الفور بصورت غضب وبے اعتدالی طبع نیز از اجتهادات دیوبندیہ است کہ در کتب مذہب ازاں نشانہ نیست در فتوائے جلیلیہ سابقہ چند امثلہ اش از کتب معتمدہ مذکورہ است چشم مالیدہ آنجا بیند کہ غبار این تخصیص از دلش بنشیند در مثال چہارم فرمودہ اند حاکم حلف کرد اگر در شہر بد معاشے آید و ترا جزانہ دہم زن طلاقہ باشد این نیز از باب بیمن الفور ست اینجا کدام غضب و اشتعال طبع بود مگر جناب اجتهاد مآب از وجہ تسمیہ الفور یک وجہ

یہ تفاوت دیکھئے کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔

ہفتم: جب خود معترف ہے کہ متکلم کی غرض بیوی کو نماز کا دائمی پابند بنانا ہے، تو عشا یا فجر کی نماز وغیرہ کی تخصیص کہاں سے آئی، تمہارا اور ہمارا اجتهاد بھی یہی کہتا ہے کہ غرض نماز کا دائمی عادی بنانا ہے جس میں کسی نماز کی تخصیص نہیں ہے جو نماز بھی شرعی عذر کے بغیر ترک کرے گی طلاق ہو جائے گی وہ نماز عشا ہو یا فجر جب عشا کی نماز کا وقت ختم ہو جائے اور بیوی نے نماز وقت میں ادانہ کی تو اس کو طلاق ہو گئی۔

ہشتم: اس اعتراف کے باوجود کہ متکلم کی غرض دائمی نماز کا عادی بنانا ہے، یہ کہنا کہ "قرینہ بیمن خود بھی مفقود ہے" کیسے درست ہو سکتا ہے۔ لیکن دیوبند کے اجتهاد میں یہ ہو سکتا ہے کیونکہ بیوی کو ہمیشہ نماز کا عادی بنانے کا مطلب جن کے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ تمام عمر میں ایک نماز کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھے (ان کے ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے) لاحول ولاقوة الا باللہ۔

نہم: بیمن الفور کی تخصیص غصہ اور بے اعتدالی طبع سے کرنا بھی دیوبند کا اجتهاد ہے، جبکہ مذہب کی کسی کتاب میں اس تخصیص کا کوئی نشانہ نہیں ہے، گزشتہ چند معتمد علیہ کتب کے فتاویٰ جلیلیہ کی کچھ مثالیں گزری ہیں ان کو آنکھیں صاف کر کے دیکھیں تاکہ ان کے دل سے تخصیص کی غبار نکل سکے، چوتھی مثال میں فرمایا گیا ہے کہ اگر حاکم نے قسم اٹھائی کہ "اگر کوئی بد معاش شہر میں داخل ہوا تجھے سزا نہ دوں تو بیوی کو طلاق ہے" یہ بھی بیمن فور ہے حالانکہ یہاں غصہ اور اشتعال طبع

موجود نہیں ہے مگر اس مجتہد صاحب نے یہیں فوراً کی وجہ تسمیہ کے وجوہ میں سے ایک وجہ کو دیکھ کر گمان کر لیا کہ مشبہ اور مشبہ بہ ایک ہی چیز ہیں اور وجہ تسمیہ کی مناسبت شیبی کی حقیقت کو لازم ہوتی ہے، یہ بھی تو دیوبندیوں کے اثر کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

وہم: یہاں سے لے کر اس کے اس قول "ہمارے زیر بحث مسئلہ میں ایسے ہی ہے واللہ اعلم" تک جو کہ اس کی تحریر کا دو تہائی حصہ ہے کے متعلق اگر پہلے مذکور فتویٰ جلیلہ کو عقل و فہم کی آنکھ سے دیکھ لے اس کی یہ تمام یا وہ گوئی ختم ہو جائے اور تعلیق طلاق کا لغوی معنی جس کا مفاد ظاہر دلالت کر رہا ہے کہ "اگر تو نماز نہ پڑھے گی" کا مطلب دوام نماز کا عدم ہے یعنی کوئی ایک نماز نہ پڑھے، مذکورہ فتویٰ جلیلہ کے الفاظ نے بھر پور انداز میں اس کو بیان کر دیا ہے پھر نماز فرض کی تخصیص واضح انداز میں بادل سے بے حجاب سورج کی طرح روشن ہو گئی ہے، اور خود اس شخص نے نادانستہ طور پر اعتراف کر لیا کہ "متکلم کا مقصد بیوی کو دائمی نماز کا پابند بنانا ہے" پس حق واضح ہو گیا اور دیوبندی کی جہالت سے پردہ اٹھ گیا، اور اس کی دو ٹوٹ تحریر بے تحقیق یہاں لغو اور ضائع ہو گئی اور اس کی طرف التفات کی ضرورت نہیں جیسا کہ کسی بھی عقلمند پر مخفی نہیں چھ جائیکہ کسی فاضل پر مخفی رہے، گزشتہ فتاویٰ جلیلہ کے مختصر الفاظ کو "کہ فعل حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ چیز نفی میں عام ہو جاتا ہے اور عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی کی صبح کی نماز پڑھی صادق نہ رہا با تقریر طویل پریشانی لینکس باید سنجیدہ و باز تحقیق حق نا صح را کہ مگر بحکم دلالت حال واجب است کہ خاص قسم اول یعنی صلوة ملترمه مبرہ مراد ہو اور اس کا

رالملاحظہ فرمودہ گمان بردہ باشند کہ مشبہ و مشبہ بہ یکے است و مناسبت تسمیہ لازم حقیقت شیبی است و اس خود از اثر تعلیم دیوبندی دور نیست۔

وہم: ازیں جاتا قول وھکذا ما نحن فیہ واللہ تعالیٰ اعلم کہ دو ٹوٹ تحریر اومی شود اگر فتوائے جلیلہ سابقہ را پیشتم عقل و فہم و دیدن توانستے ازینمہ یا وہ سرانہیا معاف داشتے اسین معنی کہ ظاہر مفاد لغوی لفظ تعلیق طلاق بر عدم دائم نماز است در فتوائے جلیلہ بالفاظ جزیلہ قلیلہ ادا شدہ بود باز تخصیص بالفرض بورجے سمت ایضاح تافت کہ آفتاب حق بے حجاب سبح تافت و خود لینکس نادانستہ ایمان آورد کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلوة شدن زوجه است و انما پس حق روشن شد و پردہ از جہالت دیوبندیہ بر افتاد و دریں دو ٹوٹ تحریر بے تحریر ہر چہ جاوید ہمہ لغو و ضائع رفت کہ حاجت التفات نماند کما لا یخفی علی کل عاقل فضلا عن فاضل اسین الفاظ مختصرہ فتوائے جلیلہ سابقہ را کہ فعل حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ چیز نفی میں عام ہو جاتا ہے اور عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی کی صبح کی نماز پڑھی صادق نہ رہا با تقریر طویل پریشانی لینکس باید سنجیدہ و باز تحقیق حق نا صح را کہ مگر بحکم دلالت حال واجب است کہ خاص قسم اول یعنی صلوة ملترمه مبرہ مراد ہو اور اس کا

عہ: یہاں مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

ایک وقت کی نماز فرض عہداً بلاعذر شرعی چھوڑنے سے صادق آجاتا ہے تو لازم ہوا کہ جب عوت نے اس حلف کے بعد عشاء نہ پڑھی صبح صادق طالع ہوتے ہی اس پر دو طلاقیں پڑ گئیں باعتراف بیکس کہ غرض متکلم نیز معقود للصلوۃ شدن زوجہ است دامنما باید دید تو بخدائے تو بیچ پردہ بر چہرہ حق ماندہ است حاشا ثم حاشا بشرط آنکہ تعلیم دیوبندی عقل ترا دیوبندی یعنی بندی دیو نکرده باشد۔

ایجاب جزئی کی صبح کی نماز نہ پڑھی، صادق نہ رہا" کو اپنی طویل پر آگندہ تقریر کے مقابلہ میں اس شخص کو دیکھنا چاہئے، اور پھر اس کے بعد واضح حق کو" کہ مگر بکرم دلالت حال واجب ہے کہ خاص قسم اول یعنی صلوۃ ملترمہ مبرسیہ مراد ہو اور اس کا انتفاء ایک وقت کی نماز فرض عہداً بلاعذر شرعی چھوڑنے سے صادق آجاتا ہے اس حلف کے بعد عشاء نہ پڑھی، صبح صادق طالع ہوتے ہی اس پر دو طلاقیں پڑ گئیں" کو یہ شخص اپنے اس اعتراف کے ساتھ "کہ متکلم کی غرض بھی بیوی کو دائمی طور پر نماز کی عادی بنانا ہے" ملا کر دیکھے تو بخدا بتائے کہ حق کے چہرہ پر کوئی پردہ باقی رہتا ہے؟ ہر گز ہر گز نہیں رہتا، بشرطیکہ دیوبندی تعلیم نے اس کی عقل کو دیوبندی یعنی شیطان کا غلام نہ بنایا ہو۔

یازدہم: مسکین بیچارہ کہ در مدرسہ دیوبند گاہے الفاظ میرزاہد بر ملا جلال را ترجمہ شنیدہ باشد بشامت بخت منطقہ منطق بر رخت نقاہت دیوبندی بست و مطلبے را کہ در فتوای جلیلہ سابقہ باحسن طریقہ اصول ایضاح یافتہ بود باخس طرق معقول نا معقول خودش اثبات خواست و با آنکہ محققین اس تدقیق ذائع عمدۃ المدققین سید زاہد مرحوم را بوجہ کثیرہ رد فرمودہ اند بیچارہ دست نظر قاصر از انہا کوتاہ داشتہ بر تقلید جامد سید زاہد بسند نمود و نداشت کہ موضوع قضیہ طبعیہ معروض کلیت است و کلیت از معقولات ثانیہ پس قضیہ ذہنیہ باشد نہ خارجیہ و زنہار اس مرتبہ از وجود خارجی بویے نشود نہ بوجود فردے واحد نہ بوجود جمیع افراد فی الخارج بلکہ وجود فردے فی الخارج مستلزم وجود انتزاعی اس مرتبہ ہم نتوال شد

یازدہم: مسکین نے کبھی دیوبند کے مدرسہ میں ملا جلال پر میرزاہد کے الفاظ کا ترجمہ سن لیا ہوگا جس پر بد قسمتی سے منطق کی بات شروع کردی اور دیوبندی فقہت بنا دی اور مذکورہ فتاویٰ جلیلہ کا مطلب جو وضاحت کے اصول پر بہت اچھی طرح واضح ہو چکا تھا اس کو اپنی نامعقول منطق سے ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے اگرچہ محققین نے عمدۃ المدققین علامہ سید میرزاہد مرحوم کی بعض مشہور تدریقات کا کثیر وجوہ سے رد کیا یہ بیچارہ اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے محققین کی بیان کردہ وجوہ سے محروم رہ کر سید زاہد کی تقلید جامد پر ہی انحصار کر سکا۔ اسے معلوم نہیں کہ قضیہ طبعیہ کا موضوع کلیت کا معروض ہوتا ہے اور کلیت معقولات ثانیہ سے ہے جس کو وجود صرف ذہنی ہوتا ہے، لہذا یہ طبعیہ صرف قضیہ ذہنی ہوتا ہے

خارجہ نہیں ہوتا، اور یہ ہرگز وجود خارجی کا مرتبہ نہیں پاسکتا، یہ اپنے ایک فرد یا جمیع افراد کے خارجی وجود سے بھی خارج میں متحقق نہیں ہو سکتا بلکہ کسی فرد کے خارج میں پائے جانے سے اس مرتبہ کا وجود انتزاعی بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ انتزاع کی ہوئی چیز، انتزاع کے تابع ہوتی ہے تو جب تک انتزاع نہ کیا جائے اس کا وجود نہیں ہوتا اگرچہ وہ چیز موجود تھی جس سے انتزاع کیا جاسکتا ہو، کیا غور نہیں کرتے کہ یہ مرتبہ ماہیت کے ساتھ اطلاق کو ملحوظ رکھے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا یعنی اطلاق کا لحاظ صرف عنوان میں ہو معنون میں نہ ہو، تو کسی فرد کے محض خارج میں لحاظ کرنے والے کے لحاظ کے بغیر پائے جانے سے ذہنی وجود کس طرح پیدا ہو سکے گا۔

دوازوہم: قضیہ کے موضوع کے لئے طبیعت کے وجود سے مراد خارجی وجود یا ذہنی وجود ہے وجود خارجی تو خود طبیعت کے شایاں نہیں، اور ذہنی وجود مراد ہو تو وہ حاصل نہیں (کیونکہ یہ افراد سے متعلق نہیں) کہ وہ افراد کے انقضاء سے منتفی ہو جائے۔ سیزوہم: الشیء المطلق کے مرتبہ میں عموم، کلیت اور اطلاق ملحوظ ہوتا ہے، اس میں افراد کے احکام سرایت نہیں کرتے تو اس مرتبہ کے متعلق یہ کہنا کہ ایک فرد کے وجود سے موجود یا ایک فرد کے انقضاء سے منتفی ہو جانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

چہاروہم: اگر بفرض باطل، ہم مان لیں کہ قضیہ طبیعت کا وجود خارجی ہے تو طبیعت کا وجود اس کے افراد متعاقبہ میں سے ہر فرد کے وجود سے ہوگا جو کہ اس کے فرد اول کا وجود ہے یا اس کا کوئی غیر وجود ہوگا اگرچہ یہ غیریت اعتباری ہی ہو، اول باطل ہے کیونکہ یہ

فان المنتزاع تابع للانتزاع فما لم ينتزع لم يوجد ولو وجد ما يصح الانتزاع منه آیانہ بنی کہ اس مرتبہ بے لحاظ ماہیت مع الاطلاق ای فی العنوان دون المعنون صورت نہ بند پس بے لحاظ لاحظ بمجرد وجود فرد فی الخارج چسپاں وجود ذہنی پزیرد۔

دوازوہم: مراد از وجود طبیعت موضوع طبیعت وجود خارجی است یا وجود ذہنی اول را خود او شایاں نیست و دوم در گرد وجود فرو نبود کہ بانتقائے افراد منتفی شود۔

سیزوہم: الشیء المطلق کہ ملحوظ بلحاظ عموم و کلیت و اطلاق است احکام افراد با دساری نشود پس چرا بوجود فرد موجود یا بانتقائے افراد منتفی شود۔

چہاروہم: اگر بفرض باطل طبیعت را خارجیہ گویم پس وجود طبیعت بوجود ہر ایک از افراد متعاقبہ ہماں نحو وجود ست کہ بوجود فرد اول عارض شود یا غیر آں ولو بالاعتبار اول باطل ست کہ تحصیل حاصل ست و علی الثانی چون بوجود ہر فرد نحوے از وجود عارض شود بانتقائے آں فرد ہماں نحو وجود منتفی شود پس

تحصیل حاصل ہے، اور دوسری شق پر جب ہر فرد کے وجود سے طبیعت کو ایک قسم کا وجود عارض ہو تو اس فرد کے انقضاء سے طبیعت کو حاصل شدہ وجود منتفی ہوگا، تو لازم آئے گا کہ ہر فرد کے انقضاء سے طبیعت کا انقضاء ہو جائے تو اس حکم میں مطلق الشیئی اور الشیئی المطلق کا فرق فضول ہوگا۔

پانزدہم: اس فرق پر مضبوط اعتراضات کا مطالعہ ملک العلماء بحر العلوم کے کلام میں کرو۔ زیر بحث مقام سے متعلق غرض یہ ہے کہ احمد علی نے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، پس بالبدہت معلوم ہے کہ اس کا مقصد وہ نماز ہے جو خارج میں پڑھی اور ادا کی جاسکے، نہ وہ نماز جس کا وجود محض ذہنی اور اعتباری ہو اور خارج میں پڑھنے اور ادا کرنے کے قابل نہ ہو، تو یہ کہنا کہ یہاں صلوة مطلقہ مراد ہے جو قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے، محال ہوگا، اس کے بطلان کے بعد وہ تمام باتیں باطل ہو گئیں جو اس پر متفرع کی گئی ہیں، یہ واضح بات ہے کیونکہ مبنی کے فساد سے بناء کا فساد ہوتا ہے۔

شانزدہم: عدم فعل کی شرط کے پائے جانے پر حنث کا پایا جانا واضح بات ہے جس پر کسی نقل کی ضرورت نہ تھی، لیکن دیوبندی مجتہد بڑے سلیقہ سے اپنا جلوہ دکھانا چاہتا ہے اور اس کا یہاں عالمگیری کی عبارت "کہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر قسم کا تعلق ایسے عدم فعل سے ہو جس کا تعلق دو محل سے ہو تو دونوں میں قسم پورا ہونے کی شرط کو دیکھا جائے گا" کو بطور سند پیش کرنا بے علاقہ

انتفا بانقائے ہر فرد رو نماید و تفرقه این حکم میان مطلق الشیئی والشیئی المطلق ضائع برآید۔

پانزدہم: ایرادات قاہرہ بریں تفرقه باہرہ در کلمات زائرہ ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ مطالعہ کن غرض بالقدر متعلق بالمقام این ست کہ احمد علی زن خود را گفت اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق پس بالبدہت مقصود او نمازے ست کہ خواندن و گزاردن و ادا نمودن در خارج بر روی کار آوردن را شایاں بود نہ نمازے کہ وجودش محض ذہنی و اعتباری باشد و قابلیت ایقاع و ادا اصلاً ندارد پس محال ست انچہ گفتہ کہ مراد در اینجا الصلوة مطلقہ یعنی موضوع قضیہ طبعیہ است و بہ بطلانش بطلان ہمہ انچہ بر و متفرع کردہ واضح فان فساد المبنی فساد البناء۔

شانزدہم: ہنگام تحقق شرط بر عدم حنث نہ خفائے داشت کہ محتاج بہ نقل بودے فلما مجتہد دیوبندی کمال سلیقہ خود را در جلوہ دادن خواست و عبارت عالمگیری الاصل ان الیمین متی عقدت علی عدم الفعل فی محلین ینظر فیہما الی شرط البرا کہ ازیں محل بیعلاقہ بود بہ سند نمود مسکین اگر آں واضحہ را در محل لائق اونتوانستی دید کاش ہم ازینجا بر فقرہ

بات ہے اس غریب کو اس واضح بات پر کوئی مناسب دلیل نظر نہ آئی تھی تو یہاں اس فقرہ پر کہ "اور قسم پورا ہونے کی شرط کے فوت ہو جانے پر حنث لازم اور متعین ہوگا" اکتفاء کر لیتا کیونکہ یہ بطور مفہوم مخالف اس کے مقصد کے موافق تھی، تو اس مفہوم مخالف کا تکلف کر لیتا، جبکہ قسم کو دو محلوں سے معلق کرنے کا یہاں کیا مقام تھا۔

ہفہ ہم: آنکہ از عالمگیری مسئلہ ان لم تعطینی هذا الثوب¹ باز مسئلہ ان لم اطأک مع هذه المقنعة² اور دو مسکین در میان این دو مسئلہ مسئلہ کہ ہمیں عالمگیری از محیط از فتاویٰ امام فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آورد واز بے بصری نہ دید یادید واز بے بصیرتی نہ فہمید یا فہمید واز راہ مغالطہ عوام قطع و برید گزید، بیس کہ در ہمیں سطور عالمگیری چہ میں فرماید فی فتاویٰ ابی الیث رحمہ اللہ تعالیٰ اذا اراد الرجل ان یجامع امرأته فقال لها ان لم تدخلی معی فی البیت فانت طالق فدخلت بعد ما سکنت شہوتہ وقع الطلاق علیہا وان دخلت قبل ذلك لا تطلق کذا فی المحيط³ اینجا چرانہ گوید کہ مخلوف علیہ عدم دخول مطلق ست و دخول

ہفہ ہم: یہ کہ عالمگیریہ کا مسئلہ، کہ بیوی کو کہا اگر تو مجھے یہ کپڑا نہ دے تو طلاق۔ اور پھر دوسرا مسئلہ، اگر میں تجھ سے وطی نہ کروں اس اوڑھنی کے ساتھ، کو اس کفایت دینے والے مسئلہ کے ساتھ ذکر کیا اور اس غریب نے ان مذکورہ دونوں مسئلوں کے درمیان، عالمگیری کا محیط سے اور اس کا امام فقیہ ابواللیث سمرقندی سے منقولہ مسئلہ کو ذکر کیا اور بے بصری میں دیکھا نہیں یاد دیکھا ہے تو بصیرت نہ ہونے کی وجہ سے سمجھا نہیں یا سمجھا ہے تو عوام کے مغالطہ دینے کے لئے قطع و برید کردی، دیکھئے عالمگیری کی انہی سطروں میں کیا بیان کیا ہے کہ فتاویٰ ابواللیث رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے کہ خاوند نے بیوی سے مجامعت کا ارادہ کرتے ہوئے بیوی کو کہا کہ اگر تو میرے ساتھ اندر کمرے میں داخل نہ ہوئی تو تجھے طلاق ہے، اس کے بعد عورت اس وقت داخل ہوئی جب خاوند کی شہوت ختم ہو گئی تو بیوی کو طلاق ہو گئی، اور اگر

¹ فتاویٰ ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذ انورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۲۹

² فتاویٰ ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذ انورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۳۱

³ فتاویٰ ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذ انورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۳۰

شہوت ختم ہونے سے قبل داخل ہوئی تو طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ محیط میں ہے، یہاں اس عبارت پر اس نے اپنی مذکور تقریر نہ کی کہ عدم دخول پر قسم کھائی ہے اور عدم دخول مطلق ہے اور دخول مطلق قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے جو تمام افراد کے منتفی ہوئے بغیر منتفی نہیں ہوگا مگر اس وقت جب کبھی دخول نہ پایا جائے اور یہ بات خاوند بیوی دونوں میں سے ایک کے مرنے پر معلوم ہو سکے گی تو جب دخول متحقق ہو خواہ دس سال بعد ہو اس وقت تک دخول مطلق کا عدم منتفی رہے گا، اور قسم کے ٹوٹنے کے پائے جانے کی صورت نہ بنے گی۔

ہیچو ہم: باز عالمگیریہ مسئلہ ان لم تصل الیوم رکعتین فانت طالق فحاضت قبل ان تشرع فی الصلوٰۃ او بعد ماصلت رکعة¹ آورد کہ اگر وقت یمن تا آغاز حیض زمانے بود کہ دو رکعت را گنجائش دارد مطلقہ شود و اس مسئلہ را بظاہر منافی مسئلہ دائرہ انگاشته سنگ تطبیق و توفیق بر سراجتہاد برمی دارد کہ درین عبارت قید الیوم و رکعتین موجودست لهذا حکمش مغایر مانحن فیہ شد فافترقا ولا تشکوا و نمی داند کہ دریں جہت اصلاً نہ در مسائل افتراق نہ در حکم تغیر صلوٰۃ رکعتین فی الیوم نیز طبیعت کلیہ دارد و انتقائے شیبی بانقائے جمیع افراد شود چون روز گزشت و پنج فرد از افراد صلوٰۃ دو رکعت در اس متحقق نہ شد شرط بر منتفی گشت و حنث رو نمود و تو ہم آنکہ شوہر الیوم گفت و بجا آوری دو رکعت در مدۃ العمر

ہیچو ہم: پھر عالمگیری کا مسئلہ ذکر کیا کہ خاوند نے بیوی کو کہا اگر تو آج دو رکعتیں نماز نہ پڑھے تو تجھے طلاق، اس کے بعد بیوی کو نماز شروع کرنے سے قبل حیض آگیا، یا ایک رکعت پڑھنے کے بعد حیض آگیا، تو بتایا کہ اگر قسم اور نماز شروع کرنے کے درمیان اتنا وقت تھا کہ دو رکعتیں نماز پڑھ سکے، تو بیوی کو طلاق ہو جائے گی، اس نے اس مسئلہ کو ظاہری طور پر زیر بحث کے منافی بتایا اور تطبیق و توفیق کا پتھر اجتہاد کے سر پر اٹھا کر کہا اس مسئلہ کی عبارت میں "آج" اور "دو رکعتوں" کی قید ذکر کی گئی ہے لہذا اس مسئلے کا حکم ہمارے زیر بحث کے حکم سے مغایر ہے۔ لہذا دونوں مسئلے جدا ہیں اور تمہارا اعتراض نہ ہو، اس کو معلوم نہ ہوا کہ اس وجہ کی بنا پر مسائل میں اختلاف اور نہ ہی حکم متغیر ہوا "آج دو رکعتیں نماز" کی بھی طبیعت کلیہ ہے اور کسی چیز کا

مطلق موضوع قضیہ طبعیہ ست و او منتفی نشود مگر بانقائے جمیع افراد دخول و اس نبود مگر بعدم دخول اصلاحات حصول موت احد ہما پس دخول گا ہے متحقق شود اگرچہ بعد وہ سال عدم دخول مطلق منتفی گردد و شرط حنث صورت نہ بندد۔

ہیچو ہم: باز عالمگیریہ مسئلہ ان لم تصل الیوم رکعتین فانت طالق فحاضت قبل ان تشرع فی الصلوٰۃ او بعد ماصلت رکعة¹ آورد کہ اگر وقت یمن تا آغاز حیض زمانے بود کہ دو رکعت را گنجائش دارد مطلقہ شود و اس مسئلہ را بظاہر منافی مسئلہ دائرہ انگاشته سنگ تطبیق و توفیق بر سراجتہاد برمی دارد کہ درین عبارت قید الیوم و رکعتین موجودست لهذا حکمش مغایر مانحن فیہ شد فافترقا ولا تشکوا و نمی داند کہ دریں جہت اصلاً نہ در مسائل افتراق نہ در حکم تغیر صلوٰۃ رکعتین فی الیوم نیز طبیعت کلیہ دارد و انتقائے شیبی بانقائے جمیع افراد شود چون روز گزشت و پنج فرد از افراد صلوٰۃ دو رکعت در اس متحقق نہ شد شرط بر منتفی گشت و حنث رو نمود و تو ہم آنکہ شوہر الیوم گفت و بجا آوری دو رکعت در مدۃ العمر

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثالث فی التعلیق بکلمۃ ان و اذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۶۳

بھیج روزے از روز ہائے عمر ایجا بسند کند و ہینست کہ ہیج غیر دیوبندی را عارض نتواں شد اگر چه در غایت جہل و عنادت باشد حاجت رفقش مگر بقیاس عقول علیہ دیوبندیہ افتاد باز رکعتیں را موجب تفرقہ دانستن طرہ براں۔

انقضاء اس کے تمام افراد کے انقضاء سے ہو جاتا ہے تو جب دن بھر میں کوئی فرد نماز کا نہ پایا گیا اور اس دن میں دو رکعتوں کا وجود نہ پایا گیا تو دو رکعت نماز نہ پڑھنے کی شرط پائے جانے کی وجہ سے قسم ٹوٹ گئی تو طلاق ہو گئی ہے، اور اس کا یہ وہم کرنا کہ خاوند نے "آج" کا لفظ کہا ورنہ "دو رکعتیں پڑھنے" کا عمر بھر میں سے کوئی دن بھی ہو سکتا تھا تو یہ وہم دیوبندی کے علاوہ کسی کو خواہ کتنا ہی جاہل اور غبی ہو کسی کو لاحق اور عارض نہیں ہو سکتا، لہذا صرف دیوبندی عقول عالیہ کو ہی اس وہم کو دفع کرنے کی حاجت محسوس ہوئی پھر اس پر طرہ یہ کہ اس نے دو رکعتوں کو بھی وجہ فرق بتایا۔

نوزوہم: باز بکمال ذیہوشی مسئلہ "اگر سزائے وے نکلنم فامراتہ کذا" ¹، آورد اگر نیت فور کند بر فور باشد ورنہ مطلق و خودش گفت کہ ایں صورت مطابق مانحن فیہ است و اعتراف کرد کہ ہمچنین حکم اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق ان نوی الفور فہو علی الفور تا ایجا نادانستہ بحق رجوع آورد باز زخم نامند مل راجارہ کار بہماں مکابره و انکار جست لیکن احمد علی نیت فور نکرده نہ قرینہ فور یافتہ شد سبحان اللہ قرینہ فور از کلام خودت پرس کہ خواہر زاده خالہ تو بالاچہ گفته است کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلوۃ شدن زوجہ است و انما و نیت احمد علی ہم بامداد کار بامداد احمد علی دریاب کہ چون زن نماز عشاء نکرارد و صبح رجعت نمود اگر نیت فور نبودے رجعت از کدام راہ رونمودے، الحمد للہ کہ حق واضح ست فاما مکابره راجعہ علاج۔

نوزوہم: پھر اپنی کمال عقلمندی دکھاتے ہوئے، یہ مسئلہ کہ اگر اس کو سزا نہ دوں تو بیوی کو طلاق، ذکر کر کے کہا کہ نیت فور کی کرے تو فور ہوگا ورنہ مطلق ہوگا، اور خود کہا کہ یہ مسئلہ ہمارے زیر بحث مسئلہ کے مطابق ہے اور اعتراف کیا کہ یوں ہی عورت کو کہنا اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، اس کا حکم بھی وہی ہوگا کہ اگر فور کی نیت کی تو فور ہوگا، یہ کہہ کر اس نے حق کی طرف رجوع نادانستہ طور پر کر لیا اور پھر اس مندمل نہ ہونے والے زخم کا علاج اس مکابره اور انکار سے کرتے ہوئے کہا، لیکن احمد علی نے فور کی نیت نہیں کی اور نہ ہی فور کا قرینہ پایا گیا، سبحان اللہ! فور کا قرینہ خود اپنے کلام سے پوچھ کہ تیری خالہ کے بھانجے نے (تو نے) اوپر کیا کہا ہے "کہ متکلم کی غرض بیوی کو ہمیشہ نماز کا عادی بنانا ہے" اور پھر احمد علی کی نیت معلوم کرنے کے لئے احمد علی سے پوچھ کہ اس کی بیوی کے رات کو عشاء کی نماز نہ پڑھنے پر طلاقوں سے صبح رجوع کر لیا، اگر فور کی نیت نہ ہوتی تو

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان و اذا نورانی مکتب خانہ پشاور ۱/۲۴۶

رجوع کرنے کا کیا جواز تھا، الحمد للہ حق تو واضح ہے مگر مکارہہ کا کیا علاج ہے۔

بسم: پھر قاضی خاں، قسستانی اور شرح وقایہ سے نقل کرتے ہوئے مسئلہ "تجھے طلاق ہے اگر تجھے طلاق نہ دوں" اور مسئلہ "اگر اس نیزے کے سر پر تجھ سے جماع نہ کروں تو طلاق ہے کو ذکر کر کے کہا کہ ان مسئلوں میں فقہاء نے آخر عمر اور نیزے کی بقاء تک مہلت دی ہے اور تمام وہ مقدمات مسلمہ جن کو فقہائے کرام نے اپنے فتاویٰ جلیلہ میں بہت اچھے انداز سے واضح کر کے ہدایہ، فتح القدر کی عبارات سے مستند کیا ہے ان کو بار بار یہ ذکر کرتا ہے اور واضح کو بے مقصد واضح اور تحصیل حاصل کرتا چلا جاتا ہے اور بلند پایہ نکتہ جس کو تلخیص الجامع الکبیر، شرح تلخیص علامہ فاسی، انقراض الاعتراض، تنویر الابصار، در مختار، فتح القدر، شرنبلالیہ، ردالمحتار، اشباہ و نظائر اور تبیین الحقائق وغیرہا کے حوالوں سے مستفاد کیا گیا ہے، کو مسلسل نظر انداز کر رہا ہے اور باطل کے درپے ہے، یارب! کیا کہا جائے، نہ دیکھی چیز کو دکھانا آسان ہے اور صد بار دیکھی چیز سے بند آنکھ اور دیدہ کو نادیدہ بنانے والے کے لئے کیا چارہ کیا جائے۔ کیا آپ نے شرح وقایہ بلکہ خود وقایہ میں یہ مسئلہ کبھی نہیں دیکھا کہ جب بیوی باہر

بسم: بازار شرح وقایہ قسستانی وقاضی خاں مسئلہ انت کذا ان لم اطلقک¹ و مسئلہ ان لم اجامعک علی راس هذا الرمح² می آرد کہ تاکہ آخر عمر و تا بقائے نیزہ مہلت دادہ اند و ہماں مقدمہ مسلمہ را کہ خود در فتوای جلیلہ سابقہ بوضوح وجوہ و احسن بیان باستناد عبارات ہدایہ و فتح القدر رنگ ایضاح یافتہ بود بار بار ایضاح واضح می جوید و بتحصیل حاصل می پوید و از نکتہ بدیعہ رفیعہ کہ بحوالہائے تلخیص الجامع الکبیر و شرح التلخیص للعللۃ الفاسی و انقراض الاعتراض و تنویر الابصار و در مختار و فتح القدر و شرنبلالیہ و ردالمحتار و اشباہ و النظائر و تبیین الحقائق وغیرہا افادہ شدہ بود چشم می پوشد و باطل می کو شدیداً مگر ایں را چہ گفتہ آید مادیدہ را دیدہ کسودہ سہل ست آنکہ صد بار دیدہ دیدہ پوشیدہ و نادیدہ ساختہ اور اچارہ کد ام، بارے مگر در شرح وقایہ بلکہ خود وقایہ ایں مسئلہ ندیدی کہ شرط للحنث فی ان خرجت و ان ضربت (فانت طالق) لم ریدة خروج او ضرب عبد فعلہما فور³، او در قسستانی، فیہ اشارۃ الی ما تفر وہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ فی استنباط

¹ شرح الوقایہ بیان لغویۃ التعلیق قبل التزوج مطبع مجتہبائی دہلی ۷۷/۲

² فتاویٰ قاضی خاں باب التعلیق نوکسور لکھنؤ ۲۲۸/۱

³ مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایۃ فصل حلف الفعل نور محمد کتب خانہ تجارت کراچی ص ۸۶

جانے کو یا غلام کو مارنے کے لئے تیار ہو تو اس وقت اس کو کہنا کہ تو باہر نکلی یا تو نے مارا تو تجھے طلاق ہے، تو یہ دونوں بیہین فور ہیں۔ امام قسستانی نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں اشارہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسموں کے اقسام مکمل فرمانے میں اپنے استنباط میں تفرد فرمایا ہے کیونکہ آپ سے قبل اسلاف نے بیہین کو صرف لفظاً و معنی مؤبدہ اور موقتہ پر تقسیم فرمایا تھا مثلاً میں یہ نہ کروں گا، اور میں آج یہ نہ کروں گا۔ پھر امام صاحب نے لفظاً و معنی مؤبدہ اور موقتہ پر ایک قسم زائد بیان کی جس کو بیہین فور یا بیہین حال کہا جاتا ہے یہ قسم لفظاً مؤبدہ ہے اور معنی موقت ہے جیسا کہ پہلے گزرا، قاضیوں میں ہے کہ ایک نشے والے نے اپنی بیوی کو بیٹھا تو وہ باہر نکل گئی تو اس نے کہا اگر تو واپس میرے پاس نہ آئی تو تجھے طلاق ہے، یہ واقعہ عصر کے وقت ہوا تو بیوی اس کے پاس عشاء کے وقت لوٹ آئی، اس پر فقہاء نے فرمایا قسم ٹوٹ گئی، کیونکہ یہ اس کی قسم بیہین فور تھی اگر وہ کہے کہ میں نے فور کی نیت نہیں کی تھی تو قاضی اس کی تصدیق نہ کریگا، اور اس مسئلہ میں کہ بیوی باہر نکلے لگی تو خاوند نے کہہ دیا کہ اگر تو نکلی تو تجھے طلاق ہے، اس پر بیوی واپس بیٹھ گئی اور تھوڑی دیر بعد نکلی تو قسم نہ ٹوٹے گی، یہ بیچارے کیا جانیں، ان کو قرآن و حدیث کی نجدی تعلیم

من اتمام اقسام الیہین فان سلفہ قسموا الی المؤبدۃ لفظاً ومعنی، والموقتۃ كذلك، مثل لا فعل کذا ولا فعلہ الیوم ثم زاد الامام اتماماً ماسی بیہین الفور او بیہین الحال ما ہی المؤبدۃ لفظاً و الموقتۃ معنی کہا مر¹ (ملخصاً) در قاضی خاں، سکران ضرب امرأته فخرجت من داره فقال ان لم تعودى الی فان ت طالق وكان ذلك عند العصر فعادت الیہ عند العشاء قالوا یحنت فی بیہینہ لان بیہینہ تقع علی الفور وان قال لم انوالفور لا یصدق قضاء، وفي البرأۃ اذا قامت لتخرج فقال الزوج ان خرجت فان ت طالق وجلست ثم خرجت بعد ذلك بساعة لا یحنت فی بیہینہ²، مکر ای بیچار گال چہ کنند کہ تعلیم نجدیت در قرآن و حدیث نیز بمصدق آفتو مؤنون ببعض الکتب و تکفرون ببعض³ کار میکند و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

¹ جامع الرموز فصل حلف الفعل مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲/۲۶۵

² قاضی خان باب التعلیق نوکشور لکھنؤ ۱/۲۳۵

³ القرآن الکریم ۲/۸۵

ہے، اور پھر بعض کتاب مانتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو، کے مصداق عمل کرتے ہیں، لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

بست ویکم: یہاں تک دیوبندی جہالتیں تھیں اب دیوبندی گمراہی نے جوش مارا اور بے سوچے سمجھے بے دریغ ایسا کلمہ کہہ دیا کہ تمام دریا بھی اس کو صاف نہ کر سکیں، اور کہا کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ پہلی دو طلاقیں واقع ہو گئی ہیں تب بھی احمد علی کے رجوع کر لینے پر وہ باطل ہو گئی ہیں، اور آخر میں کہا کہ اب غیر مشروط طلاق کے بعد اس کا رجوع صحیح ہے اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آدمی ختم ہو گئے اب فرشتہ اجتہاد شروع کر رہا ہے۔ دیوبندی تعلیم نے یہاں پر قرآن و حدیث اور ائمہ قدیم و جدید کا اجماع تمام کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے اور زبان و بہتان کے زور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد "عورتوں کی حرام شرمگاہوں کو حلال کریں گے" کے مصداق اس کا ارتکاب کیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دو طلاقیں ہوں تو پھر خوبصورتی سے رجوع کر کے روک لو یا نیکی کے طور پر آزاد کر دو۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے قول "پس اگر تیسری طلاق دے دی ہو تو بیوی اس کے لئے حلال نہیں تا وقتیکہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے" تک۔ یعنی جس

بست ویکم: تا اینجا جہالاتِ دیوبندیہ بود حالا ضلالت دیوبندیہ جوش ردیبیاک بے ادراک کلمہ گفت کہ بدریا ہانتواں شست کہ اگر تسلیم کردہ شود کہ طلاقین اولین واقع شدند تا ہم بوجہ رجعت باطل الی قولہ اکتواں برائے طلاق بلا شرط رجعت صحیح ست "اناللہ وانا الیہ راجعون" ۱

ع آدمیاں گم شدند ملک گرفت اجتہاد

تعلیم دیوبندی دریں عہد قرآن عظیم و حدیث کریم و اجماع ائمہ حدیث و قدیم ہمہ را یکسر پس پشت انداخت و زور زبان و زور بہتان بمصداق ارشاد حضور سیدالاسیاد علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم القیام کہ یستحلون الخ شرمگاہ زناں را حلال خواہند گرفت فرج حرام را حلال ساخت قال اللہ تعالیٰ عزوجل الطلاق مؤثن فامساک بہ عروف او تسد بہ حیا حسن الی قولہ تبارک و تعالیٰ

فان طلقہا فلا تجل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ کا^۱ یعنی طلاق کہ بعد وے اختیار رجعت ست ہمیں تا دو بار ست کہ شوی رادر مانند زن بخوبی یا آزاد کردن بہ نیکی^۲ عہد اختیار ست پس اگر بعد اینا طلاق دگر دہد

عہد ۲: یہاں مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

عہد ۱: یہاں مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

^۱ القرآن الکریم ۲۹/۳-۲۲۸

<p>طلاق کے بعد رجوع ہو سکتا ہے وہ دوبار طلاق ہے کہ جس میں خاوند کو اختیار ہے کہ بیوی کو روک رکھے یا نیکی کے ساتھ آزاد کرتے ہوئے طلاق دے دے، اس کے بعد اگر طلاق دے گا تو بیوی اس کے لئے حلال نہ ہوگی تا وقتیکہ وہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے۔ ائمہ تفسیر و حدیث نے اس آیہ کریمہ کا شان نزول یوں بیان فرمایا کہ اسلام سے قبل طلاق کی کوئی تعداد یا حد مقرر نہ تھی بلکہ خاوند جتنی بار بھی طلاق دے کر رجوع کرنا چاہتا کر لیتا، اور جب بیوی کو تنگ کرنا مقصود ہوتا تو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب وہ رجوع کر لیتا اور رجوع کے بعد پھر طلاق دیتا اور عدت کے خاتمہ کے قریب رجوع کر لیتا اور جتنی بار دل چاہتا کرتا بیوی بیچاری لٹک کر رہ جاتی اس کے لئے آزادی یا آبادی کا کوئی طریقہ نہ رہتا، اسی پریشانی میں ایک عورت دربار رسالت میں حاضر ہوئی اور فریاد کی، تو اس پر یہ آیہ کریم نازل ہوئی، اور تین طلاقیں کے بعد رجوع کا اختیار ختم ہو گیا اور بیوی خود مختار ہو گئی۔ امام بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ اِح" الآیۃ کا شان نزول یہ ہے جس کو حضرت عروہ بن زبیر رضی تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ لوگ ابتداء میں بے شمار اور لاتعداد طلاقیں دیتے تھے، اور کوئی بھی شخص بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کر لیتا اور پھر طلاق</p>	<p>زن مراد رحلال نبود تا با شوئے دگر بمخوابہ نشود، ائمہ تفسیر و حدیث سبب نزول کریمہ چنانچہ آورده اند کہ پیش ازین طلاق را عددی محدود حدی محدود نبود ہر قدر بار شائے خواستے طلاقھا دادے و رجعت ہا کردے و آنکہ اضرار زن خواستے طلاقش دادے تاکہ آنکہ چوں عدتش بر سر گزشتن آمدن رجعت کردے باز طلاق دادے باز در قرب انقضائے عدت رجعت نمودے وہمچنان کردے تا آنکہ کہ دلش خواستے بیچارہ زن بایں کار معلقہ باندے نہ رائے رفتن نہ روئے ماندن، زن ازین معنی بحضور بارگاہ رسالت فریاد آورد آنکہ آیہ کریمہ نزول فرمود و بعد سے طلاق اختیار رجعت نماند و کار زن بدست زن شد، امام بغوی در تفسیر معالم التنزیل فرمود قوله تعالیٰ "الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ روى عن عروة بن الزبير رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان الناس فی الابتداء یطلقون من غیر حصر ولا عدد وکان الرجل یطلق امرأته فاذا قاربت انقضائے عدتها راجعها ثم طلقها كذلك ثم راجعها یقصد مضارتها فنزلت هذه الآية الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ یعنی الطلاق الذی یمسک الرجعة عقبہ مرتان فاذا طلق ثلاثاً فلا تحل له الا بعد نکاح زوج آخر¹ امام رازی در تفسیر کبیر</p>
---	--

¹ معالم التنزیل علی حاشیة تفسیر الخازن تفسیر آیة الطلاق مرتین الخ مصطفی البابی مصر ۱۹۷۱ ۲۲

دے دیتا اور یوں بار بار کرتا رہتا جس کا مقصد بیوی کو تنگ کرنا تھا تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، یعنی وہ طلاق جس کے بعد خاوند رجوع کر سکتا ہے وہ دوبارہ ہے، اور جب تین طلاقیں پوری کر دے تو اس کے لئے بیوی حلال نہ ہوگی مگر بیوی دوسرے شخص سے نکاح کرے تو اس کے بعد حلال ہو سکے گی۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا: مسئلہ اولیٰ، یہ کہ جاہلیت میں مرد بیوی کو طلاق دے کر پھر عدت کے خاتمہ کے قریب رجوع کر لیتا اور اس طرح ہزار طلاق بھی ہوتی تب بھی خاوند کو رجوع کا اختیار رہتا، تو ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں آئی اور اس نے اپنے خاوند کی شکایت کی کہ وہ طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کر لیتا ہے اور تنگ کر رہا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیان کیا تو اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی الطلاق مرتان، الآیۃ۔ تفسیرات احمدیہ میں ہے کہ چونکہ جاہلیت میں طلاق دے کر بھی پھر رجوع کر لیتا اور عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کر کے پھر طلاق دے دیتا، حتیٰ کہ ایک عورت نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آ کر اپنے خاوند کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ وہ بار بار طلاق دیتا اور رجوع کر لیتا ہے، تو حضرت

فرمود المسئلة الاولى كان الرجل في الجاهلية يطلق امرأته ثم يراجعها قبل ان تنقضي عدتها ولو طلقها الف مرة كانت القدرة على المراجعة ثابتة له فجاءت امرأة الى عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فشکت ان زوجها يطلقها ويراجعها يضارها بذلك فذکرت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذلك لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فنزل قوله تعالیٰ الطلاق مرتان¹، در تفسیرات احمدیہ ست لہا كان عدد الطلاق في الجاهلية غير مقرر على وتيرة واحدة حتى انه لو طلقها عشرة يمكنه رجعتها وكان يراجعها وقت انقضاء العدة ثم يطلقها ويراجعها حتى ان جاءت امرأة الى عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشکو من مراجعة زوجها ثم تطليقها ثم وثم هكذا فعرضت الى

¹ تفسیر کبیر زیر آیة الطلاق مرتان الخ المطبعة المہیبة المصریة بصر ۱۰۲/۶

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی، تو اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الْطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ الْآيَةُ، یعنی وہ طلاق جس کے بعد رجوع کرنا جائز ہے وہ دوبار طلاق ہے اس سے زائد نہیں، اس کے بعد بھلائی سے بیوی کو پاس رکھنا ہوگا یا نیکی کے ساتھ آزاد کرتے ہوئے آخری طلاق دینا ہوگی۔ اور تفسیر بیان کی جو امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں کے مذہب کے موافق ہے۔ ترمذی، ابن مردودیہ، حاکم بافادہ تصحیح اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ لوگ اپنی بیوی کو جتنی چاہتے طلاق دیتے اس کے باوجود وہ بیوی رہتی جبکہ وہ عدت کے دوران رجوع لیتا، اگرچہ سو مرتبہ یا اس سے بھی زائد طلاق دے چکا ہوتا حتیٰ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے طلاق نہ دوں کہ توجدا ہو جائے اور نہ ہی تجھے پاس رکھوں تو ہمیشہ ایسے ہی رہے گی، بیوی نے پوچھا وہ کیسے؟ تو اس نے کہا میں تجھے طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل جب عدت ختم ہو نیوالی ہوگی تو رجوع کر لوں گا، تو اس عورت نے جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ شکایت کی، یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاموش ہو گئیں حتیٰ کہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فنزل قوله تعالى الْطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ فَاَمْسَاكُ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيَّتُهُ بِاِحْسَانٍ^۱ یعنی ان الطلاق الرجعی الذی یتعلق بہ الرجعة مرتان ای اثنتان لازائد تان فبعد ذلك امساكها بمعروف او تسريتها كذلك وهذا امر بصيغة الخبر كانه قيل طلقوا الرجعی مرتين وهذا التوجيه المذكور في الحسيني والزهدي والبيضاوي والتلويح وهو الموافق لمذهب الشافعي وابي حنيفة جميعاً^۱، ترمذی وابن مردودیہ وحاکم بافادہ تصحیح و بیہقی در سنن ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کنند قالت كان الناس والرجل يطلق امرأته ما شاء ان يطلقها وهي امرأته اذا ارتجعها وهي في العدة وان طلقها مائة مرة او اكثر حتى قال رجل لامرأته والله لا اطلقك فتبينت مني ولا اويك ابد اقلت وكيف ذلك قال اطلقك فكلمها هبت عدتك ان تنقضي راجعتك، فذهبت المرأة حتى دخلت على عائشة فاخبرتها فسكتت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حتی

^۱ تفسیرات احمدیہ زیر آیت الطلاق مرتان الخ مکتبہ کربئی واقع بمبئی ص ۱۳

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بات پر مطلع کیا جس پر آپ نے سکوت فرمایا حتیٰ یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی الطلاق مرثن الخ، نیز ابن مردودیہ اور بیہقی نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، آپ نے بیان کیا کہ بیوی کو طلاق دینے اور پھر رجوع کرنے کا کوئی ضابطہ نہ تھا، کوئی بھی بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کر لیتا اور خاوند بیوی میں کوئی خانگی جھگڑا جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے ہوتا تو خاوند کہتا خدا کی قسم میں تجھے نہ خاوند والی اور نہ غیر خاوند والی بنا دوں گا، اس کے لئے وہ بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لیتا اور بار بار ایسے کرتا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی

الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ الْاٰیۃ، جس میں تین طلاقیں مقرر کر دی گئی ہیں، جس میں سے ایک اور دو کے بعد رجوع کا حق دیا گیا ہے اور تیسری کے بعد رجوع نہیں ہوگا تا وقتیکہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے۔ ابو داؤد، نسائی اور بیہقی نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابتداء میں مرد کو طلاق دے دیتا تو اس کو منسوخ کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا الطَّلَاقُ

جاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاخبرته فسکت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی نزل القرآن الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ ۚ فَاَمْسَاکُ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْخٍ بِاِحْسَانٍ ۚ¹، نیز ابن مردودیہ و بیہقی از ام المؤمنین روایت آرنہ، قالت یکن للطلاق وقت یطلق امرأته ثم یراجعها ما لم تنقض العدة وکان بین رجل و بین اہله بعض ما یكون بین الناس فقال واللہ لا ترکنک، لا ایما ولا ذات زوج فجعل یطلقها حتی اذا کادت العدة ان تنقضی راجعها ففعل ذلک مرارا فانزل اللہ فیہ

الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ ۚ فَاَمْسَاکُ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْخٍ بِاِحْسَانٍ ۚ¹ فوقت لهم الطلاق ثلاثا یراجعها فی الواحدة و فی الثنتین و لیس فی الثلاثہ رجعة حتی تنکح زوجا غیرہ²، ابو داؤد و نسائی و بیہقی از عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت دارند ان الرجل کان اذا طلق امرأته فهو احق برجعته وان طلقها ثلاثا فنسخ ذلک فقال الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ ۚ فَاَمْسَاکُ بِمَعْرُوْفٍ

¹ جامع الترمذی ابواب الطلاق الثلاث امین کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۳۳۱ھ، السنن الکبریٰ للبیہقی باب ماجاء فی امضاء الطلاق دار صادر

بیروت ۳۳۳/۷

² تفسیر درمنثور بحوالہ ابن مردودیہ و بیہقی تحت آیة الطلاق مرتان مکتبہ آیة اللہ العظمیٰ قم، ایران ۲۷۷/۱

<p>مرتن فامساک بمعروف او تسریح باحسان، امام مالک، امام شافعی، عبد بن حمید، ترمذی، ابن جریر، ابن ابی حاتم بیہقی ان اجلہ ائمہ کرام نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ابتداء میں مرد کو اختیار تھا کہ وہ طلاق کی عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کر لے اگرچہ وہ ہزار طلاقیں بھی دے دے، تو ایک مرد نے بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کر لیا اور پھر طلاق دے دی پھر کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے نہ رکھوں گا نہ دوسرے کے لئے بھی حلال ہو سکے گی، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی</p> <p>الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ ۚ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ ۚ اَوْ تَسْرِيحٌ بِاِحْسَانٍ ۗ اَب</p> <p>مسلمانوں کو انصاف سے غور کرنا چاہئے کہ دیوبندی کس طرح شریعت کے مقصد اور آیہ کریمہ کے حکم کو پامال کرتے ہیں اور جاہلیت کے ظلم و ستم کو دوبارہ تازہ کر رہے ہیں، اگر پہلی طلاقیں رجوع کرنے سے باطل ہو جائیں اور خاوند کو نئے سرے سے دوبارہ تین طلاقوں کا اختیار مل جائے جیسا کہ یہ شخص کہہ رہا ہے تو لازمی طور پر جاہلیت کی آگ محفوظ رہے گی اور اللہ تعالیٰ نے جس ظلم کو ختم کرنا چاہا ہے وہ سب باطل اور بے اثر ہو کر رہ جائے گا اور جاہلیت دوبارہ عود کر آئے گی، اور جو شخص بھی ہزار بار طلاق دے کر رجوع کرتا رہے تو رجوع سے پہلی طلاق کا ہونا نہ ہو نا برابر</p>	<p>اَوْ تَسْرِيحٌ بِاِحْسَانٍ ۗ¹ اجلہ ائمہ مالک و شافعی و عبد بن حمید و ترمذی و ابن جریر و ابن ابی حاتم و بیہقی از عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آرنند قال كان الرجل اذا طلق امرأته ثم ار تجعها قبل ان تنقضى عدتها كان ذلك له وان طلقها الف مرة فعبد رجل الى امرأته فطلقها حتى اذا ماجء وقت انقضاء عدتها ار تجعها ثم طلقها ثم قال والله لا اويك الى ولا تحلين لي ابدا فانزل الله تعالى</p> <p>الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ ۚ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ ۚ اَوْ تَسْرِيحٌ بِاِحْسَانٍ ۗ²</p> <p>مسلمان دے انصاف دہید تعلیم دیوبندی چسپاں مقصود شریعت و حکم آیت را برہم میزند و ظلم و ستم جاہلیت را از سر نو تازہ می کند اگر طلاق پیشین رجعت باطل شود و بعد او شوئے را از سر اختیار سے طلاق بدست ماند چنانکہ این کس زعم نمود پس لاجرم ہماں آتش جاہلیت یکا سے اندرست و انسداد ظلمے کہ خدائے خواست معاذ اللہ باطل و بے اثر، ہر کہ خواہد ہزار بار طلاق دہد و ہر بار رجعت کند طلاق ہائے دادہ نادادہ شود و اختیارات نامتناہیہ بدست</p>
--	---

¹ السنن الکبریٰ للبیہقی باب من جعل الثلاث واحدة و ماورد فی خلاف ذلك دار صادر بیروت ۱/۷۷۳

² مؤطا امام مالک جامع الطلاق میر محمد کتب خانہ مرکز علم کراچی ص ۵۲۹

ہو جائے گا اور خاوند کو نہ ختم ہونے والا اختیار حاصل ہو جائے گا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ دیوبندی کی یہ تعلیم قرآن کے مخالف ہے۔

بست و دووم: خاص جزئیہ مسئلہ کہ طلاق بعد رجعت باطل نہ شد و محسوب ماند در صحیحین بخاری و مسلم و عامہ کتب اسلام مصرح ست عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما زوجہ خود را بحالت حیض طلاق داد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر مراجعت فرمودہ باوصف رجعت آں طلاق را محسوب داشت، فی صحیح البخاری عن انس بن سیرین قال سمعت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال طلق ابن عمر امرأته وھی حائض فذکر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال لیبراجعها قلت تحتسب قال فہ¹، وعن قتادة عن یونس بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال مرہ فلیبراجعها قلت تحتسب، قال أریتمہ ان عجز واستحیق²، وعن سعید بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال حسبت علی بتطلیقہ³ و فی صحیح مسلم

ہو جائے گا اور خاوند کو نہ ختم ہونے والا اختیار حاصل ہو جائے گا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ دیوبندی کی یہ تعلیم قرآن کے مخالف ہے۔

بست و دووم: خاص جزئیہ مسئلہ کہ طلاق بعد رجعت باطل نہ شد و محسوب ماند در صحیحین بخاری و مسلم و عامہ کتب اسلام مصرح ست عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما زوجہ خود را بحالت حیض طلاق داد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر مراجعت فرمودہ باوصف رجعت آں طلاق را محسوب داشت، فی صحیح البخاری عن انس بن سیرین قال سمعت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال طلق ابن عمر امرأته وھی حائض فذکر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال لیبراجعها قلت تحتسب قال فہ¹، وعن قتادة عن یونس بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال مرہ فلیبراجعها قلت تحتسب، قال أریتمہ ان عجز واستحیق²، وعن سعید بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال حسبت علی بتطلیقہ³ و فی صحیح مسلم

اس طلاق سے رجوع کا حکم دیا اور رجوع کے باوجود یہ حیض میں دی ہوئی طلاق شمار ہوئی صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا انہوں نے فرمایا کہ عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دی تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اطلاع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا رجوع کرے، تو میں نے عرض کی کہ کیا وہ حیض میں دی ہوئی طلاق شمار ہوگی، تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور کیا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے یونس بن جبیر سے انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عبد اللہ سے کہو کہ وہ رجوع کرے تو میں نے پوچھا کہ کیا پہلی طلاق شمار ہوگی، تو جواب

شوہر بود ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم اینست مخالفت تعلیم دیوبندی باقرآن عظیم۔

بست و دووم: خاص جزئیہ مسئلہ کہ طلاق بعد رجعت باطل نہ شد و محسوب ماند در صحیحین بخاری و مسلم و عامہ کتب اسلام مصرح ست عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما زوجہ خود را بحالت حیض طلاق داد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر مراجعت فرمودہ باوصف رجعت آں طلاق را محسوب داشت، فی صحیح البخاری عن انس بن سیرین قال سمعت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال طلق ابن عمر امرأته وھی حائض فذکر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال لیبراجعها قلت تحتسب قال فہ¹، وعن قتادة عن یونس بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال مرہ فلیبراجعها قلت تحتسب، قال أریتمہ ان عجز واستحیق²، وعن سعید بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال حسبت علی بتطلیقہ³ و فی صحیح مسلم

¹ صحیح البخاری کتاب الطلاق باب اذا طلقت الحائض الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۹۰ء

² صحیح البخاری کتاب الطلاق باب اذا طلقت الحائض الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۹۰ء

³ صحیح البخاری کتاب الطلاق باب اذا طلقت الحائض الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۹۰ء

میں فرمایا تو بتا اگر وہ رجوع کئے بغیر عاجز ہو جائے حماقت کرے یعنی رجوع نہ کرے تو کیا طلاق نہ ہوگی، اور سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبد اللہ بن عمر سے راوی ہیں کہ میں نے اسے ایک طلاق شمار کیا۔ اور صحیح مسلم میں عبید اللہ نافع سے، اور وہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی کی مثل روایت کی اور اس کے آخر میں ہے کہ عبید اللہ نے کہا کہ میں نے نافع کو کہا کہ تو نے اس طلاق کو کیا خیال کیا، تو انہوں نے کہا میں نے اسے ایک شمار کیا۔ اور سالم عبد اللہ سے انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے اور اس روایت میں ہے کہ عبد اللہ نے بیوی کو ایک طلاق دی تو میں نے اس کو طلاق شمار کیا اور اس نے رجوع کر لیا جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے فرمایا۔ اور دوسرے الفاظ میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے بیوی سے رجوع کر لیا اور میں نے جو طلاق دی اس کو میں نے ایک طلاق شمار کیا، اور ابن سیرین، یونس بن جبیر سے وہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ فرمایا کہ رجوع کرنے کا حکم فرمایا، میں نے پوچھا کہ یہ طلاق شمار ہوگی؟ تو فرمایا اور کیا۔ رجوع سے عاجز ہو جائے یا حماقت کرتے ہوئے رجوع نہ کرے تو کیا طلاق نہ ہوگی،

عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نحوه وقال فی آخرہ قال عبید اللہ قلت لنافع ما صنعت التطلیقة قال واحدة اعتد بها¹، وعن سالم بن عبد اللہ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن ایبہ وفیہ کان عبد اللہ طلقها تطلیقة فحسبت من طلاقها وراجعتها عبد اللہ کما امره رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم²، وفی لفظ اخر قال قال ابن عمر فراجعتها وحسبت لها التطلیقة التی طلقتها³، وعن ابن سیرین عن یونس بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم انه امر ان یراجعها قال قلت افحسبت علیہ قال فہ او ان عجز واستنحق⁴، وعن انس بن سیرین قال قلت فاعتددت بتلك التطلیقة التی طلقت وبی حائض، قال مالی لا اعتد بها وان كنت عجزت⁵ واستمقت بلکہ عبد الحق اشبلی در احکام، و بیہقی در سنن از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کردند ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ہی واحدة⁶ نیست مخالفت تعلیم دیوبندی با حدیث کریم۔

¹ صحیح مسلم باب تحریم طلاق الحائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۱۷

² صحیح مسلم باب تحریم طلاق الحائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۱۷

³ صحیح مسلم باب تحریم طلاق الحائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۱۷

⁴ صحیح مسلم باب تحریم طلاق الحائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۱۷

⁵ صحیح مسلم باب تحریم طلاق الحائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۱۷

⁶ السنن الکبریٰ باب ما جاء فی طلاق السنة وطلاق البدعة دار صادر بیروت / ۳۲۴

انس بن سیرین سے مروی ہے انہوں نے کہا کیا آپ نے وہ طلاق شمار کی جو حالت حیض میں آپ نے دی ہے تو انہوں نے مجھے فرمایا شمار نہ کرنے کی وجہ کیا ہو سکتی، اگر میں عاجز ہو جاؤں یا حماقت کروں تو کیا نہ ہوگی، جبکہ عبدالحق اشبیلی نے احکام میں اور بیہقی نے سنن میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا یہ ایک طلاق ہے، یہ ہے دیوبندی تعلیم کی حدیث کی مخالفت۔

بست وسوم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر خاوند تیسری طلاق دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی تا وقتیکہ وہ کسی اور شخص سے نکاح نہ کرے۔ تفسیر جلالین میں ہے اگر خاوند دو طلاق کے بعد تیسری طلاق دے۔ اور تفسیر جمل میں مزید ہے کہ رجوع کر چکا ہو یا نہ۔ مطلب یہ کہ تیسری طلاق کا یہ حکم مطلق ہے ہر صورت کو شامل ہے۔ اس میں علمائے امت میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ کتب فقہ میں بھی بلا اختلاف تین طلاقوں کو مطلقاً حرمت غلیظہ کے لئے مثبت بیان کرتی ہیں، اور ہرگز کسی کتاب میں بھی اس پلید و سوسہ کی بونگ نہیں ہے کہ رجوع کے بعد پہلے دی ہوئی طلاق کا عدم ہو جاتی ہے اور خاوند نئے سرے سے پوری تین طلاقوں کا مالک ہو جاتا ہے، اور ہزار ہا عبارات اس گمراہی کے بطلان پر شاہد ہیں۔ غافل کی تنبیہ اور جاہل کی تعلیم کے لئے اس مسئلہ کا تمام کتب میں دائر ہونا کافی سند ہے۔ کنز الدقائق اور بحر الرائق میں فرماتے ہیں کہ "خاوند نے کہا جب بھی

بست وسوم: قال اللہ تعالیٰ

نَنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ أَنْ يَكْرَهَ وَرَجَعَهَا¹ در تفسیر جلالین ست فان طلقها الزوج بعد الثنتين² در جمل فرمود ای سواء کان قدر ارجعها امر لا³ ایس حکم کہ طلاق آیت مراد تناول ست ہنچس از علمائے امت را در و خلاف نیست کتب فقہ بلا خلاف مطلقاً ثلاث را مثبت حرمت غلیظہ گویند و نہار در پنج کتابے بوائے ازس و سوسہ نخبہ نیست کہ بعد رجعت طلاق اول در حساب نمی ماند و شوہر از سرسہ طلاق را مالک می شود عبارات ہزار در ہزار بطلان اس ضلالت شاہدست تنبیہ غافل و تعلیم جاہل را ہمیں مسئلہ دواہرہ در کتب بسندست کہ در کنز الدقائق و بحر الرائق فرمودند (کلیما و لدت فانت طالق فولدت ثلاثہ فی بطون

¹ القرآن ۲۳۰/۲

² تفسیر جلالین تحت الطلاق مرتان ملک سراجین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۳۵

³ تفسیر جمل (الفتوحات الالہیہ) تحت الطلاق مرتن مصطفی البانی ۱۸۵/۱

تو بچہ جنے تو تجھے طلاق ہے، اس کے بعد بیوی نے نئے نئے حمل پر تین بچے جنے، تو دوسرا بچہ اور تیسرا بچہ پہلی اور دوسری طلاق سے رجوع قرار پائے گا، اس لئے کہ پہلے بچہ سے جو طلاق ہوئی اس سے دوسرے بچے کی وجہ سے رجوع ہوا، اور یونہی دوسرے بچے سے جو طلاق ہوئی اس سے تیسرے بچے کی وجہ سے رجوع ثابت ہوا جبکہ تیسرے سے جو طلاق ہوئی وہ تیسری طلاق ہے جس حرمت غلیظہ ہو گئی،^۳ تبیین الحقائق میں فرمایا: یہ اس لئے کہ جب پہلے بچے کی وجہ سے طلاق ہوئی پھر جب اس کے بعد نئے حمل سے دوسرا بچہ پیدا ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ نئے نطفہ سے پیدا ہوا ہے جس سے رجوع ثابت ہوا اور دوسری طلاق ہو گئی، پھر جب تیسرا بچہ پیدا ہوا تو اس بیان مذکور سے دوسری طلاق سے بھی رجوع ثابت ہوا اور تیسری طلاق ہو گئی اور بیوی حرمت غلیظہ کے طور پر حرام ہو گئی اور^۴ شرح ملامسکین میں فرمایا کہ دوسرے بچے کی پیدائش سے پہلی طلاق سے اور تیسرے بچے کی پیدائش سے دوسری طلاق سے رجوع ہوا اور تیسری طلاق ہو گئی جس کے بعد رجوع کے لئے چارہ نہ رہا،^۵ تنویر الابصار اور^۶ در مختار میں ہے کہ خاوند نے بیوی کو کہا کہ تو جب بھی بچہ جنے تو تجھے طلاق ہے تو اس نے تین حمل کے ساتھ تین بچے جنے تو تین طلاق

فالولد الثاني والثالث رجعة لوقوع الطلاق بالاول و تثبت الرجعة بالثاني والثالث ويقع بكل طلقة اخرى فتحرر حرمة غليظة^۱،^۲ در تبیین الحقائق فرمود لانها بولادة الاول وقع عليها الطلاق ثم اذا جاءت بولد اخر من بطن اخر علم انه من علوق حدث فتثبت به الرجعة وتقع طلقة اخرى بولادته ثم اذا جاءت بالثالث تبين انه كان راجعها بوقوع الثانية لما قلنا وتقع طلقة ثالثة بولادته فتحرر عليه حرمة غليظة^۲ اه مختصراً^۳ در شرح مسکین فرمود (فالولد الثاني) يصير به مراجعاً في الطلاق الاول (والثالث) يصير في الطلاق الثاني (رجعة) ويقع الطلاق الثالث بولادة الولد الثالث ولا سبيل الى الرجعة^۴،^۵ در تنویر الابصار و^۶ در مختار فرمودند في كلبا وولدت فانت طالق فولدت ثلث بطون

^۱ بحر الرائق باب الرجعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۵/۳

^۲ تبیین الحقائق باب الرجعة المكتبة الاميريہ بولاق مصر ۲۵۶/۲

^۳ شرح کنز لملا مسکین حاشیة فتح المعین باب الرجعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۶۹/۲

ہو جائیں گی، یوں کہ دوسرا بچہ پہلی طلاق سے اور تیسرا بچہ دوسری طلاق سے رجوع قرار پائے گا اور تین طلاقیں کلمہ کہنے کی وجہ سے ہو جائیں گی۔ غرر اور^۱ درر میں فرمایا کہ جب بیوی کو کہا کہ تو جب بھی بچہ جنے تجھے طلاق ہے، تو اس نے ہر بار نئے حمل سے تین بچے جنے تو تین طلاقیں ہو جائیں گی، اور دوسرا اور تیسرا بچہ رجوع ثابت کر دے گا، ملتقی الابحر اور^{۱۰} مجمع الانہر میں فرمایا، بیوی کو کہا، جب بھی تو بچہ جنے تو تجھے طلاق ہے تو اس نے مختلف حملوں میں تین بچے جنے تو دوسرا اور تیسرا بچہ رجعت ثابت کریں گے اور تین طلاقیں مکمل ہو جائیں گی، تیسرے بچے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کی ضرورت ہوگی۔^{۱۱} وقایہ اور^{۱۲} اس کی شرح میں ہے: جب بھی بچہ جنے کہنے پر، تین مختلف حملوں میں تین بچے جنے پر بیوی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی اور دوسرا بچہ پہلی طلاق سے جیسا کہ تیسرا دوسری طلاق سے رجوع ثابت ہوگا۔^{۱۳} غایۃ البیان اور^{۱۴} ذخیرۃ العقبیٰ میں فرمایا کہ یاد رکھو مذکورہ صورت میں تین طلاقیں ہو جائیں گی اور تینوں بچوں کے نسب اس خاوند سے ثابت ہوں گے اور بیوی پر تیسرے بچے کی ولادت کے بعد عدت تین حیض ہوگی۔

تقع الثلاث والولد الثانی رجعة فی الطلاق الاول، وتطلق بہ ثانیاً كالولد الثالث، فانه رجعة فی الثانی وتطلق بہ ثلاثاً عملاً بکلمة^۱، درر و^۸ درر فرمود لوقال (کلماً ولدت فانت طالق فولدت ثلثة ببطون یقع) طلاقات (ثلاث) والولد (الثانی والثالث رجعة^۲ در ملتقی الابحر و^{۱۰} مجمع الانہر فرمودند (کلماً ولدت فانت طالق فولدت ثلثة فی بطون فالثانی والثالث رجعة وتتم) الطلاقات (الثالث بولادة الثالث) فتححتاج الی زوج آخر^۳ در^{۱۲} وقایہ و^{۱۳} شرح اش فرمودند فی کلماً ولدت فولدت ثلثة ببطون تقع الثلاث والولد الثانی رجعة کالثالث^۴ در^{۱۴} غایۃ البیان وذخیرۃ العقبیٰ فرمودند اعلم انها تطلق ثلاثاً ویثبت نسب الاولاد من الزوج وعلیہا العدة بثلاث حیض بعد ولادة الولد الثالث^۵ در اصلاح و^{۱۵} ایضاح

^۱ در مختار باب الرجعة مطبع مجتہبائی دہلی ۲۳۹/۱

^۲ الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام باب الرجعة مطبعة احد کامل الکائنہ دار سعادت بیروت ۳۸۶/۱

^۳ ملتقی الابحر و مجمع الانہر باب الرجعة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۳۷/۱

^۴ شرح الوقایہ باب الرجعة مطبع مجتہبائی دہلی ۱۱۶/۲

^۵ ذخیرۃ العقبیٰ باب الرجعة مطبع نوکسٹور کانپور ۲۱۳/۲

اصلاح والیضاح میں فرمایا کہ جب بھی تو بچہ جنے تو تجھے طلاق کہنے پر جب تین بچے کیے بعد دیگرے حمل سے پیدا ہو جائیں تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور دوسرا بچہ رجوع ثابت ہوگا جیسا کہ تیسرا بچہ دوسری طلاق سے رجوع ثابت ہوگا۔ امام اجل صدر شہید نے امام محمد کی جامع صغیر کی شرح میں فرمایا کہ مذکورہ صورت میں جب تیسرا بچہ جنا تو دوسرے بچے کی طرح یہ بھی طلاق سے وطی کے بعد رجوع ثابت ہوگا اور تیسرے بچے کی ولادت سے آخری طلاق ہو جائیگی جس کے بعد رجوع نہ ہو سکے گا کیونکہ تین طلاقیں مکمل ہو گئیں۔^{۱۸} خزائنہ المفتین میں^{۱۹} اختیار شرح^{۲۰} مختار کی علامت سے بیان فرمایا کہ مذکورہ صورت میں تین طلاقیں ہو جائیں گی اور دوسرا بچہ پہلی طلاق سے جس طرح تیسرا دوسری طلاق سے رجعت ثابت ہوگا۔ یہ ہے دیوبندی تعلیم، ائمہ امت کے مخالف۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔ بست وچہارم: اس کی انتہائی غبوات اور گمراہی اس کا یہ کہنا ہے کہ "جس طرح طلاق بائنہ کے بعد دوبارہ نکاح کرے تو اس کے بعد بھی طلاق دے دے تو پہلی دو طلاقیں کالعدم ہو جاتی ہیں اور دوبارہ نکاح کے بعد اگر طلاق دے تو وہ حساب میں آئے گی اور دوبارہ نکاح سے پہلے دی ہوئی شمار نہ ہوگی اسی طرح رجوع کے بعد پہلی طلاق کالعدم ہو جاتی ہے"

فرمودند کلماً ولدت فولدت ثلثة بیطون یقع ثلاث والولد الثانی رجعة کالثالث^۱ امام اجل صدر شہید در شرح جامع صغیر امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمود لہما ولدت الولد الثالث صار مراجعاً ایضاً بالوطی بعد الطلاق ووقع آخر بالولادة ولا رجعة بعد ذلك لانه تم الثلاث^۲ در^۳ خزائنہ المفتین بر مز^۴ اختیار شرح مختار فرمود یقع ثلاث والولد الثانی رجعة کالثالث^۳ اینست مخالفت تعلیم دیوبندی بائمہ امت ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

بست وچہارم: از غایت غبوات و غوایت اوست قول او چنانکہ بعد طلاق بائن اگر تجدید نکاح کند بعدہ ایضاً طلاق دہد طلاقین اولین باطل شوند و بعد تجدید نکاح اگر طلاق دہد آں در حساب کردہ آید نہ طلاق قبل تجدید نکاح ہمچنین بعد رجعت اول طلاق باطل است آفریں باوچہ خوش اصوات خارجہ از سوراخ نم اوست کہ دہن از آواز پر و ذہن از معنی

^۱ اصلاح والیضاح

^۲ حاشیہ علی الجامع الصغیر بحوالہ صدر الشہید باب الرجعة مکتبۃ الیوسفی لکھنؤ ص ۵۹

^۳ خزائنہ المفتین فصل فی الرجعة قلمی نسخہ ۱۳۶/۱

اس پر آفرین کہ منہ کے سوراخ سے کیا اچھی آواز نکال رہا ہے، اس کا منہ آواز سے پر اور ذہن فہم سے خالی ہے، یہ بیچارہ کیا کرے کہ ابھی دیوبندیت کی نئی نویلی دلہن سے مطلب و معنی میں جفتی نہیں ہے، کون سی دو طلاقیں پہلے ہیں جو طلاق بائنہ کے بعد دوبارہ نکاح سے کالعدم ہو جاتی ہیں۔ جب تیرے ہاں دوبارہ نکاح سے قبل والی طلاق کالعدم ہو جاتی ہے، تو اس کا کالعدم ہونا دوبارہ نکاح سے طلاق بائنہ پر کیونکر موقوف ہوگا اور اگر کسی سے یہ سن لیا ہے کہ بائنہ کے بعد بائنہ لاحق نہیں ہو سکتی تو یہ عام قاعدہ نہیں ہے تو پھر پہلی طلاق کو بطلان کے لاحق ہونے کی وجہ کیسے ہوا، پھر اسکا منہی اخبار ہونے پر ہے تو رجعی طلاق کے بعد رجوع سے کیا تعلق ہے، پھر اگر ہو بھی تو ایک کا بطلان ہونا چاہئے نہ کہ دو کا، اور ان تمام وجوہ سے قطع نظر، رجعی کے بعد اور بائنہ طلاق کے بعد دوبارہ رجوع کے بعد بائنہ میں کون سا جامع امر ہے، اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ نجدیت کی بد عقلی اور کج فہمی اور دیوبندی تعلیم ہے۔

بست و پنجم: در مختار کے مسئلہ، کہ رجعی طلاق دے کر اس کو بائنہ یا تین کرنا، اس کے ساتھ ردالمختار اور طحاوی کی عبارت کہ اس لئے کہ اس کے بعد طلاق کا عمل باطل ہو جاتا ہے، کہ دلیل بنانا، ان مدہوش اور بیہوش لوگوں کا جو بطلان طلاق اور بطلان عمل میں فرق کرنے سکیں، کیا شکوہ کیا جائیے، یہ انہی کو لاحق ہے، لیکن ہر عاقل مسلمان جانتا ہے کہ رجوع سے طلاق کا

تہی، و بیچارہ چہ کند کہ ہنوز ازین نوع و وساں منضمہ دیوبندیت را با مطلب و معنی جفت نکرده اند، کد ام دو طلاق پیشین ست کہ بطلان بائن بعد تجدید نکاح باطل می شود و چوں طلاق قبل تجدید نکاح نزد تو خود در حساب نیست بطلانش بر طلاق بائن بعد تجدید چہ موقوف باشد و اگر از کسے شنیده است کہ بائن بہ بائن لاحق نشود این خود عام نیست باز عدم لحوق بطلان اول را چرا موجب شود باز بمنائش حمل بر اخبار ست در رجعی بعد رجعت اور اچہ کار است باز اگر باشد بطلان یکے باشند ہر دو و بقطع نظر از جملہ وجوہ امر جامع میان رجعت بعد رجعی و طلاق بائن بعد تجدید نکاح بعد بائن چیست مگر آنکہ بد عقلی و کج فہمی لاحق نجدیت و تعلیم دیوبندی است۔

بست و پنجم: از استنادش بمسئلہ در مختار طلقھا رجعیاً فجعلہ بائنًا او ثلاثًا¹ مع عبارت ردالمختار و طحاوی لانه بعدھا یبطل عمل الطلاق² چہ جائے شکوے کہ ہجوم مدہوشاں و بیہوشاں در بطلان طلاق و بطلان عمل اگر فرق نکنند سزائے ایشاں فاما ہر مسلم عاقل را مسلم و معقول ست کہ بر رجعت عمل طلاق مرتفع می شود نہ آنکہ طلاق کردہ ناکردہ گردد و از

¹ در مختار باب الکنایات مطبع مجتہبی دہلی، ۲۲۵/۱

² ردالمختار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۸/۲

<p>عمل ختم ہو جاتا ہے نہ کہ طلاق ختم ہو جاتی ہے اور کالعدم ہو جاتی ہے۔ ہم نے مسئلہ کو مفصل طور پر واضح کر دیا ہے اس سے زائد طوالت کی ضرورت نہیں ہے۔</p> <p>بالجملہ حاصل کلام یہ ہے کہ زیر بحث مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ احمد علی کی بیوی کو تین طلاقیں ہو چکی ہیں، دیوبندی مجتہدین کے حلال کرنے کے باوجود بغیر حلالہ کے حلال نہ ہوگی، بلکہ یہ کہ، بعد والی رجعت سے پہلی طلاقیں کالعدم ہو جاتی ہیں، یہ ان کی دین اور شریعت میں نئی بدعت ہے، حق یہ ہے کہ حرام قطعی کہ انہوں نے حلال کہہ دیا ہے جو کہ فقہی حکم کے مطابق قطعی کفر ہے، احمد علی کی بیوی ان کے حلال کرنے سے حلال نہ ہوگی مگر ان کو یہ فکر کرنی چاہئے کہ فقہی حکم کے مطابق ان کی بیویاں ان پر حرام ہو چکی ہیں، ان سب کو چاہئے کہ وہ خود تجدید اسلام اور تجدید نکاح کریں، اور اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو دنیاوی ایندھن کی خاطر حلال نہ کریں، وباللہ التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت) (رسالہ ختم ہوا)</p>	<p>صفحہ واقع ارتفاع پزیر۔ مسئلہ را بنیایت ایضاح التوضیح دادہ ایم بیش ازین اطالت در کار نیست۔</p> <p>بالجملہ حکم همان ست کہ زن احمد علی سہ طلاقہ شد و بے تحلیل بہ تحلیل مجتہدان دیوبندی حلال نشود بلکہ ایناں کہ بدعت زائغہ بطان طلاقہائے پیشین بر رجعت پسین در شرح و دین نہا دند، الحق کہ بتخلیل حرام قطعی لب کشادند او بر حکم فقہی کفرے ست حتمی۔ زن احمد علی بتخلیل ایناں حلال نشد مگر ترسند کہ ہمازناں ایناں بحکم فقہ بر ایناں حرام شدند بچوکساں را باید کہ برائے حطام دنیا حلال نساژند وباللہ التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

مسئلہ ۱۱: از جام جو دھ ملک کاٹھیا واڑ جماعت اہلسنت و جماعت مرسلہ آدم احمد صاحب ۱۱ شعبان ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ ایک چھوٹی سی بستی میں ایک عالم مدت دس ۱۰ اپندرہ سال سے وعظ بیان کرتا تھا ہمیشہ چند لوگ اس عالم کی گلہ و غیبت کیا کرتے تھے اتفاقاً ایک روز نائک والے لوگوں کی فاسق کمپنی آئی اور چند مسلمان اس چھوٹی بستی کے اس تماشے میں داخل ہوئے اور اس اثنا میں ایک سید کے مکان پر وعظ کی محفل منعقد ہوئی چند لوگ نائک کے تماشا گر بھی اس محفل میں شریک تھے، واعظ صاحب کی نظر جب ان فاسقوں پر پڑی تو وعظ میں بہت لعن طعن کئے، فجر کو فاسقوں منافقوں نے غل مچایا، فساد و دنگا کرنے کی باتیں کیں، ایک شخص نے ان لوگوں کی طرف سے ان کو کہا کہ تم نے رات کو جو وعظ کیا سو چند آدمی آپ سے البتہ فساد کریں گے اور آپ کو فقط نماز روزہ کا وعظ کرنا چاہئے ورنہ ہمیشہ فساد ہوا کرے گا، کبھی دنگا اس کام سے نہ مٹے گا، پس واعظ کو غصہ آیا تو یہ لفظ عین غضب میں منہ سے نکالا کہ جو کوئی اس بستی میں وعظ کرے اس کی جو روپر طلاق ہے جو کوئی اس بستی میں

وعظ کرے سے خود کی نیت کی تھی لیکن تین یادوں کا لفظ منہ سے نہ نکلا اور تین کی نیت نہ تھی، اور وہ مسلمان لوگ سب مل کر واعظ کے پاس عاجزی سے کہتے ہیں کہ تم وعظ کرو، پس واعظ کہتا ہے کہ اگر میں وعظ کروں تو میری زوجہ مطلقہ ہوتی ہے میں ہرگز وعظ نہ کروں گا، پس ان الفاظ سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں، اور کون سی طلاق بائن یا کیا، اور وعظ وہ کرے یا نہیں، اور جب وعظ کرے تو بائن واقع ہونے سے کیا کرے، اور اگر قسم کی طلاقیں واقع ہوتی ہیں تو ان کا بھی خلاصہ لکھنا، کل مسلمان اہلسنت وجماعت آپ کے جواب کے منتظر ہیں، ان الفاظ میں اگر نیت ثلاثہ کی ہو تو کیا ثلاثہ واقع ہوگی یا نہیں، والسلام۔

الجواب:

واعظ کو نہ چاہئے کہ طلاق کی قسم کھاتا کہ شرعاً ناپسندیدہ ہے یہاں تک کہ حدیث میں آیا:

ما حلف بالطلاق مومن وما استحلف به الا منافق ¹ ۔ رواہ ابن عساکر عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	مومن طلاق کی قسم نہیں کھاتا اور طلاق کی قسم نہیں لیتا مگر منافق۔ اس کو ابن عساکر نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)
---	---

اب کہ کہہ چکا ضرور وہاں وعظ کہنے سے عورت پر ایک طلاق رجعی ہوگی کہ عدت کے اندر رجعت کر لینے سے بدستور وہ اس کی زوجہ رہے گی۔ درمختار میں ہے:

جماعة يتحدثون في مجلس فقال رجل منهم من تكلم بعد هذا فامرأته طالق ثم تكلم الحالف طلقت امرأته لان كلبه من للتعيب والحالف لا يخرج نفسه عن اليبين فيحنت ² ۔	ایک جماعت مجلس میں باتیں کر رہی تھی کہ ان میں سے ایک نے کہا اس کے بعد جو بھی بات کرے اس کی بیوی کو طلاق، پھر خود قسم کھانیوالے نے بات کر لی، تو اس کی بیوی کو طلاق ہو گئی، کیونکہ "جو بھی" کا لفظ عام ہے تو حلف اٹھانے والے کو بھی شامل ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو خارج نہیں کیا اس لئے اس کی قسم ٹوٹ گئی۔ (ت)
--	--

ہاں اگر اس قول میں تین طلاقوں کی نیت کی تھی تو تین پڑیں گی اور عورت بے حلالہ نکاح میں نہ آسکے گی۔ درمختار میں ہے:

¹کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن انس حدیث ۲۶۳۴۰ کتاب الیبین من قسم الاقوال مؤسسة الرسالہ بیروت ۶/۱۶/۲۸۹

²درمختار باب طلاق غیر المذخول بہا مطبع مجتہدانی دہلی ۲۲۴/۱

<p>"تو طلاق ہے" کے لفظ سے ایک طلاق رجعی ہوگی، ایک کی یاد و طلاقوں کی، یا کوئی نیت نہ ہو تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ طلاق مصدر صریح ہے اس میں عدد کی گنجائش نہیں، اور اگر کہنے والے نے اس لفظ سے تین طلاقوں کی نیت کی ہو تو تین ہوں گی کیونکہ طلاق میں تین کل جنس ہونے کی وجہ سے حکمی فرد بن گیا، ملخصاً (ت)</p>	<p>فی انت الطلاق یقع واحدة رجعیة ان لم ینو شیاً اونوی واحدة اثنین لانه صریح مصدر لایحتمل العدد فان نوی ثلاثاً فثلث لانه فرد حکمی¹، ملخصاً۔</p>
--	---

رہا یہ کہ اب وہاں وعظ کرے یا نہیں، اگر وہ وعظ اللہ عزوجل کے لئے کرتا ہے اور طلب مال یا اپنی شہرت و ریاست مقصود نہیں اور اس کا وعظ مطابق شرع ہے، اتنا علم دین کافی دوانی رکھتا ہے جس سے اسے وعظ کی اجازت ہو، جب تو ظاہر ہے کہ ایسے بندہ خدا ہادی راہ ہدی کا وعظ کہنا ہی اس کے، ان مسلمانوں کے سب کے حق میں بہتر ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>جو کسی بات پر قسم کھالے پھر دیکھے کہ اس قسم کا خلاف بہتر ہے تو وہی بہتر کام کرے اور قسم کا کفارہ دے لے (اس کو امام احمد، مسلم اور ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)</p>	<p>من حلف علی یمین فرأى غیرها خیر منها فلیات الذی هو خیر ولیکفر عن یمینہ²۔ رواہ الائمة احمد ومسلم و الترمذی عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه۔</p>
--	--

اور اگر ان باتوں سے کوئی بات کم ہے مثلاً علم دین کافی نہیں یا کسی غرض فاسد یا عقیدہ فاسدہ کے باعث وعظ خلاف شرع کہے جب تو ظاہر کہ اس کا وعظ اس کے اور مسلمانوں سب کے حق میں برا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>جس نے بغیر علم قرآن کا مطلب بیان کیا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔ اس کو ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور صحیح قرار دیا۔ (ت)</p>	<p>من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبعوا مقعدہ من النار³۔ رواہ الترمذی وصححه عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔</p>
--	---

اور اگر مال یا شہرت مقصود ہے تو اگرچہ مسلمانوں کے لئے اس کا وعظ مفید ہو خود اس کے حق میں سخت

¹ درمختار باب الصریح مطبعت مکتبائی دہلی ۲۱۹/۱

² مسند احمد بن حنبل دار المعرفۃ بیروت ۲۵۸/۴

³ جامع ترمذی باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برأیہ امین مکتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۱۹/۴

مضر ہے، علماء فرماتے ہیں ایسی اغراض کے لئے وعظ ضلالت اور یہود و نصاریٰ کی سنت ہے۔ درمختار میں ہے:

<p>التذكير على المنابر لوعظ والاتعاذ سنة الانبياء والمرسلين ولرياسة ومال وقبول عامة من ضلالة اليهود والنصارى¹</p>	<p>منبر پر وعظ و نصیحت کرنا انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ اپنی، بڑائی، مال یا اپنی مقبولیت کے لئے وعظ کہنا یہود و نصاریٰ کی گمراہی جیسے ہے۔ (ت)</p>
--	--

صورتِ ثانیہ میں اسے وعظ کی اجازت ہی نہیں، نہ کہ ایسی حالت میں کہ اس کے سبب عورت پر طلاق ہوگی اور طلاق اللہ عزوجل کو بلاوجہ شرعی سخت ناپسند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>ابغض الحلال الى الله الطلاق²۔ رواه ابو داؤد وابن ماجة والحاكم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وفي لفظ للحاكم بسند صحيح عنه موصولا ولابي داؤد عن محارب بن دثار مرسلًا ما احل الله شيئاً ابغض اليه من الطلاق³۔</p>	<p>اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ ناپسندیدہ حلال طلاق ہے۔ اس کو ابو داؤد اور ابن ماجہ اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور دوسرے الفاظ میں عبد اللہ بن عمر ہی سے حاکم نے صحیح سند کے ساتھ موصولاً روایت کیا، ابو داؤد نے محارب بن دثار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلًا یوں روایت کی ہے: اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں میں سے طلاق اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ ناپسند ہے۔ (ت)</p>
--	---

اور اگر صورتِ صورتِ اولیٰ ہے جس میں وعظ کہنا اس کے حق میں بہتر ہے تو وعظ کہے اور عورت کو رجعت کر لے، اور اگر تین طلاق کی نیت کی تھی تو اگر چاہے تو یہ حیلہ ممکن ہے کہ عورت کو ایک طلاق دے جب عدت گزر جائے اور عورت نکاح سے نکل جائے اس وقت وعظ کہے پھر عورت سے نکاح کر لے اور وعظ کہتا رہے طلاق نہ پڑے گی،

<p>لانه لما ابانها وانقضت العدة لم تبق محلا للطلاق فاذا حنث بعدها</p>	<p>کیونکہ جب بیوی کو بائنتہ کر دیا اور عدت گزر گئی تو اب وہ طلاق کا محل نہ رہی، اب اس کے بعد قسم ٹوٹنے</p>
---	--

¹ درمختار فصل فی البیوع کتاب الحظروالاباحۃ مطبع مجتہدائی، دہلی ۲۵۳/۳

² سنن ابو داؤد باب فی کراہیۃ الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۲۹۶/۱

³ سنن ابو داؤد باب فی کراہیۃ الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۲۹۶/۱

<p>کی وجہ سے معلق شدہ جزاء وارد ہوگی تو اس وقت محل نہ ہونے کی وجہ سے مہمل ہو جائے گی اور قسم ختم ہو جائے گی کیونکہ اس میں تکرار والی کوئی بات نہیں، اور اب وعظ کر لے اور اس کے بعد دوبارہ نکاح کر لے تو حنث نہ ہوگا۔ (ت)</p>	<p>نزل الجزاء المعلق ولم یصادف محلاً فمضى هبلًا وقد انتهى الیومین لعدم ما یدل علی التکرار فاذا تزوجها بعد وعظ لم یحنث۔</p>
--	--

در مختار میں ہے:

<p>مطلقاً شرط پائے جانے کے بعد قسم ٹوٹ جاتی ہے لیکن وہ شرط اگر ملکیت نکاح میں پائی جائے تو طلاق ہو جائیگی ورنہ نہیں، تو جس نے تین طلاقوں کو دخولِ دار کی شرط سے معلق کیا ہو اس کے لئے حیلہ یہ ہے کہ بیوی کو ایک طلاق دے دے جب اس کی عدت ختم ہو جائے تو عدت کے بعد عورت دخولِ دار کر لے اب قسم ٹوٹ کر ختم ہو جائے گی پھر وہ عورت سے نکاح کر لے۔ (ت)</p>	<p>تنحل الیومین بعد وجود الشرط مطلقاً لکن ان وجد فی الملك طلقت والا لا فحیلة من علق الثلاث بدخول الداران یطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتتحل الیومین فینکحها¹۔</p>
--	--

مگر یہ صورت دقت سے خالی نہیں بعد انقضائِ عدت عورت خود مختار ہو جائے گی اور اگر وہ اس سے نکاح نہ کرے تو اس پر جبر کا کوئی اختیار نہیں۔ یونہی یہ سب صورتیں اس تقدیر پر ہیں کہ اس سے پہلے کبھی اس عورت کو دو طلاقیں مجموعاً خواہ متفرق نہ دے چکا ہو ورنہ وعظ کہتے ہی یا قبل وعظ ایک طلاق دیتے ہی فوراً تین طلاقیں ہو جائیں گی اور اب سوا حلالہ کوئی علاج نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲: از ریاست رامپور محلہ باجوری ٹولہ متصل زیارت حافظ جمال اللہ صاحب مرسلہ محمد ضمیر خاں صاحب ۵ ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو سے اس کی بیوی نے طلاق طلب کی۔ عمرو نے یہ کہا کہ تو مہر بخش دے تو تین طلاق دوں گا۔ عورت نے یہ کہا اگر تم مجھے طلاق دو تو میں نے مہر بخش دیا۔ عورت نے تین مرتبہ یہ کہا کہ اگر میرا شوہر مجھے طلاق دے تو میں نے مہر بخش دیا۔ پھر عمرو نے دو مرتبہ یہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ اس واقعہ کو قریب ایک ہفتہ کے ہو اور یہ واقعہ درمیان شوہر اور بیوی کے غصہ کی حالت میں ہوا، آیا طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینوا تو جروا

¹ در مختار باب التعلیق مطبع مجتہبی دہلی ۲۳۱/۱

الجواب:

اگر عورت مدخولہ ہے دو طلاقیں ہو گئیں مگر جب تک عدت نہ گزرے رجعت کر سکتا ہے، مثلاً زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا وہ بدستور اس کی زوجہ رہے گی اگر اس سے پہلے کبھی کوئی طلاق نہ دے چکا ہو۔ اور اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق بائن پڑی اور عورت نکاح سے نکل گئی، مگر اس کی رضا کے ساتھ عدت میں خواہ عدت کے بعد اس سے نکاح کر سکتا ہے رہا مہر وہ کسی حالت میں ساقط نہ ہو ابدستور باقی ہے بزازیہ کتاب البیوع میں ہے:

تعلیق الہبة بکلمة ان باطل۔ ¹	ہبہ کو کسی شرط سے معلق کرنا باطل ہے (ت)
---	---

اشباہ میں ہے:

تعلیق التملیکات بالشرط باطل کالبیع والشراء والہبة والابراء ² (مذخماً) واللہ تعالیٰ اعلم۔	بیع و شراء، ہبہ اور حق کی وصولی سے کسی کو بری کرنا جیسی چیزوں کی تملیک کسی شرط سے معلق کرنا باطل ہے (ملخصاً) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
---	--

مسئلہ ۱۳: از ریاست رامپور سررشتہ پولیس مرسلہ سید جعفر حسین صاحب محرر سررشتہ ۲۰ محرم ۱۳۱۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اس شرط پر نکاح کیا نصف مہر یعنی پانسو روپے اگر بوقت طلب زوجہ ہندہ ادانہ کروں تو ہندہ پر سہ طلاق ہیں اب بعد نکاح کے ہندہ نے زید سے نصف مہر طلب کیا زید نے اس وقت روپیہ مذکور ادانہ کیا اس صورت میں ہندہ پر سہ طلاق ہوئیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

اگر عقد نکاح میں ایجاب یعنی ابتدائے کلام بشرط مذکور جانب زید سے ہو مثلاً زید نے ہندہ سے کہا میں تجھے بعوض ہزار روپے مہر کے اپنے نکاح میں لایا اس شرط پر کہ اگر نصف مہر تیری طلب کے وقت ادانہ کروں تو تجھ پر تین طلاق، ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا، تو صورت مستفسرہ میں اگر زید نے ہنگام طلب نصف مہر ادانہ کیا ہندہ پر اصلاً طلاق نہ ہوئی، اور اگر ابتدائے عقد جانب ہندہ سے تھی خواہ شرط کلام ہندہ میں مذکور ہو، مثلاً ہندہ نے کہا میں نے اپنے نفس کو اس شرط پر تیرے نکاح میں دیا تو نصف مہر الخ، زید نے کہا میں نے

¹ فتاویٰ بزازیہ علی حاشیہ فتاویٰ ہندیہ کتاب البیوع نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۲۲۵

² اشباہ والنظائر القول فی الشرط والتعلیق ادارة القرآن کراچی ۲/۳۲۵، ۲۶۶

قبول کیا یا کلام زید میں ہو مثلاً ہندہ نے کہا میں نے اپنی جان تیری زوجیت میں دی، زید نے کہا میں نے قبول کی اس شرط پر کہ اگر نصف مہر الخ یا ابتدائے ایجاب تو جانب زید سے تھی مگر شرط ہندہ نے قبول میں ذکر کی اور زید نے منظور کر لی، مثلاً زید نے کہا میں نے تجھے اپنی زوجیت میں لیا، ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ اگر تو نصف مہر الخ، زید نے کہا مجھے منظور ہے، تو ان صورتوں میں جب نصف مہر عند الطلب ادا نہ کیا ہندہ پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں والفرق نفیس حسن بیناہ فی فتاوانا (اور یہ فرق نفیس خوب ہے، اس کو ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔ ت) یہ مسئلہ خانہ و خلاصہ و نزاریہ و بحر الرائق و ہندیہ و ردالمحتار و غیرہ معتدات اسفار میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳: از بنگالی ضلع پانڈا کھانہ سراج گچ موضع قاضی پور مرسلہ امید علی صاحب ۱۲ صفر ۱۳۱۸ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی هذه المسئلة (اے علماء کرام! اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے، آپ کا اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے۔ ت) کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ سے کہا کلمہ دخلت الدار فانت طالق (جب بھی تو گھر میں داخل ہوگی تجھے طلاق ہے۔ ت) بعد اس کے اس نے ایک طلاق دی بعد عدت عورت نے دوسرے سے نکاح کر لیا، بعدہ دوسرے نے بھی طلاق دے دی، بعد چند روز اول سے نکاح کر لیا پھر دخول دار پایا گیا اب طلاق پڑے گی یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

اگر تین بار دخول دار سے انحلال یمین یا تین طلاق تنجیزی خواہ تعلقہ خواہ مختلط سے زوال حل نہ ہو لیا تھا تو یمین ضرور باقی ہے وقوع شرط سے طلاق واقع ہوگی، والتفصیل یستدعی التظویل (اس کی تفصیل کے لئے تظویل کی ضرورت ہے۔ ت) در مختار میں ہے:

<p>معلوم ہونا چاہئے کہ یہ تعلیق حلف ختم ہونے پر باطل ہوگی محض ملکیت ختم ہونے پر تعلیق ختم نہ ہوگی، اگر خاوند نے تین طلاقوں یا ایک دو کو دخول دار سے معلق کیا ہو اور پھر اس کے بعد اس نے اس بیوی کو غیر مشروط طور پر تین طلاقیں دے دیں جس پر بیوی مذکورہ نے حلالہ شرعیہ کے بعد دوبارہ اس پہلے خاوند سے نکاح کیا تو اس دوسرے نکاح کے بعد بیوی کے گھر میں داخل ہونے پر کوئی طلاق نہ ہوگی اور تعلیق ختم ہے</p>	<p>اعلم ان التعلیق یبطل بزوال الحل لا بزوال الملك فلو علق الثلث او مادونها بدخول الدار ثم نجز الثلث ثم نکحها بعد التحلیل بطل التعلیق فلا یقع بدخولها شیئ ولو كان نجز ما دونها لم یبطل فیقع المعلق کله و اوقع محمد بقیة الاول و هی</p>
--	---

<p>اور اگر مذکورہ صورت میں خاوند نے تعلیق کے بعد تین سے کم طلاقیں دی ہوں تو اس کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کر لینے کے بعد بھی تعلیق ختم نہ ہوگی لہذا دوبارہ پہلے خاوند سے نکاح کرنے پر دخول دار ہو تو تمام معلق طلاقیں واقع ہو جائیں گی، جبکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ پہلی دی ہوئی طلاق سے بقیہ طلاقوں کو واقع مانتے ہیں ان کا یہ قول، دوسرے خاوند سے نکاح کے بعد پہلے خاوند سے نکاح کرنے پر پہلی طلاقوں کے ساقط ہو جانے کے اختلافی مسئلہ پر ان کے موقف پر مبنی ہے الخ (ت)</p>	<p>مسألة الہدم¹ الخ۔</p>
--	-------------------------------------

اسی میں ہے:

<p>تعلیق سے متعلق بیمن، تعلیق کے باطل ہو جانے پر ختم ہو جائے گی جب ایک دفعہ شرط پائی گئی ہو، مگر لفظ "کلماً" کے ساتھ کسی شرط سے تعلیق کی گئی ہو تو وہ بیمن تین طلاقوں کے بعد ختم ہوگی، کیونکہ "کلماً" افعال کے عموم کو چاہتا ہے جیسا کہ "کل" عموم اسماء پر دلالت کرتا ہے، لہذا اس صورت میں تین طلاقوں کے بعد حلالہ کرنے پر پہلے خاوند سے نکاح کرے تو اب دخول دار سے طلاق نہ ہوگی الخ۔ (ت)</p>	<p>تبطل الیمین ببطان التعلیق اذا وجد الشرط مرة الا فی کلماً فانہ ینحل بعد الثلاث لاقتضاءئہا عموم الافعال کاقتضاء کل عموم الاسماء فلا یقع ان نکحہا بعد زوج آخر² الخ۔</p>
---	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>ماتن کا قول "فلا یقع" کے اپنے قول "تین طلاقوں کے بعد بیمن ختم ہو جائے گی" پر تفریح ہے، یہ اس لئے کہ حلف کا تعلق موجودہ ملکیت کی پوری طلاقوں سے ہوتا ہے اور وہ محدود ہیں اس لئے تین طلاقوں پر بیمن ختم ہو جائے گی، جیسا کہ گزرا ہے، اور اگر تین طلاقوں سے کم پر دوسرے خاوند کے بعد پہلے سے نکاح کرے تو اب شرط پائے جانے پر باقی ماندہ طلاقیں واقع ہوں گی۔ (ت)</p>	<p>قوله فلا یقع تفریح علی قوله فانہ ینحل بعد الثلاث وانما لم یقع لان المحلوف علیہ طلاقات هذه الملك وهو متنأھیة کما مر اما لو کان الزوج الآخر قبل الثلاث فانہ یقع ما بقی³۔</p>
---	--

اسی میں قبیل باب التعلیق ہے:

¹ درمختار باب التعلیق مطبع مجتہائی دہلی ۲۳۱/۱

² درمختار باب التعلیق مطبع مجتہائی دہلی ۲۳۱/۱

³ ردالمحتار باب التعلیق دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰۰/۲

<p>اگر تعلیق میں "کلماً" کے ساتھ شرط بیان کرتے ہوئے کہا جب بھی تو گھر میں داخل ہو تجھے طلاق ہے، تو اگر دو مرتبہ گھر میں دخول پایا گیا اور اس پر دو طلاقیں ہونے اور عدت گزرنے کے بعد پہلے خاوند سے نکاح کیا تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین مرتبہ داخلہ کے ساتھ تین طلاقیں ہو جائیں گی، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اب صرف ایک مرتبہ گھر میں داخلہ کے ساتھ ایک ہی باقیماندہ طلاق ہوگی، جیسا کہ اس کو امام زبیلی نے ذکر فرمایا الخ۔ رد المحتار کے پہلے قول پر ہمارا حاشیہ ملاحظہ کیا جائے۔ (ت)</p>	<p>اذا قال کلماً دخلت الدار فانت طالق فدخلتھا مرتین ووقع علیھا الطلاق وانقضت عدتها ثم عادت الیه بعد زوج اخر فعندھا تطلق کلماً دخلت الدار الی ان تبین بثلاث طلاقات خلافاً لجمہد کما ذکرہ الزبیلی الخ وانظر ما علقنا علی قوله السابق۔</p>
--	---

رد مختار میں ہے:

<p>مطلقاً شرط پائے جانے پر یقین ختم ہو جاتی ہے اگر وہ شرط ملکیت یعنی نکاح کے دوران پائی جائے تو طلاق ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ (ت)</p>	<p>تنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقاً لکن ان وجد فی الملك طلق و الا لا۔²</p>
--	--

اس پر رد المختار میں ہے:

<p>فتح القدر کے باب التعلیق میں محقق صاحب نے افادہ فرمایا کہ موجودہ ملکیت تین طلاقیں ہوتی ہیں، اس عبارت سے انہوں نے یہ قید بیان فرمائی کہ موجودہ ملکیت جب تک باقی ہے یقین و تعلیق باقی ہے اور اگر تین میں سے بعض طلاقوں کی ملکیت ختم ہو جائے تو تین تک تعلیق رہے گی، فتح القدر کے اس قول پر میرے حاشیہ کو دیکھو، تو جب یہ تمام عبارات ملاحظہ میں آئیں تو اس مسئلہ کی تمام صورتوں کی تفصیل بعون اللہ آپ کو معلوم ہوگی۔ واللہ سببخنہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>المحقق فی الفتح افاد فی باب التعلیق ان قولهم المعلق طلاقات هذا الملك الثلاث مقید بمادام مالک لها فاذا زال ملكه لبعضها صار المعلق ثلاثاً³ اھ وانظر ما كتبت علی هامش الفتح من هذا القول و اذا جمعت هذه كلها عرفت بعون الله تعالى تفاصيل صور المسئلة، واللہ سببخنہ وتعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

¹ رد المختار فصل فی المشیة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۹۰

² در مختار باب التعلیق مطبعت مجتبیٰ دہلی ۱/۳۳۱

³ رد المختار فصل فی المشیة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۹۰

مسئلہ ۱۵: ازہر دوار مسئولہ فضل حسین

ایک شخص نے بحالتِ غصہ اپنی عورت سے یہ کہا کہ اگر تو میرے گھر آئی تو تجھ کو طلاق ہے اور اگر میں تیرے ساتھ کوئی بات کروں (یعنی صحبت کروں) تو حرام کروں، ان الفاظ سے طلاق ثابت ہوتی ہے یا نہیں اور اس عورت کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ کرنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

الجواب:

اس کہنے کے وقت اگر عورت شوہر کے گھر کے علاوہ اور جگہ تھی تو جب شوہر کے گھر آئے گی ایک طلاق رجعی پڑے گی اور اگر اس وقت شوہر ہی کے گھر میں تھی تو جب تک یہاں رہے گی طلاق نہ ہوگی جب کہیں اور جا کر وہاں سے شوہر کے یہاں آئے گی اس وقت طلاق پڑے گی، اور بہر حال طلاق رجعی ہوگی، عدت کے اندر اگر شوہر اتنا کہہ دے کہ میں نے اسے اپنے نکاح میں پھیر لیا تو وہ بدستور اس کی زوجہ رہے گی اور اس کا نکاح دوسرے سے نہ ہو سکے گا، ہاں اگر طلاق پڑے اور شوہر اسے اپنے نکاح میں واپس نہ لے یہاں تک کہ طلاق ہونے کے بعد سے تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں تو اس وقت عورت نکاح سے نکل جائے گی اور دوسرے سے نکاح جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶: از کلکتہ مرسلہ ابوالقمر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے قسمیہ اپنی منکوحہ عورت سے کہہ دیا کہ اگر بغیر عذر شرعی کے تم نے کبھی نماز نہ پڑھی تو تجھ کو میری طرف سے تین طلاقیں ہوں گی، کیا ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک لفظ سے تین طلاقیں واقع ہوں گی چونکہ اس قسم کا سلسلہ دراز ہے جب تک زوج اور زوجہ زندہ ہیں مدام اندیشہ میں ہیں اور اس زمانہ کے لوگ سُست ہیں دین کے کاموں میں بے پروا ہو گئے ہیں، ممکن ہے کہ کسی وقت عورت سے غفلت ہو جائے تو اس کو طلاق پڑ جائے گی۔ کیا کوئی ایسی صورت ہو سکتی ہے کہ طلاق کے واقع ہونے سے قبل کوئی ایسا حیلہ کیا جائے کہ عورت پر طلاق نہ پڑے۔

الجواب:

چار اماموں چاروں مذہب کا اجماع ہے کہ تین طلاقیں ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک ہی لفظ میں واقع ہو جاتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا تیری بیوی بائسہ طلاق والی ہو گئی ہے اور تو نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اگر تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے

قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بآنت امرأتک
وعصیبت ربک ان لم تتق اللہ فلم یجعل لک

مخرجاً ^۱ ۔ خوف نہ کرے گا تو پھر تیرے لئے اللہ تعالیٰ کوئی سبیل نہ فرمائے گا۔ (ت)

وہابی گمراہ بددین اس میں خلاف کرتے اور حرام کو حلال ٹھہراتے ہیں، زید نے جبکہ ایک وقت کی نماز نہ پڑھنے پر حکم طلاق مغاظ معلق کیا جیسا کہ تقریر سوال سے ظاہر تو عورت جب بے عذر شرعی ایک وقت کی نماز بھی چھوڑے گی فوراً اس پر تین طلاقیں ہو جائیں گی اور بے حلالہ اس کے نکاح میں نہ آسکے گی فان الجزء ینزل عند نزول الشرط کما فی الہدایۃ وغیرہا (شرط پائے جانے پر جزء پائی جاتی ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ ت) اور اس کا حیلہ ارتکاب کبیرہ بالعمد پر مشتمل ہے اور اس کا بتانا بھی حرام ہے یہ اس معنی پر ہے جس پر سوال مبنی اور اگر مراد زید اور ہے تو اس کا اسی سے استفسار ہو،

فان للكلام محملین آخرین لانذکرہا کیلایکون تعلیماً والمفتی منہی بل یسأل فہو اعلم بمرادہ۔ اس کلام کے دو محمل اور جن کو ہم ذکر نہیں کرتے تاکہ تعلیم نہ قرار پائے مفتی کو اس سے باز رہنے کا حکم ہے بلکہ وہ صرف سوال کرے کیونکہ مبتلا شخص اپنی مراد کو بہتر جانتا ہے۔ (ت)
--

اس وقت اس کا جواب دیا جائے، وجیز کردری و عقود الدرہیہ میں ہے ہ:

احب المفتی ان لایقول یصدق دیانۃ لانہ تعلیم بل ادبہ ان یقول لایصدق۔ ^۲ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مفتی کے آداب میں سے ہے کہ وہ کسی بات پر دیانت کی تصدیق نہ کرے کیونکہ یہ مبتلا کو تعلیم قرار پاتی ہے بلکہ ادب المفتی یہ ہے کہ وہ کہے کہ تصدیق نہیں ہو سکتی واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--

مسئلہ ۱۷: از پہلی بھیت محلہ منیر خاں مرسلہ مولانا عبدالاحد صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کے پدر سے کسی تذکرہ میں کہا تھا کہ اگر میری بیوی فلاں
مکان میں جائے گی تو میری بیوی ہی نہ رہے گی پھر اس کے چند روز بعد دوسرے جلسے میں زید نے پدر ہندہ سے الفاظ مذکورہ
دوبارہ پھر ادا کئے کہ ہندہ اگر فلاں مکان میں جائے گی تو میری بی بی ہی نہ رہے گی، بعد تھوڑے عرصہ کے ہندہ بلارضا مندی اپنے
شوہر کے اس مکان میں چلی گئی جس کی بابت زید دومتبہ دو جلسوں میں پدر ہندہ سے عدم رضامندی اپنی ظاہر کرچکا تھا اور اب
عرصہ پانچ ماہ سے ہندہ اسی مکان میں مقیم ہے،

^۱ سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب نسخ المراجعة بعد التطبیقات الثلاث آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۹

^۲ عقود الدرہیہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ فوائد تتعلق بآداب المفتی حاجی عبدالغفار و پسران تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۳/۱

پس اس صورت میں نکاح زید سے قائم رہا یا نہیں؟ اور مبادا اگر نکاح ہندہ زید سے نہیں قائم رہا تو کون سی طلاق ہندہ پر پڑ سکتی ہے؟ اور کیا صورت رجعت کی از روئے شرع شریف ہو سکتی ہے؟

الجواب:

اگر زید نے وہ الفاظ دونوں بار خواہ ایک بار بہ نیت ایقاع طلاق کے کہے تھے یعنی یہ مطلب تھا کہ اگر وہ وہاں جائے تو اس پر طلاق ہے تو وہاں جانے سے عورت پر ایک طلاق بائن ہوگی نکاح سے نکل گئی رجعت نہیں کر سکتا، ہاں عورت کی رضا سے دوبارہ اس سے نکاح کر سکتا ہے عدت میں خواہ عدت کے بعد، بہر حال حلالہ کی حاجت نہیں اگرچہ لفظ مذکور تین بار کہا ہو اور اگر کسی بار اس سے نیت طلاق بمعنی مذکور نہ تھی تو عورت کا وہاں جانے سے کچھ نہ ہوا اور وہ بدستور اس کی زوجہ ہے، رہا یہ کہ نیت تھی یا نہ تھی یہ بیان زید پر ہے اگر وہ بخلف کہہ دے کہ میرا وہ مطلب ان لفظوں سے کسی بار میں بھی نہ تھا تو طلاق اصلاً نہ مانیں گے اگر زید جھوٹا حلف کر لے گا وہاں اس پر رہے گا، درمختار میں ہے:

القول له ببيننه في عدم النية ويكفي تحليفها في منزلہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	نیت نہ ہونے کے متعلق خاوند کی بات حلف کے ساتھ تسلیم کر لی جائے گی اور بیوی کا گھر میں ہی اس سے قسم لے لینا کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
---	---

مسئلہ ۱۸: از ملک بنگال ضلع نواکھالی مقام ہتیا مسلمہ مولوی عباس علی عرف مولوی عبدالسلام صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ کیافر ماتے ہیں فضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے یوں کہہ کر نکاح کیا کہ میں تمہاری بلا اجازت دوسرا نکاح نہیں کروں گا اگر کروں تو طلاق مغظہ ہوگی، اب اس صورت میں شرط فوت ہو جائے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اور ہو تو کسے طلاق ہوں گی؟ بینوا تو جروامع الدلیل۔

الجواب:

اگر زید نے یہ الفاظ عقد نکاح سے پہلے کہے تھے یا خود نفس عقد میں یہ شرط کی مگر ایجاب یعنی ابتداءً الفاظ عقد جانب زید سے تھی، مثلاً اس نے کہا میں نے تجھے اپنے نکاح میں لیا اس شرط پر کہ بے تیری اجازت کے نکاح ثانی نہ کروں گا اگر کروں تو طلاق مغظہ ہو، ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا جب تو بحال وقوع شرط زوجہ ثانیہ پر طلاق نہ ہوگی اور اگر بعد نکاح الفاظ مذکورہ کہے یا نفس عقد اس شرط پر ہوا اور زید کی جانب سے قبول تھا مثلاً ہندہ نے کہا میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا زید نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر الخ یا ہندہ نے کہا میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ تو بے میری اجازت کے نکاح ثانی نہ کرے اگر کرے تو طلاق مغظہ ہو، زید نے کہا میں نے قبول کیا، تو در صورت وقوع شرط دونوں عورتوں میں سے ایک

مطلقہ ہوگی زید کو اختیار ہوگا کہ ان میں سے جس کی طرف چاہے طلاق کو پھیر دے خواہ ہندہ کی طرف خواہ منکوحہ ثانیہ کی جانب،

ہندیہ میں فتح سے منقول ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا: "اگر تیری زندگی میں تجھ پر کسی دوسری عورت سے نکاح کروں تو مجھ پر طلاق واجب ہے" اس کے بعد اس نے اس بیوی پر دوسرا نکاح کر لیا تو پہلی اور دوسری دونوں بیویوں میں سے ایک کو طلاق ہو جائیگی خاوند اس طلاق کو جس پر چاہے نافذ کر دے (ہ (ملخصاً)۔ (میں کہتا ہوں کہ) دوسری صورت یعنی نکاح کے بعد یا بیوی کی طرف سے ایجاب میں یہ الفاظ کہے ہوں، تو چونکہ شرط والے الفاظ کا تکلم ثبوت نکاح کے بعد ہوا کیونکہ نکاح ایجاب و قبول کے دو لفظوں سے تام ہوتا ہے لہذا مسؤلہ صورت میں ہندہ طلاق کا محل بن گئی کیونکہ نکاح کے تام ہونے پر ملکیت نکاح مکمل ہو گئی ہے، چونکہ زید نے اس موقع پر طلاق مغضہ واقع ہونے کی بات کی ہے لہذا دوسرا نکاح کرنے پر مغضہ طلاق کا احتمال دونوں بیویوں میں سے ہر ایک کے لئے ہے لہذا زید اس طلاق کو دونوں میں سے جس پر چاہے نافذ کر دے لیکن پہلی صورت یعنی جب نکاح تام ہونے سے قبل شرط کا تکلم ہوا کیونکہ صرف ایجاب سے نکاح تام نہیں ہوتا، اس لئے اس صورت میں ہندہ طلاق کا محل نہ بن سکے گی کیونکہ ابھی نکاح نہ ہوا اور نہ ہی نکاح کی طرف طلاق کو

فی الہندیة عن الفتح، لو قال لامرأته ان تزوجت عليك ما عشت فالطلاق على واجب ثم تزوج عليها يقع تطليقة على واحدة منهما. يصرفها الى ايتها شاء¹ اھ ملخصاً قلت ففی الفصل الثانی لما وقع التكلم بالشرط بعد ثبوت النکاح لانه يتم باللفظین فقد كانت هندة محلاً للتطليق لثبوت ملكه عليها. فقوله یکن طلاق مغلظ یحتملها فیصرفه الى ايتها احب. اما فی فصل الاول لما كان التكلم به قبل حصول النکاح حیث لاتمام له بمجرد الايجاب لم تكن هندة محلاً له لعدم الملك والاضافة الى نکاح هندة فتعینت الاخرى اعمالاً للكلام كما لو قال لامرأته واجنبیة طلقت احدكما تطلق امرأته من غیر نیة

¹ فتاویٰ ہندیہ فصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمة ان. اذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۲۶

منسوب کیا گیا، لہذا یہ طلاق لازماً دوسری بیوی کو ہوگی اور وہی طلاق کے لئے متعین قرار پائیگی تاکہ زید کا کلام لغو نہ ہو، جیسا کہ کوئی شخص اپنی بیوی اور اجنبی عورت کو خطاب کر کے کہے میں نے تم دونوں سے ایک کو طلاق دی ہے، تو اس کی بیوی کو ہی بغیر نیت طلاق ہوگی کیونکہ وہی انشاء طلاق کا محل ہونے کی وجہ سے متعین ہوگی، اس کو ہندیہ میں محیط کے حوالے سے مبسوط سے نقل کیا ہے۔ درمختار کے باب الرجعة میں ہے کہ اگر بیوی کو ڈر ہو کہ کہیں خاوند طلاق نہ دے دے تو نکاح کے وقت بیوی یوں کہے کہ میں تجھ سے اپنا نکاح اس شرط پر کرتی ہوں کہ میری طلاق کا اختیار میرے ہاتھ میں ہوگا اس کو امام زلیعی نے بیان کیا یہ بحث عمادیہ میں ہے، ردالمحتار میں ہے کہ اگر خاوند نے ایجاب کرتے ہوئے یوں کہا میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ طلاق کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے تو عورت نے قبول کیا، اس صورت میں نکاح جائز ہوگا اور شرط کا ذکر لغو ہوگا، کیونکہ تفویض طلاق کے لئے جواز تب پیدا ہوتا ہے جب نکاح موجود ہو یا طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کیا ہو، جبکہ اس صورت میں دونوں باتوں میں سے کوئی بھی نہ پائی گئی، بخلاف پہلے مذکور مسئلہ کے کہ وہاں عورت کی طرف سے ایجاب میں شرط کو خاوند نے قبول کیا تو نکاح اور طلاق کی شرط دونوں اکٹھے پائے گئے

لتعینھا الانشاء¹ كما في الهندية عن المحيط عن المبسوط، وفي الدرالمختار من باب الرجعة. لو خافت ان لا يطلقها تقول زوجتك نفسي على ان امرى بيدي، زليعي وتماهه في العبادية اه²، في ردالمختار حيث قال ولو قال لها تزوجتك على ان امرك فقبلت جاز النكاح ولغا الشرط لان الامر انما يصح في الملك او مضافاً اليه ولم يوجد واحد منهما بخلاف ما مر فان الامر صار بيدها مقارناً لصيرورتها منكوحه اه نهر. والحاصل ان الشرط صحيح اذا ابتدأت المرأة لا اذا ابتدأ الرجل ولكن الفرق خفي³ اه كلام الشامي باختصار ورايتني كتبت عليه مانصه اقول بل هو ظاهر والحمد لله فان الزوج اذا ابتدأ فقال

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق نورانی مکتب خانہ پشاور ۱/۳۶۳

² درمختار باب الرجعة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۱

³ ردالمختار باب الرجعة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۴۰

اس لئے طلاق کا اختیار عورت کو حاصل ہوگا، نہر، حاصل یہ کہ شرط عورت کے پہلے کرنے پر صحیح ہوگی، مرد کے پہلے کرنے پر درست نہ ہوگی، لیکن یہ فرق مخفی رہا، اختصاراً، علامہ شامی کا کلام ختم ہوا۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے علامہ شامی کے اس کلام پر حاشیہ لکھا جس کی عبارت یہ ہے اقول: (میں کہتا ہوں کہ) فرق مخفی نہیں بلکہ ظاہر ہے الحمد للہ، کیونکہ خاوند کے پہلے کرنے اور یہ کہنے پر کہ میں تجھ سے نکاح اس شرط پر کرتا ہوں کہ تجھے طلاق ہے تو عورت نے قبول کر لیا تو یہ تعلق ملکیت نکاح کے دونوں رکن (ایجاب و قبول) سے پہلے ہوئی ہے لہذا ملکیت حاصل نہ ہوئی اور ملکیت کے سبب پر بھی تعلق نہیں کیونکہ معینہ عورت کے لئے حقیقہ شرط کا پایا جانا ضروری ہے محض شرط کا معنی کافی نہیں، جیسا کہ پہلے گزرا ہے، تو یہ تعلق باطلاق باطل ہوگی جس طرح انہوں نے اس کو نہر سے نقل کیا ہے لیکن، اگر عورت پہلے کرے ایجاب میں کہے میں نے تجھے اپنا نفس نکاح کر کے دیا اس شرط پر کہ مجھے طلاق ہے تو خاوند نے قبول کرتے ہوئے کہا میں نے قبول کیا، چونکہ جواب میں سوال کا اعادہ ہوتا ہے اس لئے گویا خاوند نے یوں کہا "میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ تجھے طلاق ہے" تو یہ تعلق نکاح کے دونوں رکن (ایجاب و قبول) پائے جانے کے بعد پائی گئی اس کا خانیہ نے افادہ فرمایا جہاں انہوں نے فرمایا کہ جب ابتداءً زوج کرے تو طلاق اور تفویض دونوں نکاح سے قبل پائی گئیں لہذا صحیح نہ ہوں گی لیکن جب عورت ابتداءً کرے تو تفویض نکاح کے بعد پائی گئی کیونکہ جب خاوند نے جواب میں کہا "میں نے

تزوجتك على انك طالق فقلت كان التعليق قبل حصول الملك، اذ لا ملك الا بعد تمام الركنين، ولا تعليق على سبب الملك، فان المعينة يجب فيها حقيقة الشرط لامعناه كما تقدم فكان باطلا كما نقله عن النهي، اما اذا كانت هي المبتدأة انى زوجتك نفسى على انى طالق فقلت كان السؤال معادا فى الجواب، فكانه قال بعد ايجابها قبلت على انك طالق، فوقع بعد تمام الركنين، افاده فى الخانية حيث قال لان البدأة اذا كانت من الزوج كان الطلاق فلا يصح اما اذا كانت البدأة من قبل المرأة يصير التفويض بعد النكاح لان الزوج لما قال بعد كلام المرأة قبلت والجواب يتضمن اعادة ما فى السؤال صار كانه قال قبلت على انك طالق او على

<p>قبول کیا" چونکہ جواب میں سوال کا اعادہ مراد ہوتا ہے تو گویا یوں کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ تجھے طلاق ہے، یا تفویض کی صورت میں یوں کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ طلاق کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے تو تفویض نکاح کے بعد ہوئی اھ، (میں کہتا ہوں) اس سے صورت کا حکم معلوم ہو گیا جس میں بغیر شرط عورت ایجاب میں پہل کرے اور خاوند قبول کرتے ہوئے شرط ذکر کرے تو طلاق اور تفویض صحیح ہوگی، کیونکہ طلاق کے متعلق عورت کا کلام بے معنی ہے اس کی صحت کا دار و مدار خاوند کے قبول کرنے پر ہے جو کہ قبول کرنے میں مقدر طور پر مذکور ہے کیونکہ خاوند کا جواب عورت کے ایجاب یعنی سوال کو متضمن ہے تو جب خاوند کے قبول کرنے میں صراحتاً شرط مذکور ہو تو بطریق اولیٰ صحیح ہوگا اھ میں نے یہاں حاشیہ میں جو لکھا وہ ختم ہوا، اس سے یہاں پر تمام بحث کا آپ کو علم ہو گیا۔ (ت)</p>	<p>ان يكون الامر بيدك فيصير مفوضاً بعد النكاح اه قلت وبه تبين حكم ما اذا ابتدأت المرأة من دون شرط وقبل الزوج بشرط حيث يصح الطلاق و التفويض لان كلام المرأة لا عبرة بها في هذا الباب، كانت الصحة فيما مر لوقوعه في قبول الزوج تقديراً لتضمن الجواب مافی السؤال، فاذا وقع فيه تحقيقاً كان اولی بالصحة¹ اھ ما كتبت عليه وبه يظهر لك كل ما ذكرناه هنا۔</p>
--	---

پھر بہر صورت منکوہہ ثانیہ خواہ ہندہ صورت مذکورہ میں جس پر طلاق پڑے گی تین طلاقیں ہوں گی کہ عرف میں طلاق مغلطہ اسی کو کہتے ہیں۔

<p>اقول (میں کہتا ہوں کہ) جب گفتگو عرف پر مبنی ہے تو اب تنویر کی اس عبارت سے اعتراض پیدا نہ ہوگا کہ "غلیظ تطلاق والی ہے" یہ ایک طلاق بائنہ ہوگی بشرطیکہ تین کی نیت نہ کرے۔ پھر یہ معلوم ہونا چاہئے کہ طلاق کا وقوع صفت کے ساتھ ہوگا جب صفت مذکور ہوگی، مثلاً جب خاوند کہے "تجھے طلاق ہے قطعی" حتیٰ کہ اس کے ساتھ متصل ان شاء اللہ کہہ دے تو یہ طلاق واقع نہ ہوگی (کیونکہ ان شاء اللہ کا تعلق طلاق قطعی کے ساتھ ہے صرف "قطعی" سے نہیں) اگر اس میں</p>	<p>اقول وحيث كان البناء عليه فلا يرد ان قال انت طالق اغلظ الطلاق واحدة بائنة ان لم ينو ثلاثاً² كما في التنوير ثم اعلم ان الوقوع بالصفة عند ذكرها كما اذا قال انت طالق البتة حتى لو قال بعدها ان شاء الله متصلاً لا يقع ولو كان الوقوع باسم الفاعل لوقع كما في رد المحتار فلا يتوهم</p>
--	---

¹ جد الممتار حاشیة رد المحتار باب الرجعة حاشیہ نمبر ۱۰۸۷ الجمع الاسلامی مبارکپور انڈیا ۶۶/۲۱-۵۶

² در مختار شرح تنویر الابصار باب الصریح مطبع مجتہبائی دہلی ۲۲۲/۱

<p>طلاق کا وقوع صرف لفظ "طالق" اسم فاعل سے ہوتا تو پھر ان شاء اللہ کا تعلق صرف لفظ "قطعی" یعنی البتہ سے ہوتا، اور طالق کے ساتھ نہ ہونے کی بناء پر طلاق واقع ہو جاتی، جیسا کہ ردالمحتار میں بیان کیا ہے تو اس قاعدہ کی بناء پر یہ وہم نہیں کیا جاسکتا کہ دوسری نئی بیوی غیر مدخولہ ہونے کی وجہ سے اس پر مذکورہ شرط والی مغلظہ طلاق نہ پڑی تو وہ انت طالق (تو طلاق والی ہے) سے بائند ہو گئی، کیونکہ تعلق میں شرط کے پائے جانے کے وقت طلاق والی کلام کا تکلم متحقق ہوتا ہے تو شرط پائے جانے پر گویا اس نے کہا تو طلاق والی ہے طلاق مغلظہ کے ساتھ، تو غیر مدخولہ کو طالق کہنے پر بائند طلاق ہو گئی اور اس کے بعد مغلظہ کا وصف لغو قرار پایا، اس وہم کے مدفوع ہونے پر غور کرنا چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>ان الاخریٰ ینزل علیہا الطلاق وهو غیر مدخول بہا والتعلیق کالتکلم عند وجود الشرط فکانہ قال لہا حیث عندانت طالق طلاقاً مغلظاً فطلقت بطالق ولغاً الوصف فافہم، واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

مسئلہ ۱۹: از ریاست رامپور مرسلہ حبیب اللہ بیگ جماعت مولوی فاضل اور نسیل کالج ۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی عورت سے کہتا ہے کہ تجھ پر تین شرطوں سے طلاق قول من حیث ہو قول کیا، کسی چیز کی طرف اشارہ وغیرہ نہیں کیا بس تین شرطوں سے کہہ دیا یہ طلاق کون طلاق، واقع ہو گئی اور کیوں؟ اور تین شرطوں سے کیا مراد ہے اور کیوں؟

الجواب:

ظاہر الفاظ کا مفاد یہ ہے کہ طلاق بشرطِ مجہول دیتا ہے تو یہ کہنا ایسا ہوا کہ مطلقہ ہے، اگر تین شرطیں پائی جائیں اس صورت میں طلاق اصلاً واقع نہ ہوگی، درمختار میں ہے:

<p>تعلیق کی صحت کے لئے مشروط کا ذکر ضروری ہے، تو یوں کہنا "تجھے طلاق ہے اگر" لغو قرار پائے گا، اسی پر فتویٰ ہے (ت)</p>	<p>وشرط صحته ذکر المشروط فنحو "انت طالق ان لغوبہ یفتی^۱۔</p>
--	--

اور ایک احتمال یہ بھی ممکن کہ اس نے اپنے جاہلانہ محاورہ سے تین عدد کو تین شرطیں کہا ہو جیسے تین بار ہاتھ دھونے کو بعض جہال کہتے ہیں تینوں شرطیں پوری کر لو۔ اگر یہ اس کا محاورہ و مقصود ہے تو تین طلاقیں ہو گئیں۔ ردالمحتار میں ہے:

^۱ درمختار باب التعلیق مطبع مجتہبی، دہلی، ۲۳۰/۱

یحمل کلام کل عاقل و حالف علی عرفہ ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	عقد کرنے والے کے اور حلف دینے والے کلام کو اس کے عرف پر محمول کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
---	--

مسئلہ ۲۰: از چھاؤنی برار علاقہ ریاست گوالیار متصل عقب گرس اسکول بمعرفت منشی سید امجد علی صاحب مرسلہ عطا حسین صاحب نقشہ نوے ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے والد اور ہندہ نے زید سے اسٹامپ لکھوا کر کچھری میں رجسٹری کروالی ہے جن میں کے چند شرائط درج ہیں:

(۱) ہندہ تمام عمر اپنے باپ ہی کے مکان پر رہے گی۔

(۲) جو اس وقت اولاد موجود ہے اس کی مالک ہندہ ہوگی زید مالک نہیں ہو سکتا اور آئندہ جو اولاد ہوگی اس اولاد کی بھی مالک ہندہ ہوگی۔

(۳) ہندہ کی حیات میں تم دوسری شادی نہیں کر سکو گے۔

(۴) دس اور وہ ماہوار ہندہ کے خرچ کے لئے زید کو ہندہ کے والد کے مکان پر بھیجنا ہوں گے۔

(۵) میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر کسی وقت میں تین ماہ تک بہ استثنائے حوادثِ زمانہ جس کو میری زوجہ تسلیم کر لے خرچ نہ بھیجوں یا شرط مذکورہ بالا میں سے کسی شرط کا ایفاء نہ کروں تو میری یہ تحریر بجائے تین طلاق مغلظ و شرع کے سمجھی جائے، یہ سب شرائط لکھنے کے بعد زید چھ ماہ تک ہندہ سے ملنے نہیں گیا اور نہ چھ ماہ تک ہندہ کے لیے خرچ بھیجا، بعد چھ ماہ کے زید ہندہ کے مکان پر گیا، ہندہ کے والد نے زید کو ہندہ سے ملنے دیا اور ہندہ کو زید کے ہمراہ رخصت کر دیا، زید ہندہ کو اپنے مکان پر لے آیا، اسی طرح سے آنا جانا بنا رہا، بعد چار ماہ کے ہندہ کا خط زید کے پاس آیا مجھ کو خرچ بھیجو، زید اس وقت بوجہ قرضداری کے خرچ نہیں بھیج سکا، ہندہ کے والد نے پھر ایک خط زید کو بھیجا تم نے اپنی تحریر کے موافق خرچ نہیں بھیجا تین ماہ کے بجائے چار ماہ گزر گئے اس لئے تم دونوں کو شریعت نے بالکل علیحدہ کیا طلاق ہو چکی اب کسی طرح میل جول نہیں ہو سکتا تم کو نوٹس دیا جاتا ہے کہ تیرہ سو بیس^{۳۲۰} روپے حق مہر یکمشت ادا کر دو، اس وقت اولاد کا دعویٰ کرنا، زید ہندہ کے والد کے پاس گیا زید نے یہ کہا جبکہ میں نے چھ ماہ تک خرچ نہیں بھیجا اور ہندہ کو آپ نے میرے ہمراہ رخصت کر دیا، اتنے عرصہ تک خرچ نہ بھیجنے پر اس وقت طلاق کیوں نہیں ہوئی، ہندہ کے والد نے جواب دیا ہندہ نے تم کو خرچ بھیجنے کیلئے نہیں لکھا تھا اب ہندہ نے تم کو خرچ منگوانے کے لئے لکھا ہے اس وقت سے تین ماہ رکھے گئے ہیں، پھر زید نے

^۱ رد المحتار باب التعلیق دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۹۹/۲

یہ سوال کیا کہ اسٹامپ میں آپ نے یا ہندہ نے یہ نہیں درج کروایا ہے کہ خرچ منگوانے پر تین ماہ رکھے جائیں، پھر زید نے ہندہ کا خط ہندہ کے والد کے روبرو پیش کیا، تین ماہ گزرنے میں پانچ یوم باقی ہیں ہندہ کے والد نے زید سے کہا تین ماہ کے تمیں ۳۰ روپے دے دو تمیں ۳۰ روپے دینے پر بھی تم ہندہ سے نہیں مل سکو گے اس وقت تک جبکہ تمہاری زوجہ کو خرچ نہ بھیجنے پر معذور سمجھے، اور علمائے دین سے دریافت کیا جائے اگر علمائے دین ملنے کی اجازت دے دیں اس وقت تم کو اطلاع دے دیں گے تم آ کر اپنی زوجہ کو رخصت کرا لے جانا، اور اگر علمائے دین نے ملنے کی اجازت نہ دی اور طلاق مقرر کر دی تو تمہارے تمیں ۳۰ روپے واپس کر دئے جائیں گے، زید نے کہا اس وقت میرے پاس تمیں ۳۰ روپے نہیں فی الحال دس روپے لئے لیجئے مکان پر پہنچ کر بیس ۲۰ روپے اور بھیج دوں گا انہوں نے دس روپے نہیں لئے، زید کو واپس لوٹا دیا، ہندہ کے والد نے زید کو اولاد دیتے ہیں اور نہ ہندہ سے ملنے دیتے ہیں، زید میں اس قدر حیثیت نہیں ہے کہ تیرہ سو بیس ۳۲۰ روپیہ حق مہر یکمشت ادا کر سکے، اب ہندہ کے والد یہ کہتے ہیں کہ علماء سے اجازت لو اگر علمائے دین ہندہ سے ملنے کی اجازت دے دیں تو پھر مجھ کو کچھ عذر نہ ہوگا تمہارے ساتھ ہندہ کو رخصت کر دوں گا، اب عرض یہ ہے کہ ان سب شرائط سے طلاق ہوئی یا نہیں؟ ہندہ کے والد نے زید کو لکھا کہ جس عالم سے تم فتویٰ منگواؤ اگر وہ لکھیں کہ طلاق نہیں ہوئی تو ان کو یہ ضرور لکھ دینا کہ جس کتاب سے طلاق نہیں ہوئی ہے (ثابت ہے) اس کتاب کا نام اور صفحہ کا نمبر ضرور لکھیں۔ بینوا تو جروا

الجواب:

یہ سب جاہلانہ خرافات ہیں، وہ اقرار نامہ باطل محض ہے اس میں جتنی شرطیں لگائیں سب باطل و مردود و خلاف شرع ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی شریعت میں نہیں، جو شرط شریعت کے خلاف ہو وہ باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہوں، اللہ کا حکم حق ہے، اور اللہ کی شرط مؤکد۔ (اس کو بخاری اور مسلم نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔ ت)</p>	<p>ما بال رجال یشترون شروطا لیست فی کتاب اللہ ماکان من شرط لیس فی کتاب اللہ فهو باطل وان کان مائة شرط فقصاء اللہ احق وشرط اللہ اوثق^۱۔ رواہ البخاری و مسلم عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔</p>
---	---

اور اب باپ ہی کے یہاں رہے گی اور موجودہ اولاد کی وہی مالک ہوگی اور آئندہ اولاد کی بھی وہی مالک ہوگی اور

^۱ صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۷۷

باپ کے گھر بیٹھے نفع پائے گی یہ سب شرطیں خلاف شرع و مردود ہیں پانچویں شرط کو خلاف کرے تو یہی تحریر تین طلاق سمجھی جائے یہ بھی باطل ہے، غیر طلاق کو طلاق سمجھنا کیا معنی، فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

<p>ایک عورت نے اپنے خاوند کو کہا تو مجھے طلاق دے، تو خاوند نے کہا دی ہوئی یا کی ہوئی سمجھ، تو طلاق نہ ہوگی خواہ نیت بھی کی ہو۔ گویا خاوند نے عربی میں کہا تو خیال کر لے کہ تو طلاق والی ہے۔ تو ایسا کہنے پر طلاق نہیں اگرچہ نیت طلاق بھی ہو، اہم لخصاً (ت)</p>	<p>امرأة قالت لزوجها مطلق ده، فقال الزوج داده انكار او كرده انكار لا يقع وان نوى كانه قال لها بالعربية احسبى انك طالق وان قال ذلك لا يقع وان نوى اہم لخصاً۔</p>
--	---

اسی میں ہے:

<p>اگر کسی شخص کو یہ کہا جائے کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو وہ جواب میں کہے تو اس مطلقہ شمار کریا کہے بیوی کو مطلقہ سمجھ لے، تو اس سے طلاق نہ ہوگی (ت)</p>	<p>لو قيل لرجل اطلقت امرأتك فقال عدها مطلقه او احسبها مطلقه لا تطلق امرأته²۔</p>
--	---

بالجملہ نہ صورت مستفسرہ میں طلاق ہوئی نہ عورت مالک اولاد ہو سکتی ہے،

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیوی کا نفقہ اولاد والے یعنی خاوند پر ہے۔ (ت)</p>	<p>قال الله تعالى وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ³۔</p>
---	--

ہاں بحق حضانت لڑکاسات برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے گا اور لڑکی نو برس کی عمر تک، پھر باپ لے گا۔ شوہر اگر اپنے پاس بلانا چاہے تو عورت کو باپ کے گھر رہنے کا اختیار نہیں،

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اپنی بیویوں کو وہاں رکھو جہاں سکونت پذیر ہو۔ (ت)</p>	<p>قال الله تعالى أَسْكُنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ⁴۔</p>
---	--

اگر شوہر کے پاس آنے سے انکار کرے گی نفقہ پانے کی مستحق نہ ہوگی۔ عامہ کتب میں ہے: لانفقة للناشزة⁵

¹ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق نوکسور لکھنؤ ۲۱۰/۲

² فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق نوکسور لکھنؤ ۲۱۳/۲

³ القرآن الکریم ۲۲۳/۲

⁴ القرآن الکریم ۶/۶۵

⁵ بحر الرائق باب النفقة النجیم سعید کمپنی کراچی ۱۷۹/۱، رد المحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۳۷/۲

(نافرمان بیوی کے لئے نفقہ نہیں۔ ت) مہراگر نہ معجل تھا نہ مؤجل یعنی رخصت سے پہلے دینا قرار پایا تھا نہ کوئی میعاد معین مثلاً سال دو سال قرار پائی تھی، تو جب تک موت یا طلاق نہ ہو عورت کو اس کے مطالبہ کا کچھ اختیار نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

مؤخر المہر حق طلبہ انما ثبت لها بعد الموت او مؤخر کردہ مہر کا مطالبہ، طلاق یا موت کے بعد ہو سکتا ہے۔	الطلاق ^۱ ۔
--	-----------------------

پدر ہندہ کا یہ شرط لگانا کہ کتاب کا صفحہ بتایا جائے انہیں شرائط کے قبیل سے ہے جو اس نے اقرار نامہ میں لکھوائیں اگر وہ ذی علم ہوتا اس پر یہ احکام مخفی نہ رہتے نہ ایسا مہمل اقرار نامہ لکھواتا نہ یہ ہوتا کہ چھ مہینے گزرنے پر طلاق نہ سمجھی، تین مہینے گزرنے پر طلاق ہے، اور جو بے علم ہے اس کا حوالہ و صفحہ طلب کرنا اپنے منصف سے بڑھنا ہے اور اسے صفحہ بتانا فضول، اسے یہ حکم ہے کہ علماء سے دریافت کرے نہ یہ کہ صفحہ سطر جانچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱: از جبلپور محلہ بھان تلیا مرسلہ محمد نظیر داد خاں سوال نویس کچہری خفیہ ۲۰ رجب ۱۳۱۸ھ

منکہ علاء الدین ولد شیخ رجب قوم مسلمان ساکن جبلپور محلہ گلگاتلاب کا ہوں، چونکہ بوجہ دو عورتوں کے بیابا تھا عورت میری سے آپس میں تکرار ہوا کرتی تھی سو آج کے روز رو رو گوہان ذیل یہ تصفیہ ہوا کہ میں بلاعذر کھانا کپڑا دیا کروں گا اور رات کے وقت مکان میں بھی رہا کروں گا اور بالفرض اگر میں ایک ماہ تک بلاوجہ کھانا کپڑا نہ دوں اور مکان میں رات کے وقت نہ رہوں تو رو رو گوہان یہ تصفیہ ہوا کہ عورت مذکورہ ہمارے نکاح سے باہر مثل طلاق کے ہو جائے اور میری لگت فسخ ہو جائے اور جوڈگری عدالت سے ہمارے نام کی ہے وہ بھی باطل ہو جائے اور بیابا عورت کو اختیار ہے کہ وہ اپنے مکان میں جو اس کے باپ کا ہے رہے میں بھی اسی جگہ رہوں گا اور کھانا کپڑا دوں گا اس میں کسی طرح کا عذر و حیلہ نہ کروں گا عذر کروں تو جھوٹ، اس واسطے یہ چند کلمے بطریق اقرار نامہ کے لکھ دئے کہ سندر ہے اور وقت ضرورت کام آئے۔

میری شادی علاء الدین کے ساتھ عرصہ سات سال کا ہوا ہو گئی تھی اب میرے والدین قضا کر گئے اور میرا کوئی شریپرست نہیں رہا، میرے خاوند نے عرصہ چھ سال کا ہوا کہ ایک دوسرا نکاح کر لیا اور اس کے ہمراہ رہا کرتا ہے میری کسی طرح سے کفالت نہیں کرتا ایک مرتبہ پنچایت میں اس نے میرے نان نفقہ کا اقرار کر کے ایک اقرار نامہ مورخہ ۷ جون ۱۸۹۹ء کو تحریر کر دیا تھا اور اقرار کیا تھا کہ اگر اقرار پورا نہ کروں تو طلاق ہو جائے مگر اس نے اپنا عہد پورا نہیں کیا اور میری وہ کیفیت ہے جو سابق میں تھی اب میں گزر اوقات کس طرح کروں اور میں نکاح سے

^۱ ردالمحتار کتاب القضاء فصل فی المجلس دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۴۳/۴

باہر کیونکر ہو سکتی ہوں مجھے اس سے کچھ امید نہیں۔ مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۰۰ء عرضی مسماۃ بتول ولد بیچن خاں میاں نظیر داد خاں: باوجود ہونے پچائیت اور تحریر اقرار نامہ کے علاء الدین مسماۃ بتول کی پرورش بالکل نہیں کرتا اور مخفی رہتا ہے، کیا بموجب تحریر اسٹامپ طلاق ہو گئی، اگر ہو گئی ہو تو مطلع کرو اس کا عقد ثانی کر دیا جائے تاکہ بلا سے نجات ہو، اس شخص نے کبھی کفالت نہیں کی اور نہ امید پائی جاتی ہے۔ مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۰۰ء

محمد خاں: خدمت مولانا عبدالسلام صاحب زاد فیضہ، چونکہ یہ مذہبی معاملہ ہے، میرے پاس یہ کاغذات آئے، میں نے شروع سے اخیر تک دیکھا واقعی علاء الدین اپنی بیابہتا عورت سے کسی قسم کا سروکار نہیں رکھتا اور نہ اس کی کفالت کرتا ہے، اس نے ایک دوسرا نکاح کر لیا ہے اس کی ہمراہی میں رہتا ہے، ایسی حالت میں اسکی زندگی پار ہونا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے، آپ تحریر فرمائیے کہ یہ نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں، اور عقد ثانی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔ ۱۶ اگست ۱۹۰۰ء محمد نظیر داد خلاصہ جواب: صورت مستفسرہ میں ثبوت کتابت اقرار نامہ مذابلا کراہ، از علاء الدین یا از جانب علاء الدین مع تحقیق خلاف اقرار نامہ یعنی ترک نان و نفقہ زوج و ترک شب باشی بازوجہ تا یک ماہ معلق علیہا الطلاق مستلزم ترتب الجزاء علی الشرط یعنی وقوع طلاق کا ہے بمجرد انقضائے مدۃ معینہ بلاشک اس کی زوجہ مذکورہ پر طلاق بائن واقع ہوگی اور وہ عورت اس کے نکاح سے باہر ہو جائے گی۔ فتاویٰ الخیر یہ نفع البریہ میں ہے:

<p>اس میں شک نہیں کہ وہ غیر حاضری اور ترک معاملہ جس پر طلاق کو معلق کیا گیا ہو اگر پایا جائے تو طلاق ہو جائیگی کیونکہ جزاء لازم کرنے والی شرط پائی گئی الخ (ت) بعد انقضائے عدت طلاق وہ عورت عقد کر سکتی ہے۔</p>	<p>لاشك اذا وجدت الغيبة والترك المعلق عليهما الطلاق انه يقع لوجود الشرط الموجب للجزاء الخ¹۔</p>
---	--

بجسم کاغذات ہذا خدمت میں عالی جناب مولانا احمد رضا صاحب بریلوی مرسلہ ہو کر گزارش کی جائے بعد ملاحظہ رائے مناسب سے اطلاع بخشیں۔ المرقوم ۴ ستمبر ۱۹۰۰ء

الجواب:

فی الواقع علاء الدین کا کلام مذکور جہاں تک مقتضائے نظر فقہی ہے تعلق شرعی ہے کہ وقت وجود شرط موجب وقوع طلاق بائن و زوال نکاح جواز نکاح ثانی زن بعد انقضائے عدت ہے جیسا کہ فاضل مجیب سلمہ اللہ القریب المجیب نے بیان فرمایا،

¹ فتاویٰ خیر یہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۵

ظاہر یہی ہے کہ خاوند کا کہنا "رو برو گواہان یہ تصفیہ ہو" شرط اور جزاء کے درمیان فاصلہ نہ بنے گا کیونکہ درمیان میں اس کا یہ کہنا مفید تاکید و تائید مزید ہے لہذا یہ کلام اجنبی نہ ہوگا، درمیان میں فرمایا: خاوند نے بیوی کو کہا تجھے طلاق ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، تو یہ متصل استثناء صحیح ہوگا یعنی طلاق نہ ہوگی اور اگر کھانسی سانس یا باسی ڈکار یا چھینک یا زبان کے ثقل یا منہ کی بندش یا کوئی اور فاصلہ جو مفید تاکید یا تکمیل ہو یا وہ فاصلہ حد یا طلاق یا نداد کیلئے مفید ہو تو بھی استثناء صحیح ہوگا، مثلاً کوئی کہے انت طالق اے زانیہ ان شاء اللہ یا کہے تجھے طلاق ان شاء اللہ، تو طلاق نہ ہوگی، اس کے برخلاف کلام اور استثناء میں وہ فاصلہ ہے جو لغو ہو مثلاً یوں کہے تجھے طلاق رجعی ان شاء اللہ، استثناء صحیح نہ ہوگا اور طلاق ہو جائے گی الخ۔ ہندیہ میں ہے ایک شخص نے بیوی کو کہا تجھے تین طلاق پس جان لے ان شاء اللہ، استثناء صحیح ہوگا، اور اگر یوں کہا تجھے تین طلاق جان لے ان شاء اللہ، یا کہا جا چلی جان ان شاء اللہ تو بیوی کو تین طلاقیں واقع ہوگی اور یہ استثناء باطل قرار پائیگا، یوں ہی فتاویٰ قاضی خان میں ہے الخ۔ اور ہندیہ میں طلاق قبل دخول کی فصل میں ہے کہ اگر کہے تجھے طلاق ہے گواہ ہو جاؤ ان شاء اللہ، تو استثناء صحیح نہ ہوگا اور ایک طلاق ہوگی، اور اگر گواہ ہو جاؤ

الظاہران لایجعل قوله توروبرو گواہان یہ تصفیہ ہو
فأصلاً بین الشرط والجزاء لانه من باب التأكيد
المفيد والتأیید المزید فلا یكون اجنبیاً، (قال فی
الدر) فقال لها انت طالق ان شاء اللہ تعالیٰ متصلاً
الاتنفس او سعال او جشاء او عطاس او ثقل لسان او
امساك فم او فاصل مفید لتأكيد او تکمیل او حد او
طالق او نداء، كانت طالق یا زانیة او طالق ان شاء اللہ
صح الاستثناء، بخلاف الفاصل اللغو كانت طالق
رجعیاً ان شاء اللہ¹ الخ وفي الهندیة رجل قال لامرأته
انت طالق ثلاثاً فأعلمی ان شاء اللہ صح الاستثناء ولو
قال انت طالق ثلاثاً فأعلمی ان شاء اللہ او قال اذهبى ان
شاء اللہ طلقت ثلاثاً وبطل الاستثناء كذا فی فتاویٰ
قاضی خان² اه وفيها فی فصل الطلاق قبل الدخول لو
قال انت طالق اشهدوا ثلاثاً فواحدة ولو قال فاشهدوا
فثلث

¹ درمختار باب التعلیق مطبع مجتہبی دہلی ۲۳۳/۱

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الرابع فی الاستثناء نورانی کتب خانہ پشاور ۲۶۰/۱

<p>کی بجائے پس گواہ ہو جاؤ کہ، تو تین طلاقیں ہوں گی، عتابیہ میں یونہی ہے اھ، اسی باب میں ردالمحتار میں بحر سے انہوں نے ظہیر یہ سے نقل کیا اور کہا حاصل یہ ہے سانس کا ٹوٹ جانا یا منہ بند ہو جانا طلاق اور اس کے عدد میں اتصال کو منقطع نہ کرے گا اور یوں مخاطبہ کو معین کرنے کے لئے ندا بھی فاصل نہ بنے گی، اور اسی طرح فاشدوا، فاء کے ساتھ عطف بھی فاصل نہ ہوگا کیونکہ مابعد کا ماقبل سے تعلق ہوتا ہے تو پورا کلام واحد ہوگا (ت)</p>	<p>كذافي العتابية¹ اھومثله في هذا الباب المذكور من رد المحتار عن البحر من الظهيرية قال وحاصله ان انقطاع النفس وامسك الفم لايقطع لاتصال بين الطلاق وعدده وكذا النداء لانه لتعيين المخاطبة وكذا عطف فاشهد بالفاء لانها تعلق مابعدھا بما قبلھا فصار الكل كلاما واحدا²</p>
---	--

تحقق شرط میں اتنے امر کا لحاظ ضرور ہے کہ مہینہ بھر تک روٹی کپڑا نہ دینا اور شب کو مکان میں نہ رہنا بلاوجہ مقبول شرعی ہوا ہو کہ شرط میں "بلاوجہ" کا لفظ مذکور ہے تو کسی وجہ قابل قبول شرع کے باعث اگر مہینہ بلکہ برس گزر گیا اور اسے نہ کھانا کپڑا یا نہ مکان میں رہا تو طلاق نہ ہوگی، یونہی اگر دونوں شرط مذکور یعنی عدم انفاق و عدم شب باشی سے صرف ایک ثابت ہوئی مثلاً یہ تو ثابت ہوا کہ بلاوجہ مہینہ بھر تک روٹی کپڑا نہ دیا مگر مہینہ بھر تک رات کو مکان میں بلاوجہ نہ رہنے کا ثبوت نہ ہو سکا یا بالعکس تو جب بھی طلاق ثابت نہ ہوگی کہ یہاں دونوں شرطوں کا ثبوت ثبوت طلاق کے لئے ضرور ہے۔

<p>ردالمحتار میں ہے اگر حرف شرط مکرر نہ ہو تو دو چیزوں یعنی شرط و جزا کا پایا جانا ضروری ہے، جزاء کو شرط سے مقدم ذکر کیا ہو یا موخر ذکر کیا ہو، برابر ہے، بحر، لمخصا۔ (ت)</p>	<p>في رد المحتار. ان لم يكرر اداة الشرط فلا بد من وجود الشبيئين قدم الجزاء عليها او اخره³ بحر. ملخصا۔</p>
---	--

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اس مقدمے میں بالاتفاق بار ثبوت عورت کے ذمے ہے کہ مہینہ بھر تک نان و نفقہ نہ ملنے کے باب میں اگرچہ عورت محتاج گواہان نہیں بلکہ صرف اس کا بیان حلفی کافی ہے،

<p>زوجیت پائی جائے اور بیوی خاوند سے خرچہ وصول</p>	<p>وعند قيام الزوجية وكونها مستحقة</p>
--	--

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الرابع في الطلاق قبل الدخول نورانی مکتب خانہ پشاور ۱/۳۷۳

² ردالمحتار باب طلاق غير المدخول بها دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۶۲

³ ردالمحتار باب التعليق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۰۸

<p>کرنے کی مستحق ہو، جیسا کہ خاوند کی تحریر شاہد ہے تو پھر کسی نئے حادثہ کے بغیر نفقہ سے کوئی مانع نہیں اور ظاہر حال عورت کے حق میں جبکہ وہ ایسے حادثے کا انکار کرتی ہو پھر اگر خاوند اس حادثہ کا مدعی ہو تو خاوند پر حادثہ کو ثابت کرنا لازم ہوگا (ت)</p>	<p>لینفقہ کہا یشهد بہ کتابۃ الزوج لایکون الوجه المانع الاحداثاً فیکون الظاهر مع المرأة المنکرۃ حدوثة فان ادعاه الزوج فلیثبتہ۔</p>
--	---

مگر صرف اسی قدر تو شرط طلاق نہ تھا بلکہ مہینہ بھر تک بلاوجہ ترک شب باشی بھی، اور اس کا ثبوت گواہان شرعی سے دینا بلاشبہ عورت پر لازم ہے فقط اس کا بیان اگرچہ حلفی ہو یہاں ہرگز معتبر نہیں

<p>کیونکہ بیوی اس سے اثبات طلاق کا ارادہ رکھتی ہے اور خاوند طلاق سے انکار کر رہا ہے جبکہ شرائط کے متعلق نئی پر بھی گواہی قابل سماعت ہے۔ درمختار میں ہے (اگر خاوند اور بیوی نے طلاق سے متعلق شرط کے پائے جانے میں اختلاف کیا) یعنی شرط کے ثبوت میں، تاکہ یہ عدمی شرط کو بھی شامل ہو سکے (تو خاوند کی بات کو اس سے قسم لے کر، تسلیم کر لیا جائے گا) کیونکہ وہ طلاق سے انکاری ہے۔ اس مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر خاوند نے طلاق کو چند دن نفقہ نہ پہنچانے سے معلق کیا تھا تو اب اختلاف میں خاوند کا موقف یہ ہے کہ اس نے نفقہ پابندی سے پہنچایا ہے اور بیوی اس کا انکار کرتی ہے تو اس میں خاوند کی بات معتبر ہوگی، قنہ میں اسی پر جزم کیا ہے لیکن خلاصہ اور بزاز یہ میں بیوی کی بات معتبر قرار دینے کو صحیح قرار دیا ہے، اسی کو بحر اور نہر میں ثابت رکھا ہے، اور وہ متون کی تخصیص کا متقاضی ہے لیکن مصنف نے فرمایا کہ ہمارے شیخ نے اپنے فتاویٰ میں اس پر جزم کا اظہار فرمایا جس کو متون اور شروح نے بیان کیا ہے کیونکہ مذہب کی ترجمانی کے لئے یہی موضوع ہیں جیسا کہ مخفی نہیں ہے (الایہ کہ بیوی گواہ پیش</p>	<p>لانہا ترید بہذا الثبات الطلاق وهوینکرہ والبیئۃ علی النفی مسبوۃ فی الشروط فی الدرالمختار (ان اختلفا فی وجود الشرط) ای ثبوته لیعم العدمی (فالقول له مع الیئین) لانکاره الطلاق ومفادہ انه لو علق طلاقہا بعدم وصول نفقتها ایاماً فادعی الوصول وانکرت ان القول له وبہ جزم فی القنیۃ، لکن صحح فی الخلاصۃ والبزازیۃ ان القول لها واقره فی البحر والنہر وهو یقتضی تخصیص المتون، لکن قال المصنف وجزم شیخنا فی فتواہ بما تفیدہ المتون والشروح لانہا الموضوعۃ لنقل المذہب کمالاً یخفی، (الاذا برہنت) فان الیئۃ</p>
--	--

کردے) کیونکہ شرط کے متعلق گواہی قبول ہوتی ہے اگرچہ یہ شرط منہی ہوا، اس مقام پر ردالمحتار میں ہے کہ ماتن کا قول کہ اس (بیوی کی بات معتبر ہے) کو بحر میں ثابت رکھا، یہ بات انہوں نے فصل امر بالید میں یوں کہی ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ خاوند کی بات معتبر ہوگی کیونکہ وہ طلاق کے وقوع کا منکر ہے، مگر اس کے ساتھ وہ نفقہ بیوی تک پہنچانے کو ثابت نہیں کر رہا، لہذا اصح یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بیوی کی بات معتبر ہوگی اور اسی طرح ہر ایسے مقام میں جہاں خاوند حق کو پورا کرنے کا مدعی ہو اور بیوی منکر ہو تو بیوی کی بات معتبر ہوگی، خیر الدین رملی نے بھی فیض اور فصول سے اس کی تصحیح کو نقل کیا ہے، اور ماتن کا قول کہ یہ (بیوی کی بات کا معتبر قرار دینا) متون کی تخصیص کا متقاضی ہے یعنی متون کے اس قول کا کہ خاوند کی بات معتبر ہوگی بایں صورت کہ خاوند کا دعویٰ مالی حق کو پہنچانے پر مشتمل نہ ہو یعنی متون کی مطلق عبارت کو مقید بنانے سے تخصیص ہوگی اور مختصر اور غمز العیون میں ہے کہ خلاصۃ الفتاویٰ اور بزازیہ میں ہے ہر ایسے مقام پر جہاں خاوند کے مالی حق کو پہنچانے کا دعویٰ ہو اور بیوی کا انکار ہو تو خاوند کی بات کے معتبر نہ ہونے کی تصحیح کی ہے، لہذا یہ بات متون کی تخصیص کا تقاضا کر رہی ہے، اس بحث کو غنیمت سمجھو۔ (ت)

تقبل علی الشرط وان كان نفيًا¹ اھ فی ردالمحتار قوله واقرة فی البحر حیث قال فی فصل الامر بالید قبیل القول له لانه ینکر الوقوع لکن لایثبت وصول النفقة لیها والاصح ان القول قولها فی هذا وفي کل موضع یدعی ایفاء حق وہی تنکراھ، ونقل الخیر الرملی ایضاً تصحیحہ عن الفیض والفصول، قوله وهو یقتضی تخصیص المتون ای تخصیصها بكون القول له اذالم یتضمن دعوی ایصال مال حملا للمطلق علی المقید² اھ باختصار، البزازیة عدم قبول قوله فی کل موضع یدعی ایفاء حق مالی وہی تنکر فهذا یقتضی تخصیص المتون فأعتنم هذا³۔

وجوہ شرعیہ جو یہاں قابل قبول ہوں متعدد مگر ان کے بیان سے دست کشی کی جاتی ہے کہ تعلیم نہ ہو اگر کوئی وجہ باعث ترک تھی تو علماء الدین خود بیان کر دے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲: از کلکتہ ٹرین اسٹریٹ ۹۲ مسجد سمرمد خلیفہ مرسلہ عبدالرشید صاحب ۹ ذی الحجہ المبارک ۱۳۲۰ھ مرجع خاص و عام ملاذ علمائے کرام لازالت عنبتنم کہف الانام سلام مسنون بر سیم فدویان عقیدت کیش

¹ درمختار باب التعلیق مطبع مجتہبائی دہلی ۲۳۱/۱

² ردالمحتار باب التعلیق دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰۲/۲

³ غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الطلاق ادارة القرآن کراچی ۲۵۶/۱

بجاء آوردہ، گزارش یہ ہے بنگالہ کے بعض دیار میں یہ دستور ہے کہ جب نوشہ شامل رات ڈلہن کے مکان پر جاتا ہے تو ڈلہن کے اولیاء واقرباء غیر مناسب شرائط سے کابین لکھوا کر نوشہ کو اوپر دستخط کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور در صورت عدم دستخط لڑکی دینے سے انکار کرتے ہیں، پچارہ نوشہ بخوفِ ندامت و تضرع زیورات و اسباب شادی جبراً و قہراً اس پر دستخط کر دیتا ہے اور بعد دستخط کرنے کے باقاعدہ رجسٹری بھی کرا دیتا ہے حالانکہ پیشتر اس مجلس نکاح کے ان بیہودہ شرائط کا تذکرہ تک نہیں ہوتا ہے، منجملہ ان غیر مناسب شرائط کے ایک شرط یہ بھی ہوتی ہے کہ تاحین حیات منکوحہ ہذا اور کسی عورت سے ہرگز شادی و نکاح نہ کروں گا، اگر کروں تو دوسری عورت مطلقہ بطلاق ثلاثہ بائنہ ہوگی خواہ منکوحہ ہذا بروقت نکاح بازن دیگر میرے نکاح میں موجود ہو یا نہ ہو۔ پس دریں صورت مسئولست کہ شرعاً ایسی بھی صورت ہے کہ نکاح مذکور کو اس منکوحہ کے حین حیات میں دوسری عورت سے نکاح کرنا جائز ہو جائے، بینوا ابو الکتائب توجروا عند الوہاب جواب بحوالہ کتب فقہیہ مع نقل عبارت مرحمت ہو۔

الجواب:

اگر کوئی فضولی بطور خود بے اس کی توکیل کے اس کا نکاح کسی عورت سے کر دے اور وہ شخص اجازت فعلی سے اسے جائز و نافذ کر دے زبان سے کچھ لفظ نہ کہے تو اس صورت میں منکوحہ ثانیہ پر طلاق اصلانہ ہوگی اگرچہ منکوحہ اولیٰ ہنوز خود اس کے نکاح میں موجود ہو اور فضولی یوں آپ نہ کر دے تو اس قسم کے الفاظ اس کے سامنے کہے کہ کاش کوئی فلاں عورت سے میرا نکاح کر دیتا یا کیا اچھا ہوتا کہ کوئی دوست بطور خود میرا عقد اس سے کر دیتا،

وذلك لان هذا الفاظ الامانى دون الانابة حتى يكون توكيلا۔	یہ اس لئے کہ یہ الفاظ تمنائی ہیں یہ نیابت ثابت نہیں کرتے حتی کہ وکیل بنانا متصور ہو سکے۔ (ت)
--	---

اور اجازت فعلی یہ کہ مثلاً عورت کو مہر جو مقرر ہوا ہے بھیج دے یا زبان سے نہ کہے کاغذ پر لکھ دے کہ میں نے اس نکاح کو نافذ کیا اور اگر فضولی خواہ کسی نے اس عقد فضولی کی اس کو مبارکباد دی اور اسے سن کر سکوت کیا جب بھی عقد صحیح اور نافذ ہو گیا اور طلاق نہ پڑے گی، در مختار میں ہے:

زوجه فضولی فاجاز بالقول حنث وبالفعل ومنه الکتابة لایحنث به یفتی خانیتہ ¹	کسی کا نکاح فضولی شخص نے کر دیا تو اس شخص نے زبانی جائز کہہ دیا تو قسم ٹوٹ جائیگی اور عملی کارروائی سے جس میں لکھنا بھی شامل ہے، جائز کرے تو قسم نہ ٹوٹے گی، خانیتہ۔ (ت)
--	--

¹ در مختار باب البیہین فی الضرب والقتل وغیر ذلك مطبع مکتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ

ردالمحتار میں ہے:

فی حاوی الزاہدی لوہنأه الناس بنکاح الفضولی فسکت فہذا اجازة ¹	زاہدی کی کتاب حاوی میں ہے کہ اگر کسی کو لوگوں نے فضولی نکاح پر مبارکباد دی، تو وہ خاموش رہا، تو یہ اجازت متصور ہوگی۔ (ت)
---	--

اشباہ میں ہے:

حلف لایتزوج فالحيلة ان یزوجہ فضولی ویجیزہ بالفعل ²	اگر کسی نے شادی نہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہو تو اس کے لئے شادی کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ کوئی فضولی شخص اس کا نکاح کر دے اور یہ شخص کسی فعل کے ذریعہ سے اس نکاح کو جائز کر دے۔ (ت)
---	--

غمز میں ہے:

الاجازة بالفعل کبعث المہر وشئى منه والمراد الوصول الیہا ذکرہ الصدر الشہید رحمہ اللہ تعالیٰ، وقیل سوق المہر یکنی مطلقاً لان المہجوزة الاجازة بالفعل وهو تحقق بالسوق ³	عملاً (فعل کے ذریعے) نکاح جائز کرنے کی صورت یہ ہے کہ وہ شخص مہر یا اپنی طرف سے کوئی چیز بھیج دے یعنی منکوحہ کو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس تک پہنچا دے۔ یہ بات صدر شہید نے ذکر کی ہے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ بیوی کو دینے کی بجائے محض مہر روانہ کر دینا ہی نکاح کی فعلی اجازت کو کافی ہے کیونکہ بالفعل اجازت کو جائز قرار دیا گیا ہے تو روانہ کر دینا بھی فعل ہے۔ (ت)
---	---

بحر الرائق میں ہے:

ینبغی ان یجیبی الی عالم ویقول له ما حلف واحتیاجہ الی نکاح الفضولی فیزوجہ العالم امرأة یجیزہ بالفعل فلا یحنت وکذا اذا قال لجماعة لی حاجة الی نکاح الفضولی	مناسب یہ ہے کہ ایسا شخص کسی عالم کے پاس آ کر اپنی قسم کے بارے میں بتائے اور فضولی شخص کے نکاح کر دینے کی حاجت ظاہر کرے تو وہ عالم اس کا کسی عورت سے خود نکاح کر دے، اور یہ اس نکاح کی اجازت اپنے کسی فعل سے دے تو
--	---

¹ ردالمحتار باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷/۳

² الاشباہ والنظائر الفن الخامس الحیل فی النکاح ادارة القرآن کراچی ۹۶،۲۹۵/۲

³ غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر مع الاشباہ الفن الخامس الحیل فی النکاح ادارة القرآن کراچی ۹۶،۲۹۵/۲

<p>قسم نہ ٹوٹے گی اور یہی حکم ہے اگر کسی جماعت کے سامنے وہ کہے کہ مجھے فضولی شخص کے نکاح کی ضرورت ہے تو اس جماعت کا کوئی فرد اس کا نکاح کر دے، لیکن جب کسی کو اس نے یوں کہہ دیا کہ تو فضولی بن کر میرا نکاح کر دے تو قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ اس صورت میں وکیل بنا رہا ہے لہذا وہ وکیل بنے گا فضولی نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>فزوجہ واحد منهم اما اذا قال لرجل اعقد لی عقد فضولی یکون توکیلا^۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

۲۱ شوال ۱۳۱۳ھ

از گلنتہ مولوی امداد علی لین مرسلہ مولوی محمد عبدالعزیز صاحب

مسئلہ ۲۳:

<p>خدا کی عرض کو پورا کرنے والے، برتر مقام والے، دام اقبالکم، حضور علیہ والصلوة والسلام کے مسنون سلام کے بعد معروض یہ ہے کہ ہمارے علاقہ کا ایک لائٹل مسئلہ جناب کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اس کا ثانی جواب عنایت فرمادیں تو ممنون احسان ہوں گے، جناب من! بعض نے یہ اختلاف کیا ہے کہ طلاق غیر مدخولہ عورت پر ایک طلاق کے بعد دوسری اور تیسری طلاق واقع نہ ہوگی جبکہ یہاں خاوند کا منشاء تینوں طلاقوں کا علیحدہ علیحدہ دینا نہیں ہے بلکہ اکٹھی دینے کا ارادہ ہے اور بنگالی زبان کا سیاق بھی یہی ہے۔ احقر یہاں بنگالی زبان کا ترجمہ بعینہ پیش کرتا ہے، زیادہ ادب۔</p> <p>اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرماتے آپ کا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نکاح نامہ میں بیوی کو لکھ دیا کہ میں تیری اور تیرے معتبر ولی کی اجازت کے بغیر دوسرا نکاح نہ کروں گا، اگر کروں تو تیرا مکمل مہر ادا شدہ ہوگا اور تجھ سے اور تیرے ولی سے اجازت کے ساتھ ہوگا ورنہ میری دوسری منکوحہ پر ایک طلاق،</p>	<p>بذرورہ عرض خدام برتر مقام دام اقبالکم، پس از سلام سنت خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام، معروض اینکه مسئلہ ملائجل فی دیار ناپیشکش ملازمان می نہیام جواب ثنائیش عنایت فرمودہ رہین منت سازند جناب من بعضے اختلاف بدینگونہ می آوردند کہ بر غیر مدخول بہا بعد از وقوع یک طلاق ثانی و ثالث واقع نخواهد شد مگر ارادہ آنکس در بنیاد وقوع طلاق علی الانفراد نیست بلکہ باہم واقع کردن ست و سیاق کلام بنگالہ اش ہم ہچنین است احقر در بنیاد بعینہ ترجمہ بنگالہ نمود، زیادہ حدادب۔</p> <p>ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں شخص در کابین نامہ زوجہ خود نوشتہ داد کہ من بلا اجازت تو و اجازت ولی معتبر تو نکاح دیگر نخواہم کرد و اگر بکنم کل دین مہر تو ادا نمودہ از تو و از ولی تو اجازت گرفتہ خواہم کردہ ورنہ بر منکوحصائے دیگر یک طلاق دو طلاق سہ طلاق واقع خواہد شد پس آن شخص کے راہم از شرائط مذکور بعمل نیاوردہ زنی را بعقد نکاح خود آوردہ اینک زوجہ ثانیہ اش</p>
---	---

^۱ بحر الرائق باب التعلیق النجیم سعید کمپنی کراچی ۱۳/۷

<p>دوسری طلاق اور تیسری طلاق ہوگی، اس کے بعد اس شخص نے کوئی شرط پوری کئے بغیر دوسری عورت سے نکاح کر لیا، تو اس کی دوسری بیوی کو تین طلاق ہوں گی یا نہیں؟ بینوا توجروا (ت)</p>	<p>مطلقہ بہ طلاق خواہ شد یا نہ؟ بینوا توجروا۔</p>
---	---

الجواب:

<p>قاعدہ یہ ہے کہ کسی شرط کے ساتھ معلق طلاق، اس شرط کے پائے جانے پر وقوع پذیر ہوتی ہے گویا کہ اس وقت اس نے طلاق کا تکلم غیر مشروط طور پر کیا ہے اور غیر مدخولہ عورت یکبار تین طلاقوں کے وقوع کا محل ہے لہذا اگر خاندان نے غیر مدخولہ بیوی کو کہا تجھے تین طلاق، یا کہا تو اگر اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاق، تو پہلی صورت میں فوراً اور دوسری صورت میں اس کے گھر میں داخل ہونے پر تین طلاقیں ہو جائیں گی، بلکہ اگر متفرق طور پر تین طلاقیں کسی شرط سے معلق کر دے بشرطیکہ ان متفرق طلاقوں کو لفظ "واؤ" یا "فاء" کے ساتھ بطور عطف ذکر کرے نہ کہ لفظ "ثم" کے ساتھ، اور شرط کا ذکر اس کے بعد کرے، مثلاً یوں کہے تجھے طلاق و طلاق و طلاق اگر تو فلاں کام کرے، تو اس صورت میں بھی شرط پائے جانے پر تین طلاقیں ہوں گی، کیونکہ واؤ اور فاء کا عطف سب کو ملا دیتا ہے اور جب اس کے بعد شرط ذکر کی تو اس شرط نے پہلی پوری کلام کو معلق کر دیا تو شرط کے پائے جانے پر اس سے معلق تینوں طلاقیں دفعۃً واقع ہو جائیں گی لیکن اس کے برخلاف اگر غیر مدخولہ کو تین طلاقیں غیر مشروط طور پر متفرق دے مثلاً یوں کہے تجھے ایک طلاق اور دوسری طلاق اور تیسری یا تینوں کو متفرق طور پر ذکر کرے مگر شرط کو ان سے پہلے ذکر کرے مثلاً یوں کہے اگر تو نے فلاں کام کیا تو تجھے طلاق</p>	<p>اصل اینست کہ معلق ہنگام وجود شرط فرودی آید گویا ایک بجز منجز تکلم کردہ است وزن نامدخولہ اگرچہ محل وقوع سے طلاق یکبار ہست ولہذا اگر اورا گوید برتوسہ طلاق یا اگر باس خانہ در آئی سے طلاق باشی در صورت اولی فوراً و در آخری ہنگام دخولہ خانہ سے طلاق واقع شود بلکہ اگر سے طلاق جداگانہ تعلیق کرد اما معطوفہ بغیر حرف "ثم" و شرط را مؤخر آورد مثلاً گفت تو طلاق و طلاق و طلاق اگر چنان کنی نیز بحصول شرط سے طلاق افتد زیرا کہ عطف بوا و یا فاء آنہارا موصول کردہ و تاخیر شرط اول سخن را بہ تعلیق تغییر دادہ است پس مجموع معلق شد و بوقوع شرط دفعۃً فرود آمد اما غیر مدخولہ وقوع بتفریق را صلاحیت ندارد ولہذا اگر گفت تریک طلاق و دو طلاق و سه طلاق یا اگر ایکار کنی تو طلاق و طلاق و و طلاق بتقدیم شرط یا تو طلاق طلاق طلاق اگر چنان کنی تاخیر شرط و ترک عطف ہمیں بیک طلاق بائن شود و باقی لغو رود زیرا کہ در صورت اولی چوں تریک طلاق گفت اس طلاق افتد وزن از عصمت نکاح بیروں شد و عدت ہم نیست پس محلیت طلاق نماند و معطوفات باقیہ ہنگام انعدام محلیت بر زمان آمد و بیکار رفت و در ثانیہ چوں شرط مقدم ست گویا ہنگام وقوع شرط</p>
---	--

اور طلاق اور طلاق، یا مشروط تین طلاقیں ذکر کرے مگر طلاقوں کو بغیر عطف شرط سے پہلے ذکر کر دیا ہو مثلاً یوں کہے تھے طلاق طلاق طلاق اگر تو فلاں کام کرے، تو ان تینوں صورتوں میں متفرق شدہ طلاقوں میں سے ایک ہی طلاق ہوگی جو بائنہ ہو جائے گی اور باقی دو لغو ہو جائیں گی، کیونکہ ان میں سے پہلی صورت میں جب اس نے "تجھے ایک طلاق" کہا تو بیوی بغیر عدت نکاح سے خارج ہو جائے گی تو وہ اس کے بعد طلاق کا محل ہی نہ رہی تو باقی دو کے وقوع کے وقت بیوی طلاق کا محل نہ تھی لہذا وہ دونوں طلاقیں بیکار (لغو) ہو گئیں، اور دوسری صورت میں چونکہ شرط مقدم ہے اس لئے شرط کے وجود پر پہلی طلاق کے بعد باقی دو طلاقوں کا محل نہ رہی کیونکہ وہ پہلی طلاق کے ساتھ ہی بائنہ ہو گئی لہذا باقی دونوں لغو ہو گئیں، شرط کے پائے جانے پر، گویا یوں کہا تجھے طلاق و طلاق و طلاق، تو یہ پہلی صورت کی طرح ہو گئی، اور تیسری صورت میں اس لئے کہ تعلیق کا تعلق صرف آخری طلاق سے ہوا کیونکہ طلاقوں کے بعد اس نے شرط ذکر کی جس نے تیسری طلاق کے وقوع سے روک دیا، اور پہلی دونوں عطف نہ ہونے کی وجہ سے تیسری کے ساتھ مربوط نہ ہو سکیں، لہذا وہ دونوں ذکر کرتے ہی غیر مشروط واقع ہو گئیں تو جب پہلی واقع ہوئی تو وہ بائنہ ہو گئی تو اس کے بعد وہ دوسری غیر مشروط اور تیسری معلق اور مشروط کا محل نہ رہی لہذا دوسری اور تیسری لغو ہو گئیں، جب یہ مذکورہ مسائل معلوم ہو گئے

چنان گفت کہ تو طلاق و طلاق و طلاق و بدلیلیٰ ہمیں عہیک وقوع یافت و در ثالثہ مغیر کہ در آخر کلام یافتہ شد ہمیں طلاق ثالث را از تنجیز بہ تعلیق تغیر داد کہ ماسلف بجهت ترک عطف باد مربوط نبود، پس ہنگام تکلم بہ کلمہ اولیٰ یک طلاق فی الحال واقع شد و محل تنجیز دوم و تعلیق سوم نمائد چوں ایں مسائل حالی شد حکم مسئلہ مسئلہ رنگ و وضوح یافت کہ بر منکوحہ ثانیہ ہمیں یک طلاق واقع شود و بس۔

فی الہندیۃ ان علق الطلاق بالشرط ان کان الشرط مقدماً فقال ان دخلت الدار فانت طالق و طالق و طالق وہی غیر مدخولۃ بانث بواحدۃ عند وجود الشرط فی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولغاً الباقی، وان کان الشرط مؤخرًا فقال انت طالق و طالق و طالق ان دخلت الدار، أو ذکرہ بالفاء فدخلت الدار بانث بثلاث اجماعاً سواء کانت مدخولۃ او غیر مدخولۃ، فان ذکرہ بغیر حرف العطف ان کان الشرط مقدماً فقال

عہ: یہاں مسودہ میں بیاض ہے۔

تو مسئلہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ دوسری منکوحہ کو بھی یہ ایک ہی طلاق ہوگی، اور بس۔ ہندیہ میں ہے اگر کسی نے طلاق کو مشروط کیا اور شرط کو پہلے ذکر کیا مثلاً یوں کہا اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق جبکہ عورت غیر مدخولہ ہو تو شرط پائے جانے پر وہ پہلی طلاق سے بائندہ ہو جائے گی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک پر اور باقی دو لغو ہو جائیں گی، اور اگر شرط مؤخر ذکر کی ہو مثلاً یوں کہا تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق اگر تو گھر میں داخل ہوئی، یا فاء کے ساتھ عطف کیا، تو عورت جب گھر میں داخل ہوگی تو تین طلاقوں سے بائندہ ہو جائے گی خواہ عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، یہ مسئلہ بالاجماع ہے، اور اگر طلاقوں کا ذکر عطف کے بغیر ہو تو اگر شرط مقدم ہو مثلاً یوں کہے اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق طلاق طلاق، جب بیوی غیر مدخولہ ہو تو پہلی طلاق شرط سے معلق ہوگی دوسری فی الحال واقع ہو جائے گی جو بائندہ ہوگی اور تیسری لغو ہو جائے گی، اور اگر شرط کو مؤخر ذکر کیا تو پہلی طلاق فوراً واقع ہوگی اور باقی دونوں لغو ہوں گی، سراج میں ایسے ہی مذکور ہے اھ ملخصاً۔ درمختار میں ہے اگر کسی نے یوں کہا تجھے ایک طلاق اور ایک (عطف کے ساتھ) اگر تو گھر میں داخل ہو، تو دونوں طلاقیں واقع ہوں گی کیونکہ دونوں ایک شرط سے مشروط ہیں، لہذا

ان دخلت الدار فانت طالق طالق طالق وہی غیر مدخولہ فالاول معلق بالشرط والثانی یقع للحال والثالث لغو. وان اخر فالاول ینزل للحال ولغا الباقی کذافی السراج اھ¹ ملخصاً. وفي الدرالمختار یقع بآنت طالق واحدة وواحدة ان دخلت الدار ثنتان لو دخلت لتعلقهما بالشرط دفعة وتقع واحدة ان قدم الشرط لان المعلق کالمنجز اھ² فی ردالمحتار قوله لتعلقهما بالشرط دفعة لان الشرط مغیر للايقاع فاذا اتصل بالمغیر توقف صدر الکلام علیه فیتعلق به کل من الطالقتین معاً فیقعان عند وجود الشرط كذلك بخلاف ما لو قدم الشرط فلا یتوقف لعدم المغیر. قوله لان المعلق کالمنجز ای یصدیر عند وجود شرطه کالمنجز ولو نجزة حقیقة لم تقع الثانية بخلاف ما اذا اخر الشرط لوجود المغیر

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول نورانی مکتب خانہ پشاور ۱/۲۷۳

² درمختار باب طلاق غیر المدخول بہا مطبع مجتہائی، دہلی ۱/۲۲۳

شرط پائے جانے پر دونوں دفعہ واقع ہو جائیں گی۔ اور اگر شرط کو مقدم ذکر کیا تو ایک طلاق واقع ہوگی کیونکہ یہاں مشروط، غیر مشروط کی طرح ہے۔ ردالمحتار میں اس پر فرمایا کہ ماتن کا قول کہ "(پہلی صورت میں) دونوں معلق بشرط واحد ہیں" کیونکہ شرط کے ذکر نے دونوں کو غیر مشروط سے مشروط بنا دیا اس لئے کہ اس تبدیلی والی شرط کی وجہ سے پہلا کلام اس پر موقوف ہو گیا لہذا دونوں طلاقوں کا معاً اس شرط سے تعلق ہو گیا لہذا شرط پائے جانے پر دونوں اس طرح معاً واقع ہو جائیں گی، اس کے برخلاف اگر شرط کو مقدم ذکر کیا ہو تو دونوں پر موقوف نہ ہوں گی بلکہ صرف پہلی معلق ہوگی اور دوسری غیر مشروط رہے گی جو فی الحال فوراً واقع ہو جائیں گی، اور اس کا قول "(دوسری صورت میں) کہ مشروط، غیر مشروط کی طرح ہوگی" یعنی معلق بالشرط وہ شرط کے پائے جانے پر غیر مشروط کی طرح ہوگی اور حقیقتاً غیر مشروط ہو تو پھر دوسری واقع نہ ہوگی کیونکہ وہ پہلی سے ہی بائنہ ہو جائے گی، اس کے برخلاف جب شرط کو مؤثر ذکر کرے کیونکہ وہاں دونوں طلاقیں بعد والی شرط سے مشروط ہو جانے کی وجہ سے معلق ہو جائیں گی، اور شرط کو مقدم کیا تو تیسری لغو اور دوسری فوراً واقع۔ اور پہلی شرط سے معلق ہو کر شرط پائے جانے پر واقع ہوگی جب وہ دوسرے خاوند کے بعد دوبارہ اس سے نکاح کرے گا، اھ مختصر۔ اور بحر الرائق میں ہے اگر کسی نے ایک عورت کو کہا جس دن میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق اور طلاق، اس کے بعد اس سے نکاح کیا تو ایک طلاق واقع ہوگی اور باقی لغو و باطل ہو جائیں گی، اور

زیلعی، وفي العطف بثم ان اخره تنجزت واحدة ولغماً بعدها وان قدم لغا الثالث وتنجز الثاني وتعلق الاول فيقع عند الشرط بعد التزوج الثاني¹ اھ مختصراً، وفي البحر الرائق لوقال لامرأة يوم اتزوجك فانت طالق وطالق وطالق فتزوجها وقعت واحدة وبطلت الثنتان ولو قال انت طالق وطالق وطالق يوم اتزوجك وقعت الثلاث كذا في الحاوی القدسی وكذا لوقال ان تزوجتك كما في المحيط² اھ۔ تمام تفصیل اس مسئلہ کہ بلحاظ آنکہ عطف بواو وفاء باشد یا بشم یا بیچ و بہر تقدیر منجز باشد معلق بشرط مقدم یا مؤخر و بہر وجہ زن مدخولہ باشد یا غیر آں بہجہ صورت میرسد و بلحاظ تفصیلات اخر صورت دیگر صورت بند دار بزانیہ و فتح القدر و بحر الرائق و ہندیہ تو اس جست۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ ردالمحتار باب طلاق غیر المدخول بہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵۷/۲

² بحر الرائق فصل فی الطلاق غیر المدخول بہا بیچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۹۷/۳

اگر یوں کہا کہ تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق ہے جس دن میں تجھ سے نکاح کروں، تو شرط کو بعد میں ذکر کرنے کی وجہ سے تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی، حاوی قدسی میں یوں ذکر ہے، اور یہی حکم ہے جب کہے اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو طلاق اور طلاق اور طلاق، کہ شرط کو مؤخر اور مقدم کرنے پر فرق ہوگا جیسا کہ محیط میں ہے اہ اس مسئلہ کی واؤ اور فاء یا ثم یا کسی اور عطف اور پھر ہر صورت میں بالشرط یا بغیر شرط اور پھر شرط کو مقدم یا مؤخر ذکر کرنے اور پھر ہر صورت میں بیوی کے مدخولہ اور غیر مدخولہ ہونے کے لحاظ سے کل اٹھارہ^{۱۸} صورتیں بنتی ہیں اور دیگر تفصیلات کے اعتبار سے مزید صورتیں بن سکتی ہیں، یہ بزازیہ، فتح القدر، بحر الرائق، اور ہندیہ سے تلاش کی جاسکتی ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴: غلام گیلانی صاحب پنجابی از ضلع پتہ ڈاکخانہ پٹن موضع چنک نگر معرفت تار و چودھری اوائل صفر ۱۳۲۶ھ

زوج نے قبل عقد نکاح کے کاہن نامہ میں عورت کو یہ شرط لکھ دی کہ میں اگر آپ سے ایک برس کی مدت تک جدا رہوں یا کسی صورت سے آپ کا خبر گیر نہ ہوں تو اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم کو شوہر سے چھوڑ کر طلاق دے سکتی ہو، انتی۔ کاہن میں بگلہ زبان میں ایسی عبارت مہمل لکھی ہے جس کا ترجمہ بعینہا یہی ہوتا ہے، آیا یہ معنی ظاہری اس کا ترک کر کے عرفی موافق غرض زوج کے اس صورت سے لے سکتے ہیں (تم مجھ کو اپنی شوہری اور زوجیت سے نکال کر طلاق دے سکتی ہو) مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس کو طلاق دے سکتے ہو۔ اضافتِ طلاق زوج کی طرف نہیں ہے، بگلہ زبان میں زوج نے قصداً ایسی عبارت لکھی ہے کہ جس کا ترجمہ ایسا کچھ بنتا ہے جیسا کہ انامک طالق (میں تجھ سے طلاق والا ہوں۔ ت) اور اب زوجہ وقوع شرط کی مدعیہ ہے اور زوج منکر ہے، وہ کہتا ہے کہ میں مدت کے اندر چند بار آیا مگر مجھ کو زوجہ کے اقارب نے زوجہ کے پاس جانے، ملاقات، بات چیت کرنے سے روک دیا اور مکان میں داخل ہونے نہیں دیا، دونوں اپنے دعوے پر بینہ رکھتے ہیں، مگر زوج کسی مولوی کو حکم نہیں بناتا اور نہ کسی کے پاس آتا ہے، تین برس گزار دیا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ زوج بھی اپنے الفاظ سے عرفی معنی موافق مدعائے عورت لے کر انکار وقوع شرط کا کرتا ہے ورنہ زوجہ کے دفعہ میں اس کو اسی قدر بس ہے کہ کہہ دے کہ میری عبارت سے یہ نہیں نکلتا کہ عورت کو بعد وقوع شرط کے اختیار طلاق کا ہے۔ اب فقیر پر تفسیر عرض کرتا ہے کہ حضور والا ارشاد فرمائیں کہ اس عبارت سے کیا مطلب لیا جائے اور عورت کا بینہ معتبر ہوگا یا کیا؟ کتنی طلاق دے سکتی ہے یا نہیں

دے سکتی؟

الجواب:

صورت مستفسرہ میں عورت کو کسی طرح اپنے نفس کو طلاق دینے کا اختیار نہیں، الفاظ شرط کا بین نامہ اگر اسی قدر ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے اور اضافت الی النکاح کا اس میں کہیں ذکر نہیں کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں یا جب میں تجھے اپنی زوجیت میں لاؤں اس کے بعد اگر ایسا واقع ہو تو تجھے اختیار طلاق ہے جب تو شرط کا بین نامہ محض فضول و باطل ہے کہ اس کی تحریر قبل نکاح ہوئی اور نکاح کی طرف اس میں اضافت نہیں تو نہ ملک پائی گئی نہ اضافت ملک، اور ایسی تعلیق محض باطل ہے درمختار میں ہے:

<p>اس کی شرط یہ ہے کہ ملکیت یا ملکیت کی طرف اضافت پائی جائے، ملکیت مثلاً منکوحہ بیوی کو کہے اگر تو گئی تو تجھے طلاق، ملکیت کی طرف اضافت مثلاً کہے کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں کسی اجنبی عورت کو یوں کہے اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق، تو محض اجنبی عورت کو اس کا یہ کہنا اگر تو نے زید کو دیکھا تو تجھے طلاق، لغو ہوگا، لہذا اگر اس کے بعد وہ اس عورت سے نکاح کر لے اور وہ عورت زید کی زیارت کو چلی جائے تو بھی طلاق نہ ہوگی، کیونکہ یہاں نہ ملکیت ہے اور نہ ہی ملکیت کی طرف طلاق کی اضافت ہے، اھ (ت)</p>	<p>شرطه الملك كقوله لمنكوحته ان ذهبت فانت طالق او الاضافة اليه كان نكحت امرأة وان نكحتك فانت طالق فلغا قوله لاجنبية ان زرت زيدا فانت طالق فنكحها فزارت لم تطلق لعدم الملك والاضافة اليه¹ انتهى مختصراً۔</p>
--	--

اور اگر کا بین نامہ میں اضافت الی النکاح ہے تو یہ تعلیق و تفویض صحیح ہوگی اور اس کا مفاد مثل انا منک طالق کے نہیں کہ لفظ "ہم کو" لفظ "چھوڑ کر" سے متعلق ہے نہ کہ لفظ طلاق سے، اور اس طلاق کی اضافت کلام زوج میں عورت کی طرف نہ ہونا کچھ منافی صحت تفویض نہیں کہ تفویض میں زن و شوہر دونوں کی اضافت سے ایک کے کلام میں اضافت کافی ہے۔ درمختار میں ہے:

<p>وذكر النفس او الاختيار في كلام احد كلاميهما شرط صحة الوقوع بالاجماع، ويشترط ذكرها بالاجماع، اور اس کا متصل ہونا شرط</p>	<p>نفس یا لفظ اختیار کا ذکر کرنا خاوند اور بیوی دونوں میں سے کسی ایک کے کلام میں وقوع طلاق کے لئے شرط ہے</p>
--	--

¹ در مختار باب التعلیق مطبع مجتبیٰ دہلی ۲۳۰/۱

<p>ہے اگر منفصل ذکر کیا جائے تو اگر اسی مجلس میں ہو تو صحیح ہے ورنہ نہیں، لہذا اگر خاوند نے بیوی کو کہا اختاری اختیار یا اختاری طلق، اگر بیوی نے جواب میں اخترت (میں نے اختیار کر لیا) کہا تو طلاق واقع ہو جائیگی کیونکہ "اختیاراً" کا ذکر ایسا ہی ہے جیسے نفس کو ذکر کر دیا جائے اور طلق کا ذکر بھی ایسا ہی ہے اور نفس یا قائم مقام نفس کا خاوند بیوی میں سے کسی ایک کے کلام میں ذکر ہونا شرط ہے نہ کہ خاوند کا کلام اس کے لئے مخصوص ہے، جیسا کہ بعض کا گمان ہے اہ مختصراً (ت)</p>	<p>متصلاً فان كان منفصلاً فان في المجلس صح والالافلو قال اختاری اختیارة او طلقه وقع لوقالت اخترت فان ذكر الاختیار كذكر النفس وكذا ذكر التطبيقه والشرط ذكر ذلك في كلام احدهما فلم يختص بكلام الزوج كما ظن¹ انتهى مختصراً۔</p>
---	---

مگر تفویض طلاق کہ معلق بالشرط ہو، بعد وقوع شرط اسی مجلس پر محدود رہتی ہے جس میں عورت کو وقوع شرط کا علم ہوا مجلس بدلنے کے بعد اسے طلاق لینے کا اختیار نہیں رہتا۔ در مختار میں ہے:

<p>طلاق کو عورت کی مشیت، ارادہ، رضا، خواہش یا محبت پر معلق کرنا بیوی کو تعلق کے طور پر طلاق کا مالک بنانا ہے تو یہ تملیک مقید بمجلس تک محدود ہوگی (یعنی بیوی کو طلاق کا اختیار اسی مجلس تک محدود ہوگا۔) (ت)</p>	<p>التعليق بالمشيئة او الارادة او الرضاء او الهوى او المحبة يكون تمليكاً فيه معنى التعليق فتقيد بالمجلس²۔</p>
---	--

یہاں کہ عورت مدعیہ شرط ہے اور اس نے اب تک اپنے کو طلاق نہ دی مجلس اول ختم ہوتے ہی اسے اختیار طلاق نہ رہا، بہر حال صورتِ مسئلہ میں عورت کا دعویٰ اصلاً قابلِ سماعت نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵: ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کو بریلی سے رام پور بھیج دیا کہ بوجہ رنج ہو جانے کے باہم زید و ماموں زوجہ زید کے اور ایک رقعہ بھی لکھ دیا کہ میں اپنی بیوی کو بخوشی معہ زیور کے بوجہ رنجش کے رامپور کو رخصت کرتا ہوں اور آئندہ مجھ کو کوئی تعلق نہ ہوگا اور دو روپیہ ماہوار لڑکی کے دودھ پلانے کے مقرر کرتا ہوں، لوگوں نے زید سے دریافت کیا کہ کیا طلاق دیتے ہو، زید نے طلاق سے انکار کر کے یہ کہا جس وقت میری حالتِ غصہ درست ہو جائے تو پھر بلوالوں گا، بعد ایک ہفتہ کے جبکہ زوجہ زید رامپور

¹ در مختار باب تفویض الطلاق مطبع مجتہبائی، دہلی، ۱/۲۷۷

² در مختار فصل فی المشیئة مطبع مجتہبائی، دہلی، ۱/۲۳۰

چلی گئی، زید نے ایک خط بنام مولوی لطف اللہ صاحب کے لکھا کہ باہم میرے اور میری زوجہ کے ماموں میں رنج ہو گیا ہے آپ صفائی کرادیں اور ان سے کہہ دیجئے کہ یکم تاریخ تک روانہ بریلی کر دیں اور اگر نہ روانہ کریں گے تو یہ ایک طلاق دیتا ہوں ایسے درمیان میں جو زید نے واسطے آنے میعاد اپنی زوجہ کے مقرر کی تھی رامپور میں بحضور اپنی زوجہ کے رجوع کر لیا لیکن زوجہ زید رامپور سے بریلی کو اس میعاد مقررہ کے اندر نہیں آئی ایسی صورت طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کس قسم کی رجعی یا بائن، بعد ایک ماہ کے زید رامپور گیا، زوجہ کے ماموں نے یہ کہا کہ طلاق ہو گئی ہے میں رخصت ابھی نہ کروں گا، اس پر زید نے جواب دیا کہ آج ہی اس معاملہ کا فیصلہ نہ ہوگا تو تین طلاق پوری کروں گا، یہ کہہ کر چلا آیا، طلاق واقع ہوئی یا نہیں، ہوئی تو کس قسم کی واقع ہوئی رجعی یا بائن؟ بعض علماء کا بیان ہے کہ یہ طلاق بوجہ معلق ہونے کے بائن ہو گئی، یہ قول کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی، زید کا کہنا کہ تینوں طلاق پوری کر دوں گا محض وعدہ ہے اور وعدہ سے طلاق نہیں ہوتی، اور زید کا میعاد وقوع طلاق یعنی یکم آنے سے پہلے جا کر رجوع کرنا محض بے اثر ہے فان الرجوع لا یتقدم (کیونکہ رجوع، طلاق کے وقوع سے پہلے نہیں ہو سکتا۔) تو نہ رہا مگر زید کا وہ قول کہ یکم تک نہ روانہ کریں گے تو یہ ایک طلاق دیتا ہوں، یہ طلاق اس شرط پر معلق تھی یکم گزر گئی اور عورت کو روانہ نہ کیا، شرط متحقق ہوئی طلاق پڑ گئی، اور یہ طلاق یقیناً رجعی ہے، تعلیق کے سبب بائن ہو جانا باطل قطعی کما قدمنا تحقیقہ (جیسا کہ اس کی تحقیق گزر گئی۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶: از بنگالہ نواکھالی محلہ رامپور فضل الرحمان صاحب ۶ شوال ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی کو اس شرط کے ساتھ کا بین نامہ لکھ دیا کہ اگر تمہارے سوا کوئی دوسری بی بی کروں تو وہ ایک دو تین طلاق ہے، بعد اس کے زید نے اپنی منکوحہ سے اجازت لے کر دوسری کر لی مگر کا بین اجازت وغیرہ کا ذکر مطلقاً نہیں آیا۔ صورت مذکورہ میں وہ اجازت عند الشرع معتبر ہوگی یا نہیں، اور شرعاً ایسی شرط کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر کر لے تو کیا حکم؟ بینوا توجروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں نکاح ہوتے ہی زوجہ ثانیہ پر معاً ایک طلاق بائن ہوگی وہ نکاح سے نکل گئی مگر حلالہ کی حاجت نہیں، اگر زید چاہے تو اس سے دوبارہ نکاح کر لے خواہ اور عورت سے نکاح کرے، اب زوجہ کو طلاق نہ ہوگی اگرچہ زوجہ اولیٰ اجازت بھی نہ

دے۔

<p>طلاق کا وقوع اس لئے ہے کہ شرط پائی گئی اور اجازت اس کے لئے مانع نہیں ہے، لیکن ایک اور بابت طلاق اس لئے کہ یہ طلاق قبل دخول اور تینوں کے جدا جدا واقع ہونے سے پہلی واقع ہوئی اس لئے کہ خاوند نے تین کا لفظ نہیں کہا بلکہ ایک، دو، تین کہا، اور دوسری عورت سے یا اسی بیوی سے دوبارہ نکاح سے مزید طلاق نہ ہوگی اس لئے کہ اس نے "کلماً" یا اس کا ہم معنی لفظ نہیں کہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>اما وقوع الطلاق فلتحقق الشرط والاجازة لاتمنعه واما الواحدة والبيونة فلو قوعه قبل الدخول وتفريقه في الايقاع حيث لم يقل تين بل ايك دوتين ام عدم الوقوع اذ انكح اخرى او هذه مرة اخرى فلان حلال اليمين لعدم كلبا وما يقوم مقامه۔ والله تعالى اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۲۷: از بہمنی پیر ولین پوسٹ عمر کھاڑی مرسلہ منشی محمد صدیق قدسیہ جنتری ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے محکمہ قضاء میں حاضر ہو کر اقرار کیا کہ آج سے آئندہ میں اگر شرط پیوں یا فتنہ و فساد کروں اور وہ پانچ اشخاص (جن کے نام اقرار نامہ میں بطور نگرانی درج ہیں) میری بد چلنی کا ثبوت پہنچادیں تو میری زوجہ مسماۃ ہندہ میرے نکاح سے باہر ہے اور میری مطلقہ ہے پس بعد عہد و اقرار مذکور کے پانچ یا سات نفر معتبر نے جو تحریر اقرار نامہ کے وقت موجود تھے زید کو برسر راہ حالت نشہ میں پایا اور زید کے والد کو نیز مرقومہ بالا پانچ اشخاص معینہ میں سے ایک شخص کو اسی وقت حالت نشہ کی خبر دی مگر زید کے والد اور شخص مذکور نے بخوف یا پھاس خاطر زید توجہ نہ کی اور اس واقعہ کے چند روز بعد زید نے اپنے والد کے ساتھ حالت نشہ میں فساد کیا اور گرفتار ہو کر محکمہ میں اسی بناء یعنی شراب خوری فساد بریزی پر جرمانہ دیا بعد ازاں اہل جماعت جمع ہوئے جن میں مذکور صدر پانچ اشخاص بھی بصورت منصف موجود تھے اور زید کو تقصیر وار گردانا مگر مقدمہ مذکورہ بالا میں زید کی ظاہری بد چلنی جو وقوع میں آئی اس کو زبانی بیان کرنے میں پھاس عہ رکھتے ہیں، پس ان تمام صورتوں میں زید کی زوجہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوئی تو عدت کس روز سے شمار ہوگی؟ بینوا توجروا

الجواب:

قول زید کا حاصل یہ ہے کہ اگر اس سے شراب خوری یا فتنہ و فساد کا صدور ہو اور دونوں میں سے جو کچھ ہو اس کے ساتھ ایک اور امر ضرور ہو وہ یہ پانچ اشخاص مذکورین اس کی بد چلنی کا ثبوت پہنچائیں، ان باتوں کے جمع ہونے پر اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر اور اس کی مطلقہ ہے،

عہ: یہاں مسودہ میں بیاض ہے۔

یہ اسلئے کہ دوسری بات کو پہلی پر لفظ او (یا) سے اور پھر تیسری کا دوسری پر "و" سے عطف کیا لہذا تیسری بات کا وقوع پہلی دونوں میں سے ایک کے وقوع سے مشروط ہوگا۔ (ت)	وذلك لانه عطف الثاني على الاول باو ثم الثالث بالواو فكان الشرط وقوع احد الامرين الاولين مع الثالث۔
--	--

امام فخر الاسلام بزودی قدس سرہ اصول میں فرماتے ہیں:

اسی بناء پر ہم نے کہا کہ اگر مالک نے کہا "یہ آزاد یا یہ اور یہ ہے" تو تیسرا لازمی طور پر آزاد ہو جائیگا اور پہلے دونوں میں سے کسی ایک کو آزادی کیلئے متعین کرنے کا اختیار مالک کو ہوگا، کیونکہ اس کے کلام کا ابتدائی حصہ پہلے دونوں میں سے ایک کو شامل ہے لفظ "او" کے عمل کی وجہ سے اور بعد میں واؤ کا عطف پہلے دونوں میں مصداق کو شراکت کو چاہتا ہے لہذا پہلے دونوں میں سے جو آزاد ہوگا اس پر عطف ہوگا، یہ یوں ہوا جیسے کسی نے پہلے دونوں کو کہا ہو تم میں سے ایک اور یہ آزاد ہے (ت)	ولهذا قلنا فيمن قال هذا حرا وهذا وهذا ان الثالث يعلق ويخير بين الاولين لان صدر الكلام تناول احدهما عملا بكلمة التخيير والواو تو جب الشركة فيما سبق له الكلام فيصير عطفاً على المعتقد من الاولين كقوله احد كما حر وهذا ¹ ۔
---	--

ہماری زبان میں کسی شئی کا ثبوت پہنچانا، اور کوئی شئی ثبوت کو پہنچانا، ان دونوں میں فرق ہے لفظ اول میں ثبوت^۱ ہوتا ہے یعنی شہادت زبانی حجت تحریری اور اس کا پہنچانا، مہیا کرنا، ادا کرنا، پیش کرنا، اور لفظ ثبوت^۲ اپنے معنی پر اور ثبوت کو پہنچانا ثابت و مدلل کرنا اس کے ثبوت کا حکم دینا، پہلے لفظ کا تعلق شاہد و سماعی ثبوت سے ہے اور دوسرے کا حاکم و قاضی، ثبوت سے بھی غالب مراد ظاہر مفاد یہی ہے، اگر وہاں بھی عرف اسی طرح ہے، تو وہ اشخاص جبکہ بخوف و ہراس یا بہ لحاظ و پاس اس کی بد چلتی زبان پر لانے سے بھی احتراز کرتے ہیں تو بد چلتی کا ثبوت پہنچانا ان سے واقع نہ ہو اور وہ بھی جزاء شرط تھا تو شرط کا مل متحقق نہ ہوئی تو طلاق اصلاً نہ ہوئی،

لان ما علق وجود شیعین لاینزل الابد و جودہما جیبعا۔	کیونکہ جس چیز کو دو چیزوں کے وجود پر معلق کیا ہو تو وہ مشروط دونوں شرطوں کے اکٹھے پائے جانے پر متحقق ہوگا۔ (ت)
--	--

عہ ۱: اصل میں یہاں بیاض ہے۔ عہ ۲: اصل میں یہاں کرم خوردہ ہے۔

¹ اصول امام فخر الدین بزودی باب حروف المعانی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۰۳

اور اگر وہاں کے عرف و محاورہ میں یہ فرق نہیں کسی شے کے ثابت قرار دینے کو بھی اس شے کا ثبوت پہنچانا کہتے ہیں تو جبکہ پانچ اشخاص مذکورین نے اس کی بد چلنی کا ثبوت مانا اور اس بنا پر اسے تقصیر وار ٹھہرایا ہو اور واقع میں اس سے بعد معاہدہ شراب خوری یا فتنہ و فساد کا صدور بھی ہوا ہو تو ہندہ پر طلاق ہو گئی لاجتماع کل اجزائی الشرطین فی نزل الجزاء (کیونکہ دونوں شرطوں کے اجزاء پائے جانے کی وجہ سے مکمل جزاء پائی جائے گی۔ ت) اور عدت اسی وقت سے لی جائیگی جس وقت ان پانچ اشخاص نے اس کی بد چلنی کے ثبوت کا حکم دیا لان الوقوع بالجموع وانما العدة من حين الوقوع (کیونکہ طلاق کا وقوع دونوں کے مجموعہ پر ہوا اور عدت بلاشبہ وقوع طلاق کے وقت سے شمار ہوگی۔ ت) مجرد تقصیر وار ٹھہرانا اگر بد چلنی ثابت مان کر نہ ہو وقوع طلاق کے لئے کافی نہ ہوگا۔

لان الشرط هذا لاذك واثبات التقصير مطلقا لا يستلزم اثبات الدعارت۔	کیونکہ یہ شرط ہے، وہ نہیں ہے کیونکہ تقصیر کا اثبات مطلق طور پر بد چلنی کے اثبات کو مستلزم نہیں ہے (ت)
--	---

یونہی اگر فی الواقع اس سے شراب خوری و فتنہ پر دازی بعد معاہدہ صادر نہ ہوئی اور ثبوت غلط طور پر بہم پہنچایا گیا جس سے اشخاص مذکورین نے حکم ثبوت دیا تو عند اللہ اس صورت میں بھی ہندہ پر طلاق نہ ہوگی لعدم تحقق الجزاء الاول (پہلی جزاء کے نہ پانے جانے کی وجہ سے۔ ت) اگرچہ محکمہ قضاء میں ثبوت شرعی کے باعث قضاة حکم طلاق دیں اور جبکہ ثبوت شرعی گزر گیا اور اشخاص مذکورین نے حکم ثبوت دیا ہو اور محاورہ کا وہ فرق کہ اوپر مذکور ہو وہاں کے عرف میں نہ ہو تو عورت پر بھی لازم ہے کہ اپنے آپ کو مطلقہ جانے لان المرأة كالقاضي كما في الفتح ورد المحتار وغيره¹ (کیونکہ اس معاملہ میں عورت یعنی بیوی قاضی کا حکم رکھتی ہے، جیسا کہ فتح اور رد المحتار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸: از بریلی مرسلہ مولوی بشیر الدین صاحب وکیل ۱۱ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اقرار نامہ مصدقہ رجسٹری میں معاہدہ حسب ذیل اپنی منکوحوہ بی بی سے کیا وہ معاہدہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس معاہدہ کا نفاذ ہو سکتا ہے یا نہیں جو کہ مسماة مشتری جان طوائف دختر با اللہ زوجہ منکوحوہ مقرر کی ہے مسماة مذکور مقرر سے خواستگار اجازت مسماة مذکور نے کی ہے لہذا بصحت نفس وثبات عقل بخوشی خاطر اپنے بلا کسی جبر و باؤ کے اچھی طرح سمجھ کو مسماة مشتری جان مذکور کو اجازت دیتا ہوں کہ پیشہ ناپختہ و گانے کا جس طور سے سابق دستور کرتی چلی آئی ہے

¹ رد المحتار باب الكنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۸/۲

بدستور جاری و قائم رکھے اور بغرض مدد کرنے ناچ و گانے کے خواہ بد اوں سکونت رکھے یا دیگر جگہ قیام کرے میں کسی وقت اور کسی حالت میں مانع اور مزاحم یا حارج نہیں ہوں گا اگر میرے فعل یا ترک فعل سے کسی وقت میں مسماۃ مذکور کا نقصان یا حرج واقع ہو تو ایسی حالت میں نکاح فسخ ہو جائے گا اور مسماۃ کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہوگی لہذا یہ اقرار نامہ بلا ناشر لکھ دیا کہ سند رہے، واضح ہے کہ معاہدہ کرنے والا شریف خاندان کچھنے وغیرہ سے نہیں ہے اور ان الفاظ کی تحریر سے نکاح فسخ ہو جائے گا یا نہیں اور شوہر اسے اجازت ناچنے و گانے کی اور دیگر جگہ سے کام کے واسطے اجازت دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور اسے اجازت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

ایسی اجازت حرام قطعی ہے اور اجازت دینے والا دیوث ہے، اگر توبہ نہ کرے تو اس پر جنت حرام، اور اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاثة لا یدخلون الجنة العاق لوالدیہ والدیوث ورجلة النساء ¹ ۔ رواہ حاکم والبیہقی فی شعب الایمان عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیح۔	تین شخص جنت میں نہ جائیں گے اپنے ماں باپ کو ناحق ایذا دینے والا اور دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت (اس کو حاکم نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)
---	--

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ثلاثة لا یدخلون الجنة ابا الادیوث والرجلة من النساء ومد من الخمر ² ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند حسن۔	تین شخص کبھی جنت میں نہ جائیں گے دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت اور شرابی (اس کو طبرانی نے کبیر میں سند حسن کے ساتھ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)
---	---

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

¹ المستدرک للحاکم کتاب الایمان دار الفکر بیروت ۲/۱، شعب الایمان باب فی الغیرة والمذاہ حدیث ۱۰۷۹۹ دار الکتب العلمیہ

بیروت ۴/۱۲

² شعب الایمان باب فی الغیرة والمذاہ حدیث ۱۰۸۰۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۱۲، مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی باب فیمن لا یرضی بأبلہ

بأخبث دار الکتب العربی ۳/۳۲

<p>ثلاثة قد حرم الله عليهم الجنة مدمن الخمر والعاق لوالديه والديوث الذي يقرفي اهله الخبث¹ - رواه احمد والنسائي والبزار والحاكم وقال صحيح الاسناد - تین شخصوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام فرمادی ہے شرابی اور ماں باپ کا موذی اور دیوث کہ اپنے اہل میں گندی بات برقرار رکھے (اس کو احمد، نسائی، بزار اور حاکم نے صحیح الاسناد کہہ کر روایت کیا۔ ت)</p>	<p>ثلاثة قد حرم الله عليهم الجنة مدمن الخمر والعاق لوالديه والديوث الذي يقرفي اهله الخبث¹ - رواه احمد والنسائي والبزار والحاكم وقال صحيح الاسناد -</p>
--	---

رہی طلاق اس کا حکم یہ ہے کہ فسخ نکاح کنایات سے ہے اگر شوہر نے اس لفظ سے طلاق مراد لی ہے طلاق پڑ جائے گی ورنہ نہیں، درمختار میں ہے:

<p>"جهنم میں جا" طلاق کی نیت سے کہا تو طلاق ہو جائیگی، خلاصہ۔ اور اگر یوں کہا "میرے پاس سے چلی جا، تو فلاح پالے، اور میں نے نکاح فسخ کیا" اور ان صورتوں میں طلاق کی نیت سے طلاق ہو جائیگی۔ (ت)</p>	<p>اذہبی الی جہنم یقع ان نوى خلاصة وكذا اذہبی عنی وافلحی وفسخت النکاح²۔</p>
--	--

عالمگیری میں ہے:

<p>اگر کہا "میں نے نکاح فسخ کیا" اور طلاق کی نیت کی تو طلاق ہو جائے گی۔ (ت)</p>	<p>لو قال فسخت النکاح ونوى الطلاق یقع³۔</p>
---	--

یہی حال آزادی کا ہے پس صورت مسئلہ میں اگر شوہر اقرار کرے کہ یہ الفاظ اس نے بہ نیت طلاق لکھے تھے تو بحال وقوع عورت پر ایک طلاق بائن ہو جائے گی اور اگر وہ اقرار نہ کرے تو اس سے قسم لی جائے گی قسم کھانے سے انکار کر دے تو اب بھی جبکہ شرط واقع ہوئی ہو، وقوع طلاق کا حکم ہوگا اور اگر قسم کھالی کہ واللہ میں نے یہ الفاظ بہ نیت طلاق نہ لکھے تھے تو حکم طلاق نہ ہوگا عورت بدستور اس کی منکوحہ رہے گی، پھر اگر وہ جھوٹ قسم کھالے گا تو اس کا وبال اس پر ہے عورت پر الزام نہیں۔ درمختار میں ہے:

<p>"نکل جا" جیسے الفاظ رد وجواب سوال طلاق کا احتمال رکھتے ہیں، خلیہ۔ جیسے الفاظ گالی ہونے کا</p>	<p>نحو اخر جی یحتمل رد او نحو خلیة یصلح سباً ونحو انت حرۃ لا یحتمل</p>
--	--

¹ مسند احمد بن حنبل مروی از ابن عمر رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۶۹/۲

² درمختار باب کنایات مطبع مجتہائی دہلی ۲۲۶/۱

³ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی کنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۵/۱

احتمال رکھتے ہیں، اور "تو آزاد ہے" جیسے الفاظ سب و دشنام اور جواب ہونے کا احتمال نہیں رکھتے، تو حالت رضامندی میں یعنی غصہ کی حالت میں نہ ہو اور مذاکرہ طلاق بھی نہ ہو تو یہ تینوں قسم کے کنایا ت کی تاثیر نیت پر موقوف ہوگی، کیونکہ نیت اور عدم نیت کا احتمال ہے، اور طلاق کی نیت نہ ہونے میں خاوند کی بات کو معتبر سمجھا جائے گا اور بیوی کا اس سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے، اور اگر خاوند گھر میں بیوی کو قسم دینے سے انکار کرے تو بیوی حاکم کے پاس اپنا معاملہ پیش کرے، وہاں بھی اگر خاوند انکار کرے تو بیوی حاکم کے پاس اپنا معاملہ پیش کرے، وہاں بھی اگر خاوند انکار کرے تو قاضی دونوں میں تفریق کر دے اہل ملتطاء،
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

السب والرد ففي حالة الرضاى غير الغضب والمذاكرة تتوقف الاقسام الثلاثة تأثيرا على نية للاحتمال والقول له ببينه في عدم النية ويكفي تحليفها له في منزله فان ابى رفعته للحاكم فان نكل فرق بينهما مجتبي¹ اهل ملتقطاً، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹: از صدر بازار چھاونی بیچ محلہ بڑی منڈی مرسلہ چودھری ننھے سوداگر چرم ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ بکر نے شادی زید کے ساتھ اپنی دختر کی کی جس کو عرصہ ۹ سال کا ہوا بکر اور زید دونوں فقیر ہیں بوقت شادی زید کی عمر ۱۶، ۱۵ سال کی تھی اور لڑکی کی تقریباً سولہ سال کی، شادی ہوتے ہی زید کے ہمراہ بھیج دی گئی تین ماہ بعد بکر کے یہاں آئی اور پھر چھ ماہ بعد زید کے ہمراہ بھیج دی گئی چھ ماہ بعد زید مع اپنی بی بی کے بکر کے یہاں آیا اور رہنے لگے چار ماہ بعد زید چلا گیا اور چوری کی علت میں گرفتار ہو گیا، بکر زید کو چھڑا کر لے آیا مگر آٹھ دس روز کے بعد پھر کسی کی چیز لے کر بھاگ گیا بکر پھر اس کو لے آیا کوئی ایک ماہ رہا پھر ایک بقال کا غلہ چرا کر بھاگ گیا ڈھائی ماہ بعد پھر زید آ گیا اور اقرار نامہ منسلکہ تحریر کر دیا، کوئی دو ماہ بعد زید اپنی عورت سے مار پیٹ کر کے جبراً زور لے کر بھاگ گیا کوئی تین ماہ بعد ذات کی پچائیت ہوئی اور بچوں نے پنچنامہ منسلکہ تحریر کیا زید کوئی چھ ماہ بعد پھر بکر کے پاس آ کر رہنے لگا اور دو ماہ بعد لوگوں کے برتن وغیرہ لے کر بھاگ گیا اس وقت اس کی عورت کا حمل تھا ایک سال کے بعد زید کا باپ زید کی عورت کو لینے آیا زید کی عورت نے جانے سے انکار کیا پھر زید کو بذریعہ خطوط وغیرہ بلایا گیا جسے عرصہ آٹھ ماہ کا مقتضی ہوا ہے نہ زید آیا نہ خطوط کا جواب دیا، قریب ایک سال کے زید کی بی بی بیچے کا بار بکر پر ہے، زید کی عورت زید کے پاس رہنے سے ناراض مند ہے، ایسی صورت میں زید کی عورت کا دوسرا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

نقل اقرار نامہ

میں کہ سیور شاہ ولد مدھاری شاہ فقیر ساکن موضع رینٹ ماریہ علاقہ شاہ پور کا ہوں جو کہ

¹ در مختار باب کنایات مطبع مجتبیٰ دہلی ۲۲۴/۱

میری شادی ہمراہ مسماۃ مایلی بنت کنوردی شاہ فقیر ساکن چنادی نیچ ہوئی ہے، بعد شادی کے میں بخانہ کنوردی شاہ خسر خود رہا اور موضع رینٹ ماریہ بھی بوجہ تنازع چلا گیا اب کہ میں بخانہ کنوردی شاہ خسر خود رہ کر زندگی خود بسر کرنا چاہتا ہوں، لہذا اقرار کرتا ہوں اور لکھ دیتا ہوں کہ میں تنازندی خود بخانہ کنوردی شاہ رہوں گا اور جو کچھ کہا کر یا مانگ کر لاؤں گا وہ اپنے خسر و زوجہ و خوشدامن کو دوں گا اور زوجہ خود کو کسی طرح کی تکلیف نہ دوں گا نہ ماروں گا اور نہ کوئی فعل خراب کروں گا اور بر تقدیر کہیں باہر چلا جاؤں تو اس کی اطلاع کنوردی شاہ و زوجہ خود و اہل محلہ سے کر دوں گا اگر میں چنادی بخانہ خسر نہ رہوں یا کوئی خراب فعل کروں اور بدون اجازت کے چنادی سے چلا جاؤں تو کنوردی شاہ خسر میرے کو اختیار ہے کہ دوسری جگہ زوجہ میری کا نکاح کر دے میں کوئی طرح کا دغوی جھگڑا کچھری و بچوں میں نہ کروں گا، بناء براس یہ چند کلمے بطور اقرار نامہ لکھ دئے کہ سندر ہے، ۲۵ جمادی اولیٰ ۱۳۳۶ھ (۳۰ دسمبر)

العبد

نشانی انگوٹھا سپورف شاہ

گواہ شد گواہ شد گواہ شد گواہ شد

اللہ بخش ولد شیخ کلچودھری قمر الدین ولد شیخ نیما نتھن ولد منابور پارہی رحیم بخش ولد سعدی مجاور

الجواب:

جب تک طلاق ثابت نہ ہو یا وہ مرنے جائے عورت کا نکاح دوسری جگہ نہیں ہو سکتا، وہ اقرار جو اس نے لکھا ثبوت طلاق کے لئے کافی نہیں، ہاں اگر وہ اقرار کرے کہ اس اقرار نامہ سے میری مراد عورت کو طلاق دینا تھی، یہ جو اس نے کہا کہ ایسا کروں تو خسر کو اختیار ہے کہ جس سے چاہے اس کا نکاح کر دے اس سے مراد یہ تھی کہ ایسا کروں تو اسے طلاق ہے تو اس صورت میں طلاق ثابت ہو جائیگی، اور جبکہ وہ یہ سب باتیں کر چکا تو اسی وقت سے عورت نکاح سے نکل گئی، اور اگر وہ اقرار نہ کرے تو اس سے قسم لی جائے، اگر قسم کھالے گا کہ میں نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو وہ بدستور اس کی عورت ہے دوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے اور اگر قسم کھانے سے انکار کرے گا تو طلاق ثابت ہو جائے گی، اور اگر عدت گزر گئی یا اب گزر جائے تو دوسری جگہ نکاح جائز ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰: از جہالود ضلع پنج محل گجرات احاطہ بمبئی مرسلہ شیخ عمر ولی ڈاہیا ۷ اذی القعدہ ۱۳۳۶ھ

محمد آدم ساکن مورانے ابراہیم ساکن جہالود اس کی لڑکی کی شادی کا پیام کیا، ابراہیم نے کہا کہ مجھ کو چند شرطیں لکھ دو تو میں تم سے شادی کروں، محمد آدم نے قبول کیا اور کہا کہ جو شرط کرو بخوشی منظور ہے،

بعد اس کے مسٹی آدم نے ایک اسٹامپ تحریر کر دیا، تحریر ذیل مسماۃ فاطمہ بنت ابراہیم ساکن جھالود عمر ۱۶ سال محمد آدم ساکن موراعمر ۱۶ سال، میں تمہارے ساتھ برسم برادری شادی کرتا ہوں، بعد شادی ہونے کے ہم اور تم بطور مرد عورت کے رہیں گے، بعد میں اس کے متعلق اقرار نامہ برادری کی رسم کے مطابق زیور ۵۷۵ اقولہ چاندی کے بعض مہر دیتا ہوں اس زیور پر میرا کسی قسم کا حق نہیں، اور اقرار کرتا ہوں کہ اپنا وطن موراجھوڑ کر جھالود میں سکونت کروں گا باوجود اس کے اگر میری نیت میں فرق اور تم مارپیٹ کر کے جھالود سے دوسری جگہ یا کوئی گاؤں یا جھالود سے باہر لے جاؤں تو بغیر طلاق کے طلاق طلاق واقع ہو، یہ اقرار نامہ صحیح میں نے لکھ دیا مجھے اور میرے وارثوں کو منظور ہے سوائے اس کے میں تم کو بارہ ماہ کے اندر راضی اور خوش رکھوں گا اور رہوں گا اگر خلاف اس کے کروں تو تحریر بالا کے مطابق سمجھنا، یہ لکھا ہوا صحیح ہے، اگر بارہ ماہ تک میں تم سے جد ارہوں یا دوسری جگہ چھوڑ کر چلا جاؤں تو طلاق سمجھنا یہ لکھا ہوا درست ہے بعد تحریر دستاویز مذکور لڑکی کو سنایا گیا لڑکی نے قبول کیا، ستائیس روز بعد برسم برادری بشرائط مرقومہ بالا شادی کر کے لڑکی کو رخصت کیا۔ تین سال تک جھالود میں رہی بعد تین سال کے ایک روز بلار ضامندی عورت کے جھالود سے جیبرن گاؤں میں سوار کر کے چلا، قریب پون میل گیا ہوگا کہ اس کے والد کو معلوم ہوا کہ لڑکی کو لے گیا اس وقت وہ خود اور برادری کے تین چار آدمی دوڑ کر گئے اور گاڑی روک لی، لڑکی سے دریافت کیا کہ تو کہاں جاتی ہے؟ کہا میں بخوشی نہیں جاتی بلکہ مجھے مارپیٹ کر جیبرن لئے جاتا ہے، لڑکی سے کہا کہ گاڑی سے اتر، فوراً اتر آئی، محمد آدم سے کہا کہ تو نے اقرار نامہ لکھ دیا ہے اور کہاں لئے جاتا ہے، جواب دیا کہ میں اپنے گاؤں نہیں لے جاتا دوسری جگہ لے جاتا ہوں یعنی خود دکان کرنے جاتا ہوں، انہوں نے کہا کہ تم نے شرط توڑ دی اس لئے عورت کو طلاق ہوگئی، پھر قاضی کے پاس گئے انہوں نے کہا کہ تو نے شرطی دستاویز لکھ دیا ہے کہاں بیشک میں نے لکھ دیا ہے اور میں موری نہیں لے جاتا ہوں دوسرے گاؤں خود ہی جاتا ہوں۔

الجواب:

شرط میں اپنے گاؤں کی تخصیص نہ تھی اس کا عذر غلط ہے اس میں عام تھا کہ جھالود سے کسی دوسری جگہ لے جاؤں لیکن شرط میں مارپیٹ کر لے جانا ہے، اس کا ثبوت یا تو گواہان ثقہ سے ہو یا آدم اقرار کرے کہ ہاں مارپیٹ کر لے گیا فقط عورت کا کہنا کافی نہیں اگر گواہان یا اقرار سے مارپیٹ کر لے جانا ثابت ہو تو تین طلاقیں ہو گئیں بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کر سکتی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر خاوند تیسری طلاق دے دے تو عورت حلال نہ ہوگی تا وقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے۔
(ت)

قال اللہ تعالیٰ

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَيْثُ تَكَرَّرَ ذُو جَاءِغَيْرَ كَاطِلٍ

اور اگر گواہ نہ ہوں یا وہ گواہ ثقہ شرعی نہ ہوں اور آدم مار پیٹ کر لے جانے کا اقرار بھی نہ کرے تو آدم سے حلف لیا جائے اگر حلف کرے گا کہ مار پیٹ کر نہیں لے گیا تو طلاق نہ ہوگی اور اس حلف کا حاکم کے سامنے ہونا ضرور نہیں مکان پر بھی لیا جاسکتا ہے، درمختار میں ہے:

یکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ ^۱ ۔	بیوی کا خاوند سے اپنے گھر میں ہی قسم لے لینا کافی ہے۔ (ت)
---	---

پھر اگر حلف کر لے اور عورت جانتی ہو کہ اس نے جھوٹا کیا، تو عورت پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو تین طلاقیں سے مطلقہ سمجھے اور بوجہ طلاق نہ ثابت ہونے کے بذریعہ حکومت جبر نہیں کر سکتی لہذا اپنا مہر چھوڑ کر یا اور مال دے کر اس سے اعلانیہ طلاق لے، اگر طلاق نہ دے تو جس طرح جانے اس کے پاس سے بھاگے اور اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو مجبور ہے اور وبال شوہر پر ہے، ردالمحتار میں ہے:

اذا سمعت او اخبرها عدل لایحل لها تمکینہ بل تغدی نفسها بمال او تہرب فان حلف ولا بیئۃ لها فالاثم علیہ اذالم تقدر علی الفداء او الہرب ^۲ (باختصار) والله تعالیٰ اعلم	اگر خود عورت، مرد کی طرف سے تین طلاقیں سن لے، یا کسی عادل شخص نے اس کو یہ اطلاع دے دی تو پھر بیوی کو حلال (جائز) نہیں کہ وہ خاوند کو اپنے پر جماع کا موقع دے بلکہ جیسے بن پڑے مال دے کر اعلانیہ طلاق لے یا بھاگ کر اپنے کو بچائے، اور اگر خاوند طلاق نہ دینے کی قسم کھالے اور طلاق پر عورت کے پاس گواہ نہ ہوں اور بیوی مال کے بدلے یا بھاگ کر اپنے آپ کو نہ بچا سکے تو اب گناہ خاوند پر ہوگا (باختصار)۔ والله تعالیٰ اعلم (ت)
---	---

۲۸ رمضان ۱۳۳۸ھ

از جوئیہ مرسلہ مولوی عبدالاول صاحب

مسئلہ ۳۱:

زید نے اپنی زوجہ کے کابین نامہ میں منجملہ شرائط ایک شرط یہ لکھی کہ اگر بغیر رجسٹری شدہ اجازت نامہ تم سے حاصل کئے ہوئے اور بغیر تمہارا کل مہر ادا کئے ہوئے دوسرا نکاح کروں تو منکوحہ جدیدہ کو میری طرف سے تین طلاق ہوں گی، اب صورت حال یہ ہے کہ زوجہ نے مہر معاف کر دیا اور اجازت نامہ نکاح بلا رجسٹری شدہ شوہر نے حاصل کر کے دوسرا نکاح کر لیا، اب شرعاً اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ اجازت نامہ بلا رجسٹری شدہ ہے اور ایفائے مہر نہیں پایا بلکہ زوجہ نے معاف کر دیا تو منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہوگی

^۱ درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی، دہلی، ۲۲۳/۱

^۲ ردالمحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۳۲

یا نہیں؟

الجواب:

فقیر شب ہلال ماہ مبارک سے بغرض علاج بعض اعزہ اس پہاڑ پر آیا ہوا ہے، وطن سے دور، کتب سے مجبور، بظاہر مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں طلاق نہ ہوگی کہ ایفا سے مقصود برات ذہ ہے وہ حاصل اور رجسٹری کہ وقت انکار تحفظ کے لیے ہوتی ہے جب عورت نے اجازت دے دی اجازت نامہ لکھو ادیا اصل مقصود حاصل ہو گیا جیسے عورت سے کہا اگر کل مجھے فلاں چیز لا کر نہ دے یا فلاں چیز لے کر نہ آئے تو تجھ پر طلاق، اس نے چیز کسی کے ہاتھ بھیج دی، طلاق نہ ہوئی جبکہ مقصود اس شے کا پہنچنا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲: از محکمہ شرعیہ نل بازار بمبئی مسئلہ سید حسین صاحب نائب قاضی ۱۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نے ایک اقرار نامہ اپنی زوجہ کو لکھ دیا جس میں ایک شرط یہ تھی کہ اگر منقر اپنی توجہ کا پابند نہ ہو اور خلاف شرع کوئی فعل کرے تو اسی وقت میری زوجہ کو اختیار ہوگا کہ وہ بلا اجازت میری اپنے ورثاء کے یہاں یا اپنے باپ بھائی کے یہاں فوراً چلی جائے یا اس کے ورثاء بلا میری دریافت کے اسے لے جائیں اور اس خلاف ورزی شرع شریف میں میری جانب سے میری زوجہ کو طلاق قطعی سمجھی جائے نیز میری زوجہ کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ بموجب ہو جانے طلاق شرعی کے بعد میعاد عدت اپنا نکاح ثانی خود کر لے یا اس کے ورثاء اس کا نکاح ثانی جہاں اس کی خوشی ہو کر دیں مجھ کو اس میں کسی قسم کا عذر نہ ہوگا اگر وہ اپنے تحریر کردہ شرط کی خلاف شرط کی ورزی کر کے تو طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں طلاق نہ ہوئی،

کیا بینا ہ فی فتاؤنا ونص فی الخانیۃ فان احسبى انک طالق لیس بطلاق ^۱ ۔ وفي الهندیۃ عن الخلاصۃ	جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے، اور خانیہ میں نص موجود ہے کہ خاوند کا بیوی کو کہنا کہ "تو طلاق سمجھ لے" یہ طلاق نہیں ہے، اور ہندیہ
--	---

^۱ فتاویٰ قاضیخان کتاب الطلاق نوکسور لکھنؤ ۲۰۱۲

ف: خانیہ کے الفاظ اس طرح ہیں: لایقع الطلاق وان نوى کانه قال لها بالعربیۃ احسبى انک طالق وان قال ذلک لایقع وان نوى۔ نذیر احمد سعیدی

<p>میں خلاصہ سے منقول ہے کہ کسی عورت نے اپنے خاوند کو کہا کہ "مجھے طلاق دے" تو خاوند نے جواب میں کہا "تو اس کو طلاق دی ہوئی یا طلاق کی ہوئی سمجھ لے" تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ اس سے طلاق کی نیت کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>امراة قالت لزوجها مرا طلاق ده فقال داده انكار او كرهه انكار لا يقع وان نوى¹۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۳۳ و ۳۴: از سرانے بھنولی ڈاک خانہ شاہ گنج ضلع فیض آباد مرسلہ محمد فیض اللہ صاحب ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) ایک اقرار نامہ مندرجہ ذیل مضمون کا لکھا گیا جس کے کل شرائط ولی ہندہ کے مقرر کئے ہوئے ہیں جو کہ مضمون اقرار نامہ سے صاف ظاہر ہے اور محمد شفیع کی طرف سے کوئی شرط مقرر نہیں کی گئی اور نہ اس کو قرار داد شرط کی اجازت دی گئی حالانکہ اقرار نامہ کے ایک لفظ سے بھی محمد شفیع کو اتفاق نہیں تھا اور نہ اس کا کوئی معاون ولی تھا کہ کچھ عذر کرتا، ولی ہندہ ایک زبردست و اہل مقدر شخص ہے اس نے بالجبر محمد شفیع سے دستخط کرا لیا، پس یہ اقرار نامہ شرعاً معتبر ہے یا کہ غیر معتبر؟ بینوا تو جروا۔

(۲) قبل تحریر اقرار نامہ ولی ہندہ جو کہ بمقابلہ محمد شفیع ہر حالت میں بدرجہا زور آور و اہل مقدر تھا نیکیں و بے بس محمد شفیع سے بالجبر طلاق لینے پر آمادہ تھا مگر اس وقت محمد شفیع کچھ گریہ و زاری سے منت و سماجت کی کہ اس کا اثر اس پر کارگر ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ طلاق سے تو باز رہے مگر اقرار نامہ مذکورہ ذیل پر دستخط کرا لیا محمد شفیع نے اس فرصت کو غنیمت سمجھ کر دستخط کر دیا کچھ دن کے بعد محمد شفیع رنگون چلا گیا اور تھوڑے عرصے تک حسب وسعت مبلغ میں پچیس روپیہ ہندہ کو روانہ کیا مگر کچھ عرصہ تک بوجہ مجبوری خرچ روانہ نہ کر سکا البتہ خطوط روانہ کرتا رہا اور اسکے ذریعہ سے اپنی مجبوری ظاہر کرتا رہا اور بعد کو بھی تین چار روپیہ روانہ کیا اب محمد شفیع قریب ساڑھے تین سال کے بعد رنگون سے واپس آیا اور وجہ عدم ادائیگی خرچ میں یہ عذر بیان کیا کہ میں سخت جل گیا تھا اور کوئی امید زندگی نہ تھی، چنانچہ چھ ماہ میں ہسپتال میں پڑا رہا جلنے کا حال زبانی آئندگان آنصوبہ سے بھی سنا گیا اور اب بھی اس کے جسم پر نشان دیکھا گیا یعنی موجود پایا گیا) اس حالت میں مبلغ پچاس روپیہ کا قرضدار ہو گیا بعد صحت چند روز بیکار رہا اور جب کامیاب ہوا تو قرض ادا کیا بقیہ زاد راہ میں صرف ہوا عدم رواگنی خرچ سے ہندہ بوجہ اہل مقدر ہونے اپنے ولی کے محتاج نان و نفقہ نہ تھی

¹ فتاویٰ ہندیۃ الفصل السابع بالالفاظ الفارسیۃ نوری مکتب خانہ پشاور ۱/۳۸۰

علاوہ اس کے قریب دو صد روپیہ کی مالیت کا زیور کہ ملکیت محمد شفیع تھی اس کے پاس موجود تھے غرضیکہ ہندہ اور اس کے ولی کو نسبت نان و نفقہ و عدم روانگی خرچ کوئی شکایت نہیں ہے اور سب اس سے رضامند ہیں پاس سوال یہ ہے کہ بحالت صحت اقرار نامہ ایسی صورت میں ہندہ زوجیت سے خارج ہوئی یا نہیں؟ بینوا تو جو وا۔

نقل اقرار نامہ

منکہ محمد شفیع ولد عبدالقادر متونی ساکن موضع سرائے بھنولی پرگنہ کچرانہ تحصیل کالو ضلع فیض آباد ام، چونکہ باغوائے شیطان چند افعال ناجائز مجھ سے آج تک ہوتے رہے میں نے اپنی منکوہہ مسماۃ ہندہ بنت محمد یسین خاں کے نان نفقہ سے بالکل غافل تھا حتیٰ کہ میں نے آج تک ادنیٰ ضرورت بھی اس کی رفع نہ کی اور خلاف حکم خدا رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کے نان نفقہ سے بالکل بے خبر تھا، مگر اب میں اپنے افعال شنیعہ اور سراسر غفلت و بے فکری سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ کے لئے اقرار کرتا ہوں کہ مطابق مرضی منکوہہ اور اس کے والدین کے ہر ایک فعل کی پابندی کرتا ہوں گا اور جو کچھ وہ لوگ کہیں گے اس پر عملدرآمد کروں گا اور اپنے گھر سے غیر ملک نہ جاؤں گا حسب اتفاق اگر غیر ملک جانے کے موقع نہ ہو اور میں چلا جاؤں تو اپنی منکوہہ کے نان و نفقہ کی خبر گیری کرتا رہوں گا اگر ایسی غفلت کروں یعنی اپنی منکوہہ کا نان نفقہ و خبر گیری نہ کروں تو وہ عدم خبر گیری میری بجائے طلاق ثلاثہ کے سمجھی جائے اور پھر مجھ کو کوئی عذر نہ ہوگا، لہذا یہ چند کلمات بطور اقرار نامہ کے لکھ دئے تاکہ سند رہے اور عند الضرورت کام آئے، فقط بقلم محمد فیض اللہ ۹ جولائی ۱۹۱۵ء العبد محمد شفیع بقلم خود۔

الجواب:

فرصت غنیمت سمجھ کر دستخط کر دیا جبر و اکراہ نہیں مگر وہ اقرار نامہ بذاتہ خود ہی باطل و مہمل ہے، اگر محمد شفیع بے کسی قریب کے آپ ہی لکھتا اور پھر بلا ضرورت غیر ملک کو چلا جاتا اور قصداً بلا عذر خبر گیری زوجہ سے دستکش رہتا اور ایک پیسہ کبھی نہ بھیجتا جب بھی اس باطل اقرار نامہ کی رو سے اصلاً طلاق نہ ہو سکتی وہ اس میں طلاق نہیں کہتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ میری عدم خبر گیری کو بجائے طلاق ثلاثہ سمجھا جائے، "یہ سمجھ کر" صریح باطل ہے عدم خبر گیری ایک طلاق بھی نہیں ہو سکتی نہ کہ تین طلاق کی جگہ اور باطل سمجھ کی اجازت دیں باطل، جیسے کوئی کہے اگر میں نہ آؤں تو دیوار کو طلاق سمجھ لینا کیا اس کے کہنے یا کسی کے سمجھ لینے سے دیوار طلاق بن جائے گی اور جب وہ اجازت و قول و فہم سب باطل ہے اور باطل پر کچھ اثر مرتب نہیں ہو سکتا لہذا وہ اقرار نامہ مہمل ہے اور طلاق اصلاً نہ ہوئی، فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

اگر خاوند نے کہا "تو طلاق ہوئی سمجھ" یا کہا "تو

لوقال الزوج دادہ انگار او قال کردہ انگار

<p>طلاق کی ہوئی سمجھ "تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت کی ہو، کیونکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی عربی میں کہے ترجمہ: تو خیال کر لے کہ تو طلاق والی ہے" تو یہ بات کہنے سے طلاق نہ ہوگی، اگرچہ طلاق کی نیت بھی کر لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>لا یقع الطلاق وان نوى كانه قال لها بالعربية احسبى انك طالق وان قال ذلك لا يقع وان نوى¹ - واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۳۵: ازراپور محلہ فرنگن محل بزریلاظریف مرسلہ مولوی ریاست حسین خاں صاحب ۲۲ شوال ۱۳۱۵ھ

<p>کیا فرماتے ہیں اصحاب شرع و تقویٰ اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے نکاح میں ایجاب و قبول کے بعد اقرار نامہ میں یہ تحریر کیا کہ منکہ یونس علی پسر حسین علی مرحوم ساکن ناکند یہ علاقہ تھانہ منکند و ضلع ارکانم، اپنی صحت اور بقائی عقل بغیر جبر و اکراہ اپنی خوشی سے اقرار کرتا کہ مسماہ مہر النساء دختر غلام علی مرحوم کو چند شرائط کے ساتھ اپنے نکاح میں لاتا ہوں:</p> <p>پہلی شرط یہ کہ مسماہ مذکورہ کو شرعی تعلیم بابت نماز، روزہ وغیرہ امور دینیہ دینے میں پوری کوشش کروں گا، حتیٰ کہ یہ کہا آٹھویں شرط یہ ہے کہ مسماہ مذکورہ کی مرضی کے بغیر کسی دوسری عورت سے اپنا نکاح نہ کروں گا، اگر کروں تو دوسری بیوی کو تین طلاق ہوں گی، اور نویں شرط یہ کہ اگر مذکورہ شرائط میں سے کسی شرط سے انحراف کروں تو مسماہ موصوفہ کو اختیار ہوگا کہ اس کاغذ اور تحریر کے بموجب اپنے آپ کو تین طلاق کے ساتھ میری زوجیت سے خارج کر کے دوسرے شخص سے نکاح کر لے یا میرے نکاح میں رہے، نقل یعنی اقرار نامہ ختم ہوئی۔</p>	<p>چہ می فرماید اصحاب شرع وارباب و رع اندرینکہ شخصے بعد ایجاب و قبول نکاح خودرا اقرار نامہ این عبارت تحریر نمود کہ منکہ یونس علی پسر حسین علی مرحوم حال ساکن ناکند یہ علاقہ تھانہ منکند و ضلع ارکانم منقر در حالت صحت ذات و ثبات عقل بلا اجبار و اکراہ بخوشی مہر النساء دختر غلام علی مرحوم را بچند شرائط بنکاح خود آوردم:</p> <p>شرط اول اینکہ مسماہ مذکورہ را در باب تعلیم احکام شرعیہ مثل نماز و روزہ وغیرہ امور دینیہ کوشش کما حقہ بکار آرم (الی ان قال) شرط، ہشتم بغیر رضا و رغبت مسماہ مذکورہ زنی دیگر بنکاح خود نیارم اگر آرم بر ثانیہ سے طلاق واقع خواهد شد۔ شرط نہم اگر زشرطے ازین شرائط مرقومہ بالا انحراف و رزم آنگہ اختیار مسماہ موصوفہ را است کہ بتوسل کاغذ ہذا نفس خود را از زوجیت سے طلاق کردہ بنکاح دیگر پردازد یا بنکاح ماند انتی نقل اقرار نامہ یعنی۔</p>
--	---

¹ فتاویٰ قاضیخان کتاب الطلاق نوکسور لکھنؤ ۲۱۰

<p>اب اس کے بعد یونس علی نے مسماۃ مذکور کو تین طلاقیں دے کر مہر النساء کی رضا و رغبت کے بغیر دوسرا نکاح کر لیا، تو مسؤلہ صورت میں یونس علی کی دوسری بیوی کو تین طلاقیں ہوئیں یا نہیں، جناب فیض مآب مولانا صاحب! آپ کا فیض و اقبال ہمیشہ قائم رہے، سلام کے بعد و عرض ہے کہ اس سوال کا جواب جلدی عنایت فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ ہم ہمیشہ ممنون احسان رہیں، اس مسئلہ میں دوسرے علماء بھی اختلاف کر رہے ہیں، بعض دوسری بیوی کی طلاق پر مصر ہیں اور بعض اس کی طلاق نہیں مانتے، آپ کا فیصلہ اور فتویٰ کیا ہے اور مختار قول کیا ہے میں اپنے مختلف کتب نہ ہونے کی بناء پر تکلیف دے رہا ہوں، تکلیف پر معافی چاہتا ہوں، فقط، والسلام۔</p>	<p>اکتوں یونس علی مسماۃ مہر النساء اسے طلاق دادہ بلا رضا و رغبت مہر النساء بزین دیگر نکاح نمود است دریں صورت مرقومہ بزوجه ثانیہ یونس علی سہ طلاق واقع خواهد شد یا نہ، جناب فیض مآب مولانا صاحب دام اقبالہم و فیضہم بعد سلام عرض اینکه جواب سوال بزودی عنایت فرمودہ ممنون فرمائید چنانکہ نختین ہم مرہون منت و ممتاز دارین فرمودہ بودند دریں باب نیز علماء مختلف اند بعضے طلاق ثانیہ قائلے ست و بعضے بعد مش مصر فیصلہ چیت و مفتی بہ و مختار کدام، نزد م کتب مختلفہ موجود نیست بناء علیہ مکلف شد م عفو فرمائید، والسلام۔</p>
---	---

الجواب:

<p>اے اللہ تجھ سے حق و صواب (درستی) کی رہنمائی کا طلبگار ہوں، مسؤلہ صورت میں شرعی فیصلہ فقہی نظر میں تفصیل طلب ہے، اگر مہر النساء کہے کہ یونس علی نے یہ دوسرا نکاح میری رضا و رغبت کے بغیر کیا ہے اور یونس علی اس کی تصدیق کرتا ہے تو دوسری بیوی کو نکاح کے وقت سے ہی تین طلاقیں ہو گئیں، ورنہ کوئی طلاق اور جدائی نہ ہوگی،</p> <p>اقول: وباللہ التوفیق (اللہ کی توفیق سے میں کہتا ہوں کہ) اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ دوسری بیوی کی طلاق، مہر النساء کی رضا و رغبت کے معدوم ہونے سے مشروط ہے، تو شرط کا پایا جانا جزاء کے</p>	<p>اللہم ہدایۃ الحق والصواب در صورت مستفسرہ قضیہ نظر فقہی تفصیل ست، اگر مہر النساء گوید کہ یونس علی اس نکاح دوم بے رضا و رغبت من کردہ است، و یونس علی دریں معنی تصدیق بیانش کند زن پس ہم از وقت نکاح سہ طلاق شود ورنہ بیچ طلاق و فراق نیست۔</p> <p>اقول: وباللہ التوفیق تحقیق مقام آنست کہ طلاق زن ثانیہ معلق بوقوع نکاح متلبس باعدم رضا و رغبت مہر النساء ست، پس ہم وقت نکاح اس عدم باید و تحقق شرط کہ</p>
---	--

پائے جانے کو مستلزم ہوگا جس سے نکاح ختم ہو جائے گا لیکن اس کو تسلیم کرنا شرعی ثبوت پر موقوف ہے اور ثبوت شرعی خاوند کا اقرار یا شہادت ہے، شہادت اس لئے ضروری کہ وہ معاملہ کو واضح کرتی ہے، اور زوج کا اقرار اس لئے کہ خاوند ہی طلاق کو نافذ کرنے کا مالک ہے، لہذا حال کی خبر وہ خود ہی دے سکتا ہے، تنہا مہر النساء کا بیان دوسری بیوی کے متعلق قابل سماعت نہیں ہے کیونکہ ایک عورت کا بیان شرعی حجت نہیں ہے خاص کر اپنی سوکن کے بارے میں کہ تہمت کا احتمال ہے اور یونس علی کا مہر النساء سے اجازت طلب کئے بغیر یہ دوسرا نکاح کرنا طلاق کی شرط کے پائے جانے کے لئے کافی نہیں ہے کیونکہ طلاق کی شرط مہر النساء کی عدم رضا و رغبت ہے نہ کہ اس سے اجازت طلب کرنا، جبکہ ان دونوں میں بڑا فرق ہے، اسی لئے علماء کرام فرماتے ہیں کہ رضا کے ساتھ مشروط امر کے پائے جانے میں رضا کا علم ضروری نہیں بلکہ رضا کا پایا جانا ہی کافی ہے، مثلاً ایک شخص نے طلاق کا حلف کہتے ہوئے اپنی بیوی کو کہا کہ تو میری رضا کے بغیر باہر مت جا۔ پھر آہستہ سے کہا جا، بیوی نے نہ سنا، یا سنا مگر سمجھا نہیں اور باہر چلی گئی تو طلاق نہ ہوگی، کیونکہ وہ رضا پر باہر گئی اگرچہ وہ خود رضا پر مطلع نہ ہوئی، اس کے برخلاف اگر رضا کی جگہ وہ اذن کا لفظ کہتا تو طلاق ہو جاتی کیونکہ اذن کے لئے ایسا قول ضروری ہے جو سنا اور سمجھا جاسکے حتیٰ کہ وہاں اذن کی واضح دلیل بھی پائی جائے تو کارآمد نہ ہوگی، مثلاً خاوند نے بحلف کہا کہ میں بیوی کی اجازت

مستلزم تحقق جزا و زوال عصمت است تسلیم او مرہون ثبوت شرعی است کہ اقرار زوج باشد یا اظہار بینہ اما البینة فلانہا کاسمہا مبینة. اما اعتراف الزوج فلانہ یملک الانشاء فلا یزاحم فی الاخبار، تنہا بیان مہر النساء در حق زوجہ ثانیہ شنودن ندارد کہ بیان یک زن حجت شرعیہ نیست خاصہ در حق ضرہ کہ محل تہمت است و اقدام یونس علی بریں عقد بے استمندان مہر النساء مثبت شرط نتوان شد کہ شرط عدم رضا بود نہ ترک استرضاء و شتان ماہما، ولہذا علماء گفتہ اند کہ در تعلیق بالرضا علم برضا در کار نیست، مثلاً شوہر حلف بطلان کردہ مرزنش را گوید کہ بے رضائے من بیروں نروی باز آہستہ گفت برو، زن تشنید یا شنید و نفیید و بیروں رفت طالق نہ شود کہ بے رضا زفتہ است، گو خود برضا مطلع مباش، بخلاف اذن کہ او نباشد الا بقول مسوع و مفہوم تا آنکہ دلائل واضحہ رضائیز آں جا بکار نیاید مثلاً حلف کند بے اذن زن نیا شام زن کا سہ بدست خود گرفتہ نو شاند و رزبان ہیچ گفت یا گفت و شوے تشنود یا مفہوم مش تشد حانث شود کہ اذن متحقق نگشت، پس عدم اذن در محل شرط بہ بینہ ثابت توان کردلان الشہادۃ علی النفی مقبولۃ فی الشرط اما باثبات عدم رضا و رغبت را بے نیست زیرا کہ او صفتی قلبی است و علمش از علوم نبی، نہایت کار شہود چنگ بدلائل خارجہ زدن است و در ہیچو

کے بغیر نہ بیوں گا، اگر بیوی اپنے ہاتھ سے پانی والا پیالہ دے اور وہ پی لے اور بیوی نے اس موقع پر اپنی زبان سے کچھ نہ کہا یا زبان سے پینے کو کہا مگر خاوند نے نہ سنایا سنا مگر سمجھ نہ سکا، تو قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ اذن نہ پایا گیا، پس عدم اذن کی شرط ہو تو یہ گواہی سے ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ شرائط میں منفی پر گواہی سے ثابت کرنا مشکل ہے کیونکہ وہ قلبی معاملہ ہے جس کا علم غیبی علوم میں سے ہے، جبکہ گواہی میں خارجی امور پر سہارا ہوتا ہے اور ایسے قلبی حال پر کتنی ہی واضح علامات کیوں نہ ہوں وہ کار آمد نہیں ہو سکتیں، علماء نے فرمایا کہ خاوند بیوی کو کہے اگر فلاں شخص مومن ہے تو تجھے طلاق ہے، جبکہ فلاں شخص کو شہر میں نیک اور زمانہ کا پرہیزگار دیکھا جا رہا ہو اور وہ ہزار بار مومن ہونے کا دعویٰ کرے لیکن طلاق دینے کے معاملہ میں اس کی بات کی تصدیق نہ کی جائے گی اور طلاق نہ پڑے گی جب تک خاوند اس کے مومن ہونے کا اعتراف نہ کرے گا طلاق نہ ہوگی، کیونکہ ایمان دل میں ہے اس پر علامات یہاں حجت نہیں بن سکتیں اور کسی فرد کی شہادت پر علامات یہاں مقبول نہ ہوں گی، پھر اگر یہ علامات نکاح ثانی کے بعد سرزد ہوں، مثلاً مہر النساء کو دوسرے نکاح سے قبل مہر النساء نے اس سے منع کیا ہو اور دوسرے نکاح کے ذکر پر ناراض ہوئی ہو، یہ علامات بھی کار آمد نہیں ہو سکتیں کیونکہ شرط یہ ہے کہ دوسرا نکاح مہر النساء کے دل کی رضا مندی سے نہ ہو تو طلاق ہوگی، جبکہ دل کا حال

مقام امارات ظاہرہ اگر باچند ہر چہ تمام تر واضح باشد بکار نیاید، علماء فرمودہ اندزن را گفت اگر فلاں مومن ست تو طلاقہ و فلاں را می بینم از صلحائے امصار و اقیانے روزگار ست اور ہزار گفتمہ باشد من مومنم در حق تطلیق تصدیق نباشد و طلاق نیفتد تا زوج بایں معنی اعتراف نکند زیرا کہ ایمان در دل ست و امارات از بیجا حجت منجزل و شہادت فرد از قبول منفصل، باز این دلائل اگر بعد وقوع این نکاح ثانی یافتہ شد مثلاً مہر النساء را خبر رسید اور وے در ہم کشید یا پیش از نکاح منع این معنی می کرد و بر ذکر او غضب می آورد خود بکار نیست زیرا کہ شرط بوقوع نکاح متلبا بعدم الرضا ست، دل ہر وقت بر یک حال نیست، القلب یتقلب، پس عدم رضائے سابق و لاحق دلیل عدم مقارن نتواں شد الا بہ استصحاب در سابق یا قیاس در لاحق و اینمہ از ظاہر ست و ظاہر واقع است نہ مثبت بلکہ آں سابق و لاحق نیز خود ظاہری بیش نبود و اللہ علیہم بذات الصدور، این ظاہر در ظاہر شد و ضعف در ضعف راہ یافت و اگر خود عین وقت این عقد دلائل غضب یافتہ شود علت منحصر درین نیست اسباب غضب ہزار ست یمکن کہ یاد تطلیق خودش در غضب آورده باشد نہ عدم رضا بایں عقد، اطلاع بر آنکہ وجہ غضب چیست باز نیاز باں آرد کہ آں وقت سخناں مہر النساء اور دستاویز نمایند این باز رجوع بہ بیان زن شدہ و شہادت شہود از میاں برخاست

بلے غالب عادت زناں خاصہ دریں بلاد وزماں ہمانست کہ نکاح ثانی شوہر ان پسند نکلند اگرچہ خود آہنہا طلاقہ شدہ باشند، اما این ظاہر بانکہ ظاہر واز جمعیت قاصرست ضعیف ترست، بار بازناں مطلقہ بلکہ معلقہ بدعا، آرزو کنند کہ شوہر پنچہ زنے بلایا سلیطہ کج ادا گرفتار آید تا کیفر کردار خود چشند و عدلبے کہ مارا کرده است خمیازہ اش شد و رضا بچیزے را علم باں چیز ہم در وقت حدوث اور ضروری نیست مثلاً پدر زید را تمناست کہ زید بمنصب وزارت رسد در غیبت پدر وزیرش کردند گفته نشود کہ این وزارت بے رضائے پدرست پس وقوع این عقد بے اطلاع مہر النساء نیز محقق شرط نباشد، بالجملہ راہ باثبات این شرط نیست، جز باخبار مہر النساء مع تصدیق یونس علی، واصل کار ہماں اقرار یونس علی ست اگر یافتہ شد سہ طلاق بفور نکاح نقد وقت ثانیہ است کہ نامدخولہ محل سہ طلاق دفعی ست اگرچہ تفریق برنیابد کہ انتہال تعلیقات بزمان بقائے زوجیت زوجہ اولی مقصر نیست ورنہ خیر۔

بدلتار ہوتا ہے، پس پہلے یا بعد کی عدم رضا نکاح کے وقت ناراضگی دل کی دلیل نہیں بن سکتی، ہاں سابق ناراضگی استصحاب حال اور بعد والی قیاس بن سکتی ہے، لیکن یہ سب کچھ ظاہری چیزیں جبکہ ظاہر واقع تو ہو سکتا مگر وہ مثبت نہیں بن سکتا بلکہ وہ سابق اور لاحق خود بھی ظاہر سے بڑھ کر نہیں ہیں، دل کی کیفیت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یہ جو کچھ ظاہر ہو ظاہری معاملہ ہے اور ضعف ہے جو کہ ضعف کا راستہ پاتا ہے بلکہ عین نکاح ثانی کے وقت بھی مہر النساء کا غصہ پایا جائے تو یہ بھی دلیل نہیں ہو سکتی کہ یہ دوسرے نکاح سے ناراض ہو رہی ہے کیونکہ غصہ کی وجود کئی ہو سکتی ہیں ممکن ہے اس وقت نکاح عدم رضا کی وجہ سے نہ ہو، یہ معلوم کرنا کہ غصہ کی وجہ کیا ہے آخر کار دلیل اس کی یہی ہو سکتی ہے کہ مہر النساء نے دوسرے نکاح کے وقت غصہ کی باتیں کی ہیں یہ پھر بیوی کے بیان پر موقوف ہوا، اور درمیان میں گواہوں کی گواہی ناپید رہی بلکہ تسلیم شدہ ہے کہ اس ملک میں موجودہ زمانے کی عورتوں کی عادت ہے کہ وہ خاوند کے دوسرے نکاح کو پسند نہیں کرتیں اگرچہ ان میں سے خود طلاق بھی حاصل کر چکی ہوں مگر یہ بات عادت بھی تو ظاہر معاملہ ہے اور نکاح کے وقت دل کی کیفیت پر دلالت قاصر اور ضعیف تر ہے، کیونکہ بارہا اور معلقہ عورتیں بدعائیں اور بری آرزوئیں کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ خاوند کا براہو اور کسی بری عورت کے پنچہ یا مصیبت میں گرفتار ہوتا کہ وہ اپنے کیفر کردار کو پنچے اور اس نے جو مجھے تکلیف دی اس کا خمیازہ بھگتے، کسی چیز پر رضا کو یہ لازم نہیں کہ اس چیز کے حدوث اور وجود کا علم بھی ہو مثلاً زید کے والد کی تمنا ہے کہ زید وزارت کے منصب تک پہنچے جبکہ والد کی عدم موجودگی میں زید کو وزیر بنا دیا جائے تو یہ نہ کہا جائے گا کہ یہ وزارت والد کی رضا کے بغیر دی گئی ہے (غرضیکہ رضا و عدم رضا پائے جانے کے باوجود یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ عین واقعہ کے وقت رضا موجود تھی) پس یونس علی کے دوسرے نکاح کا مہر النساء کی اطلاع کے بغیر ہونا بھی شرط کاشوت نہیں بنتا، حاصل یہ کہ

حالاً برنے از کلمات علماء بر خوانیم وانچہ گفتہ ایم پیاہ اثبات رسائیم، وبالله التوفیق۔

دوسرے نکاح کے وقت مہر النساء کی عدم رضا کا اثبات سوائے اس کے ممکن نہیں کہ مہر النساء خود بتائے اور پونس علی اس کی تصدیق کرے بلکہ اصل دار و مدار پونس علی کے اقرار پر ہے اگر اس کا یہ اقرار پایا جائے تو فوری طور پر دوسرے نکاح کو کرتے ہی دوسری غیر مدخولہ کو بیک وقت تین طلاقیں ہو جائیں گی، کیونکہ غیر مدخولہ بیوی بیک لفظ تین طلاقوں کا محل ہے اگرچہ متفرق طلاقوں میں تینوں کا محل نہیں، کیونکہ تعلیقات کا عمل پہلی بیوی کی زوجیت کی بقاء پر منحصر نہیں ہے اور اگر پونس علی کا اقرار نہ ہو تو خیر (یعنی طلاق نہ ہوگی) (ت)

اب ہم علماء کا کچھ کلام بیان کر کے اپنے مذکورہ موقف کو ثابت کریں گے وبالله التوفیق۔ امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں کتاب الایمان کے مسائل متفرقہ میں فرمایا ہے اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے جس عورت سے بھی تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو اسے طلاق ہے، پھر اس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بائنہ دی یا تین طلاقیں دے دیں پھر اس نے اس دوران پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری عورت سے نکاح کیا تو دوسری کو طلاق ہو جائے گی کیونکہ اس نے حلف میں دوسری عورت سے نکاح کو پہلی بیوی کے نکاح کے باقی رہنے سے مقید نہیں کیا، اس سے مقید تب ہوتا جب پہلی بیوی اپنے نکاح کے وقت اذن یا منع کا اختیار حاصل کرتی۔ (ت) علامہ محقق زین بن نجیم نے بحر الرائق میں فرمایا اذن پر صرف قول کے ذریعہ اطلاع ہو سکتی ہے، بخلاف محبت کے، اسی میں یہ بھی فرمایا کہ محبت اور بغض کی حقیقت مخفی معاملہ ہے اس پر مرد یا عورت کسی کی طرف سے واقفیت نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ دلی کیفیت ہے جو بدلتی رہتی ہے کیونکہ دل بدلتے رہنے والی

امام محقق علی الاطلاق در فتح القدر کتاب الایمان فی مسائل متفرقہ فرماید، لو قال لامرأته کل امرأۃ اتزوجها بغیر اذک طالق فطلق امرأته طلاقاً بائناً او ثلاثاً ثم تزوج بغیر اذنها طلقت لانه لم تتقید بیمنہ ببقاء النکاح لانها انما تتقید به لو كانت المرأۃ تستفید ولایۃ الاذن والینع بعقد النکاح¹۔

علامہ محقق زین بن نجیم در بحر الرائق فرماید الاذن یطلع علیہ بالقول بخلاف المحبة² ملخصاً، ہمدان ست حقیقۃ المحبة والبغض امر خفی لایوقف علیہا من قبل احد لامن قبلها ولا من قبل غیرها لان القلب یتقلب لایستقر

¹ فتح القدر کتاب الایمان مسائل متفرقہ مکتبہ نوریہ رضویہ ستمبر ۱۹۸۴ء

² بحر الرائق باب التعلیق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶/۳

<p>چیز ہے دل کو کسی ایک چیز پر قرار نہیں۔ (ت) (۱)</p> <p>امام حافظ الدین محمد کردری نے وجہ کتاب الایمان کی نوں فصل میں فرمایا: اگر اذن دیا اور دوسرے نے نہ سنا تو یہ اذن معتبر نہ ہوگا، یہ امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کا مسلک ہے، صغریٰ میں ہے: خاوند نے بیوی کو کہا تو میری رضا کے بغیر باہر نہ جائیگی، تو اس کے بعد خاوند نے بیوی کو اجازت دی مگر بیوی نے نہ سنا، یا سنا ہے لیکن سمجھی نہیں تو بیوی نکل جانے سے حاش نہ ہوگی، اس کے برخلاف اگر اس نے بیوی کے نکلنے کو اذن پر موقوف کیا ہو تو مذکورہ صورت میں خلاف ورزی قرار پائے گی یعنی حاش ہوگی، کیونکہ رضا بیوی کے علم کے بغیر بھی ہو سکتی ہے جبکہ اذن اس کے علم کے بغیر متحقق نہیں ہو سکتا۔ (ت)</p> <p>اسی میں ہے: ایک نے دوسرے کو کہا "تو میرے اذن کے بغیر نہ پئے گا" اس کے بعد اس نے خود پانی کا پیالہ اس کے ہاتھ میں دے دیا لیکن زبان سے کچھ نہ کہا دوسرے نے پانی لیا تو خلاف ورزی ہو جائیگی اور وہ حاش ہو جائیگا (کیونکہ ہاتھ میں دینا رضا کی دلیل تو ہو سکتی ہے مگر اذن نہیں ہو سکتا) یونہی بیوی کو کہا "میرے علم کے بغیر باہر نہ جائے گی" پھر اس کے دیکھتے ہوئے اس کی عورت نکلی تو حاش نہ ہوگا، اور اگر اس کے بعد نکلنے کی اجازت زبانی دے دی تو اب علم کے بغیر بھی نکل جائے تو حاش نہ ہوگا۔ (ت)</p>	<p>علی شیعہ^۱۔</p> <p>امام حافظ الدین محمد کردری در وجہ کتاب الایمان فصل تاسع فرماید ان اذن ولم تسمع لایعتبر عند الامام ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ، وفي الصغری، لا تخرجہ الا برضائی او بغیر رضائی فاذنہا ولم تسمع او سمعت ولم تفہم لایحنت بالخروج، بخلاف الابدانی او بغیر اذنی حیث یحنت لان الرضا یتحقق بلا علمہا والاذن لایتحقق^۲۔</p> <p>ہمدراں ست لایشرب الابدانہ فناولہ القدرح بیدہ ولم یقل بلسانہ شیاً فشرب یحنت لانه دلیل الرضا، لا الاذن، لا تخرج امرأته الا بعلمہ فخرجت وهو یراہا لایحنت، وان اذن لها بالخروج فخرجت بعدہ بلا علمہ لایحنت^۳۔</p>
---	---

^۱ بحر الرائق باب التعلیق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۷/۴

^۲ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش فتاویٰ ہندیۃ التاسع فی الیمین فی الاذن نورانی مکتب خانہ کراچی ۲۹۴/۱۲

^۳ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش فتاویٰ ہندیۃ التاسع فی الیمین فی الاذن نورانی مکتب خانہ کراچی ۲۹۶/۱۲

<p>امام اجل برہان الملئۃ والدین نے ہدایہ میں فرمایا اگر شرط ایسی ہو کہ اس کا علم صرف عورت کے بیان و اظہار پر موقوف ہو تو عورت کی بات معتبر ہوگی جس کا تعلق اس عورت کی ذات سے ہو، مثلاً کہا اگر تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق ہے اور فلانی کو بھی، اب اس عورت نے کہ مجھے حیض آیا ہے، تو اس کو خود طلاق ہو جائیگی دوسری فلانی کو نہ ہوگی، اس کو طلاق ہونا بطور استحسان ہے جبکہ قیاس یہ ہے کہ طلاق نہ ہو، کیونکہ یہ شرط ہے جبکہ شرط کے وقوع میں صرف عورت کی بات معتبر نہیں ہوتی جیسا کہ دخول وغیرہ کی شرط میں، استحسان کی وجہ یہ ہے کہ اپنے معاملہ میں وہ امین متصور ہوگی کیونکہ معاملہ ایسا ہے جس کا علم اس کے بیان پر موقوف ہے اس لئے اس کی ذات کے بارے میں اس کی بات معتبر ہوگی، جیسا کہ عدت اور اس سے وطی کے متعلق اس کی بات معتبر ہوتی ہے لیکن اس کی یہ بات سوکن کے حق میں شہادت بنتی ہے بلکہ تہمت متصور ہوتی ہے اس لئے سوکن وغیرہ دوسری عورت کے بارے میں اس کی یہ بات معتبر نہیں ہوگی اور قبول نہ کی جائے گی۔ فتح القدر میں ہے: عورت کی گواہی دوسری عورت کے بارے میں یہ ایک فرد کی گواہی بنتی ہے تو اس لئے اس کی یہ بات دوسری پر اثر انداز نہ ہوگی تہمت کی وجہ سے اس کو جھوٹ قرار دیا جاسکتا ہے۔ علامہ آفندی شامی نے ردالمحتار</p>	<p>امام اجل برہان الملئۃ والدین در ہدایہ فرمایا ان كان الشرط لا يعلم الا من جھتها فالقول قولها في حق نفسها مثل ان يقول ان حضت فانت طالق وفلانة فقالت قد حضت طلقت هي ولم تطلق فلانة ووقوع الطلاق استحسان، والقياس ان لا يقع لانه شرط فلا تصدق كما في الدخول، وجه الاستحسان انها امينة في حق نفسها اذ لا يعلم ذلك الا من جھتها فيقبل قولها كما قبل في حق العدة والغشيان ولكنها شاهدة في حق ضرتها بل هي متهمة فلا يقبل قولها في حقها¹، در فتح القدر است شہادتہا علی ذلك شہادۃ فرد واختبارہا بہ لایسری فی حقہا مع التکذیب² علامہ آفندی شامی در ردالمحتار فرمایا قال فی البحر قید بہبختہا لانه لو علقہ بہبختہ غیرہا فظاہر ما فی المحيط انه لابد من تصدیق الزوج</p>
---	---

¹ ہدایہ باب الایمان فی الطلاق المكتبة العربية کراچی ۳۶۶/۳

² فتح القدر باب الایمان فی الطلاق المكتبة العربية کراچی ۵۱/۳

فأنه قال لو قال انت طالق ان لم تكن امك تهوى ذلك فقلت الامر انا اهوى وكذبها الزوج لا تطلق فان صدقها طلقت لها عرف، وروى ابن رستم عن محمد انه لو قال ان كان فلان مؤمناً فانت طالق لا تطلق لان هذا لا يعلمه الا هو، ولا يصدق هو على غيره و ان كان هو من المسلمين يصبى ويحج، ولو قال الأخرى اليك حاجة فأقضها لي فقال امرأته طالق ان لم اقض حاجتك، فقال حاجتي ان تطلق زوجتك فله ان لا يصدق فيه ولا تطلق زوجته لانه محتمل للصدق والكذب فلا يصدق على غيره اه. قال الخبير الرملي وقد علم من هذه الفروع انه ان علق بفعل الغير

میں فرمایا کہ بحر میں کہا ہے کہ بیوی کی محبت سے اس کو مقید کیا کیونکہ اگر کسی غیر کی محبت سے طلاق کو مشروط کیا جائے، تو محیط کے بیان سے ظاہر یہی ہے کہ خاوند کی تصدیق کے بغیر محض بیوی کے کہنے پر طلاق نہ ہوگی کیونکہ وہاں یہ فرمایا ہے کہ اگر خاوند نے کہا، اگر تیری ماں یہ نہ چاہتی، اور خاوند نے ماں کی بات کو غلط قرار دیا تو طلاق نہ ہوگی ہاں اگر خاوند ماں کی تصدیق کر دے تو طلاق ہو جائے گی جیسے کہ معلوم ہے۔ ابن رستم نے امام محمد سے نقل کیا کہ خاوند نے کہا اگر فلاں مومن ہے تو تجھے طلاق ہے، تو یہاں طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ دل کا معاملہ ہے جس کی اطلاع وہ فلاں شخص خود دے سکتا ہے لیکن اس کا بیان دوسرے کے خلاف قابل تصدیق نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ مسلمان نظر آئے نماز اور حج وغیرہ ادا کرتا ہو، اور اگر ایک نے دوسرے کو کہا مجھے تجھ سے ایک حاجت ہے تو میری حاجت پوری کر دے، دوسرے نے کہا اگر میں تیری حاجت پوری نہ کروں تو میری بیوی کو طلاق، تو پہلے نے کہا میری حاجت یہ ہے کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دے، تو دوسرے شخص کو حق ہے کہ وہ اس کی بات تسلیم کرنے سے انکار کر دے تو بیوی کو طلاق نہ ہوگی کیونکہ پہلے کی بات جھوٹ اور سچ ہونے کا احتمال رکھتی ہے لہذا غیر کے خلاف یہ دلیل نہیں قرار نہیں دی جاسکتی، خیر الدین رملی نے اس پر فرمایا کہ ان مسائل سے معلوم ہوا کہ اگر دوسرے کے فعل پر طلاق کو مشروط کیا ہو تو اس

<p>غیر کی تصدیق ضروری نہیں ہے خواہ غیر کا یہ فعل دوسروں کو معلوم ہو سکے یا صرف وہی اظہار کر سکتا ہو دوسری کو معلوم نہ ہو سکتا ہو، دونوں صورتوں میں خاوند کی طرف سے تصدیق کرنا ضروری ہے یا پھر گواہی سے ثابت ہو جائے وہ فعل جس پر دوسروں کو اطلاع ہو سکتی ہو، یہی ہمارا مطلوبہ جزئیہ ہے</p> <p>وللہ الحمد، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>لا یصدق ذلك الغیر علیہ سواء کان ممأ لا یعلم الامنه امر لا ولا بد من تصدیق الزوج فیہما او البینة فیما یتثبت بها من الامر الذی یعلم¹ ای عین جزئیہ مطلوبہ ماست، وللہ الحمد، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---



¹ رد المحتار باب التعليق دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰۵/۲



باب الایلاء

(ایلاء کا بیان)

مسئلہ ۳۶: ۱۳ شعبان معظّم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایلاء کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے اور اس سے طلاق مغلط پڑتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

ایلاء کے یہ معنی کہ مرد اپنی عورت سے جماع کی قسم کھالے یا تعلق کرے یعنی یوں کہے کہ اس سے جماع کروں تو مجھ پر یہ جزا لازم آئے، اور یہ قسم و تعلق یا تو مطلق ہوں مثلاً واللہ میں تجھ سے جماع نہ کروں گا، یا تجھ سے جماع کروں تو مجھ پر روزہ لازم، یا موبد یعنی صراحۃً ہمیشہ کے لئے ہوں مثلاً خدا کی قسم میں تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا، یا تجھ سے کبھی صحبت کروں تو مجھ پر حج واجب ہو، یا کسی خاص مدت کے لئے ہوں تو وہ مدت چار مہینے سے کم نہ ہو مثلاً مجھے قسم ہے چار مہینے تک تیرے پاس نہ جاؤں گا، یا پانچ مہینے تک تجھ سے وطی کروں تو مجھ پر سورکعت نماز لازم، اور تعلق کی صورت میں یہ بھی ضرور کہ وہ امر جس کا لازم آنا کہے اس میں مشقت ہو جیسے امثلہ مذکورہ، یا یہ کہ میرا غلام آزاد ہے، یا تجھ پر طلاق ہے، یا میرا مال خیرات ہے، یا مجھ پر قسم کا کفارہ ہو وغیر ذلک، اور وہ شرعاً تعلق کہے سے بھی لازم آسکتا ہو جیسے نماز، روزہ، حج، صدقہ، اعتکاف، عمرہ، طلاق، کفارہ، وغیرہا، نہ مثل وضو و غسل و تلاوت قرآن و سجدہ تلاوت و اتباع جنازہ وغیرہ کے یہ چیزیں نذر و تعلق سے لازم نہیں ہو جاتیں، اور یہ قسم و تعلق ایسے طور پر واقع ہو کہ بے کسی چیز کے لازم آئے اصلاً مفر نہ رہے، ایسی صورت نہ نکل سکے کہ یہ اس

عورت سے جماع کرے اور کچھ لازم نہ آئے، جب یہ پانچوں باتیں جمع ہوں گی ایلاء ہوگا اور ایک بھی کم ہوئی تو نہیں، مثلاً نہ قسم کھائی نہ تعلیق، خالی عہد کر لیا کہ عمر بھر تیرے پاس نہ جاؤں گا یہ کچھ بھی نہیں کہ خالی عہد سے کچھ نہیں ہوتا، یا قسم تعلیق تو ذکر کی مگر مدت چار مہینے سے کم رکھی اگرچہ ایک ہی ساعت کم، یہ ایلاء نہ ہوا، جتنی مدت کی قید لگائی ہے اس کے اندر جماع کیا تو بصورت قسم خاص کفارہ اور بصورت تعلیق روزہ وغیرہ جو کچھ لازم آنا کہا تھا خواہ مثل قسم کفارہ لازم آئے گا کہ یہ حکم تو اس قسم و تعلیق کا ہے، مگر مدت بے جماع گزر گئی تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی جو خاص حکم ایلاء ہے، یونہی اگر تعلیق میں دور کعت نماز لازم آئی کہے تو ایلاء نہیں کہ دور کعت میں کچھ مشقت نہیں، اگر مدت کے اندر پاس گیا تو دور کعتیں پڑھنی ہوں گی اور مدت خالی گزر گئی تو کچھ نہیں، اور اگر تعلیق میں تلاوت قرآن وغیرہ اشیائے غیر لازمہ ذکر کیں تو محض مہمل، نہ مدت گزرنے پر طلاق پڑی نہ مدت کے اندر صحبت کرنے سے کچھ لازم، اسی طرح اگر یوں کہا کہ واللہ میں اس میں تجھ سے وطی نہ کروں گا یا اس شہر میں تجھے کبھی ہاتھ لگاؤں تو مجھ پر سوچ لازم، یہ بھی ایلاء نہیں کہ جب اس گھریا شہر کی تخصیص ہے تو بغیر کچھ لازم آئے مفر موجود ہے جب چاہے اس گھریا شہر سے باہر لے جا کر جماع کر سکتا ہے کچھ بھی لازم نہ آئے گا، بس بے جماع چار مہینے نہیں کتنی ہی مدت گزر جائے طلاق نہ ہوگی، ہاں وہ قسم یا تعلیق جھوٹی کی تو اس کا جرمانہ اسی طرح دینا ہوگا کہ قسم خاص کفارہ اور تعلیق میں اختیار ہے چاہے وہ چیز بجلائے جو لازم مانی تھی چاہے قسم کے مثل کفارہ دے علیٰ ہذا القیاس جس جس صورت میں بغیر کچھ لازم آئے مفر ملتی ہو ایلاء نہیں، ان سب قیود و احکام کی تصریح و تفصیل در مختار ورد المختار میں ہے من شاء فليدا جعها (جس کا جی چاہے ان کی طرف رجوع کرے۔ ت) پھر جب ایلاء متحقق ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ چار مہینے کے اندر اس عورت سے جماع کیا تو بتفصیل معلوم قسم کا کفارہ یا وہی امر شاق جس کا لازم آنا کہا تھا لازم آئے گا اور چار مہینے گزر گئے کہ اس سے جماع نہ کیا یا جماع مثلاً بوجہ مرض یا جس یا دوری مسافت کہ مدت کے اندر عورت تک نہیں پہنچ سکتا ناممکن تھا تو زبانی رجوع نہ کیا مثلاً یوں نہ کہہ لیا کہ میں نے اپنی عورت کی طرف رجوع کی یا اپنے اس کہنے سے پھر گیا یا میں نے ایلاء باطل کر دیا تو اس صورت میں عورت پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی جس سے وہ خود مختار ہو جائے گی،

در میں ہے کہ ایلاء کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم پر قائم رہا اور وطی نہ کی تو طلاق بائن ہو جائے گی اور جماع کرنے پر کفارہ لازم ہوگا یا اگر کسی چیز کو معلق کیا تھا تو جماع کرنے پر وہ جزاء لازم ہوگی۔ رد المختار میں	في الدر حكمه وقوع طلاقه بانثنة ان بر ولم يوطأ ولم الكفارة او الجزاء المعلق ان حنث بالقربان ¹ في رد المختار
--	---

¹ در مختار باب الايلاء مطبعت مجتبائی دہلی ۱۱/۲۴۲

<p>اس پر فرمایا کہ ماتن کا قول "ولم یطأ" (اور وطی نہ کی) عطف تفسیری ہے، اور وطی سے حقیقی جماع مراد ہے اگر قدرت ہو، اگر قدرت نہ ہو تو جماع کے قائم مقام مثلاً یہ کہنا کہ میں نے بیوی سے رجوع کر لیا، کہے، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی قسم پر قائم نہ رہے اور قسم کو پورا نہ کرے تو کفارہ لازم آئے گا، اور در میں ہے "عاجز ہو جائے" سے مراد حقیقی عجز ہے حکمی عجز نہیں جیسا کہ احرام کی حالت میں ہونا عجز حکمی ہے کیونکہ یہ عجز اختیاری ہے، بیوی سے وطی کے عجز کا مطلب یہ ہے کہ خاوند یا بیوی کو مرض لاحق ہو، یا بیوی صغیرہ ہو، یا خاوند نامرد یا آلہ سے محروم ہے، یا اتنی دور مسافت ہے کہ قسم کی مدت میں اس کو طے کرنا، قدرت میں نہیں ہے، یا ناحق قید میں ہے، تو ان صورتوں میں بیوی سے رجوع زبانی کرے اور یوں کہے کہ میں نے بیوی سے رجوع کر لیا ہے یا میں نے ایلاء یعنی قسم کو باطل کر دیا ہے، یا کہے میں نے قسم کھائی اس سے میں نے رجوع کر لیا ہے یا اس کی مثل الفاظ کہہ دے، اھ ملخصاً (ت)</p>	<p>قوله ولم یطأ عطف تفسیر والبراد بالوطی حقیقتہ عند القدرة او ما یقوم مقامہ كالقول عند العجز فالمراد ولم یفئی ای لم یرجع الی ما حلف علیہ¹ اھ وفی الدر عجز عجز احقیقیا لاحکیما کاحرام لکونہ باختیارہ عن وطئہا لمرض باحدہما او صغرہا او جبہ او عنتہ او بسفایة لایقدر علی قطعہا فی مدۃ الایلاء او لحبسہ لایحق ففیوۃ نحو قوله بلسانہ فئت الیہا اور اجعتک او ابطلت الایلاء اور جعت عما قلت ونحوہ اھ² ملخصاً۔</p>
--	---

مگر ایلاء طلاق مغاظہ نہیں کہ حلالہ کی ضرورت ہو، عدت میں خواہ بعد عدت جب چاہیں باہم نکاح کر سکتے ہیں، ہاں اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں دے چکا تھا تو آپ ہی حلالہ درکار ہوگا کہ اب یہ تیسری مل کر تین طلاقیں ہو گئیں یہ جدا بات ہے یا اگر (مدت عہ) کی قید نہ تھی بلکہ مطلق یا صراحتاً موبد تھا اور چار مہینے بے رجوع گزر گئے کہ ایک طلاق بائن پڑی پھر اس سے نکاح کر لیا اور پھر چار مہینے خالی گزر گئے تو دوسری پڑے گی پھر نکاح کر لیا اور یونہی چار مہینے گزر گئے تو تین طلاقیں ہو جائیں گی اور اب بے حلالہ نکاح میں نہ لائے گا،

تنویر میں ہے: ایلاء میں، اگر اللہ کی قسم، کہ تو اس سے

فی التنویر فی الحلف باللہ وجبت الکفارة

عہ: اصل میں کرم خوردہ ہے۔

¹ رد المحتار باب الایلاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۳۶/۲

² در مختار باب الایلاء مطبع مہتابی دہلی ۲۳۳/۱

<p>رجوع کرنے پر کفارہ لازم ہوگا، اور اگر کوئی شرط رکھی تھی تو وہ جزاء لازم آئے گی، اور ایلاء ساقط ہو جائیگا ورنہ قسم کو پورا کرنے پر بیوی ایک طلاق سے بائنتہ ہو جائیگی اور حلف مقررہ وقت کیلئے ہو تو ختم ہو جائے گا اور اگر حلف ابدی ہو تو ختم نہ ہوگا، لہذا دوبارہ اور سہ بارہ نکاح کرنے پر ایلاء کی مدت پورا ہونے اور رجوع نہ کرنے پر دوسری اور تیسری طلاق سے بائنتہ ہوتی رہے گی اور قسم کی مدت کا اعتبار نکاح کے وقت ہوگا لہذا اگر بیوی حلالہ کے بعد واپس اس کے نکاح میں آئے تو طلاق نہ ہوگی تاہم وطی کرنے پر کفارہ ضرور لازم ہوگا کیونکہ قسم ابدی ہونے کی وجہ سے باقی ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>وفی غیرہ وجب الجزاء وسقط الایلاء والابانت بواحدة وسقط الحلف لو موقتا لالوکان موبدافلو نکحها ثانیاً وثالثاً ومضت المدتان من وقت التزوج فان نکحها بعد زوج آخر لم تطلق وان وطئها کفر لبقاء الیمن¹۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

مسئلہ ۳۷: ڈالور فرسٹ ایچ روڈ مکان ۱۰۱ مسئلہ ابو بکر ۷ شوال ۱۳۹۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے کتاب میں دیکھا ہے کوئی شخص حنفی مذہب کے موافق اپنی عورت سے کسی معاملہ میں ان بن ہوگی اور چہار حیض تک کچھ تعلق نہ رہا تو ایک طلاق ہوگی، پھر اس پر ایک اور حیض گزرنے سے دوسری طلاق ہوگی پھر ایک اور حیض گزرنے سے تیسری طلاق ہوگی، یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب:

یہ محض بے اصل ہے اس کا پتہ مذہب حنفی میں ہے نہ کسی مذہب میں، اصل حکم جو ہے کہ یہ شخص اپنی عورت سے قربت کی قسم کھائے، رب عزوجل نے اسے چار مہینے کی مہلت دی ہے، اگر چار مہینے کے اندر قربت کر لے گا تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی کفارہ دینا ہوگا، اور اگر چار مہینے کا مل گزر جائیگے تو ایک طلاق بائن ہو جائے گی، عورت نکاح سے نکل جائے گی، پھر دوسرے یا تیسرے مہینے کوئی طلاق نہ ہوگی،

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لوگ جو بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں ان کی قسم کی مدت چار ماہ ہے</p>	<p>قال اللہ تعالیٰ لَلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ^ج</p>
--	--

¹ درمختار باب الایلاء مطبع مجتہدانی دہلی ۲۳۱-۲۳۲

<p>اگر اس دوران رجوع کر لیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے، اور اگر وہ (رجوع نہ کر کے) طلاق کا عزم کئے ہوں تو اللہ تعالیٰ سنے والا جانے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>فَإِنْ قَاءَ وَفَإِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَّحِيمٌ¹ وَإِنْ عَزَمَ الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَبِيحٌ عَلِيمٌ² واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--



¹ القرآن الکریم ۲/۲۳۶

² القرآن الکریم ۲/۲۳۷



باب الخلع

(خلع کا بیان)

مسئلہ ۳۸: از ریاست رامپور محلہ مردان خال مرسلہ سید محمد نور صاحب ۶ شوال ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زوجین میں باہم نزاع و جھگڑا رہتا تھا اور کسی صورت سے مصالحت نہیں ہوتی تھی آخر الامر زوجین نے چند اہل محلہ کو جمع کیا، خلاصہ یہ کہ زوجین نے اپنی علیحدگی ہونے کا تصفیہ چاہا، اہل محلہ نے تصفیہ اس طرح پر کیا کہ جو اشیائے موجودہ زوجہ کی تحت میں تھیں مثل پلنگ و صندوق و زیور و غیرہ زوجہ کو دلوادے گئے اور زوجہ سے کل مہر بخشوا دیا اور زوج نے طلاق دی اور لفظ طلاق کا ایک مرتبہ یاد و مرتبہ کہا، آیا یہ طلاق رجعی واقع ہوئی یا بائن؟ کتب معتمدہ حنفیہ سے تفصیلاً و تشریحاً جواب مرحمت فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر اس تصفیہ یا باہمی مکالمات یا قرائن حالات سے واضح تھا کہ یہ طلاق اس معافی مہر کے عوض دی گئی تو طلاق بائن ہوئی،

<p>فتح القدير میں ہے اور پھر ردالمحتار میں کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا تو مجھے ان تمام حقوق سے بری کر دے جو بھی بیوی کے لئے خاوند کے ذمہ ہوتے ہیں، تو بیوی نے ایسا کر دیا تو اس کے ساتھ متصل فوراً خاوند نے</p>	<p>فی فتح القدير ثم رد المحتار قال ابرئینی من كل حق يكون للنساء على الرجال ففعلت فقال في فوره طلقتك وهي</p>
---	---

<p>کہہ دیا کہ میں نے تجھے طلاق دی، بیوی اگر مدخولہ ہو تو یہ طلاق بائنہ ہوگی کیونکہ یہ طلاق بالعوض ہے، اور ذخیرہ، خانہ وغیرہا میں، اور ردالمختار میں بھی ان دونوں سے منقول ہے کہ یہ طلاق بائنہ ہوگی کیونکہ یہ طلاق بالعوض ہے، اور حقوق سے بری کرنا وہ دلالت معاوضہ ہے، اہ۔</p> <p>واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>مدخول بہا یقع بائنًا لانه بعوض^۱ اہ وفي الذخيرة والخانية وغيرهما وعنهما في ردالمختار تقع بائنًا لانه طلاق بعوض وهو الابراء دلالة^۲ اہ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۳۹: از چوبیس پرگنہ ڈاکخانہ حالی شہر مقام حاجی نگر چٹکل ڈیلی سردار مرسلہ امیر اللہ میاں ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ زید کی ہمشیرہ کی نابالغی کی حالت میں حسب رواج قوم بکر سے شادی ہوئی، اب وہ سن بلوغ کو پہنچی، اور وہ قرآن شریف وغیرہ بھی پڑھی ہے اور صوم و صلوة میں از بس پابند ہے، اور شرع شریف کے بھی برخلاف نہیں ہے، اور اس کا بیان یعنی بکر بالکل تہرہ اسلام ہے یعنی نہ وہ نماز پڑھتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے بلکہ اس لڑکی یعنی زید کی بہن کو نماز پڑھنے و روزہ رکھنے پر نقل و مضحکہ کرتا ہے، اور وہ بکرتاڑی بھی پیتا ہے، اور لڑکی کے ورثہ اسے ان فعلوں سے بہت روکتے اور سمجھاتے ہیں لیکن وہ ایک نہیں مانتا، اور لڑکی اسی وجہ سے بہت دن سے میسے میں ہے، اور بکر کی چال چلن اب تک نہیں بدلی، اس لئے لڑکی وارث بھی بہت تنگ ہیں کہ لڑکی کو کیا کریں، کتنے دن تک بالغ لڑکی کو کنواری رکھیں، اور لڑکی بھی بکر سے بیزار ہو کر چاہتی ہے کہ میں اس سے خلع کراؤں، اور ورثہ کی بھی یہی رائے ہے۔ آیا لڑکی ایسی حالت میں خلع کرا سکتی ہے یا نہیں؟ اور بکر کے ساتھ اب تک خلوت صحیحہ بھی ہوئی نہیں۔

الجواب:

خلع شرع میں اسے کہتے ہیں کہ شوہر برضائے خود مہر وغیرہ مال کے عوض عورت کو نکاح سے جدا کر دے تہا زوجہ کے لئے نہیں ہو سکتا، اور نابالغہ کا نکاح جو اس کے باپ نے کیا ہو عورت بالغہ ہو اس پر اعتراض کا بھی حق نہیں رکھتی، اور اگر باپ دادا کے سوا اور ولی نے کیا اور شوہر اس وقت عورت کا کفو تھا

^۱ ردالمختار بحوالہ فتح القدیر باب الخلع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۶۰/۲

^۲ ردالمختار بحوالہ الذخیرة والخانیه باب الخلع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۶۶/۲

یعنی مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم نہ تھا اس سے نکاح اولیائے زن کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو تو اس صورت میں اگرچہ عورت کو بعد بلوغِ فسخ کرانے کا اختیار ملتا ہے مگر جبکہ بالغ ہوتے ہی فوراً اس سے اظہارِ ناراضی کرے کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں، چارہ کاریہ ہے کہ اس سے طلاق لی جائے یہ اس صورت میں کہ وہ اسلام پر قائم ہو، سائل نے نہ لکھا کہ وہ نماز روزہ پر عورت سے کیا مضحکہ کرتا ہے، اگر وہ مضحکہ نماز روزہ کی طرف راجع ہو تو وہ اسلام ہی سے نکل گیا اور عورت اس کے نکاح سے خارج ہو گئی، اور اگر واقعی اب تک خلوت نہیں ہوئی تو عدت کی بھی حاجت نہیں، ابھی جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔





باب الظہار

(ظہار کا بیان)

مسئلہ ۴۰: از بسیدی پنجم
 محرم الحرام ۱۳۰۷ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت پر غصہ ہو کر زوجہ سے یہ لفظ کہے کہ میں تجھ کو طلاق دے دوں گا میں تجھے بجائے ماں بہن کے سمجھتا ہوں اگر تجھ سے کلام کروں تو اپنی بہن سے کلام کروں۔ اس صورت میں عورت اس کے نکاح سے خارج ہو گئی یا نہیں؟ تو اس کی نسبت کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:

پہلا لفظ کہ "میں تجھے طلاق دے دوں گا" محض نامعتبر ہے کہ صرف وعدہ ہی وعدہ ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا، یونہی بچھلا لفظ کہ "میں تجھ سے کلام کروں تو اپنی ماں بہن سے کلام کروں" کوئی چیز نہیں اگرچہ کلام کرنے سے ہمبستری ہی کرنا مراد لیا ہو،

<p>ہندیہ میں ہے کہ اگر خاوند نے کہا اگر میں تجھ سے وطی کروں تو اپنی ماں سے وطی کروں، تو خاوند پر کچھ لازم نہیں۔ غایۃ السروجی میں یونہی مذکور ہے (ت)</p>	<p>فی الہندیۃ لو قال ان وطئتک وطئت امی فلا شئی علیہ کذا فی غایۃ السروجی^۱۔</p>
---	--

رہا بیچ کا لفظ، اس کی نسبت سائل مظہر کہ میری مراد اس کہنے سے یہ تھی کہ تجھے مثل اپنی ماں بہن کے اپنے اوپر

^۱ فتاویٰ ہندیہ الباب التاسع فی الظہار نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۰۷ھ

حرام سمجھتا ہوں طلاق دینا میری نیت میں نہ تھا، اگر یہ بیان واقعی ہے تو صورت ظہار کی ہے،

<p>عالمگیری میں ہے: اگر خاوند نے کہا "تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے" اگر اس سے حرام کرنے کی نیت کی ہو تو اس میں روایات کا اختلاف ہے، اور صحیح روایت یہ ہے کہ یہ ظہار ہوگا سب کے نزدیک جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اہل ملخصاً، اور ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ "اگر تو مجھ پر" کی بجائے "مجھ سے، میرے ہاں، میرے ساتھ" کے الفاظ کہے تو وہ بھی "مجھ پر" کے حکم میں ہوں گے۔ اقوال: (میں کہتا ہوں) ہماری زبان میں "سمجھتا ہوں" کا لفظ عربی زبان میں "عندی" کے قائم مقام ہے۔ (ت)</p>	<p>فی العالمگیریۃ لو قال لہا انت علی مثل امی ان نوی التحريم اختلفت الروایات فیہ والصحيح انه یكون ظہار عند الککل کذا فی فتاویٰ قاضی خان اہ^۱ ملخصاً، وفی ردالمحتار عن البحر منی وعندی ومعنی کعلی^۲ اہ اقول وانت تعلم ان سمجھتا ہوں، بلساننا یودی مؤدی عندی بلسان العرب۔</p>
---	--

پس صورت مسنؤہ کا حکم یہ ہے کہ عورت نکاح سے نہ نکلی مگر اسے اس کے ساتھ صحبت کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا شہوت سے اس کے بدن کو ہاتھ لگانا یا اسی طور پر اس کی شرمگاہ دیکھنا یہ سب باتیں حرام ہو گئیں اور ہمیشہ حرام رہیں گی جب تک کفارہ ادا نہ کرے،

<p>تنویر الابصار، در مختار اور ردالمحتار میں ہے کہ ان الفاظ سے وہ شخص ظہار کرنے والا قرار پائے گا، لہذا بیوی سے وطی اور وطی کے دواعی اس پر حرام ہو جائیں گے، وطی کے دواعی بوس وکنار اور شہوت سے بیوی کی شرمگاہ پر نظر ڈالنا وغیرہ ہیں لیکن بغیر شہوت چھونا اس حکم سے بالاجماع خارج ہے، نہر اور یونہی بیوی پر خاوند کو جماع کا موقعہ دینا حرام ہے، اور بیوی کی پشت، پیٹ، چھاتی اور بالوں</p>	<p>فی تنویر الابصار والدر المختار وردالمختار یصیر بہ مظاهر افیحرم وطؤها علیہ ودواعیہ من القبلة والمس والنظر الی فرجها بشهوة اما المس بغیر شهوة فخارج بالاجماع نہر، وكذا یحرم علیہا تمکینہ ولا یحرم النظر الی ظہرها وابطنہا ولا الی الشعر</p>
---	--

^۱ فتاویٰ ہندیہ الباب التاسع فی الظہار نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۰۷

^۲ ردالمحتار باب الظہار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۷۵

<p>کو دیکھنا حرام نہیں ہے، بحر یعنی اگرچہ شہوت سے ہو، اس کے برخلاف بیوی کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر سفر سے آئے اور بیوی کو شفقت سے بوسہ دے لے تو جائز ہے حتیٰ بکفر (کفارہ دینے تک) یہ ماتن کے قول فیحرم (پس حرام ہے) کی غایت ہے (ت)</p>	<p>والصدر بحر ای ولو بشهوة بخلاف النظر الى الفرج بشهوة، عن محمد لو قدم من سفر له تقبيلها للشفقة، حتى يكفر غاية لقوله فيحرم¹ اھملخصة۔</p>
---	---

اور کفارہ اس کا یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو دو مہینے کے روزے لگاتا رکھے، ان دنوں کے بیچ میں نہ کوئی روزہ چھوٹے نہ دن کو یارات کو کسی وقت عورت سے صحبت کرے ورنہ پھر سرے سے روزے رکھنے پڑیں گے، اور جو ایسا بیمار یا اتنا بوڑھا ہے کہ روزوں کی طاقت نہیں رکھتا وہ ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا ساٹھ مسکینوں کو گیہوں دے فی مسکین بریلی کی تول سے پونے دو سیر آٹھ آنے بھر زائد یا اس قدر کی قیمت ادا کرے، جب تک اس کفارہ سے فارغ نہ ہو ہرگز عورت کو ہاتھ نہ لگائے،

<p>در مختار میں ہے: کفارہ غلام کو آزاد کرنا ہے، اگر یہ نہ ہو سکے تو جماع سے قبل دو ماہ کے روزے رکھے، اگرچہ چاند کے حساب سے یہ کل روزے اٹھاون^{۵۸} بنیں، ورنہ دنوں کے حساب سے ساٹھ روزے مسلسل پورے کرے، پھر اگر درمیان میں کوئی روزہ چھوڑ دیا عذر کی بناء پر خواہ بغیر عذر، یا ان دو ماہ میں بیوی سے جماع کر لیا، دن یارات میں، قصداً یا بھول کر، جیسے بھی ہو تو پھر نئے حساب سے ساٹھ روزے رکھے، اگر طعام کی صورت میں کفارہ ادا کرے اور کھانا کھلانے کے دوران بیوی سے جماع کر لیا تو نئے سرے سے کھانا کھلانا لازم نہیں آئے گا، پھر اگر کسی ایسے مرض کی وجہ سے جس سے برات کی امید نہیں، روزہ نہ رکھ سکے، یا بڑھاپے کی وجہ سے روزے پر قدرت نہ ہو تو پھر</p>	<p>في الدر المختار، هي تحرير رقبة فان لم يجد ما يعتق، صام شهرين ولو ثمانية وخمسين يوماً بالهلال والافستين يوماً متتابعين قبل المسيس، فان افطر بعذراو بغيرة او وطئها في الشهرين مطلقاً ليلا او نهاراً عامدا او ناسياً استأنف الصوم، لا الا طعام فان عجز عن الصوم لمرض لا يبرجى برؤة او كبر اطعم ستين مسكينا ولو حكما كالفطرة او قبية ذلك، وان غداهم وعشاهم واشبعهم جازا كما لو اطعم واحداستين يوماً لتجدد الحاجة² اھملتقطاً، والله تعالى اعلم۔</p>
--	--

¹ رد المحتار باب الظهار دار احياء التراث العربي بيروت ۷/۲-۷۷۵

² در مختار باب الكفارة مطبع مجتبائی دہلی ۱۱/۱-۲۵۰

<p>ساتھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اگرچہ کھانا حکمی ہو یعنی غلہ بمقدار فطرانہ دے دے یا اس کی قیمت دے دے، اور اگر صبح و شام دو وقت کھانے سے مسکینوں کو سیر کر دیا تو یہ جائز ہو جائیگا، جس طرح ایک ہی مسکین کو ساٹھ روز صبح و شام سیر کر کے کھلا دیا تو بھی جائز ہے کیونکہ ایک مسکین کو بھی روزانہ نئی حاجت ہوتی ہے اہل ملتقطا، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	
---	--

مسئلہ ۴۱: از متھرا محلہ کیسٹور پورہ مرسلہ سید مدد علی صاحب رئیس ۱۹ شعبان ۱۳۰۷ھ

<p>چہ می فرماید علمائے دین دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید از ہندہ الفتے گیرد و در خلوت اظہار محبت گرداند ہندہ بگوید کہ تو مرا چرا دوست پنداری کہ حمرا زوجہ خود بداری زید در جواب او مکرر وسہ کر از ہندہ و پیش ہنپشماں خود بگوید کہ من در محبت تو حمرا زوجہ خود را بجائے مادر و ہمشیرہ خود میدانم و ترا دوست می انگارم و زید دیگر بار ہم عند الاستفسار در مجمع بیان کند کہ وقتے کہ ہندہ از من پر سیدہ بود من واقعی نسبت حمرا زوجہ خود اطلاق مادر و ہمشیرہ کردہ ام دریں صورت حمرا در نکاح زید ماندہ است یا نہ، و حکم شرع دریں مسئلہ چیست، براہ نوازش مر بیانہ فتویٰ بہ تدقیق و تحقیق ارشاد شود۔ بینوا توجروا۔</p>	<p>کیا فرماتے ہیں علمائے دین دین و مفتیان شرع متین کہ زید ہندہ سے محبت کرتا ہے اور خلوت میں اس سے اظہار محبت کرتے ہوئے، ہندہ کے اس سوال کے جواب میں کہ، تو مجھ سے محبت کیوں کرتا ہے جبکہ حمرا تیری بیوی موجود ہے، دو بار بلکہ تین بار ہندہ اور دوسرے حاضرین کے سامنے زید نے کہا کہ میں تیری محبت میں اپنی بیوی حمرا کو اپنی ماں بہن کی جگہ سمجھتا ہوں اور تجھے پسند کرتا ہوں، اور پھر زید ایک بار مجلس میں پوچھنے پر بیان کرتا ہے کہ جب ہندہ نے مجھ سے پوچھا تھا تو واقعی میں نے حمرا کی بابت یہ بات کہی تھی کہ وہ میری ماں بہن ہے، تو کیا اس صورت میں حمرا زید کے نکاح میں باقی رہی یا نہ؟ اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟ براہ نوازش تحقیق و تدقیق کے ساتھ فتویٰ ارشاد فرمائیں بینوا توجروا</p>
--	---

الجواب:

<p>در صورت مستفسرہ زید باطلاق ہجو کلمات فساق آثم و بزہ کلاست،</p> <p>قال تعالیٰ مَا هُنَّ اُمَّهَاتِهِمْ اِنَّ اُمَّهَاتِهِمْ اِلٰهِيَ وَ كَذٰلِكَ نَمُنُّ وَاِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَ زُورًا^۱</p> <p>ہنخواہ بہا مداراں ایثان</p>	<p>مسئلہ صورت میں زید اپنے ان کلمات کی وجہ سے فاسق، گنہگار اور جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ (بیویاں) ماںیں نہیں ہیں، ماںیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنم دیا ہے اور بیشک یہ بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔ پھر اگر زید نے ان کلمات سے بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا</p>
---	---

اور دل میں بیوی حمرا کا نکاح سے خارج کر دینے کا ارادہ کر رکھا تھا تو حمرا کو ایک بائٹہ طلاق ہو گئی، اگرچہ کلمات تین بار کہے ہوں ایک ہی طلاق ہو گئی، تین طلاقوں سے مغفل نہ ہو گی، کیونکہ بائٹہ کے بعد بائٹہ طلاق نہیں ہوتی، جیسا کہ عام کتب میں اس کی تصریح ہے، لہذا زید دوبارہ حمرا سے بغیر حلالہ حمرا کی رضامندی سے نکاح کر سکتا ہے، اور اگر زید نے یہ کلمات ظہار کی نیت سے کہے ہوں تو ظہار ہوگا، لہذا اس صورت میں حمرا زید کے نکاح میں بدستور رہے گی لیکن حمرا سے جماع یا بوس و کنار، شہوت کے ساتھ چھونا، شہوت کے ساتھ اسکی شرمگاہ کو دیکھنا یہ تمام چیزیں زید پر حرام ہیں اور بیوی پر خاوند کو جماع کا موقع دینا حرام ہے تا وقتیکہ زید کفارہ ظہار ادا نہ کر دے، اور کفارہ ظہار یہ ہے کہ غلام ایسا آزاد کرے جو کسی عیب سے متصف نہ ہو جس کی وجہ سے اس کی کوئی جسمانی منفعت ختم ہو گئی ہو مثلاً سمع، بصر، عقل وغیرہ منفعت ختم نہ ہو، لہذا نابینا، بہرا، مجنون، بے ہوش، دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں یا ایک ہی جانب کا ایک ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا، اور اس قسم کے دیگر عیب والا غلام کفارہ کی ادائیگی میں کارآمد نہ ہوگا، اور اگر غلام نہ ملے تو پھر پے در پے مسلسل بغیر ناغہ دو ماہ کے روزے اپنے بیوی کے ساتھ جماع سے قبل رکھے گا، اگر اس دو ماہ کے روزوں میں بیوی سے دن یارات کو بھول کر یا قصداً جماع کر لیا تو نئے سرے سے پھر دو ماہ کے روزے مسلسل رکھنے پڑیں گے، اور اگر

نہیں، ہم مادر اسٹال ہم آناں اند کہ ایناں رازائیدہ اند و بد رستی ہمچنان ست کہ ایٹاں ہرزہ می لافند و دروغ سے بافند، باز اگر زید بایں کلمہ ارادہ طلاق حمرا داشت و دل بر اخراجش از قید نکاح گماشت حمرا بیک طلاق بائن مطلقہ شد اگرچہ نوبت تکلم بایں کلمہ بہ رسید باشد طلاق مغفل نشود لان البائن لا یلحق کما صرحوا بہ فی عامۃ الکتب، پس برضائے حمرا بے حاجت تحلیل حمرا را بسک نکاح خود میسواں کشید، و اگر بقصد ظہار گفت مظاہر گشت کہ حمرا ہمچنان در نکاح است اما جماع حمرا بوسہ شہوت و دست بخوابش بہ تنش سودن و نگاہ رغبت بفرجش نمودن ہمہ با بر و حرام شد و تن بائینا دادن بر حمرا حرام، تا آنکہ زید کفارہ ظہار ادا نماید، و او بندہ آزاد کردن ست کہ فائت جنسے از اجناس منفعت نیست ہچمو سمع و بصر و بیہوش و ہر دو دست یا ہر دو پایا یک دست و پا زیک جانب بریدہ و امثال اینہا در کفارہ بکار نیابند، و اگر بندہ نیابد دو ماہ پے در پے بے فصل روزے پیش از جماع آں زوجہ روزہ دارد اگر در مدت صیام باں زن نزدیکے نمود اگرچہ شبانہ اگرچہ بسہوتا روزہ باز سر گیرد و اگر نہایت پیرانہ سالی یا مرضے قوی بے امید بہی طاقت

اور اگر روزہائے بیہم بروہ است شصت مسکین راطعائے ہچو صدقہ فطر رساند یعنی بہر مسکین صاعے از جو یا نیم صاع گندم یا قیمت اینہما تملیک کند یا شصت مسکین را کہ خوراک معتاد انسان جوان خوردن تواند شام موپگاہ شکم سیر خوراند چوں اس چنیں کند حمرابر و حلال شود واگر مر اوزید بایں کلمات مجرد حرمت حمرابر خود بود بے قصد طلاق و ظہار یعنی اور اور محبت تو بر خود چنناں حرام میدانم تا ہم ظاہر خواهد شد و ہماں احکام کفارہ در کار، واگر بیچ نیت نہ داشت ہمیں سخنے بود کہ بے قصد معنی بر زبان راند آنگاہ بیچ لازم نیاید حمرابد ستور در نکاح و جماع و دواعی جملگی مباح ہمچنناں اگر کلام مذکور بایں قصد گفت کہ زن خود در برو کرامت بجائے مادر و خواہر خویش میدانم تا ہم چیزے لازم نیست۔

نہایت بڑھاپے یا کسی قوی مرض جس کے ختم ہونے کی امید نہ ہو اور روزہ رکھنے کی طاقت بحال ہونے کی امید بھی نہ ہو تو پھر ایسا شخص ساٹھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی مقدار کھانا دے یعنی ہر مسکین کو ایک صاع جو یا نصف صاع گندم یا ان کی قیمت کا مالک بنائے یا ساٹھ مسکینوں کو صبح و شام پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، جب یہ کام کر لے تو اس کی بیوی حمراس کے لئے حلال ہو جائے گی، اور اگر زید نے ان کلمات سے صرف حمراکا حرام ہونا مراد لیا ہو، اور طلاق یا ظہار کی نیت نہ کی ہو یعنی یوں کہا تیری محبت میں اس کو میں اپنے اوپر حرام جانتا ہوں۔ تو بھی ظہار ہی ہوگا اور کفارہ لازم ہوگا، اور اگر اس نے ان کلمات سے طلاق، ظہار یا حرام ہونا کچھ مراد نہ لیا اور صرف زبان پر یہ کلمات بغیر نیت جاری ہو گئے تو پھر زید کے ذمہ کچھ نہ ہوگا، اور حمرابد ستور اس کی بیوی ہوگی اس سے جماع اور دواعی جماع سب مباح ہوں گے، اور اگر زید نے ان کلمات سے یہ نیت کی ہو کہ حمرامیرے لئے ماں اور بہن کی طرح کرامت والی ہے تو بھی کچھ لازم نہ آئے گا۔ (ت)

در تنویر الابصار، در مختار اور رد المحتار میں فرمایا ہے اگر بیوی کو یوں کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی مثل یا میری ماں کی طرح ہے او یوں ہی اگر "علی" (مجھ پر) کا لفظ حذف کردے خانیہ۔ ان الفاظ سے اگر تعظیم زوجہ یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہوگی اور نیت کے مطابق حکم ہوگا کیونکہ یہ کنایہ ہے۔ (محر میں فرمایا خاوند نے جب طلاق کی نیت کی تو طلاق بائنہ ہوگی۔ اور خیر الدین رملی نے فرمایا: یوں ہی اگر صرف حرام ہونے کی نیت کی تو ظہار ہوگا، اور جھگڑے

در تنویر الابصار و در مختار و رد المحتار فرمودہ اندان نوی بآنت علی مثل امی او کلامی و کذا لو حذف علی "خانیة" برا او ظہارا او طلاقا صحت نیتہ و وقع مانواہ لانہ کنایة (قال فی البحر واذانوی بہ الطلاق کان بائننا. وقال خیر الرملی و کذا لو نوی الحرمة المجردة ینبغی ان یکون ظہارا،

<p>وینبغی ان لایصدق قضاء فی ارادة البر. اذا کان فی حال المشاجرة و ذکر الطلاق اه) والا ینوشیاً لغاً و تعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ^۱ انتہت ملخصات، و فیہما یصیر بہ مظاہر ا فیحرم و طوہا علیہ و دواعیہ (من القبلة و المس و النظر الی فرجہا بشهوة اما المس بغير شهوة فخرج بالاجماع نہر) و کذا یحرم علیہا تمکینہ و لایحرم النظر (ای الی طہرہا و بطنہا و لالی الشعر و الصدر بحر ای ولو بشهوة بخلاف النظر الی الفرج بشهوة) و عن محمد لو قدم من سفر له تقبیلہا للشفقة (افاد ان التقبیل لایحرم الا اذا کان عن شهوة حتی یکفر^۲ انتہت تلخیصاً. و فیہما الکفارة تحریر رقبة</p>	<p>و مذاکرہ طلاق میں اگر یہ بات کہی ہو اور خاوند کہے کہ میں نے اس سے ماں کی طرح عزت و کرامت والی مراد لی ہے، تو قاضی کو چاہئے کہ وہ اس کی تصدیق نہ کرے اھ) اور اگر یہ بات کرتے وقت کوئی نیت نہ تھی تو کلام لغو ہوگا اور ادنیٰ احتمال یعنی کرامت والا متعین ہوگا، عبارات کی تلخیص ختم ہوئی۔ در مختار و رد المحتار میں ہے: ان الفاظ سے وہ شخص ظہار کرنے والا قرار پائے گا لہذا خاوند پر بیوی سے وطی اور اس کے دواعی یعنی بوس و کنار، شہوت سے شرمگاہ کو دیکھنا وغیرہ حرام ہوں گے، تاہم بغیر شہوت چھونا بالاجماع حرام ہونے سے خارج ہے، نہر۔ یونہی بیوی پر حرام ہے کہ وہ خاوند کو جماع کا موقع دے، اور ظہار میں خاوند کو بیوی کی پیٹھ، پیٹ، بال اور چھاتی کو دیکھنا حرام نہیں ہے بحر، یعنی دیکھنا اگرچہ شہوت سے ہو، اس کے برخلاف شرمگاہ کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ اگر خاوند سفر سے واپس آئے اور ازراہ شفقت بیوی کو بوسہ دے دے تو جائز ہے (اس سے معلوم ہوا کہ بوسہ لینا صرف شہوت سے حرام ہے) یہ حرمت</p>
--	---

^۱ در مختار باب الظہار مطبع مجتہبی دہلی ۲۳۹/۱ رد المحتار باب الظہار دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۷۶-۷۷۴

^۲ در مختار باب الظہار مطبع مجتہبی دہلی ۲۳۹/۱ رد المحتار باب الظہار دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۷۵-۷۶۲

کفارہ کی ادائیگی تک ہوگی اھ تلخیصاً۔ در مختار وردالمختار میں ہے کہ کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے اگرچہ غلام دودھ پینے والا بچہ یا ایسا جو بلند آواز کو سن سکے اور جو کوئی آواز نہ سن سکے تو وہ جائز نہیں اور بدنی منفعت (مثلاً دیکھنا، سننا، بولنا، پکڑنا، چلنا اور عقل سے کلیتاً محروم، جائز نہیں، تمستانی، اور بدنی منفعت فوت ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ کلیتاً فوت ہو) جیسے ناپینا، مجنون بے عقل، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں یا ایک پاؤں یا ایک ہی جانب سے ایک ہاتھ اور پاؤں کٹا ہو، اور اگر غلام نہ پائے تو دو ماہ کے روزے پے درپے جماع سے قبل رکھے، اور اگر ظہار والے نے ان دو ماہ کے دوران دن یارات کو، بھول کر یا قصداً جماع کر لیا تو پھر نئے سرے سے دوبارہ دو ماہ کے روزے رکھے، پھر اگر وہ مظاہر کسی ختم نہ ہونے والی مرض یا نہایت بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا ملک کرے، اور یہ کھانا فطر کی مقدار ہے اور مصرف بھی صدقہ فطر والا ہو گا یا اتنی مقدار غلہ کی قیمت دے دے اور اگر کفارہ کی مقدار کو مسکینوں کی ملکیت کی بجائے دو وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھلا دے تو جائز ہے (اگر مسکینوں میں کوئی شیر خواری سے فارغ بچہ ہو تو اس کو شمار نہ کرے کیونکہ وہ پوری خوراک نہیں کھا سکتا، اور شیر خواری سے فارغ بچے سے مراد یہ ہے کہ وہ پوری عاد بخوراک نہ کھاسکے) اھ، ملخصاً

(ت)

ولو صغيراً رضيعاً او اصم ان صبيح به يسبح، والا لا، لافأئت جنس المنفعة (ای البصر والسبح والنطق والبطش والسعي والعقل قهستاني، والمراد فوت منفعة بتمامها) كالاعى ومجنون الذى لا يعقل والمقطوع يداه اور جلاہ او يدورجل من جانب فان لم يجد ما يعتق صام شهرين متتابعين قبل المسيس فان وطئها اى المظاهر منها فيهما اى الشهرين ليلا او نهاراً عامدا او ناسياً استأنف الصوم فان عجز لمرض لا يبرجى بروة او كبر اطعم اى ملك ستين مسكينا كالفطرة قدر او مصرفاً او قيمة ذلك وان اراد الاباحة غداهم وعشاهم جاز (ولو كان فيمن اطعمهم صبى فطيم لويجيزه لانه لا يستوفى كاملاً، المراد بالفطيم من لا يستوفى فى الطعام المعتاد)¹ انتهت بالتلخيص۔

¹ ردالمختار، باب الكفارة، دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۷۹/۲، در مختار، باب الكفارة، مطبع مجتہبی، دہلی، ۲۵۰/۱

یہ زید کے ناپسندیدہ قول کی تفصیل ہے اور وہ اپنی نیت کے متعلق بہتر جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے اس لئے نیت کے بیان میں وہ اللہ تعالیٰ کا خوف کرے، اس نے جو بات کی ہے اور جس ارادہ سے کی، اس تفصیلی حکم کے مطابق اس پر عمل کرے، یہ تمام بحث دینا حکم کی تفصیل ہے لیکن قضاء اس کی اس بات میں آخری احتمال یعنی ماں جیسی عزت و کرامت والی، مراد لینا جائز نہ ہوگا، اس کی گنجائش، انداز کلام اور اس کے سیاق و سباق اور حال کی وجہ سے نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ تمام امور اس بات کی شہادت ہیں کہ یہاں وہ حرامیوں کو ماں جیسی عزت و کرامت دینے کے درپے نہیں ہے بلکہ یہ احتمال بعید تر ہے، اور شریعت کا ضابطہ کلیہ ہے کہ کلام میں وہ احتمال ساقط قرار پائیگا جو ظاہر کے خلاف ہوگا، خصوصاً جبکہ وہ احتمال قائل کے لئے تخفیف کا باعث بھی ہو، اور تحقیق نظر میں اس احتمال کا یہاں ساقط قرار پانا احتمال چہارم یعنی نیت نہ ہونے پر لغو ہونا، کو بھی ساقط کر دے گا، کیونکہ یہ بھی شرعی ضابطہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو عاقل بالغ کے کلام کو مہمل ہونے سے بچایا جائے، کیونکہ اس کی بات کو مہمل قرار دینا گویا اس کو حیوان قرار دینا ہے اشباہ و نظائر میں اس کے لئے مستقل قاعدہ بیان کیا گیا ہے، کیا آپ نے درمختار کو دیکھا نہیں کہ اس کلام میں کوئی بھی نیت نہ ہونے کو لغو بمعنی غیر شمر آور قرار دیتے ہوئے یونہی مہمل اور بے معنی قرار نہ دیا بلکہ اس کو

این ست تفصیل صور اس قول منکر زید بارادہ کہ داشت نیکو داناست و خدائے اود انا ترازو، از خدائے ترسد و بہر ارادہ کہ اس سخن گفته باشد حکمش ازیں تفصیل برآرد، بر اس کار بند و لینا حکم دیانت بود **فاما قضاء** در مسئلہ دائرہ صورت آخرہ را گنجائش نیست طرز کلام و سیاق و سباق و حال آں وقت ہمہ گواہ عدل ست کہ زید آن ہنگام از ارادہ برو کرامت حمرا بر اعل دور بود و ضابطہ کلیہ شرع ست کہ از محتملات سخن ہرچہ خلاف ظاہر باشد ز نہار قضاء پذیرانستند خاصہ کہ در اں تخفیفی باشد مردعی را دور نظر تحقیق سقوط اس احتمال موجب سقوط احتمال چہارم نیز ست زیرا کہ ہم از ضوابط شرع ست کہ تا توانند کلام عاقل بالغ را مہمل نگزارند لما فیہ من الحاقہ بالبیہائم و قد عقد لذلك فی الاشباہ والنظائر قاعدة مستقلة آخر ندیدی کہ در مختار بحالت عدم نیت چوں کلام را لغو بمعنی غیر مثر حکم کردند، ہمچنان مہمل و بی معنی نہ گزاشتند بلکہ بر ادنی محتملات یعنی معنی برو کرامت فرود آوردند حیث قال والاینو شیاً لغاً ویتعین الادنی ای البرا اس جاچوں معنی بر بار نیست چنانکہ شنیدی لاجرم بر ادنی البواقی کہ ظہار و تحریم

ادنیٰ احتمال قرار دے کر عزت و کرامت کے معنی پر محمول کیا۔ اور یوں کہا اگر کوئی نیت نہ کی تو لغو ہو کر ادنیٰ معنی متعین قرار پائیگا، یعنی عزت و کرامت مراد ہوگا،

جب یہاں عزت و کرامت والا معنی نہیں بن سکتا جیسا کہ آپ سن چکے تو باقی پہلے تین احتمالات میں ادنیٰ معنی مراد ہوگا، جو کہ ظہار یا تحریم ہے، زید چونکہ کئی مرتبہ ہندہ کے جواب میں اور لوگوں سے خطاب میں یہ بات کہہ چکا ہے تو عقل سلیم کیسے یہ گوارا کر لے کہ اس نے یہ بات بغیر نیت اور کوئی معنی مراد لئے بغیر بطور ہدیان زبان سے کہہ دی ہے، تو اس احتمال سے بعید اور کوئی احتمال نہیں ہو سکتا۔ پھر زید نے استفسار کرنے پر واضح طور پر اقرار کیا ہے کہ واقعی میں نے اپنی بیوی کو ماں اور بہن کے برابر قرار دیا ہے اور یہ نہیں کہا کہ میں نے فضول اور بے معنی بات کی ہے، تو لازم طور پر قضاء پانچ مذکورہ صورتوں میں سے پہلی تین صورتوں کو ہی متعین کیا جائے، لہذا اگر زید ان تین میں سے کسی ایک کے ارادہ کرنے کا اعتراف کرے تو وہ حکم اس پر نافذ ہو جائے گا، ورنہ ان سب سے انکار قضاء قابل قبول نہ ہوگا، بلکہ کسی ایک احتمال پر کرنا ضروری ہوگا، ان میں طلاق کا احتمال تو آخری بات ہے اور بعید ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے تو ظہار یا تحریم جن دونوں کا حاصل ایک ہی ہے باقی رہ جاتے ہیں، اور قاضی اگر بہتر سمجھے تو عوام کے حال کو ملاحظہ کرتے ہوئے تحریم والا معنی متعین قرار دے گا کیونکہ غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا عوام اس لفظ سے تحریم سے کم معنی مراد نہیں لیتے اور کم از کم یہی مراد ہوتا ہے۔ (ت)

حاصل کلام یہ ہے کہ، زید اگر طلاق کا اقرار کر لے تو طلاق ہے ورنہ بہر حال قاضی کی نگاہ میں

ست تنزیل کردہ آید، و خود چہ گوہ گوارائے عقل سلیم باشد کہ زید بکرات و مرات در جواب ہندہ و بخطاب مرد ماں میں کلام گوید و بیچ گاہ ارادہ بیچ معنی بدل نداد و بلکہ ہمچنان بے قصد معنی در رنگ ہدیان بر زبان آورد بیچ احتمال بعید تر ازین احتمال می شناسی باز ہنگام استفسار سپید و آشکار اقرار سے کند کہ واقعی ہنخواہ خود را برابر مادر خواہر نہادہ ام و نمی گوید کہ بفضولے سخنے بمعنی بے نیت و قصدے بردادہ ام، لاجرم قضاء از اس بیچ صور ہمیں سہ صورت پیشین را مسامح ست پس اگر زید اعتراف بہ نیت کیے از انہا کند حکمش پیدا ست ورنہ انکارش قضاء نامسموع و حمل بر کیے از انہا لازم فلما طلاق کے اعلیٰ و ابعد ست و بیچ دلیلے براں نے از میاں رود، و ظہار یا مجرد تحریم کہ حاصل ہر دو یکبست باقی ماند، و اگر نیکو بنگری ملاحظہ حال عوام ہمیں معنی تحریم را متعین میکند اگر تفتیش ہمانا بینی کہ جزیں معنی اس کلام را در ذہن ایشان کمتر محملے بودہ باشد۔

بالجملہ زید اگر اقرار نیت طلاق کند طلاق بود ورنہ بہر حال در چشم قاضی ظہار

ظہار ہے اور کوئی بھی خواہ بیوی ہو وہ قاضی کی موافقت کرے گا کیونکہ وہ سب عام لوگوں کی طرح ظہار ہی سمجھیں گے، اور اللہ تعالیٰ ہی باطنی امور کا مالک ہے، پھر اگر حمرانے اپنے کانوں سے سنا یا کسی عادل اور ثقہ آدمی نے اس کو اطلاع دی کہ اس کے خاوند نے یوں بات کی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو ظہار کی ہوئی سمجھے اور اپنے آپ کو زید سے جماع اور شہوت کے ساتھ اس کو ہاتھ لگانے، بوس و کنار کرنے اور شرمگاہ کو بنظر شہوت دیکھنے سے محفوظ رکھے، لیکن بغیر شہوت شرمگاہ یا کسی عضو کو مثلاً چھاتی، پیٹ اگرچہ شہوت سے چھوئے تو کوئی حرج نہیں جیسا کہ ردالمحتار کے حوالہ سے بیان گزرا ہے، پس اگر زید کفارہ نہ دے اور اس دوران حمرانے جماع یا دواعی جماع کے متعلق باز نہ آئے تو پھر خود حمرانے کو چاہئے کہ اپنے آپ کو اس کے قبضہ سے کسی مال کے عوض خواہ مہر کے بدلے طلاق حاصل کرے اور اگر طلاق نہ دے تو پھر جس طرح ممکن ہو اس کے گھر سے جدا رہے اور حاکم وقت سے شکایت کرے تاکہ وہ جبراً اس کو باز رکھنے کے لئے قید کرے یا سزا دے اور دو کاموں میں سے ایک پر اس کو مجبور کرے کہ رکھنا ہو تو شریعت کے مطابق رکھے ورنہ اس کو آزاد کر دے، یعنی کفارے یا

باشد و دیگر بیچ وزن دریں کار بمشابه قاضی است لاشتراکهما کسائر الخلق فی قصر النظر علی الظہار واللہ سبحانہ یتولی السرائر پس حمرانے بگوش خود شنید یا مرد عادل وثقہ اور اخیر رسانید کہ شوہر ش این چنینی چانه زده است ناچار خوشستن رازن مظاہر داند وتن: جماع در نهد و زید را بشوت بوسہ چیدن و در بر کشیدن و دست رسانیدن و شرمگاہ دیدن نگزارد نظر بر فرج بے شہوت یا بر غیر فرج اگرچہ سینہ و شکم اگرچہ بشوت باکے نیست کما مر عن ردالمحتار پس اگر زید کفارہ نهد و حمرانے از قصد جماع و دواعی جماع معاف نہ دارد و حمرانے چوں کہ تواند خوشستن را از دست عہ او یعنی بعوض مہر خواہ بدل مال دیگر طلاق از دستاورد اگر بیند کہ طلاق ہم نمی دہد پائے کہ دارد از خانہ گمزد و بحاکم رجوع آرد تا اورا بالجمیر بحبس و ضرب بریکے از دو کار دارد

فَأَمْسَكَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيَهُمْ يَأْخُذُ بِكُفَّارِهِ دَهْدٌ أَوْ طَلَاقٌ وَقَدْ حُرِّمَ عَلَيْهِ رِبَهُ إِنْ يَذَرُهَا كَالْمَعْلُوقَةِ، وَرَدُّ الْمُخْتَارِ فَرَمُودُ الْمِرْأَةِ كَالْقَاضِي إِذَا سَبَعْتَهُ أَوْ أَخْبَرَهَا عَدْلًا يَحِلُّ لَهَا تَمْكِينُهُ وَالْفَتْوَى عَلَى أَنَّهُ لَيْسَ

عہ: مسودہ میں بیاض ہے۔

طلاق پر مجبور کرے ان دو صورتوں کے بغیر کہ اس کو معلق چھوڑ دے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ رد المحتار میں ہے: جب عورت خود سن لے یا ثقہ عادل شخص اس کو مطع کر دے تو پھر عورت کو حلال نہیں کہ وہ خاوند کو جماع کا موقعہ دے اور اس معاملہ میں فتویٰ اس پر ہے کہ عورت کو مرد کا قتل کرنا یا خود کشی کرنا جائز نہیں، بلکہ عورت مال کے بدلے اپنے آپ کو آزاد کرائے یا اس کے گھر سے دور ہو جائے، اس معاملہ میں عورت خود فیصلہ کرنے میں قاضی کا حکم رکھتی ہے، اور بزازیہ میں اوز جندی سے منقول ہے کہ بیوی اپنے معاملہ کو قاضی کے ہاں پیش کرے، پھر عورت کے گواہ نہ ہونے کی صورت میں اگر خاوند قسم دے دے تو پھر گناہ خاوند پر ہے، میں کہتا ہوں یہ جب ہے کہ عورت خود کو فدیہ دے کر یا بھاگ کر نہ بچا سکے اور نہ ہی اپنے آپ کو خاوند سے روک سکے، لہذا بزازیہ کا بیان پہلے کلام کے منافی نہ ہوگا اور اختصاراً، رد مختار میں ہے: عورت کو وطی کے مطالبہ کا حق ہے کیونکہ عورت کا حق وطی کے ساتھ متعلق ہے اور اس کے ساتھ عورت پر لازم ہے کہ وہ کفارہ کے بغیر خاوند کو جماع سے باز رکھے، اور قاضی پر لازم ہے کہ مرد کو کفارہ دے کر عورت کے حقوق کی ادائیگی پر مجبور کرے تاکہ عورت کا ضرر ختم ہو سکے، وہ یوں کہ قاضی اس کو قید کر کے یا سزا دے کر طلاق یا کفارہ پر مجبور کر سکتا ہے، ہاں اگر زید قسم اٹھاتا ہے کہ میں نے ظہار کا

لہا قتلہ ولا تقتل نفسہا بل تغدی نفسہا بمال او تہرب، وفي البزازیة عن الاوزجندی انها ترفع الامر للقاضی فان حلف ولا یبینه لہا فالاثم علیہ اہ قلت ای اذا لم تقدر علی الفداء او الہرب ولا علی منعه عنہا فلا ینافی ما قبلہ^۱ اہ باختصار، در رد مختار ست للمراة ان تطالبہ بالوطی لتعلق حقہا بہ، وعلیہا ان تمنعہ من الاستمتاع حتی یکفر، وعلی القاضی الزامہ بہ بالتکفیر دفعا للضرر عنہا بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق^۲، آری اگر زید خبر دہد کہ من کفارہ ادا کردم و پیشتر ازیں معروف بکذب و دروغ گوئی نبودہ باشد آنگاہ حمر را می رسد کہ سختش باور کردہ باو بہم آید و از جماع وغیرہ ابا ننماید اگر در واقع زید بہ نیت ظہار آں سخن گفتہ و هنوز کفارہ نہ دادہ بغلط اظہار نمودہ است تا گناہ بر گردن اوست حمر از جرم یکسوست فی الدر المختار فان قال کفرت صدق مالم یعرف بالکذب^۳۔

^۱ رد المحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۳

^۲ در مختار باب الظہار مطبع مجتہبی دہلی ۱/۲۳۹

^۳ در مختار باب الظہار مطبع مجتہبی دہلی ۱/۲۳۹

کفارہ دے دیا ہے جبکہ زید قبل ازین دروغ گوئی اور جھوٹ بولنے میں معروف و مشہور نہیں ہے تو اس صورت میں حمرا کو جائز ہے کہ وہ زید کی بات کو تسلیم کر کے جماع وغیرہ کا موقعہ دے دے اور انکار نہ کرے اور اگر فی الواقع زید نے ظہار کی نیت سے وہ کلام کیا تھا اور ابھی تک کفارہ ادا نہ کیا ہو اور غلط بیانی کرتا ہو کہ میں نے کفارہ ادا کر دیا ہے تو پھر گناہ زید پر ہوگا حمرا اس گناہ سے بری ہوگی۔ در مختار میں ہے: اگر خاوند کہے کہ میں نے کفارہ دے دیا ہے تو اس کی بات تسلیم کی جائے گی بشرطیکہ وہ اس سے قبل جھوٹ بولنے میں معروف نہ ہو۔ (ت)

میں فقیر کہتا ہوں کہ یہ بہت بری تدبیر ہے کہ فی الواقع کوئی شخص ظہار کر کے کفارہ نہ دے کر غلط خبر دے اس سے زیادہ برا وہ شخص ہے جو معروف بکذب نہ ہو اور کہے کہ میں نے ظہار، طلاق اور تحریم کی نیت کے بغیر وہ کلام کی ہے دلالت حال کی بنا پر جس طرح کہ اس مسئلہ صورت میں ہے تو قاضی اس کے اس دعویٰ کو قبول نہ کرے گا اور اگر کفارہ نہ دیا ہو تو عورت کو لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو خاوند کے جماع سے دور رکھے، اور اگر وہ اس پر راضی ہوئی تو کنہگار ہوگی، اور اگر فی الواقع وہ شخص سچا ہے تو اس کفارہ میں مال دینا یا دو ماہ کے روزوں کی مشقت برداشت کرنا بے مقصد ہے کیونکہ دیناً اس پر کفارہ دینا واجب نہیں ہے، تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس لغو بات پر توبہ کرے اور بخشش طلب کرے یہ توبہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے تو اس کے بعد بیوی کو کہے کہ میں نے کفارہ دے دیا ہے اور بیوی اس کو کفارہ ظہار سمجھتے ہوئے جماع پر راضی ہو جائے تو جائز ہوگا، یہ اس مسئلہ کی تنقیح ہے جو کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

فقیر گویم آں چناں کہ ایں بدترین تدبیرے است مرکسے راکہ در واقع ظہار کردہ و کفارہ نداده غلط اخبار، ہچمنیاں نیکو بدترے ست مرکسے راکہ معروف بکذب نیست و سخن مذکور بے نیت طلاق و ظہار و تحریم بر زبانش آمد و بوجہ دلالت حالے چنانکہ ایں جاست، قضاء دعویٰ ارادہ بر مقبول نیفتاد کہ اگر کفارہ نہ دہد زن بجماع تن نہ دہد و اگر راضی شود آثمہ گردد و اگر ایں کس کفارہ دہد مالے بے سبب از دست مے رود یا مشقت روزہ دو ماہہ بر سر آید زیرا کہ دیناً بوجہ عدم موجب کفارہ بر ولازم نبودہ است پس باید کہ بسوئے مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ از شاعت آں قول منکر توبہ آرد ایں توبہ کفارہ اش خواهد شد باز زن را گوید من کفارہ ادا کردم او کفارہ معلومہ ظہار پندارد و رضا بجماع دادن بر او را روا گردا ایں ست تنقیح حکم بروجہ کافی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دیندار و مشائخ باوقار اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو بحالت غصہ میں ماں بہن کہہ دیا مگر نان نفقہ دیتا رہا عورت اس کے نکاح میں رہی یا بحکم شرع شریف جاتی رہی؟

الجواب

زوجہ کو ماں بہن کہنا (خواہیوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے، یا یوں کہے تو میری ماں بہن ہے، سخت گناہ و ناجائز ہے۔

جو روئیں ان کی مائیں نہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنا ہے اور وہ بیشک بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ إِنْ أُمَّهُمْ إِلَّا نِسَاءٌ وَ لَدَنَّهُمْ
وَأِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَ زُورًا¹

مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو، درمختار میں ہے:

اگر کوئی نیت نہ کی یا حرف تشبیہ (کاف) کو ذکر نہ کیا ہو تو یہ نیت لغو ہے اور احتمالات میں سے ادنیٰ احتمال یعنی عزت و کرامت متعین ہوگا اور یہ کہنا کہ تو میری ماں ہے یا میری بیٹی ہے یا میری بہن ہے یا اس کی مثل الفاظ، مکروہ ہیں۔ (ت)

الاینو شیئاً او حذف الکاف لغاً وتعین الادنیٰ ای البر
یعنی الکرامة ویکره قوله انت امی ویا ابنتی ویا اختی
ونحوہ²

ردالمحتار میں ہے:

قوله کاف تشبیہ کو حذف کرنا مثلاً یوں کہتا ہے تو میری ماں ہے نہ کہ جیسے بعض نے گمان کیا کہ "زید اسد" کی طرح حرف تشبیہ کو محذوف مانا جائے، اور تشبیہ بمبلیغ ہے جیسا کہ درمنتقی میں قمستانی سے منقول ہے قلت میں کہتا ہوں کہ حرف تشبیہ کے بغیر ہونے پر دلیل وہ ہے جو ہم عنقریب فتح سے نقل کریں گے کہ ظہار کے لئے حرف تشبیہ کا ذکر ضروری ہے۔ (ت)

قوله حذف الکاف بان قال انت امی ومن بعض الظن
جعلہ من باب زید اسد در منتقی عن القہستانی قلت
ویدل علیہ ما نذکرہ عن الفتح من انه لا بد من
التصریح بالاداة³

اسی میں ہے:

حرف تشبیہ کے بغیر "تو میری ماں ہے" کہنا اگرچہ طلاق کی نیت سے کہا باطل ہے۔ (ت)

انت امی بلا تشبیہ فانہ باطل وان نوی⁴

¹ القرآن الکریم ۲/۵۸

² درمختار باب الظہار مطبع مجتہدی دہلی ۲۳۹/۱

³ ردالمحتار باب الظہار دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۷۷/۳

⁴ ردالمحتار باب الظہار دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۷۲/۲

ہاں اگر یوں کہا ہو کہ تو مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن کے ہے تو اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہو گئی اور عورت نکاح سے نکل گئی اور بہ نیت ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھ پر حرام ہے تو ظہار ہو گیا اب جب تک کفارہ نہ دے لے عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا بنظر شہوت اس کے کسی بدن کو چھونا یا بنگاہ شہوت اس کی شر مگاہ دیکھنا سب حرام ہو گیا، اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے، اسکی طاقت نہ ہو تو لگانا دو مہینہ کے روزے رکھے، اس کی بھی قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے کما امر بہ المولیٰ سبخنہ وتعالیٰ فی القرآن العظیم (جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن عظیم میں حکم فرمایا ہے۔ ت) اور اگر ان میں سے کوئی نیت نہ تھی تو یہ لفظ بھی لغو و مہمل ہوگا جس سے طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا۔ در مختار میں ہے:

<p>ان نوی بانث علیٰ مثل امی وکامی وکذا لو حذف "علیٰ" خانیۃ، برا او ظہارا او طلاقاً صحت نیثتہ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ والالغاء¹</p>	<p>اگر (طلاق کی) نیت کرے گا تو بیوی بائنتہ ہو جائیگی، جب یوں کہے تو مجھ پر میری ماں کی مثل یا ماں کی طرح ہے، یا حرف علیٰ (مجھ پر) کو حذف کر کے کہے، خانیۃ۔ ان الفاظ سے کرامت زوجہ یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی جو بھی نیت کرے وہی حکم ہوگا کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو تو یہ بات لغو ہوگی۔ (ت)</p>
--	--

ہندیہ میں خانیۃ سے ہے:

<p>ان نوی التحریم اختلاف الروایات فیہ والصحیح انہ یکون ظہاراً عند الكل²، واللہ تعالیٰ سبخنہ وتعالیٰ اعلم۔</p>	<p>اگر اس سے صرف تحریم کی نیت کی تو اس میں روایات مختلف ہیں، صحیح یہ ہے کہ سب کے نزدیک ظہار ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>
--	--

مسئلہ ۴۳: از کللتہ امام باغ لین نمبر ۴۱ مسجد مدرسہ حافظ عزیز الرحمن صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص طلاق کے معنی و مطالب سے آگاہ نہ ہو اور وہ بالعوض طلاق بائن کے اپنی زوجہ سے یوں کہے کہ تو ماں ہے میری، اور اس کو مطلقہ لوگوں میں مشہور کرے اور اپنے اوپر حرام سمجھے تو آیا اس شخص کی زوجہ مطلقہ ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

¹ در مختار باب الظہار مطبع مجتہبی دہلی ۲۴۹/۱

² فتاویٰ ہندیہ الباب التاسع فی الظہار نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۰۷

الجواب:

عورت کو یوں کہنے سے کہ تو اس شخص کی ماں بہن یا بیٹی ہے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق کہے، ردالمحتار میں ہے:

انت امی بلا تشبیہ فانہ باطل وان نوی ¹ ۔	اگر تشبیہ کے بغیر "تو میری ماں ہے" کہا تو یہ باطل ہے اگرچہ طلاق کی نیت سے کہے (ت)
--	---

لوگوں میں اسے مشہور کرنا اور اپنے اوپر حرام سمجھنا اگر انہیں لفظوں کی بناء پر تھا تو عند اللہ یہ بھی محض باطل کہہ بر بنائے غلط فہمی تھا، اسی طرح اگر اس کے بیان سے ظاہر تھا کہ یہ اقرار طلاق انہیں الفاظ کی بناء پر ہے تو عند الناس بھی طلاق نہ ہوئی، ہاں اگر بیان و قرآن سے یہ امر ظاہر نہ ہو تو مطلقہ مشہور کرنے سے عند الناس اس پر طلاق مانی جائے گی اپنے اقرار پر ماخوذ ہوگا۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

رجل طلق امرأته وهو صاحب برسام فلما صح قال قد طلقت امرأتی، ثم قال انی كنت اظن ان الطلاق فی تلك الحالة كان واقعا. قال مشائخنا رحمهم الله تعالى حین ما قر بالطلاق ان رده الی حالة البرسام وقال قد طلقت امرأتی فی حالة البرسام فالطلاق غیر واقع وان لم یرد الی حالة البرسام فهو ما خوذ بذلک قضاء ² ۔	کسی نے مرض برسام کی حالت میں بیوی کو طلاق دی جب تندرست ہوا تو اس نے طلاق کا اقرار کرتے ہوئے کہا کہ میرا گمان تھا کہ اس مرض کی وجہ سے طلاق ہو جاتی ہے، تو ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اقرار طلاق کے وقت اگر اس نے طلاق کو مرض برسام کی طرف منسوب کیا اور کہا میں نے اپنی عورت کو برسام کی حالت میں طلاق دی ہے تو طلاق نہ ہوگی اور اگر اس وقت اس نے طلاق کو مرض برسام کی طرف منسوب نہ کیا، تو قضاءً طلاق ہو جائے گی۔ (ت)
---	---

اسی میں ہے:

صبی قال ان شربت فکل امرأة اتزوجها فھی طالق	ایک نابالغ بچے نے کہا اگر میں نوش کروں تو جس عورت سے بھی میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے
--	--

¹ ردالمحتار باب الظہار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۷۴

² فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق نوکسور لکھنؤ ۲/۲۱۳

<p>اس کے بعد اس نے نابالغی میں نوش کر لیا پھر اس نے بالغ ہونے پر نکاح کیا اور اس کے سسرال نے گمان کیا کہ اس کہنے پر طلاق ہو گئی، اس پر اس لڑکے کے بالغ ہونے نے کہا ہاں بیوی مجھ پر حرام ہے، تو فقہاء نے فرمایا چونکہ لڑکے نے حرام ہونے کا اقرار کیا ہے لہذا اس کی بیوی اس پر ابتداءً حرام ہو گئی، اور بعض نے فرمایا کہ حرام نہ ہوگی، اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس نے ابتداءً حرام ہونے کا اقرار نہیں کیا بلکہ سسرال کی بات پر اس نے یہ کہا ہے، اور سسرال والوں کے کہنے کا سبب بچپن کی بات ہے جو کہ باطل ہے کیونکہ نابالغ کی طلاق نہیں ہوتی انتھی، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>فشر ب وهو صبى، فتنزوج وهو بالغ وظن صهره ان الطلاق واقع فقال هذا البالغ آرمے حرام است بر من قالوا هذا اقرار منه بالحرمۃ فتحرم امرأته وهو الصحيح لانه ما اقربا لحرمۃ ابتداء وانما اقر بالسبب الذی تصادقا عليه وذلك السبب باطل¹، انتھی، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۴۴: از پہلی بھیت محلہ اشرف خاں مرسلہ عزیز الرحمن خاں ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کی ماں سے یہ بات کہی کہ تیری لڑکی تاحیات تیری، مثل اپنی بہن کے سمجھتا ہوں، تو اس میں کیا حکم شرع ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

اگر ان لفظوں سے اس کی مراد ظہار یا تحریم تھی یعنی تیری حیات تک اپنی زوجہ سے ظہار کرتا ہوں یا تیری حیات تک اسے حرام سمجھتا ہوں، جب تو ظہار ہو گیا یعنی نکاح بدستور باقی ہے، مگر حیات خوشدا من تک بے کفارہ دئے عورت کے پاس جانا بلکہ شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا بھی حرام ہو گیا، کفارہ ایک غلام آزاد کرنا، اس کی قدرت نہ تو دو مہینے کے لگاتار روزے، اس کی طاقت بھی نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقہ فطر کے مثل اناج یا اس کی قیمت دینا یا دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلانا، جب تک ساس زندہ ہے بغیر کفارہ دئے عورت کو ہاتھ لگائے گا تو گنہگار ہوگا، تو بہ کرے، اور پھر نزدیک نہ ہو جب تک کفارہ نہ ادا کر لے، ہاں بعد انتقال خوشدا من ظہار جاتا رہے گا، اور بے کفارہ عورت سے جماع حلال ہو جائے گا، پھر اگر ساس زندہ ہے اور یہ شخص کفارہ نہیں دیتا جس کے سبب عورت حلال ہو جائے تو منکوحہ اس پر دعویٰ کر سکتی ہے کہ یا تو کفارہ دے کر جماع کرے یا طلاق دے کہ عورت پر سے ضرر دفع ہو

¹ فتاویٰ قاضی خاں باب التعلیق نوکثور لکھنؤ ۲/۲۳۵

تنویر الابصار میں ہے: ظہار کرنے والے پر بیوی سے وطی اور اس کے دواعی حرام ہو جاتے ہیں تا وقتیکہ وہ کفارہ دے، اگر اس نے کفارہ سے قبل وطی کر لی تو توبہ کر کے صرف ظہار کا کفارہ دے اور پھر کفارہ سے قبل ایسا نہ کرے الخ، اور اسی میں ہے ظہار میں کفارہ غلام کو آزاد کرنا ہے، اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر وطی سے قبل دو ماہ کے روزے مسلسل پورے کرے، اگر یہ بھی نہ ہو سکے بلکہ عاجز ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے ہر مسکین کو صدقہ فطر کی مقدار دے یا اسکی قیمت دے، اگر صبح و شام دو وقت کا کھانا پیٹ پھر کر کھلا دے تو جائز ہے اہل لخصاً، اور در مختار میں ہے اگر ظہار کو کسی مقررہ وقت کے ساتھ مقید کیا ہو تو اس وقت کے گزر جانے پر ظہار ختم ہو جائیگا اہ اس پر ردالمحتار میں ہے کہ اگر اس مقررہ وقت کے اندر جماع کرنا چاہے تو کفارہ دے بغیر جائز نہیں۔ بجز اہ اور در مختار میں ہے کہ ظہار میں بیوی کو جماع کے مطالبے کا حق ہے لہذا قاضی خاوند کو کفارہ ادا کرنے پو مجبور کرے تاکہ بیوی کے ضرر کا ازالہ ہو سکے یوں کہ قاضی اس کو قید کرے یا سزا دے یہاں تک کہ خاوند کفارہ ادا کرے یا عورت کو طلاق دے اہ لخصاً (ت)

فی تنویر الابصار فی حرم و طؤها علیہ و دواعیہ حتی یکفر فان وطی قبلہ استغفر و کفر للظہار فقط ولا یعود قبلہ^۱ الخ و فیہ الکفارة تحریر رقبۃ فان لم یجد صام شہرین متتاً بعین قبل المسیس. فان عجز اطعم ستین مسکیناً کالفطرۃ او قیمة ذلک وان غداہم و عشاہم جائز^۲ اہ ملخصاً. و فی الدر لو قیدہ بوقت سقط بمضیہ^۳ اہ فی ردالمحتار کفارة بحر^۴ اہ و فی الدر للمرأة ان تطالبہ بالوطی و علی القاضی الزامہ بہ بالتکفیر دفعا للضرر عنہا بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق^۵ اہ ملخصاً۔

ظاہر ان لفظوں سے یہی نیت تحریم و ظہار ہوتی ہے خصوصاً جبکہ ایک وقت تک اسے محدود کر دیا کہ تیری حیات تک ایسا سمجھتا ہوں، اس کا حکم وہ تھا اور شاید اس نے یہ الفاظ بارادہ طلاق کہے تھے تو ظاہراً ایک طلاق بائن ہو کر عورت نکاح سے نکل گئی کسی حد تک محدود کر کے طلاق دینا بھی طلاق دائم ہے اور وہ حد نامعتبر^{عہ}

عہ: مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

^۱ در مختار شرح تنویر الابصار باب الظہار مطبع مجتہائی دہلی ۲۳۹/۱

^۲ در مختار باب الکفارة مطبع مجتہائی دہلی ۵۱/۱۔ ۲۵۰

^۳ در مختار باب الظہار مطبع مجتہائی دہلی ۲۳۹/۱

^۴ ردالمحتار باب الظہار دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۷۶/۲

^۵ در مختار باب الظہار مطبع مجتہائی دہلی ۲۳۹/۱

<p>"سمجھنا اور خیال کرنا" اگر ایسے کلام میں ہو تو اس سے تشبیہ کو ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے اور واقع سے اس کا انشاء مراد نہیں ہوتا، جس طرح کوئی شخص کسی چیز کو لینے سے انکار کرتے ہوئے کہے کہ اس کو میں اپنے لئے خنزیر سمجھتا ہوں تو اس سے اس چیز کا اس پر قطعاً حرام ہونا مراد ہوتا ہے جس طرح خنزیر حرام ہے، اس کے برخلاف طلاق کے معاملہ میں جب کوئی پوچھے کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، تو جواب میں یوں کہے "تو طلاق شمار کر لے، یا کہے تو اس کو مطلقہ خیال کر لے" تو یہاں طلاق نہ ہوگی اگرچہ وہ طلاق کی نیت سے کہے اور یوں ہی حکم ہے اگر بیوی کو کہے کہ تو اپنے آپ کو طلاق والی سمجھ لے، جیسا کہ خانہ میں مذکور ہے، کیونکہ یہاں یہ الفاظ ظاہری طور پر طلاق کے وقوع میں نفی پر دلالت کرتے ہیں اور دونوں مقاموں میں ان الفاظ کا فرق عرف کو جاننے والے پر مخفی نہیں ہے، سمجھو اور غور کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>واما الحسبان ففي مثل الكلام انما يراد به التحقيق للتشبيه لانفيه عن نفس الامر كما اراد الامتناع عن تناول شئ يقول احسبه على كالحنزير فانما يريد انه محررم عليه كمثلته، بخلاف ما اذا قيل له اطلقت امرأتك فقال عداها او احسبها مطلقة حيث لا يقع وان نوى وكذا احسبى انك طالق كما في الخانية فانه ظاهر في نفي الطلاق في نفس الامر والفرق بينهما لا يخفى على من عرف العرف فافهم واعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

اور اگر کچھ نیت نہ تھی یا اعزاز و اکرام خواہ الفت و محبت کی نیت تھی یعنی اپنی بہن کے برابر عزیز یا پیاری جانتا ہوں تو یہ الفاظ لغو و فضول ہیں عورت بدستور عورت اور کفارہ وغیرہ کچھ دینا نہیں مگر اگر اس وقت کی گفتگو و حالت شاہد ہو کہ یہ الفاظ اس نے بلا نیت یا بہ نیت اعزاز و محبت نہ کہے تھے تو حاکم اس دعوے کو نہ مانے گا تو عورت اسے قبول کر سکتی ہے،

<p>کیونکہ عورت اس معاملہ میں قاضی کا حکم رکھتی ہے جیسا کہ فتح وغیرہ میں ہے، اور در مختار میں ہے اگر بیوی کو یوں کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی مثل یا میری ماں کی طرح ہے، اور یونہی اگر "علی" (مجھ پر) کا لفظ حذف کر کے کہا ہو، خانہ۔ ان الفاظ سے اگر</p>	<p>فان المرأة كالقاضي كما في الفتح وغيره². وفي الدر المختار ان نوى بانث على مثل امي او كاهي وكذالو حذف "علی" خانیه، بر او ظہار او طلاق اصحت</p>
---	--

¹ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق نوکشر لکھنؤ ۲۱۰/۲

² رد المحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۸/۲

<p>تعظیم زوجہ یا طلاق یا ظہار کی نیت کی ہو تو اس کی نیت صحیح ہوگی اور نیت کے مطابق حکم ہوگا کیونکہ یہ کنایہ ہے (لہذا اگر خاوند نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق بائنہ ہوگی) اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو یا حرف تشبیہ کو ترک کر دیا ہو تو یہ کلام لغو ہو کر احتمالات میں سے ادنیٰ احتمال یعنی عزت و کرامت متعین قرار پائے گا، اور ہندیہ میں خانہ سے منقول ہے کہ اگر حرام کرنا مراد ہو تو اس میں روایات مختلف ہیں اور صحیح یہی ہے کہ سب کے ہاں ظہار ہوگا، ردالمحتار میں علامہ خیر الدین رملی سے منقول ہے: مناسب ہوگا کہ اس صورت میں کرامت و عزت والا احتمال مراد لینے کی قضاء تصدیق نہ کی جائے جبکہ لڑائی جھگڑے اور طلاق کے مذاکرہ کے وقت یہ الفاظ کہے ہوں، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>نیتہ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ والاینو شیاً او حذف الکاف لغاوتعین الادنی ای البریعنی الکرامۃ^۱ وفی الہندیۃ عن الخانیۃ وان نومی التحریم اختلفت الروایات فیہ والصحیح انہ یکون ظہار عند الکمل^۲ اہ وفی ردالمحتار عن العلامة خیر الدین الرملی وینبغی ان لا یصدق قضاء فی ارادۃ البراذکان فی حالۃ المشاجرۃ و ذکر الطلاق^۳ اہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

مسئلہ ۳۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر شوہر عادات زوجہ کو عادات محارم سے تشبیہ دے یا عورت اپنے اعضاء خواہ عادات کو محارم شوہر کے اعضاء و عادات سے تشبیہ دے تو ان صورتوں میں کفارہ لازم اور اس کی ادائگی عورت حرام ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

تا وقتیکہ اپنی زوجہ یا اس کے ان اعضاء کو جن سے کل جسم تعبیر کیا جاتا ہے مثلاً عربی میں راس، ورقبہ، و ظہر، و فرج، یا اس کے ایک جزو شائع مثل نصف، و ریح، و ثلث کو کسی محرم ابدی سے تشبیہ نہ دے ظہار نہیں ہوتا پس تشبیہ عادات زوجہ بعادات محارم موجب حرمت و کفارہ نہیں،

<p>در مختار میں ہے کہ بیوی کو یا اس کے کسی ایسے عضو کو جس سے اس کی ذات کو تعبیر کیا جاسکتا ہو یا غیر معین حصہ مثلاً نصف وغیرہ کو ابدی حرمت کے ساتھ</p>	<p>فی الدر المختار ہو تشبیہ زوجتہ او ما یعبر بہ عنہا من اعضائها او تشبیہ جز شائع منها بمحرم</p>
--	---

^۱ در مختار باب اظہار مطبع مجتہدانی دہلی ۲۳۹/۱

^۲ فتاویٰ ہندیہ الباب التاسع فی الظہار نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۰۷

^۳ ردالمحتار باب الظہار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۷۶

علیہ تائبید ¹ ۔	تشبیہ دینے کو ظہار کہتے ہیں۔ (ت)
----------------------------	----------------------------------

اور عورت تو اگر اعضائے شوہر کو بھی اپنے محارم کے اعضاء سے تشبیہ دے تو شوہر اس پر حرام نہیں ہو جاتا

کما فی الدر المختار و ظہارہا ^۲ منہ لغو فلا حرمة ^۲ ۔	جیسا کہ در مختار میں ہے کہ عورت کا خاوند کو اپنے محرمات کے ساتھ تشبیہ دینا لغو کلام ہے اس سے حرمت نہ ہوگی (ت)
---	---

پس جبکہ اس کا قول خود اپنے حق میں موثر نہ ہو تو حق شوہر میں کیا تا ثیر کرے گا اور اپنے اعضاء و عادات محارم شوہر سے تشبیہ دے گی تو کیونکہ اس پر حرام ہو جائے گی اور سبب کفارہ، ظہار ہے جب ظہار نہ پایا گیا تو کفارہ کہاں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۶: از گوڈھوا ضلع پلاموں مرسلہ محمد اسمعیل صاحب سوداگرچرم ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

ایک شخص اہل اسلام نے اپنے گھر میں میاں بی بی سے جھگڑا اور غصہ کی حالت میں یہاں تک بیتاب ہو گیا کہ اپنی بی بی کو ماں کہہ بیٹھا اور اس کا سینہ منہ میں رکھ لیا اور بی بی نے بھی غصہ کی حالت میں کہا کہ اگر تو مجھ کو ماں کہتا ہے تو میں بھی تجھ کو بیٹا کہتی ہوں، بعد اس جھگڑے کے جب ان دونوں کا غصہ رفع ہوا تو اپنے اس کلام اور اس فعل سے نہایت نادم و شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے کہ ایسا نہ ہو کہ اس کے مواخذہ میں ہم دونوں گنہگار ہوں، اور اسی وقت کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا سب علیحدہ کر لیا، اب وہ اس بات کے خواہشمند ہیں کہ اس بارے میں مطابق حکم خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمائے دین کیا فتویٰ دیتے ہیں، آیا میاں بی بی ہیں یا نہیں؟ اور یہ بھی دریافت کیا گیا ہے کہ بی بی کا دودھ شوہر کے منہ میں نہیں آیا تو بی بی نکاح

عہ: علی قولہ محمد المصحح المفتی بہ قال فی العالمگیریۃ
لاتکون المرأۃ مظاہرۃ من زوجها عند محمد رحمہ اللہ
تعالیٰ والفتویٰ علیہ وهو الصحیح کذا فی السراج الوہاج³
مفتی اعظم

عہ: یہ مسئلہ امام محمد کے تصحیح شدہ اور مفتی بہ قول پر ہے فتاویٰ ہندیہ میں ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عورت اپنے شوہر سے مظاہر نہیں ہوتی، فتویٰ اسی پر ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ سراج وہاج میں ہے ۱۲ مفتی اعظم (ت)

¹ در مختار باب الظہار مطبع مجتہائی دہلی ۲۳۸/۱

² در مختار باب الظہار مطبع مجتہائی دہلی ۲۳۹/۱

³ فتاویٰ ہندیہ الباب التاسع فی الظہار نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۰۷

کے اندر ہے یا باہر؟ طلاق ہوا یا نہیں؟

الجواب:

صورت مذکورہ میں وہ اسے ماں اور اسے بیٹا کہنے سے دونوں گنہگار ہوئے،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک لوگوں کا بیوی کو ماں بہن کہنا، بری بات اور جھوٹ ہے (ت)	قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَآلَهُمْ لِيَفْقَهُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَرُؤْمًا ط ^۱ ۔
--	---

مگر نکاح میں کچھ فرق نہ آیا، اور پستان منہ میں لینا تو کوئی چیز نہیں، اگر دودھ پی بھی لیتا تو وہ پینا حرام ہوتا، مگر نکاح میں اس سے خلل نہ آتا کہ ڈھائی برس کی عمر کے بعد دودھ سے حرمت نہیں ہوتی اور دونوں کو جدارہنے کی کوئی حاجت نہیں، وہ بدستور زوج و زوجہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴: از رد و ضلع نبی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

زید کی عورت نے بحالت غصہ زید سے کہا کہ تمہارے نزدیک میری، ایک بال زبیر ناف کے برابر بھی قدر نہیں۔ اس پر زید نے ازراہ تمسخر اس سے یہ کہا کہ میں تجھ کو اپنے باپ اور دادا سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ ایسی حالت میں زید پر ظہار کا حکم لازم آتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

یہ لغو و مہمل الفاظ ہیں انہیں ظہار یا کفارے سے کوئی تعلق نہیں فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

التشبیہ بالرجل ای رجل کان لایکون ظہاراً ^۲ ۔	عورت کو کسی بھی مرد سے تشبیہ دینا ظہار نہیں ہوتا۔ (ت)
--	---

بدائع و نہر میں ہے:

من شرائط عہ الظہار کون المظاہر بہ	ظہار کی شرائط میں سے یہ ہے کہ ظہار میں جس سے تشبیہ
-----------------------------------	--

عہ: لکن ما فی العالمگیریہ فیہ تفصیل حیث قال لامرأته علی کظہر^۳ الخ۔

عہ: لیکن عالمگیری میں اس کے متعلق تفصیل ہے جہاں انہوں نے بیان کیا کہ کوئی بیوی کو کہے تو مجھ پر پیٹھ کی طرح الخ (ت)

^۱ القرآن ۲/۵۸

^۲ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الظہار نوکثور لکھنؤ

^۳ فتاویٰ ہندیۃ الباب التاسع فی الظہار نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۰۶

من جنس النساء¹۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

دی جائے وہ عورت کی جنس ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۴۸: از لکھنؤ امین الدولہ پارک مرسلہ محمد ابراہیم ایس اینڈ سنگر کمپنی ۵ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے رات کے وقت اپنی زوجہ کو واسطہ صحبت کے بلایا تو بیوی کے انکار کرنے پر زید نے یہ قسم کھائی کہ اب میں تم سے صحبت کروں تو اپنی ماں سے زنا کروں، بعدہ زید بہت شرمندہ ہوا اور توبہ واستغفار کیا، اس معاملہ میں زید کو کیا کرنا چاہئے؟ بالفرض اگر زید نے اسی شب بعد استغفار صحبت بھی کی تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب:

اس نے برا کیا برا کیا، توبہ واستغفار کے سوا اور کچھ لازم اس پر نہیں، صحبت کی تو کچھ حرج نہ ہوا، نہ اس سے نکاح پر کچھ حرف آیا، کیا یظہر بمراجعة الفتح والدر وغیرہما (جیسا کہ فتح اور در وغیرہ کو دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۹: خاوند نے ماں بہن کہا، طلاق نہیں دی، یہ صورت مسئلہ ہے، لہذا عند الشرع کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

صورت مذکورہ میں طلاق ثابت نہیں، نہ یہ ظہار، صرف برا کہا اور گناہگار ہوا، توبہ کرے و بس،

قال اللہ تعالیٰ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا ۗ وَإِنَّ اللّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ۝۲ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور وہ بیشک بری اور نری جھوٹ بات کہتے ہیں اور بیشک اللہ ضرور معاف کرنیوالا اور بخشنے والا ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۰: از شہرہ بریلی گڑھی مسؤلہ عبدالکریم صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے مکان پر جبکہ اس کی بیوی اپنے میکہ گئی ہوئی تھی، اپنے بھائی وغیرہ کے روبرو کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو اس وقت سے ماں بہن کے برابر جانتا ہوں اس کو خبر کر دو کہ وہ اپنا ٹھکانا دوسری جگہ کر لے، اور یہ بات اس وقت اس نے کہی تھی کہ جب اس کی دوسرے شخص سے لڑائی ہوئی تھی اور لوگوں نے اس کو جھوٹی خبر دی تھی کہ تم کو تمہارے سر نے پٹوایا ہے، یہ حالت سخت غصہ

¹ بدائع الصنائع فصل واما الذی یرجع الی المظاہر بہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۳۳/۳

² القرآن ۲/۵۸

کی تھی، آیا اس کو اب نکاح کرنا چاہئے یا نکاح سابق جائز رہا؟

الجواب:

یہ لفظ کہ "اس کو خبر کر دو کہ وہ اپنا ٹھکانا دوسری جگہ کر لے" اگر بہ نیت طلاق نہ کہے جب تو طلاق نہ ہوئی اور اس کا قسم کھا کر کہہ دینا مان لیا جائے گا کہ اس کی نیت طلاق کی نہ تھی اور اگر بہ نیت طلاق کہے تو طلاق ہو گئی، نکاح جاتا رہا، نئے سرے سے اس کی مرضی سے اس سے نکاح کر سکتا ہے اگر پہلے دو طلاقیں نہ دے چکا ہو حلالہ کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



باب العدة (عدت کا بیان)

مسئلہ ۵۱:

۲۳ رجب ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جس کی عمر اس وقت بارہ برس ہے کوئی علامت بلوغ کی پائی نہیں جاتی، اس حالت میں اس کو شوہر طلاق دے تو عدت بیٹھے گی یا نہیں؟ اور اس کی شادی کو عرصہ تین برس کا گزرا تھا۔ بینوا تو جوڑا

الجواب:

اگر اب تک شوہر سے خلوت نہ ہوئی تھی تو اصلاً عدت نہیں اسی وقت اس کا نکاح کیا جاسکتا ہے اور اگر شوہر اس کے پاس چاچکا تھا تو چار مہینے دس دن انتظار کرائیں، اگر اس مدت میں عورت کو حمل ظاہر ہو تو وضع حمل تک عدت بیٹھے، اور اگر حمل ظاہر نہ ہو تو عدت تین ہی مہینے گزرنے کی آگے انتظار نہ کرایا جائے،

ردالمحتار میں ہے کہ بحر میں امام فضلی سے منقول ہے کہ جب مطلقہ عورت مرابقہ ہو تو وہ اپنی عدت مہینوں کے حساب سے نہ گزارے بلکہ اس کی عدت کا حال اس بات پر موقوف رہے گا کیا اس کو حمل ٹھہرا ہے یا نہیں، اگر واضح ہو جائے کہ حمل ہوا ہے تو اس کی عدت وضع حمل قرار پائے گی ورنہ عدت تین ماہ

في رد المحتار في البحر عن الامام الفضلي انها اذا كانت مرابقة لا تنقضي عدتها بلا شهر. بل لا يوقف حالها حتى يظهر هل حبلت من ذلك الوطى ام لا. فان ظهر قبلها اعتدت بالوضع والا فلا شهر قال في

شمار ہوگی اور فتح میں ہے کہ توقف کا زمانہ بھی عدت میں شامل کیا جائے گا اہ قلت (میں کہتا ہوں) اگر حمل ظاہر نہ ہو تو گزشتہ تین ماہ کو عدت قرار دیا جائیگا اور ان تین ماہ کے بعد والا توقف بیکار ہوگا حتیٰ کہ اگر اس نے تین ماہ کے بعد اور نکاح کر لیا تو وہ صحیح ہوگا اور فتح میں نفقات کی بحث میں خلاصہ سے منقول ہے کہ نابالغہ کی عدت تین ماہ ہے ہاں اگر وہ مراہقہ ہو تو پھر اس کو خاوند اس وقت تک نفقہ دیتا رہے گا جب تک رحم کا خالی ہونا واضح نہ ہو جائے، محیط میں یوں ہی مذکور ہے اہ۔ اور اس میں اختلاف کو ذکر نہیں کیا، اور یہ بہتر کلام ہے، فتح کا کلام ختم ہوا، لیکن نکاح سے قبل اس پر فتویٰ مناسب ہے تاکہ توقف کے بغیر عدت کا فیصلہ نہ کر دیا جائے، لیکن یہاں فقہاء نے توقف کی عدت کو ذکر نہیں کیا وہ کتنی مدت ہے جس سے حمل ظاہر ہو سکے، حامدیہ میں مذکور ہوا کہ بزازیہ کے مسائل بیوع میں ہے کہ اگر لونڈی خریدی ہو تو ایک روایت کے مطابق مالک کے دعویٰ حمل کی تصدیق تب کی جائے گی جب لونڈی کو خریدے ہوئے چار ماہ دس دن گزر چکے ہوں، اس سے کم مدت میں اس دعویٰ کی تصدیق نہ ہوگی، اور دوسری روایت میں ہے کہ دو ماہ پانچ دن کے بعد تصدیق ہو سکے گی جبکہ لوگوں کا عمل اسی پر ہے اہ۔ اور حامدیہ نے دوسری روایت پر عمل کیا ہے اور اس میں اعتراض ہے کہ ہماری بحث اس صورت میں ہے جب تین ماہ گزر جانے کے بعد توقف ہو لہذا پہلی

الفتح ویعتد بزمن التوقف من عدتها اہ قلت یعنی اذا ظهر عدم حملها يحكم بضمی العدة بثلاثة اشهر مضت ویكون زمن التوقف بعدها لغوا حتی لو تزوجت فيه صح عقدها وفي نفقات الفتح في الخلاصة عدة الصغيرة ثلاثة اشهر الا اذا كانت مراہقة فينفق عليها ما لم يظهر فراغ رحمها كذا في المحيط اہ، من غير ذكر خلاف وهو حسن اہ كلام الفتح، لكن ينبغی الافتاء به احتياطاً قبل العقد بان لا يعقد عليها الا بعد التوقف لكن لم يذكر و امددة التوقف التي يظهر بها الحمل، وذكر في الحامدية عن بيوع البزازیة انه يصدق في دعوى الحمل في رواية اذا كان من حين شرائها اربعة اشهر وعشر لا اقل، وفي رواية بعد شهرين وخمسة ايام وعليه عمل الناس اہ ومشی في الحامدية على الاخيرة وفيه نظر لان المراد من مسألتننا التوقف بعد مضي ثلاثة اشهر فالاولی الاخذ بالرواية الاولى فاذا مضت

اربعة اشهر وعشرو لم يظهر الحبل علم ان العدة انقضت من حين مضي ثلاثة اشهر ¹ اه ملتقطاً، واللہ تعالیٰ اعلم۔	روایت پر عمل بہتر ہوگا، تو جب چار ماہ دس دن گزر جائیں اور حمل ظاہر نہ ہو تو معلوم ہوگا کہ اس کی عدت گزر چکی ہے جب تین ماہ پورے ہو چکے تھے اہ ملتقطاً، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	--

۱۹ یقعدہ ۱۳۱۹ھ

از بنگالہ مسؤلہ مولوی عبدالغفور صاحب

مسئلہ ۵۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ صغیرہ مطلقہ ہو یا متوفیہ الزوج مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ شرعاً اس کے لئے عدت ہے یا نہیں اور حد صغر کہاں تک ہے؟ بینواتوجروا (بیان کر کے اجر حاصل کرو)

الجواب:

وفات کی عدت عورت غیر حامل پر مطلقاً چار مہینے دس دن ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اور طلاق کی عدت غیر مدخولہ پر اصلاً نہیں اگرچہ کبیرہ ہو اور مدخولہ پر یعنی جس سے خلوت واقع ہو لی اگرچہ خلوت فاسد ہو یا نکاح فاسد میں حقیقتاً وطی کر لی غیر حیض والی کے لئے تین مہینے ہیں خواہ صغیرہ ہو کہ ابھی حیض آیا ہی نہیں یا کبیرہ آئے کہ اب عمر حیض کی نہ رہی۔ درمختار میں ہے:

العدة في حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعاً او كبر بان بلغت سن الاياس ثلاثة اشهر ان وطئت في الكل ولو حكماً كالخلوة ولو فاسدة والعدة للموت اربعة او كتابية تحت مسلم ولو عبدا فلم يخرج عنها الا الحامل ² والخلوة في النكاح الفاسد لا توجب العدة ³ اه ملتقطاً۔	بچپن کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو کہ وہ ابھی نو سال سے کم عمر ہے یا بڑھاپے کی وجہ سے کہ وہ عمر رسیدہ ہو گئی ہے جس کی وجہ سے وہ حیض والی نہیں ہے تو ان کی عدت تین ماہ ہوگی جبکہ حقیقتاً وطی یا حکماً یعنی خلوت ہو چکی ہو، اگرچہ خلوت فاسدہ ہو، اور موت والی کی عدت مطلقاً چار ماہ دس دن ہے بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اگرچہ نابالغہ ہو یا کتابیہ مسلمان کے نکاح میں اگرچہ مسلمان غلام ہو موت کی عدت کا یہی حکم ہے اس حکم سے صرف حاملہ بیوی خارج ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے، اور فاسد نکاح میں خلوت سے عدت واجب نہیں ہوتی اہ ملتقطاً (ت)
--	---

¹ رد المحتار باب العدة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۱۲

² درمختار باب العدة مطبع مجتہبی دہلی ۵۶۱-۲۵۵

³ درمختار باب العدة مطبع مجتہبی دہلی ۵۶۱-۲۵۵

عورت کے لئے حد صفر ۹ سال کی عمر تک ہے اس سے کم عمر میں جوانی ہرگز نہیں ہوتی، اس کے بعد ۱۵ سال کی عمر تک احتمال ہے اگر آثارِ بلوغ حیض آنا یا احتلام ہونا یا حمل رہ جانا پایا جائے تو بالغہ ہے ورنہ جب ۱۵ سال کا میل کی عمر ہو جائے گی جوانی کا حکم کر دیں گے اگرچہ آثار کچھ ظاہر نہ ہوں بہ قال وعلیہ الفتویٰ کما فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر (یہی کہا اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ دروغیرہ مشہور کتب میں ہے۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۳: ازٹھا کردوارہ ضلع مراد آباد بازار گنج مرسلہ نجیب اللہ صاحب عطار ۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک عورت کو اس کے خاوند نے اپنے گھر سے نکال دیا اور کہہ دیا کہ تجھ کو نہیں رکھتا، یہاں تک کہ اس عورت نے اپنے خاوند کے ڈرانے کی غرض سے خود کشی کا قصد کیا اور کچھری سے بجرم خود کشی تیس روپیہ جرمانہ عورت پر ہوئے، اس کے خاوند کو کچھ سردکار نہ ہوا بلکہ کچھری میں بیان کیا کہ میں نے عورت کو چھوڑ دیا مجھ سے کچھ غرض نہیں، اس روز سے وہ عورت دوسرے مرد کے پاس ہے، اس کے خاوند سے چند بار کہا گیا کہ عورت اپنی کو طلاق دے، وہ کہتا ہے میں طلاق کو نہیں جانتا میں نے عرصہ پانچ سال کا ہوا چھوڑ دیا۔ اب نکاح دوسرے آدمی کے ساتھ جس کے ساتھ وہ رہتی ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر واقعی کچھری میں اس نے وہ الفاظ کہے کہ "میں نے اس کو چھوڑ دیا" تو اسی وقت سے طلاق ہو گئی، اس وقت سے اگر تین حیض شروع ہو کر ختم ہو گئے تو دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور اگر ابھی ختم نہ ہوئے تو جب ختم ہو جائیں اس کے بعد کر سکتی ہے اور یوں جو عنہزوں کے یہاں رہتی ہے یہ حرام ہے، اور وہ جو اس نے کہا "پانچ برس سے چھوڑ چکا ہوں" اس کا اعتبار نہیں اگرچہ کچھری میں "چھوڑنے" کا لفظ پہلے کہا تھا تو جب سے عدت ہے اور اگر یہ لفظ پانچ برس سے چھوڑنے کا پہلے کہا تھا تو جب سے ہے غرض جو لفظ کہا ہو اس کے بعد تین حیض شروع ہو کر ختم ہونا درکار ہے بغیر اس کے دوسری جگہ نکاح حرام ہے، وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۴: از میونڈی ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عدت بیوی کی کتنی ہے اور مطلقہ کی کتنی؟

الجواب:

حاملہ کی عدت وضع حمل ہے مطلقہ ہو یا بیوہ، اور غیر حاملہ بیوہ کی عدت اگر خاوند کسی مہینے کی پہلی شب یا پہلی تاریخ میں مرا اگرچہ عصر کے وقت، چار مہینے دس دن ہیں یعنی چار ہلال اور ہو کر اس

پانچویں ہلال پر وقت وفات شوہر کے اعتبار سے دس دن کامل اور گزر جائیں اور پہلی تاریخ کے سوا اور کسی تاریخ میں مرنا تو ایک سو تیس ۱۳۰ دن کامل لئے جائیں اور مطلقہ اگر حیض والی ہے تو بعد طلاق تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں اور اگر صغیرہ کہ ابھی حیض نہیں آتا یا کبیرہ کہ حیض آنے کی عمر گزر گئی تو عدت تین مہینے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۵: از شہر یکم ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا نکاح نابالغی میں کر دیا تھا چونکہ لڑکی اس لڑکے کے قابل نہ تھی لہذا اس نے ہر طرح کی تکلیفیں پہنچائیں؟ لڑکی کے والدین نے اسے اپنے گھر رکھ لیا اس لڑکے نے چار بار برادروں کو جمع کر کے کہا میں طلاق دے دوں لیکن برادروں نے اسے باز رکھا، اب جبکہ اس نے دوسرا نکاح کر لیا تو برادروں نے طلاق دلوادی، تو ایسی صورت میں عدت معتبر ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

اگر لڑکی قابل جماع تھی اگرچہ خاص اس مرد کے قابل نہ ہو اور خلوت صحیحہ ہو چکی تھی عدت لازم ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۶: مولنا حافظ حشمت علی صاحب لکھنوی طالب علم مدرسہ اہلسنت بریلی ۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دے دی بوجہ اس کی بد چلنی کے۔ ہندہ طلاق کے بعد عمرو کے پاس رہی اور ہندہ کو عمرو سے حمل رہ گیا، عمرو نے ہندہ کے ساتھ بعد گزرنے ایام عدت نکاح کر لیا اور بعد نکاح عمرو کو اس بات کا علم ہوا کہ ہندہ کو مجھ سے حمل ہے، آیا یہ نکاح جائز ہے اور یہ کہ بعد طلاق، نکاح کے واسطے عدت کا زمانہ کیا ہے؟

الجواب:

طلاق کی عدت حیض والی کے لئے تین حیض ہیں جو بعد طلاق شروع ہو کر ختم ہو جائیں، اور جسے حیض ابھی نہیں آیا یا حیض کی عمر سے گزر چکی اس کے لئے تین مہینہ اور حمل والی کے لئے وضع حمل۔ یہ احکام قرآن عظیم میں منصوص ہیں اور عمرو نے جو قبل عدت اس سے تعلق کیا اور حسب بیان سائل اس سے حمل رہ گیا تو وہ کون سے ایام عدت تھے جو اس نے گزارے، اس کی عدت تین حیض تھے، اور حاملہ کو حیض آتا نہیں، اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، اور ابھی وضع حمل ہوا نہیں، یہ نکاح فاسد ہوا، اس پر فرض ہے کہ عورت کو فوراً الگ کر دے اور انتظار کیا جائے اگر یہ بچہ طلاق شوہر سے دو برس کے اندر پیدا ہو تو شوہر ہی کا ہے اور اب وہ عدت سے نکلی اس سے نکاح ہو سکتا ہے اور دو برس کے بعد پیدا ہو تو شوہر کا نہیں اب نکاح ہر حال جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۷:

از موضع کیسپر پور ضلع بریلی مسئلہ خدا بخش انصاری

۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح ایک بیوہ عورت سے مقرر ہوا، جس وقت نکاح ہوا برادری کے لوگ جمع ہوئے اور ان کے روبرو عاقد نے دریافت کیا کہ اس عورت میں کوئی نقص یا جھگڑا تو نہیں ہے تو اس میں دو شخصوں نے کہا کہ کچھ نہیں بیوہ ہے آپ نکاح پڑھادیں، آخر کلام نکاح ہو گیا اب جس وقت شب کو خلوت ہوئی تو معلوم ہوا کہ عورت حاملہ ہے، آخر پولیس کو خبر ہو گئی تو داروغہ پولیس نے عورت سے دریافت کیا، اس نے جس کا حمل تھا اس کو نہ بتایا اور شخص کا نام لے دیا، پولیس نے اس کے سپرد کر دیا، اور اہل برادری میں کئی شخص اس بیوہ کو جانتے تھے مگر پوشیدہ رکھا ظاہر نہ کیا، اب شرع شریف سے جس کے گھر وہ عورت ہے اس کو کیا حکم ہے اور عاقد وکیل و شاہدوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب:

سائل کا بیان ہے کہ شوہر کے انتقال کے ڈیڑھ برس ہو اور حمل وہیں کا معلوم ہوتا ہے، اس صورت میں جس شخص سے اس کا نکاح ہوا ہے اس پر لازم ہے کہ عورت کو اپنے سے جدا دوسرے مکان میں رکھے اور بچہ پیدا ہونے کا انتظار کرے، اگر شوہر کی وفات سے پورے دو برس کے اندر بچہ پیدا ہو جائے تو یہ نکاح باطل محض ہو اور جو لوگ واقف حال شریک نکاح تھے سخت گنہ گار ہوئے، بعد بچہ پیدا ہونے کے پھر یہ شخص اس سے نکاح کر سکتا ہے، اور اگر وفات شوہر کو دو برس کامل گزر جائیں اس کے بعد بچہ پیدا ہو تو یہ نکاح صحیح ہو گیا دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں، بچہ پیدا ہونے کے بعد اسے ہاتھ لگانا بھی جائز ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۸:

از جلیسر ضلع ایٹہ بالائے قلعہ مسئلہ حکیم محمد احسن صاحب

۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ نے نکاح کیا جس کو اب تک چھ ماہ ہوئے، بعد تین ماہ کے اس کا خاوند مر گیا اور اس کو خلوت صحیحہ نہیں ہوئی اب تک اپنے ماں باپ کے یہاں ہے، مدت عدت وفات کی دو صورتیں ہیں، یا وہ بعد وفات کے حاملہ ہے یا حمل کا انتظار ہے، بہر حال اس کو حمل نہیں ہوا، نیز ایام معمولی آتے ہیں، مدت چار ماہ دس دن محض اس غرض سے تھی کہ اس عرصہ میں ظہور حمل ہو جائے گا، اس صورت میں وہ قبل از عدت وفات عقد ثانی کر لے یا بعد گزرنے چار ماہ دس دن کے نکاح کرے، عدت طلاق تین قروء ہیں، اگر اس کو خلوت صحیحہ نہیں ہوئی تو اس کو تین قروء کی ضرورت نہیں، بعد طلاق فوراً عقد کر سکتے ہیں، علیٰ ہذا صورت مسئلہ کی شکل بھی یہی ہے، جبکہ وہ خاوند کے یہاں نہیں گئی اور خلوت صحیحہ نہیں نصیب ہوئی تو پھر عدت وفات کی کیا ضرورت ہے، بہر حال دونوں صورتیں ایک ہیں، لہذا جو حکم شرع

ہے وہ سر آنکھوں پر کوئی دلیل عقلی ضرور ہونی چاہئے تاکہ دونوں صورتوں میں تمیز ہو جائے کوئی مسئلہ شرعی ایسا نہیں جو کسی اصول پر مبنی نہ ہو عقل کا حکم تو یہی ہے کہ جو عورت، مہستر نہ ہو اس پر عدت کی ضرورت نہیں پھر چار ماہ دس دن کے انتظار کی کیا ضرورت یَتَرَبِّضْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا¹ (وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔ ت) محض ظہور حمل کے لئے چار ماہ دس دن کا انتظار ہے، سو صورت ہذا میں نہ خلوت نہ حمل فتاویٰ عالمگیری اکثر جزئیات سے مملو ہے جو جزئی چاہو اس میں نکال سکتے ہیں شاید اس میں اس خاص جزئی کا ذکر ہو لیکن دلیل عقلی کی از حد ضرورت ہے۔ بینوا تو جو را (بیان کیجئے اجرا پائیے۔ ت)

الجواب:

اس پر چار مہینے دس دن عدت فرض ہے اس سے پہلے نکاح بلکہ نکاح کی گفتگو بھی حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

موت کی عدت مطلقاً چار ماہ دس دن ہے بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اگرچہ نابالغہ ہو یا کتیبہ مسلمان آزاد کے نکاح میں ہو یا مسلمان غلام کے نکاح میں، صرف حاملہ کا حکم اس سے علیحدہ ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے (ت)	وللموت اربعة اشهر و عشرًا مطلقاً وطئت اولا ولو صغیرة او کتیبیة تحت مسلم ولو عبد افلم یخرج عنها الا الحامل ² ۔
---	--

احکام الہی میں چون و چرا نہیں کرتے، الاسلام گردن نہادان نہ کہ زبان بجزرات کشادان (اسلام، سر تسلیم خم کرنا ہے نہ کہ دلیری سے لب کشائی کرنا۔ ت) بہت احکام الہیہ تعبدی ہوتے ہیں اور جو معقول المعنی ہیں ان کی حکمتیں بھی من و تو کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ صبح کو دو، مغرب کی تین، باقی کی چار چار کعتیں کیوں ہیں، تعرف برات رحم کے لئے ایک حیض کافی تھا تین اگر احتیاطاً رکھے گئے تو عدت وفات حیضوں سے بدل کر مہینے کیوں ہوئی اور ہوتی تو تین مہینے ہوتی جس طرح آئسہ و صغیرہ میں تین حیض کی جگہ تین مہینے قائم فرمائے ہیں ایک مہینہ دس دن اور زائد کیوں فرمائے گئے، غرض ایسے بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم و برکات کا دروازہ بند کرنا ہے، مسلمان کی شان یہ ہے:

ہم نے سنا اور اطاعت کی، تیری بخشش کے طلبگار ہیں اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے (ت)	سَبِعْنَاوَاَصَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ³ ۔
--	--

¹ القرآن الکریم ۲/۲۳۲

² درمختار باب العدة مطبع مجتہبی دہلی ۲۵۶/۱

³ القرآن الکریم ۲/۲۸۵

صورت طلاق تعرف براءت رحم کے لیے ہے قبل خلوت براءت خود معلوم پھر عدت کیوں ہو اور عدت وفات میں صرف یہی مقصود نہیں بلکہ موت شوہر کا سوگ بھی۔ اور اس میں خلوت ہونے نہ ہونے کو کچھ دخل نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>اللہ اور آخر پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ خاوند کی موت کے بغیر کسی میت پر تین دن سے زائد سوگ کرے، صرف خاوند کے موت کے لئے چار مہینے دس دن سوگ ہے۔ اس کو بخاری اور مسلم نے ام المؤمنین ام حبیبہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر ان تحده علی میت فوق ثلاث لیال الاعلی زوج اربعة اشهر وعشرا¹۔ رواه البخاری ومسلم عن ام المؤمنین ام حبیبہ و زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۵۹: از قبہ کریالی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات پنجاب ڈاکخانہ سرائے اورنگ آباد مسؤلہ غلام یسین صاحب ۱۱ محرم ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر شیر خوارہ مسماۃ نور بانو کا نکاح ہمراہ مسٹی عمر و جس کی عمر پچیس سال ہے کر دیا، بعد نکاح کے اس دختر شیر خوارہ کو اس کی والدہ ایک مکان میں جہاں عمر و جس کے ساتھ مسماۃ نور بانو شیر خوارہ کا نکاح ہوا تھا مع عمر و کے چھوڑ کر کہیں باہر چلی گئی اس کے بعد جب والدہ شیر خوارہ واپس آئی عمر و نے اس شیر خوارہ منکوحہ خود کو طلاق بائن دے دی، آیا خلوت صحیحہ ثابت ہوئی یا نہ؟ اور اس مطلقہ شیر خوارہ پر عدت لازم ہوئی یا نہ اور مستحق مہر ہوئی یا نہ؟ بینوا تو جروا

الجواب:

خلوت صحیحہ نہ ہوئی، نہ عدت لازم آئی، نصف مہر دینا ہوگا، در مختار میں ہے: لا عدۃ بخلوۃ الرتقاء^۲ (نا قابل جماع بیوی کی خلوت پر عدت نہیں ہے۔ ت) جامع الرموز میں ہے:

<p>اگر جماع سے پہلے یا خلوت فاسدہ کے بعد طلاق دی ہو اور فساد لوجلہا قبل الدخول او بعد الخلوۃ الفاسدۃ والفساد لعجزہ عن الوطی</p>	<p>مثلاً یہ کہ خاوند وطی سے حقیقتاً عاجز ہو</p>
---	---

¹ صحیح مسلم باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۸۶

² در مختار باب العدۃ مطبع مجتہبی دہلی ۱/۲۵۵

حقیقۃً لم تجب العدة ^۱ اھ وانظر ما كتبنا علی رد المحتار۔	تو اس صورت میں عدت لازم نہ ہوگی اھ یہاں رد المحتار پر میرا حاشیہ دیکھو۔ (ت)
--	---

مسئلہ ۶۰: از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئلہ عنایت حسین صاحب ۲۹ رجب ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مطلقہ عورت کی عدت تین ماہ ہو یا زائد؟

الجواب:

مطلقہ اگر حاملہ ہو تو عدت وضع حمل ہے۔ اور اگر نابالغہ ہو یا کبر سن کے سبب اب حیض نہیں آتا تو عدت تین ماہ ہے ورنہ تین حیض خواہ دو مہینے ہوں یا مثلاً دو برس میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۱: از قصبہ میتر انوالی ڈاکخانہ گلکسر ریلوے ضلع گوجرانوالہ مرسلہ میاں امیر احمد صاحب ۷ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عورت مطلقہ کو بلا نکاح دو سال تک اپنے گھر میں رکھا بلکہ اس سے اولاد بھی ہوئی پھر وہ شخص فوت ہو گیا تو اس کے برادر حقیقی نے اس عورت کے ساتھ بغیر عدت گزرے نکاح کر لیا اس عورت پر عدت لازم ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ زنا کی کوئی عدت نہیں اور بعض کہتے ہیں وہ مثل عورت خاوند کے دو سال تک رہے واسطے استبراء رحم کے عدت لازم ہے بینوا تو جروا (بیان کیجئے اجر پائیے)

الجواب:

اگر وہ دونوں ایک مکان میں مثل زن و شوہر رہتے اور باہم انبساط زوج و زوجہ رکھتے، مرد اسے بیبیوں کی طرح رکھتا، عورت اس کے پاس ازواج کی مانند رہتی تو وہ دونوں شرعاً زوج و زوجہ ہی سمجھے جائیں گے یہاں تک کہ جس نے ان کی یہ حالت دیکھی اسے قاضی شرع کے حضور زن و شوہر ہونے پر گواہی دینی حلال اگرچہ نکاح ہوتے نہ دیکھا ہو، ہدایہ میں ہے:

اذا رأى رجلاً وامرأة يسكنان بيتاً وينبسط كل واحد منهما الى الآخر انبساط الأزواج وسعه ان يشهد انها زوجته ^۲ ۔	جب کوئی شخص مرد و عورت کو ایک مکان میں رہتے ہوئے اور خاوند بیوی والی بے تکلفی کے طور پر دونوں کو رہتے ہوئے دیکھے تو ایسے شخص کو جائز ہے کہ وہ شہادت دے کہ یہ دونوں خاوند بیوی ہیں (ت)
--	---

^۱ جامع الرموز فصل العدة مكتبة الاسلاميه گنبد قاموس ایران ۱۵۸/۱

^۲ ہدایہ باب ما يتحملہ الشاہد مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۵۸/۳

اپنے سامنے نکاح نہ ہونے کو نکاح نہ ہونا سمجھ لینا سخت سفاہت ہے، عدم علم، علم عدم نہیں۔ دنیا میں بے شمار زوج و زوجہ ہیں کیا ہم سب کے عقد میں حاضر تھے۔ پھر ہم کیونکر انہیں ناک و منکوحہ سمجھتے ہیں، شرع مطہر بدگمانی کو سخت حرام فرماتی ہے، اور جب وہ شرعاً زن و شوہر قرار دئے گئے تو بے اقتضائے عدت نکاح بنس قطعی قرآن ناجائز و حرام۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے فرمایا کہ اس عقد پر اصلاً کوئی حکم نکاح مترتب نہ ہوگا کہ معتدہ غیر سے دانستہ نکاح کرنا باطل محض ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی البحر عن المجتبیٰ اما نکاح منکوحۃ الغیر و معتدته فالدخول فیہ لایوجب العدة ان علم انہا للغیر لانه لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلاً ¹ ۔	بحر میں مجتبیٰ سے منقول ہے کہ غیر کی منکوحہ بیوی یا غیر مطلقہ عدت والی سے نکاح کے بعد دخول سے عدت لازم نہ ہوگی بشرطیکہ وہ جانتا ہو کہ یہ غیر کی منکوحہ یا معتدہ ہے کیونکہ اس نکاح کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں ہے لہذا یہ نکاح ہی اصلاً منعقد نہ ہوا۔ (ت)
--	--

ہاں اگر صورت مذکورہ نہ ہو اور ان کا زانی و زانیہ ہونا متحقق ہو تو بیشک یہ نکاح صحیح ہو گیا کہ زنا کے پانی کی شرع میں کوئی حرمت نہیں نہ زانیہ پر زانی کی عدت، یہاں تک کہ جس عورت کو زنا کا حمل ہو غیر زانی کو بھی باوجود حمل اس سے نکاح جائز، البتہ از انجا کہ حمل غیر ہے تا وضع حمل جماع ناجائز ہے، درمختار میں ہے:

صح نکاح حبلی من زنا وان حرم و طوھا حتی تضع لئلا یسقی ماء زرع غیرہ ² ۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔	زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے اگرچہ نکاح کے بعد وطی حرام ہے تا وقتیکہ بچے کی پیدائش ہو تاکہ غیر کی کھتی کو اپنے پانی سے سیراب کرنے والا نہ بنے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم (ت)
---	--

۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

از شہر بریلی

مسئلہ ۶۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت رانڈ ہو گئی، رانڈ اپنے بہنوئی کے پاس گئی اور بہن بھی موجود تھی بہنوئی نے اس کا بھی نکاح اپنے ساتھ کر لیا، اب کئی سال سے اس عورت کو نکال دیا، استغفار وغیرہ نہیں دیا، اب وہ عورت اور جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے، نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

بہن کی موجودگی میں بہنوئی سے نکاح حرام حرام سخت حرام ہوا، بہنوئی نے کہ اس کو نکالا اگر کوئی لفظ

¹ ردالمحتار باب العدة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۷۰۷

² درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبیٰ، دہلی ۱۸۹/۱

ایسے کہے تھے اس وقت خواہ اس کے بعد، جن سے اس کا عزم اس پر سمجھا جائے کہ اب اس عورت کو کبھی نہ رکھے گا اور ان الفاظ کے کہنے کے بعد اس عورت کو تین حیض شروع ہو کر ختم ہو گئے تو یہ اور جگہ نکاح کر سکتی ہے، اور اگر ایسے الفاظ ثابت نہ ہوں تو اب عورت کہہ دے میں نے اس نکاح کو رد کیا جو بہنوئی سے کر لیا تھا اس کے بعد حیض دیکھ کر دوسرے سے نکاح کر لے۔ درمختار میں ہے:

نکاح فاسد کی عدت کی ابتداء تفریق کے بعد یا خود خاوند کے متارکہ کے بعد ہے، متارکہ یہ کہ خاوند نے عورت سے وطی کے ترک پر اپنے عزم کا اظہار کر دیا ہو۔ (ت)	مبداءہا فی النکاح الفاسد بعد التفریق او اظہار العزم علی ترک وطئہا ^۱ ۔
--	--

اسی میں ہے:

خاوند اور بیوی دونوں کو فاسد نکاح میں فسخ کا اختیار ہے، دونوں کو یہ اختیار دوسرے کی موجودگی کے بغیر بھی ہے دخول کیا ہو یا نہ، اصح روایت یہی ہے۔ (ت)	ویثبت لكل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بها اولاً فی الاصح ^۲ ۔
---	--

ردالمختار میں ہے:

بحر میں فرمایا ہے کہ ہم نے باب المہر میں عورت کی طرف سے متارکہ کو بھی جائز ہونے کی ترجیح ذکر کی ہے اور مقدسی نے بحر کی اتباع کی ہے اہ قول: (میں کہتا ہوں) میں نے ردالمختار کے حاشیہ میں یہ تحقیق کی ہے کہ اگر نکاح کا فساد ابتداءً نکاح سے مقارن ہو جیسے یہاں ہے تو پھر خاوند اور بیوی دونوں کو فسخ کا اختیار ہے اور متارکہ کا حکم علیحدہ ہے، اور اگر نکاح کا فساد بعد میں طاری ہو تو پھر صرف خاوند کا اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	قال فی البحر ورجحنا فی باب المہر انہا (ای المتارکة) تكون من المرأة ایضاً اھو المقدسی تابع البحر ^۳ اھ۔ اقول: وحققتنا فیما علقنا علیہ ان الفساد ان كان مقارناً كما لھنا كان لكل فسخه والمتاركة غیره وان كان طارئاً تفرد به الزوج۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
--	---

^۱ درمختار باب العدة مطبع مجتہبی دہلی ۲۵۸/۱

^۲ درمختار باب المہر مطبع مجتہبی دہلی ۲۰۱/۱

^۳ ردالمختار باب العدة دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۱۲/۲

مسئلہ ۶۳: ۴رجب المرجب ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دی ایامِ عدت منقضی نہ ہوئے تھے صرف بیس پچیس دن بعد بکرنے اس سے نکاح کر لیا، چار برس بعد بکرنے بھی طلاق دی، اب شخص ثالث اس سے نکاح کیا چاہتا ہے، یہ نکاح طلاق کے چار مہینے دس دن بعد ہو یا فوراً ہو سکتا ہے کہ بکرنے قبل انقضائے عدت نکاح کر لیا تھا جو شرعاً نادرست تھا۔ بینوا تو جو را۔

الجواب:

اگر بکرنے یہ جان بوجھ کر کہ ابھی عورت عدت میں ہے اس سے نکاح کر لیا تھا جب تو وہ نکاح نکاح ہی نہ ہوا زنا ہوا، تو اس کے لئے اصلاً عدت نہیں اگرچہ بکرنے صد بار عورت سے جماع کیا ہو کہ زنا کا پانی شرع میں کچھ عزت و وقعت نہیں رکھتا عورت کو اختیار ہے جب چاہے نکاح کر لے،

<p>ردالمحتار میں بحر الرائق سے منقول ہے کہ غیر کی منکوحہ بیوی یا غیر کی مطلقہ عدت والی سے نکاح کے بعد دخول سے عدت لازم نہ ہوگی بشرطیکہ اسے معلوم ہو کہ عورت غیر کی ہے کیونکہ اس نکاح کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں ہے لہذا یہ نکاح ہی اصلاً منعقد نہ ہوا، یہی وجہ ہے کہ یہ معلوم ہونے پر کہ یہ غیر کی منکوحہ ہے اس کے باوجود نکاح اور دخول پر حد زنا لازم ہوگی کیونکہ یہ زنا ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)</p>	<p>فی ردالمحتار عن البحر الرائق اما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدۃ فالدخول فیہ لایوجب العدة ان علم انها للغیر لانه لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلاً ولہذا یجب الحد مع العلم بالحرمۃ لکونہ زنا کما فی القنیۃ وغیرہا۔¹</p>
--	--

اور اگر بکرنے انجانی میں نکاح کیا تو یہ دیکھیں گے کہ اس چار برس میں اس نے عورت سے کبھی جماع کیا ہے یا نہیں، اگر کبھی نہ کیا تو بھی عدت نہیں، بکر کے چھوڑتے ہی فوراً جس سے چاہے نکاح کر لے،

<p>بحر میں ایسے نکاح جو فاسد ہوں مگر باطل نہ ہوں کی مثالوں میں غیر کی معتدہ کا نکاح ذکر کیا ہے۔ اہ اور علامہ شامی نے اس کو غیر کی معتدہ کا علم نہ ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے جیسا کہ بحر کے حوالے سے گزرا،</p>	<p>ففی البحر فی امثله النکاح فسد ولم یبطل نکاح المعتدۃ² الخ وقیدہ الشامی بما اذا لم یعلم بانہا معتدۃ لہا من عن البحر،</p>
--	--

¹ ردالمحتار باب العدة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۷/۲

² بحر الرائق

<p>اور درمختار کے احکام نکاح فاسد میں مذکور ہے کہ فاسد نکاح میں وطی کے بعد عدت لازم ہوگی، صرف خلوت سے لازم نہ ہوگی اور یہ عدت یا خود خاوند کی طرف سے متار کے وقت سے شروع ہوگی اھ لمخصاً (ت)</p>	<p>وفي الدر المختار في احكام النكاح الفاسد، تجب العدة بعد الوطى لاخلوة وقت التفريق او متاركة الزوج¹ اھ لمخصاً۔</p>
---	---

اور جو ایک بار بھی جماع کر چکا ہے تو جس دن بکرنے چھوڑا اس دن سے عورت پر عدت واجب ہوئی جب تک اس کی عدت سے نہ نکلے دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی، اور عدت طلاق کی چار مہینے دس دن نہیں یہ عدت موت کی ہے، طلاق کی عدت تین حیض کامل ہیں یعنی بعد طلاق کے ایک نیا حیض آئے، پھر دوسرا، پھر تیسرا، جب یہ تیسرا ختم ہوگا اس وقت عدت سے نکلے گی اور اسے جس سے چاہے نکاح کرنا رہا ہوگا۔

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مطلقہ عورتیں تین حیض مکمل ہونے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ (ت)</p>	<p>قال الله تعالى وَالْمُطَلَّغَاتُ يَنْكِحْنَ بَا نْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ²۔</p>
--	---

۱۳ شعبان ۱۳۱۲ھ

از مستہر محلہ مہوپورہ مرسلہ رمضان خاں

مسئلہ ۶۴:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص کی زوجہ منکوحہ ایک عرصہ سے بوجہ کسی خاص رنجی کے بلا طلاق اپنے شوہر سے علیحدہ ہو کر اور خلاف مرضی اس کے کہیں چلی گئی اور کسی غیر شخص سے اپنا عقد کر لیا بالفعل وہاں سے بھی نکل کر پھر شوہر اول سے عقد چاہتی ہے اور طلاق ہر دو شوہروں کی جانب سے ثابت نہیں، پس قابل استفسار یہ امر ہے کہ اب شوہر اول سے عقد قائم رہے گا یا عقد جدید کی ضرورت ہے یا اس کے سوا کوئی اور شرعی صورت ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

عقد قدیم قائم ہے جدید کی کچھ حاجت نہیں، دوسرا شخص جس نے اس منکوحہ غیر سے نکاح کیا اگر آگاہ تھا کہ یہ منکوحہ غیر ہے جب تو عدت کی بھی ضرورت نہیں کہ یہ زنا تھا اور زنا کی عدت نہیں، درمختار میں ہے: لاعدة للزنا³ (زنا کی عدت نہیں ہوتی۔ ت) اور اگر وہ واقف نہ تھا عورت کو خالی و حلال سمجھ کر نکاح

¹ درمختار باب المہر مطبع مجتہبی دہلی ۲۰۱۱

² القرآن الکریم ۲۲۸/۴

³ درمختار باب العدة مطبع مجتہبی دہلی ۲۵۵/۱

میں لایا تو اس پر فرض قطعی ہے کہ عورت کو ترک کر دے وقت ترک سے عورت تین حیض کی عدت کرے اس کے بعد شوہر اول بے حاجت تجدید نکاح اس سے مترتب کر سکتا ہے، یہ اس تقدیر پر کہ شخص ثانی نے عورت سے صحبت یعنی مجامعت کر لی ہو، ورنہ حاجتِ عدت نہیں، درمختار میں ہے:

<p>غیر کی منکوحہ سے نکاح کے بعد وطی کرنے سے عدت لازم نہ ہوگی بشرطیکہ اسے معلوم ہو کہ عورت غیر کی ہے اور متن کے نسخوں میں "دخول بھا" (اس نے دخول کیا ہو) کا لفظ ہے جبکہ یہ قید ضروری ہے۔ اور فتویٰ اسی پر دیا جائے گا۔ اس لئے علم کے باوجود اس حرام کاری پر حد لگائی جائے کیونکہ یہ زنا ہے اور زنا والی عورت اپنے خاوند پر اس وجہ سے حرام نہیں ہوتی الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>لاعدة لو تزوج امرأة الغیر ووطئها عالماً بذلك وفي نسخ المتن ودخل بها ولا بد منه وبه يفتى ولهذا يحد مع العلم بالحرمة لانه زنا والمزني بها لا تحرم على زوجها الخ¹۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

مسئلہ ۶۵: از موضع ٹانڈا پر گنہ بہیٹری معرفت پیارے میاں ۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، ایک شخص اپنی قضا سے فوت ہو گیا اور اس کی بیوی کو حمل تھا، بعد اس کے مر جانے کے ایک مہینہ کے بعد وہ حمل ساقط ہو گیا تو اس عورت کو عدت کرنا چاہئے یا اس حمل کے گرجانے سے عدت جاتی رہی اور وہ حمل چار یا پانچ مہینہ کا تھا اہل شرع کیا فرماتے ہیں؟

الجواب:

سائل نے ظاہر کیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں بن گئے تھے تو اس کے گرجانے سے عدت تمام ہو گئی اب عدت کی حاجت نہیں،

<p>ردالمحتار میں ہے حاملہ کا حمل ساقط ہو جائے تو اگر بچے کے کچھ اعضاء کی تخلیق ظاہر ہوتی ہو تو پھر اس سے عدت ختم ہو گئی کیونکہ یہ مکمل بچہ شمار ہوتا ہے اور اگر ابھی اعضاء ظاہر نہ ہوئے ہوں تو عدت ختم نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>في رد المحتار اذا سقطت سقطاً ان استبان بعض خلقه انقضت به العدة لانه ولد والا فلا²۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

¹ درمختار باب العدة مطبع مجتہبی دہلی ۲۵۹/۱

² ردالمحتار باب العدة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۰۴

مسئلہ ۶۶: از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاک خانہ کمال گنج موضع پھولٹولی مرسلہ عبدالغنی صاحب ۱۹ شوال ۱۳۱۷ھ
کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح صحیح کیا، قبل از دخول بعد خلوت صحیحہ طلاق دی، اب عدت ہندہ پر واجب ہے یا نہیں؟ ایک جگہ عالمگیری سے مفہوم ہوتا ہے کہ واجب ہے،

کسی نے ایک عورت سے صحیح نکاح کیا پھر دخول کے بعد طلاق دی یا خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دی تو اس عورت پر عدت لازم ہوگی جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ (ت)	رجل تزوج امرأة نکاحاً جائزاً فطلقها بعد الدخول او بعد الخلوۃ الصحیحۃ کان علیہا العدة کذا فی فتاویٰ قاضی خان ^۱ ۔
---	--

اور دوسری جگہ عالمگیری سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگرچہ بعد خلوت صحیحہ کے ہو عدت واجب نہیں،

چار عورتیں ہیں جن پر عدت نہیں ان میں سے ایک قبل از دخول طلاق والی ہے الخ (ت)	اربع من النساء لاعدة علیہن المطلقۃ قبل الدخول الخ ^۲ ۔
--	--

اور کلام مجید میں ایک جگہ یوں ہے:

جب تم مؤمن عورتوں سے نکاح کر کے قبل از دخول ان کو طلاق دے دو تو تمہارے حق میں ان عورتوں پر عدت نہیں۔ (ت)	إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا ^۳ ۔
--	--

الجواب:

صورت مستفسرہ میں عدت واجب ہے اور عالمگیری کی دونوں عبارتوں میں تنافی نہ آئیہ کریمہ عبارت اولیٰ کی نافی، اصل یہی ہے کہ موجب عدت مس ودخول یعنی وطی ہے مگر نکاح صحیح میں مجرد خلوت اگرچہ صحیحہ ہو ایجاب عدت کے لئے قائم مقام وطی ہے، تنویر میں ہے:

عدت کے معاملے میں خلوت کا حکم وطی والا ہے (ت)	الخلوة كالوطء في العدة ^۴ (ملخصاً)۔
---	---

^۱ فتاویٰ ہندیہ باب العدة نورانی مکتب خانہ پشاور ۱/۵۲۶

^۲ فتاویٰ ہندیہ باب العدة نورانی مکتب خانہ پشاور ۱/۵۲۶

^۳ القرآن الکریم ۳۳/۳۹

^۴ درمختار شرح تنویر الابصار باب المهر مطبع مجتہبی دہلی ۱/۹۹-۱۹۸

ردالمحتار میں ہے:

<p>عدت کا وجوب خلوت کے احکام میں سے ہے خلوت صحیح ہو یا فاسدہ ہو، طحاوی، یعنی صحیح نکاح میں یہ حکم ہے لیکن فاسد نکاح میں صرف وطی سے عدت لازم ہوتی ہے، جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ (ت)</p>	<p>وجوبها من احكام الخلوۃ سواء كانت صحيحۃ امر لا ط اي اذا كانت في نكاح صحيح اما الفاسد فتجب العدة بالوطء كما سيأتى¹</p>
---	--

مدارک شریف میں ہے: من

<p>قبل ازیں کہ تم ان کو مس کرو (یعنی جماع کرو) اور خلوت صحیح بھی جماع کی طرح ہے اھ اور مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر یہ لکھا ہے کہ بہتر تھا کہ صاحب مدارک یوں کہتے اور خلوت نکاح صحیح میں جماع کی طرح ہے اس طرح نکاح کو صحیح کی قید سے مقید اور خلوت کو مطلق قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ جب نکاح صحیح ہو تو خلوت فاسدہ بھی عدت کو لازم کرتی ہے لیکن نکاح فاسد میں صرف حقیقی وطی سے ہی عدت لازم ہوتی ہے جیسا کہ دروغیرہ میں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>قبل ان تسوهن والخلوة الصحيحة كالس² اه ورأيتني كتبت على هامشها الاولى ان يقول قدس سره والخلوة في النكاح الصحيح كالس فيقيد النكاح بالصحيح ويطلق الخلوۃ لان الخلوۃ وان فسدت توجب العدة اذا صح النكاح. اما الفاسد فلا عدة فيه الا بحقيقة الوطء كما في الدر وغيره³. والله تعالى اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۷۳۶۷: از شہر کہنہ بریلی

حضور والا! مسمیٰ جمن کا بیان ہے کہ امیری لڑکی نابالغ کا نکاح میرے حقیقی بھائی نے بلا رضامندی میرے کردیا اور مجھ کو راضی کر کے رخصت کرادی، وہ لڑکی اپنے اس خاوند کے پس رہی اور نوبت مجامعت کی پہنچی، اس کے یہاں سے بعد کو رخصت ہو کر جس وقت کہ وہ اپنے باپ کے مکان پر آئی کہ اس کو عرصہ تین سال کا ہوا پھر کبھی نہ گئی حتیٰ کہ نوبت نالاش تک پہنچی، بالآخر اس نے اس کو فیصلہ پنچایت سے طلاق دی،

¹ ردالمحتار باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۲۱/۲

² مدارک التنزیل تحت سورة الاحزاب دارالکتب العربیہ ۳۰۸/۳

³ حواشی مدارک العنقرت رحمۃ اللہ علیہ

اب اس کا نکاح درمیان عدت طلاق کے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ نکاح اول جو نابالغی میں بلاستر ضابطہ کے ہوا، جائز تھا یا نہیں؟ فقط، اس قوم میں نابالغ لڑکیوں کا نکاح نابالغ لڑکوں کے ساتھ بولایت اکثر ہوتا ہے اور حالت بلوغ تک پہنچنے سے پہلے کسی مخالفت سے طلاق ہو جاتی ہے، اس صورت میں عدت طلاق کی لازم آتی ہے یا نہیں؟ اور مہر کس قدر دلایا جاسکتا ہے؟ بحالت خلوت صحیحہ اور مجامعت کے کیا حکم ہے؟ اور بحالت طلاق اس کا کیا حکم ہے؟ اگر بحالت لازم آنے عدت کے نکاح ہو جائے اور وہ اپنے خاوند سے علیحدہ رہ کر تین ماہ تمام کرے تو یہ نکاح صحیح رہے گا یا پھر نکاح کرنا چاہئے؟ فقط

الجواب:

نکاح اول کہ بے اجازت پدر چچانے خود کر دیا تھا اجازت پدر پر موقوف تھا، اگر اس نکاح کے بعد اس نے کوئی لفظ نامنظوری اور رد کرنے کا کہا تھا تو باطل ہو گیا اور زن و شوہر میں کوئی علاقہ نہ رہا تھا، اس کے بعد جو رخصت ہوئی محض حرام ہوئی اور جو مجامعت ہوئی نری زنا ہوئی فان الاجازة لاتلحق المفسوخ (کیونکہ فسخ شدہ کو اجازت لاحق نہیں ہوتی۔) طلاق کی کوئی حاجت نہیں نہ اس فراق کی عدت اذلا نكاح فلا طلاق فلا عدّة (اس لئے کہ نکاح ہی نہیں ہوا تو طلاق اور عدت کا ہے کی۔) جس وقت چاہے نکاح کرے اور اگر نکاح کے بعد قبل اظہار نامنظوری باپ نے کوئی لفظ منظوری کہا یا بھائی کے اصرار سے لڑکی کو رخصت کر دیا (کہ رخصت کر دینا بھی صحت نکاح کو کافی ہے جبکہ نامنظوری نہ ظاہر کر چکا ہو) تو اب یہ نکاح صحیح ہو گیا اور یہ طلاق طلاق ہوئی اور اس کی عدت لازم ہے، عدت گزرنے سے پہلے جو نکاح کیا جائیگا باطل محض ہوگا، نابالغ لڑکا اہل طلاق نہیں، نہ اس کے دئے سے طلاق ہو سکتی ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی طلاق دے سکتا ہے، بلوغ پسر سے پہلے جو بوجہ مخالفت طلاق دلواتیے ہیں محض باطل ہے، نہ اس کی عدت ہے نہ اس کے بعد دوسرے سے نکاح کسی طرح حلال ہو سکتا ہے، ہاں عاقل بالغ جو طلاق دے اگر قبل خلوت صحیحہ دی نصف مہر لازم آئے گا اور بعد خلوت صحیحہ دی تو پھر پورا مہر، عدت کے اندر نکاح محض باطل ہے وہ نکاح ہی نہ ہوگا اگرچہ عدت تک اس دوسرے مرد سے جدا رہے، بعد ختم تحصیل زوجیت کے لئے دوبارہ نکاح فرض ہوگا ورنہ زنا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۴: مسؤلہ مولوی عبدالرشید صاحب مدرس اول مدرسہ اکبریہ ۲۸ بیج الآخر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی سے کہا کہ اگر تو میکے سے میرے گھر نہ آئی تو تجھ کو طلاق دے دوں گا، عورت دو برس اپنے میکے میں رہی، پھر اس عورت نے دوسرے مرد کے ساتھ نکاح ثانی کرنے کا قصد کیا، شوہر نے کہا کہ میں نے تجھے طلاق نہیں دی تو نکاح کیسا کرتی ہے اگر مجھ کو سو روپے دے تو میں تجھے طلاق دے دوں، عورت نے سو

روپے

دے دئے شوہر نے طلاق دے دی، اب اس پر عدت پوری کرنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
الجواب:

ضرور، اور اس کا دوسرا خواہ دس برس شوہر سے جدا رہنا مسقط عدت نہیں ہو سکتا،

<p>کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول کہ "مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض مکمل ہونے تک روک رکھیں" مطلق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>لاطلاق قوله تعالى وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّنَّ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ¹ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

مسئلہ ۷۵: ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے گھر بیمار ہے اور اس کی زوجہ اس حالتِ بیماری میں اس کے پاس ہے، زوجہ زید کی برضا مندی اپنے شوہر کے اپنے گھر گئی اسی کو دوسرے روز پھر بلایا تو وہ عورت بلحاظ اس کے کہ میرا زیور وغیرہ نہ چھین لیں اور مجھ کو برا نہ کہیں نہ گئی اس کی وجہ یہ تھی کہ زید درحالتِ اصلی کہا کرتا تھا کہ میں سفر کو لے جاؤں گا اور اس کے یعنی زوجہ کے والدین اس وجہ سے باہر جانے کے مانع ہوتے تھے کہ اس عورت یعنی زوجہ زید کو حمل تھا بوجہ زید کی زوجہ کے تکلیف کی غرض سے، اب وہ زید بیمار بعد تین دن کے مر گیا اور زوجہ زید کی اپنے والدین کے یہاں ہے بس وہ عدت کہاں ختم کرے اور دیگر یہ کہ اپنے شوہر کے یہاں بغرض نقصان اپنے مال یا اپنی جان بچانے کی وجہ سے وہاں جانا ناپسند کرتی ہے کہ مجھ کو میرے زوجہ کے متعلقین مار نہ ڈالیں یا میرا سبب چھین لیں، پس اس صورت میں کیا حکم ہے اور مہر زوجہ کا کس کے ذمہ باقی ہے، اور یہاں تک اس کے والدین کو اندیشہ ہے کہ ہم باہر چلے جائیں گے تو شاید آبرو بچے ورنہ ناممکن، اور زوجہ زید اب تک حالتِ حمل میں ہے یعنی حمل اس کو قریب چھ ماہ کا ہے، ان صورتوں میں کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

زوجہ پر فرض ہے کہ اپنے شوہر کی خبر مرگ سنتے ہی فوراً اس کے گھر چلی جائے اور وضع حمل تک وہیں رہے اور غلط عذر درمیان میں نہ لائے، ایسا خیال بہت ناقابلِ قبول ہے کہ قتل کردی جائے گی، رہا مال اسے ساتھ نہ لے جائے، اپنے ساتھ اپنے اقارب سے کسی کو رکھے جس سے حفاظت متوقع ہو، ہاں اگر

¹ القرآن الکریم ۲/۲۲۸

کوئی صورت ممکن نہ ہو اور واقعی سچا اندیشہ جان کا ہے جس کا تدارک اس کے قابو میں نہیں تو نہ جانے کے لئے عذر صحیح ہے، اور اللہ تعالیٰ صحیح و غلط سب کو خوب جانتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۶: از ملک موضع مہمانیہ سیری رامپور ضلع بارہیال مرسلہ عبدالمحمید صاحب ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

<p>سوال یہ ہے کہ زینب نامی لڑکی جس کی عمر ابھی نو سال نہیں ہوئی اس کا نکاح اندازاً دو سال قبل ایک شخص سے ہوا تو اس کے خاوند نے اسے طلاق دے کر ایک دو دن بعد اس کی بہن سے نکاح کر لیا جبکہ زینب کی عدت گزرنے سے قبل اس کی بہن سے نکاح بموجب شرع شریف درست ہوا یا نہیں، اگر نکاح مذکور درست ہوا ہے تو پھر درمختار وردالمختار اور دیگر کتب کی یہ عبارت کہ نابالغہ لڑکی جس کی عمر نو سال سے کم ہو اس کی عدت تین ماہ ہے جس میں دخول کے بعد یا قبل کی کوئی قید مذکور نہیں ہے، اس کا مطلب کیا ہے؟ بیان کیجئے اور اجر حاصل کیجئے۔</p>	<p>سوال اینکه زینب نابالغہ را کہ سنش بہ نہ سال نہ رسیده است و تخمیناً مدت نکاحش بدو سال رسیده زوجش طلاق دادہ خواہر زینب را زوج زینب بعد یکروز یا دو روز نکاح کرد حالانکہ زوج زینب می گوید کہ زینب را قبل دخول طلاق دادہ پس اکنون نکاح کردن زوج زینب خواہر زینب را پیش از گزشتن عدت طلاق زینب بموجب شرع شریف درست باشد یا چہ؟ اگر نکاح مذکور زوج زینب را روا باشد پس عبارات درمختار وردالمختار و دیگر کتب کہ عدت مطلقہ صغیرہ کہ سنش بہ نہ سال نہ رسیده است سہ ماہ است بلا قید دخول و بعد دخول آمدہ است مطالب آنها چہ؟ بینوا توجروا۔</p>
---	--

الجواب:

<p>اگر زینب اور اس کے خاوند میں خلوت صحیحہ یا فاسدہ ہو چکی ہو تو اس کے بعد طلاق دی ہو اگرچہ زینب کی عمر سات یا آٹھ سال ہو تو عدت واجب ہے اور اس کی عدت گزرنے سے قبل اس کی بہن سے نکاح ناجائز ہے۔ اور اگر خلوت نہ ہوئی ہو تو پھر زینب پر کوئی عدت نہیں ہے اور اس کو طلاق دینے کے بعد اس کی بہن سے نکاح جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے حق میں دخول سے قبل مطلقہ</p>	<p>اگر میان زن شوخلوت واقع شدہ بود اگرچہ خلوت فاسدہ باشد بعد از آن شوہر بالغ آں دختر ہفت یا ہشت سالہ را طلاق داد عدت سہ ماہ واجب است و نکاح با خواہرش قبل انقضائے عدت ناجائز و حرام، اگر خلوت ہم نشدہ بود البتہ از عدت اثرے نیست و از بعد طلاقش خواہرش را بزنی تو اس گرفت قال اللہ تعالیٰ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عَدَاةٍ تَعْتَدُوْنَهَا¹ در کتب مذکورہ</p>
--	---

¹ القرآن الکریم ۳۳/۳۹

<p>ہیویوں پر عدت نہیں ہے جس کو تم شمار کرو۔ کتب مذکور میں نابالغہ کی عدت کو عام قرار نہیں دیا گیا بلکہ اس سے قبل اور بعد دونوں جگہ عبارت دخول کی قید سے مقید ہے اگرچہ وہ دخول حکمی ہو جیسے خلوت خواہ فاسد ہی کیوں نہ ہو تنویر الابصار اور درمختار کی عبارت ملتقطاً اور اختصاراً ایوں ہے عدت کے وجوب کا سبب نکاح جو رخصتی یا اس کے قائم مقام موت یا خلوت سے پختہ ہوتا ہے اور وہ عدت آزاد حیض والی عورت کے لئے اس سے دخول حقیقی یا حکمی کے بعد ہو تو تین حیض ہے، اور جو عورت حیض والی نہ ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے، یہ تمام بیان مدخولہ عورتوں کے لئے ہے اگرچہ دخول حکمی ہو، جیسے خلوت اگرچہ فاسدہ ہو (ملخصاً) اور ردالمحتار میں اس پر یوں ہے ماتن کا قول "فی الكل" یعنی وطی شرط ہے تمام مذکورہ مسائل عدت میں خواہ حیض والی کی عدت ہو یا مہینوں والوں کی، جیسا کہ ماتن اس کو پہلے بیان کر چکے ہیں اس قول کے ساتھ کہ "یہ سب کو شامل ہے" (یعنی عدت بالحیض و عدت بالاشہر دونوں کو شامل ہے)۔ (ت)</p>	<p>حکم عدت را مطلق نگزاشته اند بلکہ سابقاً و لاحقاً دو جا مقید بدخول یعنی ولو حکماً كالخلوة ولو فاسدة¹ داشته اند، عبارت تنویر الابصار و درمختار بالفاظ و اختصار این ست العدة سبب وجوبها النکاح و المتأكد بالتسلیم و ما جرى مجراه من موت او خلوة، وھی فی حق حرّة تحیض بعد الدخول حقیقة او حکماً ثلث حیض، و فی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعاً او کبر ثلثة اشهر ان وطئت فی الكل ولو حکماً كالخلوة ولو فاسدة² (ملخصاً) در رد المحتار ست قوله فی الكل یعنی ان التقیید بالوطی شرط فی جمیع مامر من مسائل العدة بالحیض و العدة با لاشہر کما افاده سابقاً بقوله راجع للجمیع³۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۷۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دی اب

¹ درمختار باب العدة مطبع مجتہبی دہلی ۲۵۶/۱

² درمختار باب العدة مطبع مجتہبی دہلی ۲۵۵-۵۶/۱

³ رد المحتار باب العدة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۲/۲

تا وقتیکہ عدت پوری کرے، نان نفقہ آ یا زید کے ذمہ ہے یا وارث ہندہ کے؟ اور وہ مکان جس میں ہندہ اپنی عدت پوری کرے زید پر لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

تمام عدت تک نان نفقہ زید کے ذمہ ہے اور زید ہی کے مکان میں عدت پوری کرے جبکہ قبل از طلاق وہی مکان اس کے رہنے کا تھا اگرچہ علاج کے لئے چند ماہ پیشتر اپنے باپ کے یہاں چلی آئی تھی کما قال لی السائل بلسانہ (جیسا کہ سائل نے خود اپنی زبان سے مجھے بیان کیا ہے۔ ت) اور یہ طلاق کہ بطریق خلع واقع ہوئی تھی کما بین ایضاً (جیسا کہ اس نے یہ بھی کہا۔ ت) بانہ تھی تو زید پر لازم ہے کہ عدت پوری ہونے تک اپنے ہی مکان میں اسے جگہ دے اور بوجہ زوال نکاح اس سے پردہ کرے، اور اگر زید ظلماً اپنے گھر میں نہ رہنے دے تو کوئی اور مکان بتائے جس میں وہ عدت پوری کرے اور اگر وہ مکان کرایہ کا ہو تو اختتام عدت تک کرایہ زید کے ذمہ ہے، اور جب زید اپنے مکان میں رہنے دے یا دوسرا مکان اس کے لئے بتائے تو ہندہ پر لازم ہے کہ فوراً اس مکان میں چلی جائے اور ختم عدت تک ہرگز اس سے باہر نہ آئے،

<p>خانہ میں ہے کہ طلاق کی عدت والی نفقہ اور سکنتی کی مستحق ہے خواہ طلاق رجعی یا بانہ یا تین طلاقوں والی ہو الخ اور در مختار میں ہے عورت جب گھر سے باہر کسی کو ملنے گئی ہو اور اس دوران اس کو طلاق ہو جائے یا خاوند فوت ہو جائے تو فوراً گھر واپس آ جائے کہ یہ اس پر واجب ہے، اور دونوں یعنی طلاق اور موت کی وجہ سے عدت والی عورتیں اس گھر میں عدت بسر کریں جس گھر میں عدت واجب ہوئی ہے (یہ وہ گھر ہے جو فرقت سے قبل ان کی رہائش کے لئے منسوب ہے الخ شامی) اور وہ اس گھر سے منتقل نہ ہوں الا یہ کہ ان کو جبراً نکالا جائے (اس میں خاوند کا ظلماً نکالنا بھی شامل ہے الخ شامی) موت کی عدت والی کو</p>	<p>فی الخانیة المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنی كان الطلاق رجعیاً او بانئنا او ثلثاً الخ. وفي الدر المختار طلقت او مات وهي زائرة في غير مسكنها عادت اليه فوراً لوجوبه عليها وتعتدان ای معتدة طلاق وموت في بيت وجبت فيه (هو ما يضاف اليهما بالسكنی قبل الفرقة الخ شامی) ولا يخرجان منه الا ان تخرج (وشمل اخراج الزوج ظلماً الخ شامی فتخرج لا قرب موضع اليه وفي الطلاق الى حيث شاء الزوج (وحكم ما انتقلت اليه حكم المسكن الاصلی فلا تخرج</p>
---	---

¹ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی نفقة العدة نوکسور لکھنؤ ۲۰۰۱

<p>اگر مجبوراً نکلنا پڑے تو قریب ترین مکان میں منتقل ہو جائے اور طلاق کی عدت والی خاوند جس مکان میں چاہے وہاں منتقل ہو جائے (اور جب دوسرے مکان میں منتقل ہو تو پھر وہی اصل مسکن کے حکم میں ہوگا لہذا عورت وہاں سے نہ نکلے الخ شامی) ملخصاً، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>منہ شامی^۱ (اھ) ملخصاً، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

مسئلہ ۷۸: ۲۷ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دی ایک جلسہ میں تین مرتبہ سامنے دو شخص نمازیوں کے، اور وہ عورت حاملہ بھی تھی، اب زید اپنے گھر سے اس کو نکال دے یا نہیں، یا اپنے گھر میں اس کو رکھے اور کھانے کو اس کو دے اور کب تک اس کو کھانے کو دے، اور زید نے نکلا رزن و شوہر کے سبب سے طلاق دی تھی، اب دونوں رضامند ہیں، اب زید چاہتا ہے کہ پھر گھر میں رکھے، اب سائل کا سوال علمائے دین سے یہ ہے کہ از روئے قرآن و حدیث کیا حکم ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام ابن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک شرع شریف سے کیا حکم ہے؟

الجواب:

تین طلاقیں ہو گئیں، چاروں اماموں کا یہی مذہب ہے، اب وہ بغیر حلالے اس سے نکاح نہیں کر سکتا، یہی حکم قرآن و حدیث کا ہے وہ عدت تک یعنی بچہ ہونے تک گھر میں رہے گی اور روٹی کپڑا زید کو دینا ہوگا مگر بالکل غیر واجبی عورت کی طرح رہے اس سے پردہ کرے،

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عدت والی عورتوں کو وہاں رہائش دو جہاں تم خود رہائش رکھتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق، اور ان کو تنگی دے کر ضرر مت پہنچاؤ، پھر اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کو خرچہ دو تا وقتیکہ وہ بچے کو جنم دیں۔ (ت)</p>	<p>قال اللہ تعالیٰ أَسْكُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وَجْدِكُمْ وَلَا تُضَارِّوهُنَّ لِيُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتٍ حَبْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ^۲</p>
---	--

صورت حمل میں یہی مذہب چاروں ائمہ کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

^۱ رد المحتار فصل فی الحداد دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۲۱، در مختار فصل فی الحداد مطبع مجتہبائی دہلی ۱/۲۶۰

^۲ القرآن الکریم ۶/۶۵

مسئلہ ۷۹: از محلہ مرداد مرسلہ حضرت مولانا سلیمان اشرف صاحب (سابق پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) ۲۶ شوال ۱۳۱۸ھ عالم اہلسنت فاضل بریلوی متع اللہ المسلمین بطول بقائکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، زید نے اپنی بی بی کو طلاق بائن دی اور بعد ایک مہینہ کے مر گیا، اب اس کی بی بی کتنی مدت بعد عقد ثانی کرے؟ بینواتوجروا

الجواب:

یہ مطلقہ اگر حاملہ تھی تو عدت حمل ہے مطلقاً، اور اگر حمل نہ تھا تو طلاق مذکور اگر شوہر نے اپنی صحت میں دی یا برضائے زوجہ مرض الموت میں دی تو عدت تین حیض ہے، موت شوہر سے نہ بدلے گی، اور اگر طلاق بائن مرض الموت میں بے رضائے زن دی تو تین حیض، اور چار مہینے دس دن سے جو مدت دراز تر ہے وہ عدت ہے یعنی چار ماہ وہ روز بعد موت گزرنے سے پہلے طلاق کے بعد تین حیض کامل ختم ہو جائیں تو بعد مرگ چار ماہ دس یوم انتظار کرے، اور اگر مرگ شوہر پر چار مہینے دس دن ہو گئے اور ہنوز بعد طلاق تین حیض کامل نہ ہوئے تو تین^۳ حیض کامل ہونے تک منتظر رہے،

ردالمحتار میں ہے خاوند نے اپنی مرض الموت میں بیوی کی مرضی کے بغیر طلاق دے دی عورت کے وارث بننے سے فرار اختیار کرتے ہوئے پھر وہ خاوند مطلقہ بیوی کی عدت میں فوت ہو جائے تو ایسی صورت میں عورت کی عدت، موت یا طلاق کی عدت میں سے جو بھی طویل ہو وہی قرار پائے گی۔ اور اگر مرض الموت میں عورت کی رضامندی سے طلاق دی ہو کہ اس سے وہ عورت کے وارث ہونے سے فرار اختیار کرنے والا نہ ہوگا تو ایسی صورت میں عورت کی فقط طلاق والی عدت ہوگی، اور اگر خاوند نے اپنی صحت میں طلاق بائنہ دی ہو پھر بیوی کی عدت کے دوران خاوند فوت ہو جائے تو اس صورت میں بالاتفاق طلاق والی عدت ہوگی اور موت کی وجہ سے عدت تبدیل نہ ہوگی اھ ملخصاً، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

فی ردالمحتار ابانہا فی مرضہ بغیر رضاہا بحیث صار فاراً و مات فی عدتہا فعدتہا ابعدا الجلین، ولو ابانہا برضاہا بحیث لم یصر فاراً، تعدد عدۃ الطلاق فقط، ولو طلقہا بائناً فی صحته ثم مات لا تنتقل عدتہا اتفاقاہ^۱ ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ ردالمحتار باب العدة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۵/۲

مسئلہ ۸۰: از ماہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ والدین ہندہ سنی المذہب نے ہندہ سنی المذہب کا نکاح زید شیعہ مذہب سے (جو پورا پورا عقائد مجتہدین حال لکھنؤ کا پیر و تھا جناب مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو سوائے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام انبیائے سلف سے افضل جانتا اور قرآن مجید کو ناقص اور محرف مانتا) بوجہ کفو و برادری کے کر دیا، زید قبل از عقد مرض الموت مریض تھا بعد عقد اور اشتداد ہوا کہ روز و شب میں گاہ گاہ لمحہ بھر کو ہوش آتا اس باعث سے خلوت صحیحہ نہ ہو سکی صرف اتنا ہوا کہ ہندہ کی چچی ہندہ کو بوقت شام زید کے پاس لے گئی اس کے قریب جو چوکی بچھی تھی اس پر بٹھا دیا، زید کو اس وقت اتنا ہوش آیا تھا کہ اس نے ہندہ کے منہ پر سے ہاتھ اٹھانے کا قصد کیا مگر ہاتھ لگاتے ہی کثرت ضعف و بیہوشی سے زید کا ہاتھ گر پڑا، یہ حال دیکھ کر اس کی چچی کہ کچھ دور علیحدہ کھڑی دیکھی رہی تھی آئی اور ہندہ کو اٹھالے گئی، اس کے بعد کبھی نوبت ایک دوسرے کو دیکھنے کی بھی نہ آئی کہ زید سات آٹھ روز میں مر گیا، والدین نے ہندہ کا نکاح بکر سنی المذہب کے ساتھ نیز کفو و برادری تھا چار مہینے دس دن گزرنے سے پہلے کر دیا، ۱۵ ذی الحجہ کو زید سے نکاح ہوا تھا ۲۱ ذی الحجہ کو زید مر گیا، ۱۷ ربیع الثانی کو ہندہ کا نکاح بکر سے ہوا، عدت میں ۱۴ روز کم تھے، اب ہندہ صاحب اولاد ہے، بعض لوگ اولاد ہندہ کی صحت نسب پر معترض ہیں کہ بکر نے یہ نکاح عدت کے اندر ہی کر لیا، اس صورت میں بعد نظر عمیق ان مراتب کا جواب عنایت ہو کہ زید و ہندہ کا عقد صحیح ہوا تھا یا نہیں؟ ہندہ پر بوجہ عدم صحت نکاح یا عدم وقوع خلوت صحیحہ کے بعد مرگ زید عدت موت واجب تھی یا نہیں؟ عقد ثانی اور اس سے جو اولاد پیدا ہوئی اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں عقد ثانی بلا تامل صحیح اور اس سے جو اولاد ہوئی بلا وجہ صحیح النسب ہے، عدت موت چار مہینے دس دن ہونے کے لئے اگرچہ خلوت وغیرہ کسی بات کی حاجت نہیں غیر حاملہ عورت پر مرگ شوہر سے عدت لازم آتی ہے،

در مختار میں ہے کہ موت کی وجہ سے عدت مطلقاً چار ماہ دس دن ہوگی بشرطیکہ موت تک نکاح صحیح رہا ہو، بیوی سے وطی ہوئی یا نہ، بیوی اگرچہ نابالغہ ہی کیوں نہ ہو، اس ضابطہ سے صرف حاملہ عورت کی عدت مختلف ہوگی۔ (ت)

فی الدر المختار العدة للموت اربعة اشهر و عشرا بشرط بقاء النکاح صحیحاً الی الموت مطلقاً و طئت اولاً، ولو صغیرة فلم یخرج عنها الا الحامل^۱۔

^۱ در مختار باب العدة مطبع مجتہبی دہلی ۲۵۶/۱

مگر عدت تو منکوحہ پر ہوتی ہے ہندہ وزید میں باہم نکاح ہی اصلانہ تھا کہ جب زید مثل عام روافض زمانہ ان عقائد کفر کا معتقد تھا تو قطعاً کافر مرتد تھا، عالمگیر یہ میں ہے:

<p>رافضیوں کو کافر قرار دینا ضروری ہے ان کے عقائد کی بابت (یہاں روافض کے بعد عقائد کفریہ ذکر کر کے ہندیہ میں فرمایا کہ) یہ قوم ملت اسلامیہ سے خارج ہے، اور ان کے احکام مرتدین جیسے ہوں گے جیسا کہ ظہیر یہ میں ہے۔ (ت)</p>	<p>يجب اكفار الروافض في قولهم (وعد بعض عقائد هم المكفرة وقال) وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحكامهم احكام المرتدين كذا في الظهيرية-¹</p>
---	---

اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح کسی ملت و مذہب والے سے ہو ہی نہیں سکتا نہ مومنین سے نہ کفار سے نہ خود اسی کے ہم مذہبوں سے۔ ہندیہ میں ہے:

<p>مرتد کو جائز نہیں کہ وہ مرتدہ، مسلمان یا کافرہ اصلیہ سے نکاح کرے، اور یونہی مرتدہ کا نکاح کسی سے بھی جائز نہیں، جیسا کہ مبسوط میں ہے (ت)</p>	<p>لايجوز للمرتدان يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة اصلية وكذلك لايجوز نكاح المرتدة مع احد كذا في المبسوط-²</p>
---	---

تو ہندہ اگرچہ زید کی حیات ہی میں بلاطلاق اسی وقت اپنا عقد بکر سے کر لیتی جب بھی جائز و صحیح تھا۔ (جواب ناقص ملا)۔
مسئلہ ۸۱: از ما رہہ ضلع ایڈ مرسلہ محبوب علی صاحب ۱۰/ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے اپنے شوہر زید کی حیات میں جس کی طلاق ثابت نہیں عمر و نامی سے بطور عاشقی کے دوسرے شہر میں جا کر عقد نکاح کیا، اس کے تھوڑے ہی دن بعد شوہر سابق مر گیا، بعد مرنے کے چار برس تک عورت عمر و کے قبضہ میں رہی بطور زوجہ۔ ایک روز باہم نا اتفاقی اور لڑائی کے عمر و نے عورت کو طلاق بائن دی اور کئی روز تک کہا کہ میں نے طلاق دی اور ایک جلسہ میں دس پانچ دفعہ کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی، اور پندرہ روز تک علیحدہ رہا۔ اب بباعث عشق باہمی کے عورت اور عمر و چاہتا ہے کہ پھر تجدید نکاح کی ہونی چاہئے، اور عذر کرتا ہے کہ جب بغیر طلاق شوہر سابق کے نکاح ہی نہیں ہوا تو طلاق کیا چیز ہے اور عمر و مسجد میں مؤذن ہے اہل اسلام اس کو تجدید نکاح سے روک

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب التاسع في احكام المرتدين نورانی کتب خانہ پشاور ۲۶۴/۲

² فتاویٰ ہندیہ باب في المحرمات بالشرك نورانی کتب خانہ پشاور ۲۸۲/۱

رہے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مرنے شوہر سابق اور گزرنے عدت سے وہ نکاح ہی قائم ہو گیا کہ جس کی وجہ سے تیری زوجیت پانچ سال رہی ورنہ کیا آج تک تو نے اس سے حرام کیا ہم تجھ کو مسجد سے نکال دیں گے جب تک حلالہ نہ ہو جائے، جب تک نکاح جدید نہ ہو جائے عورت تجھ پر حرام ہے، اور علاوہ اس کے عمر وغیر کفو بھی ہے، اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں آیا نکاح جدید کیا جائے یا بعد حلالہ کے عورت سے نکاح جائز ہوگا، اور اگر اس عورت سے عمر و خلافِ شرع کوئی فعل کرے تو مؤذن بنانا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

اگر یہ امر واقعی ہے کہ زید کی حیات میں بے طلاق عورت نے عمرو سے نکاح کر لیا پھر بعد موت زید و انقضائے عدت وفات عمرو کے ساتھ نکاح جدید نہ کیا بلکہ اسی نکاح باطل پر قائم رہی تو وہ ہر گززن و شوہر نہ تھے بلکہ زانی و زانیہ تھے، طلاقیں کہ عمرو نے دیں محض لغو تھیں، حلالے کی کوئی حاجت نہیں، صرف نکاح از سر نو کر لینا کافی ہے جبکہ عمرو قوم یا مذہب یا پیشے وغیرہ میں عورت کے اولیاء سے ایسا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح ہونا اولیاء زین کے لئے باعث ننگ و عار ہو یا ایسا کم ہے تو عورت کے ولی نے پیش از نکاح عمرو کو ایسا جان کر اس سے نکاح زین مذکور کی صریح اجازت دے دی یا عورت کوئی ولی رکھتی ہی نہ ہو، ان تینوں صورتوں میں نکاح ہو جائے گا ورنہ عمرو ایسا کم رتبہ ہے اور عورت ولی رکھتی ہے اور ولی پیش از نکاح اس کی کم رنگی پر مطلع ہو کر اجازت نکاح نہ دے تو عورت کا عمرو سے نکاح کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ عمرو جب تک تائب ہو کر بحال جواز نکاح، نکاح نہ کرے یا عورت سے صاف جدا نہ ہو جائے ہر گز مؤذن نہ بنایا جائے وہ فاسق معلن ہے اور فاسق اس عہدہ دین کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۲: از موضع کرگینا مرسلہ امام بخش علی بخش ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۶۶ھ

مٹھو لوہار کی عورت بیوہ تھی ۱۲ مہینے سے، چند روز بعد کچھ عورتوں نے شناخت کیا کہ یہ حاملہ ہے، اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا اپنی تنہائی میں زبردستی عظیم اللہ قوم نداف نے میرے ساتھ یہ کام کیا میں حاملہ ہوئی، تو بعد کولوگوں نے عورت کو بند کر دیا حفاظت اس کی کی، بعد کو جب لڑکا پیدا ہوا تو نکال دیا وہ چلی گئی اور عظیم اللہ نے عوام میں مشہور کیا کہ لڑکا میرا ہے، بستی والوں نے اس کو بند کر دیا، عورت کو نکال دیا، اب ان کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب:

ان کے لئے سخت سزا کا حکم ہے مگر یہاں کون سزا دے سکتا ہے یہی سزا کافی ہے کہ برادری سے خارج رکھے جائیں۔ رہا لڑکا، اگر مٹھو کے مرنے سے دو برس بعد پیدا ہوا یا چار مہینے دس دن بعد عورت نے

اقرار کر لیا تھا کہ وہ عدت سے فارغ ہو گئی تو ان دو صورتوں میں وہ لڑکا مجہول النسب ہے اور اگر عدت سے فارغ ہونے کا اقرار نہ کیا تھا اور مٹھوکے مرنے سے دو برس کے اندر لڑکا پیدا ہوا تو لڑکا مٹھوکا ہے وہ نذاف جھوٹا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۳: از رانچی محلہ اوپر بازار مرسلہ مولوی عبدالرب صاحب ۸ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ
اگر معتدہ غیر سے بصورت لاعلمی کوئی شخص نکاح کرے اور تمتع کرے اور بصورت علم اس سے کنارہ عہ کیا یہ تمتع داخل زنا ہو گا یا نہیں؟

الجواب:

جبکہ اسے معلوم نہ تھا اور جس وقت معلوم ہوا فوراً جدا کر دیا تو اس کے حق میں کسی طرح زنا نہیں، زنا ہونا درکنار اس پر کوئی الزام بھی نہیں البتہ وہ وطی واقع میں ضرور وطی حرام تھی اور اثم مرفوع، کمانصوا علیہ وذلك لان الجهل فی موضع الخفاء عذر مقبول (جیسا کہ اس پر نص ہے اور یہ اس لئے کہ پوشیدہ مقام پر جہالت عذر مقبول ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۴: از شہر مرسلہ نواب نثار احمد صاحب مورخہ ۳۰ صفر ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوا ایک موضع میں رہتا تھا وہاں کوئی طبیب نہیں ہے، پس اس کی زوجہ ایام عدت ہی میں بوجہ علالت اپنی دختر نیز اپنے بچوں خورد سال کے واسطے علاج کے کسی دوسری جگہ جاسکتی ہے یا نہیں اور نبض کسی حکیم کو دکھا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

نبض بضرورت دکھا سکتی ہے اور دوسری جگہ اس طور پر جاسکتی ہے کہ رات کا اکثر حصہ شوہر ہی کے مکان میں گزارے، اور اگر اسی مکان میں ممکن ہو تو یہ بھی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۵: از ریاست فرید کوٹ ضلع فیروز پور پنجاب مرسلہ منشی محمد علی ارم ۶ رجب ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایام عدت طلاق یا مرگ میں نکاح ہو جائے تو از خود فسخ ہے یا اعادہ طلاق کی ضرورت ہوگی عدت پہلی ہی رہی یا جدید، اور دانستہ ایسا نکاح پڑھانے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے مرد و زن دونوں پر اس کا ترک فرض ہے مرد کہے میں نے اس

عہ: کرم خوردہ تھا۔

نکاح کو ترک کیا خواہ اس سے کہہ دے، اور دونوں نہ مانیں تو حاکم شرع جبراً تفریق کر دے بس یہ ترک یا تفریق ہی کافی ہے طلاق کی حاجت نہیں، اس دوسرے شخص نے اگر اس سے قربت نہ کی تو عدت وہی پہلی ہے ورنہ دوسری بھی لازم آئی دونوں ایک ساتھ ادا ہوتی جائیں گی اخیر میں جو باقی رہے گی پوری کر لی جائے گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۶: از شہر محلہ بھوڑ مسؤلہ شیخ ننھے ۹ رجب ۱۳۳۸ھ

ایک لڑکی جسے طلاق ہوئے ایک مہینہ نہیں ہوا تھا دوسری جگہ ایک حافظ سے نکاح ہوا وہ پیش امام ہے، یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور اس میں جو لوگ شریک ہوئے ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب:

اگر وہ لڑکی اپنے شوہر کی مدخولہ تھی اور حاملہ نہ تھی کہ اس مہینہ کے اندر بعد طلاق بچہ پیدا ہو گیا ہو اس کے بعد نکاح ثانی ہوا ہو تو یہ دوسرا نکاح عدت کے اندر ہوا اور محض حرام حرام ہوا اور میں قربت خالص زنا، اگر جس کے ساتھ زنا ہوا اسے خبر تھی کہ یہ مطلقہ ہے اور ہنوز عدت نہ گزری جان کر نکاح کر لیا تو اشد فاسق و فاجر ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور اسے امام بنانا گناہ گناہ، یونہی اگر معلوم نہ تھا اور اب معلوم ہوا اور فوراً جدا نہ ہو گیا جب بھی اس پر یہی احکام ہیں اور جو لوگ دانستہ اس حرام نکاح میں شریک ہوئے اور کھایا پیا وہ بھی سخت گنہگار ہوئے اور وہ حرام کھانے والے ہوئے ان سب پر بھی توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۷: از چھٹن شاہ ۲۸ رجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قضائے الہی سے فوت ہو گیا اس کی عورت کو زید تین ہفتہ کے اندر لے گیا، زید رہنے والا دیس کا تھا اسلئے اس عورت سے نکاح کیا وہ عورت راضی نہیں تھی ایک ماہ کے اندر چلی آئی اب اس کا نکاح اور جگہ کیا جائے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

وہ نکاح حرام محض ہوا، پھر اگر زید نے اس سے صحبت نہ کی تو وفات شوہر سے چار مہینے دس دن کے بعد نکاح کر سکتی ہے، اور اگر زید صحبت کر چکا تو ان پر فرض ہے کہ جدا ہو جائیں اور عورت تین حیض کا انتظار کرے، اگر تین حیض اسی چار مہینے دس دن کے اندر گزر جائیں تو چار مہینے دس دن کے بعد نکاح کر لے، اور اگر ابھی تین حیض اس جدائی کے بعد نہ گزریں تو انتظار اسی جدائی کے بعد اور کرے کہ تین حیض پورے ہو جائیں اور اس وقت دوسرے سے نکاح کرے، درمختار میں ہے:

اگر عدت والی مطلقہ عورت سے شبہ کی وجہ سے وطی

اذا وطئت المعتدة بشبهة وجبت عدة

<p>کر لی جائے تو اس عورت پر دوسری عدت ضروری ہے اور پہلی عدت کی بقیہ مدت دوسری میں شمار ہو جائے گی اور اگر پہلی عدت ختم ہو چکی ہو تو پھر دوسری عدت پوری کرے۔ (ت)</p>	<p>اخری وتداخلتا وعليها ان تتم العدة الثانية ان تمت الاولى¹۔</p>
---	---

مسئلہ ۸۸: از موضع پستور تحصیل کچھ ضلع نئی تال مرسلہ فدا حسین صاحب ۲۹ رمضان ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عبدالرحمن نے مبلغ دوسروپے مجھ سے لے کر بخوشی استعفاء دے دیا اپنی بی بی کو، اب اس میں نکاح ابھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یا بعد عدت عورت کے، تین سال سے بیوی اپنی ماں کے مکان پر تھی اس اثناء میں خاوند استعفاء دے گیا۔

الجواب:

جب تک عدت نہ گزرے نکاح کا پیام دینا حرام قطعی ہے، اور وہ روپیہ کہ دیار شوت تھا، دینا لینا دونوں حرام تھا۔ عبدالرحمن پر لازم ہے کہ وہ روپیہ فدا حسین کو واپس دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۹: از قصبہ پکسر الورن ڈاکخانہ رسو پور ضلع رائے بریلی مسؤلہ عبدالوہاب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماہ ہندہ کہ اس کے شوہر نے عرصہ چار برس سے اس کو اپنے گھر سے نکال دیا ہے اور طلاق نہیں دی، اور اس اثناء میں وہ زنا سے حاملہ ہو چکی ہے اب اس کا شوہر انتقال کر گیا ہے مگر عدت پوری نہیں ہوئی ایسی حالت میں جبکہ وہ زنا کی مرتکب ہوئی ہے عدت کے اندر نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے، اور جب یہ حمل حیات شوہر سے ہے شرعاً شوہر کا ہے اور جب تک وضع نہ ہو عدت ہی میں ہے۔

<p>رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ نکاح والے کی طرف ہی منسوب ہوگا اور زانی نسب سے محروم ہوگا، اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: حمل والی عورتوں کی عدت بچے کی پیدائش تک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>قال صلى الله تعالى عليه وسلم الولد للفراش وللعاهر الحجر²، وقال تعالى وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ³۔ والله تعالى اعلم۔</p>
--	---

¹ درمختار باب العدة مطبع مجتہبائی دہلی ۲۵۶/۱

² صحیح البخاری کتاب الفرائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۹۹/۲، مسند احمد بن حنبل دار الفکر بیروت ۲۰۹/۲

³ القرآن الکریم ۴/۶۵

مسئلہ ۹۰: ۷ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دی اور عمر و نے اس کے دوسرے دن یا اسی دن ہندہ سے نکاح کر لیا، یہ نکاح جائز ہے یا نہیں بینوا تو جروا

الجواب:

بیان سائل سے ظاہر ہوا کہ شوہر اول اس عورت سے خلوت کر چکا تھا کئی سال کے بعد طلاق دی اور عورت کو حمل نہ تھا پس یہ نکاح کہ قبل گزرنے عدت کے دوسرے شخص سے ہو اصلاً صحیح نہیں، ان دونوں پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں۔

قال الله تعالى وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ۗ ^ط	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مطلقہ عورتیں تین حیض مکمل ہونے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
---	---

مسئلہ ۹۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ مثلاً زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دی، اس نے بعد منقضی ہونے ایک ماہ یا دو ماہ کے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، یہ نکاح بدون انقضائے عدت کے شخص اجنبی سے ہوا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور ہندہ کو اس شخص سے دعویٰ مہر اور وراثت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ (بیان کرو اور اجر پاؤ۔)

الجواب:

سائل مظہر کہ ہندہ معتدات بالحيض سے ہے پس صورت مستفسرہ میں اگر وہ نکاح ایک مہینہ بعد ہوا تھا بیشک فاسد کہ اس قدر مدت میں ماضی عدت معقول نہیں، ہندہ ترکہ کی مستحق نہیں، اور مہر مسٹی و مہر مثل سے جو کم ہوگا اس قدر پائے گی، اور اگر مہر مسٹی کچھ نہ تھا مجہول ہو گیا تو پورا مہر مثل لازم آئے گا،

في الدر المختار ويجب مهر المثل في نكاح فاسد بالوطى لا بغيره ولم يزد على المسمى لرضاها بالخط، ولو كان دون المسمى لزم مهر المثل لفساد التسمية بفساد العقد، ولو لم يسم او جهل لزم	در مختار میں ہے اور نکاح فاسد میں صرف وطی کی وجہ سے مہر مثل واجب ہوتا ہے وطی کے بغیر نہیں، پھر وہ مہر مثل مقررہ سے زائد نہ ہوگا کیونکہ عورت مقررہ کم مہر پر راضی تھی، اور اگر مہر مثل مقررہ مہر سے کم ہو تو ایسی صورت میں مہر مثل ہی واجب ہوگا کیونکہ نکاح کے فساد کی وجہ سے مقررہ مہر فاسد ہو جاتا ہے، اور اگر مہر
--	---

^۱ القرآن الكريم ۲۲۸/۳

<p>مقرر نہ کیا گیا ہو یا مقدار معلوم نہ ہو سکے تو پھر مہر مثل جتنا بھی ہو وہی لازم ہوگا اھ ملخصاً اور اسی میں ہے کہ وراثت کا استحقاق رشتہ اور صحیح نکاح کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا محض نکاح فاسد یا باطل کی بناء پر استحقاق وراثت بالاجماع نہ ہوگا اھ ملخصاً (ت)</p>	<p>بالغاً مبلغ^۱ انتھی ملخصاً وفیہ ایضاً یستحق الارث برحم و نکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعاً^۲ انتھی ملقطاً.</p>
--	--

اور جو بعد گزرنے دو مہینے یعنی ساٹھ دن کے ہو اور ہندہ دعویٰ کرے کہ تین حیض کامل اس وقت تک گزر چکے اور عدت منقضى ہو گئی تھی تو قول ہندہ بقسم معتبر ہوگا، اگر وراثت زوج ثانی اس کا خلاف گواہوں سے ثابت کر دینگے تو حکم اس صورت کا بھی مثل صورت اولیٰ کے ہے ورنہ جب ہندہ مضمیٰ عدت، بحلف بیان کر دے گی تو میراث و مہر دونوں پائے گی،

<p>در مختار میں ہے: بیوی نے کہا میری عدت ختم ہو چکی ہے اور خاوند اس کو جھوٹا قرار دیتا ہے تو اگر مدت اتنی ہو جو عدت گزرنے کی گنجائش رکھتی ہے تو حلف لے کر عورت کی تصدیق کر دی جائے گی، اگر وہ مدت ایسی نہیں تو پھر عورت کی تصدیق نہ کی جائیگی، کیونکہ کسی امین کی تصدیق ایسی صورت میں کی جاتی ہے جب ظاہر شواہد اس کے مخالف نہ ہوں پھر اگر عدت مہینوں کے حساب سے ہو تو تین ماہ عدت کے ہیں اور عدت حیض کے حساب سے ہو تو کم از کم آزاد عورت کے لئے ساٹھ دن عدت ہے (جس پر عورت کی تصدیق کی جائے گی) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>فی الدر المختار قالت مضت عدتی والمدة تحتمله و کذبها الزوج قبل قولها مع حلفها والاتحتمله المدة لا لان الامین انما یصدق فیما لا یخالفه الظاهر، ثم لو بالشہور فالمدار المذكور، ولو بالحیض فاقلمها للحرۃ ستون یوماً^۳، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

۲۵ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

از شہر کہنہ مسئولہ تھے

مسئلہ ۹۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو طلاق دی بعد طلاق تین یا چار یوم اس کا نکاح اور جگہ ہو گیا اور ایک یا ڈیڑھ سال تک وہاں رہی بعد کو خاوند نے اس کو نکال دیا اس عورت نے تیسری جگہ نکاح کیا، اب یہ دریافت کرنا ہے کہ اس عورت کا دوسرا نکاح جو بعد طلاق بعد چھ یا چار یوم ہو آیا جائز تھا یا

^۱ در مختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۲۰۱۱

^۲ در مختار کتاب الفرائض مطبع مجتبائی دہلی ۳۵۲/۲

^۳ در مختار باب العدة مطبع مجتبائی دہلی ۲۵۸/۱

ناجائز؟ اور تیسرا نکاح بھی اسی طرح جائز ہو یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

سائل بیان کرتا ہے کہ عورت پہلے خاوند کے پاس رخصت ہو کر رہ چکی تھی اس کے بعد طلاق ہوئی اور طلاق کے بعد دوسرے نکاح سے پہلے عورت کے کوئی بچہ پیدا نہ ہو اطلاق کے تین چار ہی دن بعد عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اس شخص کو بھی یہ سب حال معلوم تھا کہ ابھی طلاق کو تین چار ہی دن ہوئے پس اس صورت میں عورت کا یہ دوسرا نکاح حسب اختیار بحر الرائق محض زنا ہو یا یہاں اس کی لڑکی بھی پیدا ہوئی پھر اس دوسرے شخص نے نکاح دیا اور عورت نے تین چار ہی دن کے بعد تیسرے شخص سے نکاح کر لیا، یہ تیسرا نکاح صحیح و جائز ہوا کہ اب پہلے نکاح کی عدت گزر چکی تھی اور دوسرا نکاح نکاح ہی نہ تھا نرا زنا تھا اور زنا کے پانی کی شرع میں کوئی حرمت، نہ اس کے لئے عدت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کو اپنی ماں کہا اور ایک سال تک اسی زوجہ سے اس طور پر مفارقت رکھی کہ زوجہ کو اس کے والدین کے گھر بھیج دیا جب ایک سال گزر گیا تب زید نے بالفاظ صریح اپنی زوجہ کو طلاق دے دی، زوجہ نے بعد گزرنے ایک ہفتہ کے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، پس یہ نکاح قبل انقضائے عدت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

زوجہ کو ماں کہنا گناہ مگر اس سے طلاق نہیں ہوتی،

جیسا کہ اس کو محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں پھر علامہ شامی نے ردالمحتار میں ذکر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ غلط اور جھوٹی بات کہتے ہیں، اور حدیث شریف میں بہن کہنے پر فرمایا: کیا یہ تیری بہن ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناپسند فرماتے ہوئے یہی فرمایا اور اس سے منع فرمایا۔ (ت)

کیا نص علیہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدر ثم العلامة الشامی فی ردالمحتار وقد قال تعالیٰ وَ اِنَّهُمْ يَتَّبِعُونَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ دُوْرًا¹ وَ فِی الْحَدِیْثِ اَخْتِكَ هِی فِکْرُهُ ذَلِکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلِی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَمَ وَ نَهٰی عَنْهُ²۔

¹ القرآن الکریم ۲/۵۸

² سنن ابو داؤد کتاب الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۰۱، سنن الکبریٰ باب ما یکبره من ذلک دار صادر بیروت ۷/۳۶۶

تو جس روز سے طلاق دی اس دن سے مطلقہ ہوئی اور پیش از انقضائے عدت نکاح قطعاً ناجائز حرام ہوا ان پر جدا ہونا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۴: مرسلہ رفیع الدین صاحب مختار ۲۵ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاند بی بی کا نکاح بچہ گیارہ برس پیر خاں کے ساتھ ہوا، چاند بی بی بعد نکاح حسب دستور اپنے شوہر کے گھر آئی، ایک دو روزہ کرماں باپ کے گھر واپس گئی، بعد نکاح کے تین برس بعد بیوہ ہو گئی، مسماۃ مذکورہ کا نکاح ثانی عطا خاں کے ساتھ جس کی عمر چھ برس کی تھی بعد فاتحہ چالیسویں کے کر دیا، انتظار گزرنے عدت کا نہ کیا گیا، وقت نکاح ثانی چاند بی بی تھمبٹا ۱۲، ۱۳ برس کی ہو گئی، اب یہ بات دریافت طلب ہے کہ بلا انتظار گزرنے عدت کے یہ نکاح ثانی جائز ہوا یا نہیں؟ اور بیوہ کے بھائی اور ماں زندہ ہیں تو کس کی اجازت درکار ہے؟

الجواب:

جو عورت آزاد کسی عقد صحیح سے کسی مسلمان کے نکاح میں ہو اور موت شوہر تک وہ نکاح اپنی صحت پر باقی رہے، کوئی فساد اس میں عارض نہ ہو اور موت شوہر کے وقت عورت کو کسی طرح کا حمل ہونا ثابت نہ ہو تو عورت پر ہر حال میں خواہ مسلمہ ہو یا کتابیہ بالغہ ہو یا صغیرہ شوہر بالغ تھا یا صبی خلوت و رخصت ہوئی یا نہیں بہر صورت چار مہینے دس دن کا انتظار لازم ہوتا ہے، اس مدت کے گزرنے سے پہلے اس کا نکاح حرام و ناجائز ہے،

در مختار میں ہے موت کی وجہ سے عدت چار ماہ دس دن ہے بشرطیکہ موت تک نکاح صحیح رہا ہو مطلقاً، یعنی وطی کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو، اگرچہ عورت نابالغہ ہو یا کوئی کتابیہ عورت مسلمان کے نکاح میں ہو اگرچہ وہ مسلمان غلام ہی ہو سب کا حکم یہی ہے، اگرچہ خاوند اس قدر چھوٹا ہو جو بلوغ کے قریب نہ ہو فوت ہوا ہو اھ ملتقطاً۔ (ت)

فی الدر المختار العدة (للموت اربعة اشهر و عشرة) بشرط بقاء النكاح صحيحاً الى الموت (ملتقطاً) وطئت اولاً، ولو صغيرة او كتابية تحت مسلم ولو عبد افلم يخرج عنها الا الحامل (ولو) كان (زوجها) البيت (صغیراً) غیر مراہق^۱ اھ ملتقطاً۔

^۱ در مختار باب العدة مطبعت مجتہبی دہلی ۲۵۶/۱

سائل مظہر کی چاند بی بی کا یہ دوسرا نکاح شوہر متوفی کے باپ نے اپنے بیٹے کی موت سے انتالیسویں یا بیالیسویں دن اپنے دوسرے بیٹے صغیر السن کے ساتھ کر دیا تو یہ نکاح از آنجا کہ دیدہ و دانستہ عدت کے اندر کیا گیا محض باطل ہو جسے نکاح ہی نہیں کہہ سکتے کہا ذکرہ فی البحر و عنہ فی ردالمحتار (جیسا کہ بحر میں اور اس سے ردالمحتار میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) چار مہینے دس دن موت شوہر سے گزرنے کے بعد چاند بی بی اگر بالغ ہو تو اسے خود ورنہ اس کے ولی کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کر دے، چاند بی بی کے اگر باپ دادا نہیں تو اس کا جوان بھائی حقیقی ولی نکاح ہے اس کے ہوتے ہوئے ماں کو اختیار نہیں والمسائل ظاہرۃ و فی الکتب دائرۃ (یہ مسائل ظاہر ہیں اور کتب میں مذکور چلے آ رہے ہیں۔) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۵: از احمد آباد متصل مسجد کالج محلہ جمالیپور مرسلہ مولانا عبدالرحیم صاحب ۳ صفر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تاریخ ۱۰ شعبان ۱۳۲۵ھ کو طلاق دی اور وہ عورت مدخولہ بہا تھی اور زوج ثانی نے اسی شعبان کی تاریخ ۲۹ کو نکاح کیا اور اس نے اپنی زوجہ کو اپنے مکان میں ۱۲، ۱۰ دن رکھ کر اس سے صحبت کی اس عرصہ میں اس کو حمل رہ گیا اب علماء نے اس کو فتویٰ دیا کہ نکاح عدت کے اندر ہوا ہے اس لئے فاسد ہوا، اب اس نے سوال کے تاریخ ۲۳ یا ۲۵ کو پھر دوبارہ عورت سے نکاح کیا، اب یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ شق ثانی میں زوج شرعاً کیا کرے؟ بینوات و جروا بیانا شافیا۔

الجواب:

اگر عورت وقت طلاق حاملہ تھی اور ۲۹ شعبان کو جو زوج ثانی نے نکاح کیا اس سے پہلے وضع حمل ہو چکا تھا تو وہ نکاح صحیح ہوا اور عدت کے بعد ہی ہوا دوبارہ نکاح کی حاجت نہ تھی، اور اگر عورت کا وقت طلاق حاملہ ہونا ثابت نہ تھا تو یہ دونوں نکاح کہ شخص دوم نے کئے ناجائز و باطل ہیں کہ دونوں عدت کے اندر واقع ہوئے، پہلے کا عدت میں ہونا تو ظاہر کہ ۱۹ دن میں تین حیض نہیں گزر سکتے اور دوسرے کا یوں کہ جب زن مطلقہ عدت کے اندر حاملہ ہو جائے تو اب اس کی عدت اس حمل کے وضع تک ہو جاتی ہے، پس اس پر فرض ہے کہ عورت کو فوراً الگ کر دے، یہ حمل جواب ظاہر ہوا ہے اس کے وضع کا انتظار کرے، بعد وضع اس سے نکاح کر سکتا ہے،

ردالمحتار عن النہر الفائق عن البدائع اعلم ان المعتدة لو حملت فی عدتها ذکر الکرخی ان نقل کیا کہ واضح رہے کہ عدت والی دوران عدت اگر حاملہ ہو جائے تو امام کرخی کے قول کے	ردالمحتار میں نہر الفائق سے منقول ہے انہوں نے بدائع سے
---	--

مطابق اس کی عدت بچے کی پیدائش تک ہے، امام کرخی نے اس کی تفصیل نہ فرمائی، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود جو ذکر فرمایا اس کے مطابق یہ حکم طلاق کی عدت کا ہے لیکن اگر وفات کی عدت ہو تو پھر حمل کی وجہ سے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہی رہے گی اور وفات والی عدت میں تبدیل نہ ہوگی، یہی صحیح مذہب ہے، اہ قول: (میں کہتا ہوں) اس کی وجہ ظاہر کہ وفات کی عدت مہینوں کے حساب سے ہوتی ہے اور طلاق کی عدت حیض کے حساب سے ہوتی ہے اور حیض حمل کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے، غور کرو۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

عدتها وضع الحمل ولم يفصل، والذي ذكره محمد ان هذا في عدة الطلاق اما في عدة الوفاة فلا تتغير بالحمل وهو الصحيح¹ اقول: ووجهه ظاهر ان عدة الوفاة بالاشهر والطلاق بالحیض والحيض يرتفع بالحمل فافهم، واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ رد المحتار باب العدة دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۰۳/۲



باب الحداد (سوگ کا بیان)

مسئلہ ۹۲: مسؤلہ محمد عنایت اللہ ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۰۸ھ
حضرت مولوی تسلیم عرض، وہ لڑکی کہ بیوہ ہو گئی ہے میں اسے شہجہان پور لے جانا چاہتا ہوں اس میں کیا حکم ہے؟ اور ایامِ عدتِ وفات میں عورت بضرورت بھی دوسرے مکان یا دوسری جگہ جاسکتی ہے یا نہیں؟ والسلام محمد عنایت اللہ

الجواب:

تاختمِ عدتِ عورت پر اسی مکان میں رہنا واجب ہے، شہجہان پور خواہ کسی جگہ لے جانا جائز نہیں، ہاں جس کے پاس کھانے پہننے کو نہیں اور ان چیزوں کی تحصیل میں باہر نکلنے کی ضرورت ہے کہ بغیر اس کے خورد و نوش کا سامان گھر میں بیٹھے نہیں کر سکتی تو وہ صبح و شام باہر نکلے اور شب اسی مکان میں بسر کرے دوسرے مکان میں چلے جانا ہرگز جائز نہیں، مگر یہ مکان اس کا نہ تھا ماکان مکان نے جبراً نکال دیا، یا کرایہ پر رہتی تھی اب کرایہ دینے کی طاقت نہیں یا مکان گر پڑا یا گرنے کو ہے یا اور کسی طرح اپنی جان یا مال کا اندیشہ ہے غرض اسی طرح کی ضرورتیں ہوں تو وہاں سے نکل کر جو مکان اس کے مکان سے قریب تر ہو اس میں چلی جائے ورنہ ہرگز نہیں درمختار میں ہے:

<p>موت کی عدت والی عورت ضرورت پر دن میں اور رات میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے، اور رات کا اکثر حصہ اپنے گھر میں ہی رہے کیونکہ اس نے اپنا خرچہ خود پورا کرنا ہے اس لئے وہ باہر نکلنے کی محتاج ہے حتیٰ کہ اگر اپنی کفایت اور ضرورت کے لئے اس کے پاس نفقہ ہو تو یہ مطلقہ عورت کی طرح ہے اس کو باہر نکلنا حلال نہیں ہے، فتح اہ قول: (میں کہتا ہوں) یونہی اگر وہ گھر میں رہ کر کوئی محنت کر کے اپنا خرچہ بنا سکتی ہے تو نکلنا حلال نہ ہوگا کیونکہ اس کا باہر نکلنا ضرورت کی بناء پر جائز ہوا ہے اور جب ضرورت نہیں تو جواز بھی نہیں، اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ (ت)</p>	<p>معتدة موت تخرج في الحديدین و تبیت اکثر اللیل فی منزلها لان نفقتها علیها فتحتاج للخروج حتی لو كان عندها كفايتها صارت كال المطلقة فلا یحللها الخروج فتح¹ اھ اقول فكذا اذا قدرت علی الكسب فی البیت من دون خروج فان السبیح هی بالضرورة فبیح لا ضرورة فلا باحة وهذا واضح جدا۔</p>
--	--

اسی میں ہے:

<p>موت اور طلاق کی عدت والی عورتیں اسی گھر میں عدت گزاریں جس میں عدت واجب ہوئی اور وہاں سے باہر نہ نکلیں الا یہ کہ ان کو جبراً نکالا جائے یا وہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو، یا وہاں مال کے نقصان کا خطرہ ہو یا مکان کرایہ پر تھا عورت میں کرایہ دینے کی طاقت نہ ہو یا اور اس قسم کی ضروریات ہوں تو قریب ترین مکان میں منتقل ہو جائے، اور طلاق والی کو یہ حکم ہے کہ جہاں خاوند اسے سکونت دے وہاں رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>وتعتدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا تخرجان منه الا ان تخرج او ینهدم المنزل او تخاف انهدامه او تلف مالها او لاتجد كراء البیت ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیہ وفي الطلاق الی حیث شاء الزوج²۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

۱۵ شوال ۱۳۲۶ھ

از بریلی محلہ شاہ آباد متصل چاہ کنکر مسئلہ سید منصور علی صاحب

مسئلہ ۹۷:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت جس کا خاوند مر گیا وہ ایام عدت میں اپنے کسی استحقاق وراثت کے استحکام کے واسطے باہر گھر سے جاسکتی ہے یا نہیں، اور اگر باہر جائے تو کس قدر عرصہ تک اور اس کے باہر جائے سے اس کے کسی حقوق میں فرق تو نہ آئے گا بیٹو اتوجروا۔

¹ در مختار باب الحداد مطبع مجتہبی دہلی ۲۶۰/۱

² در مختار باب الحداد مطبع مجتہبی دہلی ۲۶۰/۱

الجواب

مسائل نے ظاہر کیا کہ عورت مسکینہ ہے پانچ روپے کی ایک معاش کہ اس کے شوہر نے اسے لکھ دی تھی صرف وہی پاس رکھتی ہے اور اہلکار کچھری کو کمیشن دے کر بلانے کی استطاعت اصلاً نہیں اور اگر نہ جائے تو وہ جلد اس کے نام نہ ہوگی اور وہ جگہ جہاں جانا چاہتی ہے اس کے مکان عدت سے صرف چھ میل دور ہے دن ہی دن میں جانا اور مکان میں واپس آنا ہو جائے گارات یہیں آکر بسر کرے گی اگر بات یوں ہے تو صورت مذکورہ میں سے جانا اور دن کے دن واپس آکر رات مکان عدت ہی میں بسر کرنے کی اجازت ہے۔ درمختار میں ہے:

<p>موت کی عدت والی عورت ضرورت پر دن میں اور رات میں گھر سے نکلے اور رات کا اکثر حصہ واپس اپنے مکان ہی میں بسر کرے کیونکہ اس کا اپنا خرچہ خود اس کے ذمہ ہے اس لئے وہ محتاج ہے کہ باہر نکلے حتیٰ کہ اگر اس کے پاس کفایت کے مطابق خرچہ موجود ہے تو پھر یہ مطلقہ عورت کی طرح ہے اس کو باہر جانا جائز نہیں ہے، فتح۔ اور قنیہ میں اسے اپنی ضروری اشیاء کی اصلاح کے لئے نکلنا جائز قرار دیا ہے، مثلاً زراعت کی نگرانی کرنی ہے اور اس کا کوئی وکیل نہ ہو۔ (ت)</p>	<p>معتدة موت تخرج في الحديدین وتبیت اکثر اللیل فی منزلها لان نفقتها علیها فتحتاج للخروج حتی لو كان عندها کفایتها صارت کالمطلقة ولا یحل لها الخروج فتح. وجوز فی القنیة خروجها لاصلاح لا بدلها منه کزراعة ولا وکیل لها¹۔</p>
---	---

ردالمحتار میں ہے:

<p>نہر میں کہا ہے یہ قید ضروری ہے کہ رات کو خاوند والے گھر میں واپس آئے اور وہاں رات گزارے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>قال فی النهر ولا بد ان یقید ذلك بان تبیت زوجها²۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

مسئلہ ۹۸: از شہر روہیلی ٹولہ، بریلی مسئلہ مسیت خاں ۱۹ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

زید فوت ہوا اس کی زوجہ کوئی ذریعہ معاش نہیں رکھتی اور نہ کوئی شخص ورثاء و متعلقین متوفی سے اس کے نان و نفقہ کا متکفل ہو بلکہ اشخاص مذکور کی جانب سے چور شراب الخمر تارک الصلوٰۃ قمار باز ہیں و نیز دیگر امور خلاف شریعت کے مرتکب رہتے ہیں نسبت مسماۃ مذکور کے انعدام عصمت و ائلاف مال و دیگر قسم کے

¹ درمختار باب الحداد مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۰/۱

² ردالمحتار باب الحداد ارحیاء التراث العربی بیروت ۲۲۰/۲

فساد کا اندیشہ کامل و قوی ہے ایسی صورت میں مسماۃ مذکورہ کو مکان مسکونہ اپنا چھوڑ کر کسی دوسری جگہ پر ایام گزارا عدت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

عدت موت کا نفقہ کسی پر نہیں ہوتا خود اپنے پاس سے کھائے پاس نہ ہو تو دن کو محنت و مزدوری کے لئے باہر جاسکتی ہے، چار مہینے دس دن وہیں گزارنا فرض ہے، اللہ عزوجل کے اداے فرض میں حیلے نہ کئے جائیں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْفٰسِدَ مِنَ الْبٰصِلِحِ (اللہ تعالیٰ مفسد اور مصلح کو جانتا ہے۔ ت) اگر اندیشہ واقعی و صحیح ہے بذریعہ حکومت بندوبست کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹: از پرانا شہر روہیلی ٹولہ بریلی مرسلہ احمد اللہ خاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ قوم حجام سے ہے اور ہمیشہ بوجہ حجامی باہر نکلتی ہے، ایسی صورت میں اس کو ایام عدت دن میں اور شب میں باہر نکلنا جائز ہے یا نہیں؟ اور قیام شب دوسرے مکان پر کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

سائل کے بیان سے معلوم ہوا کہ یہ عدت موت کی ہے، پس اگر عورت کے پاس اتنا مال ہے کہ چار ماہ دس دن گھر بیٹھ کر کھائے جب تو اسے نکلنا جائز نہیں ورنہ جتنے دنوں کھانے کا سامان رکھتی ہے اتنے دنوں اسے گھر بیٹھ کر کھانا لازم، اور پھر نکلنا جائز، رات اپنے گھر میں گزارے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰: از شہر بریلی ۳۰ رمضان ۱۳۳۶ھ

زید فوت ہوا، ایک زوجہ حاملہ اور ایک لڑا اور دو لڑکیاں نابالغ چھوڑیں، وہ ایک غریب آدمی تھا جس کے رہنے کو مکان بھی نہ تھا کرایہ کا مکان تھا مکان والے کا دو مہینہ کا کرایہ چاہئے وہ کہتا ہے کہ کرایہ دو یا مکان خالی کرو، زوجہ زید کے پاس نہ کھانے پینے کو کچھ ہے اور نہ کرایہ مکان ادا کرنے کو، ایسی حالت میں زوجہ زید اندر میعاد عدت کے وہ مکان جس میں زید فوت ہوا چھوڑ کر اپنی ماں کے گھر جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

جہاں سے ممکن ہو کرایہ ادا کرے اور عدت کے دن وہیں گزارے،

جس کا خاندان فوت ہو گیا تھا یہ بات میں نے اس کی ماں سے کہی وہی سائلہ تھی تو اس بات پر وہ راضی ہو گئی تو میں نے معلوم کر لیا کہ عورت کرایہ اور نفقہ پر

امرت به السائلة وهي امر المتوفى عنها زوجها فرضيت فعليت انها قادرة انما ذلك احتيال

للا انتقال و کم جربنا مثل ذلک۔	قادر ہے، اور یہ بیان منتقل ہونے کا ایک بہانہ تھا اس بات کا تجربہ بارہا ہم کر چکے ہیں۔ (ت)
--------------------------------	---

ردالمحتار میں ہے:

وہی فی دار باجرة قادرة علی دفعها فلیس لها ان تخرج بل تدفع ¹ ۔	اگر موت کی عدت والی کسی کرایہ کے مکان میں ہو اور کرایہ دینے پر قادر ہو تو اس کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں بلکہ کرایہ ادا کرے (ت)
--	---

در مختار میں ہے:

تعتدان معتدة طلاق و موت فی بیت وجبت فیہ ولا تخرجان منه الا ان تخرج او ینهدم المنزل او تخاف انهدامه او تلف مالها او لاتجد کراء البیت و غیر ذلک من الضروریات فتخرج لاقرب موضع الیہ ² ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	موت اور طلاق کی عدت والی عورتوں کو گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں اسی مکان میں عدت بسر کریں جہاں عدت واجب ہوئی ہے الا یہ کہ ان کو جبراً نکالا جائے یا وہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو یا وہاں مال کے نقصان کا خطرہ ہو، یا مکان کرایہ پر تھا عورت کرایہ دینے کی طاقت نہ رکھتی ہو، یا اور اس قسم کی ضروریات ہوں جن سے مجبور ہو تو قریب ترین موضع میں منتقل ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	---

مسئلہ ۱۰۱: یہ چند مسائل محمد میر خان صاحب پبلی بھیت کو ارسال فرمائے گئے۔ بتاریخ ۴ شعبان المعظم عدت میں عورت کو یہ چیزیں منع ہیں: ہر قسم کا گہنا یہاں تک کہ انگوٹھی چھلا بھی مہندی، سرمہ، عطر، ریشمی کپڑا، ہار پھول، بدن یا کپڑے میں کسی قسم کی خوشبو، سر میں کنگھی کرنا، اور مجبوری ہو تو موٹے دندانوں کی کنگھی کرے جس سے فقط بال سلجھالے پٹی نہ جھکالے۔ پھیل، بیٹھاتیل، کسم، کیسر کے رنگے کپڑے، یونہی ہر رنگ جس سے زینت ہوتی ہو اگرچہ پڑیہ گیر وکا، چوڑیاں اگرچہ کانچ کی، غرض ہر قسم کا سنگار ختم عدت تک منع ہے۔ چارپائی پر سونا، پچھونا سونے یا بیٹھنے میں بچھانا منع نہیں۔

مسئلہ ۱۰۲: از میونڈی ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ درمیان عدت کے عورت سے واسطے کرنے نکاح کے دریافت

¹ ردالمحتار باب الحداد دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۰۴

² در مختار باب الحداد مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۰/۱

کرنا کیسا ہے؟

الجواب:

عدت میں نکاح کا پیام دینا بھی حرام ہے اور اگر پیام نہیں، مثلاً اس کے گھر والے دریافت کریں کہ نکاح ثانی کا ارادہ ہے یا کیا، تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳: از شہر متصل جامع مسجد پیارے میاں معرفت عنایت خاں ۴ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ باہر تھی اور خبر انتقال شوہر سن کر آئی اور ایک مکان میں قیام کیا جس میں بیٹھک ہے اور ایک دروازہ صدر ہے لہذا ایام عدت میں بیٹھک سے مکان میں جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

سائل نے بیان کیا کہ عورت گوالیار میں تھی اور وہاں سے آئی، شوہر کا مکان گاؤں میں، یہ وہاں نہ گئی بلکہ شہر میں ایک غیر شخص کے یہاں ٹھہری، اس کے بیٹھک اور زناخانہ کیا پوچھنا اس سے سفر کر کے آنا حرام تھا اور غیر شخص کے یہاں ٹھہرنا حرام تھا، بیٹھک ہو یا زناخانہ اسے حکم ہے کہ شوہر کے مکان میں عدت پوری کرے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴: ۱۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مر گیا حالت نابالغی میں، عمر ۱۴ یا ۱۵ برس کی تھی، زوجہ اس کی ہندہ ۱۳ سال کی، کوئی علامت بلوغت کی نہ تھی، بعد مرنے زید کے تین روز کے بعد زید کا باپ زید کی زوجہ کو اپنے مکان کو لے گیا، موضع سوڑا میں، اور وہاں لے جا کر ہندہ سے اسٹامپ لکھا یا معافی مہر کا، دو چار روزہ کر پھر اسی مکان پر آ گیا جہاں زید کا انتقال ہوا تھا وہ مکان زید کی نانی کا تھا، اب زید کا باپ ہندہ کے باپ کو ہندہ کو دیکھنے نہیں دیتا، کہتا ہے بعد عدت یا عدت کے اندر میں ہندہ کا نکاح اپنی رائے سے کر دوں گا اور ہندہ بیمار ہے جاڑا بخار آتا ہے، ہندہ کے باپ کو صدمہ ہوتا ہے کہ میں اس کا علاج کروں لیکن زید کا باپ نہیں بھیجتا نہ دیکھنے دے، ہندہ کے کسی رشتہ دار کو نہیں دیکھنے دیتا، ہندہ کا باپ کہتا ہے کہ شریعت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بدلنے مکان کے وہی قید باقی رہی ہندہ کے ذمہ یا بدل گئی کیونکہ زید کا باپ ہندہ کو اس مکان سے اور مکان میں لے گیا دو چار روز رکھا اب ہندہ کا باپ چاہتا ہے کہ شریعت اجازت دے تو میں ہندہ کو اپنے مکان پر لے آؤں اس وجہ سے کہ ہندہ کو زید کے سامنے تکلیف پہنچاتا تھا اب تو اور بھی زیادہ تکلیف پہنچی ہے ہندہ کو، لہذا سوال کا جواب عنایت فرمایا جائے، زید کی نانی کے مکان سے زید کے باپ

کامکان چار کوس ہے۔

الجواب:

عدت کے اندر سے دوسری جگہ لے جانا حرام تھا اور جب تک وہاں رکھا یہ بھی حرام ہوا مگر اس سے عدت جاتی نہ رہی موت سے چار مہینے دس دن تک شوہر ہی کے مکان پر رہنا پڑے گا اگر وہ نابالغ ہے تو اس کے معاف کئے سے مہر معاف نہیں ہو سکتا اور عدت کے اندر تو کوئی اس کا نکاح نہیں کر سکتا جو کرے گا باطل محض ہوگا عدت کے بعد ہندہ کے باپ کو اس کے نکاح کا اختیار ہے پدر زید کو کچھ اختیار نہیں کہ اگر یہ کر دے گا پدر ہندہ کی اجازت پر موقوف رہے گا وہ رد کر دے فوراً رد ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ

اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۵: ۱۶ شوال ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور وہ غیر شہر میں جس مکان میں اس کا شوہر سکونت رکھتا تھا عدت میں ہے، لیکن بسبب نادانی اور غیر محرم کے وحشتناک ہو کر چاہتی ہے کہ والدین کے مکان میں جا کر رہوں، آیا اس کو شرع اجازت دیتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

اولاً یہاں شرعاً واقع عذر سچی مجبوری دیکھی جاتی ہے وَاللّٰهُ بِعِلْمِ الْفٰسِدِ مِنَ الصّٰلِحِ (اللہ تعالیٰ مفسد اور مصلح کو جانتا ہے۔ ت) خدا ہر ایک کا نہاں و عیاں سب جانتا ہے اگر ایام عدت تک وہاں رہنے میں کوئی خوف صحیح و اندیشہ واقعی ہندہ کے مال یا جان ناموس پر نہیں، کوئی ضرر صحیح وہاں اتنے دن گزارنے میں نہیں یا ہے تو اس کا علاج اسے ممکن ہے مثلاً اسکے بعض اعزہ محارم اس کے پاس رہ سکتے ہیں یا قابل اعتماد عورات کو ساتھ کے لئے رکھ سکتی ہے اگرچہ اجرت دے کر، تو اسے ہر گز اجازت نہیں ہو سکتی، خوف میں شاید اور عجب نہیں کا لحاظ نہیں ہوتا خوف صحیح منشاء صحیح سے ناشی ہونا چاہئے نہ اس وحشت کا کچھ اعتبار جو کم عمری کا لازمہ ہے خصوصاً ایسے غم کی حالت میں جب تک وہ ایسی شدت پر نہ ہو جس سے نقصان صریح عقل وغیرہ پر پہنچنے کا خطرہ ہو۔

ثانیاً اور اگر واقعی حالت مجبوری ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس مکان سکونت سے قریب تر کون سے مکان ایسا ہے جس میں وہ اندیشہ و خطرہ نہ ہو، اگر اسی شہر میں کوئی دوسرا مکان قابل اطمینان اپنے کسی عزیز کا ہو تو وہاں چلی جائے، شہر سے باہر جانے کی اجازت نہیں بلکہ وہیں دو محلوں میں دو مکان قابل اطمینان ہوں ایک دور ایک پاس، تو دور والے میں جانے کی اجازت نہیں، اور اگر اس شہر میں نہ ہو مگر دوسرے شہر کہ بہ نسبت شہر والدین اور اس شہر سکونت سے قریب تر ہے میں کوئی مکان قابل اطمینان ہے تو وہیں جائے، ہاں اگر

سب صورتیں معدوم ہوں تو البتہ بحالت ضرر صریح و مجبوری محض اجازت ہے۔ درمختار میں ہے:

<p>موت اور طلاق کی عدت والی عورتیں اسی مکان میں عدت گزاریں جس میں عدت واجب ہوئی ہو، اور وہاں سے منتقل نہ ہوں الا یہ کہ ان کو جبراً نکالا جائے یا وہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو یا مال کے نقصان کا خطرہ ہو یا مکان کرایہ پر ہو اور عورت کرایہ نہ پائے، اور دیگر ایسی ضروریات کی وجہ سے مجبور ہو تو قریب ترین مکان میں منتقل ہو جائے، اور طلاق والی کو یہ حکم ہے کہ جہاں خاوند انتظام کرے وہاں رہے۔ (ت)</p>	<p>تعدنان ای معتدة طلاق و موت فی بیت و جبت فیہ ولا تخرجان منه الا ان تخرج او ينهدم المنزل او تخاف انه دامه او تلف مالها اولاً تجد كراء البيت ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لاقرب موضع اليه وفي الطلاق الى حيث شاء الزوج¹۔</p>
--	---

عالمگیریہ میں ہے:

<p>عدت والی عورت جب کسی ایسے مکان میں ہو کہ وہاں اس کے ساتھ کوئی نہ رہتا ہو اور چوروں یا پڑوسیوں سے خائف نہ ہو لیکن وہ عورت رات کو ڈرتی ہو، اگر یہ ڈر شدید نہ ہو تو عورت کو وہاں سے منتقل ہونا جائز نہیں، اور اگر یہ ڈر شدید ہو تو عورت کو پھر منتقل ہونا جائز ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ایسے ہی مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>المعتدة اذا كانت في منزل ليس معها احد وهي لا تخاف من اللصوص ولا من الجيران ولكنها تفزع من امر المبيت ان لم يكن الخوف شديداً ليس لها ان تنتقل من ذلك الموضع، وان كان الخوف شديداً كان لها ان تنتقل كذا في فتاوى قاضی خاں²۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

¹ درمختار باب الحداد مطبع مجتہدانی دہلی ۲۶۰/۱

² فتاویٰ ہندیہ الباب الرابع عشر فی الحداد نورانی کتب خانہ پشاور ۵۳۵/۱

باب زوجة المفقود (مفقود الخیر کی زوجہ کا حکم)

مسئلہ ۱۰۶: زوجہ عہ مفقود کے لئے چار برس کی مہلت کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے، جمہور ائمہ کرام اس کے خلاف پر ہیں، ادھر قرآن عظیم صاف صاف ارشاد فرما رہا ہے: **وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ**^۱ تم پر حرام ہیں وہ عورتیں جو دوسرے کے نکاح میں ہیں۔ اس عورت کا نکاح مفقود میں ہونا تو یقیناً معلوم، اور چار برس کے بعد اس کی موت مشکوک و موہوم، کیا آدمی اتنی مدت میں خواہ مخواہ مر ہی جاتا ہے یا اس کی مرگ پر ظن غلبہ کرتا ہے یہاں تک کہ خود علمائے مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ اقرار فرماتے ہیں کہ اس چار سال کی تقدیر پر سوائے تقلید امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں، نہ ہرگز نظر فقہی اس کے مساعد،

کیا نقل العلامة الزرقانی فی شرح الموطأ عن الکافی	جیسا کہ علامہ زر قانی نے شرح الموطأ میں کافی سے نقل کیا کہ یہ وہ مسئلہ ہے جس میں ہم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
انہا مسئلة قلدنا فیہا	

عہ: یہ مضمون مسئلہ ازاجین تک، مولوی ضیاء المصطفیٰ صاحب نے کسی رسالہ سے نقل کر کے دیا اور مولانا عبدالرؤف صاحب مرحوم نے شامل کیا ۱۲

^۱ القرآن الکریم ۲۴/۱۳

عبر و لیست مسئله النظر ¹ -	کی تقلید کی ہے اور یہ نظری مسئلہ نہیں ہے (ت)
---------------------------------------	--

اور تمام ائمہ کہ شک سے یقین زائل نہیں ہوتا، ولہذا خود ائمہ مالکیہ دربارہ مال اس تقدیر چار سال کے قائل نہ ہوئے، حالانکہ یہ نہایت مستبعد ہے کہ آدمی مہلت چار سال کے بعد حق زوجہ میں مردہ ٹھہر کر اس کا مال ورثاء پر تقسیم نہ ہو، فاضل ابراہیم شرح انوار دیلی میں لکھتے ہیں:

نقض حکمہ لمخالفتہ القیاس الجلی اذلا یجوز ان یکون حیاتی مالہ ومیتانی حق زوجہ ² -	قاضی کا حکم کا عدم قرار دیا جائے گا کہ یہ ظاہر قیاس کے خلاف ہے کیونکہ ایسا نہیں ہو سکتا ہے مفقود شخص کو مال کے حق میں زندہ اور بیوی کے حق میں مردہ قرار دیا جائے۔ (ت)
--	---

تو نص قطعی و قضیہ یقینی کے خلاف ایک موہوم بات پر کہ حق مال میں بالاتفاق مقبول نہیں، کیونکہ زین زید نکاح عمر و میں آسکتی ہے، ادھر احادیث حضور المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس مذہب کا کہیں پتا نہیں، بلکہ حدیث آئی ہے تو ہمارے ہی موافق آئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

امرأة المفقود امرأته حتی یأتیها البیان ³ - رواہ الدار قطنی فی سننہ عن المغیرة بن شعبۃ رضی اللہ عنہ۔	مفقود کی عورت اسی کی عورت ہے یہاں تک کہ اس کی موت کا حال ظاہر ہو۔ (اس کو دار قطنی نے اپنی سنن میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)
--	---

امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ و کتیب العلم سید الفقہاء سند الائمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہماری ہی طرف ہیں رواہ عنہما عبدالرزاق⁴ فی مصنفہ (اس کو عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں دونوں حضرات علی اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت) اور قوت بر قوت یہ کہ امیر المؤمنین امام العادلین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ پہلے قائل چار سال کے تھے بلکہ وہی پہلے قائل چار سال کے ہوئے بعدہ قول حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی طرف رجوع فرمایا،

کما ذکرہ فقیہہ الکوفۃ ابن ابی لیلی رحمہ اللہ تعالیٰ	جیسا کہ اس کو فقیہہ الکوفہ ابن ابی لیلی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ
---	---

¹ شرح الزرقانی علی مؤطا امام مالک عدة التی تفقد زوجها المكتبة التجارية الكبرى مصر ۲۰۰۳

² شرح الانوار فصل القسم الثاني عدة الوفاة مطبعة الجمالية مصر ۲۱۲/۲

³ سنن الدار قطنی باب المهر حدیث نشر السنة ملتان ۳۱۲/۳

⁴ مصنف عبدالرزاق باب التی لاتعلم مہلک زوجها حدیث . مجلس علمی بیروت ۹۱۹۰/۷

نقله المحقق في الفتح¹ - نے ذکر فرمایا، یہ فتح القدير میں محقق سے منقول ہے (ت)

تو وہ دلیل کہ مالکیہ کو اس قول پر حامل تھی یعنی تقلید فاروقی وہ بھی نہ رہی۔ اسی طرح حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ارشد تلامذہ امام مالک ہیں پہلے قول امام مالک کے قائل تھے پھر ہمارے ہی قول کے طرف رجوع لائے، اور وہی ان کے مذہب میں راجح قرار پایا،

كما في ميزان الشريعة الكبرى، ورحمة الامة في اختلاف الائمة، وهذا لفظها اختلفوا في زوجة المفقود فقال ابو حنيفة والشافعي في الجديد الراجح و احد في احد روايته لاتحل للازواج حتى تمضي مدة لا يعيش في مثلها غالباً² - جیسا کہ میزان الشريعة الكبرى اور رحمة الامة في اختلاف الائمة میں ہے، یہ الفاظ دونوں سے مشتق ہیں کہ مفقود کی بیوی کے متعلق فقہاء نے اختلاف کیا ہے، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے جدید راجح قول اور امام احمد کے ایک قول کے مطابق اس کو دوسرا نکاح حلال نہیں حتیٰ کہ گم شدہ اتنی عمر میں غالب طور پر زندہ نہ رہ سکے۔ (ت)

بلکہ جمہور ائمہ شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ تو یہاں تک اس سے اختلاف رکھتے ہیں کہ اگر قاضی مہلت چار سالہ بعد تفریق کر دے تو اس کی قضا توڑ دی جائے کہ اس دلیل صریح کے خلاف حکم کیا، امام نور الدین یوسف بن ابراہیم اردبیلی شافعی کتاب الانوار العمل الابرار میں فرماتے ہیں:

لو حکم حاکم بانها تتربص اربع سنين فتعتد عدة الوفاة ثم تنكح وتربصت وحکم ثانياً بالفرقة واعتدت ونكحت نقض حکمہ الا اذا بان انه كان ميتاً وقت الحكم³ - اگر کسی حاکم نے یہ فیصلہ دیا کہ وہ چار سال انتظار کے بعد وفات کی عدت پوری کرے اور پھر کسی سے نکاح کرے، چنانچہ فیصلہ کے مطابق اگر عورت نے چار سال انتظار کیا اور اس حاکم نے فرقت کا نیا حکم دے دیا اور اس کے بعد عورت نے عدت گزار کر نکاح کر لیا تو قاضی کا یہ حکم کالعدم قرار پائے گا الا یہ کہ واضح ہو جائے کہ قاضی کے مذکور فیصلے کے وقت گمشدہ شخص فوت ہو چکا تھا۔ (ت)

اسی میں ہے:

¹ فتح القدير كتاب المفقود مكتبة نوريه رضويه سكر ۳۷۲/۵

² الميزان الكبرى كتاب العدد والاستبراء مصطفى الباني مصر ۱۳۶۲، رحمة الامة في اختلاف الائمة كتاب العدد مطابع قطر الوطنية الدوحة قطر ص ۳۱۲

³ الانوار لاعمال الابرار فصل القسم الثاني عدة الوفاة مطبعة الجمالية مصر ۲۱۲/۲

لو قضي قاض بصلحة نكاح زوجة المفقود بعد اربع سنين ومدة العدة نقض حكمه ¹ اھملخصاً۔	اگر کسی قاضی نے مفقود کی بیوی کے متعلق چار سال انتظار اور اس کے بعد عدت پوری کر کے نکاح کی صحت کا فیصلہ دیا تو اس کا حکم کالعدم ہوگا (ت) ملخصاً (ت)
---	---

شرح انوار میں ہے:

لمخالفتہ القیاس الجلی فی جعل المفقود میتنا فی النكاح دون المال وما جزم به المصنف هو الذی علیہ الاكثرون كما یعلم من كلام الرافی ² هنا الخ۔	یہ قیاس جلی کی مخالفت کی وجہ سے کہ مفقود کو نکاح کے حق میں مردہ اور مال کے حق میں زندہ قرار دیا جائے، اور مصنف نے جس پر جزم فرمایا وہ ہے جس پر اکثر ائمہ نے اعتماد فرمایا جیسا کہ یہاں امام رافعی کے کلام سے معلوم ہو رہا ہے الخ (ت)
--	--

تو جو اس قول کے قائل تھے ان پر بھی اس کا ضعف ظاہر ہوا جب تو اس سے رجوع کرتے آئے اور قول ضعیف پر حکم و فتویٰ دینا جہل و مخالفت اجماع ہے۔

فی الدر المختار، حاصل ما ذکرہ الشیخ قاسم القاضی الا ان المفتی مخبر عن الحكم والقاضی ملزم به وان الحكم والفتیاً بالقول المرجوح جهل و خرق الاجماع ³ ۔	در مختار میں ہے: شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں جو ذکر فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ مفتی اور قاضی کا یہاں کوئی فرق نہیں ماسوائے اس کے کہ مفتی حکم کی خبر دیتا ہے اور قاضی اس کو نافذ کرتا ہے جبکہ مرجوح قول پر فتویٰ اور فیصلہ جہالت ہے اور اجماع کی مخالفت ہے۔ (ت)
--	---

پھر معاملہ بھی کون سا معاملہ فروج جس میں شریعتِ مطہرہ کو سخت احتیاط ملحوظ، یہاں تک کہ بالکل اصل اشیاء میں اباحت و حلت ہے، فروج میں اصل حرمت ٹھہری، تو ایسے امر میں ایسے قول کی طرف اپنا ایسا قوی ومدلل مذہب چھوڑ کر جانا کیسی کھلی بے احتیاطی ہے، رہا دعویٰ ضرورت، اس کا حال یوں کھلتا ہے کہ ہندوستان کی نوجوان عورتیں جو بیوہ ہو جاتی ہیں بالکل انہیں شرعاً نکاح ثانیہ کی اجازت ہے اپنی ایک جھوٹی رسم کی پیروی میں عمر بھر بیٹھی رہتی ہیں اس وقت نہ انہیں ضرورت سو جھتی ہے نہ یہی خیال آتا ہے کہ جو ان کیونکر کٹے گی نہ یہ کہ نان و نفقہ کہاں سے

¹ الانوار لاعمال الابرار کتاب ادب القضاء الطرف السابع فی الاشهاد الخ مطبعة الجمالیہ مصر ۱۲/۲۱۳ و ۲۱۴

² شرح الانوار کتاب ادب القضاء الطرف السابع فی الاشهاد الخ مطبعة الجمالیہ مصر ۱۲/۲۱۳

³ در مختار رسم المفتی مطبع مکتبائی دہلی ۱۵/۱

ملے گا مگر خاوند مفقود ہو کر یہ سب دعویٰ ہجوم کرتے ہیں، اگر ضرورت کا دعویٰ سچا ہے تو وہاں صبر کیونکر ہوتا ہے اور جب وہاں کیا جاتا ہے، حالانکہ قطعاً بے شوہر، اور ازواج کے لئے حلال ہیں تو یہاں صبر کیوں نہیں کیا جاتا کہ یقیناً شوہر دار تھیں اور موت شوہر ثابت نہیں ہوئی مگر ہے یہ کہ جہاں کے نزدیک رسم کا اتباع حکم کے اتباع سے زیادہ اہم ہے، یہاں حیلے تلاش کئے جاتے ہیں کہ کسی مذہب میں کوئی راستہ نکلے اگرچہ اپنے مذہب میں نحرام ہو، وہاں رسم نہیں چھوڑی جاتی اگرچہ چاروں مذہب میں کھلی حلت ہے، اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت فرمائے، بات یہ ہے کہ نفس کی باگ جب نرم کر لیجئے دبا لیتا ہے۔ اس وقت ضرورت، حاجت، معذوری، مجبوری، سوچتی ہے اور باگ جب کڑی کر لیجئے دب جاتا ہے۔ اس وقت ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جوش زاد غوی ہی دعویٰ تھا۔ حدیث میں حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استغنى بالله اغناك الله ومن استعف اعفك الله ¹ رواه الامام احمد والنسائي والضياء عن ابى سعيد الخدري رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	جو اللہ عزوجل کے بھروسہ پر خلق سے بے پروائی کریگا اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دے گا، اور جو سچے دل سے پارسا بننا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے پارسا بنا دے گا۔ (اسے امام احمد، نسائی اور ضیاء نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)
---	---

جنہیں نکاح پر قدرت نہ ہو ان کا علاج صحیح حدیث میں روزے رکھنا ہوا ہے:

من لم يستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء ² ۔ رواه احمد والستة عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وسوق الحديث وان كان في الرجال، فالنساء شقائقهم ³ ۔ بعضکم من بعض۔	جو نکاح پر قدرت نہ رکھے اس کو روزہ لازم ہے کیونکہ یہ اس کے لئے شہوت سے رکاوٹ ہے۔ اس کو امام احمد اور ائمہ ستہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، اور حدیث کے یہ الفاظ اگرچہ مردوں کے بارے میں ہیں، تو عورتیں وہ مردوں کی طرح ہیں اور تم آپس میں ایک دوسرے کی طرح ہو۔ (ت)
--	--

بلکہ احتیاج نفقہ کے عذر کو غور کیجئے تو وہ بھی اسی عذر جوانی کے ساتھ ہے جس کا علاج حدیث میں ارشاد ہو گیا۔

¹ سنن النسائي كتاب الزكوة باب الاحاف في المسئلة نور محمد كارخانه تجارت كتب كراچی ۳۶/۱

² مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲۲۴/۱

³ جامع الترمذی ابواب الطهارة امین کمپنی كتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۶/۱

سن رسیدہ عورتیں جن کے شوہر مرتے یا مفقود ہو جاتے ہیں انہیں تلاشِ نفقہ کے لئے فکر نکاح نہیں ہوتی وہ کیونکر بسر کرتی ہیں اور یہ حالت بیوگی تو ہند کی نوجوانیں بھی اسی حال میں شریک ہیں، وہاں خدا جانے شانِ رزاقی خاوند میں کیوں نہیں منحصر ہو جاتی ہے، لطف یہ ہے کہ یہاں تقلید امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا دامن پکڑا جاتا ہے، جاہل لوگ ان کا مذہب یہ سمجھتے ہیں کہ مرد کو گے چار برس گزرے اور عورت کو یونہی عدت بیٹھ کر نکاح حلال ہو گیا، حاشا یہ ان کا مذہب نہیں بلکہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ عورت قاضی شرع کے حضور دعوٰی پیش کرے، قاضی بعد ثبوتِ مفقود کی کہ اس کی خبر ملنے سے بالکل ناامید ہو گئی ہو اب چار برس کی مدت اپنے حکم سے مقرر کرے، اس مدت میں بھی پتانہ چلے تو پھر قاضی تفریق کر دے، اس کے بعد عورت چار مہینے دس دن عدت بیٹھے اور شوہروں کے لئے حلال ہو جائے، حضور قاضی میں رجوع لانے سے پہلے اگر بیس برس گزر گئے ہیں تو اسکا اصلماً اعتبار نہیں۔ علامہ زر قانی مالکی شرح مؤطائے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں:

قول مالك لو اقامت عشرين سنة ثم رفعت يستأنف لها الاجل ¹ ۔	امام مالک کا قول ہے کہ اگر عورت بیس سال بھی گزار چکے اور بعد میں قاضی کے ہاں معاملہ پیش کرے تو بھی قاضی اس کے لئے نئی مہلت مقرر کرے گا۔ (ت)
---	---

اسی میں ہے:

قول مالك ايضاً تستأنف الرابع من بعد اليأس وانها من يوم الرفع ² ۔	امام مالک کا یہ بھی قول ہے کہ ناامیدی کے بعد چار سال کی نئی مہلت مقرر کی جائے گی اور اس مہلت کی ابتداء قاضی کے ہاں معاملہ پیش ہونے کے بعد ہوگی (ت)
---	--

اب کہئے قولِ امام مالک ہی پر عمل کیجئے تو اول تو یہاں قاضی مالکی کہاں! اور قاضی حنفی اپنے خلافِ مذہب کیوں حکم دینے لگا! اور دے بھی تو اس کے نفاذ میں دقتیں ہیں، اور نافذ ہو بھی جائے تو ابھی ساڑھے چار برس پڑے ہیں یہ کیونکر کٹیوں گے! ایسی بے صبری و ادعائے بے رزقی کا علاج تو یوں بھی نہ بنا۔ غرض خلاصہ مقصد یہ ہے کہ اللہ سے ڈرے، اللہ سے ڈرے۔ اور امر فروج کو سہل نہ جانے۔ نہ فقداں شوہر کو مرگ شوہر کے پلے میں رکھے اور اتباعِ حکم کو اتباعِ رسم سے اہم تر سمجھے اور تصور کرے کہ ہند کی نوجوانیں بیوہ ہو کر کیونکر بسر کرتی ہیں بلکہ یہ بھی درکنار اس دارالافتن ہند پر محن میں بہت شریف زادیاں ایسی نکلیں گی جن کے

¹ شرح الزرقانی علی مؤط الامام مالك عدة التي تفقد زوجها المكتبة التجارية الكبزي مصر ١٩٩٣

² شرح الزرقانی علی مؤط الامام مالك عدة التي تفقد زوجها المكتبة التجارية الكبزي مصر ١٩٩٣

خدا ناترس شوہروں نے انہیں جیتے جی معلقہ کر رکھا ہے نہ تعلق رکھیں نہ قطع کریں، وہ بیچاریاں نہ شوہر والیاں نہ بے شوہروں میں۔ پھر وہ کیا کرتی اور اپنی عفت، باپ دادا کی عزت، شرع کی اطاعت کیونکر نگاہ رکھتی ہیں۔ قطع خواہش کے لئے روزوں کی کثرت کرے۔ خیالات دل کو یاد موت و قبر سے لگائے کہ موت کی یاد ہر خواہش و لذت کو بھلا دیتی ہے۔ اگر ماں باپ بھائی کے ذریعہ سے گزر کی صورت نہیں، سینے پر ونے وغیرہ کاموں سے وقت کاٹے کہ اللہ عزوجل کے یہاں صابروں میں لکھی جائے اور بے حکم قرآن بے حساب ثواب پائے۔ اقارب، محارم اگر خبر گیری کر سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا ثواب عظیم لیں، اپنی بیٹی بے ثبوت بیوگی نکاح غیر کی بلا میں نہ پڑنے دیں۔ عوام ہند ذرا ذرا سے فضول و بے جا دنیوی جھگڑوں پر دختروں خواہروں کو بٹھار کھتے اور ان کا کلی خرچ اپنے پاس سے کرتے ہیں۔ یہ دینی حکم ہے اور اپنی ناموس کے خاص حرام و حلال کا معاملہ، اس میں بھی ذرا غیرت و حمت کو کام میں لائیں اور سمجھ بوجھ کر انجان نہ بن جائیں، وباللہ التوفیق وهو الہادی الی سواء الطریق۔ مؤیدین: (۱) محدث سورتی صاحب علیہ الرحمۃ (۲) مولانا عبدالمقتدر صاحب بدایونی (۳) مولانا الشاہ احمد حسن صاحب کانپوری (۴) مولانا کرامت اللہ صاحب دہلوی (۵) مولانا الشاہ ہدایت رسول صاحب قادری۔

مسئلہ ۱۰۷: ازاجین مرسلہ محمد یعقوب علی صاحب ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۱۰ھ

<p>چہ فرماید علمائے اہل حق و مفتیان برحق دریں مسئلہ کہ برادر عبد اللہ دائمی محبوس گردید عورت خود راطلاقے نمی دہد و او بدون شوہر نمی تواند ماند صورت این مسئلہ چگونہ است، و شوہر محمودہ نیز از مدت دوازده سالہ مفقود الخبر و زوجہ او جوان طاقے ضبط ندارد لہذا موافق مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہ نزد او شان تفریق در چہار سال صحیح عمل نمودہ در حبالہ نکاح میر تقی دادہ شد بعد از چند روز نکاح شوئے سابق اورا مقام ہذا آمدہ بودہ، عورت مستحق اواز ہر دو کیست و مہر ش بر کہ واجب می شود دریں مسئلہ چہ حکم شرع بیان فرماید بعبارت کتب مشرح رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔</p>	<p>علمائے حق اور مفتیان برحق کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ عبد اللہ کا بھائی قید دوامی ہو ہے اپنی عورت کو طلاق نہیں دیتا، اور بیوی کا شوہر کے بغیر گزارہ نہیں، اس مسئلہ کا کیا حکم: نیز مسئلہ یہ ہے کہ محمودہ کا شوہر بارہ سال سے مفقود الخبر ہے، اس کی بیوی جوان ہے اپنے پر کٹرول نہیں کر سکتی، لہذا امام مالک کے مذہب کے موافق جن کے ہاں چار سال کی مدت پر تفریق صحیح ہے پر عمل کر کے اس عورت کا نکاح میر تقی سے کر دیا گیا اور اس نکاح کے چند روز بعد اس عورت کا سابق خاوند وہاں آ گیا تو وہ عورت اب کس کی بیوی قرار پائے گی اور مہر کس پر واجب ہوگا، ان دونوں مسئلوں میں شرعی حکم کو کتب کی عبارات سے واضح فرمائیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین (ت)</p>
---	--

الجواب:

پہلی صورت میں عبد اللہ کے بھائی کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بیوی کو بھلائی سے پاس رکھو یا نیکی کے ساتھ آزاد کردو، خاوند بخوبی پاس رکھنے سے عاجز ہے تو نیکی کے ساتھ چھوڑ دینا اس پر واجب ہے، اس واجب کی ادائیگی میں اگر بالفعل طلاق نہیں دیتا تو بیوی کو طلاق کا اختیار سوچ دے تو بھی کافی ہے کیونکہ مقصد یہ ہے کہ عورت کو معلق کر کے رکھنے کے ضرر سے بچایا جائے تو یہ مقصد عورت کو اختیار تفویض کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے یعنی بیوی کو لکھ دے کہ تیری طلاق تیرے ہاتھ دیتا ہوں تو جب چاہے طلاق اختیار کر لے اور میری قید سے آزاد ہو جا، اس کا فائدہ یہ ہے کہ بیوی اپنی مصلحت کے مطابق فیصلہ کریگی خواہ خاوند کی وفاداری میں صبر کرے خواہ مجبوری خواہشات کی بنا پر کوئی دوسرا راستہ اپنالے، تاہم جب تک خاوند سے مفارقت نہ ہو جائے کسی اور سے نکاح حرام ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نکاح والی عورتیں بلاشبہ پہلے خاوند کی بیوی ہے اسی کو دی جائے۔ ردالمحتار میں شرح المصحح ابن ملک سے درمختار کے قول، ایک شخص بیوی کو چھوڑ کر غائب ہو گیا

در صورت اولیٰ برادر عبد اللہ فرمان آں چنان ست کہ زن راطلاق دہد قال اللہ تعالیٰ:

فَامَسَاكٌ بِعَزْوْفٍ اَوْ تَسْرِيَةً بِاِحْسَانٍ¹ مرد چوں ازداشتن بخوبی عاجز آمد گزاشتن بہ نیکی واجب گشت و در ادای این واجب اگر طلاق بالفعل نہد تفویض طلاق نیز کافی ست زیرا کہ مقصود آنست کہ زن از مضرت فتنۃ موهبا کا معلقہ² محفوظ ماند و این بہ سپردن طلاق بدست زن نیز حاصل ست یعنی زن را بنویسد کہ طلاق تو بدست تو نہادم ہر گاہ کہ خواہی خود راطلاق دہی و از قید نکاح من بدر آئی، نفعش آنست کہ زن مصلحت خود دیدہ کار خواهد بود فاداری شوہر صبر پیش گر فتن خواہ بنا چاری خواہش چارہ دگر جستن امانا از شوئے افتراق نشود نکاح با دیگر حرام بود قال اللہ تعالیٰ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ³ و در صورت ثانیہ زن بلاشبہ بزوج پیشین دادہ شود، فی رد المحتار عن شرح المجمع لابن ملک تحت قول الدر، غاب من امرأته فتزوجت بأخرو

¹ القرآن الکریم ۲۲۹/۲

² القرآن ۱۲۹/۳

³ القرآن الکریم ۲۴/۴

<p>اس نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اور اس سے اولاد ہو گئی پھر پہلا خاوند واپس آ گیا، کے تحت نقل کیا، جس کی عبارت یہ ہے کہ عورت پہلے خاوند کو بالاجماع واپس کی جائیگی، اور مہر پہلے خاوند نے جو مقرر کیا وہ پہلے خاوند کے ذمہ ہے اور دوسرے خاوند پر بھی مہر مثلاً ادا کرنا واجب ہے بشرطیکہ دوسرے نے اس عورت سے جماع کر لیا ہو، لیکن اگر نکاح ثانی میں مہر مثل سے کم مقرر ہو تو وہی واجب الادا ہوگا اس پر زائد واجب نہ ہوگا ورنہ مقررہ نہ ہونے یا مہر مثل سے زائد مقرر ہونے کی صورت صرف مہر مثل اور مقررہ سے جو بھی کم ہوگا وہی واجب الادا ہوگا، مہر اس لئے دینا ہوگا کہ اس کے بدلے شرمگاہ کو حلال کیا اور بیان کردہ مقدار اس لئے کہ اس ثانی نکاح کا فساد واضح ہو گیا اور نکاح فاسد میں بھی مہر کا حکم اسی طرح ہے، درمختار میں ہے کہ وطی کرنے پر نکاح فاسد میں مہر مثل واجب ہوتا ہے شرمگاہ میں وطی کے بغیر مہر واجب نہیں ہوتا اگرچہ خلوت کر چکا ہو، اور مہر مثل اور اگر وہ مہر مقررہ سے کم ہو تو مہر مثل واجب ہوگا کیونکہ مہر مقررہ کا فساد نکاح کے فساد پر ہو گیا (ملفوظاً) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم و علیہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)</p>	<p>ولدت اولاد، ثم جاء الزوج الاول مانصه. المرأة ترد الى الاول اجماعاً¹ ومهره في ذلك نكاح اول بستره بودند خود بر ذمه شوهر اول است و بریں دوم نیز مہر مثل لازم بشرطیکہ با این زن بہم آمدہ و جماعش کردہ باشد اما اگر کابینے در نکاح ثانی قرار دادہ اند کم از مہر مثل ست تا آنگاہ ہموں قدر دہند و برونیفر ایند ورنہ مہر مثل تمام و کمال لازم آید و زیادہ براں بھیج صورت واجب نشود گو مہر قرار دادہ ایشان زائد ازو باشد خلاصہ آنکہ ہرچہ از مہر مثل و مہر مستثنیٰ کم ست ہموں لازم بود، اما وجوب المہر فیہا استحل من فرجہا و اما ما ذکرنا من التقدير فلظہور فساد النکاح و هذا هو حکم المہر فی النکاح الفاسد فی الدر المختار یجب مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطی فی القبل لا بغیرہ کالخلوة لحرمة وطئہا ولم یزد علی المسی لرضاہا بالخط ولو کان دون المسی لزم مہر المثل لفساد التسمیة بفساد العقد² بالالتقاط۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم و علیہ جل مجدہ اتم واحکم۔</p>
---	---

مسئلہ ۱۰۸: از بنگال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر عرصہ چار سال سے

¹ رد المحتار فصل فی ثبوت النسب دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۳۱/۲

² در مختار باب المہر مطبع مجتہبی دہلی ۲۰۱/۱

مفقود الخبر ہے اس کی حیات و موت کی کچھ خبر نہیں ملی اور وہ گھر میں اپنی بی بی کو خورد و نوش بھی نہیں دے گیا ہے اور ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑ گیا ہے جس سے اس کی بیوی کی گزراوقات ہو، اور اس بی بی کو کہیں سے قرض دام بھی نہیں ملتا ہے، اور وہ بی بی کوئی حرفہ یا پیشہ نہیں جانتی ہے جس سے گزراوقات ہو یا یہ کہ اس وقت مفقود کی بیوی ایسی ہے کہ انواع انواع کی تکلیف میں مبتلا ہے اور نیز خوف زنا بھی ہے، تو ایسی صورت میں اس کو نکاح ثانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو بلاعدت گزارے اور بلاحکم قاضی یا حاکم مسلم کسی مولوی یا کم علم سے کہہ دینے سے نکاح دوسرا کر سکتی ہے یا نہیں؟ یا عدت بھی گزارے گی؟ اور عدت کب سے گزارے گی؟ یا اس روز سے عدت محسوب ہوگی کہ جس روز سے شوہر مفقود ہوا ہے؟ یا جس روز سے قاضی نے حکم تفریق نکاح کا کیا ہے؟ اور جو شخص فتویٰ اس بات کا لکھے کہ بلاعدت گزارے یا بلا تفریق قاضی نکاح ثانی ہندہ خود کرے اور یہ کہے کہ جب بعد انقضائے ۴ سال موافق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مفقود اموات میں شمار ہوا اب اگر قاضی تفریق کرے گا اور مردہ کے واسطے عدت ہے نہ فسخ نکاح، اور جس حالت میں یہ چار سال گزر چکے اب اسے عدت کی ضرورت نہیں، اس بناء پر ہندہ کا نکاح بلا تفریق کرائے قاضی اور بلاعدت پوری کرنے وفات کے کسی دوسرے سے کرا دے تو وہ فتویٰ دینے والا مرتکب حرام ہوا یا نہیں اور یہ نکاح ثانی جائز ہوا یا نہیں اور ایسے فتویٰ لکھنا اس کو درست ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

نکاح ثانی حرام ہوا، اور ایسا فتویٰ دینا حرام ہے، ایسے مفتی کو بند کرنا واجب ہے، چار برس گزرنے پر بطور خود نکاح کر لینا کسی امام کا مذہب نہیں، امام مالک نے کہ چار برس رکھے ہیں، یوں کہ عورت قاضی شرع کے حضور نالاش کرے وہ بعد ثبوت اپنے یہاں سے آج سے چار برس کی مہلت دے اس سے پہلے اگر بیس برس گزر گئے ہیں اصلاً معتبر نہیں اور ہمارے مذہب میں عورت پر انتظار فرض ہے یہاں تک کہ شوہر کی عمر سے ستر برس گزر جائیں، اگر پچاس برس کی عمر میں مفقود ہوا ہے تو بیس برس انتظار کرے اور ساٹھ برس کی عمر میں دس برس، اس کے بعد اس کی موت کا حکم دیا جائے، اور عورت چار مہینے دس دن عدت کرے پھر دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے، یہی مذہب امام شافعی کا ہے اسی طرف انہوں نے رجوع فرمائی، اور یہی قول امام احمد کا ہے، اور دوسرا قول مثل امام مالک ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اس سوال کی ہولناک باتیں کہ نہ وہ چھوڑ گیا نہ اس کے پاس کچھ ہے نہ کچھ حرفہ کر سکتی ہے نہ کہیں سے قرض مل سکتا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ تمام ذرائع رزق بند ہیں مگر یہ قرآن کے خلاف، رزق اللہ پر ہے نہ کہ شوہر پر علی اللہ رزقہا¹ نہ کہ علی الزوج وَ مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ

¹ القرآن الكريم ۶/۱۱

مَعْرَجًا ۱ وَيَزِدُّهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۲ اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی پہنچائے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔ صد ہا نہیں ہزار ہا وہ ہیں کہ ان کے شوہر زندہ بیٹھے ہیں اور انہیں معلق چھوڑ رکھا ہے، نہ روٹی کپڑا دیتے ہیں نہ حقوق زوجیت ادا کرتے ہیں، اب انہیں بھی اجازت دے دو کہ شوہر زندہ بیٹھا ہے اور طلاق ہوئی نہیں جس سے چاہیں نکاح کر لیں یعنی خوف زنا سے بچنے کے لئے واقعی زنا کرو۔ خوف زنا سے بچنے کا علاج حدیث میں کثرت روزہ فرمایا ہے:

اور جو قدرت نہ رکھے اس پر روزہ لازم ہے کیونکہ اس کے لئے شہوت کور و کنتا ہے (ت)	ومن لم يستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء ۲۔
--	---

اور فرمایا:

جو پارسائی چاہے گا اللہ اسے پارسا بنا دے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	ومن استغف اعفہ اللہ ۳۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
---	---

مسئلہ ۱۰۹: مرسلہ مولوی نظر محمد صاحب پیش امام جامع مسجد منگانہ ضلع رتھک کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی گمشدہ ہے اور اس کے مرنے کی کوئی معتبر سند نہیں اور نہ کسی نے دیکھا صرف یہ ہوا کہ ہسپتال میں سکھ تھا یعنی زیر علاج تھا وہ اپنے کپڑے چھوڑ کر گم ہو گیا انگریزوں نے یہ مشہور کر دیا کہ وہ مر گیا اور مرا کسی نے نہیں دیکھا اب اس کی بیوی سے دوسرا شخص نکاح کر سکتا ہے یا نہیں عرصہ آٹھ ماہ سے گم ہے، اور کتنے عرصہ کے بعد نکاح درست ہوگا، اور اب جو شخص اس عورت کا نکاح پڑھا دے گا اور گواہ، ان کے اوپر کیا الزام آئے گا؟ اس کی پوری پوری بمعہ حوالہ کتب تصریح فرمادیں اور جو الزام آئے گا ان پر اس سے بری ہونے کا کیا راستہ ہوگا؟

الجواب:

اگر تحقیق ہو جائے کہ وہ ہسپتال میں یا کہیں اور مر گیا تو عدت کے بعد عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور اگر موت ثابت نہ ہو تو جب اس شخص کی پیدائش سے ستر برس گزر جائیں یا زندہ ہوتا تو جس وقت ستر برس کا ہو جاتا اس وقت تک اگر اس کی موت و حیات کا پتہ نہ چلے تو اس وقت اس کی موت کا حکم دیا جائے اور عدت کے بعد

¹ القرآن الکریم ۳/۶۵

² مسند امام احمد بن حنبل مروی از عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱/۲۲۳

³ سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ باب الاحاف فی المسئلة نور محمد کارخانہ کتب کراچی ۱/۳۶۳

عورت نکاح کر کے گی ورنہ حرام حرام حرام، اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے: **وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ**¹ (اور خاوند والی حرام ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰: از لالت پور مسئولہ محمد بخش، کریم بخش سوداگران ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کی ماں اور سوتیلی باپ نے کر دیا تھا بعدہ لڑکی کا شوہر فوج میں نوکر ہو کر چلا گیا آٹھ سال سے زائد عرصہ ہوا اور چھ سال سے اس نے نہ کوئی خط بھیجنا نہ خرچہ متواتر بھیجے مگر اس کا پتا نہیں کہ مر گیا یا زندہ ہے اور اب لڑکی بالغ ہو گئی ہے اس کے ماں باپ خرچ برداشت نہیں کر سکتے خود لڑکی اور اس کے والدین دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہیں لہذا دوسرا نکاح جائز ہو گا یا نہیں اور اگر پہلا شوہر واپس آجائے تو کیا حکم ہے؟ بینوا تو جو را۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں جس سے نکاح کیا گیا اگر وہ اس لڑکی کا کفو شرعی تھا یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہ تھا کہ اس سے نکاح ہونا اولیائے دختر کے لئے باعث ننگ و عار ہو جیسا کہ یہی ظاہر سوال ہے تو نکاح صحیح ہو گیا اور جبکہ لڑکی نے بفرہ بلوغ اختیار بلوغ کا استعمال نہ کیا جیسا کہ یہی مفاد سوال ہے تو اب نکاح لازم ہو گیا، عورت پر فرض ہے کہ اتنی مدت انتظار کرے کہ شوہر اگر زندہ رہے تو ستر برس کامل کا ہو جائے اس وقت تک اگر اس کی موت و حیات کا پتا نہ چلے اس کی موت کا حکم کیا جائے گا پھر عورت چار مہینے دس دن عدت بیٹھے اس کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے ورنہ نہیں، پھر اگر اتنی مدت گزر گئی اور عورت نے بعد عدت نکاح کر لیا اسکے بعد شوہر اول واپس آیا تو اپنی عورت کو شوہر دوم سے لے گا اور دوم سے اگر اولاد ہو چکی ہے تو وہ اولاد دوم ہی کو دلائی جائے گی صرف عورت شوہر اول کو ملے گی، رد المحتار میں ہے:

لو عاد حیاً بعد الحکم ببوتہ قال طرأیت المرحوم اباً السعود نقل عن زوجته له والاولاد للثانی ² ما فی ش. لکن فی الہندیۃ عن التاتارخانیۃ انه ان عاد زوجہا حیاً بعد ماضی المدۃ فهو احق	اگر قاضی کے فیصلہ کے بعد پہلا خاوند واپس آجائے تو طحاوی نے فرمایا: میں نے مرحوم ابو سعود کو نقل کرتے ہوئے پایا کہ وہ عورت پہلے خاوند کی بیوی ہوگی اور دوسرے سے اولاد ہو تو وہ دوسرے کی ہوگی، شامی کا بیان ختم ہوا، لیکن ہندیہ میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ اگر قاضی کی طرف سے مقررہ مہلت ختم
---	---

¹ القرآن الکریم ۲۴/۴

² رد المحتار کتاب المفقود دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۳۲/۳

ہونے کے بعد خاوند واپس آئے تو وہی بیوی کا حقدار ہے اور اگر بیوی نے اس صورت میں دوسرا نکاح کر لیا تو پھر پہلے خاوند کو استحقاق نہیں ہے، اقول (میں کہتا ہوں) ردالمحتار کے قول کی وجہ یہ ہے کہ خود بیوی نے خاوند کے فوت ہو جانے کا گمان کر کے نکاح کیا تو اب پہلے خاوند کی واپسی پر معلوم ہوا کہ زندہ ہے تو اس صورت میں غلط گمان پر مبنی کارروائی ہے لہذا معتبر نہ ہوگی جبکہ وہ عورت خاوند (زید) کی منکوحہ ہے تو عمر و کے لئے کیسے بیوی بن سکتی ہے، اور دوسرے قول یعنی ہندیہ والے قول کی وجہ یہ ہے کہ یہاں قاضی کے فیصلہ موت کے بعد کارروائی ہے جو کہ شرعی حکم اور مقررہ مہلت ختم ہونے کے بعد دوسرے نکاح کے لئے حلال قرار دینے پر کارروائی ہے تو یہ شرعی فیصلہ کا عدم نہ ہوگا جیسا کہ قاضی کا فیصلہ کا عدم نہیں ہوتا بلکہ اس سے اولیٰ تر محفوظ ہوگا حالانکہ تاتار خانیہ میں تصریح ہے کہ اگر قاضی کے حکم کے بعد ابھی دوسرا نکاح نہ ہو تو پہلا خاوند ہی حقدار ہوگا، اگر مہلت گزرے بغیر محض قاضی کے حکم موت کو ہی قطعی فیصلہ قرار دیا جاتا تو پھر پہلے خاوند سے تفریق شرعی ہو جاتی تو ایسی صورت میں پہلا خاوند کیسے حقدار قرار پاتا، اس کی تنقیح کر لی جائے اور کتب کی طرف مراجعت چاہئے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

بہا وان تزوجت فلا سبیل له علیہا^۱ اقول: وجہ الاول ان تزوجها کان بطن موتہ وقد بان حیاً ولا عبرة بالظن البین خطؤ وہی محصنة زید فکیف تسلم لعمر و وجہ الثانی ان الشرع حکم بموتہ بعد مضي المدة وحلها للزواج فلا ینقض قضاء الشرع کما لا ینقض قضاء القاضی بلا اولیٰ لکن قد صرح فی التاتارخانیة انه ان عاد حیاً ولم تتزوج فهو احق بہا. فلو کان حکم الشرع بموتہ حتماً مقضیاً لکان الشرع فرق بینہما فکیف یکون احق بہا فلیحذر و لیراجع، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲۱۱: از کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ مسؤلہ ابو یوسف محمد شریف ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دس پندرہ سال کی عمر میں ملازم ہو کر کہیں چلا گیا، بیس پچیس سال اس کی تلاش کرتے رہے، کچھ پتانہ چلا پچیس سال گزرنے کے بعد اس کی زوجہ نے نان نفقہ ضروریات سے تنگ آ کر ایک حنفی عالم سے فتویٰ لے کر ایک حنفی شخص حافظ قرآن کے ساتھ نکاح کر لیا، آج بیس سال اس کو نکاح کئے ہوئے اور زید کو گم ہوئے سینتالیس سال ہو گئے ہیں، اب حافظ موصوف کے گھر اس عورت کے بطن سے تین چار لڑکیاں بھی پیدا ہوئیں، اب ایک حنفی عالم نے فتویٰ دیا ہے کہ حافظ صاحب موصوف کا یہ نکاح بالکل ناجائز ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا ہرگز درست نہیں اور ایک عالم حنفی المذہب ان کے

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب المفقود نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۳۰۰

پیچھے نماز درست بتاتے ہیں اور مطابق تحقیق شامی و دیگر فقہاء رحمہم اللہ امام مالک کی روایت پر عمل کر لینا بوقتِ ضرورت جائز سمجھ کر نکاح بھی جائز قرار دیتے ہیں، پس آپ اس امر کا فیصلہ فرمائیں:

(۱) کیا حافظ صاحب کا نکاح کسی صورت جائز قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) کیا حنفی کسی وقت کسی حالت میں بھی کسی دوسرے مذہب کی روایت پر عمل نہیں کر سکتا، اگر نہیں کر سکتا تو عبدالحلیم لکھنؤی نے عمدۃ الرعایہ میں جو لکھا ہے کہ اتفاقاً دوسرے مذہب کی روایت پر عمل کر سکتا ہے اس کا کیا مطلب ہے، اور اگر کر سکتا ہے تو یہ نکاح کیوں ناجائز ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب:

مذہب ائمہ حنفیہ و جمہور ائمہ کرام میں زنِ مفقود پر انتظار فرض ہے یہاں تک کہ اتنا زمانہ گزر جائے کہ عادتاً موت مفقود مظنون ہو اور اس کی تقدیر مفتی بہ مؤید بحديث صحیح یہ ہے کہ روز ولادت مفقود سے ستر سال گزر جائے، امام مالک رضی اللہ عنہ بھی دربارہ مال مفقود یہی حکم دیتے ہیں مگر دربارہ زنِ خلاف کرتے ہیں پھر بھی ہر گز یہ ان کا مذہب نہیں جو آج کل کے جہاں بلکہ بعض مدعیان علم نے سمجھ رکھا ہے کہ مفقود ہوئے چار برس گزرے اور عورت بطور خود نکاح کر لے بلکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ زنِ مفقود قاضی شرع کے حضور مرافعہ کرے قاضی بعد تحقیق روز مرافعہ سے چار برس کی مہلت اپنی طرف سے دے، عورت یہ دن گزارے، اس کے بعد پھر مستغیث ہو اور قاضی بعد تحقیق تفریق کرے، اسکے بعد عورت عدت بیٹھے پھر نکاح کر سکتی ہے، خود امام مالک نے اپنی کتاب مدونہ میں اس کی تصریح فرمائی اور صاف ارشاد فرمایا کہ مرافعہ سے پہلے اگرچہ بیس برس گزر گئے وہ اصلاً شمار میں نہ آئیں گے، آج سے چار برس لئے جائیں گے، حنفی وقت تحقیق ضرورت صحیحہ اس پر عمل کر سکتا ہے نہ یہ کہ اپنی ایک اختراعی بات پر کہ ہر گز امام مالک کا بھی مذہب نہیں، چلو اور مذہب امام مالک پر عمل کا نام لو، اس کی نظیر یہی ہے کہ مذہب حنفی میں زنِ عنین کے لئے حکم ہے کہ قاضی کے حضور مرافعہ کرے قاضی بعد تحقیق اپنی طرف سے ایک سال کامل کی مہلت دے، جب سال گزر جائے اور مطلب حاصل نہ ہو عورت پھر مرافعہ کرے، قاضی بعد تحقیق شوہر کو طلاق دینے کی ہدایت فرمائے، اگر وہ نہ مانے عورت سے پوچھے تو اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے یا شوہر کو؟ اگر وہ فوراً اپنے نفس کو اختیار کرے قاضی ان میں تفریق کر دے، عورت عدت بیٹھے اور اب جس سے چاہے نکاح کر لے، تاہم قاضی سے پہلے اگر بیس برس گزر گئے ہیں ان کا اصلاً لحاظ نہ ہوگا آج سے ایک سال کامل لیا جائے گا۔ کیا اگر کسی عنین کی عورت بطور خود وقت نکاح سے سال بھر کے بعد اسے چھوڑ کر چل دے اور دوسرا نکاح کر لے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس نے مذہب حنفی پر عمل کیا، کیا اس کا یہ نکاح جائز واقع ہوا، حاشا (ایسا نہیں۔ ت) و نسأل اللہ العفو والعافیۃ ان تمام مسائل کی تحقیق ہمارے فتاویٰ اور رسالہ اللواء المعقود لبیان حکم امر القوم بوجوبہم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب النسب (نسب کا بیان)

مسئلہ ۱۱۳: ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بیوہ عورت کو لا علمی میں معتبر و نیکبخت جان کر اس کے ساتھ نکاح کیا اور بعد پانچ ماہ کے اس عورت کے بطن سے ایک لڑکی زندہ پورے دنوں کی سی یعنی اس بچی کے کسی عضو میں کسی طرح فرق نہیں ہے پیدا ہوئی اور جملہ عورات و مرد گمان کرتے ہیں کہ ایسا بچہ نکاح کرنے کے بعد پانچ ماہ کا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ حمل قیاساً نکاح کرنے سے پہلے کا معلوم ہوتا ہے اور عورت کا یہ بیان ہے کہ یہ حمل میرے شوہر کا ہے اور زید یعنی خاوند کو کوئی آثار بعد نکاح ڈیڑھ ماہ تک نہیں معلوم ہوئے جب اس عورت نے بیان کیا تو معلوم ہوا، اس صورت میں زید اس عورت کو چھوڑ دے یا رہنے دے، اور اگر اپنی بدنامی کا خیال کر کے چھوڑ دے تو دین مہر اس عورت کا ذمہ زید واجب الادا ہے یا نہیں، اور نکاح عورت سے رہا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

عورت جو دعویٰ کرتی ہے کہ یہ حمل اسی شوہر سے تھا اگر یوں کہتی ہے کہ اس کی پیدائش سے چھ مہینے پہلے نکاح ہو گیا تھا، یا چھ مہینے سے زائد بتائے اور اس کے ساتھ قسم بھی کھائے تو اس کا قول معتبر ہوگا اور یہ لڑکی اسی شوہر کی ٹھہرے گی اور نکاح میں اصلاً خلل نہ آئے گا شوہر اس کی پیدائش اور عورت کے ساتھ اپنے نکاح میں چھ مہینے سے کم فاصلہ بتایا کرے اصلاً نہ سنا جائے گا اگر اپنے بیان پر گواہ بھی دے گا مسموع نہ ہونگے

بلکہ یوں قرار دیں گے حنفیہ نکاح تو اس عورت کا ہو لیا تھا جس کا عورت دعوٰی کرتی ہے اور اس کے بعد علانیہ نکاح آپس میں پھر کیا جس کا بیان شوہر اور اس کے گواہ کرتے ہیں، درمختار میں ہے:

<p>اگر معتدہ کا بچہ پیدا ہو پھر خاوند بیوی میں مدت حمل میں اختلاف ہو عورت کہے چھ ماہ مکمل ہو گئے ہیں کہ تو نے مجھ سے نکاح کیا ہے، اور خاوند چھ ماہ سے کم مدت کا دعوٰی کرے تو اس صورت میں بیوی کی بات بلا قسم معتبر ہوگی، صاحبین کے نزدیک عورت سے قسم لی جائے اور بچہ اس شخص کا قرار پایگا تاکہ عورت کا معاملہ اصلاح پر رہے اھ ملخصاً۔ (ت)</p>	<p>لو ولدت فاختلفا فی المدۃ فقالت المرأۃ نکحتنی منذ نصف حول وادعی الاقل فالقول لها وقال تحلف والو لدابنہ حملالہا علی الاصلاح^۱ اھ ملخصاً۔</p>
---	---

ردالمحتار میں ہے:

<p>خاوند اور اس کے ورثاء کی طرف سے بیوی کے نکاح کے متعلق تاریخ پر گواہی نہ لی جائے گی کہ خاوند سچا ہے کیونکہ معنی یہ شہادت نفی پر ہے جو مقبول نہ ہوگی، اور نسب کے اثبات کے لئے بقدر امکان حیلہ کیا جانا چاہئے اور وہ یہاں موجود ہے ہو سکتا ہے کہ پہلے پوشیدہ طور پر قلیل مہر کے ساتھ نکاح کیا گیا ہو (جیسے بیوی کہتی ہے، اور بعد میں لوگوں کو مطلع کرنے کے لئے اعلانیہ زیادہ مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کیا ہو) جیسے کہ ورثاء اور گواہ کہتے ہیں) اور بہت دفعہ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ (ت)</p>	<p>لاتسمع بینتہ ولا بینتہ ورثتہ علی تاریخ نکاحہا بما یطابق قوله لانہا شہادۃ علی النفی معنی فلا تقبل، والنسب یحتال لاثباتہ مہما مکن والا مکان ہہنا بسبق التزوج بہا سراً بمہر یسیر وجہراً باکثر سبعة ویقع ذلک کثیراً^۲۔</p>
---	---

اس صورت میں اگر زید عورت کو چھوڑ دے گا تمام وکمال مہر جتنا بندھا تھا لازم آئے گا اور اگر عورت مذکورہ قسم بیان نہیں کرتی بلکہ اسی نکاح کے بعد جسے پیدائش دختر تک چھ مہینے نہ گزرے تھے حمل رہنا کہتی ہے یا پیش از نکاح مانگی ہے یا کچھ نہیں کہتی صرف یونہی دعوٰی کئے جاتی ہے کہ یہ دختر اسی شوہر سے ہے تو اس کا کہنا ہر گز مسموع نہ ہوگا اور یہ لڑکی اس شوہر سے ہر گز نہیں شہر سکتی کہ بچہ چھ مہینے سے کم پیٹ میں نہیں رہ سکتا نہ شوہر اول کی ٹھہر سکتی ہے کہ حسب بیان سائل اس کی موت کو چار برس سے زیادہ گزر چکے تھے جب لڑکی پیدا ہوئی اور کوئی بچہ دو برس سے زیادہ پیٹ میں نہیں رہتا، مگر لڑکی ولد الزنا بھی نہ کہی جائیگی

^۱ درمختار فصل فی ثبوت النسب مطبعت مجتہبی دہلی ۲۶۲/۱

^۲ ردالمحتار فصل فی ثبوت النسب دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۲۷/۲

صرف مجہول النسب کہیں گے یعنی باپ معلوم نہیں نہ یہ کہ زنا سے ہونا معلوم ہے کہ ممکن ہے کہ اس شوہر موجود سے پہلے بیوہ نے خفیہ کسی اور سے نکاح کیا ہو یہ حمل اس سے رہا ہو یا کسی شخص نے دھوکے اور شبہ سے اس عورت کے ساتھ ہمبستری کی ہو یہ لڑکی اس جماع کی ہو، ان دونوں صورتوں میں لڑکی ولد الزنا نہ ہوگی، اور جب اس حمل کا زنا سے ہونا ثابت نہ ہو تو عورت کا نکاح اس شوہر موجود سے فاسد ہو گیا،

<p>اور باطل نہ ہوگا جیسا کہ بدائع، بحر، ہندیہ اور ردالمحتار کے کلام کا مفاد ہے اور جیسا کہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ پر ثبوت نسب کے باب میں اس کو بیان کیا ہے خصوصاً یہاں کیونکہ خاوند بیوی کے حمل پر مطلع نہ ہو جیسا کہ مسائل نے ذکر کیا ہے، لہذا یہاں قنہ اور مجتبیٰ کا کلام منطبق نہیں ہوتا۔ (ت)</p>	<p>ولایکون باطلا کما یفیدہ کلام البدائع والبحر والہندیۃ وردالمحتار کما بینا علی ہامشہ من باب ثبوت النسب لاسبیبا ہننا فان الزوج لم یکن عالمًا بحبلہا کما ذکر السائل فلا یتأتی ہننا کلام القنیۃ والمجتبی۔</p>
--	---

اب شوہر پر لازم ہے کہ عورت کو فوراً چھوڑ دے اس صورت میں اگر زید نے عورت سے صحبت یعنی خاص فرج میں جماع کیا تھا تو مہر مثل مہر مسٹی سے جو کم ہے وہ دینا آئے گا یعنی یہ دیکھیں گے کہ مہر بندھا کتنا تھا اور اس عورت کا مہر مثل کیا ہے ان دونوں میں جو کم ہے وہ دیا جائے گا، ردالمحتار میں ہے:

<p>زیلی وغیرہ میں ہے کہ اگر منکوحہ نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچے کو جنم دے تو خاوند سے نسب ثابت نہ ہوگا کیونکہ نطفہ کا استقرار نکاح سے قبل ہوا، اور نکاح اس احتمال کی بنا پر فاسد قرار پائیگا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ نطفہ کسی دوسرے صحیح نکاح یا شبہ نکاح سے ٹھہرا ہو۔ (ت)</p>	<p>فی الزیلعی وغیرہ لو ولدت المنکوحۃ لاقل من ستۃ اشہر مذتزوجہا لم یثبت النسب لان العلق سابق علی النکاح ویفسد النکاح لاحتمال انہ من زوج اخر بنکاح صحیح او بشبہۃ^۱</p>
--	--

در مختار میں ہے:

<p>فاسد نکاح میں مہر مثل تب واجب ہوگا جبکہ خاوند نے شرمگاہ میں وطی کی ہو، وطی کے علاوہ کسی اور طریقہ سے مثلاً خلوت سے واجب نہ ہوگا، اور یہ مہر مثل</p>	<p>یجب مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطی فی القبل لا بغیرہ کالخلوة ولم یزد مہر المثل علی السمی ولو</p>
--	--

^۱ ردالمحتار فصل فی ثبوت النسب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۲

کان دون المسسى لزم مهر المثل ^۱ اھ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	مقرر کردہ مہر سے کم ہو تو مہر مثل ہی لازم ہوگا ھ لخصاً واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	---

مسئلہ ۱۱۳: از چاٹگام ملک بنگالہ مرسلہ شیخ اصغر علی محلہ قطب دیا ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ

ما تو لکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ کہ زن دوشیزہ راکہ ہنوز بجالہ نکاح کسے نیامدہ است فرزندے آمدزن میگوید کہ بخواب دیدم کہ مردے با من بہم شدو احتلام کردم و بار گرفتہ ام پس ازان ست دریں صورت قولش مقبول شود یا نہ و پسر را ولد الزنا دانند یا چہ؟ بینوا توجروا	آپ حضرات (رحمکم اللہ تعالیٰ) کا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ میں کہ ایک نوجوان کنواری لڑکی نے بچے کو جنم دیا ہے اور وہ یہ کہتی ہے کہ میں نے خواب میں ایک مرد کو اپنے ساتھ دیکھا جس کی وجہ سے مجھے احتلام ہوا اور یہ بچہ اس حمل سے پیدا ہوا ہے، کیا اس صورت میں اس لڑکی کی بات تسلیم کی جائے گی یا نہیں اور اس بچے کو ولد الزنا کہا جائے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا (ت)
---	---

الجواب:

ہچو سخنے بے معنی ہیچ گوئہ قابل پذیرائی نیست کہ بجماع خواب بار آور شدن محال عادی ست ہمچنانکہ پسر بے پدر بوجود آمدن فی میزان الامام العارف الشعرائی ان الولد لا یتخلق الا من ماء الرجل والمرأة معا و تخلق الولد من ماء واحد من خصائص عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام ^۲ اگر امثال اس دعاوی گوش قبول آید در فتنہ عظیمہ بر روی مسلمانان کشاید زنان بے قید ہرچہ خواہند کنند و ہنگام مواخذہ بہمچو اکاذیب واضحہ چنگ زند کہا قال الامام الاجل سیدنا مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیما ھوا ظہرو	ایسی بے معنی بات کسی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتی کہ خواب میں جماع کی وجہ سے حمل کا ٹھہرنا اور ایسے ہی بغیر باپ بچہ پیدا ہونا محال عادی ہے، امام عارف شعرائی نے میزان میں فرمایا کہ بچہ مرد اور عورت کے مشترکہ نطفہ سے پیدا ہوتا ہے اور صرف ایک کے نطفہ سے بچہ کا پیدا ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہی خصوصیت ہے، اگر ایسی بات تسلیم کر لی جائے تو مسلمانوں میں عظیم فتنہ پیدا ہو جائے اور عورتیں جو چاہیں کرتی رہیں گی اور مواخذہ کے وقت ایسے جھوٹ گھڑنا شروع کر دیں گی، جیسا کہ امام اجل سیدنا مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یعنی جن کا کسی انسان عورت سے نکاح کے بطلان کے متعلق
---	--

^۱ در مختار باب المہر مطبع جنتیائی دہلی ۲۰۱۱ء

^۲ المیزان الکبیری باب حکم الزنا مصطفیٰ البابی مصر ۱۵۹۲ء

زیادہ واضح اور ناپسندیدہ بات یہ ہے کہ جب کسی عورت کو حاملہ پایا جائے تو اس سے پوچھا جائے کہ تجھ سے کس نے قربت کی ہے تو وہ کہے کہ میرا نکاح جن سے ہوا ہے جس کی وجہ سے یہ حمل ہے مجھے یہ بات زیادہ ناپسند اس لئے ہے کہ اس کی وجہ سے اسلام میں عظیم فتنہ و فساد برپا ہو جائے گا، اس کو ابو عثمان بن سعید بن عباس نے کتاب الالہام والوسوسہ میں روایت کہا ہے انہوں نے یوں بیان کیا کہ مجھے مقاتل نے سعید بن داؤد زبیدی سے بیان کیا ہے اور اس میں ایک قصہ ہے جس کو سید احمد حموی نے غمز میں ذکر کیا ہے، بہر حال ایسی صورت میں اس عورت کو زانیہ اور بچے کو ولد الزنا کہا جائے یا نہ، بدائع کی روایت پہلے احمال یعنی عورت کو زانیہ اور بچے کو ولد الزنا قرار دینے کے لئے مفید ہے، درمختار میں ہے کہ اگر بانسہ طلاق والی معتدہ دوران عدت نکاح کرے اور نکاح کے بعد چھ ماہ سے قبل بچے کو جنم دے یا طلاق بانسہ کے دو سال بعد بچہ جنے تو وہ نسب نہ پہلے خاوند اور نہ دوسرے خاوند کے لئے ثابت ہوگا جبکہ نکاح صحیح قرار پائے گا اھ ملتقطاً، اس پر علامہ شامی نے کہا کہ یہ نکاح امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک صحیح ہوگا اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک فاسد ہوگا کیونکہ جب دوسرے خاوند کا

اقرب من هذا اعنى نكاح الجنى انسية انى اكره اذا وجدت امرأة حاملا قيل لها من زوجك قالت من الجن فيكثر الفساد في الاسلام بذلك رواه ابو عثمان بن سيد بن العباس الرازي في كتاب الالهام والوسوسة قال حدثنا مقاتل عن سعيد بن داؤد الزبیدی فذكره وفيه قصة اوردہ سيدي احمد الحموي في الغمز² لما آتته در بچو صورت زن رازانيه وپسر رازنازادہ گویند یا نہ روایت بدائع مفید اول ست في الدر المختار لو تزوجت معتدة بأئن فولدت لاقل من الاقل مذ تزوجت ولاكثر منها مذ بانث لم يلزم الاول ولا الثاني والنكاح صحيح³ اھ ملتقطاً. قال الشافعي صحيح اى عندهما وعند ابى يوسف فاسد لانه اذا لم يثبت من الثاني كان من الزنا. ونكاح الحامل من الزنا

¹ الميزان الكبرى، باب حكم الزنا مصطفى الباني مصر ۱۵۹/۲

² الاشباہ والنظائر بحوالہ ابو عثمان في كتاب الالهام والوسوسة احكام الجن ادارة القرآن كراچی ۸۳/۲-۸۳۳

³ درمختار فصل في ثبوت النسب مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۳/۱

نسب بھی ثابت نہ ہو تو حمل زنا سے ہوگا جبکہ زنا سے حاملہ کا نکاح امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک صحیح ہوتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہوتا ہے بدائع میں یونہی مذکور ہے اھ، اور امام زیلعی وغیرہ کی روایت دوسرے احتمال یعنی زانیہ اور ولد الزنا نہ کہنے کو مفید ہے جبکہ دلیل کے اعتبار سے بھی یہی زیادہ واضح ہے نیز ایسے عظیم معاملہ میں احتیاط کی خوبی بھی اسی میں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس عورت نے خفیہ نکاح کیا باشبہ میں اس سے کسی نے وطی کر لی ہو اور اب حیاء شرم کی وجہ سے وہ پردہ پوشی کر رہی ہو اور غلط بیانی سے کام لے رہی ہو اس لئے بچے مہبول (یعنی ایسا بچہ جس کا باپ معلوم نہ ہو) قرار دینا ہی مناسب ہے، ردالمحتار میں ہے کہ زیلعی وغیرہ میں ہے کہ اگر کسی منکوحہ نے نکاح کے بعد چھ ماہ پورے ہونے سے قبل بچے کو جنم دیا تو اس خاوند سے بچے کا نسب ثابت نہ ہوگا کیونکہ یہ نطفہ نکاح سے قبل کا ہے اور یہ نکاح فاسد قرار پائے گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ حمل کسی دوسرے شخص سے نکاح صحیح یا شبہ سے وطی کے ساتھ ٹھہرا ہو، انہوں نے اس سے قبل بدائع کا کلام نقل کر کے فرمایا کہ بحر میں بدائع کی اتباع کی ہے جبکہ مجھے بدائع کے کلام کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی کیونکہ ایسی صورت میں جب بچے کا نسب نہ پہلے خاوند سے ثابت ہو اور نہ ہی دوسرے

صحیح عندہما لاعندہ کما فی البدائع¹ اور روایت امام زیلعی وغیرہ مفید ثانی ست وہمین است اظہر من حیث الدلیل و ہدیرین ست احتیاط جمیل در ہجو امر جلیل چہ می رسد کہ زن پنہانی عقد زن و شوئی باکسے بستہ یا بو طی شبہ بتلا گشتہ باشد حالاً بوجہ حیا تترمی پوشد بسختی باطل می کوشد آری مہول النسب خواندش یعنی پسرے کہ پدرش معلوم نیست ففی ردالمحتار فی الزیلعی وغیرہ لولدت المنکوحہ لاقول من ستۃ اشہر مذتزوجہا لم یثبت النسب لان العلوق سابق علی النکاح ویفسد النکاح لاحتمال انہ من زوج آخر بنکاح صحیح او بشبہۃ² و پیش از ان بعد نقل کلام بدائع فرمود تبعہ فی البحر ولم یظہر لی وجہ لانہ اذا لم یثبت من واحد منہما، علم انہ من غیرہما ولایلز م ان یکون من الزنا لاحتمال کونہ بشبہۃ، ولا یصح النکاح الا اذا علم انہ من زنا ففی الزیلعی وغیرہ الی آخرہ فلیتأمل³ اھ، واللہ سببخنہ وتعالی اعلم۔

¹ ردالمحتار فصل فی ثبوت النسب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۳۲

² ردالمحتار فصل فی ثبوت النسب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۳۲

³ ردالمحتار فصل فی ثبوت النسب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۳۲

سے، تو ظاہر ہے کہ دونوں کے علاوہ کسی غیر کا ہے اور وہ غیر ضروری نہیں کہ زنا ہو، ہو سکتا ہے کہ یہ حمل و طی بالشبہ کی وجہ سے ہوا ہو، اور یہ نکاح صحیح نہ ہوگا مگر جب معلوم ہو جائے کہ یہ حمل زنا سے ہے، پھر زلیعی وغیرہ کا گزشتہ کلام آخر تک ہے، پس اس میں غور کرنا چاہیے، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۵: ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ مجیدن ساکنہ بدایوں عرصہ ۲۲ سال ہوا کہ اپنے گھر سے بھاگ کر خدا معلوم کہاں کہاں رہی بعد دو برس کے معلوم ہوا کہ نوکری آیا گیری کر لی چنانچہ وہاں کا حمل بھی رہا اور دعوئی ایک انگریز پر اس حمل کا کیا پھر بریلی میں مسٹی اسد علی خاں سے ملاقات کر لی اور اس حمل کو اسد علی خاں کی یہاں وضع کیا، بعد وضع کے ایک ماہ اور رہی، اور پھر بچہ چھوڑ کر بھاگ گئی، اور نوکری آیا گیری کر لی، وہاں اسد علی خاں بھی پہنچے اور چند سال کے بعد وہیں انتقال کیا، وہ عورت بعد انتقال اسد علی خاں کے آوارہ پھرتی رہی اور کئی بچے پیدا ہو کر مر گئے، ان میں سے ایک لڑکا پندرہ برس کا اور ایک سال بھر کا موجود ہے، جس مدت میں کہ اس علی خاں سے ملاقات سے ملاقات تھی پردہ میں ہر گز نہیں رہی اس کے نکاح کا کوئی گواہ کامل نہیں، مگر میاں بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب اسد علی خاں کو بہت غیرت دلائی تو کہا کہ میں نے نکاح کر لیا ہے۔ چند امیاں بیان کرتے ہیں کہ میرے سامنے ہوا تھا اس کی عمر اس وقت تیس برس کی ہے اور بوقت نکاح کی دس برس کی تھی کیونکہ اس واقعہ کو بیس برس پورے ہو گئے تو ان کی شہادت بوقت نابالغی کی ہے اور جو لڑکا کہ پندرہ یا سولہ برس کا ہے اس کو اسد علی خاں کا بتاتے ہیں، پس اس صورت میں استفسار ہے کہ یہ عورت بدایوں والے خاوند کے نکاح میں رہی یا نہیں، اور مگر میاں جو اسد علی خاں کے قول کو نقل کرتے ہیں یہ نقل کرنا قول کا شہادت عقد کا کام دے سکتا ہے یا نہیں، اور چند امیاں شخص واحد نابالغ کی شہادت معتبر ہے یا نہیں اور وہ لڑکا جو اسد علی خاں کا بتاتے ہیں ان کا ہے یا نہیں، ہاں زمانہ قرار نطفہ ان کی حیات کا زمانہ ہے اور در صورت ثبوت نکاح کے وہ لڑکا وارث ترکہ اسد علی خاں کا ہے یا نہیں؟ فقط بینوا بسند الکتب توجروافی یوم الحساب۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں مجیدن بدستور اپنے شوہر بدایونی کے نکاح میں ہے کہ آوارگی و بدکاری مزیل نکاح نہیں،

ابوداؤد اور نسائی کی حدیث میں ہے خاوند

لحدیث ابی داؤد والنسائی

<p>نے کہا مجھے بیوی سے محبت ہے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تو اسے پاس رکھ لے، اور درمختار میں قننیہ سے منقول ہے فاجرہ بیوی کو طلاق دینا خاوند پر واجب نہیں ہے۔ (ت)</p>	<p>قال - انی احبھا قال فامسکھا¹ وفي الدر المختار عن القننیة لایجب علی الزوج تطلیق الفأجرة²۔</p>
---	---

اور شہادت مذکورہ ناکافیہ ہے کہ نکاح میں جب ایک گواہ معاینہ اور ایک اقرار بیان کرے تو یہ اختلاف شرعاً موجب رد شہادت ہے،

<p>خانہ پھر ہندیہ میں ہے جس کے متعلق گواہی دی جا رہی ہو وہ ایسا قول ہو جو فعل کے بغیر تام نہ ہو، مثلاً نکاح، تو وہاں گواہوں کا مکان یا زمان یا اس کے انشاء یا اقرار میں اختلاف ہو تو ان کی شہادت مقبول نہ ہوگی اھ، اور جامع الفصولین میں ہے اگر دو گواہوں کا کسی فعل کے متعلق اختلاف ہو کہ ایک نے انشاء اور دوسرے نے اقرار کی گواہی دی مثلاً جنایت یا اختلاف شہادت اس قول سے متعلق جو فعل پر تام ہو، مثلاً نکاح، تو ان کا یہ</p>	<p>فی الخانیة ثم الہندیة لو كان المشهور به، قولاً لا یتم الا بفعل، كالنکاح واختلف الشہود فی المكان والزمان او فی الانشاء والاقرار لا تقبل شہادتہم³ اھو فی جامع الفصولین لو اختلف الشاہد بان شہد احدهما علی الانشاء، والاخر علی اقرار فی فعل کجنایة او قول ملحق بالفعل کنکاح یمنع</p>
--	---

¹ سنن ابو داؤد کتاب النکاح آفتاب عالم پریس لاہور ۲۸۰/۱، سنن النسائی تزویج الزانیة ۱/۲ و باب ما جاء فی الخلع ۱۰۷/۲ انور محمد کارخانہ

تجارت کتب کراچی

² درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتہبی دہلی ۱۹۰/۱ و ۲۵۴/۲

³ فتاویٰ قاضی خاں فصل الشہادة التی تخالف الدعوی نوکسور لکھنؤ ۵۴۹/۳، فتاویٰ ہندیہ الباب الثامن فی الاختلاف بین الشاہدین نورانی

کتب خانہ پشاور ۵۰۹/۳

ف: سنن ابو داؤد کے الفاظ یوں ہیں: ان امرأتی لا تمنع ید لامس قال غربھا قال اخاف ان تتبعھا نفسی قال فاستمنع بہا، اور سنن النسائی ص ۷۰ پر بھی یہی الفاظ ہیں جبکہ ص ۷۱ پر الفاظ یوں ہیں: ان عندی امرأة ہی احب من الناس الی وہی لا تمنع ید لامس قال طلقھا قال لا اصبر عنھا قال استمنع بہا۔ نذیر احمد سعیدی

<p>قبول الشهادة¹ اہ ملخصاً وفيه من الفصل من اختلاف الدعوى والشهادة لو شهدا أحدهما بنكاح والاخر بأقرار به لا يقبل كغصب²</p>	<p>اختلاف شہادت کے قبول کرنے کے لئے مانع ہوگا اہ، ملخصاً، اسی میں فصل ۱۱ اختلاف دعویٰ و شہادت سے ہے کہ ایک نے نکاح اور دوسرے نے اس کے اقرار پر شہادت دی تو یہ مقبول نہ ہوگی جیسا کہ غصب میں بھی یہی حکم ہے۔ (ت)</p>
--	---

پس جبکہ شوہر کا فراش صحیح ثابت اور اسد علی خاں کے نکاح کا اصل ثبوت نہیں کہ بر تقدیر تزوج بحالت ناواقفی از نکاح غیر فراش فاسد حقیقی ٹھہر کر فراش صحیح حکمی پر رہنا، روایت مفتی بہا ماخوذ للامام الثانی مرئج رہی، کما حققه فی الدر المختار و اوضحه فی رد المحتار (جیسا کہ در مختار میں اسکی تحقیق کی ہے اور رد المختار میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ ت) تو حکم حدیث صحیح متواتر الولد للفراش وللعاهر الحجر (بچے کا نسب نکاح والے کے لئے ہے اور زانی کے لئے محرومی ہے۔ ت) وہ لڑکا شرعاً اسی بدایونی کا قرار پائے گا ما لم ینف لعاناً (جب تک لعان سے نسب کی نفی نہ کرے۔ ت) اسد علی خاں سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا کہ اس کا وارث ہو سکے واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۱۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت بعد وفات اپنے شوہر کے کس قدر ایام تک نکاح کرنے سے ممنوع ہے اگر درمیان عدت کے عورت مذکور کے ساتھ کوئی شخص نکاح کر لے تو وہ نکاح صحیح ہے یا نہیں اور اولاد جو نکاح مذکور کے بعد پیدا ہوگی وہ صحیح النسب سمجھی جائیگی یا کیسے؟ بینوا مع حوالۃ الكتاب۔

الجواب:

اگر حامل ہے تو وضع حمل تک ورنہ چار مہینے دس دن تک نکاح نہیں کر سکتی کما هو منصوص فی القرآن العزیز (جیسا کہ اس کے بارے میں قرآن کریم میں نص وارد ہوئی ہے۔ ت):

<p>وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا لَا تَرْتَدُّوا عَنْ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ فِي أَرْبَاعَةِ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا³۔</p>	<p>اور تم میں جو مریں اور یہیں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔ (ت)</p>
---	--

¹ جامع الفصولین فصل فی الاختلاف بین الدعوی والشہادت الخ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی ۱/۶۳-۱۶۳

² جامع الفصولین فصل فی الاختلاف بین الدعوی والشہادت الخ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی ۱/۱۶۵

³ القرآن الکریم ۲/۲۳۴

عدت کے اندر نکاح مطلقاً ناجائز ہے، ہاں اگر شوہر کو معلوم نہ تھا کہ دوسرے کی عدت میں ہے نادانستگی میں نکاح کر لیا تو اولاد صحیح النسب سمجھی جائے گی اور دانستہ اس حرام خالص کامر تکب ہو تو قنیہ و مجتہبی و بحر الرائق وغیرہا کا مقتضی یہ ہے کہ اولاد ولد الزنا ہو، ردالمحتار میں ہے:

<p>بحر میں مجتہبی سے ہے اگر غیر شخص کی منکوحہ یا معتدہ کو جانتے ہوئے کسی نے اس سے نکاح کے بعد جماع کیا تو اس سے عورت پر عدت لازم نہ ہوگی کیونکہ کسی نے بھی اس کو جائز نہیں کہا اس لئے یہ نکاح منعقد ہی نہ ہوگا اس لئے جان بوجھ کر ایسا کرنے والے پر زنا کی حد واجب ہوگی کیونکہ یہ زنا ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)</p>	<p>فی البحر عن المجتہبی ان نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدته فالدخول فیہ لایوجب العدة ان علم انها اصلا ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زنا کما فی القنیة وغیرہ¹۔</p>
---	--

مگر تحقیق یہ ہے کہ اس صورت میں حتی الامکان اولاد شوہر اول کی ٹھہرے گی جبکہ اس کی موت سے دوسرے کے اندر ہوئی ہو اور اگر دوسرے کے بعد ہوئی تو شوہر ثانی کی قرار دیں گے جبکہ نکاح دو طلی سے چھ مہینے بعد ہوئی ہو اور اگر اول کی موت کو دو سال کامل ہو چکے تھے، اور دوسرے کے نکاح دو طلی کو ابھی چھ مہینے نہ ہوئے تو اسے مہول النسب کہیں گے، فی البحر عن البدائع (بحر میں ہے بدائع سے منقول ہے۔ ت)

<p>یہ معلوم ہوتے ہوئے کہ یہ عورت غیر کی عدت میں ہے اگر کسی نے اس سے نکاح کر لیا تو نکاح ثانی فاسد ہوگا، پھر اگر وہ عورت بچہ جننے تو بچے کا نسب پہلے خاوند سے قرار دیا جائے گا اگر اس سے ثابت کرنا ممکن ہو، مثلاً یوں کہ پہلے خاوند کی طلاق یا اس کی موت سے دو سال کے اندر بچہ پیدا ہو تو نسب پہلے کا قرار دیا جائے گا۔ (ت)</p>	<p>فان علم وقع الثانی فاسد فان جاءت بولد فان النسب یتثبت من الاول ان امکن اثباته منه بان جاءت به لاقل من سنتین منذ طلقها الاول او مات²۔</p>
--	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>لیکن جب ایسا ممکن نہ ہو مثلاً بچے کی پیدائش طلاق بانہ سے دو سال بعد اور دوسرے نکاح سے چھ ماہ</p>	<p>اما ذالم یمنکن بان جاءت به لاکثر من سنتین مذ بانة ولستة اشهر</p>
---	---

¹ ردالمحتار باب العدة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۷/۲

² بحر الرائق باب ثبوت النسب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵۸/۳

مذتزوجت فهو للثانی كما فی البحر عن البدائع ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	پورے ہونے پر ہوئی تو اس صورت میں بچہ دوسرے کی طرف منسوب ہوگا جیسا کہ بحر میں بدائع سے منقول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	---

مسئلہ ۷۱۱: ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق بائن دی جو اس کے پاس بعد نکاح پندرہ روز رہی تھی مگر مرد نے خلوت اس کے ساتھ نہیں کی، دو اشخاص درمیانوں نے کہ جو پورے اس حال سے واقف تھے اسی روز رشوت لے کر دوسرے شخص سے نکاح اس عورت کا کر دیا، بعد ایک سال کے اس عورت سے ایک لڑکا پیدا ہوا، اس وقت خاوند کو معلوم ہوا کہ ایام عدت پورے ہونے سے پہلے نکاح ہو گیا تھا، اب وہ لوگ جنہوں نے اس شخص کا نکاح دھوکے سے کر دیا تھا کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں، عورت کا از روئے شرع شریف کے نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو کیا حکم کرانے والوں کے واسطے معہ زوجہ زوج کے اور اس لڑکے کے واسطے؟ آیا حرام ہے یا نہیں؟ فقط، بینوا توجروا۔

الجواب:

خلوت کے معنی یہ ہیں کہ مرد و عورت دونوں تنہا ایک مکان میں تھوڑی دیر اکٹھے ہوئے ہوں جہاں مباشرت سے کوئی مانع نہ ہو اگرچہ مباشرت واقع نہ ہو۔ اگر خلوت باین معنی ان مرد و زن میں نہ ہوئی تھی کہ مرد نے طلاق دے دی تو عورت پر اصلاً عدت لازم نہ ہوئی، اسی وقت اس سے نکاح کر لینا جائز تھا، اس تقدیر پر دوسرا نکاح کہ اس عورت نے کیا جائز ہوا، اور اولاد ولد الحلال ہے، ہاں اگر ایسی خلوت ہو گئی تھی اور پھر طلاق ہوئی اور عورت نے عدت نہ کی تو نکاح ثانی حرام قطعی ہوا اور جتنے لوگ اس سے واقف ہو نکاح ثانی میں شریک و ساعی ہوئے سب حرام عظیم میں مبتلا ہوئے، شوہر دوم کو اگر اطلاع نہ تھی کہ یہ عورت مطلقہ ہے اور ہنوز عدت نہیں گزری ہے بلکہ بعد ولادت پسر اطلاع ہوئی جیسا کہ بیان ساکل ہے جب تو یہ بچہ بلاشبہ ولد الزنا نہیں، اور اگر وہ بھی آگاہ تھا اور دانستہ اس امر کا مرتکب ہوا تو بھی بچہ حرامی نہیں، فرق اتنا ہے کہ پہلی صورت میں شوہر ثانی کا بچہ قرار پائے گا اور دوسری صورت میں شوہر اول کا۔ در مختار میں ہے:

^۱ رد المحتار فصل فی ثبوت النسب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۳۳

<p>بائنہ طلاق کی عدت والی نے نکاح کر لیا پھر اس نے بائنہ طلاق کے وقت سے دو سال کے اندر اندر دوسرے نکاح سے چھ ماہ کے بعد بچے کو جنم دیا، تو بدائع سے منقول ہے کہ یہ بچہ دوسرے کا ہوگا، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا عورت کا دوسرے نکاح کے لئے اقدام کرنا عدت ختم ہونے کی دلیل قرار دی جائیگی حتیٰ کہ اگر مرد و عورت دونوں کو معلوم ہو کہ عدت ابھی باقی ہے، تو یہ نکاح فاسد ہوگا، اور بچہ پہلے خاوند کا قرار دیا جائے گا، ملتقطاً، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>تزوجت معتدة بائن فولدت لاقول من سنتین مذبانة ولنصف حول مذتزوجت عن البدائع انها للثانی معللاً بان اقدامها على التزوج دليل انقضاء عدتها، حتى لو علمه بالعدة فالنكاح فاسد وولدها للاول¹ اھملتقطاً، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

مسئلہ ۱۱۸: ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو یہ کہہ کر نکال دیا کہ عورت خراب اور بدکار ہے، پس وہ عورت مذکورہ ایک مدت آوارہ طور پر پھراکی، اب زید نے اس عورت کو اپنے مکان میں لا کر رکھ لیا، مکان میں داخل ہونے کے تین ماہ بعد دختر پیدا ہوئی، اس صورت میں اول تو یہ کہ زید کا نکاح نکاح رہا یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ وہ لڑکی زید کی قرار دی جائے گی یا حرام کی؟ کیونکہ ایام آوارگی میں کبھی زید کے پاس نہیں آئی، اور اب زید نے جو اس عورت کو پھر رکھا ہے نکاح کرے یا نہیں؟ اور زید عورت کے نکال دینے پر اور پھر رکھ لینے پر ازروئے شریف مستوجب کسی سزا ہے؟

الجواب:

صرف نکال دینے سے زید کے نکاح میں کچھ فرق نہ آیا، لڑکی زید ہی کی قرار پائے گی اگرچہ ایام آوارگی میں یہ عورت کبھی زید کے پاس نہ آتی اور مکان میں واپس آتے ہی اسی دن لڑکی پیدا ہو جاتی۔

<p>رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بچے کا نسب نکاح والے سے ہوگا اور زانی کو محرومی ہے (ت)</p>	<p>قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الولد للفراش وللعاهر الحجر²۔</p>
--	--

¹ درمختار فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتہدی دہلی ۲۶۳/۱

² صحیح البخاری کتاب الفرائض باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۹۹/۲

زید کو دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں پھر رکھ لینے میں اس پر کوئی الزام نہیں، ہاں نکال دینا اگر بلاوجہ شرعی تھا تو گنہگار ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا دادا پٹھان تھا، دادی اور والدہ سیدانی۔ اس صورت میں زید سید ہے یا پٹھان؟ بینوا تو جروا

الجواب:

شرع مطہر میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے جس کے باپ دادا پٹھان یا مغل یا شیخ ہوں وہ انہیں قوموں سے ہوگا اگرچہ اس کی ماں اور دادی سب سیدانیاں ہوں، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے:

من ادعی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ یوم القیلة صرفا ولا عدلا ^۱	جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو نسبت کرے اس پر خود اللہ تعالیٰ اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے نہ نفل۔ مختصرًا۔
--	---

بخاری و مسلم والبوداؤد و ترمذی و نسائی و غیر ہم نے یہ حدیث مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی ہے، ہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت خاص امام حسن و امام حسین اور ان کے حقیقی بھائی بہنوں کو عطا فرمائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ٹھہرے پھر ان کی جو خاص اولاد ہے ان میں بھی وہی قاعدہ عام جاری ہوا کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں اس لئے سبطین کریمین کی اولاد سید ہیں نہ کہ بناتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کہ وہ اپنے والدوں ہی کی طرف نسبت کی جائیں گی، واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۰: از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ نواب پورہ مرسلہ نیاز اللہ خاں ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ حضور لامع النور عالم ظاہر و باطن و معقول و منقول جناب فیض مآب مفتی محمد احمد رضا خاں صاحب دام فیوضہم، عالیجاہ! عرض یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا مدت تک پھر اسی کی زندگی میں اس کی بیٹی سے بھی حرام کیا، یہاں تک کہ دس برس تک اسے گھر میں ڈال کر پردہ میں رکھ کر حرام کرتا رہا، چار بچے پیدا ہوئے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا، وہ پرورش پاگئے، اور یہ عورت منکوحہ جس کی یہ اولاد حرامی موجود ہے

^۱ المعجم الكبير حدیث مروی از عمرو بن خارجه المكتبة الفيصلية بيروت ۳۴/۱۷

دوسرے شخص کی منکوحہ تھی اس کے پاس سے بھاگ کر زانی کے پاس رہنے لگی، خاوند اس کو لینے آیا خلق بیان کرتی ہے کہ خاوند نے اس فعل کو دیکھ کر رادری کے سبب سے طلاق دے دی واللہ اعلم بالصواب والغیب عند اللہ اب وہ شخص زنا سے توبہ کر کے نکاح میں لانا چاہتا ہے، آیا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور در صورت ناجائز ہونے نکاح کے وہ عورت مع ان بچوں کے نکال دی جائے گی یا بچے اس سے وہ شخص پرورش کرنے کے لئے لے گا؟ بینوا تو جروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اگر شوہر نے اسے طلاق بھی دی ہوتا ہم زانی سے نکاح نہیں ہو سکتا جب یہ اس کی ماں سے زنا کر چکا، بیٹی ہمیشہ کو حرام ہو گئی،

در مختار میں مزنیہ اور جس عورت کو شہوت کے ساتھ مس کیا اور وہ جس کی شرمگاہ کے داخل حصہ کو شہوت سے دیکھا ہو ان عورتوں کے اصول و فروع حرام ہو جائیں گے اھ ملخصاً (ت)	فی الدر المختار حرم اصل مزنیة و مسوسة، والمنظور الی فرجھا الداخل و فروعھن ^۱ اھ ملخصاً۔
---	---

اور جبکہ معلوم ہے کہ اس زانی نے اب تک اس سے نکاح نہ کیا تھا اب زنا سے توبہ کر کے نکاح کرنا چاہتا ہے تو یہ بچے اس شخص کے کسی طرح نہیں ٹھہر سکتے بلکہ اگر شوہر نے طلاق نہ دی یا طلاق سے پہلے یا اس کے بعد چھ مہینے کے اندر تک یہ اولادیں پیدا ہوئیں تو سب شوہر ہی کی قرار پائیں گی اور زانی کے لئے پتھر۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بچے کا نسب نکاح والے سے ہوگا اور زانی کو محرومی ہے (ت)	قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الولد للفراش وللعاهر الحجر ^۲
---	---

اور طلاق سے چھ مہینے یا زائد کے عہ رجعی تھی اور بچہ اس وقت ہوا کہ عورت نے ہنوز عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا تھا یا اقرار ایسے وقت کیا تھا کہ اتنی مدت میں عدت کا گزر جانا محتمل نہیں یعنی امام کے نزدیک طلاق کو دو مہینے اور صاحبین کے نزدیک انتالیس دن^۳ نہ گزرے تھے یا اقرار وقت تو گزرنا محتمل تھا مگر بعد کو اس کا

عہ: مسودہ میں بیاض ہے۔

^۱ در مختار فصل فی المحرمات مطبع مجتہبی دہلی ۱۸۸/۱

^۲ صحیح البخاری باب الولد للفراش حرۃ کانت او امة قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۹۹/۲

کذب ظاہر ہوا کہ جو وقت اس نے انقضائے عدت کا بتایا تھا اس سے چھ^۱ مہینے کے اندر بچہ ہوا تو ان صورتوں میں پہلا بچہ جو بعد طلاق ہوا ہے علی الاطلاق شوہر ہی کا ٹھہرے گا طلاق سے بیس برس بعد پیدا ہوا کہ طہر کے لئے زیادت کی جانب کوئی حد مقرر نہیں، ممکن ہے کہ تین حیض تیس برس میں آئیں تو انقضائے عدت نہ فی نفسہ ثابت ہوا نہ عورت کے اقرار مقبول سے، لاجرم اس کا بیٹ میں رہنا ایام نکاح میں تھا یا زمانہ عدت میں ہر طرح نسب ثابت ہے کہ طلاق رجعی میں شوہر جب عدت کے اندر وطی کرے تو وہ حرام نہیں ہوتی بلکہ رجعت ہو جاتی ہے ولہذا عدت ہی میں حمل رہنا ثابت نہ ہوا بلکہ محتمل کہ طلاق سے پہلے کا ہو تو اس کی ولادت مثبت رجعت نہ ہوگی بلکہ مثبت انقضائے عدت ہوگی کہ وضع حمل کے بعد بقائے عدت کے کوئی معنی نہیں، اس صورت میں اور بچے جو اسی کی ولادت کے چھ مہینے یا زائد کے بعد پیدا ہوئے شوہر کے نہیں ٹھہر سکتے کہ ان کا بیٹ میں رہنا نہ ایام نکاح میں ہوا نہ زمانہ عدت میں، ہاں اگر دوسرا بچہ اس سے پہلے کی پیدائش سے چھ مہینے کے اندر ہو گیا تو یہ بھی شوہر کا قرار پائے گا کہ چھ^۱ مہینے سے کم میں دوسرے حمل کا بچہ نہیں ہو سکتا، لاجرم یہ اسی کے ساتھ تھا، اور اگر طلاق بائن تھی اگرچہ مغفل ہو اور عورت اپنے شوہر کی مدخلہ تھی اور اس نے ہنوز انقضائے عدت کے اقرار مقبولہ بمعنی مذکور کیا تھا کہ طلاق سے دو^۲ برس کے اندر بچہ ہوا تو بھی شوہر کا ٹھہرے گا کہ اس کا بیٹ میں رہنا ایام نکاح میں محتمل ہے، اور دوسرے کے بعد ہوا تو اب حمل زمانہ نکاح کا تو یقیناً نہ تھا نہ ایام عدت کا ٹھہرا سکتے ہیں کہ بے نکاح جدید عدت بائن میں قربت حرام ہے، اس صورت میں ناچار شوہر کا نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ اپنا ایک بچہ ہولیا تھا یہ دوسرا اس سے چھ^۱ مہینے کے اندر ہو گیا تو بوجہ سابق اسے بھی شوہر کا ٹھہرا دیں گے، بالجملہ اتنی صورتیں ہیں جن میں یہ بچے کل یا بعض شوہر ہی کے ٹھہریں گے اور ثابت النسب ہوں گے اور انہیں ولد الزنا کہنا ناجائز ہوگا، اور اگر بالفرض ان صورتوں سے کوئی شکل نہ پائی جائے تو غایت یہ کہ شوہر کے نہ ٹھہریں ولد الزنا یا مجہول النسب ہوں، بہر حال زانی کے کسی طرح نہیں ٹھہر سکتے نہ اسے ان پر کوئی استحقاق ودعویٰ۔ تنویر الابصار ودر مختار ورد المختار میں ہے:

رجعی طلاق کی عدت والی کے ہاں بچہ پیدا ہو تو نسب اسی خاوند کا ہوگا اگرچہ یہ بچہ طلاق سے دو سال، بیس سال یا بیس سال سے بھی زیادہ عرصہ میں پیدا ہوا ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نطفہ عدت میں ٹھہرا ہو اور عدت کے دوران طہر طویل ہوئے ہوں تا وقتیکہ

یثبت نسب ولد معتدة الرجعی وان ولدت لاکثر من سنتین ولو لعشرین سنة فاکثر لاحتمال امتداد طهرها وعلوقها فی العدة ما لم تقر بمضی العدة وكانت الولادة

عورت نے عدت ختم ہونے سے پہلے اقرار نہ کیا ہو اور بچے کی ولادت کو خاوند کا رجوع قرار دیا جائے گا اگر مطلقہ رجعی دو سال یا دو سال کے بعد بچہ جنم دے کیونکہ ممکن ہے کہ استقرار حمل عدت میں ہوا ہو (لہذا خاوند وطی کے ساتھ رجوع کرنے والا قرار پائے گا، نہر) اور دو سال سے کم مدت میں پیدائش ہو تو شک کی بنا پر خاوند کا رجوع ثابت نہ ہوگا (کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ حمل طلاق سے پہلے کا ہو) پھر اگر عورت نے عدت ختم ہونے کا اقرار کر لیا ہو اور وہ مدت بھی عدت کے ختم ہونے کا احتمال رکھتی ہو مثلاً امام اعظم کے قول پر ساٹھ دن اور صاحبین کے قول پر انتالیس ۳۹ دن گزر چکے ہیں پھر اس اقرار کے بعد بچہ کو جنم دے تو اس صوت میں بچے کا نسب پہلے خاوند سے ثابت نہ ہوگا مگر جبکہ اقرار کے وقت سے چھ ماہ کے اندر بچہ جنم دے تو نسب اسی سے ہی ثابت ہوگا کیونکہ اب یقیناً اقرار کے وقت وہ حاملہ تھی تو اس سے عورت کا اقرار جھوٹا ثابت ہو جائے گا اور یوں ہی اگر مطلقہ بانسہ یا جس کا خاوند فوت ہو جائے گا اور یوں ہی اگر مطلقہ بانسہ یا جس کا خاوند فوت ہوا ہو جب وہ عدت ختم ہو جانے کا دعویٰ کرے پھر دعویٰ کے چھ ماہ بعد بچہ کو جنم دے تو یہ نسب بھی پہلے خاوند کا نہ ہوگا اور اگر چھ ماہ سے کم مدت ہو تو احتیاطاً نسب پہلے خاوند کا ہوگا جیسا کہ بغیر دعویٰ بھی بانسہ طلاق والی میں نسب ثابت ہوتا ہے (خواہ ایک طلاق یا تین طلاق سے بانسہ ہوئی ہو اور اس نے عدت میں دوسرے سے نکاح کیا یا نہ کیا ہو، بحر) بشرطیکہ اس نے طلاق سے دو سال کے اندر

رجعة لوفی الاكثر منها اولتيا مہما لعلوقہا فی العدة (فیصیر فـ بالوطء مراجعاً نہر) لانی الاقل للشك (فان اقرت بانقضائها والمدة تحتمة بان تكون ستین یوما علی قول الامام وتسعة وثلثین علی قولہما ثم جاءت بولد لایثبت نسبه الا اذا جاءت بہ لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار فانه یثبت نسبه للتیقن بقیام الحمل وقت الاقرار فیظہر کذبہا، وكذا ہذا فی المطلقة البائنة والمتوفی عنہا اذا ادعت انقضائها ثم جاءت بولد لتبام ستة اشهر لایثبت نسبه، ولاقل یثبت کما یثبت بلا دعوة احتیاطاً فی مبتوتة (یشمل البت بالواحدة والثلاث تزوجها فی العدة اولاً بحر) جاءت بہ لاقل منها من

ف: قوسین کے درمیان والی عبارت ردالمحتار کی ہے جبکہ قوسین سے باہر والی عبارت تنویر اور در مختار کی ہے۔ نذیر احمد

وقت الطلاق لجوازہ وجودہ وقتہ ولم تقر بمضيها، کہا مر، ولولتہامہما لایثبت النسب الابدعوتہ لانہ التزمہ وہی شبہة عقد ایضاً والا اذا ولدت توأمین احدہما لاقل من سنتین والاخر لا کثر فیثبت لکن فی القہستانی الدعوة مشروطة فی الولادة لا کثر منہما وان لم تصدقہ المرأة فی الاوجہ فتح، ویثبت نسب ولد المقررة بمضيها لولاقل من اقل مدتہ من وقت الاقرار ولاقل من اکثرها من وقت البت للیقین بکذبها (استشکالہ الزیلعی بماذا اقرت بعد سنة مثلا ثم ولدت لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار ولاقل من سنتین من وقت الفراق فأنہ یحتمل بانقضائها ان تنقضی فی ذلک الوقت فلم یظہر کذبها بیقین الا اذا قلت انقضت عدتی الساعة ثم ولدت لاقل المدۃ من ذلک

بچہ کو جنم دیا ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ طلاق کے وقت اس کا حمل موجود ہو اور اقرار بھی نہ پایا گیا ہو جیسا کہ گزر چکا ہے اور اگر طلاق سے دو سال پورے ہو جانے کے بعد بچہ جنا ہو تو پھر اس کے دغوی کے بغیر نسب ثابت نہ ہوگا، کیونکہ زوج نے نسب اپنے اوپر خود لازم کر لیا اور یہ مشابہ عقد بھی ہے مگر یہ کہ عورت نے اس حمل سے دو بچے جنے یوں کہ ایک کو دو سال پورے ہونے سے قبل اور دوسرے کو دو سال کے بعد جنم دیا ہو تو اس صورت میں دغوی کے بغیر نسب ثابت ہو جائے گا لیکن قہستانی میں ہے اوجہ روایت کے مطابق دو سال کے بعد کی ولادت کی صورت میں دغوی شرط ہے اگرچہ عورت زوج کی تصدیق نہ کرتی ہو، فتح۔ ایسی عورت جس نے عدت گزر جانے کا اقرار کر رکھا ہو اور وہ اقرار کے وقت سے چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ کو جنم دے یا طلاق بائن کے وقت سے دو سال کے اندر بچہ کو جنم دے تو اس بچے کا نسب ثابت ہوگا کیونکہ اس صورت میں عورت کا جھوٹا ہونا یقینی ہے، اس پر زیلعی نے یہ اشکال پیدا کیا ہے کہ مثلاً جب عورت سال بعد عدت ختم ہونے کا اقرار کرے پھر وقت اقرار سے چھ ماہ کے اندر اور وقت فراق سے دو سال کے اندر بچے کو جنم دے تو ایسی صورت میں عدت کے ختم ہونے کا احتمال موجود ہے کہ عدت اسی وقت میں ختم ہوئی ہو تو عورت کا جھوٹا ہونا بطور یقین ثابت نہ ہوگا مگر اس صورت میں کہ جب وہ یوں کہے کہ میری عدت اب ختم ہوئی ہے پھر اس وقت سے چھ ماہ کے اندر بچہ کو جنم دے تو جھوٹا ہونا ظاہر

الوقت اه^۱ استظہرہ فی البحر، وقال يجب حمل
کلامہم علیہ کما یفہم من غایۃ البیان وتبعہ فی
النہر والشرب لالیۃ انتہت ملتقطاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
ہوگا اہ اس کو بحر میں ظاہر قرار دیا، اور کہا کہ فقہاء کے کلام کو
اس معنی پر محمول کرنا ضروری ہے جیسا کہ غایۃ البیان سے
سمجھا جا رہا ہے، اور نہر اور شرب لالیۃ میں اس کی پیروی کی ہے
انتہت ملتقطاً، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۲۳۱۲۱: از کوہ منصورى ڈاكنخانہ كلہڑى كام اپر انڈيا گيٹ مرسلہ كلیم اللہ صاحب ۳۰ جمادى الاولیٰ ۱۳۳۶ھ
اكتاب بہشتی زیور میں حصہ چہارم میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے اور ایک دن کم دو سال کے اندر بچہ
پیدا ہو تو وہ مرحوم خاوند کا مانا جائے گا، یہ مسئلہ شرع محمدی یا طب یا ڈاکٹری سے تحقیق ہے، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور اگر جائز ہے
تو کب سے ہے؟ یا کہ پرانا مسئلہ ہے یا اولیائے کرام سے جائز ہے؟
۲ دوسرے یہ کہ چار مہینے دس دن جو شرع سے قائم ہیں بعد عدت سے نکاح کرے تو بعد کو ایک سال یا ۹ مہینے کے بچہ پیدا ہوا تو
پہلے خاوند کا مانا جائے گا یا جس سے نکاح ہوا اس کا؟
۳ تیسرے یہ کہ وہ بچہ کو کسی حق ملکیت میں مستحق ہوگا پہلے باپ کی ملکیت میں یا دوسرے کی؟
۴ چوتھے یہ کہ بعض امام سلام پھیر کر سر پر ہاتھ رکھتے ہیں تو کس مصلحت سے رکھتے ہیں؟

الجواب:

کتاب بہشتی زیور نہ دیکھا کیجئے، اس کا دیکھنا حرام ہے، اس میں بہت سے مسائل غلط اور بہت باتیں گمراہی کی ہیں اس کے مصنف کو
تمام علمائے حرین شریفین نے بالاتفاق نام لے کر لکھا ہے من شك في كفره فقد كفر^۲ جو اس شخص مذکور کے کافر ہونے
میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

یہ مسئلہ یوں ٹھیک نہیں بلکہ اگر چار مہینے دس دن عدت کے گزار کر عورت نکاح کر لے اور نکاح سے چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہو کہ
موت شوہر سے دس مہینے دس ہی دن بعد ہوا ہرگز پہلے شوہر کا نہ ٹھہرے گا بلکہ اسی دوسرے کا ہے پہلے شوہر کے ترکہ سے اسے
کچھ نہ ملے گا، یہ دوسرا شخص ہی اس کا باپ ہے اگر یہ مرے گا تو وہ بچہ اس کا وارث ہوگا بلکہ اگر عورت دوسرے شخص سے نکاح نہ
بھی کرے صرف اتنا ہو کہ چار ماہ دس دن بعد وہ اپنی عدت

^۱ درمختار فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۲/۲۶۱، رد المحتار فصل فی ثبوت النسب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۳۶۲۳۶۲۳

^۲ درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۵/۳۵۶

گزر جانے کا اقرار کر چکی ہو اس کے چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہوا جب بھی ہرگز اس شوہر مردہ کا نہ ٹھہرے گا۔ درمختار میں ہے:

<p>اگر عورت موتِ زوج کے وقت سے چار ماہ دس دن عدت گزرنے کا اقرار کرے پھر وقت اقرار سے پورے چھ ماہ میں بچہ کو جنم دے تو بچے کا نسب ثابت نہ ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ حمل کا حدوث اقرار کے بعد ہوا ہو۔ (ت)</p>	<p>لواقرت بمضیہا بعد اربعة اشهر وعشرا فولاد ته لستة اشهر لم یثبت لاحتمال حدوثه بعد الاقرار¹ (ملخصاً)</p>
--	---

نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر ایک دعا پڑھنا حدیث میں آیا ہے کارڈ میں دعا لکھنے کی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵: از پہلی بھیت مرسلہ عثمان صاحب معرفت مولوی عبدالحق صاحب ۲۲ شوال ۱۳۳۶ھ

ہندہ سے اس کے شوہر نے پونے تین سال سے قربت نہیں کی اور اس زمانہ میں پونے تین سال ہندہ اپنے باپ کے یہاں رہی اور اس صورت میں کہ میکے میں سوائے باپ کے اور کوئی اس کا رشتہ دار نہیں تھا اور ماں بھی اس کی نہیں تھی اور نہ کوئی عورت اور اس کے پاس تھی، اب پونے تین سال کے بعد اس کے بچہ پیدا ہوا، ہندہ حلف سے اور قسم سے کہتی ہے کہ بچہ میرے شوہر کا ہے جس طرح چاہے اطمینان کر لو، اس زمانہ پونے تین سال میں اپنے شوہر یا اس کے خاندان والوں کو یا اپنے ماں باپ کے رشتہ داروں کو مطلع نہیں کیا حالانکہ دونوں طرف بچہ ہونے کی کمال تمنا تھی کیونکہ اس کے شوہر کی دوسری بی بی سے بھی نیز اس سے اور کوئی اولاد نہ تھی، ہندہ کہتی ہے کہ مجھ کو دو ڈھائی مہینے سے آثارِ حمل کچھ ظاہر ہوئے میں نے بوجہ اپنی سوت کے کسی سے اظہار نہیں کیا کہ مبادا سوت درپے آزار ہو مگر میں نے اپنے شوہر کو نیز اپنی چچی کو بلایا وہ میرے پاس نہیں آئی بچہ باپ کے یہاں پیدا ہوا، چوتھے روز شوہر کو بذریعہ تحریر مطلع کیا، ہندہ نے یہ بھی اپنی چچی سے کہا میری بینائی میں فرق آگیا ہے اور میرا جسم اکثر پکتا ہے، یہ اس کی حالت تھی، یہ اس کی چچی کا بھی بیان ہے اور ایام بھی بند تھے مگر گاہے کچھ معلوم ہو کر بند ہو جاتا تھا، جب ہندہ اور اس کے باپ نے بذریعہ تحریر شوہر کو اطلاع دی مولود کی، تب شوہر نے غم میں اس کا جواب تحریری بھیجا کہ عرصہ سے میرا اس سے تعلق نہیں لہذا وہ بچہ میرا نہیں ہے اور میرا اس سے تعلق نہیں ہے۔ اس کا جواب عبارات فقہاء و احادیث و تمثیلات سے فرمایا جائے فقط۔

¹ درمختار فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتبیٰ دہلی ۲۶۲/۱

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ بچہ شرعاً بلاشبہ اسی شوہر کا ہے اسے اس کا انکار جائز نہیں پونے تین درکنار تیس چالیس برس سے دونوں الگ ہوتے جب بھی بچہ اسی کا ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الولد للفراش وللعاهر الحجر¹ - بچہ نکاح والے کا ہے اور زانی کے لئے محرومی ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

قد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول یتزوج المغربی
بمشرقیة بینہما مسافة سنة فولدت لستة اشهر
مذتزوجہا لتصور کرامة واستخدامًا. فتح²۔
فقہاء کرام نے ثبوت نسب میں نکاح موجود ہونے کو کافی قرار
دیا اگرچہ جماع نہ پایا جائے، جیسے کوئی مغرب میں رہنے والا
شخص مشرق میں رہنے والی عورت سے نکاح کرے اور
دونوں کے درمیان سال بھر کی مسافت ہو اور اس عورت کے
ہاں وقت نکاح سے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو تو نسب نکاح والے
کا ہوگا کیونکہ کرامت اور استخدام کے طور پر یہ ممکن ہے اور
متصور ہے، فتح۔ (ت)

ہمارے ائمہ نے اکثر مدت حمل دو سال رکھی ہے کہ غالب یہی ہے اور فقہ میں غالب ہی کا اعتبار ہے نادر خصوصاً ایسا کہ صدہا سال
کروڑوں ولادتوں میں اس کا خلاف نہ مسموع ہو لحاظ نہیں کیا جاتا، امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں
ایک صاحب اپنی زوجہ کو وطن میں چھوڑ کر سفر کو گئے دو برس بعد واپس آئے تو عورت کو حاملہ پایا ایک مدت بعد بچہ ہوا قد نسبت تینتاہ
یشبہ ابہ اس کے اگلے چاروں دانت پیٹ ہی سے نکل چکے تھے صورت میں اپنے باپ سے مشابہ تھا فلما راہ الرجل قال ولدی ورب
العجب ان صاحب نے اس بچے کو دیکھا کہا خدا کی قسم میرا بچہ ذکرہ فی الفتح، وقال انما هو بقیام الفراش ودعوی الرجل نسبہ
³ اھ (اس کو فتح میں ذکر کیا ہے، اور فرمایا یہ تب ہے کہ نکاح موجود ہو اور زوج نسب کا دعویٰ کرے اھ۔ ت)

اقول: فی صدر الحدیث ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اقول: (میں کہتا ہوں کہ) حدیث کے شروع میں ہے کہ عمر
فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت کو رجم
ہم برجہا

¹ صحیح البخاری باب الولد للفراش حرۃ کانت او امة قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۹۹/۲

² در مختار فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتہدائی دہلی ۲۳۳/۱

³ فتح القدیر باب فصل فی ثبوت النسب نوریہ رضویہ ستمبر ۱۸۱/۳

<p>کرنے کا قصد فرمایا تو ان سے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اگرچہ آپ کو اس عورت پر قدرت ہے مگر اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس پر آپ کی قدرت نہیں، تو اس پر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورت کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس عورت نے ایسے بچے کو جنم دیا جس کے دانت نکل چکے تھے الخ توجب حضرت عمر فاروق نے اس عورت کے رحم کا ارادہ فرمایا تو اس وقت اس کا نکاح موجود تھا، تو ایسی صورت میں نسب کا دعویٰ کی ضرورت نہیں، تو درست یہی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ایسا واقعہ انتہائی نادر ہوتا ہے۔ جبکہ فقہ میں کثیر الوقوع کا اعتبار کیا جاتا ہے، اس پر غور کرو۔ پھر تھوڑی دیر بعد اللہ الحمد میں نے امام سرخسی کا نقل کردہ کلام دیکھا کہ آپ نے اپنی مبسوط میں اسی بات کی تصریح فرمائی جو میرے دل پر وارد ہوئی تھی، جب انہوں نے مذکورہ حدیث اور کچھ ایسے واقعات جن کا ذکر آ رہا ہے، کو بیان کر کے فرمایا ہمارے لئے احکام ظاہر عادت پر مبنی ہیں، جبکہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زائد عرصہ بچے کا رہنا انتہائی نادر واقعہ ہے۔ (ت)</p>	<p>فقال له معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان كان لك عليها سبيل فلا سبيل لك على ما في بطنها. فتركها حتى ولدت ولدًا قد نبتت¹ الخ فالفرش قد كان قائماً حين هم برجمها وهو لا يحتاج الى الدعوة فالصواب ان يشاء الله تعالى ان ذلك قد يقع بغاية الندرة والعبارة في الفقه الغالب فافهم، ثم بعد سويعة رأيت والله الحمد الامام السرخسي رحمه الله تعالى صرح في مبسوطه بما سبق اليه خاطر الفقير اذ قال بعد ذكر الحديث المذكور والاحكام تبتني على العادة الظاهرة وبقاء الولد في بطن امه اكثر من سنتين في غاية الندرة²۔</p>
---	---

دارقطنی و بیہقی اپنے اپنے سنن میں ولید بن مسلم سے راوی امام دارالہجرۃ عالم المدینہ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

<p>یہ ہیں ہماری ہمسائی محمد بن عجلان کی بی بی، یہ سچی عورت اور وہ سچے مرد، ان کے تین حمل بارہ برس میں ہوئے، ہر حمل چار سال میں۔</p>	<p>هذه جارتنا امرأة محمد بن عجلان امرأة صدق وزوجها رجل صدق حملت ثلثة ابطن في اثني عشرة سنة كل بطن في اربع سنين³۔</p>
---	---

¹فتح القدير باب ثبوت النسب مكتبة نوريه رضويه سكر ۱۸۱/۳

²مبسوط سرخسي باب العدة و خروج المرأة من بيتها دار المعرفة بيروت ۲۵/۶

³فتح القدير بحواله الدارقطني والبيهقي باب ثبوت النسب مكتبة نوريه رضويه سكر ۱۸۰-۱۸۱/۳

امام شمس الائمہ سرخسی مبسوط میں فرماتے ہیں:

<p>یعنی منقول ہوا کہ امام مفسر محدث ضحاک چار برس ماں کے پیٹ میں رہے، پیدا ہوئے تو اگلے چاروں دانت نکل چکے تھے، ہنستے معلوم ہوتے تھے اس لئے ضحاک نام رکھا گیا (یعنی بہت ہنسنے والے)، اور امام محدث عبدالعزیز ماجشونی بھی چار برس حمل میں رہے، اور بنی ماجشون کی عورتوں کی یہ عادت مشہور ہے کہ بچہ ان کے پیٹ میں چار برس رہتا ہے۔</p>	<p>قیل ان الضحاک ولدته امه لاربع سنين، وولدته امه لاربع سنين، وولدته بعد ما نبتت ثنيتا، وهو يضحك فسسى ضحاک و عبدالعزیز الماجشونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولدته امه لاربع سنين و هذه عادة معروفة في نساء ماجشون رضی اللہ تعالیٰ عنہم انهن يلدن لاربع سنين¹۔</p>
---	---

شوہر زن کا کہنا ہے کہ وہ بچہ میرا نہیں اور میرا اس سے تعلق نہیں، اس لفظ اخیر میں اگر لفظ اول کے خلاف اس کی ضمیر بچے کی طرف ہے جب تو ظاہر کہ اسے طلاق سے کوئی تعلق نہیں اور اگر مثل اول ضمیر عورت کی طرف ہے تو یہ لفظ کنایات طلاق سے ہے اور وہ محتمل سبب و ذم ہے یعنی میں ایسی عورت سے بیزار ہوں اور حالت حالت غضب ہے تو بے اقرار شوہر نیت طلاق کا ثبوت نہ ہوگا اس سے قسم لی جائے اگر بحلف کہہ دے کہ میں نے یہ لفظ نہ نیت ازالہ علاقہ نکاح نہ کہا تھا تو طلاق نہ ہوئی اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر ہے، مبسوط امام شمس الائمہ میں ہے:

<p>اگر خاوند بیوی کو کہے "تو بائن ہے، حرام ہے، دور ہے، خالی ہے، بری ہے" تو یہ الفاظ محتمل معنی سبب و ذم ہیں یعنی تو دین سے الگ ہے، تو اسلام سے بری ہے، خیر سے خالی ہے، صحبت و عشرت سے محروم ہے، اخلاق حسنہ سے دور ہے (لہذا یہ الفاظ مذکورہ معانی کی وجہ سے گالی بن سکتے ہیں اس لئے طلاق کی نیت کئے بغیر طلاق نہ ہوگی) امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے ان پانچ الفاظ پر مزید چار الفاظ ذکر فرمائے (جن میں گالی کا احتمال ہونے</p>	<p>انت بائن حرام بتة خلية برية تحتل معنى السب ای انت بائن من الدین برية من الاسلام خلية من الخیر حرام الصحبة والعشرة بتة عن الاخلاق الحسنة وعن ابی یوسف رحمه الله تعالى انه الحق بهذه الالفاظ اربعة الفاظ اخر خلیت سبیلک فارقتک لاسبیل لی علیک لاملک</p>
--	--

¹ مبسوط السرخسی باب العدة و خروج المرأة من بيتها دار المعرفة بيروت ۲/۲۵

<p>کی وجہ سے بغیر نیت طلاق نہ ہوگی) وہ چار الفاظ یہ ہیں، میں نے تیرا راستہ کھول دیا، میں تجھ سے الگ ہوں، میرا تجھ پر چارہ نہیں، میری تجھ پر ملکیت نہیں۔ کیونکہ یہ الفاظ گالی کا احتمال رکھتے ہیں یعنی میری تجھ پر ملکیت نہیں کیونکہ تو اس قابل نہیں، میرا تجھ پر چارہ نہیں تیرے شر اور بد اخلاقی کی وجہ سے، میں تجھ سے الگ ہوں تیرے شر اور بد اخلاقی سے بچتے ہوئے، میں نے تیرا راستہ کھول دیا ہے کہ تو میرے ہاں کمیٹی ہے۔ (ت)</p>	<p>لی عليك لانها تحتتمل معنى السب ای لاملك لی عليك لانك ادون من ان تملکی، لاسبیل لی عليك لشرك وسوء خلقك، وفارقتك انقاء لشرك و خلیت سبیلک لهوانك علی¹۔</p>
---	--

اسی طرح تینین امام زبلی میں ہے۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

<p>امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے ان پہلے پانچ مذکورہ الفاظ پر مزید پانچ ذکر فرمائے جن میں چار وہی پہلے والے اور ایک "تو مجھ سے دور ہے، کیونکہ یہ الفاظ جیسے طلاق کا احتمال رکھتے ہیں گالی ہونے کا احتمال بھی رکھتے ہیں، مثلاً خاوند کہتا ہے تیرے شر کی وجہ سے میرا تجھ پر چارہ نہیں، میں مکان میں تجھ سے جدا رہتا ہوں کیونکہ تیرے ساتھ اکٹھا رہنا ناپسند کرتا ہوں، تیرا راستہ تیرے حال پر کھولتا ہوں، تجھ پر میری ملکیت نہیں کیونکہ تو اس قابل نہیں، تو مجھ سے دور ہو کیونکہ تو دین سے دور ہے یا الخ (ت)</p>	<p>روی عن ابی یوسف انه زاد علی هذه الالفاظ الخمسة خمسة اخرى لاسبیل لی عليك، فارقتك، خلیت سبیلک، لاملك لی عليك، بنت منی، لان هذه الالفاظ تحتتمل الشتم كما تحتتمل الطلاق، فيقول الزوج لاسبیل لی عليك لشرك، وفارقتك فی المكان لكراهة اجتماعی معك، و خلیت سبیلک و مآنت علیه، و لاملك لی عليك لانك اقل من اتملك، و بنت منی لانك بائن من الدین او الخ²۔</p>
--	--

ہدایہ میں ہے:

<p>"تو مجھ سے دور ہے" کہ ماسوا بانی چار الفاظ کو</p>	<p>عن ابی یوسف فی قوله لاملك</p>
--	----------------------------------

¹ مبسوط السرخسی باب ماتقع به الفرقة مما يشبه الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۸۰/۶ و ۸۱

² بدائع الصنائع فصل و اما لکنایة فروعان الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰/۱۳

<p>ذکر کر کے کہا کہ ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر خاوند کہے کہ یہ میں نے طلاق کی نیت سے نہیں کہے، تو غصہ کی حالت میں کہنے پر خاوند کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ ان الفاظ میں گالی ہونے کا احتمال ہے۔ (ت)</p>	<p>لی علیک ولا سبیل لی علیک و خلیت سبیلک وفارقتک، انه یصدق فی حالة الغضب لما فیها من احتمال معنی السب¹۔</p>
---	--

عناویہ میں ہے:

<p>خاوند کا کہنا کہ "تجھ پر میری ملکیت نہیں ہے" کا معنی ہو سکتا ہے کہ تو میری ملکیت کے قابل نہیں یا میں تیرا مالک ہوں تو اس قابل نہیں، "میرا تجھ پر چارہ نہیں" کا یہ معنی ہو سکتا ہے کہ یہ تیری بد اخلاقی کی وجہ سے اور تیرے ہر قسم کے شرکی وجہ سے، اور تیرا راستہ کھول دیا تیری بری حالت کی وجہ سے، میں تجھ سے جدا ہوں لیکن میں تیری بد بو اور صفائی نہ ہونے کی وجہ سے، تو اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا کیونکہ تو میرے ہمراہ رہنے میں وحشت محسوس کرتی ہے۔ (ت)</p>	<p>فان قوله لاملك لی علیک یحتمل ان یکون معناه لانک اقل من ان تنسب الی ملکی او نسب الیک بالملک ولا سبیل لی علیک لسوء خلقک واجتماع انواع الشرفیک، و خلیت سبیلک لقذارتک و فارقتک فی المضجع لذفوک وعدم نظافتک والحقی باهلك لانک او حش من ان تکونی خلیلتی²۔</p>
--	---

فتح القدر میں ہے:

<p>ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو ان الفاظ کے ساتھ گالی ہونے کا احتمال رکھتے ہیں مزید چار مذکورہ الفاظ شامل کئے، انہی چاروں کو ولوالجی نے ذکر کیا اور عتابیہ میں یہ پانچ ذکر کئے، تجھ پر چارہ نہیں، تجھ پر ملکیت نہیں، تیرا راستہ کھول دیا، اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا، تیری رسی تیرے کندھے پر ہے، ایضاً اور شرح جامع صغیر میں شمس الائمہ نے پانچ یہی ذکر فرمائے، لیکن، تیری رسی تیرے کندھے پر ہے، کی</p>	<p>الحق ابو یوسف بالقی تحتمل السب الفاظ اُخری وہی لاملك علیک، لا سبیل لی علیک، خلیت سبیلک، فارقتک فهذه اربعة الفاظ ذکرها الوالوجی و ذکرها العتابی خسة، لا سبیل، لاملك، خلیت سبیلک، الحقی باهلك، حبلك علی</p>
--	--

¹ الهدایة کتاب الطلاق فصل فی الطلاق قبل الدخول المکتبۃ العربیہ کراچی ۳۵۵/۲

² العناویہ شرح الهدایة علی بامش فتح القدر فصل فی الطلاق قبل الدخول مکتبۃ نوریہ رضویہ کھر ۲۰۲/۳

<p>بجائے انہوں نے "میں تجھ سے الگ ہوں" ذکر کیا، یوں کل چھ الفاظ ہوئے، ان کی وجہ یہی ہے کہ گالی ہونے کا احتمال رکھتے ہیں "تو میری ملک نہیں" یعنی تو اس قابل نہیں کہ میری ملکیت کے لئے منسوب ہو، "میرا تجھ پر چارہ نہیں" یعنی تیری بداخلاقی اور تیرے شرکی وجہ سے، "میں نے تیرا راستہ کھول دیا" یعنی میں تجھ سے جدا ہوا، "تو اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا"، "تیری رسی تیرے کندھے" یعنی تو ایسی بد ہے کہ کوئی تجھے تربیت نہیں دے سکتا کیونکہ بار بار سمجھانے کی کسی میں طاقت نہیں ہے اھ، اقول: (میں کہتا ہوں) مذکور بیان اس بات کی دلیل ہے کہ ان الفاظ میں حصر نہیں بلکہ جو الفاظ بھی، براءت، علیحدگی، انقطاع اور بیوی سے ترک تعلق پر دلالت کریں وہ تمام گالی بننے کا احتمال رکھتے ہیں، جیسا کہ مخفی نہیں (ت)</p>	<p>غَارِبِك، وَفِي الْإِيضَاحِ وَشَرَحِ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ لَشَمْسِ الْأَيْمَةِ ذَكَرَ خَمْسَةَ هِيَ هَذِهِ الْإِنَاءِ ذَكَرَ مَكَانَ حَبْلِكَ عَلَى غَارِبِكَ فَارْقَتِكَ، فَتَتَمُّ سِتَّةَ الْفَاطِ وَوَجْهَ احْتِمَالِهَا السَّبَبِ أَنْ لَا مَلِكَ لِي يَعْنِي أَنْتَ أَقْلُ مَنْ أَنْ تَنْسِبِي إِلَيَّ بِالْمَلِكِ، وَلَا سَبِيلَ لِي عَلَيْكَ لِزِيَادَةِ شَرِكِ، وَخَلِيَّتِ سَبِيلِكَ، وَفَارْقَتِكَ وَالْحَقُّ بِأَهْلِكَ، وَحَبْلِكَ عَلَى غَارِبِكَ أَي أَنْتَ مَسِيئَةٌ لَا يَشْتَغَلُ أَحَدٌ بِتَأْدِيبِكَ إِذْ لَا طَاقَةَ لِأَحَدٍ بِمِمَّا رَسْتُكَ¹ أَقُولُ: وَالِدَلِيلِ دَلِيلِ أَنْ لَا حَصْرَ بَلْ كُلُّ لَفْظٍ يَدُلُّ عَلَى التَّبَرُّيِّ عَنْهَا وَالتَّخْلِ وَالْإِنْقِطَاعِ وَتَرْكِ الْإِشْتَغَالِ بِهَا فَهُوَ مِمَّا يَحْتَمِلُ الْمَعْنَى الْمَذْكُورَ كَمَا لَا يَخْفَى۔</p>
---	---

در مختار میں ہے:

<p>مذکورہ الفاظ کہنے کے بعد خاوند بیان دے کہ طلاق کی نیت نہ کی تھی، تو اس کی تصدیق کردی جائے گی، اور اس معاملہ میں بیوی کا خاوند سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے اور اگر خاوند اپنے بیان سے متعلق گھر میں قسم نہ کھائے بلکہ انکار کر دے تو بیوی معاملہ کو حاکم کے ہاں پیش کرے اگر حاکم کے مطالبے پر بھی قسم کھانے سے انکار کرے تو پھر حاکم میاں بیوی میں علیحدگی کا فیصلہ دے دے، مجتہبی۔ (ت)</p>	<p>القول له بيينه في عدم النية ويكفي تحليفها له في منزله فان ابى رفعته للحاكم فان نكل فرق بينهما. مجتبي²۔</p>
---	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>اگر قاضی کے ہاں قسم سے انکار کرے تو تفریق کرے،</p>	<p>فان نكل ابي عند القاضي لان</p>
---	-----------------------------------

¹فتح القدير فصل في الطلاق قبل الدخول مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۲۰۲۱/۳

²در مختار باب الكنايات مطبع مجتہبی دہلی ۲۳۰۱/۱

<p>کیونکہ قاضی کے علاوہ کسی غیر کے ہاں انکار کرے تو وہ انکار تفریق کے لئے معتبر نہیں ہوگا، ط، اھ۔ اقول: (میں کہتا ہوں) یہ بات ماتن کے اس قول سے عیاں ہو رہی ہے کہ "اگر گھر میں انکار کرے تو بیوی حاکم کے ہاں معاملہ کو پیش کرے" تو انہوں نے بیوی کے ہاں انکار کو غیر معتبر قرار دیا۔ (ت)</p>	<p>النکول عند غیرہ لا یعتبر، ط، اھ۔ اقول: ہو مستفاد من قوله فان ابی رفعتہ فلم یجعل اباءہ عندہا شیئاً۔</p>
--	---

ہاں اگر وہ اقرار کرے کہ (اس) کی ضمیر عورت کی طرف تھی اور یہ لفظ قطع تعلق نکاح ہی کی نیت سے کہے تو بیشک ایک طلاق بائن ہو گئی عورت نکاح سے نکل گئی، اور اب بچہ اسی شوہر کو ایسا لازم ہو گیا کہ اس سے چھوٹ ہی نہیں سکتا کہ بیونت کے بعد احتمال لعان بھی نہ رہا جو حاکم اسلام کے حضور ہو سکتا اور جب اس کے بعد قاضی ان زن و شو میں تفریق کر کے بچے کی نسبت اس شوہر سے قطع کر دیتا اس کا نہ ٹھہرتا مجہول النسب رہ جاتا، در مختار میں باب اللعان میں ہے: شرطه قیام الزوجية² (لعان کی شرط یہ ہے کہ نکاح موجود ہو۔ ت) اسی میں ہے:

<p>لعان واجب ہو جانے کے بعد بانسہ طلاق دے دینے پر ساقط ہو جائے گا، اور دوبارہ نکاح کرنے پر بھی لعان نہ ہو سکے گا۔ (ت)</p>	<p>ویسقط بعد وجوبه بالطلاق البائن ثم لا یعود بتزوجها³۔</p>
---	---

اسی میں ہے:

<p>جب خاوند بیوی پر تہمت لگائے کسی زندہ بچے کے بارے میں، تو حاکم اس بچے کے نسب کو اس خاوند سے منقطع کر دے اور بچے کو ماں سے ملحق کر دے۔ (ت)</p>	<p>وان قذف الزوج بولد حی نفی الحاکم نسبه عن ابیه والحقه بامه⁴۔</p>
---	---

ردالمحتار میں ہے:

<p>یعنی قاضی کے لئے اس موقع پر ضروری ہے کہ وہ یہ</p>	<p>ای لابدان یقول قطعت نسب هذا</p>
--	------------------------------------

¹ ردالمحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۵

² در مختار باب اللعان مطبع مجتبائی دہلی ۲۵۱/۱

³ در مختار باب اللعان مطبع مجتبائی دہلی ۲۵۲/۱

⁴ در مختار باب اللعان مطبع مجتبائی دہلی ۲۵۲/۱

الولد عنه بعد ما قال فرقت بينكما وفي المبسوط هذا هو الصحيح ¹ - والله تعالى اعلم -	اعلان کرے کہ میں نے اس بچے کا نسب اس شخص سے منقطع کر دیا ہے، یہ اعلان وہ تفریق کرنے کے بعد کرے۔ اور مبسوط میں ہے کہ یہی صحیح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	---

مسئلہ ۱۲۶: از ریاست جے پور نمک منڈی اجیرری دروازہ مرسلہ محمد عبدالعزیز بیگ ۲۱ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ کے دختر رابعہ پیدا ہوتے ہی ہندہ کا انتقال ہو گیا چنانچہ مسماۃ رابعہ نے ابتدائے پیدائش خود سے ڈیڑھ سال کامل ایام رضاعت میں مسماۃ شافیہ و کافیہ کا دودھ پیا، اتفاق سے مسماۃ شافیہ و کافیہ کے حقیقی بھائی مسٹی بزید سے مسماۃ رابعہ کا عقد ہو کر اولاد بھی ہو گئی (حالانکہ مسٹی بزید و مسماۃ رابعہ زن و شوہر باہمی رضاعی ماموں و بھانجی ہوتے ہیں) تو ایسی صورت میں نکاح قائم رہ سکتا ہے یا نہیں؟ اور بصورت قائم رہنے کے کفارہ عائد ہوگا یا نہیں؟ اور اولاد کس کی کفالت میں رہے گی اور بار مہر زوج پر عائد ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

حاشا وہ خبیث نکاح ہرگز قائم نہ رکھا جائے گا، مرد و عورت پر فرض عظیم فرض ہے کہ فوراً انور اجدا ہو جائیں، مرد نہ مانے تو عورت خود جدا ہو جائے، دونوں نہ مانیں تو حاکم بالجبر جدا کر دے گا۔ عورت کے لئے مرد پر پورا مہر مثل ہے اگرچہ جو مہر بندھا تھا اس سے کتنا ہی زائد ہو، اولاد میں لڑکاسات برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے پھر باپ لے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

خانیہ میں ہے اگر کسی نے اپنی محرم سے نکاح کیا تو اس پر حد نہیں (بلکہ سخت تعزیر ہے) اور مہر مثل جتنا بھی ہو اس پر لازم ہوگا، یہ امام اعظم کے نزدیک ہے۔ (ت)	فی الخانیة لو تزوج محرمة لاحد علیہ عند الامام علیہ مہر مثلہا بالغاماببلغ ² ۔
---	---

اسی میں نہر سے ہے:

قال فی الدرایة الصحیح انہا شبہة عقد فیثبت النسب وھكذا ذکر فی المنیة ³ اھ	درایہ میں ہے کہ یہ شبہہ نکاح ہے لہذا نسب ثابت ہو جائے گا، منیہ میں بھی یونہی مذکور ہے اھ ملخصاً
---	---

¹ ردالمحتار باب العان دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۸۹/۲

² ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۵۱/۲

³ ردالمحتار باب الوطی دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵۲/۳

اور اس کو خیر الدین رملی عینی اور مجمع الفتاویٰ سے نقل کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	(ملخصاً) و ذکرہ الخیر الرملی عن العینی و مجمع الفتاویٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
---	--

مسئلہ ۱۲۷: از حافظ گنج ضلع بریلی مسئلہ حیدر بخش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت رائنڈ ہو گئی اور اس کے حمل عرصہ تین ماہ سے رہ گیا، جب بچوں نے دریافت کیا تو مسٹی حیدر بخش نے جو اسی گاؤں کا آدمی تھا یعنی اس عورت کا بھانجا ہے کہ میں اس عورت کو بعد وضع حمل نکاح میں لاؤں گا میں نے اس عورت کا عیب ثواب اپنے اوپر رکھ لیا، اس بات پر بچوں نے اور کل بستی نے بوجہ ہونے حرام کے اس عورت و اس شخص یعنی حیدر بخش دونوں کا حقہ پانی اس غرض سے بند کر دیا کہ آئندہ عورت و آدمی ایسا فعل ناجائز نہ کرے، اب جو حکم شریعت ہو وہ کیا جائے یا بروئے شریعت کھولا جائے۔

الجواب:

خاوند کی موت سے دو برس کے اندر بچہ پیدا ہو وہ خاوند ہی کا ہے، سائل بیان کرتا ہے کہ خاوند کی موت کو دس مہینے ہوئے اور تین مہینے سے حمل بتاتا ہے اگر عورت چار مہینے دس دن کے بعد عدت ختم ہو جانے کا اقرار نہ کر چکی ہو اور یہ مرگ شوہر سے دو برس کے اندر پیدا ہو تو شوہر ہی کا ہو گا اور عورت کو حرام کی طرف نسبت کرنا حرام ہو گا، اگر عورت چار مہینے دس دن کے بعد اپنی عدت ختم ہو جانا ظاہر کر چکی تھی اور اب تین مہینے سے حمل ظاہر ہو تو عورت پر الزام ہے اس کا حقہ پانی لبند کر دیں، لیکن حیدر بخش پر اس کہنے سے کوئی الزام نہیں اس کا حقہ پانی کھول دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۸: از موضع کرلی ضلع بریلی مسئلہ امام الدین صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو ہندہ سے نکاح کئے ہوئے پانچ ماہ اور دس یوم ہوئے ہیں، ہندہ نے بچہ جنا، تو اس بچہ پر کیا حکم ہے آیا وہ زید کا قرار دیا جائے گا یا نہیں؟ اہل برادری معترض ہیں تو اس حالت میں زید اور ہندہ پر اور بچہ پر کیا حکم ہے؟

الجواب:

سائل نے بیان کیا کہ عورت بیوہ تھی شوہر کے مرے تین برس ہوئے، اس کے بعد یہ بچہ ہوا تو یہ نہ اگلے شوہر کا ہے نہ زید کا، بلکہ مجہول النسب ہے، اور زید پر کچھ الزام نہیں، ہندہ کا حال خدا جانے، بے ثبوت اسے بھی زانیہ نہیں کہہ سکتے، ممکن کہ دھوکے سے وطی واقع ہوئی ہو جس سے یہ بچہ ہے۔ بدائع و بحر و در مختار و ہندیہ میں ہے:

<p>پہلے خاوند کی موت یا طلاق کے بعد دو سال سے زائد عرصہ پر عورت نے بچے کو جنم دیا ہو یا دوسرے نکاح سے چھ ماہ کے اندر جنم دیا ہو تو اس بچے کا نسب نہ پہلے سے ہو گا نہ دوسرے سے۔ اور کیا اس صورت میں دوسرا نکاح صحیح پائے گا، تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز قرار پائے گا، ردالمحتار میں اس جواز پر تامل کیا ہے، اس کی طرف رجوع کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>ان جاءت به لاكثر من سنتين منذطلقها الاول او مات ولاقل من ستة اشهر منذتزوجها الثاني لم يكن للاول وللثاني وهل يجوز نكاح الثاني في قول ابى حنيفة ومحمد جائزا¹۔ وتأمل في هذا الجواز في رد المحتار فراجعہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

مسئلہ ۱۳۰۶۱۲۹: از گوپند گڑھ ضلع اجمیر شریف مسجد خورد در سلسلہ فیض محمد صاحب امام مسجد ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک شخص ایک عورت کو فرار کر کے لے گیا، عورت کا خاوند زندہ ہے، وہ عورت مر گئی اور وہ شخص واپس چلا آیا، اس عورت کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی، اب ان بچوں اور اس شخص کے واسطے کیا حکم ہے، اس کے ساتھ مصافحہ اور کھانا کھانا کیسا ہے؟

(۲) ایک شخص نے اپنی ساس سے زنا کیا اور حمل رہا، لڑکی ہوئی اور پھر شادی کی، اس شادی سے لڑکا ہوا، اس لڑکے پر کیا حکم ہے؟

الجواب:

(۱) صورت مذکورہ میں وہ شخص زانی ہے، سزائے زنا کا سزاوار اور مستحق عذاب نار ہے، مسلمان اگر اس سے سلام کلام نہ کریں، اس کے ساتھ کھانا نہ کھائیں، اس سے مصافحہ نہ کریں تو وہ ضرور اس قابل ہے جب تک توبہ نہ کرے، شوہر اور عورت کے بچے اس کے شوہر ہی کے ہوتے ہیں۔ صحیح حدیث میں فرمایا:

<p>بچہ اس کا جس کا بچھونا یعنی خاوند کا اور زانی کے لئے پتھر۔</p>	<p>الولد للفراش وللعاهر الحجر²۔</p>
---	--

(۲) جس نے اپنی ساس سے زنا کیا اس نے اپنی ماں سے زنا کیا، اور شادی اگر کسی اور عورت سے کی اور اس سے لڑکا پیدا ہو تو اس لڑکے میں کوئی خلل نہیں، اور اگر سائل کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نے

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب نورانی کتب خانہ پشاور ۵۳۸/۱

² صحیح البخاری کتاب الفرائض باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۹۹/۲

ایک عورت سے زنا کیا پھر اس کی لڑکی سے نکاح کیا اس سے لڑکا ہوا تو وہ شخص اس وقت بھی زانی ہوا اور اس نکاح میں بھی حرام کار کہ یہ اس کی بیٹی کی جگہ ہے، اور اب یہ جو لڑکا پیدا ہوا ولد الحرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱: از شہر بریلی مدرسہ اہلسنت وجماعت مسئولہ طالب علم مدرسہ مذکور ۲۳ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی علاقائی اخت کی نواسی کے ساتھ چھ برس ہوئے نکاح کیا تھا اس سے ایک لڑکی ہوئی، اب زید کو اور محلہ کے لوگوں کو معلوم ہوا کہ زید کا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا زید سے تفریق کرادی، زید کا یہ نکاح صحیح ہو یا نہیں تو اس لڑکی کا مستحق کون ہے، مہر لازم ہو یا نہیں؟ عدت ہوگی یا نہیں؟ اور اس نکاح کے وکیل و گواہ اور پڑھانے والوں کا کیا حکم؟ اور زید پر کیا حکم؟ باوجود اس کے کہ بے علم ہیں۔

الجواب:

نکاح مذکور حرام حرام قطعی حرام، اور زید اور نکاح خواں و وکیل و گواہ سب سخت تر گناہ کبیرہ میں گرفتار، اور جہل اس کے گناہ کبیرہ ہونے سے خارج نہ کرے گا بلکہ جہل خود دوسرا گناہ کبیرہ ہے، ولہذا حدیث میں ہے:

ذنب العالم واحد وذنب الجاہل ذنبان^۱ - عالم کا گناہ ایک گناہ ہے اور جاہل کا گناہ دو ہر گناہ۔

عورت پر ضرور عدت لازم ہے اور زید پر پورا مہر مثل واجب ہے یعنی اس طرح کہ عورت کا مہر مثل کیا ہے وہ جو باندھا تھا اس کا لحاظ نہ ہو گا چاہے مہر مثل سے کم ہو یا زائد، فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

اذا تزوج بذات رحم محرر منه ودخل بها لاحد عليه وعليه مهر مثلها بالغا مبلغ^۲۔ (ملخصاً) جب کسی نے ذی رحم محرم عورت سے نکاح کر کے جماع کر لیا تو اس پر حد نہیں (بلکہ تعزیر سخت ہے) اور مہر مثل جتنا بھی ہو اس پر لازم ہوگا (ملخصاً)۔ (ت)

لڑکی زید ہی کو دلانیں گے، ۹ برس کی عمر ہونے تک ماں کے پاس رہے گی اور اگر وہ کسی ایسے سے نکاح کرے جو اس لڑکی کا محرم مثل چچا کے نہ ہو، اس کے بعد باپ یعنی زید لے لے گا۔ در مختار کتاب الحدود میں ہے:

انہا من شبہة المحل وفيها یہ محل کا شبہہ ہے اور اس میں نسب

^۱کنز العمال بحوالہ فر، عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۰/۱۵۳، کنز العمال بحوالہ فر، عن ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۰/۱۷۵

^۲فتاویٰ قاضی خاں باب ذکر مسائل المہر نوکثور لکھنؤ ۱۷۵

یثبت النسب ¹ ۔	ثابت ہو جاتا ہے۔ (ت)
---------------------------	----------------------

معراج الدر ایہ پھر نہر الفائق پھر ردالمحتار میں ہے:

الصحيح انها شبهة عقد لانه روى عن محمد انه قال سقوط الحد عنه لشبهة حكمية فيثبت النسب و هكذا ذكر في المنية ² - والله تعالى اعلم۔	صحیح یہ ہے کہ یہ شبہہ نکاح ہے کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس سے حد کا سقوط حکمی شبہہ کی بناء پر ہے، لہذا نسب ثابت ہوگا، منیہ میں یونہی ذکر کیا ہے۔
---	---

مسئلہ ۱۳۲: از اندور رانی پورہ مسئلہ واحد ملا ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و فضلاء عظام اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہو گیا ہے، ہندہ نے ساتویں ماہ عقد کیا بکر کے ساتھ، اور ہندہ کو پانچ چھ ماہ کا حمل تھا، بروقت نکاح ہندہ نے حمل کو ظاہر نہ کیا، بعد عقد ایک ماہ کے ہندہ اور بکر میں جھگڑا ہوا کہ حمل کس کا ہے، بکر کہتا ہے میرا حمل ہے اور ہندہ کہتی ہے تیرا نہیں ہے، تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ حمل کس کا قائم ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب:

اگر موت شوہر اول سے دو سال کے بعد بچہ پیدا ہو تو شوہر دوم کا ہے اور نکاح صحیح ہے اور دو سال سے کم میں پیدا ہو تو ٹرکا پہلے شوہر کا ہے اور اس دوسرے کا نکاح باطل، کما یظہر مما لخصناہ علی ہا مش ردالمحتار (جیسا کہ یہ اس سے ظاہر ہے جو ردالمحتار پر حاشیہ میں ہم نے اس کی تلخیص کی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳: از کرلی ضلع بریلی مسئلہ ۷ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدت حمل کی زائد سے زائد کے برس ہے؟ اور کم سے کم کتنے سال ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

کم سے کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو سال کا مل بے کم و بیش، مگر عورت جس کا شوہر زندہ ہوا گرچہ کتنے ہی برسوں سے اس سے کتنا ہی دور ہو، اس کی اولاد شوہر ہی کی اولاد قرار پائے گی، اس کے لئے دس بیس پچاس سال

¹ در مختار باب الوطاء یوجب الحد والذی لایوجبہ مطبع مکتبائی دہلی ۱۹/۱

² ردالمحتار باب الوطاء الذی یوجب الحد والذی لایوجب دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵۴/۳

کوئی مدت مقرر نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الولد للفراش وللعاهر الحجر ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	بچہ نکاح والے کا ہے اور زانی محروم ہے (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
--	---

مسئلہ ۱۳۴: از ماہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ سید عبدالجلیل صاحب ۲۱ شعبان ۱۳۰۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا عقد ہندہ سے واقع ہوا، مگر بموجب رواج ہندوستان رسم رخصت عروس عمل میں نہ آئی اور زید و ہندہ دونوں بالغ تھے اور ایک ہی مکان میں سکونت پذیر تھے اور اس مکان میں غیر مردوں کا بھی گزر تھا اہل کفو میں سے نا محرم لوگ آتے جاتے تھے، یکایک ہندہ کو حمل رہ گیا، اس نے اس کو پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ وضع حمل قریب آگیا، جب لڑکا پیدا ہوا تو لوگوں کو نہایت تعجب آیا، الغرض مولود تو اسی دم مر گیا اور ہندہ سے مستورات نے بطور خود دریافت کیا کہ یہ حمل کس کا ہے، ہندہ نے اپنے اعزہ میں سے ایک شخص کا نام لیا اور اس قضیہ کو عرصہ قریب چار سال کے گزر گیا، پس شوہر اس کا بسبب اس فعل شنیع کے اس سے ناراض ہے، ہندہ کو اپنے عقد میں رکھنا نہیں چاہتا، بظاہر زن و شو میں مقاربت و مواصلت واقع نہ ہوئی، مگر پوشیدہ طور پر ممکن ہے کہ وہ حمل زید کا ہو، چونکہ رسم رخصت عمل میں نہ آئی تھی شاید بوجہ لحاظ و شرم غیر کا نام ظاہر کر دیا ہو اور زید کا نام نہ لیا ہو۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید سے ہندہ کو طلاق دلوائی جائے تو عدت ہندہ کی کسے ماہ کی ہوگی؟ اور در باب مہر کے بھی ارشاد ہو کہ بذمہ زید کس قدر واجب ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اگرچہ دنیوی خیالات کو بہت وسعت ہے، اہل بدگمانی کے نزدیک ناراضی زید جدا خبر دے رہی ہے کہ اپنا ہوتا تو وہ خود جانتا، اور ہندہ کا دوسرے کی طرف نسبت کرنا جدا۔ پھر اسے یوں بنانا کہ بوجہ عدم رخصت شرم دنیا کے سبب شوہر کا نام نہ لیا بہت پوچھ عذر ہے، آخر قبل رخصت جماع حلال ہونا اہل دنیا کے نزدیک زنا سے زیادہ شرم کی بات نہیں، یہ خیالات بدگمانیوں کو بہت تائید دیں گے، مگر حاشا شرع مطہر انہیں اصلاً مقبول نہیں فرماتی اور قطعاً حکم دیتی ہے کہ لڑکا شوہر ہی کا تھا، حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: الولد للفراش وللعاهر الحجر^۲ (بچہ نکاح والے کا ہے اور زانی محروم ہے۔ ت)

^۱ صحیح بخاری باب الولد للفراش الخ قدیمی مکتب خانہ کراچی ۹۹۹/۲

^۲ صحیح بخاری باب الولد للفراش الخ قدیمی مکتب خانہ کراچی ۹۹۹/۲، مسند احمد بن حنبل دار الفکر بیروت ۳۰۹/۲

جب شریعت نے مرد مغربی وزن مشرقی کے مسئلہ میں باوجود بعد المشرقین باحتمال کرامت یا استحدام جن بچہ شوہر ہی کا ٹھہرایا تو زید و ہندہ تو ایک ہی مکان میں رہتے تھے یہاں کیونکر ممکن کہ بے ثبوت قطعی شرعی فلاں کا معاذ اللہ زانی یا باوجود فراش صحیح بچہ کو ولد الحرام قرار دیں۔ رہا ہندہ کا فلاں کی نسبت کر دینا، ممکن ہندہ کو اس سے کوئی عداوت ہو اور شاید وہ رنجش اسی بنا پر پیدا ہوئی ہو کہ ہندہ نے اس سے بد نگاہی پائی، مانع آئی، کار گرنہ ہوا، دشمن ہو گئی، اور بوجہ شدت غیظ اس خیال سے کہ اولیائے ہندہ یہ امر عظیم سن کر حتی المقدور اس شخص کے درپے آزار ہوں گے، اس تہمت کی مرتکب ہوئی، اپنا بھی صریح ضرر سہی، اہل مکر و حیلہ سے اس قسم کی بات کا صدور کچھ عجب نہیں جس میں ان کے دشمن کو ایذا پہنچے اگرچہ خود بھی _____ عہ

إِنَّ كَيْدَ كُنَّ عَظِيمٌ^۱ (بیشک تمہارا چر تر بہت بڑا ہے۔ ت) اور اب ناراضی زید کی بھی صریح توجیہ موجود کہ بغلط و دروغ اپنے ساتھ اس امر ناپاک کا وقوع بتانے پر ہندہ سے بیزار ہوا، بہر حال حکم یہی ہے کہ وہ بچہ زید ہی کا تھا، اور جب شرع نے یہ مان لیا تو ہندہ کا مدخولہ ہونا خود ہی ثابت ہو لیا طلاق تین حیض کامل کی عدت لازم، وَالْمَطْلُوقُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ^۲ (طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض مکمل ہونے تک روک رکھیں۔ ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

عہ: مسودہ میں بیاض ہے۔

^۱ القرآن الکریم ۲۸/۱۲

^۲ القرآن الکریم ۲۲۸/۲



باب الحضانة (پرورش کا بیان)

مسئلہ ۱۳۵: ۲۴ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسیحی زید نے رحلت کی، دو پسر نابالغ زوجہ اولیٰ سے جو زید کے رو برو فوت ہو چکی ہے اور تین دختر زوجہ ثانیہ سے جو حی و قائم ہے وارث چھوڑے، اب دربارہ ان بچوں نابالغان کے ولایت کی فکر درپیش ہے، نابالغان مذکورین کے اجداد میں دو شخص موجود ہیں ایک مسیحی عمر و دادا کا چچا زاد بھائی، دوسرا بکر دادا کا ماموں زاد بھائی جس کو مسیحی زید مورث کی حقیقی ہم شیرہ جوان پانچوں نابالغان کی حقیقی پھوپھی ہے منسوب ہے، اور تین پھوپھی حقیقی بیایہ ہندہ و معصومہ و صدیقہ اور دختران مذکورین کی والدہ اور پسران مذکورین کی نانی و ماموں موجود ہیں پس اس صورت میں ان پانچوں نابالغان کی ولایت کا استحقاق کس کس شخص کو مرتبہ حاصل ہے۔ بینواتوجروا۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں دونوں کا حق حضانت ان کی نانی کو ہے کہ سات برس کی عمر تک اس کے پاس رہیں گے جو انی تک عمر کے پاس کہ دادا کا چچا زاد بھائی ہے رکھے جائیں گے۔ درمختار میں ہے:

پرورش کرنے والی ماں ہو یا کوئی اور، وہ لڑکے کی

الحاضنة اما و غیرہا احق بالغلام

حقی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبه یفتی ¹ ۔	حقدار ہوگی جب تک لڑکا عورت کی پرورش سے مستغنی نہیں ہو جاتا اور یہ مدت اندازاً سات سال ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا۔
--	--

ردالمحتار میں ہے:

إذا استغنی الغلام فالعصبة اولی یقدم الاقرب فألاقرب ² ۔	جب بچہ مستغنی ہو جائے تو پھر درجہ بدرجہ عصبات اس کے حقدار ہیں، قریب ترین کو تقدم حاصل ہوگا۔ (ت)
---	---

اور لڑکیوں کی شادی ہو جائے وہ شوہروں کے قابل ہوں تو شوہروں کے پاس رہیں گی ورنہ نورس کی عمر تک ماں کے پاس، پھر اگر ان کے محارم میں کوئی مرد عاقل بالغ مثل حقیقی ماموں وغیرہ کے ہوگا تو اس کے سپرد کی جائیں گی ورنہ جوانی تک ماں ہی رکھے گی، درمختار میں ہے:

الامر والجدۃ احق بالصغیرۃ حتی فی ظاہر الروایۃ وغیرہما احق بہا حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی وعن محمد ان الحکم فی الامر والجدۃ کذلک وبہ یفتی لکثرة الفساد زیلعی وافاد انه لا تسقط الحضانه بتزوجها مادامت لا تصلح للرجال، ³ ملخصاً۔	لڑکی کی حقدار اس کی ماں یا دادی ہے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے، یہ ظاہر روایت ہے، اور ماں اور دادی کے غیر ہوں تو پھر وہ لڑکی کے مشنتہا ہونے تک حقدار ہوں گے، یہ مدت اندازاً نو سال ہے، اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ ماں اور دادی کے لئے بھی یہی حکم ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا قننہ کی کثرت کی وجہ سے، زیلعی اور اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عورت کا حق حضانتہ (پرورش) نکاح کی وجہ سے ساقط نہ ہوگا جب تک لڑکی مرد کے قابل نہیں ہو جاتی، ملخصاً (ت)
---	---

ردالمحتار میں ہے:

فان صلحت تسقط الخ ⁴ ۔ اقول: واخترنا ظاہر الروایۃ حین لامحرم لها لانها ہی المتعینۃ	جب بچی مرد کے قابل ہو جائے تو پرورش کرنے والی کا حق ساقط ہو جائے گا الخ (ت) اقول: (میں کہتا ہوں) ہم ظاہر روایت کو ہی ترجیح دیں گے، جب بچی کا کوئی محرم ولی نہ ہو اور یہ ظاہر
--	--

¹ درمختار باب الحضانه مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۵/۱

² ردالمحتار باب الحضانه دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۳۱/۴

³ درمختار باب الحضانه مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۵/۱

⁴ ردالمحتار باب الحضانه دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۳۱/۴

<p>حِ لِفَتْيَا فَانَ نَشُوهُمَا فِي حَضْنِ امْهَاءِ خَيْرِ لَهَا وَالنَّظْرِ مِنْ تَرَكَهَا ضَائِقَةً لِاحْضَنِ لَهَا وَقَدْ عَلِمْتَ اِنْ لَاحِقَ لَغَيْرِ مُحْرَمٍ فِي حَضَانَتِهَا۔</p>	<p>روایت ہی فتویٰ کے لئے متعین ہے کیونکہ اس صورت میں بچی کا اپنی ماں کے پاس نشوونما پانا بہتر ہے اور ماں کو چھوڑنے میں بچی پر کمزور شفقت ہوگی جبکہ اس کا کوئی پرورش کرنے والا محض نہ ہو حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ غیر محرم کو بچی کا حق حضانت نہیں ہے۔ (ت)</p>
---	--

اور ان پانچوں نابالغوں کے نکاح کی ولایت عمر وہی کو ہے لان العصبۃ لاغیر (کیونکہ ان کے علاوہ کوئی عصبہ نہیں۔ ت) اور ماں کی ولایت ان مذکورین میں سے کسی کو نہیں (اختصاصاً بالاب ووصیہ والجد ووصیہ والحاکم الشرعی) یہ ولایت باپ اور اس کے وصی یا دادا اور اس کے وصی اور شرعی حاکم کے ساتھ خاص ہے۔ ت) ہاں اگر زیدان لوگوں خواہ ان کے غیر میں سے کسی کو اپنی جائداد کے حفظ و نگہداشت یا اولاد کے غور و پرداخت کے لئے کہہ گیا ہو تو ولایت مال اسے ہوگی لکونہ وصیاً علیہم (کیونکہ وہ ان پر وصی مقرر رہا۔ ت) واللہ سببخنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶: ۳۰ یقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عباد اللہ ایک زوجہ اور ایک پسر نابالغ اور ایک چچا زاد بھائی فیض اللہ چھوڑ کر فوت ہوا، عورت نے ایک اجنبی شخص سے نکاح کر لیا جسے اس نابالغ سے کوئی علاقہ نہیں، اس بچے کی نہ نانی ہے نہ دادی ہے نہ کوئی بہن بلکہ سوتیلی خالہ اور سگی پھوپھی ہے، اس صورت میں یہ بچہ جس کی چار برس کی عمر ہے کس کے پاس رہے گا اور اس کے مال کی ولایت فیض اللہ کو ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جبکہ نابالغ کی ماں نے ایک اجنبی سے نکاح کر لیا، اب اسے نابالغ کے رکھنے کا اختیار نہ رہا ایک سات برس کی عمر تک سوتیلی خالہ کے پاس رہے گا، اگر وہ نہ مانے گی تو پھوپھی کے پاس رکھا جائے گا اور اگر وہ بھی انکار کرے گی تو جبراً خالہ کے پاس رہے گا، یہ سب اس صورت میں ہے کہ خالہ اور پھوپھی دونوں میں کوئی مانع حضانت نہ ہو ورنہ اگر ایک میں مانع حضانت ہو تو دوسرے کے پاس رہے گا، سات برس کے عمر بعد جوان ہونے تک فیض اللہ کے پاس رہے گا،

<p>فی الدر المختار الحضانة للام لان تكون فاجرة او متزوجة بغیر محرم الصغیر^۱ الخ۔</p>	<p>در مختار میں ہے بچے کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے مگر یہ کہ وہ فاجرہ ہو یا بچے کے غیر محرم سے نکاح کر لے (ت)</p>
--	---

^۱ در مختار باب الحضانة مطبع مکتبائی دہلی ۱/۲۶۴

اسی میں ہے:

<p>ماں فوت ہو جائے یا ماں قبول نہ کرے یا بچے کے اجنبی سے نکاح کر لے تو ماں کے بعد نانی پھر دادی کو پھر حقیقی بہن کو پھر مادری بہن کو پھر پردری بہن کو پھر خالات کو اسی ترتیب سے پھر پھوپھیوں کو الخ۔ (ت)</p>	<p>ثم بعد الامر بان ماتت اولم تقبل او تزوجت باجنبی امر الامر ثم امر الاب ثم الاخ لا ب و امر ثم الامر ثم لاب ثم الخالات كذلك ثم العمات¹ الخ۔</p>
--	--

بحر الرائق میں ہے:

<p>فقہاء کرام کا ظاہر کلام یہ ہے کہ جب ماں انکار کر دے اور بچے کو دوسری پرورش کنندہ پر پیش کیا گیا ہو تو اس نے بھی انکار کر دیا ہو تو ایسی صورت میں ماں کو پرورش پر مجبور کیا جائیگا، ماں کے سوا دوسری پرورش کنندہ کو مجبور نہیں جائے گا۔ (ت)</p>	<p>ظاہر کلامہم ان الامر اذا امتنعت و عرض علی من دونها من الحاضنات فامتنعت اجبرت الامر لامن دونها²</p>
---	--

خلاصہ وغیرہ میں ہے:

<p>اگر بچے کا باپ نہ ہو اور پرورش کی مدت ختم ہو چکی ہو تو پھر دوسرے عصبات ولی ہوں گے، ان کو ولایت درجہ بدرجہ قرابت کے لحاظ سے ہوگی یعنی سب سے قریب تر کو پہلے حق ہوگا۔ (ت)</p>	<p>ان لم یکن للصبی اب وانقضت الحضانة فممن وسواہ من العصبۃ اولی الاقرب فالاقرب³۔</p>
--	--

اور ولایت مال میں فیض اللہ کا اصل حق نہیں بلکہ اسے ملے گی جسے نابالغ کا باپ کہہ کر مراد ہو کہ میری اولاد کی نگہداشت تو کرنا یا میرے ترکہ کی غور پر ادخت تیرے متعلق ہے یا اس بچہ کو میں تیری سپردگی میں دیتا ہوں، اسے وصی کہتے ہیں، اگر باپ کا کوئی وصی موجود نہ ہو تو باپ کے وصی نے جسے اپنا وصی کیا ہو وہ ولی مال ہوگا، وہ بھی نہ ہو تو دادا کا وصی، وہ بھی نہ ہو تو دادا کے وصی کا وصی۔ درمختار میں ہے:

<p>بچے کا ولی باپ، پھر اس کا وصی، پھر وصی کا وصی، پھر اس کا جد صحیح (یعنی جو عورت کے واسطے کے بغیر جد ہو) پھر اس کا وصی، پھر اس کے وصی</p>	<p>ولیه ابوہ ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ثم جدہ الصحیح ثم وصیہ ثم وصی وصیہ⁴ الخ، واللہ سبخنہ</p>
--	---

¹ درمختار باب الحضانة مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۴/۱

² بحر الرائق باب الحضانة انجم سعید کپنی کراچی ۱۶۶/۴

³ رد المحتار بحوالہ خلاصہ وغیرہ باب الحضانة دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۴۳/۲

⁴ درمختار کتاب المآذون مطبع مجتبائی دہلی ۲۰۳/۲

وَتَعَالَىٰ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاللَّهِ المرجع والمآب۔ (ت)	وَتَعَالَىٰ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاللَّهِ المرجع والمآب۔ (ت)
---	---

مسئلہ ۱۳۷: ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے والدین اور ایک زوجہ اور ایک شیر خوار لڑکا چھوڑ کر انتقال کیا، لڑکے کی نانی پہلے فوت ہو چکی ہے، اس صوت میں اگر لڑکے کی ماں کسی اجنبی سے نکاح کرے تو لڑکا کس کے پاس رہے گا؟ بینواتو جروا

الجواب:

اگر ماں کسی ایسے شخص سے نکاح کر لے جو لڑکے کا محرم نسبی مثل چچا وغیرہ کے نہ ہو تو لڑکا ماں سے لے لیا جائے گا اور جبکہ نانی نہیں ہے تو سات برس کی عمر تک دادی کے پاس رہے گا پھر دادار کھے گا۔

در مختار میں ہے کہ ماں فوت ہو جائے یا بچے کو قبول نہ کرے یا اپنا حق حضانت ساقط کر دے یا بچے کے کسی اجنبی سے نکاح کر لے تو پھر ماں کے بعد نانی کو پرورش کا حق ہے اگرچہ اوپر تک جب کوئی قریبی عورت پرورش کا حق نہ رکھتی ہو پھر دادی کو اوپر تک بشرطیکہ اس سے کوئی قریبی عورت نہ ہو الخ، اسی میں ہے پرورش کرنے والی ماں ہو یا کوئی اور، تو ان کو لڑکے کے متعلق یہ حق اس وقت تک ہے جب تک لڑکا عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہ ہو جائے، جس کی مدت کا اندازہ سات سال کی عمر ہے، اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا، اس پر رد المحتار میں شرح الجمع سے منقول ہے کہ جب لڑکا عورتوں کی خدمت سے مستغنی ہو جائے تو باپ یا اس کے وصی یا ولی کو مجبور کی جائے گا کہ وہ لڑکے حاصل کرے کیونکہ اس کے بعد یہ لوگ عورتوں کی بنسبت لڑکے کی تعلیم و	فی الدرثم بعد الامر بان ماتت اولم تقبلا واسقطت حقها وتزوجت باجنبي امر الامر وان علت عند عدم اهلية القربي، ثم امر الاب وان علت بالشرط المذكور ¹ الخ وفيه والحاضنة اما او غيرها احق به اى بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقدر بسبع، وبه يفغى ² اه وفي رد المحتار عن شرح المجمع واذا استغنى الغلام عن الخدمة اجبر الاب او الوصى او الولي على اخذه لانه اقدر على تاديبه وتعليمه اه وفي الخلاصة وغيرها واذا استغنى الغلام فالعصبة اولى يقدم الاقرب فالاقرب ³ اه ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
---	--

¹ در مختار باب الحضانة مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۴/۱

² در مختار باب الحضانة مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۵/۲

³ رد المحتار باب الحضانة دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۳۰/۲

ترتیب زیادہ بہتر جانتے ہیں اہ خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ جب لڑکا مستغنی ہو جائے تو اس کے عصبہ مرد قرابت کے لحاظ سے درجہ بدرجہ اس کے حقدار ہوں گے اہ ملخصاً، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۸: ۲۷ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حق حضانت اور پرورش اطفال صغیر سن کا بعد وفات ماں کے کس کو ہے؟ اور ماموں چچا میں کس کو ترجیح ہے؟ اور وہ حق کس عمر تک رہتا ہے؟ بینوا تو جو وا۔

الجواب:

سائل مظهر کہ یہ اطفال لڑکیاں ہیں، ان کے باپ، بھائی، بھتیجا، بہنیں، نانی، ماموں، چچا حقیقی ہیں، ایک لڑکی نورس کی ہے ایک گیارہ کی، پس صورت مستفسرہ میں نانی ماموں کو ان کے رکھنے کا کچھ اختیار نہیں، لڑکیاں اپنے چچا کے پاس رہیں گی کہ جب نورس کی ہو جائے تو ماں بھی اسے نہیں رکھی سکتی چچا کو دلا دی جائے گی، نانی وغیرہا تو دوسرا درجہ ہے۔ در مختار میں ہے:

الامر والجدۃ لام اولاب احق بالصغیرۃ حتی تحییض وغیرہما احق بہا حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی وعن محمد ان الحکم فی الامر والجدۃ کذلک وبہ یفتی اہ ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم۔	ماں نانی اور دادی لڑکی کی حقدار اس کو حیض آنے تک ہیں اور دوسری عورتیں لڑکی مشتتہ ہونے کت حقدار ہیں، اور مشتتہ کا اندازہ ۹ سال کی عمر لگا یا گیا ہے، اسی پر فتویٰ دیا جائے گا، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ ماں نانی اور دادی کا بھی یہی حکم ہے اہ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	---

مسئلہ ۱۳۹: از میران پور کٹرہ کمال زئی شاہجہان پور مرسلہ نادر خاں صاحب رئیس کٹرہ ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صغیر و صغیرہ جن کی ماں انتقال کر گئی اور باپ نے دوسرا نکاح کر لیا نانا، ماموں، ممانی اور خالہ زاد اور پھوپھی زاد نانیاں اور نانیوں کی بیٹی بیٹیاں ہیں بچے نانا کے پاس ہیں باپ ان سے بالجبر لینا چاہتا ہے حالانکہ بوجہ نکاح ثانی اس کے پاس بچوں کی مضرت جان کا اندیشہ ہے، اس صورت میں حق پرورش اطفال کس کو ہے؟ پوری تفصیل درج ہو کہ حق حضانت ترتیب وار کس کو ہے اور پرورش کنندہ کے پاس کس عمر تک رہیں گے؟ بینوا تو جو وا

الجواب:

حق حضانت ذی رحم محرم کے لئے ہے یعنی وہ نسبی رشتہ جس میں نکاح ہمیشہ کو حرام ہوتا ہے تو نانی کی

^۱ در مختار باب الحضانتہ مطبع مکتبائی دہلی ۱/۲۶۵

خالہ زاد یا پھوپھی زاد بہنوں یا ان کی اولاد یا ممانی کے لئے کوئی حق حضانت نہیں جیسے خود صغیر صغیرہ کی خالہ زاد ماموں زاد پھوپھی زاد پچا زاد بہنیں کہ یہ محارم سے خارج ہیں۔ درمختار میں ہے:

لاحق لولد عم و عمتہ و خالۃ لعدم المحرمیۃ ^۱ ۔	پچا زاد، پھوپھی زاد اور خالہ زاد کو بچے کا حق پرورش نہیں ہے کیونکہ یہ محارم نہیں ہیں (ت)
---	--

پھر محارم میں پہلے مستحق عورتیں ہیں بشرطیکہ معاذ اللہ مرتدہ یا بدکار یا بے اطمینان یا کسی ایسے شخص کے نکاح میں نہ ہوں جس اس بچہ کا محرم نہیں، بے اطمینانی کی یہ صورت کہ بچہ کو بے حفاظت چھوڑ کر باہر چلی جایا کرتی ہو، ایسی بے پردہ رانی ماں بھی کرے تو بچے اس سے بھی لے لئے جائیں گے، درمختار میں ہے:

الحضانۃ للام الا ان تکون مرتدة او فاجرة او غیر ما مونة بان تخرج کل وقت و تترك الولد ضائعاً او متزوجة بغیر محرم الصغیر ^۲ الخ ملخصاً۔	پرورش کا حق ماں کو ہے مگر جب ہو مرتدہ یا فاجرہ یا غیر محتاط ہو کہ ہر وقت بچے کو چھوڑ کر باہر چلی جاتی ہو یا اس نے بچے کے غیر محرم اجنبی سے نکاح کر لیا ہو الخ ملخصاً (ت)
--	--

عورتوں سب سے مقدم ماں ہے، پھر سگی نانی، پھر اس کی ماں، پھر سگی دادی، پھر اس کی ماں، پھر اس کی بہن، پھر مادری بہن (یعنی جو اس بچے سے ماں میں شریک اور باپ میں جدا ہو) پھر روایت متون میں ^۸ سوتیلی بہن، پھر ^۹ سگی بھانجی، پھر ^{۱۰} مادری، (یعنی مادری بہن کی) بیٹی، پھر ^{۱۱} سگی خالہ، پھر ^{۱۲} مادری خالہ، پھر ^{۱۳} سوتیلی خالہ، پھر ^{۱۴} سگی بھانجی، پھر ^{۱۵} سوتیلی بھانجی، پھر ^{۱۶} سگی بھتیجی، پھر ^{۱۷} سوتیلی، پھر ^{۱۸} سگی پھوپھی، پھر ^{۱۹} مادری، پھر ^{۲۰} سوتیلی، پھر ^{۲۱} ماں کی سگی خالہ، پھر ^{۲۲} مادری، پھر ^{۲۳} سوتیلی، پھر ^{۲۴} باپ کی سگی خالہ، پھر ^{۲۵} مادری، پھر ^{۲۶} سوتیلی، پھر ^{۲۷} ماں کی سگی پھوپھی، پھر ^{۲۸} مادری، پھر ^{۲۹} سوتیلی، پھر ^{۳۰} باپ کی سگی پھوپھی، پھر ^{۳۱} مادری، پھر ^{۳۲} سوتیلی، یہ بتیس عورتیں ہیں جب ان سے کوئی نہ ہو یا جوہ مذکورہ مستحق نہ رہے تو حق حضانت عصبات ذکور کی طرف منتقل ہوگا جن میں سب سے مقدم باپ ہے، پھر دادا، پھر سگا بھائی، پھر سوتیلا، پھر سگا بھتیجا، پھر سوتیلا، پھر سگا چچا، پھر سوتیلا۔ ان میں سے کسی کے ہوتے نانا ماموں وغیرہ ہا ذوی الارحام کو استحقاق نہیں تو خود باپ کے سامنے کب مستحق ہو سکتے ہیں، درمختار میں ہے:

ثم بعد الام' ام الام و ان علت، ثم ام الاب و ان	ماں کے بعد نانی اوپر تک، پھر دادی اوپر تک، پھر
--	--

^۱ درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتہدانی دہلی ۲۶۵/۱

^۲ درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتہدانی دہلی ۲۶۴/۱

<p>حقیقی بہن، پھر ماں کی طرف سے سگی بہن، پھر باپ کی طرف سے سگی بہن، پھر حقیقی بہن کی بیٹی، پھر ماں کی طرف سے سگی بہن کی بیٹی، پھر باپ کی طرف سے سگی بہن کی بیٹی، پھر اس ترتیب پر^{۱۰،۹} خالات، پھر باپ کی طرف سے سگی بہن کی بیٹی، پھر بھائی کی^{۱۱،۱۲،۱۳} بیٹیاں اس ترتیب، پھر^{۱۴،۱۵،۱۶} چھو بھھیاں اس ترتیب پر، پھر^{۱۷} ماں کی خالہ، پھر^{۱۸} باپ کی خالہ اس ترتیب سے، پھر ماؤں کی^{۱۹} چھو بھھیاں، پھر آباء کی^{۲۰} چھو بھھیاں اسی ترتیب پر پھر عصبہ مرد حضرات وارث ہونے کی ترتیب پر یعنی پہلے^{۲۱} باپ^{۲۲} پھر دادا، پھر^{۲۳} حقیقی بھائی، پھر باپ کی طرف سے^{۲۴} سگا بھائی، پھر^{۲۵} بھائی کے بیٹے اس ترتیب پر، پھر^{۲۶} چچا، پھر^{۲۷} اس کے بیٹے، اور پھر اگر عصبات نہ ہوں تو^{۲۸} ذوالارحام حقدار ہوں گے اھ ملخصاً منتحاً اس پر ردالمختار سے بڑھاتے ہوئے۔ (ت)</p>	<p>علت، ثم^۱ الاخت لاب وام، ثم^۲ الام، ثم^۳ الاب، ثم^۴ بنت الاخت لابوین، ثم^۵ الام، ثم^۶ الاب، ثم^۷ الخالات كذلك ای الابوین، ثم^۸ الام، ثم^۹ الاب، ثم^{۱۰} بنت الاخت لاب، ثم^{۱۱} بنات الاخ (لاب وام، او^{۱۲} لام او^{۱۳} الاب علی الترتیب) ثم^{۱۴} العمات (لاب وام، ثم^{۱۵} لام ثم^{۱۶} لاب) ثم^{۱۷} خالة الام كذلك، ثم^{۱۸} خالة الاب كذلك، ثم^{۱۹} عمات الامهات و^{۲۰} الاءاء بهذا الترتیب، ثم^{۲۱} العصبات بترتیب الارث فیقدم الاب، ثم^{۲۲} الجد، ثم^{۲۳} الاخ الشقیق، ثم^{۲۴} الاب، ثم^{۲۵} بنوه كذلك، ثم^{۲۶} العم، ثم^{۲۷} بنوه، ثم اذالم تكن عصبه فلذوی^{۲۸} الارحام اه^۱ ملخصاً منقحاً مزیداً من رد المختار۔</p>
--	---

پس صورت مستفسرہ میں ان بتیس^{۳۲} عورتوں سے اگر کوئی عورت بھی قابل حضانت موجود ہے جس نے بوجہ موانع مذکورہ اپنے حق حضانت کو ساقط نہ کیا تو صغیر صغیرہ نانا سے لے کر اس عورت کے پاس رکھے جائیں گے لڑکاسات برس کی عمر اور لڑکی نو برس کے سن تک بعد ازاں باپ کو دے دئے جائیں گے اور اگر زنان مذکورہ سے کوئی عورت مستحق باقی نہیں تو آج ہی سے بچے باپ کے پاس رہیں گے، نانا کہ اکتالیسویں درجہ میں ہے ان کا استحقاق نہیں رکھتا اور نکاح ثانی کے سبب باپ کے پاس مضرت جان اطفال کا اندیشہ گمان فاسد ہے،

<p>علمائے عصبہ مردوں کے حق حضانت کو ان کے نکاح کر لینے کی وجہ سے ساقط نہیں کیا ان کا حق کیسے ساقط ہو جبکہ یہ مرد بیویوں پر غالب ہیں اسکے برخلاف عورت کا معاملہ ہے کیونکہ وہ خاندان کے کھڑول میں ہے۔ (ت)</p>	<p>فان العلماء لا يعدون التزوج من مسقطات حضانة العصبات كيف والرجال قوامون على النساء بخلاف المرأة فانهن عوان بين يديكم۔</p>
---	---

اور بالفرض اگر یہ امر باطل بثبوت کافی ثابت بھی ہو جائے تو غایت یہ کہ باپ سے لے کر اور نیچے کے عصبات بترتیب مذکور کو دس گے جب تک ان سے کوئی باقی ہے نانا کو استحقاق نہیں، ماموں تو نانا سے بھی

^۱ درمختار باب الحضانة مطبع مکتبائی دہلی ۱/۶۵-۲۶۳

پانچویں درجہ میں ہے،

کیا یظہر من الدرالمختار وردالمختار، واللہ تعالیٰ اعلم۔	جیسا کہ درمختار اور ردالمختار سے ظاہر ہو رہا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	--

مسئلہ ۱۴۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زوجہ اور لڑکا اور ایک لڑکی نابالغ اور ایک بیٹی بالغہ منکوحہ اور ایک بھائی چھوڑ کر انتقال کیا زوجہ نے کہ ان بچوں کی ماں ہے ایک اجنبی آدمی سے نکاح کر لیا، لڑکا چار برس کا ہے اور لڑکی آٹھ کی، اس کی ماں اس کا نکاح ایک جگہ کیا چاہتی ہے، چچا وہاں راضی نہیں بلکہ اپنے بھتیجے سے نکاح کرنا چاہتا ہے، اس صورت میں ان نابالغوں کے نکاح کا اختیار ماں کو یا چچا کو ہے، اور ان کو رکھنے کا اختیار کسے ہے، نابالغوں کی دادی کوئی نہیں، خالہ اور دو پھوپھیاں ہیں، اور پھوپھیاں انہیں اپنے پاس رکھنے پر راضی نہیں، اور نابالغوں کا کچھ مال نہیں، تو ان کا کھلانا بلانا کس کے ذمہ ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں نابالغوں کے نکاح کا اختیار ان کے چچا کے سوا کسی کو نہیں، اسکے ہوتے ہوئے ماں کا نکاح میں کچھ دخل نہیں، اور جبکہ وہ ایک اجنبی شخص سے نکاح کر چکی تو اسے بچوں کے رکھنے کا بھی اختیار نہیں، بلکہ لڑکاسات برس کی عمر تک اور لڑکی جوانی تک اپنی بہن کے پاس رہیں، اور وہ نہ رکھے تو خالہ کے پاس، اور وہ بھی قبول نہ کرے تو پھوپھویوں کے پاس،

فی الدرالمختار الحضانة للام الا ان تكون فاجرة او متزوجة بغیر محرم الصغیر ثم بعد الام بان ماتت اولم تقبل او تزوجت باجنبی ام الام، ثم ام الاب، ثم الاخت ثم الخالات ثم العمات ^۱ ملخصاً۔	درمختار میں ہے: ماں اگر فاجرہ یا بچے کے غیر محرم سے نکاح والی نہ تو وہی پرورش کا حق رکھتی ہے، پھر ماں اگر فوت ہو جائے یا بچے کو قبول نہ کرے یا بچے کے اجنبی سے نکاح کر لے تو اس کے بعد نانی پھر دادی پھر بہن پھر، خالات، پھر پھوپھویوں کو حق حضانت ہے اھ ملخصاً (ت)
---	---

ردالمختار میں ہے:

^۱ درمختار باب الحضانة مطبع مکتبائی دہلی ۱/۲۶۴

<p>پرورش کرنے والی صرف ایک ہونے کی وجہ سے متعین نہ ہو تو اس کو پرورش پر مجبور نہ کیا جائے گا کیونکہ دوسری پرورش کرنے والی موجود ہونے کی وجہ سے بچے کی پرورش ضائع نہ ہوگی اور اگر وہ ایک ہی متعین ہو تو اس کو مجبور کی اجازت نہ کیونکہ کوئی دوسرا نہیں ہے اہ ملقط اور اس کی مکمل تحقیق ردالمحتار میں ہے یہ دو مختلف روایات میں تطبیق و توفیق کا ماحصل ہے۔ (ت)</p>	<p>الحاضنة لاتجبر اذا لم تتعين لها لان المحضون ح لا يضيع حقه لوجود من يحضنه غيرها وتجبر اذا تعينت لعدم من يحضنه غيرها¹ اہ ملقطا وتمام تحقیقہ فیہ وهذا حاصل ما وفق به بین نقلین مختلفین۔</p>
--	--

اور جبکہ ان یتیم نابالغوں کا کچھ مال نہیں تو ان کا کھانا کپڑا ان کے ان قبلاں وراثت پر ہے جن کے پاس اپنے اور اپنے بال بچوں کے کھانے پینے وغیرہ ضروری مصارف کے بعد پس انداز ہوتا ہو جس سے اپنے ان عزیزوں کی امداد کر سکیں یہاں ماں بہن چچا پھوپھی خالہ اگرچہ سب محرم ہیں مگر خالہ پھوپھی ان تین کے سامنے وارث نہیں لہذا ان میں اگر کوئی ویسا مرفہ الحال ہو تو خالہ پھوپھی پر نفقہ دینا واجب نہیں۔

<p>در مختار میں ہے کہ ہر ذی محرم (خواہ نابالغ ہو یا عورت ہو) کا نفقہ واجب ہے، اگرچہ عورت بالغہ اور صحت مند ہو یا مرد بالغ ہو لیکن عاجز ہو محنت نہ کر سکتا ہو مثلاً اپانچ، نابینا، بے عقل یا فالج زدہ ہو، یا محنت کی مہارت نہ رکھنے والا محتاج ہو جس کو صدقہ حلال ہو اگرچہ اس کا مکان اور خادم ہو، درست قول کے مطابق یہی حکم ہے، بدائع، ملخصاً (ت)</p>	<p>فی الدر المختار ویجب ایضاً لكل ذی محرم رحم محرم صغیر او انثی مطلقاً ولو كانت الانثی بالغت صحیحۃ او کان الذکر بالغاً لکن عاجزاً عن الکسب نحو زمانة کعبی وعتہ و فلیج اولایحسن الکسب فقیراً بحیث تحل له الصدقة ولوله منزل وخادم علی الصواب بدائع اہ² ملخصاً۔</p>
---	---

عالمگیر یہ میں ہے:

<p>اگر چچا، پھوپھی اور خالہ ہو تو نفقہ چچے پر لازم ہوگا، اور اگر چچا تنگ دست ہو تو پھر پھوپھی اور خالہ دونوں پر لازم ہوگا۔ (ت)</p>	<p>لوکان له عم و عمة و خالة فالنفقة علی العم فان کان العم معسر فالنفقة علیہما³۔</p>
--	--

¹ ردالمحتار باب الحضانة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۶۲

² در مختار باب النفقة مطبع مجتہدانی، دہلی ۱/۲۷۶

³ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی النفقة ذوی الارحام نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۶۶

اب یہ دیکھنا رہا کہ ان تین وارثوں میں اس طرح کا مالدار کون ہے جس کا ہم نے بیان کیا، اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عورت اگر اپنا کچھ نہ رکھتی ہو تو وہ مرنے والی نہ گئی اور اس سے نفقہ نہ لیا جائے گا اگرچہ اس کا شوہر مزاروں کا آدمی ہو والا لزمہ ایجاب النفقہ علی الاجنبی کما لا یخفی (ورنہ اجنبی پر نفقہ واجب کرنا لازم آئے گا جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) پس اگر صورت مستفسرہ میں ان تینوں وارثوں سے صرف ایک ایسا مرنے والی نہ رہی باقی ہے تو ان دونوں بچوں کا نفقہ صرف اس ایک پر واجب ہوگا خواہ ماں ہو یا بہن یا چچا، اور اگر صرف دو ماں اور بہن مالدار ہیں چچا نہیں تو جس قدر ان بچوں کے کھانے پہننے میں صرف ہونا سمجھا جائے اس کے پانچ حصے کریں دو حصے ماں سے لئے جائیں اور تین حصے بہن سے، مثلاً سوار پے مہینے کا خرچ سمجھیں تو ۸/۸ ماں دے اور ۱۲/۱۲ بہن، اور اگر چچا مالدار ہیں بہن نہیں تو تین حصے کریں دو تہائی ماں سے لیں ایک تہائی چچا سے، اور اگر بہن، چچا مالدار ہیں ماں نہیں تو چار سہام کریں ایک چوتھائی چچا دے تین حصے بہن، اور اگر تینوں مالدار تو چھ سہام کریں دو حصے ماں دے، تین حصے بہن، ایک حصہ چچا،

یہ اس لئے کہ جس کو آپ نے جان لیا کہ نفقہ بقدر وراثت لازم ہوتا ہے، اور ہندہ میں کہا ہے اس میں ضابطہ یہ ہے کہ جو شخص تمام وراثت حاصل کرنے کا حق رکھتا ہو جب وہ تنگ دست ہو تو اس کو مردہ (کالعدم) قرار دیا جاتا ہے اور جب وہ کالعدم قرار پائے گا تو پھر نفقہ باقی وراثت پر بقدر وراثت واجب ہوگا اور وہ وارث یہ تمام وراثت کو حاصل نہیں کرتا بلکہ وراثت کا کچھ حصہ پاتا ہے تو اس کو تنگ دستی پر مردہ (کالعدم) نہیں قرار دیا جاتا لہذا اس کی موجودگی میں اس کے ساتھ جو لوگ وراثت میں حصہ دار ہوتے ہوں ان پر حصہ کے مطابق نفقہ لازم ہوگا الخ، اور اسی طرح درمختار وغیرہ میں مذکور ہے، اور آپ معلوم کر چکے ہیں کہ یہاں تینوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو دوسرے وراثت کو محروم

وذلك لما عرفت ان النفقة بقدر الارث وقد قال في الهندية الاصل في هذا ان كل من كان يحرز جبيع الميراث وهو معسر يجعل كالميراث واذ جعل كالميراث كانت النفقة على الباقيين على قدر موارثهم وكل من كان يحرز بعض الميراث لا يجعل كالميراث فكانت النفقة على قدر موارث من كان يرث معه¹ الخ ومثله في الدر المختار وغيره وقد علمت انه ليس ههنا احد من الثلاثة يحجب الباقيين ويحرز كل

¹ فتاویٰ ہندیۃ الفصل الخامس فی نفقۃ ذوی الارحام نورانی مکتب خانہ پشاور ۱/۵۶۶

<p>کر کے تمام وراثت کو حاصل کر سکے تو ان میں سے اگر کوئی متنگ دست ہو جائے تو اس کو مردہ (کالعدم) نہیں قرار دیا جائے گا بلکہ اس کو تقسیم میں باقی اور شامل تصور کر کے درمیان سے الگ کر دیا جائے گا، جیسا کہ وراثت کی تقسیم میں کسی کو الگ کر دیا جاتا ہے، تو اب وہ بات واضح ہو گئی جو ہم نے ذکر کی ہے اللہ سبحانہ کی توفیق سے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>المیراث فان كان احدهم معسرا لا يجعل كالميت و يعتبر في التقسيم ثم يخرج من البين كما يفعل في الخارج وح يتضح لك ما ذكرنا بتوفيق الله سبحانه وتعالى، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

مسئلہ ۱۴۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ ہندہ فوت ہوئی اور مادر اس کی، اور طفل شیر خوار اس نے چھوڑا اور شوہر بھی اس کا باقی رہا لیکن کوئی شخص ماں یا بہن یا پھوپھی وغیرہ شوہر ہندہ کا نہیں رہا ہے کہ پرورش اس طفل شیر خوار کی کرے، نانی اس طفل مذکور کی پرورش کرتی ہے اور باپ اس طفل کا نہیں چاہتا ہے کہ نانی کے پاس وہ لڑکا ہے، تو اس حالت میں وہ لڑکا باپ کو عند الشرع دلایا جائے گا یا نانی کے پاس رہے گا؟ اور اسباب و ظروف وغیرہ کہ ہندہ متوفیہ کا جہیز ہندہ نے پایا تھا وہ بھی شوہر اس کے نے اپنے تصرف میں کر لیا تو وہ مال و اسباب متصرفہ شوہر ہندہ ملک اس پسر صغیرہ کی ہوگا یا اس کے باپ کے قبضہ میں رہے گا اور مصارف نان و نفقہ ایام رضاعت کا کس کے ذمہ چاہئے، بینوا توجروا

الجواب:

صورت مسؤلہ میں سات برس کی عمر تک پسر کی پرورش ان کی نانی کا حق ہے، باپ بلا وجہ شرعی اس کا مزاحم نہیں ہو سکتا،

<p>در مختار میں ہے: پرورش کا حق ماں کو پھر نانی کو ہے، اور پرورش کرنے والی عورت لڑکے کی اس وقت تک حقدار ہے جب تک وہ عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہیں ہو جاتا جس کی مدت اندر اسات سال کی عمر ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا، اہ ملقط (ت)</p>	<p>في الدر المختار الحضانة تثبت للام ثم ام الام والحاضنة اما و غيرها احق به اى بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقد بسبع وبه يفتى اه¹ ملتقطاً۔</p>
---	---

¹ در مختار باب الحضانة مطبع مکتبائی دہلی، ۱/۲۶۴

اور ہندہ نے جو کچھ اسباب اپنے جہیز میں پایا تھا سب اسی کی ملک تھا اور بعد اس کی مرگ کے فرائض اللہ پر تقسیم پائے گا،

<p>عقود الدریرہ میں ہے کہ ہر ایک جانتا ہے کہ جہیز لڑکی کی ملکیت ہوتا ہے اس میں کسی اور کا حق نہیں ہوتا۔ (ت)</p>	<p>فی العقود الدریرۃ کل احد یعلم ان الجہاز ملک البنات لاحق لاحد فیہا¹</p>
---	--

البتہ جس قدر مال حصہ نابالغ قرار پائے گا اس پر قبضہ اس کے باپ ہی کا ہوگا مگر نہ مالکانہ ازراہ ولایت کہ باپ کے ہوتے ہوئے دوسرا شخص بچہ کا ولی اور اس کے مال کا محافظ نہیں کہا فی الدر المختار وعامۃ الاسفار (جیسا کہ در مختار اور عامہ کتب میں ہے۔) رہا یہ بچے کا نان و نفقہ اور اجرت رضاعت وغیرہ مصارف کثیرہ ہیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر بچہ نے اپنی ماں کے ترکہ یا کسی اور وجہ سے اتنا مال پایا ہے جس کے سبب اسے شرعاً غنی کہا جائے اور زکوٰۃ دینا ناروا ہو تو یہ سب صرف خاص اسی کے مال سے ہوں گے باپ پر واجب نہیں کہ اپنے پاس سے صرف کرے، ہاں ان مصارف کی کار پر داری بحکم ولایت باپ کے ذمہ ہوگی، اور اگر بچہ کے پاس اتنا مال نہیں تو بیشک یہ صرف باپ کے ذمہ ہیں،

<p>ردالمحتار میں خیر الدین رملی سے منقول ہے کہ پرورش کا حکم رضاعت والا ہے لہذا پرورش کر نیوالی کو اجرت کا استحقاق ہے، اگر بچے کا اپنا مال ہو تو اس میں سے ورنہ بچے کے والد کے مال میں سے اجرت دی جائے گی اھ ملخصاً۔ اور در مختار میں ہے کہ بچے کا نفقہ اگر وہ فقیر ہو تو باپ پر ہے کیونکہ اگر وہ فقیر نہ ہو تو غنی ہونے کی وجہ سے نفقہ اس کے اپنے موجود مال سے کیا جائے گا، اور یونہی جو ذی محرم فقیر ہو اس کے لئے صدقہ حلال ہو تو اس کے لئے بھی نفقہ ضروری ہے اگرچہ اس کا مکان اور خادم بھی ہو یہ حکم درست قول کے مطابق ہے</p>	<p>فی ردالمحتار عن الخیر الرملی ان الحضانۃ کالرضاع فلہا الاجرة من مال الصغیر ان کان له مال والا فمن مال ابیہ² ملخصاً، و فی الدر المختار وتجب النفقة لطفہ الفقیر فان نفقة الغنی فی مالہ الحاضر وتجب ایضاً لكل ذی رحم محرم فقیر ابحیث تحل له الصدقة ولولہ منزل وخادم علی الصواب بدائع³ اھ بالالتقاط، فی ردالمحتار قوله ولولہ منزل وخادم وهو محتاج الیہما۔ وهذا علم فی الوالدین والمولودین وذوی الارحام کہا صرح</p>
---	--

1

2 در مختار باب الحضانۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۳۷/۲

3 در مختار باب النفقة مطبع مجتہدی دہلی ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸

<p>اس پر ردالمختار میں ہے ماتن کا قول کہ "اگرچہ اس کا مکان اور خادم ہو" یعنی جبکہ اس کو ان کی احتیاجی ہو۔ یہ حکم والدین، اولاد اور ذوالارحام سب کو شامل ہے جیسا کہ ذخیرہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے، واللہ سبحانہ، وتعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>بدائع. اہملتقط۔ فی الذخیرۃ^۱، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم</p>
--	--

مسئلہ ۱۴۲: ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کی زید نے ہندہ کو طلاق دی اور ایک پسر شیر خوار جو زید کو نطفے سے ہے واسطے پرورش کے ہندہ کے پاس چھوڑا اور اس کی پرورش کے واسطے ماہانہ مقرر کر دیا وہ لڑکا بچہ تین برس کچھ ماہ کے ہو ہندہ نے نکاح ایک شخص سے کر لیا اب وہ لڑکا زید کو مل سکتا ہے یا نہیں، اور اگر مل سکتا ہے تو کس عمر میں؟ اور ہندہ کو اپنے ماں باپ کے پاس چھوڑ کر شوہر کے یہاں چلی گئی وہ عورت ہندہ کی مادر حقیقی نہیں ہے تو زید کے مقابلہ میں ہندہ کے ماں باپ کو استحقاق پرورش پسر مذکور حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

سائل مظہر کہ ہندہ نے جس شخص سے نکاح کیا وہ لڑکے کا محرم نہیں بلکہ اجنبی شخص ہے اور ہندہ کی ماں اور نانی مرگئیں، باپ اور سوتیلی ماں، اور ہندہ کی سگی دادی خود کی سگی دادی زندہ ہیں، پس صورت مذکورہ میں ہندہ کے باپ یا سوتیلی ماں کو لڑکے کے رکھنے کا کوئی حق نہیں بلکہ سات برس کی عمر تک اپنی دادی کے پاس رہے گا بعدہ باپ لے لے گا ماں کی دادی بھی لڑکے کی دادی کے ہوتے نہیں رکھ سکتی۔

<p>در مختار میں سے کہ ماں فوت ہو جائے یا بچے کے اجنبی غیر محرم سے نکاح کر لے تو ماں کے بعد نانی خواہ اوپر والی ہو جبکہ کوئی قریبی عورت پرورش کا حق نہ رکھتی، پھر دادی خواہ اوپر والی ہو مذکورہ شرط کے ساتھ، لیکن ماں کی دادی تو وہ بچے کی دادی بلکہ اس کی خالہ سے بھی مؤخر ہے، بجز۔ ماں لڑکے کی حقدار ہے جب تک لڑکا عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہ ہو جائے جس کا اندازہ سات سال کی عمر ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائیگا،</p>	<p>فی الدرالمختار ثم بعد الامر بان ماتت او تزوجت بالجنبی امر الامر ووان علت عند عدم اہلیۃ القربی، ثم امر الاب ووان علت بالشرط المذکور واما امر اب الامر فتؤخر عن امر لاب بل عن الخالۃ ایضاً بحر، و الامر احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقد ر بسبع وبہ یفتی^۲ ملتقطاً، و</p>
---	--

^۱ ردالمختار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۲

^۲ درمختار باب الحضانه مطبع مکتبائی دہلی ۱/۲۶۴

<p>فی ردالمحتار عن الفتح یجبر الاب علی اخذ الولد بعد استغنائہ عن الامر¹۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>اھ ملتقطاً، اور ردالمحتار میں فتح سے منقول ہے کہ والد کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ بچے کو ماں کی نگرانی سے مستغنی ہو جانے کے بعد اپنی تحویل میں لے لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>
--	---

مسئلہ ۱۴۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دے دی جس کو عرصہ پانچ سال کا ہوا اور اس کا ایک لڑکا تھا وہ بھی تقریباً پانچ سال کا ہوا، اب ہندہ نے نکاح ثانی کر لیا ہے، اور اس لڑکے کی نانی سوتیلی ہے اور خالہ نابالغ ہے اور اس کی دادی اور پردادی اور دادا اور باپ موجود ہیں اس حالت میں لڑکامذکور کس کے پاس رہنا چاہئے؟ بان کجھے۔ بینوا توجروا

الجواب:

سائل نے بیان کیا کہ عورت نے اجنبی شخص سے نکاح کیا جو اس لڑکے کا کوئی نہیں اور نانی سوتیلی ہے، اور سگی نانی کی ماں بھی نہیں اور دادی حقیقی ہے، پس اس صورت میں ماں کو اس لڑکے کے رکھے کا کوئی حق نہ رہا، اور سوتیلی نانی کوئی چیز نہیں، لڑکا سات برس کی عمر تک دادی یعنی اپنے باپ کی ماں کے پاس رہے گا پھر باپ لے لے گا۔ در مختار میں ہے:

<p>الحاضنة یسقط حقها بنکاح غیر محرر الصغیر۔²</p>	<p>پرورش کرنے والی کا حق ساقط ہو جاتا ہے جب وہ بچے کے غیر محرر سے نکاح کر لے۔ (ت)</p>
---	---

اسی میں ہے:

<p>ثم بعد الامر ان ماتت او تزوجت باجنبی امر الامر وان علت ثم امر الاب³ اھ مختصر واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>ماں فوت ہو جائے یا بچے کے اجنبی سے نکاح کر لے تو پھر نانی کو حق ہے خواہ اوپر والی ہو، پھر دادی کو حق ہے اھ مختصر۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>
---	--

مسئلہ ۱۴۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسماة نے انتقال کیا اور ایک لڑکا بچھ سات ماہ

¹ ردالمحتار باب الحضانة دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۴۰/۲

² در مختار باب الحضانة مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۵/۱

³ در مختار باب الحضانة مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۴/۱

کاشیر خوار چھوڑا، اور شوہر اور مسماۃ متوفیہ کی پھوپھی یعنی اس کے باپ کی حقیقی بہن اور مسماۃ بہن اور مسماۃ متوفیہ کاماموں موجود ہیں، ان سب میں کس کو ولایت پرورش پہنچ سکتی ہے؟ اور بحالت انکار اول حقدار کے دویم درجہ میں کس کو پہنچے گی؟

الجواب:

جبکہ اس لڑکے کی نہ نانی ہے نہ کوئی جوان بہن ہے، نہ بھانجی نہ خالہ، نہ پھوپھی نہ ماں کی خالہ، نہ باپ کی خالہ، صرف ماں کی پھوپھی ہے اور وہ بیوہ ہے۔ جیسا کہ سالکوں نے بیان کیا تو اس صورت میں لڑکاسات برس کی عمر تک ماں کی پھوپھی کے پاس رہے گا اس کے ہوتے ہوئے باپ کو بھی اختیار نہیں ماں کاماموں تو بہت بعید ہے اور جبکہ لڑکے کے باپ کی پھوپھی بھی حسب بیان سالکان نہیں، غرض ماں کی پھوپھی کے سوا کوئی عورت جسے حق حضانت ہو موجود نہیں تو ماں کی پھوپھی کو اس سے انکار کا اختیار نہیں البتہ اس پرورش کی اجرت لینی چاہے تو باپ کو دینی ہوگی۔ تنویر الابصار میں ہے:

پرورش کا حق ماں کو ہے پھر نانی پھر دادی کو اگرچہ اوپر والی ہوں، پھر حقیقی بہن کو پھر ماں کی طرف سے سگی بہن کو پھر باپ کی طرف سے سگی بہن کو پھر حقیقی بہن کی بیٹی کو پھر ماں کی طرف سے بہن کی بیٹی کو پھر حالات کو پھر پھوپھیوں کو پھر ماں کی خالہ پھر باپ کی خالہ کو پھر ماں اور باپ کی پھوپھیوں کو، اسی ترتیب سے پھر، عصبہ مردوں کو وراثت کی ترتیب پر۔ (ت)	الحضانة تثبت للام، ثم ام الام، ثم اب الاب وان علت، ثم الاخت لاب وام، ثم لام، ثم لاب، ثم بنت الاخت لابوین، ثم لام، ثم الاخالات، ثم العبات، ثم خالة الام، ثم خالة الاب، ثم عمات الامهات والاباء، بهذا الترتیب ثم العصبک بترتیب الارث۔ 1
---	--

انہیں میں ہے:

پرورش کرنے والی حق صغیر کو باطل نہیں کر سکتی، اگر ماں کے علاوہ کوئی پرورش کرنے والی نہ ہو تو ماں کو بچے کی پرورش پر مجبور کیا جائے گا، اس میں اختلاف نہیں، وہ البتہ پرورش کی اجرت کی مستحق ہوگی جو کہ دودھ پلانے کی اجرت اور نفقہ ولد کے علاوہ	ولا تقدر الحاضنة على ابطال حق الصغیر وان لم يوجد غيرها اجبرت بلا خلاف وتستحق اجرة الحضانة وهي غير اجرة ارضاعه ونفقته بحر عن
--	---

¹ درمختار شرح تنویر الابصار باب الحضانة مطبع مکتبائی دہلی ۲۶۴/۱

السر اجیة ^۱ اھم لخصین، واللہ تعالیٰ اعلم۔	ہوگی بحر نے اسے سراجیہ سے نقل کیا ہے اھ ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	--

مسئلہ ۱۳۵: از ریاست رامپور محلہ چاہ شور مرسلہ مناخاں ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے وقت وفات اپنی ایک زوجہ منکوحہ اور ایک پسر نابالغ اور دو لڑکیاں نابالغہ ہیں، وراثت مع المحصر چھوڑ کر وفات پائی، اور بعد وفات مذکور کے اس کی منکوحہ وارثہ نے بقضاء الہی وفات پائی، اب ایک لڑکا نابالغ اور دو لڑکیاں نابالغہ بطن مسماۃ متوفیہ سے باقی رہی، مسماۃ متوفیہ مذکورہ کا دادھیال اور نانھیال میں سے کوئی ذکور اور اثاث میں سے نہیں ہے اور زید مرحوم مذکور کے دو چچازاد بھائی ہیں اور ایک عورت حسینی کہ متوفیہ مرحومہ کو بطور فرزند پرورش کیا تھا عویدار ہیں کہ ولایت ان ہر سہ نابالغ صغیرہ کی ہم کو پہنچی ہے پس ولایت صغیران مذکور برادران زید متوفی جو چچازاد بھائی زید کے ہیں اور وہ عورت جس نے منکوحہ کو فرزند پرورش کیا تھا ان دونوں میں کس کو حسب شرع شریف حق ولایت نابالغان حاصل ہے؟ بینوا تو جو را۔

الجواب:

سائل مظہر کہ پسر کی عمر گیارہ سال ہے اور ایک دختر کی دس سال اور دوسرے کی تین سال، پس صورت مستفسرہ میں لڑکا جو ان ہونے تک زید کے چچازاد بھائی کے پاس رہے گا اور لڑکے اور لڑکیوں کے نکاح کرنے کی ولایت بھی بھائیوں کو ہے مگر لڑکیاں ان میں سے کسی کو سپرد نہ کی جائیں گی قاضی شرع پر فرض ہے کہ ان کے رکھنے کے لئے کوئی عورت صالحہ متدینہ اینہ تجویز کرے کہ تا بلوغ یا جب تک شادی نہ ہو لڑکیاں اس کی حفاظت میں رہیں اور ان تینوں نابالغوں نابالغوں کا جو مال ہے اگر ان کے باپ یا دادا کا کوئی وصی موجود ہے یعنی جسے وہ اپنے مال یا اولاد کی حفاظت و نگہداشت کی وصیت کر گئے ہوں یا وہ نہ ہو تو ایسے وصی کا جو وصی ہو اس کی حفاظت میں سپرد کیا جائے ورنہ اس کے لئے بھی قاضی شرع پر فرض ہے کہ امین صالح دیندار قادر نیک مسلمان تجویز کرے جو قرآن پر سچا ایمان رکھے یتیم کے مال کو آگ جانے اور اللہ ان سب حسب لینے والا ہے، رہی وہ عورت جس نے ان کی ماں کو پالا تھا اس کا اصلاً کوئی حق نہیں، ہاں لڑکیوں کی حفاظت کے لئے اگر قاضی شرع کی رائے میں وہ عورت ہی انب ہو تو اسے دے دے مگر نکاح یا حفاظت مال میں اس کا کوئی اختیار نہ ہوگا۔ منہاج و خلاصہ و تاتار خانہ و حاشیہ الخیر الرملی و رد المحتار میں ہے:

^۱ در مختار شرح تنویر الابصار باب الحضانه مطبع مکتبائی دہلی ۱۳۲۱ھ

ان لم یکن للصبی اب وانقضت الحضانة فمن سواه من العصابة اولی الاقرب فالاقرب غیران الاثنی لا تدفع الالی محرم ¹ ۔	جب بچے کی پرورش کی مدت ختم ہو جائے اور باپ نہ ہو تو باپ کے بعد والے عصبہ مردوں میں سے جو قریب تر ہو اس کی تحویل میں دے دیا جائے گا لیکن اگر لڑکی ہو تو اسے غیر محرم کی تحویل میں نہ دیا جائے گا۔ (ت)
--	--

تحفۃ الفقہاء، و بحر الرائق ورد المختار میں ہے:

ان لم یکن للجارية غیرابن العم فالاختیار للقاضی ان راه اصلح الیه والاتوضع علی یدامینة اھ قال الشامی) ما فی التحفة ع لہ فی شرحها البدائع بقوله لان الولاية فی هذه الحالة الیه فی اعی الاصلح اھ وهو ظاہر فی انه لاحق لابن العم فی الجارية مطلقاً ² الخ۔	اگر لڑکی کا چچا زاد کے بغیر کوئی عصبہ نہ ہو تو قاضی کو اختیار ہے کہ اگر وہ چچا زاد کو نیک و صالح سمجھتا ہے تو لڑکی اس کی تحویل میں دے دے ورنہ کسی امین صالح عورت کے سپرد کرے اھ، علامہ شامی نے فرمایا کہ تحفہ میں جو بیان ہے اس کی وجہ اور علت کو اس کی شرح بدائع میں یوں بیان کیا ہے، چونکہ ایسی صورت میں قاضی کو ولایت حاصل ہوتی ہے لہذا وہ بہتری کی تدبیر کرے اھ، یہ بات ظاہر ہے کیونکہ چچا زاد کو لڑکی پر حق مطلقاً نہیں ہے الخ۔ (ت)
---	--

تنویر الابصار میں ہے:

ولیه ابوہ ثم وصیہ (بعد موتہ) ثم وصی وصیہ ثم جدہ ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ثم القاضی ³ اھ مزید ا من الدر المختار، واللہ سبخنہ وتعالی اعلم۔	بچے کا ولی اس کا باپ پھر باپ کے فوت ہونے پر باپ کا وصی اور پھر وصی کا وصی، پھر دادا، پھر اس کا وصی، پھر اس کے وصی کا وصی، اور پھر قاضی ہے اھ، در مختار سے کچھ زیادتی شامل کرتے ہوئے، واللہ سبخنہ وتعالی اعلم (ت)
--	--

¹ ردالمحتار باب الحضانة دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۲۲/۴

² ردالمحتار باب الحضانة دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۳۹/۲

³ در مختار شرح تنویر الابصار مطبع مجتہبی دہلی ۲۰۳/۲

مسئلہ ۱۲۶:

از پہلی بھیت پنجابی ٹولہ مرسلہ شیخ عبدالعزیز

۱۳ شوال ۱۳۲۱ھ

(شجرہ حاجی کفایت اللہ متونی)

(زوجہ اولیٰ حیات نجم النساء)

یہاں امیج کی شکل میں نقشہ بنانا ہے جلد ۱۳ ص ۳۰۱

(زوجہ ثانی متوفیہ حمید النساء)

یہاں امیج کی شکل میں نقشہ بنانا ہے جلد ۱۳ ص ۳۰۱

حاجی کفایت اللہ نے انتقال کیا اور انہوں نے اپنی ایک مادر جو سن خرافت کو پہنچ گئی ہیں اور ہوش و حواس ان کے قائم نہیں ہیں اور دو بہنیں اور ایک زوجہ اور اسی زوجہ حیات سے دو لڑکے اور چار لڑکیاں اور دوسری زوجہ متوفیہ سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑیں، فریق اول یعنی زوجہ اولیٰ کی اولاد سب بالغ ہے اور فریق ثانی زوجہ ثانیہ کی اولاد بعض بالغ اور بعض نابالغ ہیں۔ فریق اول چونکہ بالغ اور غالب تھے اور فریق ثانی نابالغ اور مغلوب، لہذا فریق اول کو ہمیشہ فریق ثانی کے ساتھ بوجہ سوتیلے پن کے قدرتی مخالفت ہے، چنانچہ ان نابالغان کے سوتیلے بہن بھائی بہ اتفاق نجم النساء سوتیلی ماں کی والدہ نابالغان کے مخالف اور درپے تخریب و ایذا رسانی و دل آزاری رہی اور شرکت شادی و غمی اور ملنا جلنا تا حیات متوفیہ حمید النساء والدہ نابالغان قطعی ترک رہا مگر حسین حیات حاجی کفایت اللہ ان کی عداوت کا کوئی اثر پورے طور پر ظاہر نہیں ہو پایا لیکن بعد وفات حاجی کفایت اللہ فریق اول کی عداوت فریق ثانی کے ساتھ بخوبی ظاہر ہو گئی چنانچہ اس کی وجوہات یہ ہیں:

(۱) یہ کہ بعد وفات حاجی کفایت اللہ ان میں سے نابالغوں کو جو سب سے چھوٹے اور ان کے اختیار میں تھے ایک خادمہ کے سپرد کر کے گڑھی مانکپور کو جو جائے سکونت سے ایک مسافت بعید پر واقع ہے باقی اعزاء اقارب سے جدا کر کے روانہ کر دیا چھ ماہ تک ان کو لاوارث حیثیت سے چھوڑ رکھا جس کی وجہ سے ان کو طرح طرح کی خورد و نوش وغیرہ کی تکلیف اور اذیتیں پہنچیں۔

(۲) یہ کہ جملہ آمدنی ان کے حصص واقعہ میں سے اپنے صرف میں لاپچکے ہیں اور ان کے مصارف کی کوئی خبر گیری نہیں کرتے۔

(۳) یہ کہ بہت سے اشیاء منقولہ زر نقد و زیورات و اشیاء خانگی جو نابالغان سے تعلق رکھتے ہیں ان لوگوں نے مخفی کر لیں اور ظاہر نہیں کیں اور دیون مورث کے وصول کر کے تصرف ذاتی اپنے میں لائے۔

(۴) یہ کہ طریقہ زندگی سوتیلے بھائیوں ان نابالغان کا ناشائستہ اور غیر مہذب بد چلنی کے ساتھ ہے۔

سوال

حاجی محمد کفایت اللہ متوفی نے انتقال کر کے اس شجرہ مذکورہ بالا کے مطابق ورثاء چھوڑے اب ان اولاد نابالغان زوجہ ثانی متوفیہ، فضل حق، ضیاء الحق، ریاض الحق و احمدی بیگم کا حق ولایت جان و مال از روئے شرع شریف ان اولیاء میں سے بمقابلہ وجوہات بالا کے کس کو پہنچتا ہے:

اخ لاب۔ اخ لاب۔ اخت لاب۔ اخت لاب۔ اخت الاب وام۔ جدہ صحیحہ۔ عمہ۔ عمہ۔
عبدالحق۔ احسان الحق۔ عجائب النساء۔ لطیف النساء۔ حبیب النساء۔ جمیل النساء۔ کریم النساء۔ اللہ جلانی۔ نجم النساء۔ صاحب النساء۔

الجواب:

حق حضانت لڑکے میں سات اور دختر میں نو برس کی عمر تک رہتا ہے اس کے بعد عصبہ کے پاس رہے گی جو عصومت میں مقدم ہے یہاں بھی مقدم ہے بشرطیکہ فاسق بد چلن نہ ہو اس سے صغیر پر اندیشہ نہ ہو اور دختر کے لئے اس کا محرم ہونا بھی شرط۔ اور سات یا نو برس کی عمر تک جو حق حضانت میں عورات ذوات فروض مثل مادر و خواہر پھر ذوات رحم مثل خالہ و عمہ عصبات پر مقدم ہیں ان میں شرط یہ ہے کہ صغیر کے نامحرم کے نکاح میں نہ ہوں ورنہ بچے ماں کو بھی سپرد نہ کئے جائیں گے جہاں شرائط حضانت کی جامعہ کوئی عورت نہ ہوگی، حضانت عصبات پھر ذوی الارحام ذکور کی طرف انتقال کرے گی اور دختر کے لئے وہی حر میت ضرور ہوگی پھر اگر کوئی ذی رحم ان بچوں کے حق میں قابل اعتماد نہ ہو تو ذی علم دیندار خداترس مسلمانان شہر کہ کوئی بدعت کفریہ مثل نیچریت ورفض وغیرہ مانہ رکھتے ہوں نہ مکذبان باری عزوجل یا منکران ختم نبوت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسلمان جانتے ہوں جمع ہو کر کسی ایسے ہی متدین لائق کو بچوں کی حفاظت کے لئے تجویز کریں اور لڑکیاں بالخصوص کسی ایسی ہی عورت عاقلہ امینہ قادرہ کو سپرد کی جائیں جو نامحرم کے نکاح میں نہ ہوں نہ ایسوں کے یہاں رہتی ہو جن سے بچوں پر مضرت واذیت کا اندیشہ ہو اور یہ شرط عدم نیچریت ورفض وغیرہ بدعات کفریہ کہ ہم نے ان رائے و ہندوں کے لئے ذکر کی

مطلقاً

ہر عورت و مرد میں ضرور ہے جسے حضانت یا حفاظت جان یا مال دی جائے بچوں کے مال کو ولایت باپ کے بعد باپ کے وصی کو ہے یعنی جسے وہ کہہ کر مرا ہو کہ میری اولاد کی غور پر داخا کرنا یا کہا ہو میری جائداد کی نگہداشت کرنا، وصی نہ ہو تو وصی کا وصی، وہ بھی نہ ہو تو دادا، پھر دادا کا وصی، پھر اس کے وصی کا وصی، اور ان میں کوئی نہ ہو تو پھر وہی حکم ہے کہ ذی علم متدین مسلمان نہایت غائر نظر سے مشورہ کر کے کسی ایسے ہی مسلمان کو محافظ مقرر کریں جو یتیم کے مال کو آگ جانتا ہو، اور جس شہر میں کوئی عالم دین معتمد سنی المذہب فقیہ متدین موجود ہو تو ان امور میں رائے اسی کی معتبر ہے، اور جہاں ایسے چند عالم ہوں وہاں جو ان سب میں زیادہ علم والا ہو اس پر نظر ہے، جب کوئی مستحق حضانت و ولایت مال نہ ہو تو وہ عالم شہر اپنی رائے سے بلحاظ امور مذکورہ بچوں کی سپردگی جان و مال کے لئے رجال و نساء باوصاف مذکورہ تجویز کرے، شریعت کی ایسی باتوں میں جہاں قاضی اسلام نہ ہو اس عالم شہر کی رائے قاضی اسلام کی مثل ہے، اور مسلمانوں پر اس کا اتباع لازم ہے، گو نمٹنے نے معاملات مثل نکاح و طلاق و حضانت و ولایت و وراثت و وصایت میں مسلمانوں کو آزادی دی ہے وہ ہر گز مجبور نہیں کرتی کہ تم ان امور کو اپنی شرع کے مطابق باہم فیصلہ نہ کر لو بلکہ وہ خود ان امور میں شریعت و فتویٰ کی طرف رجوع کرتی ہے، جہاں تک میرا خیال ہے یہ امور اسی قبیل سے ہیں، اور اگر فی الواقع ایسا نہیں بلکہ آزادی کسی حد تک محدود کی گئی ہے تو جہاں تک آزادی ہے اس پر کارروائی لازم ہے واللہ العلیق، در مختار میں ہے:

لڑکے پر پرورش کرنے والی کا حق اس وقت تک ہے جب تک وہ عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہیں ہو جاتا جس کا اندازہ سات سال عمر ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا اور لڑکی پر اس کا حق لڑکی کے مشتمل ہونے تک ہے جس کا اندازہ نو سال کی عمر ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائیگا (ت)

الحاضنة احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء
وقدر بسبع وبہ یفتی واحق بہا حتی تشتہی وقدر
بتسع وبہ یفتی¹

ردالمحتار میں ہے:

بچہ پر رملی کے حاشیہ میں ہے کہ منہاج، خلاصہ اور تاتار خانہ میں مذکور ہے کہ اگر بچے کا والد نہ ہو اور بچے کی مدت پرورش ختم ہو جائے تو قریب ترین مرد عصبہ کے سپرد کیا جائیگا، مگر بچی ہو تو وہ غیر محرم عصبہ کے سپرد نہ کی جائے گی۔ (ت)

فی حاشیة البحر للرملی فی المنہاج والخلصة و التآ
تارخانیة ان لم یکن للصبی اب وانقضت الحضانة
فمن سواہ من العصبہ اولی الاقرب فالاقرب غیر ان
الانشی لاتدفع الالی محرم²

¹ در مختار باب الحضانة مطبع مجتہبی دہلی ۲۶۵/۱

² ردالمحتار باب الحضانة دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۲۳/۲

تنویر الابصار میں ہے:

<p>پرورش کا حق والدہ کو ہوگا بشرطیکہ وہ مرتدہ، غیر محتاط اور بچے کے غیر محرم کی منکوحہ نہ ہو، والدہ کے بعد نانی، پھر دادی، پھر حقیقی بہن، پھر ماں کی طرف سے سگی بہن، پھر والد کی طرف سے سگی بہن، پھر خالات اور پھر پھوپھیاں اسی ترتیب سے۔ (ت)</p>	<p>الحضانة تثبت للام لان تكون مرتدة او غير ما مونة او متزوجة بغير محرم ثم ام الام ثم ام الاب ثم الاخت لاب وام ثم لام ثم لاب ثم الخالات ثم العبات كذلك¹۔</p>
---	--

در مختار میں ہے:

<p>پھر عصبہ مرد حضرات وراثت کی ترتیب پر ماسوائے فاسق اور پاگل کے، اگر عصبیت نہ ہوں تو ذوی الارحام حقدار ہوں گے (ملخصاً)۔ (ت)</p>	<p>ثم العصباء بترتيب الارث سوى فاسق و معتوه ثم اذا لم يكن عصبية فلذوي الارحام² (ملخصاً)</p>
--	--

برہان و عینی و محرورد المختار میں ہے:

<p>بدائع میں مذکور ہے اگر بھائی اور چچے، لڑکی اور اس کے مال کی حفاظت میں غیر محتاط ہوں تو لڑکی ان کے سپرد نہ کیا جائے گی اور قاضی لڑکی کے بالغ ہونے تک کسی قابل اعتماد عاہدہ دیا نندار عورت کے سپرد کر دے گا۔ (ت)</p>	<p>في البدائع لو كانت الاخوة والاعمام غير مأمومنين على نفسها او مالها لاتسلم اليهم وينظر القاضى امرأة ثقة عدلة امينة فتسلمها اليها الى أن تبلغ³۔</p>
---	---

در مختار میں ہے:

<p>پرورش کرنے والی بچے کے غیر محرم کی منکوحہ ہونے یا بچے کے مخالفین کے ہاں رہائش پذیر ہونے کی بناء پر پرورش صغیر کی حقدار نہ رہے گی۔ (ت)</p>	<p>الحاضنة يسقط حقها بنكاح غير محرمه اى الصغير وكذا بسكنها عند البغضين له⁴۔</p>
--	--

اسی میں ہے:

¹ در مختار تنویر الابصار باب الحضانة مطبع مجتہائی دہلی ۲۶۴/۱

² در مختار تنویر الابصار باب الحضانة مطبع مجتہائی دہلی ۲۶۴/۱

³ رد المحتار باب الحضانة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۳۸

⁴ در مختار باب الحضانة مطبع مجتہائی دہلی ۲۶۵/۱

<p>بچے کے مال کے متعلق والی والد ہوگا پھر والد کا وصی پھر وصی کا وصی پھر حقیقی جد صحیح (جو کسی عورت کے واسطے کے بغیر ہو) پھر دادے کا وصی پھر اس کے وصی کا وصی اور پھر قاضی ہوگا۔ (ت)</p>	<p>ولیه في المال ابوة ثم وصيه ثم وصی وصيه ثم جدہ الصحيح ثم وصيه ثم وصی وصيه ثم القاضی¹۔</p>
--	--

حدیقہ ندیہ میں ہے:

<p>عتابی میں مذکور ہے کہ جس وقت باختیار حاکم شرعی نہ پایا جائے تو پھر معاملات علماء کے سپرد قرار پائینگے تو امت پر لازم ہے کہ وہ علماء کی طرف اپنے معاملات میں رجوع کرے، پھر جب سب کا ایک عالم کی طرف رجوع کرنا مشکل ہو تو پھر ہر علاقہ والے اپنے اپنے علاقہ کے علماء کی طرف راجع ہوں، اور اگر علاقہ میں علماء کی کثرت ہو تو پھر سب سے بڑے عالم کی اتباع کریں۔ (ت)</p>	<p>في العتابة اذا اخلا الزمان من سلطان ذي كفاية فالامور كلة الى العلماء ويلزم الامة الرجوع اليهم فاذا عسر جمعهم على واحد استقل كل قطر باتباع علمائه فان كثروا فالمتبع اعلمهم²۔</p>
--	---

جب یہ مسائل معلوم ہوئے اب صورت مستفسرہ کی طرف چلے، فضل حق و ضیاء الحق تو حدِ حضانت سے نکل چکے ہیں کہ ان کی عمریں سات سال سے زائد ہیں، انہیں چاہئے تھا کہ عصبات کے سپرد ہوں، عصبہ یہاں سوتیلے بھائی ہیں جنہیں مسائل بد چلن بتانا ہے اور نابالغوں کا بدخواہ و دشمن بھی، اور فی الواقع سوتیلوں میں خصوصاً جہاں جاگد ادا کا قدم در میان ہو بدخواہی نہ ہونا ہی تعجب ہے، تو لازم ہے کہ ان دونوں بچوں کے لئے کوئی اور عصبہ دیندار معتمد بشرائط مذکورہ تلاش کیا جائے، مسائل نے زبانی احمدی بیگم کو ریاض الحق سے بھی چھوٹی بتایا تو یہ دونوں ابھی حضانت طلب ہیں، اللہ جلانی کو مسائل مختل الحواس بتاتا ہے اور کریم النساء، حقیقی بہن بچوں کے نامحرم کے نکاح میں ہے یونہی سوتیلی بہنیں بھی، اور ان کا نامعتمد ہونا علاوہ، بچوں کی کوئی خالہ بیان میں نہ آئی، پھوپھیوں کی نسبت بھی مسموع ہوا کہ نامحرموں کے نکاح میں ہیں، اس تقدیر ان کی حضانت بھی بھائیوں کی طرف آتی ہے مگر ان میں وہی موانع ہیں تو اس کے لئے بھی کوئی عصبہ اور وہ نہ ہو تو ذوم رحم تلاش کرنا چاہئے اور احمدی بیگم کے واسطے اس کا محرم بھی درکار، یہ حفاظتِ جان تھی، رہی سپردگی مال اس کے لئے لازم کہ باپ کا وصی یا

¹ درمختار کتاب المآذون مطبع مجتہائی دہلی ۲۰۳/۲

² الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة النوع الثالث مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۱/۳۵

وصی وصی یا دادا یعنی پدر پدر کا وصی وصی کی تحقیق کریں، مثلاً حاجی کفایت اللہ نے اگر کریم النساء یا اپنی بہن نجم النساء یا صاحب النساء یا جس کسی شخص کو ان بچوں یا اپنی جائداد کی نگہداشت کی وصیت کی ہو نابالغوں کے مال اسی کو سپرد کئے جائیں گے، یہ تین مقام تلاش و تحقیق کے ہیں، ان میں سے جس میں بعد تلاش بھی کوئی شخص ان شرائط کا نہ ملے تو عالم شہر کی رائے لی جائے گی۔ یہ مسئلہ پہلی بھیت کا ہے اور وہاں ان صفات مذکورہ کا کوئی عالم نہیں سوا مولنا وصی احمد صاحب محدث سورتی دامت فیوضہم کے، تو ان کی طرف رجوع لازم اور ان پر واجب کے بعد غور تمام و تحقیقات تام جملہ مسائل مذکورہ و مصالح نابالغین و مالہم و ما علیہم پر نظر غائر فرما کر جزم و احتیاط کامل سے کام لیں اور ذی رائے دیندار اہلسنت عمائد شہر کو رائے و شوری میں شریک کریں، وباللہ العصمة والتوفیق (اور اللہ تعالیٰ کی امداد سے ہی عصمت اور توفیق ہے۔ ت) واللہ سبیلہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴: ایک عورت کا خاندان فوت ہو گیا، بعد انتقال دو ماہ اس عورت کے لڑکا پیدا ہوا اور بعد چندے زمانہ عدت گزرنے پر عورت نے نکاح ثانی کر لیا، پرورش اس بچے کی اب تک کہ قریب تین سال کے ہوئے وہ عورت کرتی ہے اس بچہ کے دادا نے اس درمیان میں یہ چاہا تھا کہ اس بچہ کی پرورش میں کروں لیکن اس عورت نے نہیں دیا اور کہا کہ بعد ہوشیار ہو جانے کے لے لینا، اب صورت مسئلہ یہ ہے کہ اس بچہ کی پرورش اس کی والدہ کب تک کرنے کی مستحق ہے، اگر دادا بچہ کا اس بچہ کو اپنے پاس رکھنے کو لے تو اس کی ماں کو بطریقہ شرعی کچھ خوراک یا نفقہ معین کرنا یا معاوضہ میں دینا چاہئے یا نہیں، اور اس زیور میں اس لڑکے کا کچھ حق ہے یا نہیں جو اس کی ماں کے پاس ہے، اگر ہے تو کس قدر ہے؟ بینوا تو جو را۔

الجواب:

عورت نے اگر پسر کے محرم مثلاً حقیقی چچا سے نکاح کیا ہے تو لڑکا سات برس کی عمر تک ماں ہی کے پاس رہے گا اور اس مدت تک عورت اسی کے پالنے پر ماہانہ پائے گی جس کا وجوب لڑکے کے مال میں ہو گا اور لڑکے کا مال نہ رہے تو اس کے دادا پر ہو گا۔

در مختار میں ہے کہ پرورش کرنے والی اجرت کی مستحق ہوگی جو بچے کو دودھ پلانے کی اجرت اور نفقہ ولد کے علاوہ ہوگی، جیسا کہ بحر نے سراجیہ سے نقل کیا ہے اور شافعی حضرات کی کتب میں ہے کہ پرورش کا خرچہ

فی الدر المختار تستحق الحاضنة اجرة الحضانة وهي
غير اجرة ارضاعه ونفقته كما في البحر عن السراجية
وفي كتب الشافعية مؤنة الحضانة.

<p>پرورش پانے والے بچے کے مال سے ادا ہوگا اگر بچے کا اپنا مال ہو، اگر بچے کا اپنا مال نہ ہو تو پھر یہ اسی شخص پر ہوگا جس پر بچے کا نفقہ واجب، ہمارے شیخ نے فرمایا ہمارے قواعد بھی یہی تقاضا کرتے ہیں لہذا اس پر فتویٰ دیا جائے گا کہ مختصراً رد المحتار میں شامی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ جب خاوند نہ ہو تو ماں کو پرورش پر مجبور کیا جائے گا اور پرورش کا خرچہ بچے کے والد پر ہوگا، اور ابو جعفر فقیہ نے فرمایا کہ بچے کی پرورش کے لئے ماں کو مجبور کیا جائے گا اور خرچہ خود بچے کے مال سے ادا کیا جائے گا، اسی کو فقیہ ابواللیث سمرقندی نے لیا ہے اہ مختصراً (ت)</p>	<p>فی مال البھضون لولہ مال والافعلی من تلزمہ نفقتہ قال شیخنا وقواعدنا تقتضیہ فیفتی بہ^۱ اہ مختصراً وفی رد المحتار عن الشامی عن البرجندی تجبر الامر علی الحضانة اذالم یکن لها زوج والنفقة علی الاب، وقال الفقیہ ابو جعفر تجبر وینفق علیہا من مال الصغیرۃ وبہ اخذ الفقیہ ابواللیث^۲ اہ مختصراً۔</p>
--	---

ہاں اگر لڑکے کی کوئی قریب رشتہ دار عورت لائق حضانتہ مثلاً خالہ یا پھوپھی بلا اجرت حضانت پر راضی ہو تو اس صورت میں کہ لڑکا مال رکھتا ہے اور اس کا مال بچانے کو لڑکے کی ماں سے کہا جائے گا یا تو مفت اپنے پاس رکھ یا اس دوسرے کو دے دے کہ مفت پرورش کرے،

<p>رد المحتار میں ہے: اگر مفت میں پرورش کرنے والی غیر اجنبی عورت (محرم) ہو اور بچے کا اپنا مال ہو تو ماں کو کہا جائے گا کہ تو بچے کی مفت میں پرورش کر یا پھر مفت پرورش کرنے والی محرمہ مثلاً پھوپھی کو سوئپ دے، یہ اس لئے کہ بچے کا مال محفوظ رہے، (ملخصاً)۔ (ت)</p>	<p>فی رد المحتار ان کان المتبرع غیر اجنبی، والصغیر لہ مال یقال للامر اما ان تمسکیہ مجاناً او تدفیعہ للعبۃ مثلاً المتبرعۃ صوناً لہ مالہ لولہ مال^۳ (ملخصاً)</p>
--	--

اور جس سے عورت نے نکاح کیا لڑکے کا محرم نہیں تو عورت کا حق حضانت ساقط ہو گیا لڑکا اس سے فوراً لے لیا جائے اور تانی وہ نہ ہو تو دادی پھر بہن پھر خالہ پھر پھوپھی جو ان میں قابل حضانت ہو کہ لڑکے کے اجنبی کے نکاح میں نہ ہو اسی کے سات سال کی عمر تک رکھا جائے اور عورتوں میں کوئی ایسی نہ تو دادا

^۱ در مختار باب الحضانة مطبع مجتہدی دہلی ۱/۲۶۳

^۲ رد المحتار باب الحضانة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۳۶

^۳ رد المحتار باب الحضانة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۸۳۸

لے لے، جو زیور اس کے باپ نے اس کی ماں کو ہبہ کر دیا ہو اس میں لڑکے کا حق نہیں ورنہ بعد فرض اصحاب فرائض باقی لڑکے کا ہے مثلاً اس کے باپ کا سوا زوجہ و پدر و پسر کے کوئی وارث نہ ہو تو بعد دین و وصیت ۲۴ حصے ہو کر ۳ حصے زوجہ اور ۴ والد ۷ اپسر کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸: ۷ شعبان ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زوجہ اور ایک لڑکا ایک لڑکی نابالغ اور ایک بیٹی بالغہ منکوحہ بیوہ اور ایک بھائی چھوڑ کر انتقال کیا، زوجہ نے کہ اس بچے کی ماں ہے ایک اجنبی سے نکاح کر لیا جو ان بچوں کا رشتہ دار نہیں، لڑکا چار برس کا ہے اور لڑکی آٹھ برس کی، اس کی ماں ایک جگہ اس کا نکاح کیا چاہتی ہے، چچا وہاں راضی نہیں اپنے بھتیجے یعنی دوسرے بھائی کے پسر سے نکاح کرنا چاہتا ہے، اس صورت میں ان نابالغوں کے اختیار ماں کو ہے یا چچا کو؟ اور ان کے رکھنے کا اختیار کسے ہے؟ نابالغوں کی نانی داوی کوئی نہیں، خالہ اور دو پھوپھیاں انہیں اپنے پاس رکھنے پر راضی نہیں۔ بینواتو جروا۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں ان نابالغوں کے نکاح کا اختیار چچا کے سوا کسی کو نہیں، اس کے ہوتے ہوئے ماں نکاح میں کچھ دخل نہیں رکھتی۔

فی تنویر الابصار لم تکن عصبۃ فالولاية للام ¹ ۔	تنویر الابصار میں ہے: اگر کوئی عصبہ ولی نہ ہو تو پھر ولایت ماں کو حاصل ہوگی۔ (ت)
---	--

اور جبکہ وہ اپنا نکاح ایک اجنبی شخص سے کر چکی تو اسے ان بچوں کے رکھنے کا بھی اختیار نہیں،

فی الدر المختار الحضانة للام الا ان تكون فاجرة او متزوجة بغیر محررم الصغیر ² اھ مختصراً۔	در مختار میں ہے: پرورش کا حق ماں کو ہے مگر جب وہ فاجرہ ہو یا بچے کے غیر محرم کی منکوحہ ہو تو پھر نہیں اھ مختصراً (ت)
---	--

بلکہ لڑکا برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک اپنی بیوہ بہن کے پاس رہیں، اور وہ نہ رکھے تو خالہ کے پاس، وہ بھی قبول نہ کرے تو پھوپھیوں کے پاس،

فی الدر المختار ثم بعد الام بان ماتت	در مختار میں ہے: ماں فوت ہو جائے یا بچے کو قبول
--------------------------------------	---

¹ در مختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتہبی دہلی ۱۹۳۱

² در مختار شرح تنویر الابصار باب الحضانة مطبع مجتہبی دہلی ۲۶۴۱

<p>نہ کرے یا بچے کے غیر محرم کی منکوحہ ہو تو پھر ماں کے بعد دانی، پھر دادی، پھر بہن، پھر خالات، پھر پھوپھیوں کا ترتیب وار حقدار ہیں اہ مختصراً، اور ردالمحتار میں ہے کہ پرورش کرنے والی اگر واحد اکیلی نہ ہو تو اس کو مجبور نہ کیا جائے کیونکہ پرورش کرنے والی اگر واحد اکیلی نہ ہو تو اس کو مجبور نہ کیا جائے کیونکہ پرورش پانے والے بچے کا حق ضائع نہ ہوگا اس لئے کہ دوسری پرورش کرنے والی موجود ہے، ہاں اگر پرورش کرنے والی واحد اکیلی ہونے کی وجہ سے وہی متعین ہے تو اس کو مجبور کیا جائے گا، کیونکہ دوسری نہ ہونے کی وجہ سے بچے کا حق ضائع ہوگا اہ ملتقطاً، اس بحث ک مکمل تحقیق اسی میں ہے، یہ دو مختلف نقول میں توفیق کا حاصل ہے، درمختار میں ہے کہ پرورش کرنے والی ماں ہو یا کوئی اور وہ لڑکے کی حقدار ہیں جب تک لڑکا عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہیں ہو جاتا، جس کا اندازہ سات سال کی عمر ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا، اور پرورش کرنے والی لڑکی کی حقدار ہیں جب تک لڑکی مشتملاً نہ ہو جائے جس کا اندازہ نو سال کی عمر ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا اہ ملتقطاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>اولم تقبل او تزوجت باجنبی ام الام۔ ثم ام الاب، ثم الاخت، ثم الخالات، ثم العمات¹ اہ مختصراً، وفي ردالمحتار الحاضنة لاتجبر اذا لم تتعین لها، لان المحضون ح لا یضیع حقہ لوجود من یحضنه غیرها و تجبر اذا تعینت لعدم من یحضنه غیرها² اہ ملتقطاً وتمام تحقیقہ فیہ و هذا حاصل ما وفق بہ بین نقلین مختلفین، وفي الدر المختار الحاضنة اما او غیرها احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقد بسبغ وبہ یفتی وبالصغيرة حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی³ اہ بالالتقاط، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

مسئلہ ۱۳۹: ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۰۷ھ

زن و شوہر میں نا اتفاقی ہے ان کی لڑکی کی عمر قریب چھ برس کے ہے شوہر نے جبر کر کے اس کو ماں کے پاس سے علیحدہ کر لیا ہے اور اس کو ماں کے پاس نہیں آنے دیتا ہے، پس اس صورت میں حکم شرع شریف استفسار ہے کہ لڑکی کس کے پاس رہے اور حق ماں کو لڑکی کے رکھنے کا کسے برس کی عمر تک ہے اور باپ لڑکی کا بحالت موجود ہونے لڑکی کی ماں کے مستطیع ہے اور اس کی تعلیم اچھی طرح کر سکتی ہے "لڑکی کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے"

¹ درمختار باب الحضانة مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۳/۱

² ردالمحتار باب الحضانة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۳۶/۲

³ درمختار باب الحضانة مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۵/۱

یا نہیں؟ اور باپ لڑکی کا غیر مستطیع ہے فقط بینوا تو جروا

الجواب:

لڑکی نو برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے گی بعدہ باپ کو دے دی جائے گی، اس سے پہلے جب تک ماں میں کوئی اور مسقط حضانت نہ ثابت ہو کسی کو بلاوجہ شرعی اس سے لینے کا اختیار نہیں،

در مختار میں ہے کہ ماں اور دادی لڑکی کے مشتمتہ ہونے تک حقدار ہیں، اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا۔ (ت)	فی الدر المختار الاموال والجدۃ احتی بھا حتی تشتتھی وبہ یفتی ¹ ۔
---	--

اسی میں ہے:

مشتمتہ اندازاً نو سال کی عمر ہے، اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	وقدر بتسع وبہ یفتی ² واللہ تعالیٰ اعلم۔
--	--

مسئلہ ۱۵۰: از رنگون سورتی بازار دکان ۲۶۸ مرسلہ شیخ عبدالستار بن اسمعیل صاحب ۲۶ یقعدہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر کی دو لڑکیاں زبیدہ اور ہندہ تھیں، زبیدہ کا نکاح خالد سے ہوا اور ہندہ کا نکاح بکر کے لڑکے ولید سے۔ ولید سے ہندہ کو ایک لڑکا زید تولد ہوا، بعد کو ولید انتقال کر گیا، کچھ عرصہ بعد زبیدہ جو کہ خالد کے نکاح میں تھی گزر گئی، اس کے بھی چند اولاد ہیں، بعد ایک عرصہ کے عمرو نے سنت رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم سمجھ کر بیوہ ہندہ کا نکاح اپنی مرحولم لڑکی زبیدہ کے خاوند سے کر دیا، یہ بات ہندہ کے اگلے شوہر ولید کے باپ بکر کو ناگوار گزری اور ولید کے لڑکے زید کو اپنے قبضے میں لے لیا اور اس لڑکے کو اس کی والدہ سے اور والدہ کے رشتہ داروں سے ملنے جلنے نہ پائے اس کا سخت بدوبست کیا اس طرف اب زید کی والدہ جو نکاح ثانی کر چکی ہے لڑکے فراق میں سخت بے چین ہے روز و شب لڑکے کو یاد کرتی ہے اس بچے سے کسی طرح بھی ملنا چاہتی ہے حتیٰ کہ ہندہ کی صحت بھی بگڑے چکی ہے اس سبب سے ہندہ کے والد عمر و بھی بے چین ہیں اور بہت ذریعے سے بکر سے عرض کر چکے ہیں حتیٰ کہ ایک جلسے جماعت مسلمانین میں بھی یہ طے پایا کہ بکر کو جماعت کی طرف سے عرض کیا جائے کہ زید کو اس کی والدہ ہندہ کے پاس وقتاً فوقتاً کچھ دیر ملاقات کے لئے بھیجا کرے، مگر پھر بھی نتیجہ کچھ حاصل نہ ہوا، اب سوال یہ ہے کہ فعل بکر کا جائز ہے یا نہیں؟ کس طرح کے حقوق اس وقت ایک دوسرے پر ہیں، کیا بکر پر فرض نہیں کہ زید کو اس کی والدہ کے پاس صرف ملاقات کے لئے بھیجا کرے، کیا ایسے

¹ در مختار باب الحضانتہ مطبع مجتہائی دہلی ۱/۲۶۵

² در مختار باب الحضانتہ مطبع مجتہائی دہلی ۱/۲۶۵

انفال اور جبر سے نکاح ثانی جو کہ نہایت ضروری سنت شریف ہے کہ کرنے میں رکاوٹیں پیدا نہ ہوں گی خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ ہند میں اکثر یہ مذموم رسم جاری ہے کہ نکاح ثانی نہیں کرتے، کیا والدہ بیچاری جس کی محبت بچے کے ساتھ اظہر من الشمس ہے خصوصاً بچہ جبکہ سات، آٹھ، نو سال ہی کا ہو اتنا بھی حق نہیں رکھتی کہ ایک آدھ مرتبہ بچے کی صورت دیکھ لے۔

الجواب:

اگر ماں دوسرا نکاح نہ بھی کرے تو لڑکاسات برس کی عمر کے بعد اس کے پاس نہ رکھا جائے گا دادا سے لے لے گا اور اگر سات برس سے کم عمر ہو اور ماں دوسرا نکاح نہ کرے یا کرے تو لڑکے کے محرم یعنی چچا سے، تو لڑکاسات سال کی عمر ہونے تک ماں کے پس رہے گا دادا نہیں لے سکتا، لیکن جب لڑکے کے نامحرم مثلاً خالو سے نکاح کر لے جیسے یہاں ہو تو اس نکاح کرنے کو جو برا کہے گا سخت گنہگار ہوگا لیکن شوہر دوم نامحرم پسر ہونے کے سبب لڑکا ماں سے لے لیا جائے گا، یہ سب مسائل درمختار وغیرہ عامہ کتب میں مصرح ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ بچہ ماں سے بالکل تڑا لیا جائے اس سے ملنے تک نہ دیں، یہ حرام اور سخت حرام ہے۔ سنن ابن ماجہ میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعنة الله من فرق بين الوالدة ولدها ¹ ۔	اللہ کی لعنت ہے اس پر جو ماں اور اس کے بچے میں جدائی ڈالے۔
---	--

بکر پر لازم ہے کہ اس حرکت سے توبہ کرے اور بچے کو اس کی ماں سے ملنے دے اور بلا وجہ ایذائے مسلمان کا شدید وبال اپنے سر نہ لے۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من أذى مسلماً أذاني ومن أذاني فقد أذى الله ² ۔ رواه الطبرانی في الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ (اس کو طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔
---	---

¹ سنن ابن ماجہ باب النهی عن التفريق بين الصبي ابیہ کیمینی کراچی ص ۱۲۳

² المعجم الاوسط حدیث مکتبۃ المعارف الرياض ۳/۳۳

مسئلہ ۱۵۱: از حسن پور ضلع سارن مسئولہ شاہ حمیدہ احمد ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے باپ، بی بی اور دس سالہ لڑکی نابالغہ چھوڑ کر انتقال کیا، زید کی بی بی نے بعد ایام عدت زید کے ایک ایسے بھائی سے عقد ثانی کر لیا جو بعد وفات پدر زید کے اس کے ترکہ وہی وارث جائز ہے اور مکان بھی اس کا بالکل زید کے مکان سے متصل ہے اور زید کے ہر جزو جلداد میں حصہ دار بھی ہے اور لڑکی زید کی آج تک پرورش اور پر داخت میں اپنی ماں کے ہے، ایسی صورت میں حق پرورش و پرداخت و ولایت نکاح کا لڑکی کی ماں کو حاصل ہے یا دادا کو باوجود لڑکی ہنوز پرورش و پرداخت میں اپنی ماں کی ہے، بینوا تو جو را۔

الجواب:

لڑکی کے نکاح یا اس کے مال کی نگہداشت کا حق تو باپ کے بعد دادا کے سوا کسی کو نہ تھا، پاس رکھنے کا حق ماں کو تھا، جب لڑکی نورس کی ہوئی وہ بھی ختم ہو گیا اب دادا سے لے لے گا، ماں یا چچا کسی کو تعرض کا اختیار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۲: از ریاست جاوہر سڑک رتلام دروازہ مرسلہ چھوٹے خاں معرفت سید حسن انسپکٹر ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حامد لاولد کو زید صاحب اولاد نے اپنی ایک دختر بسبب محبت و یگانگت و ہمدردی اسلامی لوجہ اللہ دے کر یہ اختیار دے دیا کہ اب یہ لڑکی تمہاری ہے ہمارا کسی قسم کا اس پر دعویٰ جھگڑا نہیں ہے اس کو بطور اولاد کے تم پرورش کرو اور جہاں چاہو اس کی شادی وغیرہ کر دینا ہمیں کوئی تعلق نہیں، چنانچہ حامد نے دس گیارہ سال تک اس دختر کو بطور اولاد خود اپنے پاس رکھ کر اپنے صرفہ سے پرورش کیا اور اب جبکہ دختر ہوشیار ہوئی تو زید نے بباعث طمع یا جو کچھ ہو اپنی طرف اس کو لوٹانا چاہا اور حامد اس کے دینے سے انکاری ہے تو ایسی صورت میں عندالشرع دختر مند کورہ اس کے والدین کو دلانی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر دلانی جاسکتی ہے تو کیا بلاوائے صرفہ پرورش دختر؟

الجواب:

دختر کا ہبہ کر دینا باطل ہے نہ وہ باپ کی ملک تھی نہ حامد کی ملک ہو گئی، اور اب کہ بالغہ ہوئی یا قریب بلوغ پہنچی جب تک شادی نہ ہو ضرور اس کو باپ کے پاس رہنا چاہئے یہاں تک کہ نورس کی عمر

کے بعد سگی ماں سے لڑکی لے لی جائے گی اور باپ کے پاس رہے گی نہ کہ اجنبی جس کے پاس رہنا کسی طرح جائز ہی نہیں، بیٹی کر کے پانے سے بیٹی نہیں ہو جاتی، اس نے جو خرچ کیا اپنی اولاد بنا کر کیا نہ کہ بطور قرض، لہذا واپسی کا بھی مستحق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔





باب النفقة

(نفقہ کا بیان)

مسئلہ ۱۵۳:

۹ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیں اور عدت گزر چکی اب عورت کا نفقہ زید پر واجب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

اگر فی الواقع عدت گزر چکی (یعنی حاملہ تھی تو وضع حمل ہو گیا ورنہ طلاق کے بعد تین حیض شروع ہو کر ختم ہو گئے) تو اب نفقہ واجب نہیں کہ مطلقہ کا نفقہ عدت تک ہے بعد عدت کوئی علاقہ باقی نہیں جس کے سبب نفقہ لازم ہو، فی رد المحتار النفقة تابعة للعدۃ^۱ (رد المحتار میں ہے: عورت کا نفقہ عدت کے تابع ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۱ شوال ۱۳۰۹ھ

از ٹونک محلہ قافلہ مرسلہ مولوی سید ولی اللہ صاحب

مسئلہ ۱۵۴:

بعد عالی جناب فیض مآب حضرت مولانا وبالفضل اولانا قبلہ وکعبہ ام مولانا احمد رضا خاں صاحب ادا اللہ فیضہ، پس از تسلیم نیاز معروض می دارد۔ نقل اقرار نامہ بذریعہ ہذا خدمت شریف میں ابلاغ ہے۔ بروئے اس کے

^۱ رد المحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۶۹

مدعیہ مسماۃ رقیہ بیگم کو اختیار حاصل ہے کہ بصورت ہونے تکلیف کے اپنے والدین کے مکان پر جا کر ہمیشہ رہے یا نہیں، اور جواز اس کا شرع سے ہے یا نہیں؟

اول یہ تکلیف ہے نان نفقہ جو پہلے دیتا تھا نہیں دیتا باوجود مقدوری کے۔

دوسرے سخت وسست بولتا ہے۔

تیسرے بد عہدی کرتا ہے کہ حق زوجہ ادا نہیں کرتا ہے۔

چوتھے والدین کے مکان پر حسب اقرار جانے نہیں دیتا۔

پانچویں وعدہ تھا کہ مہر معجل دوں گا، اور ڈگری بھی شریعت سے ہو گئی یکمشت دلانے کی، آج تک نہیں دیا، برخلاف اس کے (ماعہ ۱۸) دئے ہیں باقی ہنوز بے وصول ہیں، اور یہ بھی مسماۃ کہتی ہے اگر مکان مسکونہ جو متصل والدین کے ہے اس میں تکلیف ہے دیگر محلہ میں رہے تو نہیں رہنے دیتا، یہ درخواست بھی قابل لحاظ ہے یا نہیں؟ مہر شریعت ناظم شریعت

نقل اقرارنامہ

میں کہ سید احمد علی بن سید اکبر علی مرحوم ساکن کالی پلٹن ام جو کہ مسماۃ رقیہ بیگم زوجہ مظہر نے نسبت میرے دعویات تکلیفات قسم قسم وزر مہر وغیرہ دائر عدالت شرع شریف کئے ہیں بناء برائ فی الحال اقرار کرتا ہوں و لکھے دیتا ہوں کہ آئندہ کسی قسم کی تکلیف مسماۃ مذکور کو نہ دوں گا اور حسن سلوک خود سے سب طرح رضا مند رکھا کروں گا اگر خلاف شرع کے کوئی بات نسبت مسماۃ مذکور کروں اور زوجہ میری مجھ سے ناراض ہو تو بدل اس بد عہدی کا اس صورت میں حسب تحریر معاہدہ ہذا کے مدعیہ اختیار کھتی ہے کہ اپنے والدین کے مکان پر جا رہے میں مزاحمت نہیں کروں گا اور مسافرت کو نہیں جانے پائے گی، لہذا یہ چند کلمہ بطریق اقرار نامہ لکھ دئے کہ سند ہو فقط، المرقوم ۷ ازی قعدہ ۱۳۰۸ ہجریہ

العبد

سید احمد علی

گواہ شد

گواہ شد

نصرت یار خاں (دستخط ہندی)

مشی عبداللہ وکیل بقلم خود

امید کہ براہ عنایت بزرگانہ اس کا جواب تحریر فرما کر تابداعدار کو سرفراز فرمایا جائے۔ عریضہ ادب: محمد ولی اللہ عفا عنہ مولانا برادر حقیقی مولوی سید ظہور اللہ صاحب از ریاست ٹونک

الجواب:

یہ اقرار نامہ کوئی چیز نہیں، نہ اس کے سبب رقیہ بیگم اپنے شوہر کا وہ حق جو شرع اس کے لئے ثابت کرے، بعد ثابت ہونے کے ساقط و باطل کر سکتی ہے، شرع مطہر نے شوہر کو حق جس دیا ہے کہ عورت کو اپنے پاس رکھے، مگر یہاں بات یہ ہے کہ جب سید احمد علی نے ابھی رقیہ بیگم کا مہر معجل ہی پورا ادا نہ کیا ہنوز سید مذکور کو رقیہ بیگم کے جس کرنے اور اپنے پاس رکھنے کا سرے سے اختیار ہی حاصل نہ ہوا کہ شوہر کو یہ اختیار بعد اداے مہر معجل حاصل ہوتا ہے بلکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں تو اس کے وصول سے پہلے برضائے زوجہ وطی واقع ہونا بھی عورت کو جس پر مجبور نہیں کرتا،

ہذا هو مذہب الامام وعلیہ المتون فعلیہ التعویل کما حققناه فی کتاب النکاح من فتاوانا بتوفیق اللہ تعالیٰ۔	امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب اور اس پر متون وارد اسی پر اعتماد ہے جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے فتاویٰ کے کتاب النکاح میں اس کی تحقیق کی ہے۔ (ت)
--	---

در مختار میں ہے:

لہامنعہ من الوطی ودواعیہ. شرح مجمع. والسفر بہا ولو بعد وطی وخلوة رضیتہما لان کل وطأة معقود علیہا فتسلیم البعض لایوجب تسلیم الباقی ¹ ۔	بیوی کو حق حاصل ہوگا کہ وہ خاوند کو جماع اور اس کے دواعی سے روک دے، شرح مجمع۔ اور سفر پر ہمراہ لے جانے سے بھی روک سکتی ہے اگرچہ وطی اور خلوت برضا کے بعد چاہے تو بھی روک سکتی ہے، کیونکہ ہر بار کا جماع عقد کا بدل ہے بعض کو سوینا کل بدل کا سو نپ دینا نہیں بنتا۔ (ت)
--	--

ردالمحتار میں ہے:

قوله والسفر الاولی التعبیر بالاجرا کما عبر فی الکنز لیعم الاجرا من بیئتها کما قالہ شارح حوہ ² ۔	قولہ سفر پر لے جانا، یہ باہر لے جانے کی تعبیر سے بہتر ہے جیسا کہ کنز میں تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ باہر لے جانا تو گھر باہر ہمراہ کرنے کو بھی شامل ہے جیسا کہ کنز کے شارحین نے کہا ہے ط۔ (ت)
---	---

تو صورتِ مستفسرہ میں جب تک باقی مہر معجل ادا نہ ہو جائے رقیہ بیگم کو اختیار ہے کہ شوہر گھر نہ جائے اسے اپنے

¹ در مختار باب المہر مطبع جنتیائی دہلی ۲۰۲/۱

² ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۵۸/۲

پاس آنے نہ دے، نہ اپنے بدن کو ہاتھ لگانے دے، ہاں جب وہ مہر مجمل تمام و کمال ادا کر لے اس وقت رقیہ بیگم بے اذن شوہر اپنے گھر نہیں رہ سکتی، نہ اس اقرار نامہ کی بنا پر شوہر سے مواخذہ کر سکتی ہے کہ بالفعل شوہر کو حق جس حاصل نہ ہونا جس طرح ابھی رقیہ بیگم کو تادائے مہر مجمل آزادی دے رہا ہے یونہی اقرار نامہ کو بھی باطل محض و بے اثر کر رہا ہے کہ اس کا حاصل اگر ہے تو یہی کہ شوہر در صورت بد عہدی اپنے حق جس کو ساقط کرتا ہے وہ حق اسے ہنوز حاصل ہی نہیں تو ساقط کس چیز کو کرے گا، اسقاط کے لئے پہلے ثبوت درکار، جو حشری ہنوز ثابت نہیں ساقط کیا ہوگی، تو احمد علی کی یہ تحریر محض مہمل و بیکار ہوئی جس سے رقیہ بیگم کو کسی وقت استناد کا محل نہیں، امام علامہ زلیعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں فرماتے ہیں:

لہا ان ترجع ان و ہبت قسمہا للاخری، لانہا اسقطت حقالم یجب بعد فلا یسقط، و هذا لان الاسقاط انما یتحقق فی القائم ^۱ الخ۔	بیوی نے اگر اپنی باری کا حق دوسری بیوی کو دیا ہو تو وہ واپس اپنا حق لے سکتی ہے کیونکہ اس نے اپنے حق کو ساقط کیا جو ابھی تک خود اس کے لئے واجب و ثابت نہ ہوا تھا لہذا وہ ساقط نہ ہوا، یہ اس لئے کہ اسقاط تب قرار پاتا ہے جب وہ خود ثابت ہو جائے (ت)
---	--

پھر اس تقریر کی بھی حاجت کہ نفس عبارت دستاویز کو خلل سے سالم مان لیا جائے ورنہ نظر فقہی تو (قطع نظر اس سے کہ مہر مجمل ہنوز ادا ہوا یا نہیں اور وطی برضائے رقیہ بیگم واقع ہوئی یا نہیں) خود اس نفس تحریر کو مہمل و مختل بتاتی ہے کہ اس نے اسقاط جس کو معلق کیا اور یہ اسقاط سرے سے قابلیت تعلیق نہیں رکھتا،

لانہ ما لا یحلف کما لا یخفی وکل اسقاط لا یحلف بہ فانہ لا یصح تعلیقہ۔	کیونکہ یہ وہ چیز ہے جس کا حلف (کسی شے سے مشروط کرنا) نہیں دیا جاسکتا جیسا کہ مخفی نہیں ہے، اور ہر اس چیز کا اسقاط جو قابل حلف نہ ہو تو اس کی تعلیق (شرط سے مشروط کرنا) صحیح نہیں۔ (ت)
--	---

در مختار میں ہے:

ما یجوز تعلیقہ بالشرط مختص بالاسقاطات المحضۃ التی یحلف بہا کطلاق وعتاق و بالالتزامات التی یحلف	جس چیز کو کسی شرط سے مشروط کیا جاسکتا ہے وہ صرف اسقاطات محضہ ہیں جن کا حلف دیا جاسکتا ہے جیسا کہ طلاق و عتاق ہے، اور وہ التزامات ہیں جن کا حلف
--	--

^۱ تبیین الحقائق باب القسم المطبوعہ الکبری الامیریہ ببولاق مصر ۱۸۱۲

بہا کحج وصلوٰۃ والتولیٰات کقضاء وامارۃ عینی وزیلعی ^۱ ۔	دیا جاسکتا جیسا کہ حج و نماز ہے اور وہ معاملات کی ذمہ داریاں ہیں، جیسا کہ قضاء اور امارت ہے، یعنی اور زیلعی۔ (ت)
---	--

ردالمحتار میں خلاصہ سے ہے:

انہما یحتمل التعلیق بالشرط ما یجوز ان یحلف بہ ^۲ ۔	کسی شرط کے ساتھ وہی چیزیں معلق ہونے کا احتمال رکھتی ہیں جن کا حلف دیا جاسکے۔ (ت)
--	--

اسی میں یعنی سے ہے:

انہ لیس مہا یحلف بہ فلا یصح تعلیقہ بالشرط ^۳ ۔ (تلخیصاً)	وہ چونکہ ایسی چیز ہے جس کا حلف نہیں دیا جاسکتا لہذا اس کی کسی شرط سے تعلیق جائز نہیں تلخیصاً (ت)
--	--

اسی میں ہے:

اعلم ان قوله لا یصح تعلیقہ لیس المراد بہ بطلان نفس التعلیق مع صحة المعلق بل المراد انہ لا یقبل التعلیق بمعنی انہ یفسد بہ ^۴ ۔	واضح کہ ماتن کے قول "لا یصح تعلیقہ" سے مراد یہ نہیں کہ معلق شدہ چیز کی صحت کے باوجود محض معلق کرنا (نفس تعلیق) باطل ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز تعلیق کو قبول نہیں کرتی لہذا وہ تعلیق کے قابل نہ ہونے کی وجہ سے تعلیق سے فاسد ہو جاتی ہے (ت)
---	--

بہر حال حکم یہی ہے کہ دستاویز مذکور مہمل و باطل اور رقیہ بیگم کو تادائے مہر معجل اپنے ماں باپ کے گھر رہنے اور شوہر کو ہاتھ نہ لگانے دینے کا خود ہی اختیار حاصل اور بعد ایفائے تمام مہر معجل رقیہ بیگم کا یہ اختیار یک لخت زائل، ہاں والدین کے یہاں آٹھویں دن بے اجازت شوہر بھی جاسکتی ہے کہ دن کے دن رہے اور رات کو چل آئے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی البحر الصحیح المفتی بہ انہا تخرج	بحر میں ہے: صحیح مفتی بہ یہ ہے کہ بیوی ہر ہفتہ میں
-------------------------------------	--

^۱ درمختار کتاب البیوع ما یبطل بالشرط الفاسد الخ مطبع مجتہدائی و ہلی ۵۴/۴

^۲ ردالمحتار کتاب البیوع ما یبطل بالشرط الفاسد الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۵/۴

^۳ ردالمحتار کتاب البیوع ما یبطل بالشرط الفاسد الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۶/۴

^۴ ردالمحتار کتاب البیوع ما یبطل بالشرط الفاسد الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۲/۴

<p>(شرعی اصطلاح جمعہ میں) خاوند کی اجازت ہو یا نہ ہو والدین کی ملاقات کے لئے گھر سے باہر جاسکتی ہے اور اپنے باقی محارم کی ملاقات کے لئے سال میں ایک مرتبہ جاسکتی ہے خاوند کی اجازت ہو یا نہ ہو۔ (ت)</p>	<p>لوالدین فی کل جعۃ بأذنه وبدونہ وللمحارم فی کل سنۃ مرۃ بأذنه وبدونہ^۱</p>
---	---

اور دوسرے محلہ میں رہنے کی درخواست سے اگر رقیہ بیگم کی یہ مراد ہے کہ شوہر سے جدا رہے اور شوہر اس کے پاس نہ آنے پائے تو اس کا جواب تو ہو چکا کہ قبل ادائے مہر مجل سے شوہر سے جدائی کا اختیار ہے اور بعد ادا مہر گز نہیں، اور اگر یہ مقصود ہے کہ یہاں شوہر سے ایذائیں پہنچانا تلکینیں دیتا ہے اور کوئی اسے روکنے والا نہیں ہوتا لہذا چاہتی ہے کہ شوہر اسے ایسی جگہ اپنے پاس رکھے جہاں اس کا دست تعدی کوتاہ رہے تو بیشک یہ درخواست اس کی ضرور قابل لحاظ ہے حاکم شرع اس معاملہ میں غور فرمائے گا اگر رقیہ بیگم کا یہ بیان صحیح جانے گا اور شوہر کو زجر و منع سے کام چلتا نہ دیکھے گا نہ وہاں ہمسایوں میں کوئی اس قابل پائے گا جو شوہر کو دباے اور ایذائے زوجہ سے مانع آئے تو ضرور ایسی ہی کوئی امن کی جگہ تجویز کر کے احمد علی کو حکم دے گا کہ رقیہ بیگم کو وہاں رکھے، عالمگیری میں ہے:

<p>اگر خاوند نے بیوی کو ایسے مکان میں رہائش دی جہاں عورت اکیلی ہے تو عورت نے قاضی سے شکایت کی کہ خاوند اسے پیٹتا اور اذیت دیتا ہے، اور قاضی سے درخواست کرتی ہے کہ وہ خاوند کو حکم دے کہ وہ ایسی جگہ اس کو رہائش دے جہاں ارد گرد نیک لوگ ہوں جو خاوند کی نیکی و بدی معلوم کر سکیں تو اگر قاضی کو معلوم ہو عورت کی شکایت درست ہے تو وہ خاوند کو ڈانٹ کر اس کو زیادتی سے منع کرے اگر قاضی کو معلوم نہ ہو تو وہ معلوم کرے کہ اگر ارد گرد والے نیک لوگ ہیں تو عورت کو وہاں رہنے پر پابند کرے لیکن ساتھ ہی قاضی پڑوسیوں سے خاوند کے سلوک کے متعلق معلومات حاصل کرے اگر پڑوسی، عورت کی شکایت کی تائید کریں</p>	<p>ان اسکنہا فی منزل لیس معها احد فشکت الی القاضی ان الزوج یضربہا ویؤذیہا وسألت القاضی ان یأمرہ ان یسکنہا بین قوم صالحین یعرفون احسانہ واساءتہ فان علم القاضی ان الامر کما قالت زجرہ عن ذلک ومنعہ عن التعدی وان لم یعلم یمنظر ان کان جیران ہذہ الدار قوما صالحین اقرہا ہناک ولکن یسأل الجیران عن صنعہ فان ذکر وامثل الذی ذکر</p>
---	--

^۱ رد المحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۶۴

<p>تو قاضی خاوند کو ڈانٹے اور زیادتی سے منع کرے، اور اگر پڑوسی لوگ کہیں کہ خاوند کوئی زیادتی اور اذیت نہیں دیتا تو قاضی عورت کو اسی مکان میں رہنے کا پابند کرے اور اگر عورت کے پڑوس میں کوئی قابل اعتماد شخص نہ ہو یا پڑوسی خاوند کے طرفدار ہوں تو پھر قاضی خاوند کو حکم دے گا کہ عورت کو نیک لوگوں کے پڑوس میں رہائش دے اور پھر قاضی اس معاملہ کے متعلق معلومات حاصل کرے اور پڑوسیوں کے بیان کو کارروائی کی بنیاد بنائے، محیط میں یوں ہی بیان کیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم، اور اللہ جل مجدہ کا علم کامل اور محکم ہے (ت)</p>	<p>زجره عن ذلك ومنعه عن التعدى في حقها وان ذكر وا انه لا يبر ذبيها فالقاضي يتركها ثمة وان لم يكن في جواره من يوثق به او كانوا يميلون الى الزوج فالقاضي يامر الزوج ان يسكنها في قوم صالحين ويسأل عن ذلك ويبني الامر على خبرهم كذا في المحيط¹، واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔</p>
--	--

مسئلہ ۱۵۵: از ڈاکخانہ تجولی ضلع بہرائچ مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب ۷ رمضان ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایام عدت کا نفقہ اور سکونت کا مکان دینا بزمہ زید واجب تھا لیکن زید نے بعد طلاق ہندہ کو اپنے مکان سے نکال دیا اور نفقہ بھی نہیں دیا اس شکل میں ایام عدت کا نفقہ اور مکان سکونت کا معاوضہ ہندہ زید سے پاسکتی ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب:

عدت طلاق کا نفقہ و سکنی اگرچہ بزمہ زید واجب تھا اور وہ عورت کو نکال دینے سے گنہگار ہوا مگر جبکہ عدت گزر گئی اور نفقہ مفروض و مقدور نہ ہو چکا تھا تو اس کا کوئی معاوضہ ہندہ کو نہ ملے گا۔

<p>ہندیہ میں ہے کہ جب عدت والی عورت اپنے نفقہ کے متعلق خاوند کے خلاف دعویٰ نہ کرے اور نہ ہی قاضی نے ابھی اس کے لئے کوئی نفقہ مقرر کیا ہو حتیٰ کہ عدت ختم ہو جائے تو اب عورت کے لئے نفقہ کا استحقاق نہیں ہے، محیط میں یونہی مذکور ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم</p>	<p>في الهندية المعتدة اذا لم تخاصم نفقتها ولم يفرض القاضي شيئاً حتى انقضت العدة فلانفقة لها كذا في المحيط²، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی السکنیٰ توراتی کتب خانہ پشاور ۵۵۶/۱

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الثالث فی نفقة المعتدة توراتی کتب خانہ پشاور ۵۵۸/۱

مسئلہ ۱۵۶: از پہلی بھیت ۲۱ شوال ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے دو نکاح کئے اور ایک زوجہ کے نان و نفقہ میں کم کمی کی اس زوجہ نے بوجہ تکلیف ضروریات بقدر ضرورت قرض لے کر خرچ کیا اس صورت میں ادائے قرضہ ذمہ زوج ہوگا یا زوجہ اور مستحق و طالب اپنے مہر کی بغیر طلاق ہر وقت ہے یا نہیں اور در صورت نہ ہونے طلاق خواہان مکان سکونت و نیز ہو سکتی ہے یا نہیں اور بر تقدیر ثبوت و طلب زوج کی آمدنی سے کس قدر لے سکتی ہے؟ بین تو اجروا۔

الجواب:

زوجہ کو بلاوجہ تکلیف دینا ایک گناہ اور دوسری زوجہ سے کم رکھنا دوسرا گناہ شدید جس کی تحریم پر قرآن و حدیث ناطق مگر جب تک نفقہ باہمی تراضی اور قضائے قاضی سے مقرر نہ ہو جائے عورت جو کچھ بطور خود اپنے مصارف کے لئے قرض لے کر اٹھائے گی وہ قرض عورت ہی پر ہوگا شوہر سے مجرانہ پاسکے گی اگر خورد و نوش وغیرہا مصارف ضروریہ ہی کے لئے بقدر ضرورت و بحال ضرورت ہی لے اگرچہ زوج محض ظلماً اسے نفقہ نہ دے۔ عالمگیری میں ہے:

استدانت علی الزوج قبل الغرض والتراضی فانفقت انہا لاترجع بذلک علی زوجها بل تکون متطوعة بالانفاق سواء کان الزوج غائباً و حاضراً ^۱ ۔	عدت والی نے خاوند کے نام پر قرض لیا جبکہ ابھی تک قاضی نے کوئی مقرر نہ کیا ہو اور نہ ہی ابھی آپس میں رضامندی سے نفقہ ہوا جبکہ عورت اس قرض کو خرچ کر چکی ہو، تو اب عورت اس قرض کے متعلق خاوند سے مطالبہ نہیں کر سکتی بلکہ یہ کارروائی اس کی رضا کارانہ قرار دی جائے گی، خاوند موجود ہو یا غائب دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہے۔ (ت)
--	---

ہاں اگر حکم قاضی یا باہمی تراضی سے قرار پا گیا تھا کہ مثلاً روپے روز یا بیس روپے ماہانہ خواہ اس قدر غلہ و لباس سالانہ اس عورت کا نفقہ ہے کہ روزانہ یا ماہ یا ماہ یا سالانہ شوہر ادا کرے گا اور اس قرار داد کے بعد نہ دیا اور عورت نے قرض لیا خواہ اپنے ذاتی مال سے صرف کیا تو بیشک شوہر سے بقرارداد مجرا لے سکتی ہے

وان کان الدین علیہا نفسہا اذا لم تکن الاستدانة بامر القاضی۔	اگر عورت نے قرض لیا ہو تو وہ خود ذمہ دار جب وہ قرض قاضی کے فیصلہ کے بغیر لیا ہو۔ (ت)
---	--

^۱ فتاویٰ ہندیۃ الفصل الاول فی نفقۃ الزوجۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵۱

عالمگیری میں ہے:

<p>اگر عورت نے اپنے مال میں سے صرف کیا جبکہ قاضی نے اس کا نفقہ مقرر کر دیا ہو یا آپس میں عورت اور خاوند نے طے کر لیا ہو تو پھر عورت وہ صرف شدہ مال خاوند سے وصول کر سکتی ہے اور یونہی اپنے مال کی بجائے اگر اس نے خاوند کے نام پر قرض لیا ہو تو اگر قاضی کے حکم و اجازت پر لیا ہو تو خاوند سے وصول کرے گی اور اگر قاضی کے حکم و اجازت کے بغیر لیا ہو تو قرض کا مطالبہ صرف عورت سے ہوگا قرض خواہ کو عورت کی بجائے خاوند سے مطالبہ کا حق نہ ہوگا، اور جب قاضی کے حکم اور اجازت سے عورت نے قرض لیا تو عورت کو جائز ہوگا کہ وہ اس قرض کے مطالبہ کو خاوند کے ذمہ کر دے تاکہ قرض خواہ اب خاوند سے مطالبہ کرے، بدائع میں یوں ہی بیان ہے۔ (ت)</p>	<p>ولو انقضت من مالها بعد الغرض او التراضی لھا ان ترجع علی الزوج وكذا اذا استدان علی الزوج سواء كانت استدانتها بأذن القاضی او بغیر اذنه غیر انها ان كانت بغیر اذن القاضی كانت المطالبة علیها خاصة ولم یکن للغریم ان یطالب الزوج بما استدانته وان كانت بأذن القاضی لھا ان تحیل الغریم علی الزوج فیطالبه بالبدین هکذا فی البدائع¹۔</p>
---	---

در مختار میں ہے:

<p>عورت کا لیا ہوا قرض خاوند کے ذمہ صرف اس وقت ہوگا جب عورت نے وہ قرض قاضی کے حکم پر یا خود خاوند کے ساتھ مصالحت میں طے کر لیا ہو کہ فلاں جنس یا نقد اتنی مقدار ہوگی، اس سے قبل لیا ہوا قرض خاوند کے ذمہ نہ ہوگا، اور بعد میں عورت کا لیا ہوا قرض، خواہ اپنے مال سے ہی قاضی کے حکم کے بغیر اس نے صرف کیا ہو تو خاوند سے وصول کر سکتی ہے (ت)</p>	<p>النفقة لا تصیر دیناً الا باللقضاء او الرضاء ای اصطلاحاً علی قدر معین اصنافاً و در اہم فقبل ذلك لا یلزمه شیء و بعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسها بلا امر قاض²۔</p>
---	--

رد المحتار میں بحر الرائق سے ہے:

<p>عورت نے نفقہ کے لئے قرض لیا تو خاوند سے اس کا مطالبہ نہیں ہوگا بلکہ خاوند سے صرف اسی صورت میں مطالبہ کر سکے گی جب قاضی کی طرف سے یا آپس میں طے کر لیا ہو۔ (ت)</p>	<p>لا ترجع بما استقرضت بل بالمفروض فقط³۔</p>
--	---

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول فی نفقة الزوجة نورانی مکتب خانہ پشاور ۵۵۱/۱

² در مختار باب النفقة مطبع مجتہدانی دہلی ۲۷۰/۱

³ رد المحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۵۹/۲

اور مہر میں جبکہ تعجیل و تاخیل کچھ بیان میں نہ آئی یہ نہ شرط کی جائے کہ کل اس قدر پیشگی لیا جائے گا نہ کوئی میعاد قرار پائے کہ فلاں وقت معلوم یا اتنی مدت کے بعد ادا ہوگا تو اس وقت عرف و رواج بلد پر چھوڑا جائے گا۔ نفاہ میں ہے:

المعجل والمؤجل ان بیئنا فذلک والافالمتعارف ¹ ۔	مہر معجل یا مؤجل اگر بیان کر دیا ہو تو وہی ورنہ عرف کے مطابق ہوگا۔ (ت)
---	--

سائل زبانی مظہر کے یہاں صورت واقعہ یونہی تھی یعنی تعجیل و تاخیل کچھ مشروط نہ ہوئی اور واقعی ہمارے بلاد میں عامہ مہور ایسے ہی بندھتے ہیں تو حکم عرف شائع و ذائع (کہ ہر گز نہ کسی قدر مہر پیشگی دینا معہود ہے، نہ اسکے لئے کوئی میعاد معلوم متعارف بلکہ عامہ بیوت میں موت یا طلاق تک مؤخر رہتا ہے) یہاں کی عورتیں جب تک مرگ یا طلاق سے افتراق نہ واقع ہو ہر گز مطالبہ مہر کا استحقاق نہیں رکھتیں، نہ قاضی کو اختیار کہ ایسی صورت میں پیش از افتراق ادائے مہر پر جبر کرے، خانیہ میں ہے:

ان کان الاجل معلوماً صح التاجیل وان لم یکن لایصح، ولا یجبرہ القاضی علی تسلیم الباقی ولا یحبسہ ² ۔	اگر مہر کی مدت مقرر ہے تو مؤخر صحیح ہے ورنہ صحیح نہیں اور قاضی باقی مہر کی ادائیگی کے لئے خاوند پر جبر نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کو قید کر سکتا ہے۔ (ت)
--	---

ردالمحتار میں ہے:

لان حق طلبہ انما ثبت لها بعد الموت او الطلاق لامن وقت النکاح ³ ۔	کیونکہ بیوی کو مہر کے مطالبے کا حق خاوند کی موت یا طلاق کے بعد ہوگا، نکاح کرتے ہی مطالبے کا حق نہیں ہوگا۔ (ت)
---	---

اور جب تک کوئی امر مانع نفقہ مثلاً عورت کا شوہر کے گھر سے ناحق نکل جانا یا اس کے یہاں آنے سے ناحق انکار کرنا نہ پایا جائے بلاشبہ وہ مستحق نفقہ و سکنی رہے گی، اسی طرح جب یہ موانع زائل ہو جائیں گے مثلاً عورت شوہر کے یہاں واپس آئے گی تو پھر بدستور مستحق نفقہ ہو جائے گی، درمختار میں ہے:

النفقة تجب للزوجة علی زوجها ولو	اگر بیوی اپنے والد کے گھر ہو تو خاوند اس کو اپنے
---------------------------------	--

¹ مختصر الوقایة فی مسائل الہدایة فصل اقل المہر عشرة دراہم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

² فتاویٰ قاضی خاں باب فی ذکر مسائل المہر نوکثور لکھنؤ ۴۱۷۔

³ ردالمحتار فصل فی الحسب دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۴۳/۴

<p>گھر منتقل کرنے کا مطالبہ نہ کرے تو تب بھی خاوند پر نفقہ زوجہ واجب ہوگا، اور یوں ہی جب وہ خاوند کے مطالبہ پر اس کے گھر منتقل ہونے سے انکار نہ کرتی ہو یا وہ اپنے مہر کے مطالبہ کی وجہ سے منتقل ہونے سے انکار کر رہی ہو تو بھی خاوند پر اس کا نفقہ واجب ہوگا جبکہ خاوند کے گھر سے باہر بلاوجہ رہ رہی ہو تو نفقہ واجب نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں وہ خاوند کے گھر واپس نہ آنے تک نافرمان قرار پائے گی اھ ملخصاً (ت)</p>	<p>ہی فی بیت ابیہا اذالم یطالبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی وکذا اذا طالبہا ولم تمتنع او امتنعت للمہر، لاخارجۃ من بیتہ بغیر حق وہی الناشزۃ حتی تعود¹ اھ ملخصاً۔</p>
--	---

رہا مطالبہ اگر نفقہ قضا یا رضا سے مقرر ہو لیا ہے تو جتنے دن بعد قرار داد بے نفقہ گزر گئے ان کا بھی مطالبہ کر سکتی ہے کما اسلفنا (جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ ت) اور آئندہ کے لئے بھی جو میعاد تکرار نفقہ کے لئے قرار پائی ہے اس کے شروع کے بعد اسی قدر کا مطالبہ کر سکتی ہے مثلاً نفقہ ماہ بمہر دینا ٹھہرا ہو تو ہر مہینے کے شروع پر اس مہینے اور سال بسال مقرر ہو اور ہر سال کے آغاز پر اس سال کا نفقہ مانگ سکتی ہے اس سے زیادہ مثلاً چاند دیکھے یا سال پلئے آئندہ کے دو مہینے یا دو برس خواہ اس ماہ یا سال کا ہنوز آغاز نہ ہو انفقہ نہیں مانگ سکتی، ردالمحتار میں ہے:

<p>آئندہ کا نفقہ آئندہ نئی حاجت کی وجہ سے فرض ہوتا ہے تو جب ماہانہ خرچہ مقرر ہو لے تو نئے ماہ پر گویا عورت کو حاجت بھی نئی ہوئی تو نئی حاجت سے قبل نیا نفقہ مقرر نہ ہوگا لہذا ادائیگی بھی پہلے واجب نہ ہوگی، اور اگر خرچہ سالانہ طے شدہ ہو تو صرف شروع ہونے والے سال کا نفقہ لازم ہوگا، سال شروع ہونے سے پہلے کا اور سال سے زیادہ کا بھی لازم نہ ہوگا اھ ملخصاً (ت)</p>	<p>النفقة تفرض لمعنی الحاجة المتجددة فاذا فرضت کل شهر کذا صارت الحاجة متجددة بتجدد کل شهر فقبل تجددہ لا یتجدد الفرض فلم تجب النفقة قبلہ انہ لو فرض کل سنة کذا صح الابرار عن سنة دخلت، لاعتن اکثر ولا عن سنة لم تدخل² اھ ملخصاً۔</p>
---	--

بحر الرائق میں ہے:

<p>سال کے پہلے مہینہ میں دیا ہو اگرچہ مدت کے اختتام</p>	<p>الفرض فی الشهر الاول تنجز وفيما</p>
---	--

¹ درمختار باب النفقة مطبع مجتہدائی، دہلی، ۱/۲۶۶

² ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۵۳

تک کی ادائیگی ہوتی ہے اس کے بعد اضافت ہوتی ہے اس لئے مہینہ شروع ہونے پر ہی ادائیگی ہوگی، یوں ہی جاری رہے گا۔ (ت)	بعده مضاف فتنجز بدخول الشهر وهكذا ¹ .
--	--

اور اگر ہنوز نفقہ کے لئے کوئی تقرر و تعیین نہ قضاء ہو انہ رضاء تو عورت نہ ایامِ ماضیہ کا مطالبہ کر سکتی ہے نہ آئندہ کا۔ رد المحتار میں ہے:

قاضی کی طرف سے مقرر کئے یا آپس میں مصالحت سے طے کئے بغیر سابقہ مدت کا خرچہ خاوند پر لازم نہ ہوگا اور یونہی پیشگی ادا کرنا بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ نفقہ ابھی خاوند کے ذمہ واجب نہیں ہوا۔ (ت)	لا يلزمه عما مضى قبل الفرض بالقضاء او الرضاء ولا عما يستقبل لانه لم يجب بعد ²
---	---

ہاں قبل از قرارداد عورت یہ اختیار رکھتی ہے کہ شوہر برضا مندی نفقہ مقرر نہ کرے تو حاکم شرع کے حضور قرارداد کرنے کی نالش کرے جب بحکم قاضی کوئی ماہانہ سالانہ یا روزانہ یا فصلانہ مقرر ہو جائے تو اس کے بعد اسے بہ تفصیل مذکور مطالبہ و دعویٰ پہلے گا۔ تیور الابصار میں ہے: یقدرها ان طلبته³ اھم لخصاً (اگر عورت مطالبہ کرے تو قاضی نفقہ مقرر کر دے اھ لخصاً) اور نفقہ مرد و زن دونوں کی حیثیت دیکھ کر مقرر کیا جائے گا اسی قدر آمدنی زوج سے لے سکتی ہے، اگر دونوں غنی ہیں تو اغنیاء کے لائق، اور دونوں فقیر تو فقراء کے قابل، اور ایک غنی اور ایک فقیر تو متوسط یعنی نفقہ اغنیاء سے کم اور نفقہ فقراء سے زائد، مثلاً عورت کی حیثیت اطلس و زربفت و مشجر پہننے اور بریانی و مزعفر و گوشت مرغ کھانے کی ہے اور مرد کی مقدرت چھینٹ چار خانے دال ماش نان جو کھانے کے قابل یا بالعکس تو عورت کے لئے تنزیب و گلبدن و مشروع کالباس اور گوشت گو سپند و نان گندم مقرر کریں گے، جتنا بالفعل دے سکتا ہے دے باقی اس کے ذمے دین رہے گا یہاں تک کہ اللہ عزوجل استطاعت بخشے۔ در مختار میں ہے:

خاوند پر دونوں کی حیثیت کے لحاظ سے نفقہ واجب ہوگا، اسی پر فتویٰ دیا جائے گا، اور خاوند اپنی وسعت کے مطابق ادائیگی کا مکلف ہوگا اور باقی رہ جائے تو وہ اس کے ذمہ قرض ہوگا جس کو اپنی سہولت سے ادا کریگا اھ لخصاً (ت)	تجب علی زوجها بقدر حاکم لہما بہ یفتی ویخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی البیسرة ⁴ اھم لخصاً۔
---	---

¹ بحر الرائق باب النفقة ۱۸۸/۴

² رد المحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۵۸

³ در مختار باب النفقة مطبع مجتہبی دہلی ۱/۲۶۸

⁴ در مختار باب النفقة مطبع مجتہبی دہلی ۱/۲۶۶

ردالمحتار میں ہے:

<p>بحر میں ہے: سب کا اتفاق ہے کہ اگر دونوں خوشحال ہیں تو ان کے حال کے مطابق خاوند پر نفقہ واجب ہوگا اور اگر دونوں تنگ دست ہیں تو ان کے حال کے مطابق خاوند پر واجب ہوگا، اور اختلاف صرف اس صورت میں ہے جب دونوں میں سے ایک امیر اور دوسرا غریب ہے تو مفتی بہ قول یہ ہے کہ دونوں کے حال کی رعایت پر درمیانہ نفقہ واجب ہوگا، اور وہ یہ کہ خوشحالی سے کم اور تنگ دستی سے زائد ہو، اھ ملخصاً۔ (ت)</p>	<p>فی البحر اتفقوا علی وجوب نفقة الموسرین اذاکانا موسرین وعلی نفقة المعسرین اذاکانا معسرین وانما الاختلاف فیما اذاکان احدهما موسرا او الاخر معسرا فعلى المفتی به تجب نفقة الوسط وهو فوق نفقة المعسرة ودون نفقة الموسرة^۱ اھ ملخصاً۔</p>
--	---

اسی میں بدائع سے ہے:

<p>اگر خاوند انتہائی خوشحال ہونے کی بناء پر صاف باریک آنا، مرغ کا گوشت کھانا ہے اور بیوی انتہائی تنگ دستی کی بناء پر اپنے گھر والوں کے ہاں جو کی روٹی کھاتی ہو تو خاوند اس کو گندم کی روٹی اور بکرے کا گوشت نفقہ کے طور پر کھانے کو دے گا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)</p>	<p>حتى لوکان الرجل مفرطاً فی الیسار یاکل خبز الحواری ولحم الدجاج والمرأة مفرطة فی الفقر تأکل فی بیت اهلها خبز الشعیر یطعمها خبز الحنطة ولحم الشاة^۲۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم جل مجدہ اتم واحکم۔</p>
---	---

مسئلہ ۱۵۷: از لکن ضلع بریلی مرسلہ شیخ احمد حسین ۲۱ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ جو ایک قلیل حقیقت کی زمیندار تھی بلارضا مندی واجازت زید اپنے شوہر کے بطور بدکاری عمر کے ساتھ فرار ہو گئی اور مدت دراز تک عمر کے ساتھ رہی، پھر واپس آئی، اب زید پر دعویٰ مہر اور دلاپانے نان نفقہ کا کرتی ہے اس صورت میں وہ مہر و نفقہ پائے گی یا نہیں؟ اور زید محض نادار ہے مگر زید کا باپ متمول ہے تو دعویٰ ہندہ کا پدر زید پر کچھ اثر ہوگا یا نہیں؟ اور ہندہ بحالت فراری زید کا حمل رکھتی تھی، بعد وضع حمل اس نابالغ کی پرورش کا زید ذمہ دار ہوگا

^۱ ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۲۵

^۲ ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۲۵

یا نہیں؟ بینواتوجروا

الجواب:

جتنی مدت عورت فرار رہی اس مدت کا نفقہ تو زید پر اصلاً نہیں، ہاں اب کہ واپس آئی آئندہ نفقہ کی مستحق ہے زید سے نفقہ طلب کرے، اگر دے فیہا، ورنہ قاضی کے یہاں نالش کر کے اپنا نفقہ مقرر کرالے اگر زید نادار ہے قاضی حکم دے گا کہ تو قرض لے کر صرف کر، اور جب زید کو استطاعت ہو اس سے مجرالے،

بیوی اگر خاوند کے گھر سے باہر بلاوجہ رہائش پذیر ہو تو وہ واپس خاوند کے پاس آنے تک نافرمان قرار پائے گی اگرچہ خاوند کے سفر پر جانے کے بعد ہی ایسا کرے لہذا اس کے لئے نفقہ لازم نہیں ہوگا۔ (ت)	فی الدرالمختار لانفقة لخارجة من بيتہ بغیر حق وہی الناشئة حتی تعود ولو بعد سفره ¹ ۔
--	---

ردالمحتار میں ہے:

یعنی خاوند سفر میں ہو اور بیوی نفقہ کی مستحق ہو تو وہ خاوند کو خط لکھ کر مطالبہ کرے کہ میرا نفقہ ادا کیا جائے، یا بیوی قاضی کے ہاں درخواست کرے تاکہ قاضی خاوند کے نام قرض لے کر خرچ کرنے کا حکم دے۔ (ت)	ای فستحق النفقة فتكتب اليه لينفق عليها او ترفع امرها الى القاضي ليقرض لها عليه نفقة ² ۔
---	--

در مختار میں ہے:

خاوند اگر نفقہ کی ادائیگی سے عاجز ہو تو دونوں میں تفریق نہ کی جائے گی اور نفقہ مقرر کر دیا ہو تو قاضی خاوند کے نام قرض لے کر خرچ کرنے کا حکم دے گا۔ (ت)	لايفرق بينهما بعجزه عنها وبعد الغرض يا امره القاضي بالاستدانة لتحيل عليه ³ ۔
---	---

اور زید کے باپ پر دعویٰ کا اصلاً اثر نہیں ہو سکتا کہ جو ان بیٹے غیر اپانچ کی زوجہ کا نفقہ باپ پر کہیں لازم نہیں، در مختار میں ہے:

ملتی میں مذکور ہے کہ اگر خاوند نابالغ فقیر یا اپانچ ہو تو اسکی	فی الملتقى نفقة زوجة الابن على ابيه ان كان
--	--

¹ در مختار باب النفقة مطبع مجتہائی دہلی ۱/۲۶۷

² ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۳۶

³ در مختار باب النفقة مطبع مجتہائی دہلی ۱/۲۶۹

صغیرا فقیرا اوزمناً ¹ ۔	بیوی کا نفقہ نابالغ کے والد کے ذمہ ہے۔ (ت)
------------------------------------	--

ردالمحتار میں ہے:

وقد علمت ان المذهب عدم وجوب النفقة لزوجة الابن ولو صغیرا فقیرا ² ۔	آپ کو معلوم ہو گیا ہے کہ نابالغ کی بیوی کا نفقہ والد کے ذمہ نہ ہو نا ہی مذہب ہے اگرچہ وہ فقیر ہو۔ (ت)
---	---

رہا مہر سائل مظہر کہ اس میں کوئی شرط تعجیل و تاخیر نہ تھی اور لیکن میں بھی یہی رواج ہے جو یہاں عامہ بلاد میں ہے کہ قبل از افتراق بھوت یا طلاق ادا نہیں ہوتا تو ہندہ کا مطالبہ مہر بیجا ہے جب تک زید اسے طلاق نہ دے یا دونوں میں کوئی مرنہ جائے۔
نقیہ میں ہے:

المعجل والمؤجل ان بینا فذاک والا فالمتعارف ³ ۔	مہر معجل یا مؤجل اگر بیان کر دیا ہو تو وہی واجب ہے ورنہ عرف میں جو رواج ہو وہ واجب ہوگا۔ (ت)
---	--

اور اس بچے نابالغ کی پرورش بیشک ذمہ زید لازم ہے، رہے گاسات برس کی عمر تک ماں کے پاس بشرطیکہ وہ اپنی بدکاری سے باز آئے اور آوارگی چھوڑ چکی ہو اور نفقہ پائے گا باپ سے بشرطیکہ اپنا کوئی مال نہ رکھتا ہو اس عمر تک اجرت یا حرفت سے اپنے کھانے پینے کے قابل کما سکے اس کی خبر گیری باپ پر واجب ہے، درمختار میں ہے:

تجب النفقة لطفله الفقیر ⁴ ۔	چھوٹے فقیر بچے کا نفقہ والد پر لازم ہے۔ (ت)
--	---

ردالمحتار میں ہے:

ای ان لم یبلغ حد الکسب فان بلغه کان للاب ان یوجره او یدفعه فی حرفة لیکتسب وینفق علیہ من کسبه لو کان ذکرا ⁵ الخ، واللہ تعالیٰ اعلم۔	بشرطیکہ وہ نابالغ بچہ محنت کی عمر کو نہ پہنچا ہو، اور اگر وہ اس عمر کو پہنچ گیا ہو تو والد اس کو ملازمت دلائے یا کسی کارخانہ میں مزدوری پر لگائے تاکہ اس کی کمائی کو اس پر خرچ کرے بشرطیکہ لڑکا ہو الخ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	--

¹ درمختار باب النفقة مطبع مجتہائی دہلی ۲۷۳/۲

² ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۷۳/۲

³ المختصر الوقایة فی مسائل الهدایة کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۱

⁴ درمختار باب النفقة مطبع مجتہائی دہلی ۲۷۳/۲

⁵ ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۷۱ و ۶۷۰/۲

مسئلہ ۱۵۸: از بڑودہ گجرات کلاں محلہ بھوتنی کا چھاپہ نظام پورہ مرسلہ امر او بانی بنت غلام حسین حالہ ۱۶ رجب ۱۳۱۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں (مسئلہ اولیٰ) ایک شخص نے اپنی حقیقی پھوپھی کی لڑکی سے نکاح کیا، چند روز بعد ایک آدمی اور ایک عورت کے ہمراہ کسی کام ضروری کے لئے کہیں بھیجا، بعد واپس آنے کے دو برس تک نان و نفقہ موقوف کر دیا، کچھری گائیکوڑی میں یہ مقدمہ پیش ہے، کچھری کہتی ہے نان و نفقہ کیوں نہیں دیتا، خاوند کہتا ہے بغیر حکم میرے یہ کیوں گئی، عورت نے گواہ شاہد قوی اپنے حقیقی چچا اور چچی اور کئی آدمی کنبہ کو پیش کیا ہے سب نے یہی کہا کہ ہمارے روبرو اس کے خاوند نے اپنی عورت کو جانے کے لئے حکم دیا اور حلف بھی اٹھایا، اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں عورت کو نان و نفقہ نہ دینا اس شخص کا محض ظلم ہے جس کے سبب وہ ظالم و گنہگار اور عورت کے حق میں گرفتار ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَلَى الْوَالِدِ وَالرُّهْمِ أَنْ يَكْفُوهُنَّ بِمَا بَعَرُوهُنَّ ^۱ -	بیویوں کا نفقہ اور لباس بھلائی کے ساتھ اس کے ذمہ ہے جس کے لئے اولاد ہے۔ (ت)
--	---

اور اس کا یہ بیہودہ عذر کہ "عورت بے میرے حکم کے کیوں گئی" محض باطل و ناقابلِ سماعت ہے اگر وہ اس میں سچا بھی ہو تو عورت جب بے اجازت شوہر ناحق چلی جائے تو اس کا نان و نفقہ اسی مدت تک کالازم نہیں ہوتا جب تک وہ اس ناحق طور پر باہر رہے جب پھر شوہر کے گھر چلی آئے گی اسی وقت سے نان و نفقہ دینا شوہر پر فرض ہو جائے گا، درمختار میں ہے:

لَا نَفَقَةَ لَخَارِجَةٍ مِنْ بَيْتِهِ بِغَيْرِ حَقِّ حَتَّى تَعُودَ وَلَوْ بَعْدَ سَفَرٍ ^۲ -	بلاوجہ خاوند کے گھر سے باہر رہنے والی کے لئے نفقہ نہیں تا وقتیکہ وہ واپس نہ آجائے اگرچہ خاوند کے سفر پر جانے کے بعد ہی باہر رہی ہو۔ (ت)
--	---

ردالمحتار میں ہے:

لوعادت الی بیت الزوج بعد ما سافر	یعنی اگر خاوند کے سفر پر جانے کے بعد بیوی خاوند کے گھر لوٹ آئے
----------------------------------	--

^۱ القرآن ۴/۲۳۳

^۲ درمختار باب النفقة مطبع مجتہبی دہلی ۱/۲۶۷

خروجت عن كونها ناشزة بحر عن الخلاصة اى فتستحق النفقة ¹ ۔	تو اس کی نافرمانی ختم ہو جائے گی۔ یہ بحر میں خلاصہ سے منقول ہے، یعنی اس وقت بیوی نفقہ کی حقدار ہوگی۔ (ت)
--	--

تو اس شخص نے کہ عورت کے واپس آنے کے بعد نان و نفقہ موقوف کر دیا نرا ظلم کیا، تو اس پر فرض ہے کہ اسی وقت سے جاری کر دے۔ رہا گزشتہ مدت کا نفقہ، اسکی دو صورتیں ہیں، اگر پہلے آپس کی رضامندی یا قاضی کے حکم سے مقدار نفقہ مقرر ہو چکی تھی کہ مثلاً مہینے میں اتنے روپے یا اس قدر اناج اور کپڑا دیا جائے گا اور اب بلاوجہ شرعی بند کر دیا تو جب تک نہیں دیا ہے اس ساری مدت کا اسی قرار داد کے حساب سے عورت کو دلا یا جائے گا، اور اگر عورت یونہی رہتی کھانا کھاتی کپڑا پہنتی تھی کچھ قرار داد باہمی یا بحکم قاضی نہ ہوا تھا کہ ماہوار یا سالانہ یا ششماہی پر اتنا دیا جائے گا تو جتنے دنوں اس نے نہ دیا ظالم و گنہگار ہوا مگر عورت اس گزری مدت کا دعویٰ نہیں کر سکتی اب سے دعویٰ کر کے بحکم قاضی آئندہ کے لئے مقرر کرالے، اس کے بعد اگر وہ نہ دے گا تو یہ جبراً بذریعہ نالش وصول کر سکتی ہے، درمختار میں ہے:

النفقة لاتصير ديناً الا بالقبضاء او الرضاء اى اصطلاحها على قدر معين اصنافاً و دراهم فقبل ذلك لا يلزمه شيعى و بعده ترجع بما انفقت ولو من مال نفسها بلا امر قاض ² ۔	عورت کا لیا ہوا قرض خاوند کے ذمہ صرف اس وقت ہوگا جب عورت نے وہ قرض قاضی کے حکم پر یا خود خاوند کے ساتھ مصالحت میں طے کر لیا ہو کہ فلاں جنس یا نقد اتنی مقدار ہوگی، اس سے قبل لیا ہوا قرض خاوند کے ذمہ نہ ہوگا، اور بعد میں عورت کا لیا ہوا قرض، خواہ اپنے مال سے ہی قاضی کے حکم کے بغیر اس نے صرف کیا ہو تو خاوند سے وصول کر سکتی ہے (ت)
---	--

ردالمحتار میں ہے:

لاتصير ديناً اى اذا لم ينفق عليها بان غاب عنها او كان حاضر افا ممتنع فلا يطالب بها بل تسقط بمضى	نفقہ قرض نہ بنے گا یعنی جب خاوند غائب رہا یا موجود رہا لیکن بیوی کو نفقہ نہ دیا ہو تو اس مدت کے نفقہ کا مطالبہ خاوند سے نہیں کیا جاسکتا بلکہ مدت گزر جانے
--	---

¹ ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۴۶/۲

² درمختار باب النفقة مطبع مجتہدی دہلی ۲۰۰۱

المدة ¹ -	کی بنا پر ساقط ہو جائے گا۔ (ت)
----------------------	--------------------------------

اسی میں ہے:

الاباللقضاء بان يفرضها القاضي عليه اصنافاً ودراهم اودنائيرنهر ² - والله تعالى اعلم۔	مگر یہ کہ جو نفقہ قاضی نے خاوند پر مقرر کیا ہو جنس، دراہم یا دانیر تو وہ خاوند کے ذمہ واجب الادا ہوگا، نہر واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
---	--

مسئلہ ۱۵۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ایک لڑکا بالغ جس کی عمر تیس برس کے قریب ہے اور کمائی پر خوب قدرت رکھتا ہے اور پیشہ حجامی وغیرہ طرق سے تحصیل رزق کر سکتا ہے زید پر اپنے کھانے پہننے وغیرہ مصارف کا بار ڈالتا ہے اور اسے اپنے مال میں تصرف سے مانع آتا ہے، آیا اس صورت میں زید پر روٹی کپڑا اس کا واجب اور زید اپنے مال میں تصرف سے ممنوع ہے یا نہیں؟ بیو اتوجروا۔

الجواب

جبکہ وہ لڑکا بالغ اور کسب پر ہر طرح قادر تو اس کا روٹی کپڑا یا کوئی صرفہ زید پر واجب نہیں زید کو اختیار ہے اسے کچھ نہ دے اور زید اس لڑکے کے منع کرنے سے اپنی جائداد میں تصرف سے ممنوع نہیں ہو سکتا،

في الدر المختار وكذا تجب لولده الكبير العاجز عن الكسب كأثني مطلقاً و زمن ومن يلحقه العار بالتكسب وطالب علم لا يتفرغ لذلك كذافي الزيلعى والعيني ³ - والله تعالى اعلم۔	در مختار میں ہے کہ یوں ہی بڑے بالغ بیٹے کا نفقہ لازم ہوگا جو کسب و محنت سے عاجز ہو جیسا کہ بیٹی کے لئے مطلقاً اور اپانچ بیٹے کے لئے اور اولاد کے لئے جن کو محنت مزدوری کرنے میں عار ہو، اور اس طالب علم کے لئے جو مزدوری فراغت نہ پائے، زیلعی اور عینی میں یوں مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	---

مسئلہ ۱۶۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور اس کے بطن سے ایک لڑکی اب سات برس کی ہے اور ایک لڑکا کہ ابھی پانچ چھ مہینے کا ہے پیدا ہوئے، اب زید نے اپنا اور

¹ ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۵۸

² ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۵۸

³ در مختار باب النفقة مطبع مجتہدی دہلی ۱/۲۷۳

نکاح کر لیا اور ہندہ کو جبراً نکال دیا کہ وہ مح دونوں بچوں کے اپنے باپ کے یہاں چلی آئی، اب زید نہ اسے بلاتا ہے نہ اس کے بچوں کے کھانے پہننے کی خبر گیری کرتا ہے، اس صورت میں ہندہ و دختر و پسر کا نان و نفقہ زید پر لازم ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

بیشک ہندہ کا نان نفقہ زید پر لازم ہے اور بچوں کا اپنا کوئی ذاتی مال نہ ہو تو ان کی خبر گیری بھی زید پر واجب ہے اگر شوہر نہ دے عورت حاکم کے یہاں رجوع کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا نفقہ مقرر کرا سکتی ہے،

در مختار میں ہے: بیوی اگرچہ اپنے والد کے گھر ہو اور خاوند وہاں سے اپنے گھر منتقل ہونے کا مطالبہ نہ کرتا ہو یا مطالبہ کرتا ہو اور بیوی انکاری نہیں ہے تو خاوند پر نفقہ واجب ہوگا، اسی پر فتویٰ دیا جائیگا، ملخصاً۔ (ت)

فی الدر المختار النفقة تجب للزوجة علی زوجها ولو هی فی بیت ابیہا اذالم یطالبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی وکذا ان طالبہا ولم تمنع ملخصاً¹

اسی میں ہے:

بیٹی اور فقیر عاجز لڑکوں کے لئے نفقہ واجب ہے کیونکہ غنی اولاد کا نفقہ اس کے اپنے ذاتی مال سے ہے، اور اگر مذکورہ بچوں کے لئے ان کی ماں قاضی کی طرف سے مقرر کردہ نفقہ کو وصول کرنے میں اصرار کرے تو قاضی نفقہ مقرر کر کے خاوند کو ادائیگی کا حکم دیگا بشرطیکہ بچوں پر صرف کرنے میں ماں کی خیانت ثابت نہ ہو تو خاوند صبح و شام ماں کو ان کا خرچہ ادا کرے گا یا وہ کسی کو ان پر خرچ کرنے کے لئے کہے گا، دونوں عبارتیں ختم ہوئیں ملخص طور پر، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

تجب النفقة بأنواعها لطفله الانثی و الجمع الفقیر فان نفقة الغنی فی مالہ ولو خاصتہ الامر فی نفقتہم فرضها القاضی وامرہ بدفعها للامر مالہ تثبت خیانتها فیدفع لها صباحاً ومساءً او یأمر من ینفق علیہم²۔ انتہتاً ملخصین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اپنے دیور کے ساتھ متمم ہوئی اس کے شوہر زید اور زید

¹ در مختار باب النفقة مطبع مجتہبی دہلی ۱/۲۶۶

² در مختار باب النفقة مطبع مجتہبی دہلی ۱/۲۷۳

کے باپ نے اسے اپنے یہاں سے نکال دیا، ہندہ اب دو برس سے اپنے باپ کے یہاں ہے نہ تو زید اسے بلاتا ہے اور نہ روٹی کپڑا پہنچاتا ہے نہ طلاق دیتا ہے، اس میں ہندہ کا روٹی کپڑا ذمہ زید کے واجب ہے یا نہیں؟ اور زید اس صورت میں گناہ گار ہے یا نہیں؟

الجواب:

جبکہ ہندہ کا اپنے باپ کے یہاں رہنا اس بناء پر ہو کہ اسے زید اور زید کے باپ نے نکال دیا اور زید بلاتا بھی نہیں اور بلائے تو اسے جانے میں انکار بھی نہیں تو بیشک اس کا روٹی کپڑا زید کے ذمہ واجب ہے،

در مختار میں ہے: اگرچہ بیوی اپنے والد کے گھر ہو جب خاوند اپنے گھر منتقل ہونے کا مطالبہ نہ کرے تو خاوند پر اس کا نفقہ واجب ہوگا، اسی پر فتویٰ ہے، اور یونہی اگر خاوند مطالبہ کرے لیکن بیوی انکار نہ کرے تو بھی واجب ہوگا، اھ، ملخصاً (ت)

في الدر المختار النفقة تجب للزوجة ولو هي في بيت ابيها اذالم يطالبها الزوج بالنقله به يفتي وكذا اذاطالبها ولم تمنع¹ اھ ملخصاً۔

اور اس تہمت کی وجہ سے اگرچہ وہ واقع میں صحیح ہی ہو نکاح زائل نہیں ہوتا،

حدیث شریف میں ہے: ایک شخص نے حضور علیہ والصلوہ والسلام سے عرض کی کہ میری بیوی چھونے والے کے ہاتھ کو رد نہیں کرتی، تو آپ نے فرمایا اس کو علیحدہ کر دے۔ تو اس شخص نے عرض کی مجھے اس سے محبت ہے، تو آپ نے فرمایا: پھر اسے پاس رکھ یا جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اور در مختار وغیرہ میں ہے کہ خاوند پر فاجرہ بیوی کو طلاق دینا لازم نہیں ہے، تو یہ عبارت نکاح کے باقی رہنے میں نص ہے (ت)

ففي الحديث ان رجلا قال للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان امرأتى لا ترد يد لامس قال ففارقها قال اني احبها قال فامسكها²۔ او كما قال صلى الله تعالى عليه وسلم . وفي الدر المختار وغيره لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة³ اھ فكان ذلك نصاً في بقاء النكاح۔

¹ در مختار باب النفقة مطبع مجتہبی دہلی ۲۶۶/۱

² سنن ابی داؤد کتاب النکاح آفتاب عالم پریس لاہور ۲۸۰/۱، سنن النسائی کتاب النکاح تزویج الزانیة نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲، سنن النسائی کتاب الطلاق باب ماجاء فی الخلع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۰۷۲/۱، رد المحتار فصل فی المحرمات دار احیاء التراث

العربی بیروت ۲۹۲/۲

³ در مختار فصل فی المحرمات مطبع مجتہبی دہلی ۱۹۰/۱

جاہلوں میں جو یہ مشہور ہے کہ عورت اگر معاذ اللہ بد و صنی کرے تو نکاح جاتا رہتا ہے محض غلط بات ہے، اور جب نکاح باقی ہے تو اس صورت میں زید پر فرض ہے کہ یا تو اسے طلاق دے دے یا اس کے نان نفقہ کی خبر گیری کرے ورنہ یوں معلق رکھنے میں زید بیشک گنہگار ہے اور صریح حکم قرآن کا خلاف کرنے والا،

اور کلی میلان نہ ہو کہ بیوی کو معلق کر چھوڑو، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	فَلَا تَبْيُخِتُوا كُنَّ النَّبِيلِ فَنُكِّمُوا مَا كَانُوا مَعْلُوقَةً ¹ - واللہ تعالیٰ اعلم۔
--	---

مسئلہ ۱۶۲: از شاہجہان پور مرسلہ مہربان علی صاحب ۱۹ شعبان ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت بے اجازت شوہر زید کے اپنے بھائیوں کے گھر چلی گئی، جب زید اپنی نوکری سے آیا عورت کو نہ پایا، اس صورت میں نکاح و مہر باقی رہا یا نہیں؟ بعد ایک عرصہ کے زید حسب مصلحت اور پاس اپنی حرمت کے زید نے کچھ خرچ نان و نفقہ کا مسماۃ مذکورہ کا مقرر کر دیا تھا کہ خواہ زوجہ میرے مکان میں رہے یا اپنے بھائی کے پاس رہے دیا جائے گا، اب بموجب شرع شریف کے وہ نان و نفقہ حسب وجہ مندرجہ بالا ذمہ زید کے واجب الادا رہا یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

نکاح و مہر بدستور قائم رہے، ہاں بے اجازت شوہر چلے جانے کے باعث نفقہ ساقط ہو گیا، سائل مظہر کہ زید بلا تا ہے اور وہ نہیں آتی تو اب تک وہ نان نفقہ کی اصلاً مستحق نہیں جب تک شوہر کے گھر میں نہ آئے، درمختار میں ہے:

بلأوجه خاوند کے گھر سے باہر رہنے والی نافرمان ہے تا وقتیکہ واپس اس کے گھر نہ آئے اس کے لئے نفقہ نہیں ہے خواہ نفقہ قاضی کی طرف سے ہی کیوں نہ مقرر ہو۔ (ت)	لأنفقة لخارجة من بيتہ بغير حق وهي الناشئة حتى تعود وتسقط به المبروضة ² (ملخصاً)۔
--	---

گھر بیٹھے کا جو نفقہ زید نے مقرر کر دیا اول تو وہ نفقہ واجب نہ تھا فان النفقة جزاء الاحتباس (کیونکہ نفقہ بیوی کے پابند ہونے کا صلہ ہے۔ ت) بلکہ صرف ایک احسانی وعدہ تھا اور وعدہ پر جبر نہیں کما فی العالمگیریہ وغیرہا (جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے۔ ت) معذاجب اس نے بلایا اور وہ نہ آئی وہ بھی ساقط ہو گیا کما من الدر المختار (جیسا کہ درمختار سے معلوم ہوا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ القرآن الکریم ۱۲۹/۴

² درمختار باب النفقة مطبعتہ ۱/۲۶۷

مسئلہ ۱۲۳: ۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ہندہ سے نکاح کر کے قبل رخصت نوکری پر چلا گیا، بارہا والدین ہندہ نے رخصت کو کہا، چار برس کے بعد رخصت کرا کر اپنے گھر لے گیا، ہندہ بیمار تھی دو ایک دن کے بعد پھر والدین کے یہاں واپس آ کر ایک ماہ بعد فوت ہو گئی، نفقہ اس چار سال کا اور جو خرچ دو اولاد و تنہیز و تکفین میں والدین نے کیا شوہر پر واجب ہے یا نہیں؟ جہیز شوہر کو ملے گا یا ماں باپ کو؟ بینوا تو جو را

الجواب:

نفقہ و خرچ دو اولاد کا مطالبہ شوہر سے نہیں ہو سکتا، درمختار میں ہے:

<p>نفقہ خاوند کے ذمہ قرض نہیں بنتا تا وقتیکہ قاضی کا مقرر کردہ یا باہمی رضامندی سے طے کردہ نہ ہو، اور خاوند بیوی دونوں میں سے ایک کی موت یا طلاق سے نفقہ ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ یہ صلہ کے طور پر لازم ہوتا ہے، ہاں اگر قاضی کے حکم پر بیوی نے قرض لے رکھا ہو تو پھر خاوند کو اس کی ادائیگی لازم ہوگی۔ (ت)</p>	<p>لاتصیر دیناً بالالقضاء او الرضاء وببوت احدہما و طلاقہا یسقط المفروض لانہا صلیۃ الا اذا استدانت بامر القاضی¹۔</p>
---	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>خاوند پر بدن کی حفاظت والی چیز لازم ہے۔ مرض کیلئے دوا، طبیب کی اجرت، فصد یا سنگی لگانے کی اجرت لازم نہیں ہے۔ (ت)</p>	<p>علیہ ماتقطع بہ الصنن لالدواء للمرض ولا اجرة الطیب ولا الفصد ولا الحجام²۔</p>
---	--

یونہی خرچ تنہیز و تکفین بھی مجرانہ ملے گا جبکہ والدین خواہ کسی نے بے اذن شوہر بطور خود کیا،

<p>ردالمحتار میں وصایا کی بحث کے آخر میں فصولین پر رملی کے حاشیہ سے منقول ہے کہ اگر کسی نے خاوند یا قاضی کی اجازت کے بغیر اس کی بیوی کو کفن دیا تو یہ خرچہ صرف کرنے والے کی طرف سے مفت ہوگا جیسا کہ کوئی اجنبی اپنی طرف سے مفت خرچ کر دے (ت)</p>	<p>فی اوخر وصایا ردالمحتار عن حاشیة الفصولین للرملی، الزوجة اذا صرفه من ماله غیر الزوج بلا اذانه او اذن القاضی فهو متبرع کالاجنبی³۔</p>
--	--

¹ درمختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۱ھ

² ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۲ھ

³ ردالمحتار فصل فی شہادۃ الاوصیاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۵۹ھ

جہیز ملک و ترکہ ہندہ ہے بر تقدیر عدم موانع ارث و وارث آخر و تقدیم دین و وصیت چھ سہام ہو کر تین سہم شوہر، دو سہم پدر، ایک مادر کو ملے گا۔ اسی حساب سے مہر ہندہ اگر باقی ہو تقسیم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۴: ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر کا نکاح عمرو سے کیا اور پیش از نکاح ایک اقرار نامہ زید نے عمرو سے لکھوایا کہ میں بے رضامندی زوجہ کے اسے کہیں نہیں لیجا سکتا ہوں اور خود میں وہیں یعنی زوجہ کے مکان پر رہوں گا اور در صورت وعدہ خلافی میں نان نفقہ دوں گا، بعدہ نکاح ہوا اور مہر ڈھائی سو روپے کا بندھا جس میں کوئی شرط بیٹگی دینے یا کسی میعاد کے قرار نہ پائی، اب عمرو اپنے خسر کے یہاں شب کو رہنا چاہتا ہے تو اس کا خسر اور خود زوجہ اسے گوارہ نہیں کرتے، عمرو کا مکان اسی شہر میں ہے وہ چاہتا ہے کہ اپنی زوجہ کو اپنے مکان پر لے جائے، اس صورت میں اسے اس امر کا اختیار ہے یا نہیں؟ اور اگر زید نہ لے جانے دے اور ہندہ نہ جائے تو مستحق نان نفقہ کی ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جو روا۔

الجواب:

پیشک صورت مستفسرہ میں زید کو اختیار ہے کہ اپنی زوجہ کو اپنے مکان پر لے جا کر رکھے، زوجہ اور اس کے باپ کا بلاوجہ شرعی روکنا محض ظلم ہے، اور زوجہ نہ جائے گی تو نان نفقہ کی مستحق نہ ہوگی،

لاناہا ناشزۃ لامتناعہا بغیر حق وانما النفقة جزاء الاحتباس فاذا الاحتباس لانفقة كما صرحوا به قاطبة۔	کیونکہ وہ نافرمان ہے اس لئے کہ وہ بلاوجہ مانع بنی ہوئی ہے جبکہ نفقہ خاوند کے حق میں پابند ہونے کا عوض ہے تو جہاں پابندی نہیں وہاں نفقہ نہیں ہوگا جیسا کہ سب نے اس کی تصریح کی ہے (ت)
--	--

عمرو کا اقرار نامہ لکھ دینا کہ در صورت وعدہ خلافی نان نفقہ دوں گا کوئی چیز نہیں،

فان شرط الله احق، ومن اشتراط شرط ليس في كتاب الله فليس له، وان شرط مائة مرة ¹ ، كما قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في الحديث الصحيح، والله سبحانه وتعالى اعلم۔	اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق شرط مقبول ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی شرط لگائی تو وہ ناحق ہے اگرچہ ہزار بار شرط لگائے، جیسا کہ صحیح حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔ واللہ سبحانه وتعالى اعلم (ت)
---	--

¹ صحیح مسلم باب بیان ان الولاء لمن اعتق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۹۴

مسئلہ ۱۶۵: ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

علمائے کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ) آپ کی کیا رائے ہے، کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے باپ نے زید کو کہا کہ میری بیٹی سے شادی کر لو، زید نے کہا کہ میں فی الحال شادی نہیں کر سکتا کیونکہ میں طالب علم ہوں اور حصول علم میں نہ معلوم کتنی مدت صرف ہو، مجھے اس مدت میں بیوی کے نان و نفقہ پر قدرت نہ ہوگی، تو اس پر ہندہ کے والد نے چند لوگوں کی موجودگی میں زید کی اس مجبوری کے حالت کی تمام ذمہ داری اپنے ذمہ لے لی اور رضامندی کے ساتھ زید سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا اور زید کو تحصیل علم کے لئے اجازت دے دی، اور اس کے چند سال بعد زید کی طلب علمی کے دوران تحصیل علم سے پہلے، ہندہ کے والد نے زید سے نان و نفقہ کا مطالبہ کر دیا، تو کیا اس صورت میں زید کو بیوی کا نان و نفقہ دینا واجب ہوگا یا نہیں، اور اس دوران اگر ہندہ کسی غیر مرد سے بدکاری کرے تو کیا وہ زید کے نکاح میں باقی رہے گی یا نہیں اور ہندہ پر کیا حکم شرعی ہوگا اور زید اپنی بیوی کی اس بد فعلی سے بری قرار پائے گا یا نہیں، اور اگر ہندہ رضامندی سے اپنا مہر معاف کر دے اور بعد مخالفت ہو جانے پر کہے کہ میں نے اس کو مہر معاف نہیں کیا تو کیا اب زید پر شرعاً مہر کا دعویٰ کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا۔

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ چہ می فرماید علمائے دین اندریں مسئلہ کہ ہر گاہ بازید، پدر ہندہ گفت دخترم را شادی بکن زید گفت من فی الحال شادی نتوانستم چرا کہ طالب علم ہستم و حصول علم رامدتی معلوم نیست کہ بچند سال بدست آید و قدرت نان و نفقہ اندریں مدت ندارم و پدر ہندہ دریں حالت اضطراری اوبہ پیش چند مردمان ایں ہمہ شرائط مذکورہ بر ذمہ خود قبول کردہ و راضی شدہ دختر او بازید نکاح کنانیدہ برائے تحصیل علوم اجازت داد، پس بعد از چند سال قبل از تحصیل علوم از و نان و نفقہ طلب کرد و بریں تقدیر نان و نفقہ وغیرہ و ادان بروے واجب خواهد شد یانہ و از ہندہ اگر با مرد اجنبی ازیں مدت حرام کاری وغیرہ صادر گردد در نکاح زید ثابت ماند یانہ و بر ہندہ شرعاً چہ حکم دادہ شود و شوہر ہندہ از بد فعلی او بری گردد یانہ و اگر ہندہ مہر خود عند الرضا ساقط گردد بعد از اس عند النزاع می گوید کہ مہرم راز و ساقط نکرده ام دعویٰ مہر او بر زید شرعاً ثابت گردد یانہ۔ بینواتو جروا۔

الجواب:

مستولہ صورت میں اگر بیوی نے اپنے آپ کو زید کے سپرد کر دیا اور بلا وجہ رکاوٹ نہ کی ہو تو خاوند کے ذمہ اس کا نفقہ واجب ہوگا اور بیوی کے والد کا نکاح سے پہلے اس کی ذمہ داریوں کو اپنے ذمہ لینا اگر

در صورت مستفسرہ اگر از جانب زن تسلیم نفس واقع شد و خوشمتن را از شوہر بنا و اجبی باز نہ داشت نفقہ او بر ذمہ شوہر لازم شد و آں کہ پدر زن پیش از نکاح آں شرائط بر ذمہ خود قبول کرد اگر

اس کا مطلب یہ تھا کہ اس دوران نفقہ نہ دینے پر راضی ہے اور عہد کرتا ہے کہ تحصیل علم کے دوران بیوی تجھ سے نان و نفقہ طلب نہ کرے گی تو والد کا یہ عہد و پیمان اور رضامندی کوئی حیثیت نہیں رکھتی اگرچہ بالغ بیوی کی رضامندی سے یہ معاہدہ کیا ہو کیونکہ واجب ہونے سے پہلے دین کو ساقط کرنے کا کوئی مطلب نہیں ہے خصوصاً نفقہ کا معاملہ جو کہ روزانہ تھوڑا تھوڑا واجب ہوتا ہے۔ درمختار میں ہے کہ، مقرر ہونے سے قبل بری (ساقط) کرنا باطل ہے جبکہ مقرر ہو جانے کے بعد گزشتہ یا آئندہ ماہ کے نفقہ کو ساقط کرنا صحیح ہے، حتیٰ کہ اگر نکاح میں یہ شرط رکھی کہ نفقہ کا تقرر نہ ہوگا اور لباس سردی اور گرمی میں ایک ہوگا تو اس شرط کا کوئی اعتبار نہ ہوگا لہذا بیوی نکاح کے بعد نفقہ اور لباس کے تقرر کا مطالبہ کر سکے گی الخ۔ اور ردالمحتار میں فتح سے منقول ہے کیونکہ یہ وجوب سے قبل کسی چیز کو ساقط کرنا ہے لہذا جائز نہ ہوگا، اور اگر والد کے اس عہد و رضا کا مطلب یہ تھا کہ بیوی کے نان و نفقہ کا خاوند کی بجائے میں خود کفیل ہوں گا اور میں ذمہ دار ہوں گا تو اس سے مقصد خاوند کو ذمہ سے بری کرنا ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو یہ عقد حوالہ ہوگا کیونکہ اصل کو بری کرنے کی شرط سے کفالت تبدیل ہو کر حوالہ بن جاتی ہے جبکہ حوالہ کا معنی یہ ہے کہ

معنیٰ اینست کہ او بنا دادن نفقہ راضی شد و پیمان داد کہ تا مدت تحصیل علم زن از تو نان و نفقہ نخواهد این رضا و پیمان خود چیزے نیست اگرچہ حسب اجازت زن بالغہ شدہ باشد زیرا کہ اسقاط دین پیش از وجوب معنی ندارد خصوصاً نفقہ کہ روزانہ شیاً فشیاً واجب می شود فی الدر المختار الابراء قبل الفرض باطل و بعدہ یصح ماضی و من شہر مستقبل حتی لو شرط فی العقد ان النفقة تكون من غير تقدير والكسوة كسوة الشتاء والصيف لم يلزم فلها بعد ذلك طلب التقدير فيهما¹ الخ، وفي رد المحتار عن الفتح فهو اسقاط للشبيعي قبل وجوبه فلا يجوز² واگر مراد آنتست کہ از جانب شوہر این دین را کفیل شدہ بر ذمہ خود گرفت اگر مقصود برات شوہرست کما هو ظاہر الکلام این حوالہ باشد فان الکفالة بشرط براءة الاصيل حوالہ و حوالہ نقل دین ست

¹ درمختار باب النفقة مطبع مجتہدی، دہلی، ۱/۲۶۸

² ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۵۳

کسی کو قرض سے بری کر کے اپنے ذمے لے لینا، جیسا کہ تنویر الابصار میں ہے، اس کو ہندیہ میں نہر سے نقل کرتے ہوئے صحیح قرار دیا ہے، تو اس صورت میں ابھی قرض معدوم ہے تو اس کو نقل کر کے دوسرے کے ذمہ کیسے کیا جاسکتا ہے، درمختار میں ہے کہ، حوالہ، معلوم قرض میں صحیح ہوتا ہے الخ، ردالمختار میں ہے کہ، حوالہ میں یہ شرط ہے کہ قرضخواہ کا اصل پر قرض ثابت ہو الخ، اور اس میں یہ بھی کہے، کہ، مال مجہول ہونے پر حوالہ صحیح نہ ہوگا، الخ، اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ، غازی اور دیگر مستحق شخص کے وظیفہ کا حوالہ صحیح نہ ہوگا کیونکہ یہ وظیفہ حاکم اور نگران کے ذمہ ان کے لئے ثابت شدہ نہیں ہے الخ، اور اگر والد کے اس عہد و رضا سے خاوند کو نفقہ سے بری قرار دینا نہیں تھا تو یہ کفالت صحیح ہوگی (اور خاوند بری الذمہ نہ ہوگا) کیونکہ ہندیہ میں ہے "مہر کی ضمانت پر نکاح کی فصل" میں ہے کہ، نکاح سے قبل مہر کی ضمانت صحیح ہے، اگر آپ چاہیں تو ہندیہ کی طرف رجوع کریں، اور یہ ہندیہ کا بیان امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے مفتی بہ قول کے موافق ہے کہ مستقبل کے نفقہ کی کفالت صحیح ہے اگرچہ یہ نفقہ ابھی واجب نہیں ہوا، جیسا کہ اس بات کو ردالمختار میں واضح کیا ہے،

کما فی التنویر وهو الصحیح کما فی الہندیۃ عن النہر
آپناں کہ دین خود معدوم ست نقل راچہ معنی فی الدر المختار
تصح فی الدین المعلوم¹ الخفی رد المختار الشرط
کون الدین للمحتال علی المحیل² الخ وفیہ لاتصح
ہذہ الحوالۃ مع جہالۃ المال³ الخ وفیہ لاتصح ہذہ
الحوالۃ لان کلامن الغازی والمستحق لم یثبت لہ
دین فی ذمۃ الامام والنائر⁴ الخ واگر برات شوہر منظور
نیست کفالت اگرچہ صحیح شد کما فی الہندیۃ من فصل
النکاح ضمان المہر من صحتہ الضمان بالمہر، عند
الخطبۃ قبل النکاح فراجعہا ان شئت وهو الموافق
للمفتی بہ من قول الامام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ
ان الکفالۃ بالنفقۃ المستقبلة تصح وان لم تجب
بعد کما اوضحہ فی

¹ درمختار کتاب الحوالۃ مطبع مجتہبی دہلی ۱۹۱۲

² ردالمختار کتاب الحوالۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۹۰/۴

³ ردالمختار کتاب الحوالۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۹۰/۴

⁴ ردالمختار کتاب الحوالۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۹۱/۴

(لہذا والد کی کفالت خاوند (زید) کی نفقہ سے برائت کو واجب نہیں کرتی) پس ہر حال میں خاوند پر نفقہ اپنی شرائط کے مطابق واجب ہوگا۔ ہاں اگر باہمی رضامندی یا قاضی کے فیصلہ سے ابھی نفقہ کی مقدار متعین نہیں ہوئی تھی، مثلاً ماہانہ اس قدر نقد یا خوراک کی یہ مقدار اور فلاں وقت پر لباس طے نہیں ہوا تھا اور کچھ مدت نفقہ دئے بغیر گزر گئی ہو تو گزشتہ مدت کا نفقہ ساقط ہو جائے گا بیوی کو اس کے مطالبہ کا حق نہ ہوگا، اور آئندہ کے لئے مقدار متعین کرانے کا اس کو حق ہوگا تاکہ خاوند کے ذمہ قرض بن سکے اور مطالبہ پر اسے حاصل کر سکے در مختار میں ہے کہ، نفقہ خاوند کے ذمہ قرض نہیں بنتا تا وقتیکہ قاضی نے یا باہمی رضامندی سے طے نہ کر لیا گیا ہو، مثلاً یوں کہ اتنی مقدار جنس یا نقد مقرر کر لیا گیا ہو تو اس فیصلہ سے قبل کا نفقہ واجب الادا نہ ہوگا اور اس کے بعد والے نفقہ میں جو بیوی نے قرض لے کر یا خود اپنے مال سے قاضی کے حکم کے بغیر جو خرچ کیا ہو تو وہ خاوند سے وصول کر سکتی ہے الخ، ردالمحتار میں ہے: قاضی یا باہمی رضامندی سے قبل کا گزشتہ نفقہ خاوند پر واجب الادا نہ ہوگا (البتہ طے کرنے کے بعد کا واجب الادا ہوگا) اور آئندہ مستقبل کا نفقہ بھی واجب الادا نہ ہوگا کیونکہ وہ ابھی واجب نہیں ہوا، بیوی نے اگر شرعی طور پر اپنی رضامندی سے بلا جبر واکراہ خاوند کو مہر سے بری کر دیا ہو تو وہ مہر

ردالمحتار¹ اما کفالت موجب برائت ذمہ شوہر نباشد، پس بہر حال نفقہ بر شوہر بشرائط لازم است، آری اگر بتراضی یا قضائے قاضی نفقہ رافرض و تقدیرے میان نیامد مثلاً ماہانہ اس قدر زریا اس مقدار طعام و پارچہ آں گاہ ہر قدر مدت کے بے ادائے نفقہ گزشتہ نفقہ اساقط گشت مطالبہ اش نتواں کرد آئندہ راطلب فرض و تقدیر کند تا دین شود و بر مطالبہ دست یا بد فی الدرالمختار النفقة لاتصیر دیناً الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحاً علی قدر معین اصنافاً و در اہم فقبل ذلك لا یلزمہ شیء، وبعده ترجع بما انفقت ولو من مال نفسها بلا امر قاض²، و فی ردالمحتار لا یلزمہ عما مضی قبل الفرض بالقضاء او الرضاء ولا عما یستقبل لانه لم یجب بعد³، زن اگر شوئے خود را از مہر ابرائے شرعی بلا اکراہ کرد مہر از ذمہ شوہر ساقط شد اگرچہ اس معنی در خلوت محضہ

¹ ردالمحتار کتاب الکفالة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۶۳/۴

² در مختار باب النفقة مطبع مجتبائی، دہلی ۲۷۰/۱

³ ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵۸/۲

خاوند سے ساقط ہو جائے گا اگرچہ بیوی نے اپنی خلوت میں معاف کیا ہو، لیکن قاضی کے ہاں بیوی کے اقرار یا شہادت کے بغیر برائت ثابت نہ ہوگی، اگر بیوی خود ترسی نہ کرتے ہوئے معاف کرنے کے بعد قاضی کے ہاں مہر کا دعویٰ کر دے تو قاضی خاوند کے ذمہ مہر کی ادائیگی لازم کر دے گا۔ تاہم دونوں کا یہ باطنی معاملہ، اللہ تعالیٰ جو کہ حقیقی قاضی عالم الغیب والشادۃ ہے کے دربار میں پیش ہوگا اور حقیقی فیصلہ پائے گا، قاضی تو ظاہر پر فیصلہ دیتا ہے باطنی امور تو اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں، ہاں اگر مہر کے معجل ہونے یا مؤجل کا فیصلہ نہ ہو اور جیسا کہ عام طور پر اس علاقے میں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں معاملہ علاقہ کے عرف پر ہوگا، جبکہ اس علاقے بلکہ دیگر ممالک میں بھی یہی ہے کہ میاں یا بیوی کی موت یا طلاق کے وقت جو بھی مہر ہو وہ ادا کیا جاتا ہے اور اس سے قبل عورت کے مطالبہ کو قابل توجہ نہیں سمجھا جاتا، جیسا کہ ہم نے کئی مرتبہ اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے، بیوی کے زنا سے نکاح باطل نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **بِئِدِّهِ عَقْدَةُ النِّكَاحِ** (نکاح کی گرہ صرف خاوند کے ہاتھ میں ہے) یہی وجہ ہے کہ اگر بیوی اپنے خاوند کے باپ یا بیٹے سے بد فعلی کرے تو بھی نکاح باطل نہیں ہوتا اگرچہ بیوی ہمیشہ کے لئے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے، اور فوری طور پر دونوں میں متارکہ فرض ہو جاتا ہے۔ درمختار میں ہے کہ، حرمتِ مصاہرہ

روئے داد فاما نزد قاضی بے اقرار زن یا بینہ عادلہ رنگ ثبوت نیابد اگر خدا ترسی کردہ بعد ابراد عومے پر داز قاضی بر ذمہ شوہر ثابت سازد و معاملہ باطنی ایشاں بحکمہ قاضی حقیقی عالم الغیب والشادۃ جل جلالہ پردہ از روئے حقیقت اندازد **فَالْقَاضِي انَّمَا يَقْضِي بِالظَّاهِرِ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ يَتَوَلَّى السُّرُورَ** آری جائیکہ تعجیل و تاخیر مہر بہ بیان نیامدہ باشد چنان کہ غالب مہور این دیار ہنچناں مے باشد آنجا بنائے کار بر عرف دیارست و عرف عام و شائع این بلاد بلکہ دیگر ممالک ہم ہمین ست کہ بمحکو صورت مہر نزد افتراق بموت یا طلاق حال مے شود پس پیش ازاں مطالبہ زن مسموعی ندارد کما بیننا کہ فی **فَتَأْتُونَ صَرَارًا** زنائے زناں موجب بطلان نکاح آناں نیست **قَالَ تَعَالَى بِيَدِهِ عَقْدَةُ النِّكَاحِ**¹ تا آنکہ اگر با پدر یا پسر شوہر این چنینی و قاحت روئے دہد ہم نکاح باطل نشود اگرچہ زن حرام ابدی گردد و متارکہ فی الفور فرض شود، فی الدر المختار **بحرمة المصاهرة**

¹ القرآن الکریم ۲۳/۲

<p>کے ساتھ نکاح باطل نہیں ہوتا حتیٰ کہ دوسرے شخص سے اس بیوی کا نکاح حلال نہیں ہوگا تا وقتیکہ متار کہ کے بعد عدت نہ گزر جائے، اور متار کہ سے قبل اگر خاوند وطی کر لے تو زنا کا حکم نہ لگے گا، بہر حال بیوی اپنے جرم کی خود ذمہ دار ہے اس پر حد لگے گی یا تعزیر ہوگی، خاوند نے اگر حفاظت و نگرانی میں کوتاہی نہ کی ہو اور وہ اس کے اس فعل سے راضی نہ ہو تو اس پر کوئی وبال نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک کا بوجھ دوسرے پر نہ ہوگا۔ واللہ سببخنہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>لا یدرتفع النکاح حتی لا یحل لها التزوج بأخر الابد المتارکة وانقضاء العدة والوطی بها لا یكون زنا¹، بہر حال زن بقدر جرم خودش مستحق حد یا تعزیر شود شونے اگر در حفظ و منعش از قدر واجب تقصیر نہ کرد و بریں کار راضی شد بیچ وبال برو نیست لا تدرموا زنا و ذرأا حذری واللہ سببخنہ وتعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

مسئلہ ۱۶۶: ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید صاحب جلداد ہے اس نے عرصہ بیس سال سے اپنی زوجہ ہندہ کو بسبب ڈال لینے دوسرے عورت کے تکرار کے بلا قصور شرعی گھر سے نکال دیا وہ اپنے باپ خالد کے مکان پر چلی آئی اس کا باپ متکفل رہا اس وجہ سے اس کو نان و نفقہ حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہوئی چونکہ اب خالد کا انتقال ہو گیا لہذا اس کو نان و نفقہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے، اس مدت بیس سال میں زید ہندہ کو اتفاقاً بچائی نہ ہو یہ امر مانع نان و نفقہ تو نہ ہوگا۔ بینوا تو جو روا۔

الجواب:

بیس سال گزشتہ کا نفقہ تو ہر طرح ساقط ہی ہو گیا، آئندہ کے لئے جبکہ اس کا نکلا اپنی خوشی سے نہ تھا بلکہ شوہر نے نکال دیا یہ دیکھا جائے گا کہ عورت کا اپنے باپ کے گھر رہنا شوہر ہی کے جبر سے ہے کہ وہ بلائے تو اسے جانے سے انکار نہ ہو تو وہ خود ہی نہیں بلاتا اس کا آنا نہیں چاہتا جب تو نفقہ کی مستحق ہے اور اگر یہی جانا نہیں چاہتی، وہ بلاتا ہے اور یہ نہیں جاتی تو استحقاق نہیں،

<p>در مختار میں ہے: بیوی اگر اپنے والد کے گھر ہو اور خاوند اپنے گھر منتقل ہونے کا مطالبہ نہ کرے تو بیوی کے لئے نفقہ واجب ہوگا، اسی پر فتویٰ دیا جائیگا،</p>	<p>فی الدر المختار تجب للزوجة ولو هي في بيت ابیها اذا لم يطالبها الزوج بالنقله وبه یفتی،</p>
---	--

¹ در مختار فصل فی المحرمات مطبع مجتہبی دہلی ۱۸۸/۱

اور یونہی اگر وہ منتقل ہونے کا مطالبہ کرے اور بیوی انکار نہ کرے یا بیوی اس وقت بیمار ہو اور اپنے گھر میں اور اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کرنے سے مانع نہ ہو تو بیوی کا نفقہ واجب ہے، اسی پر فتویٰ ہے اہل ملتقطا۔ اور ہندیہ میں بدائع سے منقول ہے بیوی کیلئے نفقہ واجب ہوگا جب وہ خاوند کے ہاں منتقل ہو جائے، یا قبل منتقل ہونے کے جب عورت نفقہ کا مطالبہ کرے تو خاوند اسے منتقل نہ کرے حالانکہ بیوی منتقل ہونے سے انکاری، نہ اگر خاوند اسے منتقل کرنا چاہے، اور اگر وہ منتقل ہونے سے انکار کرے تو پھر اس کے لئے نفقہ نہیں جیسا کہ صحت مند ہونے کے باوجود منع کرنے پر نفقہ نہیں ہے، قلت (میں کہتا ہوں) شرط یہ ہے کہ عورت انکاری نہ ہو، خاوند کا مطالبہ کرنا شرط نہیں، جیسا کہ ہم نے رد المحتار کے حاشیہ میں اس کی تحقیق کی ہے اور یہی فتح میں خلاصہ سے بحوالہ جامع کبیر منقول ہے، اور بدائع کا آخری کلام بھی یہی اشارہ دیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

وإذا طال بها ولم تمتنع او مرضت وفي منزلها بقية
ولنفسها ما منعت وعليه الفتوى¹ اه ملتقطاً. وفي
الهندية عن البدائع لها النفقة بعد النقلة وقبلها
ايضاً اذا طلبت النفقة فلم ينقلها الزوج وهي لا تمنع
من النقلة لو طال بها الزوج وان كانت تمنع فلا نفقة لها
كالصحيحة² قلت والشروط عدم منعها لا وجود طلبها
كما حققنا فيما علقناه على رد المحتار وهو المصرح في
الفتح عن الخلاصة عن الجامع الكبير واليه اخر
كلام البدائع ايضاً يشير۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۷: از منڈی ہلدوانی ضلع نینی تال سررشتہ ڈپٹی کمشنری مرسلہ منشی علی الدین احمد ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۱۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عورت ہندہ زید سے سخت دشمنی رکھتی ہے، ایک دفعہ زید کے غیبت میں
اناج بیچا، زید نے بہت تھوڑا سامان کنویں میں کود پڑی، غیر مردوں نے نکالا، باریک کپڑے جوان عمر، پانی میں بھیک کر بے
ستری ہوئی، کنویں سے نکل کر بولی بازار اور سراء میں بیٹھوں گی مگر زید کے گھر نہ جاؤں گی، اس پر وہ غیر آدمی اپنے گھر لے گئے
جب زید نوکری سے آیا وہاں سے سوار ہو کر ہندہ کے ماں باپ کے یہاں بھیج دیا، وہاں سے پھر آئی اور یہ عادت رکھی کہ ذرا سی
تکرار پر دن دوپہر کو سب بازار پیادہ پا آدھ آدھ میل تک کسی کے مکان زید کو زک دینے اور بدنام کرنے کے لئے چلی جاتی
ہے، زید کے لڑکے بالغ ہو گئے ہیں وہ ہر طرح اپنی ماں کے ساتھ ہیں اس سے مل کر زید کا مقابلہ کرتے ہیں کاٹے اور داڑھی
پکڑنے تک نوبت پہنچ گئی ہے

¹ در مختار باب النفقة مطبع مجتہدی دہلی ۲۶۶/۱

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول فی نفقة الزوجة نورانی کتب خانہ پشاور ۵۳۶/۱

اور کہتے ہیں تمہارے پاس مسالہ ہی کیا ہے جس پر مزاج دکھاتے ہو تم سے زائد تو اب ہمارے پاس ہے، ہندہ کو اپنے شوہر کے پاس آنے سے بھی عذر اور حیلہ اور انکار ہمیشہ رکھتی ہے، ایک قاعدہ یہ بھی مقرر کیا ہے کہ بغیر اطلاع زید کے کسی لڑکے کو ساتھ لے کر زید کے یہاں آجاتی ہے اور چار پانچ مہینے رہ کر کل نقد و جنس اپنے قبضے میں کر کے جب زید اپنی نوکری پر الہ آباد جاتا ہے ہندہ اور لڑکا اپنے ماں کے یہاں لکھنؤ چلے آتے ہیں اس مال کا پھر کبھی پتہ نہیں چلتا اس صورت میں لڑکوں کے حق حقوق اور ہندہ کے نان و نفقہ اور مہر کی نسبت از روئے شرع شریف کیا حکم فرماتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

لڑکے جبکہ جوان اور خود مالدار ہیں تو ان کا کوئی حق ذمہ زید باقی نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ اس قدر موذی و عاق ہیں والعیاذ باللہ رب العالمین ایسے لڑکوں اور عورت کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب شدید و غضب عظیم کا استحقاق ہے، عورت جبکہ اس کے یہاں آنے سے ہمیشہ عذر و انکار رکھتی ہے اور جب کبھی آنا ہوتا ہے وہ اس لئے نہیں کہ شوہر کی قیدی بن کر رہے بلکہ خود مختار نہ بالجبر آنا اس غرض فاسد سے ہوتا ہے کہ اندوختہ لوٹ کر لے جائے جیسا کہ تقریر سوال سے ظاہر تو ایسی صورت میں یہ عورت صریحاً ناشرہ ہے اس کا نان و نفقہ اصلاً زید کے ذمہ نہیں، در مختار میں ہے:

النفقة جزاء الاجتناس وكل محبوس لمنفعة غيره تلزّمه نفقته ¹	نفقہ بیوی کے پابند ہونے کا معاوضہ ہے اور جو دوسرے کے حق میں محبوس ہو تو اس کا نفقہ پر لازم ہوتا ہے۔ (ت)
---	---

البتہ مہران حرکات سے ساقط نہیں ہوتا اور اس کی کوئی میعاد ادا مقرر نہ ہوئی تھی تو حسب عرف بلاد بعد موت یا طلاق ادا کرنا واجب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۸: از ریاست رام پور، بزرگ ملا ظریف گھیر عبدالرحمن خاں مرحوم مرسلہ عبدالرؤف خاں ۲۵ محرم ۱۳۱۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص شرارت سے نہ تو اپنی زوجہ کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ طلاق دیتا ہے بلکہ کہتا ہے کہ تجھ کو معلقہ رکھوں گا، اب اس صورت میں وہ بیچاری حاکم عدالت سے فریاد کر کے طلاق لے سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

¹ در مختار باب النفقة مطبع مجتہبی دہلی ۲۶۶/۱

الجواب

<p>(اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:) عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔</p> <p>(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) یا بھلائی کے ساتھ رکھنا یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا۔</p> <p>(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) عورتوں سے اچھے برتاؤ کے ساتھ زندگانی کرو۔</p> <p>(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) جہاں آپ رہو وہاں عورتوں کو رکھو اپنے مقدر کے قابل اور انہیں نقصان نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی لاؤ۔</p> <p>(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) پورے ایک طرف نہ جھک جاؤ کہ عورتوں کو یوں چھوڑ کر جیسی ادھر میں لگتی۔</p>	<p>قال الله سبحانه وتعالى فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ¹۔</p> <p>وقال تعالى فَاِمْسَاكُ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحُهُنَّ بِإِحْسَانٍ²۔</p> <p>وقال تعالى وَعَاشِرُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ³۔</p> <p>وقال تعالى أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وَجْدِكُمْ وَلَا تُضَارِرُوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ⁴۔</p> <p>وقال تعالى فَلَا تَبِيحُوا أَكْلَ الْبَيْتِ فَتَمَرَّوْهَا كَالْمَعْلُوقَةِ⁵۔</p>
---	---

بالجملہ عورت کو نان و نفقہ بھی واجب اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب اور گاہ اس سے جماع کرنا بھی واجب جس میں سے پریشان نظری نہ پیدا ہو، اور اسے معلقہ کر دینا حرام، اور بے اس کے اذن و رضا کے چار مہینے تک ترک جماع بلا عذر صحیح شرعی ناجائز، اور بعد نکاح ایک بار جماع تو بالاجماع بالاتفاق حق زن ہے کہ اسے بھی ادا نہ کرے تو عورت کے دعویٰ پر قاضی مرد کو سال بھر کی مہلت دے گا اگر اس میں بھی جماع نہ ہو تو بطلب زن تفریق کر دے گا، مگر ایک بار کے بعد پھر جبری تفریق کا قاضی کو اختیار نہیں، نہ ہمارے نزدیک نفقہ نہ دینے پر تفریق ہو سکتی ہے، ہاں قاضی اعانت ضعیفہ و مدد مظلومین کے لئے مقرر ہوا ہے، تو اس پر لازم کہ جس طرح ممکن ہو دفع ظلم کرے، ردالمحتار میں ہے:

<p>فتح القدير میں فرمایا: واضح ہو کہ بیوی سے جماع مطلقاً</p>	<p>قال في الفتح اعلم ان ترك جماعها</p>
--	--

¹ القرآن الكريم ۲۳۱/۲

² القرآن الكريم ۲۲۹/۲

³ القرآن الكريم ۱۹/۳

⁴ القرآن الكريم ۶/۶۵

⁵ القرآن الكريم ۱۲۹/۳

<p>ترک کر دینا حلال نہیں، ہمارے اصحاب نے تصریح فرمائی ہے کہ دیا نہ گا ہے گا ہے بیوی سے جماع کرنا واجب ہے لیکن اس پر قاضی کو کاروائی کا حق نہیں کہ وہ خاوند پر لازم قرار دے تاہم نکاح کے بعد پہلا جماع خاوند پر قاضی لازم کر سکتا ہے اور فقہاء کرام نے اس جماع کے لئے مدت کا تعین نہیں کیا کہ کتنی مدت کے اندر واجب ہے تاہم یہ ضروری ہے کہ یہ وقفہ ایلاء کی مدت (چار ماہ) تک نہ پہنچنے پائے الا یہ کہ بیوی کی رضامندی اور خوش طبعی سے جتنا وقفہ ہو اہ ایک دفعہ جماع کر لینے سے قضاءً بیوی کا حق ساقط ہو جائے گا یعنی اگر دوران نکاح ایک مرتبہ بھی جماع نہ کیا ہو تو بیوی کے مطالبے پر قاضی خاوند کو ایک سال کی مہلت دے گا اور اس مدت میں جماع نہ کرنے پر قاضی نکاح کو فسخ کر دے گا، اور ایک مرتبہ جماع کر لیا ہو تو پھر قاضی مداخلت نہ کرے کیونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ خاوند نکاح کے وقت نامرد نہ تھا تاہم قاضی خاوند کو مزید جماع کا مشورہ دے گا کیونکہ خاوند پر حقوق زوجیت واجب ہے لیکن مریض ہو یا عارضی مردی کمزوری یا کوئی اور وجہ ہو تو واجب نہیں اور ظہار کے باب میں بیان رہا ہے کہ قاضی پر ضروری ہے کہ وہ بیوی کی پریشانی دور کرنے کیلئے ظہار کرنے والے خاوند کو کفارہ ظہار دینے پر قید اور جسمانی سزا کے ساتھ مجبور کرے تاکہ وہ کفارہ دے یا طلاق دے، اہ، مختصراً (ت)</p>	<p>مطلقاً لایحل له صرح اصحابنا بان جماعها احیاناً واجب دیانۃ لکن لایدخل تحت القضاء والالزام الا الوطأة الاولى ولم یقدر وافیہ مدة، ویجب ان لایبلغ بہ مدة الا ایلاء الابرضاء وطیب نفسہا بہ اہ ویسقط حقہا بمرۃ فی القضاء ای لانه لولم یصبہا مرۃ یؤجلہ القاضی سنة ثم یفسخ العقد اما لو اصابہا مرۃ واحدة لم یتعرض له لانه علم انه غیر عنین وقت العقد بل یأمرہ بالزیادة احیاناً لو جوبہا علیہ الالعذر مرض او عنة عارضة او نحو ذلك وسيأتی فی باب الظہار ان علی القاضی الزام المظاہر بالتکفیر دفعا للضرر عنہا بجس او ضرب الی ان یکفر او یطلق اہ¹ مختصراً۔</p>
---	--

بحر الرائق میں ہے:

<p>فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ عورت کو حق کہ خاوند سے جماع کا مطالبہ کرے، اور ساتھ ہی اس پر لازم ہے کہ کفارہ دینے تک خاوند کو جماع سے روکے، اور قاضی کو</p>	<p>قالو وللبرأة ان تطالبه بالوطأ وعليها ان تمنعه الاستمتاع حتى يكفر، وعلی القاضی ان یجبرہ علی التکفیر</p>
--	---

¹ رد المحتار باب القسم دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۹۸/۲

<p>حق ہے کہ وہ بیوی کی پریشانی دور کرنے کیلئے خاوند کو قید کر کے کفارہ دینے پر مجبور کرے اور اگر خاوند انکار کرے تو اس کو جسمانی سزا دے جبکہ قرض کے معاملہ میں قاضی جسمانی سزا نہیں دے سکتا، اور اگر خاوند بتائے کہ میں نے کفارہ دے دیا ہے تو قاضی اس کی تصدیق کرے جب تک اس کا جھوٹ واضح نہ ہو، اور تاتار خانہ میں ہے کہ اگر کفارہ دینے سے انکار کرے تو قاضی خاوند کے کفارہ ادا کرنے یا طلاق دینے تک اسے جسمانی تعزیر اور قید کر سکتا ہے۔ (ت)</p>	<p>دفعاً للضرر عنها بحبس فان ابي ضرب به ولا يضرب في الدين ولو قال قد كفرت صدق ما لم يعرف بالكذب وفي التتارخانية اذا ابي عن التكفير عزرة بالضرر والحبس الى ان يكفر او يطلق¹۔</p>
---	--

جب یہ اصول معلوم ہو گئے حکم مسئلہ واضح ہو گیا پاس نہ بلانا ترک جماع کو مستلزم اور نفقہ نہ دینے کو بھی محتمل، ترک جماع اگر راساً ہے یعنی بعد نکاح اس کے پاس گیا ہی نہیں تو قاضی شرع اس پر جبر کرے گا کہ پاس جائے، اگر ظاہر ہوگا کہ اسے اس عورت سے مجامعت پر قدرت نہیں تو بعد دعویٰ عورت وہی مسائل عنین و مہلت یکمال و تفریق جبری بطلب زن جاری ہو لگے، اور اگر باوصف قدرت نہیں جاتا خواہ ابتداءً خواہ ترک مطلق کا ارادہ کر لیا ہے اور عورت کو اس سے ضرر ہے تو قاضی مجبور کرے گا کہ جماع کرے یا طلاق دے، اگر نہ مانے گا قید کرے گا اگر نہ مانے گا مارے گا یہاں تک دو باتوں سے ایک کرے،

<p>یہ تعزیر اس لئے ہے کہ خاوند گناہ ختم کرے اور بیوی کی پریشانی دور کرے، اور فقہاء کرام نے ذکر کیا ہے کہ وہ جرم جس پر حد نہیں ہے تو اس میں تعزیر ہوگی جیسا کہ بحر اور در وغیرہما میں مذکور ہے۔ اور رد المحتار میں ہے کہ در مختار کا یہ بیان کہ قاضی پر لازم ہے الخ، یہ ایک اعتراض کا جواب ہے، اعتراض یہ ہے کہ خاوند کو کفارہ دینے پر مجبور کرنے کا مقصد صرف بیوی سے جماع ہے جبکہ جماع کے معاملے میں قاضی خاوند کو نکاح کے بعد ایک سے زائد مرتبہ پر مجبور نہیں کر سکتا تو حموی نے کہا اور جواب کے لئے</p>	<p>وذلك رفعاً للمعصية ودفعاً للضرر وقد نصوا كما في البحر والد وغيرهما ان كل مرتكب معصية لاحد فيها ففيها التعزير² وفي رد المحتار قوله وعلى القاضي الزامه به. اعتراض بأنه لا فائدة للاجبار على التكفير الا الوطئ والوطئ لا يقضى به عليه الامرة. قال الحموي وفرض المسئلة فيما اذا لم يطأها</p>
--	--

¹ بحر الرائق باب الظهار الحجیم سعید کبیری کراچی ۱۴/۹۷-۹۶

² در مختار باب التعزیر مطبع مجتہبائی، دہلی، ۱۱/۳۲

<p>یہ فرض کرنا کہ ظہار سے قبل خاوند نے ایک مرتبہ بھی جماع نہ کیا ہو تو تب قاضی مجبور کر سکتا ہے، تو یہ بعید سی بات ہے، یا جواب میں یوں کہا جائے گا کہ خاوند کو مجبور کرنے کا مقصد خاوند کے جرم کا ازالہ ہے، یعنی ظہار کرنا جرم ہے جو خاوند کو بیوی کے اس حق کی ادائیگی سے روکتا ہے جو دینتہ ہر خاوند پر واجب ہے تو اس لئے قاضی اس کو جرم کے ازالہ کا حکم دے گا تاکہ بیوی حلال ہو سکے، جیسے مولیٰ اپنے غلام کو ظہار کی مدت میں بیوی سے جماع کرنے یا طلاق دینے کا حکم کر سکتا ہے تاکہ بیوی کی پریشانی دور ہو سکے۔ اہ مختصر (ت)</p>	<p>قبل الظہار ابدأ بعید. او قد یقال فأئدة الاجبار دفع المعصية اه ای ان الظہار معصیة حامله له علی الامتناع من حقها الواجب علیہ دیانۃ فیأمرہ برفعها لتحل له کما یأمر المولی من امرأته بقر بانہا فی المدۃ او یفرق بینہما لدفع الضرر عنہا¹ مختصراً۔</p>
--	--

اور نفقہ نہ دینے پر اگر ادائے نفقہ پر قادر ہے تو قاضی بقدر مناسب عورت کے لئے نفقہ مقرر کرے گا اور شوہر کو اس کے ادا کا حکم دے گا اگر نہ مانے گا قید کرے گا اور اس مدت میں اس سے نہ پانے کے سبب جو کچھ عورت قرض لے کر خواہ اپنے مال سے اپنے نفقہ میں صرف کرے گی سب شوہر پر دین ہوگا اور اس سے دلایا جائیگا مگر یہاں تفریق کر دینے یا طلاق پر جبر کرنے کی صورت نہیں،

اقول: اور وجہ فریق ظاہر ہے جماع و نفقہ دونوں کی طرف عورت محتاج اور ان کے نہ ملنے میں اس کا ضرر، اور دفع ضرر جس طرح ممکن ہو واجب، اور طرق دفع میں آسان تر کا لحاظ لازم کہ طرف ثانی کا بھی اضرار نہ ہو، جماع ایسی چیز ہے کہ غیر شوہر سے اس کا ملنا محال، تو طریق دفع اس میں منحصر کہ شوہر جماع کرے یا طلاق دے کہ وہ دوسرے سے نکاح کر سکے، بخلاف نفقہ کہ یہ حاجت اپنے مال سے خواہ دوسرے سے قرض لے کر بھی مندرج ہو سکتی ہے، عورت کا ضرر یوں دفع ہو گیا کہ حاجت روا ہوئی اور جو اٹھا وہ بعد فرض قاضی شوہر پر قرض رہا تو یہاں طلاق پر مجبور کرنے میں شوہر کا ضرر زائد ہے جس کی طرف عورت سے دفع ضرر میں حاجت نہیں۔ تنویر میں ہے:

<p>نفقہ سے عاجز ہو جانے پر اور امیر ہوتے ہوئے بھی بیوی کو پورا حق نہ دینے پر قاضی دونوں کی تفریق نہ کرے گا، اہ مختصر (ت)</p>	<p>لا یفرق بینہما بعجزہ عنہا ولا بعدہم ایفائتہ حقہا ولو موسراً²۔ اہ مختصراً۔</p>
--	---

رد المحتار میں ہے:

¹ تنویر الابصار باب الظہار دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۷۶/۲

² در مختار باب النفقة مطبعتہ مجتہدی ۲۶۹/۱

بلکہ قاضی خاوند کے ذمہ بولی کا نفقہ کر دے گا اور بیوی کو خاوند کے نام قرض لے کر خرچ کرنے کا فیصلہ دے گا۔ (ت)	بل یفرض لها النفقة عليه ويأمرها بالاستدانة ¹ ۔
--	---

در مختار میں ہے:

اس کے بعد بیوی خرچ کیلئے نفقہ کو خاوند سے وصول کرے گی جو بیوی نے خرچ کیا ہو خواہ اس نے پانے ہی مال سے قاضی کے حکم کے بغیر خرچ کیا ہو۔ (ت)	وبعدہ ترجع بها انفقت ولو من مال نفسها بلا امر قاض ² ۔
---	--

شامیہ میں بدائع سے ہے:

قریبیوں کے نفقہ میں قید کیا جاسکتا ہے جیسا کہ بیویوں کے نفقہ میں قید کیا جاسکتا ہے۔ (ت)	يحبس في نفقة الاقارب كالزوجات ³ ۔
---	--

اور اگر شوہر فقیر ہے کہ نفقہ نہیں دے سکتا جب بھی حکم یہی ہے کہ تفریق نہیں اور محتانی معلوم ہو تو قید بھی نہیں بلکہ قاضی نفقہ مقرر کر کے عورت کو قرضاً صرف کرنے کا حکم دے جو کچھ حسب قرار داد قاضی خرچ ہوتا رہے ذمہ شوہر دین ہو اگرے گا یہاں تک کہ زمانہ اس کو تو نگری کی طرف پلٹا لے، اس وقت سب وصول کر لیا جائے مگر اگر قاضی دیکھے کہ عورت کو اس امید پر قرض نہیں ملتا تو شوہر کو سمجھائے کہ طلاق دے دے، اگر نہ مانے تو قاضی جبکہ نائب مقرر کرنے کا اختیار ہو با اختیار خود ورنہ بکم والی مسلم مقدمہ کسی شافعی المذہب کے سپرد کر دے کہ ان کے یہاں جب کہ شوہر کا نفقہ دینے سے عاجز ہو تفریق کرا دیتے ہیں وہ فریقین کو بلا کر بعد سماع مقدمہ و ثبوت عجز تفریق کر دے، یہ حکم جب قاضی حنفی کے حضور پیش ہو اسے نافذ کر دے کہ شوہر جب حاضر ہو تو حاکم شافعی کا ایسا حکم ہمارے نزدیک لائق تنفیذ مانا جاتا ہے، یوں عورت اس بلا سے خلاصی پاسکتی ہے۔ در مختار میں ہے:

خاوند کے تنگ دست ہو جانے پر نفقہ کی وجہ سے تفریق کو امام شافعی نے جائز قرار دیا ہے، اور اگر حنفی قاضی یہ فیصلہ دے تو نافذ نہ ہوگا، ہاں حنفی قاضی اگر شافعی قاضی کو فیصلہ دینا سپرد کر دے پھر شافعی قاضی فیصلہ دے تو اس کا فیصلہ دے تو اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ (ت)	جزوه الشافعي بأعسار الزوج، ولو قضى به حنفى لم ينفذ نعم لو امر شافعيًا فقضى به نفذ ⁴ ۔
--	--

¹ ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۶۶

² در مختار باب النفقة مطبع مجتہائی دہلی ۱/۲۷۰

³ ردالمحتار بحوالہ البدائع باب النفقة ۲/۶۸۷ و فصل فی الحبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۲۲

⁴ در مختار باب النفقة مطبع مجتہائی دہلی ۱/۲۶۹

ردالمحتار میں ہے:

ماتن کا کہنا کہ "ہاں اگر شافعی کو کہے" یعنی بشرطیکہ ہو حنفی قاضی دوسرے کو فیصلہ سپرد کرنے کا مجاز ہو، خانہ غرر الاذکار میں کہا ہے کہ واضح ہو کہ ہمارے مشائخ نے یہ پسند کیا ہے حنفی قاضی کسی ایسے شخص کو اپنا نائب قرار دے جس کا مذہب یہ ہو کہ خاوند اور بیوی میں نفقہ کی وجہ سے تفریق جائز ہے، توجب خاوند حاضر ہو اور طلاق دینے سے انکاری ہو تو وہ نائب بیوی کے مطالبہ پر تفریق کر دے کیونکہ نفقہ کی دائمہ حاجت قرض لینے سے حل نہیں ہوتی جبکہ ظاہر یہی ہے کہ بیوی کسی قرض دینے والے کو نہیں پاتی اور خاوند کا بعد میں کسی وقت امیر ہونا موہوم معاملہ ہے لہذا بیوی کے مطالبہ پر تفریق ضروری ہے، اور اگر خاوند غائب ہو تو پھر تفریق نہ کرے کیونکہ غیر موجودگی کی وجہ سے خاوند کا نفقہ سے عاجز ہونا معلوم نہیں ہے تو اس صورت میں اگر تفریق کی تو نافذ نہ ہوگی کیونکہ غائب ہونے کی صورت میں عجز ثابت نہ ہونے پر مسئلہ اجتہادی نہ رہے گا، مکمل بیان ردالمحتار میں ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

قوله نعم لو امر شافعيًا. ابي بشرط ان يكون ماذونًا له بالاستنابة. خانية. قال في غرر الاذكار ثم اعلم ان مشائخنا استحسنوا ان ينصب القاضي الحنفى نائبًا ممن مذهبه التفریق بينهما اذ كان الزوج حاضرًا و ابي عن الطلاق لان دفع الحاجة الدائمة لا يتيسر بالاستدانة اذ الظاهر انها لا تجد من يقرضها و غنى الزوج مالا امر متوهم فالتفریق ضروري اذا طلبته وان كان غائبًا لا يفرق لان عجزه غير معلوم حال غيبته وان قضى بالتفریق لا ينفذ قضائه لانه ليس في مجتهد فيه لان العجز لم يثبت¹ اه و تمامه فيه،
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۰ صفر ۱۳۱۸ھ

از پنجاب مرسلہ مولوی فاضل صاحب

مسئلہ ۱۶۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو ہمشیریں حالت جوانی میں بیوہ ہو گئیں اور انہوں نے عقد ثانی نہیں کیا اور دونوں کے پاس دو مکان پیدا کردہ شوہر کے ہیں لیکن ترکہ پدری کچھ بھی نہیں ہے کہ جس سے ان بیوگان کی گزر ہو سکے، اور زید بھی کم قدرت ہے اور اہل و عیال رکھتا ہے مگر اپنے اوپر تکلیف اٹھا کر ہمیشروں کی خبر گیری بھی کرتا ہے، پس اس صورت میں زید کا بہنوں کے ساتھ یہ برتاؤ از قسم سلوک ہے یا از قسم واجب، اور بہنوں کا نان و نفقہ بھائیوں پر واجب ہے یا توریع و احسان، اور اگر واجب ہے تو کس صورت میں؟ بینوا تو جو روا۔

¹ ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۶

الجواب:

صورت مستفسرہ میں بہنوں کا نان و نفقہ بھائی پر واجب ہے دو شرط سے:

اول: زیدان کی اعانت پر قادر ہو یعنی اپنی حاجت اصلیه سے فاضل چھین روپے کا مالک ہو یا ایسا مال نہیں رکھتا بلکہ پیشہ ور ہے تو اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے نفقہ سے پس انداز ہوتا ہو جس سے بہنوں کی اعانت کر سکے۔

دوم: بہنیں زیور وغیرہ کوئی مال ذاتی نہ رکھتی ہوں جو ان کی حاجت اصلیه سے زائد چھین روپے کا ہو، نہ کھانے کے لئے اناج پہننے کے لئے کپڑا یا دام موجود ہو کہ یہ جب تک رہے گا اس قدر نفقہ دوسرے پر واجب نہ ہوگا اگرچہ چھین روپیہ سے کم کا ہو، نہ مکان اس قابل ہو کہ اس کا ایک حصہ بیچ کر باقی میں گزر کر سکیں، ایسا ہوگا تو بیچ کر خود اپنے نفقہ میں اٹھانا لازم ہوگا جب نہ رہے گا بھائی پر نفقہ آئے گا، نہ وہ عورتیں دستکاری مثل سلائی وغیرہ کے ایسا کر رہی ہوں جو ان کے نفقہ کو کافی ہو، اگر ایسا ہے تو اپنا نفقہ خود انہیں پر ہے بھائی پر نہیں، ہاں اگر وہ دستکاری نہیں کرتیں، نہ اپنے کسی مال سے اپنی بسر کر سکتی ہے تو بھائی پر نفقہ واجب ہوگا اور وہ یہ نہ کہہ سکے گا کہ تم سلائی وغیرہ کوئی کام مزدوری کا کر کے اپنا پیٹ پالو، یہ دو شرطیں متحقق ہوں تو نفقہ بھائی پر ہے تنہا اس پر جب کہ ان عورتوں کا وارث صرف وہی ہو ورنہ بقدر میراث جبکہ اس کے سوا ان کا اور کوئی وارث ذی مقدر و مثل دوسرے بھائی یا بہن یا دختر کے ہو۔ در مختار میں ہے:

<p>(فطرانہ کے وجوب والی استعداد والے پر) زیادہ رائج قول کے مطابق نفقہ واجب ہے، جبکہ زلیعی اور کمال نے ضروری آمدن سے زائد کسب والے پر وجوب کو ترجیح دی ہے (نفقہ دینا ہر ذی رحم محرم نابالغ یا عورت کو) مطلقاً (اگرچہ عورت بالغہ صحت مند ہو) یا لڑکا (بالغ عاجز ہو) محنت سے (جبکہ یہ فقیر ہوں) لازم ہے تو فقیر ہونا تمام کا حال ہے یوں کہ اس کو صدقہ حلال ہو اگرچہ اس کا اپنا مکان اور خادم ہو، درست قول کے مطابق یہی حکم ہے، بدائع (یہ نفقہ ہر ایک کو بقدر وراثت دینا لازم ہے) (اہل ملتقطات)</p>	<p>تجب (علی موسر یسار الفطرة) علی الاجع ورجع الزلیعی والکمال انفاق فاضل کسبہ (النفقة لكل ذی رحم محرم صغیر او انشی) مطلقاً (ولو بالغاً صحیحة او) کان الذکر (بالغاً عاجزاً) عن الکسب (فقیراً) حال من المجموع بحیث تحل له الصدقة ولو له منزل و خادم علی الصواب بدائع (بقدر الارث) ¹ اہل ملتقطات۔</p>
---	--

¹ در مختار باب النفقة مطبع مجتہبی دہلی ۱۴۱۱ھ/۲۰۲۰ء

ردالمحتار میں ہے:

ماتن کا قول "مطلقاً" یہ لفظ "انثیٰ" کی قید ہے یعنی خواہ بالغ ہو یا تندرست ہو محنت پر قادر ہو، لیکن اگر وہ عملاً محنت کر رہی ہو مثلاً دایہ یا غسل دینے والی ہو، تو اس کے لئے نفقہ واجب نہ ہوگا، اور ماتن کا قول "بحیث تحل له الصدقة" (اس کے لئے صدقہ حلال ہو) یعنی وہ نامی نصاب یا غیر نامی جو اصلی حاجت سے زائد، کا مالک نہ ہو، اس میں ظاہر یہ ہے کہ جس مال کا وہ مالک ہو وہ نفقہ کی جنس سے نہ ہو، کیونکہ اگر وہ نصاب سے کم غلہ یا نقد کا مالک ہو تو اگرچہ اس کے لئے صدقہ حلال ہے لیکن اس کے لئے نفقہ ظاہراً واجب نہیں، کیونکہ نفقہ کے وجوب کی علت ضرورت کی کفایت ہے اور جب تک اس کے پاس نفقہ کی کفایت والا مال موجود ہے تو دوسرے پر اس کا نفقہ نہ ہوگا۔ اور ماتن کا قول "لو له منزل و خادم" (اگرچہ اس کا مکان اور خادم ہو) یعنی جبکہ وہ ان کا حاجتمند ہو۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ اگر اس کی حاجت مکان کے کچھ حصے میں پوری ہو جاتی ہے تو اس کو مکان کے باقی حصہ کو فروخت کر کے اپنے نفقہ میں خرچ کرنے کو کہا جائے گا، اور یونہی اگر اس کے پاس اعلیٰ قسم کی سواری ہے تو اس کو فروخت کر کے ادنیٰ قسم کی سواری خریدنے کے لئے کہا جائے گا تاکہ زائد رقم کو اپنے نفقہ میں خرچ کرے اور شرح ادب القاضی میں اس کی مثل بیان ہے، اھ، مختصراً۔ (ت)

قوله مطلقاً قید للانثی ای سواء كانت بالغة او صالحة قادرة على الكسب لكن لو كانت مكتسبة بالفعل كالتقابلة والمغسلة لانفقة لها. قوله بحیث تحل له الصدقة بان لا یملك نصاباً نامياً او غیر نام زائدا عن حوائجه الاصلية والظاهر ان المراد ما كان من غیر جنس النفقة اذ لو كان یملك دون نصاب من طعام او نقد تحل له الصدقة ولا تجب له النفقة فیما یظهر لانها معللة بالكفاية ومادام عنده ما یکفیه من ذلك لا یلزم غیره کفایتہ. قوله ولوله منزلہ منزل و خادم ای وهو محتاج الیهما وفي الذخیرة لو كان یکفیه بعض المنزل امر ببیع بعضه وانفاقه علی نفسه وکذا لو كانت له دابة نفیسة یومر بشراء الادنی وانفاق الفضل اھ ومثله فی شرح ادب القاضی¹ اھ مختصراً والله تعالیٰ اعلم۔

۱۵ رجب ۱۳۳۷ھ

مسئلہ ۱۷۱۶۷۰: از بھونافار کیٹ کراچی بندر مرسلہ پیر سید ابراہیم گیلانی قادری بغدادی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

¹ ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۸۲-۶۸۱

(۱) جو شخص العمر باپ کو اصلی وطن میں مفلسی اور محتاجی کی حالت میں چھوڑ دے اور اس کو رنج و مصیبت میں ایسے ڈال دے کہ وہ ضعیف العمر اس کے پیچھے در بدر شہر بہ شہر پھرے شریف خاندان ایسے شخص عاق الوالدین اور نافرمانی عقوق الوالدین میں داخل ہے یا نہیں، اس کے پیچھے نماز جائز ہے:

(۲) جو شخص اپنی منکوحہ بی بی کو مع دو جوان بالغ لڑکیاں جو کہ اس کے نطفہ سے ہوں بلاناں و نفقہ چھوڑ رکھا ہو اور ان کی خبر نہ لیتا ہو اور لوگوں کی تحریر سے معلوم ہوا کہ نہایت سختی و کمال ذلت سے اوقات بسر کر رہے ہیں ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

(۱) اگر باپ ضعیف و محتاج ہے اور یہ اس کی خدمت و اعانت کر سکتا ہے اور نہ کرے اور اس سے باز رہے اور اس کے فقر و فاقے کی پروا نہ رکھے تو بیشک عاق ہے اور مستحق جہنم، ایسا شخص قابل امامت نہیں، اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہوگی۔

(۲) ایسا شخص گنہگار اور حقوق العباد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہے۔ حدیث میں فرمایا:

کفی بالبرء اثمان یضیع من یقوت ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	کسی شخص کو یہ گناہ کافی ہے کہ جس کا نفقہ اس کے ذمہ ہو اسے ادا نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	--

مسئلہ ۱۷۲: از کانپور محلہ فیل خانہ بازار کہنہ مکان سید اشرف صاحب وکیل مرسلہ سید محمد آصف صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر زوجہ کے نان و نفقہ وغیرہ اخراجات کا بار زوج کا والد یا کوئی عزیز اٹھاتا ہو اور وہ عورت کو والدین کے یہاں جانے کی اجازت دے تو خاوند زوجہ کو جانے سے روک سکتا ہے اور عورت بلا اجازت خاوند کے جانے سے گنہگار ہوگی یا زوج کو روکنا جائز نہیں اور زوجہ جانے سے گنہگار نہ ہوگی؟ بیینوا تو جروا۔

الجواب:

اگر مہر مہر مجمل نہ تھا یا جس قدر مجمل تھا ادا ہو گیا تو چند مواضع حاجت شرعیہ جن کا استثناء فرما دیا گیا مثلاً والدین کے یہاں آٹھویں دن دیگر محارم کے یہاں سال پیچھے دن کے دن کو جانا اور شب شوہر ہی کے یہاں کرنا وغیر ذلک ان کے سوا کسی جگہ عورت کو بے اذن شوہر جانے کی اجازت نہیں، اگر جائے گی گنہگار ہوگی، شوہر

^۱ المستدرک علی الصحیحین کتاب الزکوٰۃ دار الفکر بیروت ۱/۲۱۵

روکنے کا اختیار رکھتا ہے اگرچہ نفقہ کا بار دوسرا شخص اٹھاتا اور وہ دوسرا عورت کو جانے کی اجازت دیتا ہو اس کی اجازت مہمل ہوگی اور شوہر کی ممانعت واجب العمل۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بعد اداۓ مہر معجل عورت مطلقاً پابند شوہر ہے اس میں کوئی قید و تخصیص اداۓ نفقہ و تکفل حوائج کی نہیں فرماتے۔ در مختار میں ہے:

<p>بیوی کو حاجت کے وقت خاوند کے گھر سے نکلنا جائز ہے اور اپنے گھر والوں (والدین) کی زیارت کے لئے خاوند کی اجازت کے بغیر نکلنا جائز جب تک اس نے مہر معجل وصول نہ کیا ہو، لہذا وہ اپنے حق کی وصولی یا اپنے ذمہ حق کی ادا ہوگی یا والدین کی زیارت ہفتہ میں ایک مرتبہ، اور ذی محرم کی زیارت سال میں ایک مرتبہ، دایہ گیری یا غسل دینے کے بغیر کسی اور وجہ کے لئے باہر نہ نکلے۔ (ت)</p>	<p>لها الخروج من بيت زوجها للحاجة ولها زيارة اهلها بلا اذنه ما لم تقبض المعجل فلا تخرج الالحق لها او عليها، اوزيارة ابويها كل جمعة مرة او المحارم كل سنة اولكونها قابلة او غاسلة لافيماً عدا ذلك¹۔ (ملخصاً)</p>
---	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>ماتن کا قول "فلا تخرج" (تو باہر نہ نکلے) یہ مقدر شرط کا جواب ہے، یعنی اگر اس نے مہر معجل وصول کر لیا ہو تو نہ نکلے الخ (ت)</p>	<p>قوله فلا تخرج جواب شرط مقدر ای فان قبضته فلا تخرج² الخ۔</p>
---	---

والد کا متکفل نفقہ پسر وزن پسر ہونا تو ہمارے بلاد میں معمول ہے اور دیگر بعض اعزہ بھی تبرعاً تکفل کریں تو یہ ضرور نہیں کہ شوہر نفقہ دینے سے منکر ہو علمائے کرام تو اس صورت میں کہ شوہر نے ظلماً انفاق سے دست کشی کی یہاں تک کہ عورت محتاج نالاش ہوئی تا آنکہ شوہر کو نفقہ دینے پر مجبور کرنے کے لئے جس کی درخواست دی اور حاکم نے شوہر کا تعنت دیکھ کر اسے قید کر دیا اس صورت میں تصریح فرماتے ہیں کہ عورت شوہر ہی کے گھر رہے بلکہ عورت پر واقعی اندیشہ فساد ہو تو شوہر قید خانہ میں اپنے پاس رکھنے کی درخواست کر سکتا ہے اور محبس میں مکان تنہا ہو تو حاکم عورت کو حکم گے گا کہ وہیں اس کے پاس رہے۔ ہندیہ میں ہے:

<p>اگر حاکم نے خاوند پر بیوی کا نفقہ مقرر کر دیا ہو اور خاوند استطاعت کے باوجود نفقہ نہ دے اور بیوی خاوند کو قید کرنے کا مطالبہ کرے تو قاضی اس کو قید کر سکتا ہے،</p>	<p>لو فرض الحاكم النفقة على الزوج فامتنع من دفعها وهو موسر وطلبت المرأة حبسه له ان يحبسه</p>
---	--

¹ در مختار باب المهر مطبع مجتہدانی دہلی ۲۰۲/۱

² رد المحتار باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۵۹/۲

<p>جیسا کہ بدائع میں ہے، اور جب قید کر دیا ہو تب بھی نفقہ اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا، اور بیوی کو کہا جائے گا کہ وہ قرض لے کر خرچ کرے تاکہ بعد میں خاوند سے اس کو وصول کر سکے، اگر خاوند قید میں قاضی سے یہ مطالبہ کرے کہ بیوی کو قید میں میرے ساتھ رکھا جائے کیونکہ یہاں میرے پاس خالی جگہ ہے تو قاضی بیوی کو اس کے ساتھ قید میں نہ دے گا تاہم بیوی خاوند کے گھر میں صبر سے رہے گی اور خاوند قید ہوگا، جیسا کہ محیط میں ہے (ت)</p>	<p>كذافي البدائع، واذاحبسه لاتسقط عنه النفقة و تؤمر بالاستدانة حتى ترجع على الزوج فان قال الزوج للقاضي احبسها معي فان لي موضعاً في الحبس خالياً فالقاضي لا يحبسها معه ولكنها تصبر في منزل الزوج ويحبس الزوج كذافي المحيط¹۔</p>
--	---

در مختار میں ہے:

<p>بحر میں مال الفتاویٰ سے منقول ہے: اور اگر بیوی کو تنہائی میں فساد کا خطرہ ہو تو متاخرین فقہاء کے نزدیک بیوی کو خاوند کے پاس قید میں رکھا جائے گا۔ (ت)</p>	<p>وفي البحر عن مال الفتاویٰ ولو خيف عليها الفساد تحبس معه عند المتأخرين²۔</p>
--	---

تو جب صریح نفقہ نہ دینے پر بھی عورت پابند شوہر رہی تو صورت سوال میں کیونکر خود مختار ہو سکتی ہے نفقہ نہ دینا رافع پابندی ہو تو نفقہ نہ دینا مسقط نفقہ ہو جائے اور عورت کو ہر گز دغوی نفقہ کا اختیار نہ رہے کہ نفقہ جزائے پابندی ہے جب پابندی نہیں نفقہ کس بات کا ہے۔ در مختار میں ہے:

<p>نفقہ بیوی کو پابند کرنے کا بدل ہے جو کسی غیر کے فائدہ کے لئے پابند ہو اس کا نفقہ پابند کرنے والے پر ہوتا ہے جیسا کہ مفتی اور وصی، زیلعی الخ قول: (میں کہتا ہوں) تجھے یہ وہم نہ ہو کہ جب نفقہ پابندی کی جزا ہے تو نفقہ معدوم ہو جانے پر پابندی بھی معدوم ہو جائے گی، یہ وہم اس لئے درست نہیں کہ نفقہ پابندی پر متفرع ہوتا ہے تو بیوی پر پابندی پہلے لازم ہوگی اسکے بعد شوہر پر نفقہ لازم ہوگا نہ یہ کہ پابندی</p>	<p>النفقة جزاء الاحتباس وكل محبوبس لمنفعة غيره يلزمه نفقته كنفقة وقاض ووصى، زیلعی الخ۔ اقول: وایاک ان تتوهم ان النفقة اذا كانت جزاء الحبس فاذا عدمت عدم و ذلك لان وجوبها متفرع عنه فوجوب الاحتباس عليها متقدم على وجوب النفقة عليه لا ان الاحتباس</p>
---	---

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول في نفقة الزوجة نورانی کتب خانہ پشاور ۵۵۲/۱

² در مختار باب النفقة مطبع مجتہدائی دہلی ۲۶۷/۱

³ در مختار باب النفقة مطبع مجتہدائی دہلی ۲۶۶/۱

<p>متفرع علی الانفاق فان عدم عدم، وبالجملة ان كان اللازم فوجوب الانفاق لا وقوعه فبرفع الوقوع لا یرتفع الملزوم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>نفقہ پر متفرع ہے کہ نفقہ معدوم ہو جائے تو جس بھی معدوم ہو جائے تاہم اگر نفقہ کو پابندی پر لازم قرار دیا جائے تو نفقہ کا وجوب لازم اس کی ادائیگی لازم نہ ہوگی کہ ادائیگی ختم ہو جانے پر پابندی ختم ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>
---	---

مسئلہ ۱۷۳: ۳۰ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ

اگر کوئی شخص اپنے نکاح کے بعد یہ ظاہر کرے کہ میری زوجہ کی مادر کے ساتھ قبل نکاح سے میری آشنائی یعنی سابقہ زناکاری تھی اس واسطے میرا نکاح باطل ہوا میری زوجہ کا اس سبب سے مجھ پر کچھ حق نہیں ہے اور یہ معاملہ پندرہ بیس برس کے بعد ظاہر کرے کہ اولاد بھی زوجہ مذکورہ سے موجود تھی تو ایسے شخص کے واسطے علمائے دین کیا فرماتے ہیں علمائے دین کیا فرماتے ہیں یعنی زوجہ اس کی دین مہر و نان و نفقہ کی مستحق ہے یا نہیں جس کے علم میں اپنے شوہر کی یہ حرکت نہ تھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

شوہر کے اس بیان سے نکاح کے فساد کا فوراً حکم ہو گیا،

<p>فی الدرالمختار عن الخلاصة قبيل له ما فعلت بامر امراتك فقال جامعتها تثبت الحرمة ولا يصدق انه كذب ولو لها زلا¹۔</p>	<p>در مختار میں خلاصہ سے منقول ہے کہ خاوند سے پوچھا گیا کہ تو نے اپنی بیوی کی ماں (ساس) سے کیا کاروائی کی ہے تو جواب میں اس نے کہ میں نے اس سے جماع کیا ہے تو اسکے بیان و اقرار پر بیوی اس پر حرام ہو جائے گی، اس کے بعد اس کا یہ کہنا کہ میں نے مذاق میں جھوٹ بولا قابل قبول نہ ہوگا۔ (ت)</p>
---	--

اس پر لازم ہو گیا کہ عورت کو فوراً جدا کر دے اور عورت پر روز متار کہ سے عدت لازم ہے، جب تک عدت میں رہے گی اس کا نان و نفقہ شوہر پر لازم رہے گا، شوہر کا کہنا کہ اس کا کوئی حق مجھ پر نہیں محض جھوٹ ہے۔

<p>فی ردالمحتار عن البحر الحاصل ان الفرقة امان قبله او من قبلها فلو من قبله فلها النفقة مطلقا سواء كان ببعصية او لا، طلاقا وفسخا،</p>	<p>ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ خاوند بیوی میں فرقت خاوند کی کاروائی کی وجہ سے ہوگی یا بیوی کی کاروائی سے ہوگی اگر خاوند کی طرف سے ہو تو بیوی کو ہر حال میں نفقہ دینا ہوگا خاوند کی کاروائی گناہ ہو یا نہ ہو،</p>
---	---

¹ در مختار فصل فی المحرمات مطبع مجتہبی دہلی ۱۸۸/۱

وان كانت من قبلها فان كانت بعصية فلا نفقة لها ولها السكنى في جميع الصور ¹ ۔	طلاق ہو یا فسخ ہو، اور اگر بیوی کی طرف سے فرقت کی کاروائی ہوئی ہو فسخ واجب ہو تو اگر اسکی کاروائی جرم تھی تو اس کو نفقہ نہیں، تاہم اس کو رہائش تمام صورتوں میں ملے گی۔ (ت)
---	--

رہا مہر اگر تسلیم کرے کہ شوہر نے اس کی ماں سے پیش از نکاح زنا کیا تھا تو اس صورت میں جو مہر مثلاً اس عورت کا ہو اور جو مقرر ہو اہوان دونوں میں جو کم ہے وہ دینا آئے گا مثلاً مہر مثل ہزار روپے ہے اور دو ہزار بندھے تھے تو ہزار دینے آئیں گے اور مہر مثل دو ہزار ہے اور ہزار بندھے تھے تو بھی ہزار ہی ہوں گے،

في التنوير يجب مهر المثل في نكاح فاسد بالوطى لا بغیره ولم يزد على السی ² ۔	تنویر میں ہے: فاسد نکاح میں وطی کے بغیر مہر مثل واجب نہ ہوگا اور یہ مہر مثل، مقررہ مہر سے زائد نہ ہوگا۔ (ت)
--	---

اور اگر تکذیب کرے تو جو مہر بندھا تھا کامل پائے گی وہی مسئلہ ما اذا كذبته في الاسناد (یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب بیوی خاوند کو جھوٹا قرار دے۔ ت) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۴: ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کو خاوند نے نکال دیا وہ تین برس تک محنت کر کے تن پروری کرتی رہی بعدہ یہ تصفیہ ہوا کہ اگر تو میرے کہنے پر الگ ایک مکان میں رہے جس طرح کہ رہتی ہے (اس لئے کہ اس شخص کے دوسری بی بی ہے) تو میں تجھ کو دس روپیہ ماہوار دیتا رہوں گا، بموجب اس تصفیہ کے خاوند نے دو سال اور کچھ دن تک ماہوار دیا یا گیارہ ماہ کچھ دن سے نہ دیا عورت نے نوٹس دیا خاوند نے لے کر رکھ لیا اور کچھ دن بعد عورت کے مکان پر آکر بہت فساد مچایا بعدہ تین طلاقیں دے دیں، اب علمائے دین سے معلوم ہونا چاہئے کہ وہ جو اوس کے ذمے واجب الادا یعنی طلاق سے پیشتر کا نفقہ اس سے لینے کی عورت پر مجاز ہے یا نہیں اور مہر بھی اس کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں؟

الجواب:

طلاق سے مہر تمام وکمال واجب الادا ہو گیا اور بیان سوال سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ قصور مرد کا ہے یہی اسے نفقہ دینا نہیں چاہتا تو اس صورت میں نفقہ واجب ہے، درمختار و علامہ طحاوی و علامہ شامی و علمائے کبار کا فتویٰ موافق اعتماد و ترجیح محقق صاحب بحر الرائق و محقق شرنبلالی و تصحیح صریح صاحب خزائنہ المفتین رحمہم اللہ تعالیٰ

¹ رد المحتار باب النفقة دار حیاء التراث العربی بیروت ۶۶۹/۲

² درمختار باب المہر مطبع مجتہبی دہلی ۲۰/۱

جمیعاً یہی ہے کہ جو ماہوار باہم دونوں میں رضامندی سے قرار پایا تھا جب تک کہ ملاسب لینے کا عورت کو اختیار ہے۔ درمختار میں ہے:

<p>شربلانی نے وہبانیہ کی شرح میں بحر کی اس بحث کو، کہ اگرچہ بانسہ طلاق ہو تو بھی نفقہ ساقط نہ ہوگا، صحیح قرار دیا ہے، اور کہا کہ یہی اصح ہے اور ابن شحنے نے جو ذکر کیا اس کا انہوں نے رد کیا ہے، تو فتویٰ دیتے وقت غور کرنا چاہئے۔ (ت)</p>	<p>صحيح الشربنلانی فی شرحه للوهبانية ما بحثه فی البحر من عدم السقوط ولو بآئناً قال هو الاصح ورد ما ذكره ابن الشحنة في تأمل عند الفتوى¹۔</p>
--	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>ایسی کارروائی میں قاضی کو غور کرنا چاہئے کہ کیا خاوند مثلاً یہ کارروائی نفقہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کی ہے یا واقعاً بیوی بد فطرت ہے، اگر پہلی وجہ ہو تو قاضی بیوی کے لئے نفقہ کو لازم قرار دے اور اگر دوسری وجہ ہو تو پھر لازم نہ کرے، یہ مقدسی کا بیان ہے اور اسی پر اعتماد چاہئے۔ طحاوی۔ (ت)</p>	<p>بأن ينظر في حال الرجل هل فعل ذلك تخلصاً من النفقة او لسوء اخلاقها مثلاً فان كان الاول يلزم بها وان كان الثاني لا يلزم هذا ما قاله المقدسي وينبغي التعويل عليه²۔</p>
--	---

خزانة المفتين میں ہے:

<p>مقررہ نفقہ طلاق کی وجہ سے ساقط نہ ہوگا اصح قول پر۔ واللہ اعلم۔</p>	<p>المفروضة لا تسقط بالطلاق على الاصح³۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۱۷۵: از سرولی ضلع بریلی مرسلہ جناب عشاق احمد صاحب مورخہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

چرمی فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کی عورت عرصہ دو سال سے اپنے ساس اور سسر سے ناراض ہو کر میک چلی گئی خانگی جھگڑے پر، اور وہی عورت اپنے خاوند سے رضامند ہے لیکن خاوند اس کا پانے والدین کو چھوڑنا نہیں چاہتا اس وجہ سے وہ عورت اپنی سسرال میں نہیں آتی باوجودیکہ چند مرتبہ اس کے ساس اور سسر رخصت کے واسطے اس عورت کے مکان پر گئے لیکن نہیں آئی، اب لڑکے کے والدین

¹ درمختار باب النفقة مطبع مجتہائی دہلی ۲۰۱۱ء

² ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۵۹

³ خزانة المفتين فصل فی النفقة قلمی نسخہ ۱۰۲/۱

دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں اور اس کو طلاق دینا نہیں چاہتے اس صورت میں پہلی بیوی از روئے شرع اپنے مہر کا مطالبہ بذریعہ نالش کر سکتی، اور اگر طلاق دے دی جائے تو مستحق مہر کی ہوگی یا نہیں کیونکہ اس کے والدین طلاق کو کہتے ہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

اگر طلاق دی جائے گی عورت مطالبہ مہر کر سکے گی ورنہ جو مہر نہ معجل بندھا ہونہ اس کی کوئی میعاد مقرر کی گئی ہو عورت قبل موت یا طلاق اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی، جبکہ وہ ناراض ہو کر اپنے میکے چلی گئی اور بلانے سے نہیں آئی تو اس کا نان و نفقہ بھی شوہر پر سے ساقط ہے جب تک وہ شوہر کے یہاں واپس نہ آئے اور شوہر پر یہ بھی لازم نہیں اسے طلاق دے، جب کہ یہ بلانا چاہتا ہے اور وہ بلا وجہ شرعی نہیں آتی تو الزام عورت پر ہے شوہر پر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۶: از ریاست جاوہر ڈونکر دروازہ مرسلہ ہدایت نور خاں صاحب برادر نواب جاوہر ۲۴ رمضان ۱۳۲۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو عورت اپنے زوج کی نافرمانی کر کے بلا اجازت و بغیر حق مکان شوہر سے نکل کر علیحدہ بخانہ والدین کسی عزیز کے یہاں جر کر سکونت کرے جس کو اہل شرع ناشزہ کہتے ہیں، پس اس عورت کا نان و نفقہ کفیل پر دینا واجب ہوگا نہیں اور ایسی عورت میں کفیل کی کفالت و ضمانت صحیح و معتبر رہی یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

زنان نشوز کا نفقہ دینا نہ آئے گا یعنی جب تک وہ بے اجازت شوہر بروجہ ناحق جگہ رہے گی اتنی مدت کے نفقہ کا مطالبہ کفیل سے بھی نہیں کر سکتی کہ کفالت ضم الذمۃ الی الذمۃ فی الدین (ایک ذمہ دار کے ساتھ دوسری ذمہ دار کو قرضہ میں ملانا) یا فی البطالۃ وهو الاصح کما فی الہدایۃ (مطالبہ میں ملانا، یہی اصح ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے) اور ناشزہ کا نفقہ خود اسی یعنی زوج ہی پر لازم نہیں تو کفیل سے اس کا مطالبہ کیونکر ممکن۔ رہا یہ کہ اس صورت میں کفالت نفقہ صحیح رہی یا نہیں، اگر کفالت ابتداءً بروجہ صحت واقع ہوئی ہے اور وہ کسی مدت معینہ تک کے لئے نہ تھی کہ اس کی انتہا سے منتهی ہو جائے تو عورت کا ناشزہ ہونا سے رفع نہ کرے گا، اگر عورت نشوز سے باز آ کر پھر تسلیم نفس شوہر کو کر دے گی تو جتنے نفقہ کی مستحق ہوگی کفیل سے اس کا مطالبہ کر سکے گی مذہب مفتی بہ میں کفالت نفقہ اگر مطلق ہو، ابد کے لئے ہے۔ در مختار میں ہے:

لو کفل لها کل شهر کذا ابدًا وقع علی الابد و کذا	بیوی کے لئے ہر ماہ اتنا نفقہ دائمی ہوگا، کا کوئی شخص اگر ضامن بنے تو یہ دائم اتنے کا ضامن ہوگا اور امام
لو لم یقل ابدًا عن	

الثانی وبہ یفتی بحر ^۱ و تحقیق المقام فی ردالمحتار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	ابویوسف کے نزدیک اگر دائمانہ کہے تو بھی دائمی ہوگا، اسی پر فتویٰ دیا جائے گا۔ بحر۔ اس مقام کی مکمل تحقیق ردالمحتار میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	---

مسئلہ ۱۷۷: از ساندھن ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مرسلہ محبوب احمد صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ
زید نے زبیدہ کے وارثوں کو نوٹس اوزبانی ذریعہ سے ولی بننے کو کہا اور زبیدہ کے وارثوں نے انکار کر دیا، زید نے نوٹس کے ذریعہ اطلاع دی کہ اگر اب تم ولی نہ بنو گے اور بعد میں بنا چاہو گے تو تم سے زبیدہ کے خورد و نوش وغیرہ کا خرچ لے لیا جائے گا، اب اگر چند سال بعد زبیدہ کے وارث ولی بنا چاہیں تو کیا زبیدہ کے خورد و نوش وغیرہ کا خرچ لے سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

یہ نوٹس کوئی عقد شرع نہیں اس کی بناء پر کوئی مطالبہ نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۸: از حافظ اسماعیل خاں عقب کو توالی بریلی ۴ رجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو زید نے طلاق مغضہ دے دی اور اس کی زید سے ایک دختر صغیرہ ہے چند سال بعد ہندہ مدعی ہوئی کہ وہ اتنی مدت سے اپنے میسک میں رہتی ہے میں نے اب تک قرض دام لے کر اپنی اور اپنی دختر کی حاجت پوری کی لہذا روز طلاق سے چار مہینے دس دن بعد تک میرا نفقہ اور آج تک کا دختر کا پچاس پچاس روپے ماہوار کے حساب سے مجھ کو دلا یا جائے حالانکہ نہ کوئی ماہوار وغیرہ تقرر نفقہ زید نے کیا نہ حاکم نے بلکہ ہندہ اس سے پہلے نفقہ کا دعویٰ فوجداری میں دائر کر چکی تھی جو خارج ہو اس صورت میں ہندہ کا دعویٰ مسموع ہے یا نہیں اور کل گزشتہ مدت کا نفقہ ہندہ یا دختر ہندہ کا زید پر واجب الادا ہے یا نہیں اور عورت اور اولاد کے نفقہ میں اس بارے میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

صورت مذکورہ میں ہندہ کا دعویٰ محض باطل و نامسموع ہے گزشتہ ماہ کا ایک حصہ نہ عورت کے نفقہ کا زید پر لازم ہے نہ دختر کا، زن اور اولاد کے نفقہ میں یہ فرق کہے کہ عورت اگرچہ مالدار ہو اس کا نفقہ شوہر پر لازم ہوتا ہے جبکہ وہ اس کے یہاں رہے اور بلاوجہ شرعی میسک میں رہے تو اصلاً نفقہ کی مستحق نہیں اور اولاد کا نفقہ ان کی محتاجی کی حالت میں لازم ہوتا ہے، اگر مال رکھتے ہیں ان کا نفقہ باپ پر نہیں ورنہ ہے

^۱ درمختار باب النفقة مطبع مجتہبی دہلی ۲۶۸/۱

اگرچہ وہ اس کے یہاں نہ رہیں، پھر جو نفقہ نہ باہمی قرار داد سے مقرر ہوا ہونہ حاکم کے حکم سے اسے اگر ایک مہینہ یا زیادہ کتنے ہی برس گزر جائیں اور اس مدت میں عورت اور اولاد قرض دام سے خواہ کسی طریقہ سے اپنی حاجت نکالتے رہیں یا عورت اپنے مال خواہ قرض یا گداگری سے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالے تن ڈھکے تو اس مدت کے کسی حہبہ کا مطالبہ شوہر سے نہیں ہو سکتا، ہاں اگر بحکم حاکم یا تراضی باہمی قرار داد نفقہ ہو لیا تھا کہ مثلاً اتنا ماہوار دینا ٹھہرا اور مدتیں گزریں شوہر نے نہ اس کا نفقہ دیا نہ اولاد کا، تو عورت اپنے نفقہ مقرر شدہ کا مطالبہ کر سکتی ہے اور اولاد کا نفقہ اگرچہ رضائے باہمی یا بحکم حاکم مقرر ہوا ہو جب وقت گزر گیا ساقط ہو گیا کہ وہ بوجہ حاجت تھا اور مدت گزشتہ کی حاجت نکل چکی اگرچہ کسی طرح نکلی یہاں تک کہ اگر حاکم نے صغیر بچے کے لئے ماہوار اس کے باپ پر مقرر کیا اور ماں کو حکم دیا کہ اس سے نہ ملے تو قرض لے کر بچہ پر خرچ کر تو اگر اس نے قرض لے کر خرچ کیا جب تو بوجہ حکم حاکم باپ سے واپس پائے گی اور اگر اپنے پاس سے خرچ کیا تو حہبہ لینے کی مستحق نہ ہوگی کہ حاکم نے قرض لے کر خرچ کرنے کو کہا تھا ہوا اس نے نہ کیا، درمختار میں ہے:

لا نفقة لـخارجة من بيتہ بغیر حق وھی الناشئة حتی تعود ¹ ۔	خاوند کے گھر سے باہر رہنے والی کے لئے نفقہ نہیں ہے وہ واپس آنے تک نافرمان قرار پائے گی۔ (ت)
---	---

اسی میں ہے:

النفقة لا تصیر دیناً الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحاً علی قدر معین اضافاً ودر اہم فقبل ذلك لا یلزمه شئی ² ۔	نفقہ اس وقت تک خاوند کے ذمہ قرض نہ ہوگا جب تک قاضی نے یا باہمی رضامندی سے طے نہ کر لیا ہو، یعنی جب تک خاوند بیوی نے باہمی مصالحت سے نفقہ کی مقدار جنس یا نقد متعین نہ کر دی ہو، تو اس سے قبل خاوند پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔ (ت)
---	---

تنویر الابصار میں ہے:

قضى بنفقة غیر الزوجة ومضت مدّة سقطت ³ ۔	اگر قاضی نے بیوی کے علاوہ غیر کا نفقہ لازم کیا ہو اور بغیر ادائیگی جو مدت گزر گئی اس مدت کا نفقہ ساقط قرار پائے گا۔ (ت)
--	---

¹ درمختار باب النفقة مطبع مجتہبی دہلی ۱/۲۶۷

² درمختار باب النفقة مطبع مجتہبی دہلی ۱/۲۷۰

³ درمختار شرح تنویر الابصار باب النفقة مطبع مجتہبی دہلی ۱/۲۷۷

ہدایہ میں ہے:

<p>جب قاضی اولاد، والدین یا ذوی الارحام کے لئے نفقہ کی ادائیگی کا فیصلہ دے تو گزری ہوئی مدت کا نفقہ ساقط ہو جائے گا الا یہ کہ قاضی نے اس کے نام پر ان لوگوں کو قرض لے کر خرچ کرنے کا حکم دیا ہو تو ساقط نہ ہوگا۔ (ت)</p>	<p>إذا القاضي للولد والوالدين وذوي الارحام بالنفقة فمضت مدة سقطت الا ان يأذن القاضي بالاستدانة عليه¹</p>
--	---

فتاویٰ نزاریہ میں ہے:

<p>اگر ماں نے بچے پر اپنا مال خرچ کیا ہو یا لوگوں سے مانگ کر خرچ کیا ہو تو اس خرچہ کو بچے کے والد سے وصول نہ کر سکے گی۔ (ت)</p>	<p>وان انفقت (ای الام) عليه من مالها او من المسئلة من الناس لا ترجع على الاب²۔</p>
---	---

ردالمحتار میں ہے:

<p>اگر قاضی نے عورت کو قرض لے کر خرچ کرنے کا فیصلہ دیا ہو تو پھر عورت نے قرض کی بجائے اپنا مال خرچ کیا تو اس کی وصولی کا حق اسے نہ ہوگا، کیونکہ اس نے قاضی کے فیصلہ پر عمل نہ کیا۔ (ملخصاً)۔ (ت)</p>	<p>امرت بالاستدانة فلم تستدن بل انفقت من مالها فلا رجوع لها، لانها لم تفعل ما امرها به القاضي³۔ (ملخصاً)</p>
--	---

اور عدت طلاق چار مہینے دس دن سمجھنا محض جہالت ہے اس کی مدت تین حیض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۹: از یاد سو گنج ضلع ہر دوئی (اودھ) مرسلہ سید عنایت حسین گرد اور قانون گو ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

زید کی شادی تقریباً تین سال ہوئے کہ ہوئی، اس وقت تک کوئی اولاد نہیں ہوئی، عورت منکوحہ ناقص العقل یہاں تک کہ ایک آنہ کا حساب نہیں جانتی، تین سو روپے کا زیور گم کر چکی ہے، ناقص العقل ہونے کی وجہ سے اسے گم کر دیا، اسے گفتگو کی تمیز نہیں ہے کہ جو اس کا ہے اس سے گفتگو کر سکے، وہ کھانا پکانا اور کپڑا سینا بھی نہیں جانتی ہے اور نماز روزے کو بھی نہیں سمجھتی ہے اور نہ اسے یاد ہوتا ہے، اب وہ شخص شادی دوسری ان وجوہات سے کرنا چاہتا ہے، مسئلہ اسلام اجازت دیتا ہے یا نہیں، اور اس کو کس صورت سے

¹ ہدایہ باب النفقة المكتبة العربية کراچی ۲۹۱-۲۲۸

² فتاویٰ بزازیة علی ہامش فتاویٰ ہندیہ التاسع عشر النفقات نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۶۵/۳

³ ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۸۶/۲

شوہر کو رکھنا پڑے گا جبکہ وہ خط الحواس ہے، کیا اخراجات دونوں عورتوں کے برابر اٹھانا پڑیں گے یا نہیں، اور اگر وہ منکوحہ دوسری عورت صاحبِ جلداد ہووے تب کس حیثیت سے اس کو رکھنا چاہئے اور آیا شوہر کو دونوں عورتیں اپنے ہمراہ رکھنا پڑیں گی یا صرف ایک اور ایک بہ سبب خط الحواس ہونے کے نہیں رکھنا پڑے گی۔

الجواب:

دوسری شادی کی اجازت ہے مگر عدل فرض ہوگا، دونوں کو برابر رکھنا ہوگا، یہ جائز نہ ہوگا کہ دوسری کے پاس رہے اور پہلی سے اس کی کم عقلی کے باعث جدا رہے، دوسری عورت اگر مالدار ہے اور پہلی محتاج ہے تو شوہر اگر مالدار ہے تو دوسری کے لئے مالداروں کا نفقہ واجب ہوگا اور پہلی کے لئے مالداروں اور محتاجوں کے نفقہ کا اوسط، اور اگر شوہر محتاج ہے تو پہلے کے لئے محتاجوں کا نفقہ واجب ہوگا اور دوسری کے لئے اوسط، یہ اوسط اب نہ دے سکا تو جتنا دے سکے دے گا باقی اس پر اس دوسری عورت کے لئے قرض رہے گا جب طاقت پائے ادا کرے۔ درمختار میں ہے:

خاوند پر بیوی کا نفقہ دونوں کے حال کے پیش نظر واجب ہوگا، اسی پر فتویٰ دیا جائے گا، لہذا خاوند سے وصولی اس کی توفیق کے مطابق ہوگی، اگر کچھ باقی رہ جائے تو وہ خاوند کے ذمہ قرض ہوگا جس کی وصولی اس کی بہتر پوزیشن پر کی جائے گی، ملخصاً۔ (ت)	النفقة تجب للزوجة على زوجها بقدر حالها به يفتى ويخاطب بقدر وسعه والباقي دين الى الميسرة ¹ - ملخصاً۔
---	--

دونوں عورتوں کے نفقہ میں فرق ہوگا اگر ایک ان میں مالدار اور دوسری محتاج ہے، باقی رات کو رہنے اور لینے دینے وغیرہ اختیاری باتوں میں دونوں کو برابر رکھنا ہوگا اگرچہ ایک کم عقل اور بے سلیقہ ہے۔ عالمگیری میں ہے:

نئی، پرانی، باکرہ، شیبہ، تندرست، بیمار، شرمگاہ کی تنگی والی، مجنونہ جس سے ضرر کا خوف نہ ہو، حیض و نفاس والی، حاملہ وغیرہ اور نابالغہ جس سے وطی کی جاسکتی ہو، تمام بیویوں کا حق برابر اس پر ہوگا، جیسا کہ تبیین الحقائق میں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔ (ت)	یسوی بین جدیدة والقديمة والبكر والثیت والصحيحة والمریضة والرتقاء والمجنونة التي لا يخاف منها والحائض والنفساء والحامل والحائل والصغيرة التي یسكن وطؤها كذافی التبيين ² ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔
---	--

¹ درمختار باب النفقة مطبع مجتہدانی، دہلی، ۱/۲۶۶

² فتاویٰ ہندیہ باب القسم نورانی کتب خانہ، ۱/۳۴۰

مسئلہ ۱۸۰: از علی گڑھ مدرسۃ العلوم مولوی عبداللہ صاحب ناظم دینیات و نصرت شیر خاں محرر دینیات ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

زید کو عرصہ تینیس سال سے کچھتر روپے ماہوار بذلیعہ ملازمت کے ملتا ہے اور بجز اس ماہواری تنخواہ کے اور کسی قسم کی زید کو آمدنی نہیں ہے اور زید کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ جو روپیہ ماہواری ملتا ہے وہ سب کاسب اپنی اہلیہ کو دے دیتا ہے، اور زید نے اپنی اہلیہ سے یہ کہہ رکھا ہے کہ جو مقدار شرعی طور سے تمہارے نان نفقہ میں یا میرے ذاتی اخراجات یا میری زوجہ اولیٰ کی اولاد پر اس میں سے خرچ ہو کر جو کچھ پس انداز ہو اس رقم کو تم اپنے مہر میں محسوب کرتی رہو تاکہ آٹھ دس برس میں تمہارے مہر سے مجھ کو سبکدوش حاصل ہو، اور اس معاملہ پر زید نے اپنے اور اپنی اہلیہ کے اقربا کو گواہ بھی کر لیا ہے اور زید کی زوجہ کو بھی اس معاہدہ اور معاملہ سے انکار نہیں ہے بلکہ اس وقت تک اقرار ہے لیکن نان نفقہ کی مقدار رقم میں زید اور اس کی زوجہ کا اختلاف ہے، زید تو یہ کہتا ہے کہ میرے پاس بجز اس ملازمت کی آمدنی کے اور کسی قسم کی آمدنی نہیں اور میں پانچ ہزار روپے کا قرضدار ہوں جو مہر کا ہے جس کے ادا کرنے کا میں نے ڈول ڈالا ہے، اس صورت میں نان نفقہ کی مقدار رقم ماہواری معسر یعنی تنگدست کی شرعاً ہونی چاہئے، اور زید کی زوجہ رائقہ یہ کہتی ہے کہ تمہارا مشاہرہ بڑا مشاہرہ ہے نان و نفقہ کی رقم ماہواری کی مقدار موسر یعنی مالدار کی حیثیت سے مقرر ہونی چاہئے، اب علمائے اسلام عالی مقام سے یہ سوال ہے کہ شرعاً زید کا کہنا مقبول ہے یا زید کی زوجہ رائقہ کا قول شرعاً مقبول ہے؟ اور معسر شخص کو کتنے روپے ماہوار آٹھ سال سابق سے دینے چاہئے؟ اور اس زمانہ میں جو گرانی ہے گے روپیہ نان و نفقہ کے لگائے جائیں؟ اور یہ بھی عرض کر دینا ضرور ہے کہ باہر کے کام مثلاً غلہ یا دال یا پان وغیرہ منگانے کا زید اپنی وجاہت سے کسی نہ کسی سے کرا دیتا ہے اور گھر کے کھانا پکانے کا کام جب سے نکاح ہوا زید کی زوجہ یا اس کی والدہ نے اپنے متعلق کر رکھا ہے جیسے کہ عموماً شرفاء کے گھروں میں عرفاً مرد و عورت معمول بہ ہو رہا ہے، بینوا تو جروا۔

الجواب:

یہاں متعدد امور ملحوظ ہوتے ہیں:

(۱) مقدار دخل۔

(۲) گرانی و ارزانی۔

(۳) حال مقام، مثلاً زیادہ سرد ممالک جاڑے کا سامان درکار ہوتا ہے معتدل میں کم، اور بلحاظ آب و ہوا غذا میں بھی تفاوت ہوتا

ہے۔

(۴) زمانہ موجودہ میں عادتِ بلد جہاں جیسی خوراک و پوشاک معتاد و معبود ہو مثلاً آبِ عرب خصوصاً مدینہ طیبہ

میں عموماً خوش خوراک کی و خوش پوشاک کی معمول ہے حالانکہ یہی عرب ایک وقت کمال سادگی و تقفل سے موصوف تھا اعتبار عام عوام کا ہوگا نہ خاص کسی بخیل یا مسرف کا بعض بلاد مثلاً شام، جہانپور میں عام طور پر تیل کھاتے ہیں، پلاؤ، قورمہ پر اٹھے کے ہوتے ہیں، ہمارے بلاد میں یہ طبقہ مکروہ اور عرفاً معیوب، تو وہاں گھی کا مطالبہ نہ ہوگا یہاں ہوگا و قس علیہ، متعارف طور پر ان سب باتوں کے لحاظ کے بعد کہہ سکتے ہیں کہ اتنی آمدنی اتنے مصارف والا ایسے وقت ایسے مقام میں موسر مرفہ الحال یا معسر تنگ دست یا متوسط۔ تنویر الابصار میں ہے:

یقدرها بقدر الغلاء والرخص ¹	نفقہ مہنگائی اور ارزانی کی اعتبار سے ہوگا۔ (ت)
--	--

نیز اسی میں اور بحوالہ اختیار در مختار میں ہے:

یختلف ذلك يسارا واعسارا وحالا او بلدا ²	نفقہ خوشحالی، تنگ دستی، علاقے اور صورت حال کے لحاظ سے مختلف ہوگا۔ (ت)
--	---

ردالمحتار میں ہے:

لو قال ووقتا لكان اولی ³	اگر مانتن یہاں وقت کو بھی ذکر کرتے تو بہتر ہوتا (ت)
-------------------------------------	---

اسی میں ہے:

یراعی کل وقت او مکان بما یناسبہ ⁴	وقت اور جگہ کا اعتبار کرتے ہوئے نفقہ مناسب مقرر ہوگا۔ (ت)
--	---

اسی میں ذخیرہ سے ہے:

ما ذکرہ محمد علی عادتہم و ذلك یختلف باختلاف الاماکن حرا و بردا و العادات فعلی القاضی اعتبار الکفالة بالمعروف فی کل وقت مکان ⁵	امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی عادت کے اعتبار کو ذکر کیا ہے، تو نفقہ جگہوں کے گرم سرد اور وہاں کی عادت کے اختلاف سے مختلف ہوگا، تو قاضی کو ہر مقام اور وقت کے لحاظ سے عرف میں کفایت کا اعتبار کرنا ہوگا۔ (ت)
--	--

¹ در مختار شرح تنویر الابصار باب النفقة مطبع مجتہبی دہلی ۲۶۸/۱

² در مختار شرح تنویر الابصار باب النفقة مطبع مجتہبی دہلی ۲۶۸/۱

³ ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۵۴

⁴ ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۵۱

⁵ ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۵۴

بحر میں ہے:

<p>ظہیر یہ میں ہے کہ امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے لباس میں سالانہ دو چادروں، ایک لحاظ اور دو اوڑھنیوں کی مقدار ذکر کی ہے، اس سے مراد گرما اور سرما دونوں موسموں کے لئے، انہوں نے موسم گرما میں شلوار کا ذکر نہ فرمایا کیونکہ یہ سردی کے موسم میں ضروری ہے، یہ ان کے عرف میں ہے، لیکن ہمارے عرف میں شلوار اور دیگر کپڑے مثلاً گدّا جس پر سوتے ہیں اور لحاف اور وہ کپڑا جس سے سردی اور گرمی کی شدت سے تحفظ کیا جاتا ہے اور سردیوں میں اونچی چادر اور گرم جبہ اور ریشمی دوپٹہ اہم، مجتبیٰ میں ہے کہ لباس علاقوں اور عادتوں کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے تو قاضی پر لازم ہے کہ وہ ہر علاقے اور وقت کا اعتبار کرتے ہوئے وہاں کے عرف کے مطابق کفایت والے کا فیصلہ کرے۔ (ت)</p>	<p>فی الظہیریۃ قدر محمد الکسوة بدرعین و خمارین وملحفۃ فی کل سنة. ارادبہما صیفیا وشتویا ولم یذکر السراویل فی الصیف اذلا بد منه فی الشتاء. وهذا فی عرفہم اما فی عرفنا فتجب السراویل و ثیاب اخر كالجبة والفراس التی تنام علیہ واللحاف وما تدفع بہ اذی الحر والبرد. و فی الشتاء درع خز وجبة قز وخمار ابریسماھو فی المجتبیٰ ان ذلک یختلف باختلاف الاماکن والعادات فیجب علی القاضی اعتبار الکفایۃ بالمعروف و فی کل وقت و مکان¹۔</p>
---	--

اسی طرح فتح القدر میں اقصیہ اور ہندیہ میں محیط سے ہے۔ رہا شوہر کامدیون ہونا قول (میں کہتا ہوں۔ ت) ظاہر اس کے سبب نفقہ زن میں تنگی نہیں کر سکتے کہ یہ بھی مطالبہ عبد ہے بلکہ فتاویٰ امام اجل قاضی خاں پھر ہندیہ میں ہے:

<p>قرض میں مقید شخص اگر خوراک کی تیاری میں اسراف سے کام لیتا ہو تو قاضی اس کو اسراف سے منع کرے اور بقدر کفایت عرف کے مطابق خرچ کا پابند کرے اور ایسے ہی لباس کے معاملے میں میانہ روی سے کام لے اور اس کا پابند کرے تاہم کھانے پینے اور لباس میں اس پر تنگی نہ کرے۔ (ت)</p>	<p>المحبوس بالدين اذا كان يسرف في اتخاذ الطعام يمنع القاضی عن الاسراف و یقدر له الكفاف المعروف وكذلك في الثياب یقتصد فیها ویأمره بالوسط ولا یضیق علیہ فی مأکولہ ومشروبہ وملبوسہ²۔</p>
--	--

¹ بحر الرائق باب النفقة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۷۷/۳

² فتاویٰ قاضی خاں کتاب الحجر نوکسور لکھنؤ ۹۱۸/۳

جب مدیون پر خود اس کے نفقہ میں تنگی نہ کی گئی اوسط کا لحاظ رہا تو دوسرے کے نفقہ واجبہ میں بدرجہ اولیٰ فلیراجع ویلحرر (اس کی طرف رجوع کیا جائے اور چھان بین کی جائے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس کے ساتھ عورت کا خود اپنا حال بھی دیکھا جائے گا کہ غنیہ مفرط فی الغنا ہے یا فقیرہ یا متوسطہ الحال۔ اگر زن و شو دونوں ایک طرح کے ہیں تو اسی طرح کا نفقہ لازم آئے گا اور مختلف ہیں تو دونوں کے حال کے اوسط مثلاً ایک کے اعتبار سے عورت کا نفقہ دس روپے ماہوار ہونا چاہئے اور دوسرے کے لحاظ سے چار روپے تو سات روپے ماہوار واجب کریں گے پھر اگر شوہر فی الحال اس کی ادھر پر قادر ہے نہیما ورنہ جس قدر پر قادر ہے دے گا باقی وقت فراخی تک اس پر دین رہے گا۔

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر خرچہ مقدر کیا گیا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے دے سے خرچ کرے اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کے جو اس نے اسے عطا کیا ہے عنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسانی فرمائے گا۔ (ت)</p>	<p>قال الله تعالى لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ ۗ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يَكُفُّ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَّا أَتَاهَا ۗ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۝¹</p>
---	---

در مختار میں ہے:

<p>دونوں کے حال کے مطابق وہ نفقہ برداشت کرے گا، اسی پر فتویٰ دیا جائے گا، اور جتنی توفیق ہو اسی کے مطابق ادائیگی کا حکم ہوگا اور باقی اس کے ذمہ ہوگا اس کو آسانی کے وقت ادا کرے گا۔ (ت)</p>	<p>يستحق النفقة بقدر حالهما به يفتى ويخاطب بقدر وسعه والباقي دين الى الميسرة²۔</p>
---	---

ردالمحتار وبحر الرائق میں ہے:

<p>فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ اگر دونوں کشادہ حال ہوں تو اس کے مطابق اور اگر دونوں تنگ دست ہوں تو اس کے مطابق نفقہ واجب ہوگا اور اختلاف صرف اس صورت میں ہے جب ایک فراخی والا ہو اور دوسرا</p>	<p>اتفقوا على وجوب نفقة الموسرين اذا كانا موسرين وعلى نفقة المعسرين اذا كانا معسرين، وانما الاختلاف فيما اذا كان احدهما موسرا والآخر</p>
--	--

¹ القرآن ۷۱/۶۵

² در مختار باب النفقة مطبع مہتابی دہلی ۲۶۷/۱

<p>متنگدست ہو تو ظاہر روایت کے مطابق اس صورت میں خاوند کی حالت کا اعتبار ہوگا اگر خاوند فراخ دست اور بیوی متنگدست ہو تو فراخی والا نفقہ اور اگر خاوند متنگدست ہو اور بیوی امیر ہو تو تنگی والا نفقہ واجب ہوگا جبکہ فتویٰ والا قول یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں صرف خاوند کے حال کی بجائے دونوں کے حال کے اعتبار سے درمیانہ نفقہ واجب ہوگا، اور وہ تنگ حالی سے زائد اور فراخی سے کم ہوگا۔ (ت)</p>	<p>معسر افعلى ظاہر الرواية الاعتبار لحال الرجل فان كان موسرا وهي معسرة فعليه نفقة الموسرين وفي عكسه نفقة المعسرین واما على المفتی به فتجب نفقة المعسرین واما على المفتی به فتجب نفقة الوسط فی المسألتيں وهو فوق نفقة المعسرة ودون نفقه الموسرة¹۔</p>
---	---

اس کے سوا ایسا راعسار کی کوئی خاص تحدید یہاں علماء نے نہ فرمائی امر عرف پر دائر رکھا ہے، بخلاف نفقہ اقارب کے وہاں ایسا مقدر بہ نصاب ہے،

<p>اور میں نے فتاویٰ خیر یہ میں دیکھا تو انہوں نے وہی روش اختیار کی جو فقہا نے اوپر ذکر کی ہے، جب ان سے سوال ہوا کہ جب دونوں غنی ہوں تو کیا غنی والا نفقہ واجب ہوگا اور نفقہ میں غنی کی حد کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا ہاں غنی والا نفقہ واجب ہوگا، بحر میں فرمایا کہ غنا کی حد میں فقہاء نے اختلاف کیا جو چار قول ہیں، ایک یہ غنا کی حد نصاب زکوٰۃ کا اندازہ ہے، خلاصہ میں کہا، اسی پر فتویٰ ہے، ولوالحی نے اسی کو پسند کیا اور وجہ یہ بیان کی کہ نفقہ سہولت پر مبنی ہے اور سہولت کی کوئی آخری حد نہیں ہے جبکہ اس کی ابتدائی حد نصاب ہے لہذا اسی کو معیاد قرار دیا جائے گا۔ اور دوسرا قول یہ کہ غنا کی حد وہ ہے جس پر صدقہ لینا حرام ہوتا ہے یہ وہ نصاب ہے جو نامی نہ ہو یعنی تجارتی یا نقدی والا نصاب نہ ہو، ہدایہ میں فرمایا اسی پر فتویٰ ہے، اور ذخیرہ میں اسی کو صحیح</p>	<p>ورأیت فتاویٰ الخیرية انه ساق الی هنا ما ذکره ثمه، اذسئل فی الزوجین اذاکانا غنیین هل تجب علیه نفقة الاغنیاء وما حد الغنی فی باب النفقة (اجاب) نعم تجب نفقة الاغنیاء قال فی البحر اختلفوا فی حد الیسار علی اربعة اقوال احدها انه مقدر بنصاب الزکوٰۃ قال فی الخلاصه وبه یفتی واختاره الولو الجی معللا بان النفقة تجب علی الموسر ونهاية الیسار لاحد لها وبدايته النصاب فیقدر به، والثانی انه نصاب حرمان الصدقة وهو النصاب الذی لیس بنام قال فی الهدایة وعلیه الفتویٰ وصححه فی الذخیره اه</p>
--	---

¹ رد المحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۳۵

قرار دیا ہے اہ اور فقہ میں مہارت رکھنے والے پر جو ظاہر ہو رہا ہے وہ یہ کہ پہلا قول قبولیت میں اولیٰ ہے کیونکہ جو نصاب نامی نہ ہو یکے بعد دیگرے اخراجات میں وہ جلدی ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے، واللہ تعالیٰ اعلم، خیر یہ کی عبارت ختم ہوئی، **اقول:** (میں کہتا ہوں) امام ولوالہی کی بیان کردہ علت صرف نصاب کی متقاضی ہے نامی ہونے کو متقاضی نہیں ہے ہاں اگر علامہ رملی کی بیان کردہ وجہ کہ نفقہ کے باب میں غناء کا اعتبار ہوتا ہے، کو شامل کیا جائے تو نامی کی وجہ بن سکتی ہے، کو شامل کیا جائے تو نامی کی وجہ بن سکتی ہے جبکہ وہ قابل غور بات ہے تو غور کرو، **ثم اقول:** (میں پھر کہتا ہوں) خیر یہ کا جو یہاں تک بیان ہے اس میں اعتراض ہے کیونکہ اقرباء کے نفقہ میں صرف قدرت والی وسعت معتبر ہے حتیٰ کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے روزانہ ایک درہم کمانے والے پر اقرباء کے نفقہ کے متعلق یہ واجب کیا ہے کہ اگر درہم کمانے والے کا گزار چار دانق پر ہوتا ہے تو وہ اپنے ذوالارحام پر دو دانق خرچ کرے۔ فتح میں فرمایا کہ یہی وہ قول ہے جس پر فتویٰ دینے میں اعتبار کیا جاسکتا ہے اہ، تو ذوی الارحام کے نفقہ میں جو دوسرے کی حاجت کو پورا کر سکے اور خود ضرر میں مبتلا نہ ہو وہ فراخ دست کھلائے گا، اور تنگ دست وہ ہوگا جو ایسا نہ کر سکے اور اس وجہ سے اس پر بالکل واجب نہ ہوگا لیکن بیوی کا نفقہ تو خاوند پر ہر حال میں

والذی يظهر للفقہ البارع فی الفقہ ان الاول اولیٰ بالقبول لان ماليس بنام سريع النفاذ اذا تواردت عليه النفقات كما هو ظاهر والله تعالى اعلم¹ اہ مافی الخیرية. **اقول:** تعلیل الامام الولو الجی لایفید الاشتراط النصاب دون النبو الان یضم الیه ما افاد العلامة الرملی وفیه تأمل فتامل ثم **اقول:** فی سوقه الی هنا نظر فان المعتبر فی الاقارب القدرة حتی اوجب محمد علی من یکسب کل یوم درهماً وتکفیه اربع دوانق ان ینفق الدانقین علی محارمه قال فی الفتح وهذا یجب ان یعول علیه فی الفتوی² اہ فالسوسرثمہ من یمکنه دفع حاجة غیره بدون لحوق ضرر به والمعسر بخلافه ولذا لم تجب علیه اصلاً ما نفقة المرأة فتجب علی الزوج مطلقاً وان لم یمکن

¹ فتاویٰ خیریه باب النفقة دار المعرفۃ بیروت ۵/۱

² فتح القدر فصل وعلی الرجل ان ینفق علی ابویہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ ستمبر ۱۳۷۲ھ

<p>واجب ہوتا ہے اگرچہ خاوند کے پاس کچھ بھی نہ ہو، تو بیوی کے نفقہ کے معاملہ میں غنی اور تنگ دست بمعنی صاحب وسعت اور تنگی ہے اور یہ معنی نصاب سے مقید نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کو نصاب لازم ہے بلکہ دونوں جدا ہو جاتے ہیں، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے، تو ان کا خاوند کو صاحب نصاب قرار دے کر نفقہ پر قادر ماننا اس چیز کو مستلزم نہیں کہ خاوند وسعت والا قرار پائے اور اس پر غنیوں والا نفقہ بیوی کے لئے واجب ہو جبکہ بیوی چھ ماہ میں نصاب کا خاتمہ کر دیتی ہے بلکہ سال کے چوتھائی حصہ میں خاتمہ کر دیتی ہے۔ (ت)</p>	<p>له شیبی وانما الموسر والمعسر ههنا بمعنى الموسع و المقتدر وذلك لا يتقيد بالنصاب ولا يلزمه بل يختلف بما قدمنا فجعلهم مالك النصاب قادرا لا يستلزم جعله موسعا، وان يلزم عليه لامرأته نفقة الاغنياء، وهي ربما تغني النصاب في اقل من نصب سنة بل في ربعها۔</p>
---	--

الاجرم رد المحتار میں ہے:

<p>فقہاء نے اقرباء کے نفقہ میں خوشحالی اور تنگ حالی کو بیان کیا لیکن میں نے بیوی کے نفقہ میں کسی کو خوشحالی اور تنگ حالی کے معیار کو بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا، اور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہ معیار عرف پر چھوڑ دیا ہو کہ عرف میں خوشحالی کا نفقہ اور غیر خوش حالی کا کیا ہے، اور اس کی تائید بدائع کا یہ قول کہ "اگر کوئی شخص خوش حالی میں انتہائی زیادہ ہوا" کر رہا ہے، بدائع کا مکمل قول آگے آ رہا ہے۔ (ت)</p>	<p>صرحوا ببيان اليسار والاعسار في نفقة الاقارب ولم ار من عرفهما في نفقة الزوجة ولعلمهم و كل ذلك الى العرف والنظر الى الحال من التوسع في الانفاق و عدمه ويؤيده قول البدائع لو كان الرجل مفرطافي اليسار¹ الخ، وسياتي تمامه۔</p>
---	--

ولہذا نفقہ اقارب میں دو ہی قسمیں رہیں کہ قادر اور عاجز میں حصر ہے اور یہاں تین قسمیں ہیں: غنی، فقیر، متوسط۔ اور ان کے نفقات کے فرق میں عبارات مختلف آئیں، امام سراج الدین قاری الہدایہ نے فرمایا غنی کے لئے دونوں وقت گہوں کی روٹی اور گوشت ہے، متوسط کے لئے روٹی اور روغن، فقیر کے لئے روٹی اور پنیر و سرکہ۔ اقصیہ میں فرمایا: غنی کی نانخورش گوشت، متوسط کی دودھ، فقیر کی روغن یعنی زیتون، وقال تعالى وَصِبْغًا لِلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ مِنَ الذَّهَبِ نَضْرًا وَيَكْمُلُ لَهُمْ فِيهَا حُلِيُّهمُ ﴿٢٠٤﴾ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور کھانے والوں کے لئے سالن ہے۔ (ت) اور

¹ رد المحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۲۵/۲

² القرآن الکریم ۲۰/۲۳

ہمارے عرف سے قریب تر وہ ہے جو امام ملک العلماء نے فرمایا کہ اعلیٰ درجہ مرغ کا گوشت اور سوچی کے پھلکے، اور اوسط گیہوں کی روٹی بکری کا گوشت اور ادنیٰ جو کی روٹی۔ عقود الدرہیہ میں ہے:

<p>قاری الہدایہ سے سوال کیا گیا کہ جب بیوی اپنے لئے اور اولاد کے لئے روزانہ چند درہم کا نفقہ مقرر کرنے کا مطالبہ کرے تو کیا اس کو یہ حق ہے، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ عورت کا یہ مطالبہ پورا کرنا ضروری نہیں بلکہ خاوند پر اگر غمی ہو تو روٹی اور سالن میں صبح و شام گندم کی روٹی اور گوشت بقدر کفایت اور درمیانے حال والا ہو تو اس پر دونوں وقت روٹی اور روغن، اور اگر فقیر ہو تو روٹی، پیاز اور سرکہ واجب ہے (ت)</p>	<p>سئل قاری الہدایة اذا طلبت تقدير النفقة لها ولا ولد لها دراهم هل لها ذلك (اجاب) لا يجب بل الواجب عليه طعام وادام على الغنى خبز حنطة ولحم غدا وعشاء بقدر كفايتها، والمتوسط خبز و دهن وعلى الفقير خبز وجبن و خل¹۔</p>
---	--

فتح القدير میں ہے:

<p>فیصلوں کے بیان میں ہے کہ سالن بھی مقرر کیا جائے جس کا اعلیٰ درجہ گوشت، ادنیٰ درجہ زیتون اور درمیانہ درجہ دودھ ہے۔ (ت)</p>	<p>وفي الاقضية يفرض الادم ايضا اعلاء اللحم وادناه الزيت و اوسط اللبن²۔</p>
--	---

رد المحتار میں بدائع سے ہے:

<p>اگر خاوند اعلیٰ درجے کا امیر ہے جو سوچی کے پھلکے اور مرغ کا گوشت کھاتا ہے اور عورت انتہائی فقیر ہو جو اپنے گھر میں جو کی روٹی کھاتی ہو، تو یہ خاوند اس کو گندم کی روٹی اور بکری کا گوشت دے۔ (ت)</p>	<p>لو كان الرجل مفرطاً في اليسار ياكل خبز الحواري ولحم الدجاج والمرأة مفرطة في الفقر تأكل في بيت اهلها خبز الشعير يطعها خبز الحنطة ولحم الشاة³۔</p>
--	--

عالمگیریہ میں کافی سے ہے:

<p>اگر خاوند فقیر ہو تو امیر بیوی کو وہ خوراک دے جو غریب بیوی کے لئے مقررہ سے زیادہ ہو، اس</p>	<p>ان كانت موسرة وهو معسر لها فوق ما يفرض لو كانت معسرة فيقال</p>
--	---

¹ عقود الدرہیہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ باب النفقة حاجی عبدالغفار تاجران ارگ بازار قندھار افغانستان ۷۴/۱

² فتح القدير باب النفقة مكتبة نوريه رضويه سحر ۲۰۰/۳

³ رد المحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۳۵/۲

<p>صورت میں خاوند کو پابند کیا جائے گا کہ وہ اس کو گندم کی روٹی باجوہ یا دو باجے (بھیڑ بکری کے پائے) خوراک دے، اور اگر خاوند اعلیٰ درجے کا امیر ہو مثلاً وہ حلوا، گوشت بھنا ہوا یا بھیڑ بکری کے پائے کھاتا ہے اور بیوی فقیر ہو جو اپنے گھر میں جو کی روٹی کھاتی تھی تو خاوند پر یہ واجب نہیں کہ اس کو وہی خوراک دے جو خود کھاتا ہے، اور نہ ہی وہ خوراک دے جو بیوی اپنے گھر میں کھاتی تھی بلکہ وہ اس کو گندم کی روٹی اور بھیڑ بکری کے پائے ایک یا دو خوراک میں دے۔ (ت)</p>	<p>له اطعمها خبز البر وبأجرة او باجتين، وان كان الزوج موسرا مفرط اليسار نحو ان ياكل الحلواء واللحم الشوي والباجات وهي فقيرة كانت تاكل في بيتها خبز الشعير لايجب عليه ان يطعمها ما ياكل بنفسه ولا ما كانت تاكل في بيتها، لكن يطعمها خبز البر وبأجرة او باجتين¹۔</p>
---	---

ان اعصار وامصار میں بچپتھر روپے ماہوار کی آمدنی والا نہ امیر کھلائے گا نہ فقیر بلکہ ایک متوسط الحال ہے، اگر عورت بھی ایسی ہی ہے اور متوسط زناں کا نفقہ لیا گیا ہے کی روٹی اور بکری کا گوشت کبھی سادہ کبھی ترکاری کا، کبھی اور کھانا کہ قیمت اس کے قریب ہو، اور پہنے کو ململ خاصا چھینٹ (یہاں مسودہ میں بیاض ہے) تو حق بحقدار رسید، نہ یہ اس میں کمی کر سکتا ہے نہ وہ اس سے زائد کے مطالبے یا صرف کا اختیار رکھتی ہے، اور اگر وہ غنا میں طبقہ اعلیٰ سے ہے تو ضرور زائد کی مستحق ہے جو اوسط اعلیٰ کے اوسط سے زائد نہ ہو، اور اگر طبقہ ادنیٰ سے ہے تو ضرور کم کی مستحق و مستوجب ہے جو اوسط و ادنیٰ کے اوسط سے کم نہ ہو، ان اصول پر صحیح محاسبہ کیا جائے، اگر اس نے اپنے استحقاق سے زیادت قلیلہ کی ہے تو قابل لحاظ نہیں اور زیادت فاحشہ کی ہے مثلاً اس کے خرچ میں حساب شرعی سے دس روپے ماہوار ہونا چاہئے تھا اور اس نے پندرہ روپے ماہوار خرچ کیا تو جبکہ اول سے شوہر نے اسے مقدار شرعی پر خرچ کی اجازت دی تھی زیادت غصب ہوئی اور اس کا تاوان عورت پر آیا جو اس کے مہر میں محسوب ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>ہاتھ نے جو لیا وہ اس پر بوجہ ہے جب تک وہ اسے ادا نہ کرے۔ یہ وہ بحث ہے جو مجھ پر ظاہر ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>على اليد ما اخذت حتى تؤدى²۔ هذا ما ظهري والله تعالى اعلم۔</p>
---	---

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول فی نفقة الزوجة لورانی مکتب خانہ پشاور ۱/۱۵۳۸

² جامع الترمذی ابواب البیوع امین کمپنی مکتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۵۲

مسئلہ ۱۸۱: از جاوہر محلّہ مرسلہ سید ذوالفقار احمد صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ جو جوان العرنیک چلن ہے عرصہ آٹھ نو سال سے ہندہ کے شوہر زید نے ہندہ کو چھوڑ دیا ہے اس کا نان و نفقہ نہیں دیتا ہے، نہ کسی طرح کی خبر گیری اس کی کرتا ہے، بلکہ ہندہ کو ایذا و تکلیف پہنچانے کی غرض سے طلاق بھی نہیں دیتا ہے تاکہ ہندہ اس کے ظلم سے نجات پا کر کسی شخص سے نکاح کر کے اپنی گزراوقات کرے، ہندہ پردہ نشین ہے اس کو کوئی کھانا کپڑا دینے والا نہیں ہے، نہ اس کو کوئی قرض دیتا ہے، نہ اس کے پاس اثاثہ ہے جس کو فروخت کر کے بسر اوقات کرے، نہ ہندہ دستکار ہے، کہ جس کی اجرت سے ضروریات خورد و نوش کو پورا کر سکے، اگر ہندہ کا نکاح ثانی نہ ہوگا تو وہ یقینی طور پر ضرور زنا کاری میں مبتلا ہوگی کیونکہ اس کا عالم شباب ہے اور بغیر نکاح ثانی کئے دوسرا ذریعہ معاش نہیں ہو سکتا، اور ہندہ ایسے مقام پر ہے جہاں قاضی نہیں ہے پس صورت مرقومہ میں ہندہ کے واسطے خاوند ظالم سے کوئی صورت رہائی کی نکلتی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی صورت ہندہ کی خلاصی کی نہیں نکلتی ہے تو کیا شرع ہندہ کو زنا کرنا کر گزراوقات کرنے کی اجازت دیتی ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

شرع مطہر اللہ ورسول کا حکم ہے، اللہ ورسول سے زنا کی اجازت مانگنی کفر ہے، جب تک شوہر زندہ ہے اور طلاق نہیں دی دوسرا نکاح حرام حرام حرام، زنا زنا زنا ہے۔ وساوس اور اندیشے کا ہے کہ ہیں زنا کے، موہوم زنا سے بچنے کے لئے موجود زنا کراؤ یہ کون سادین ہے، چارہ کار نالاش ہے کہ روٹی کپڑا دے یا طلاق، اور یہ بھی نہ ہو سکے تو سوائے صبر کے کچھ علاج نہیں، اور جو اللہ کے لئے صبر کرتا ہے اللہ اس کی مشکل کھول دیتا ہے، رزق اللہ پر ہے شوہر رزاق نہیں، محنت مزدوری کرے اور غلبہ خواہش کے لئے روزے رکھے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اور جو شادی کے خرچے کی استطاعت نہیں رکھتا اس پر لازم ہے کہ وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اس کے لئے شہوت کا توڑ ہے۔ (ت)	ومن لم يستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء ^۱
---	---

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے راہ نکال دے گا	وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا
---	--

^۱ مسند احمد بن حنبل مروی از عبد اللہ بن عباس دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۲۳، ۲۳۲

<p>اور اسے وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا، جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اسے کافی ہے۔</p>	<p>وَيَزِدُّهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۗ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ¹</p>
--	---

اور فرماتا ہے:

<p>جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کا کام آسان کر دے گا۔</p>	<p>وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۚ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ²</p>
--	--

اللہ سچا اور اس کے وعدے سچے، اور شیطان جھوٹا اور اس کے ڈراوے جھوٹے، اللہ سے ڈرے اور اس پر بھروسہ کرے، یقیناً اللہ اس کے لئے آسانی کر دے گا اور اس کے لئے راہ نکال دے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۲: از اوے پور میواڑ راجپوتانہ محلہ چھاوت واڑی مرسلہ قادر بخش چابک سوار ۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ
کیا کوئی ایسی تحریر دستاویز کہ جس کو زید نے مسماۃ ہندہ کو دوسری شادی کے وقت بابت انتظام نان نفقہ لکھ دی ہو کیا بعد طلاق ہندہ کا اس تحریر سے کسی قسم کا کوئی حق رہتا ہے:

الجواب:

مہر و نفقہ ایام عدت کے سوا اور کوئی حق واجب شرعاً نہیں اور اگر زید نے لکھ دیا ہو کہ عمر بھر تیرا نان و نفقہ میرے ذمہ ہے تو یہ ایک وعدہ ہے اسے وفا کرنا چاہئے مگر اس کی بنا پر جبراً مطالبہ نہیں ہو سکتا۔ اشباہ میں ہے: لاجبر علی الوفاء بالوعد³ (وعدہ پورا کرنے پر جبر نہیں۔ ت) اس کے سوا اس تحریر کا حاصل اگر کچھ اور ہو تو بعد ملاحظہ تحریر معلوم ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ القرآن الکریم ۳/۲۶۵

² القرآن الکریم ۵/۶۵

³ الاشباہ والنظائر کتاب الحظر والاباحۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱۱/۱۰۷۱

ف: وفائے وعدہ سے متعلق اشباہ سے جو عبارت مجھے ملی اس کے الفاظ یوں ہیں: وعدہ ان بیاتیہ فلم یأثم لایأثم ولا یلزم الوعد الا اذا کان معلقاً
اسی معنی کی عبارت فتاویٰ ہندیۃ الباب السابع فی اجازۃ المستاجر جلد ۳ ص ۳۲ پر ملاحظہ ہو۔ نذیر احمد سعیدی

مسئلہ ۱۸۳:

از چنوبڑ گڑھ محلہ چھپیاں مسئلہ جمع مسلمانان گنگرار

۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو شوہر عرصہ آٹھ سال سے ہندوستان چھوڑ کر غیر ملک میں چلا گیا زندہ ہے خیریت کا حال لکھتا رہتا ہے مگر اس کے لئے نہ تو یہاں اس کی جائداد ہے اور نہ اس نے آج تک خرچ کے لئے زوجہ کے پاس روپیہ پیسہ روانہ کیا نہ اس عرصہ میں وہ کبھی آیا اور نہ آئندہ آنے کا قصد رکھتا ہے، زوجہ نے نان نفقہ کے انتظام کے لئے کئی مرتبہ اسے لکھا مجبور ہو کر طلاق چاہی مگر نہ تو نان نفقہ دیتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے، اب سنا جاتا ہے کہ عورت پریشان ہو کر نضرانیت اختیار کرنے والی ہے، ایسی صورت میں عورت مذکورہ سے معاملہ مندرجہ سوال میں کسی عالم یا معتبر سے فسخ نکاح کی درخواست کر کے بعد انقضائے عدت فسخ نکاح جدید کسی دوسرے شخص سے کر دینا جائز ہے یا ناجائز، آیا اس کے لئے کوئی صورت ہے شرعی کہ اسے مرتدہ ہونے سے بچائے۔

الجواب:

جس نے مرتدہ ہونے کا قصد کیا وہ اس وقت مرتدہ ہو گئی، بچائی کا ہے سے جائے، اور شوہر کی زندگی میں بلا طلاق دوسرے سے نکاح کی کوئی صورت نہیں قال تعالیٰ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ^۱ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نکاح والی عورتیں حرام ہیں)۔ یہاں نہ کوئی حنبلی مذہب کا قاضی ہے نہ کسی حنفی مقلد کو اس مذہب کے خلاف قضا کا اختیار ہے اور اگر کرے گا نافذ نہ ہوگی ایسی تو سمیعین لازم مذہب کرتی ہیں، والتفصیل فی البحر الرائق ورد المحتار وغیرہما من الاسفار (اور اسکی تفصیل بحر الرائق اور رد المحتار وغیرہما کتب میں ہے)۔ ت واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۴: از اکوڑا ہاڈاک خانہ گنگیری ضلع علی گڑھ مسئلہ امداد علی خاں صاحب مدرس اول ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میری زوجہ وقت نکاح بد مزاج معلوم ہوتی تھی بعد میں وہی بد مزاجی بڑھتے بڑھتے فتور عقل ثابت ہوئی، فاتر العقلی کی حالت میں اس سے تین بچے بھی مختلف اوقات میں پیدا ہوئے اور مرے، اس کے مرض کا علاج مدت مدیر تک حکیموں، دانیوں، ڈاکٹروں، عاملوں کے ذریعہ کرایا گیا اور اپنی حیثیت سے زیادہ صرف کیا مگر کوئی صورت افاقہ کی نہ ہوئی اور مریضہ کے عملوں سے بہت کچھ نقصانات مالی ظہور میں آئے، اس کی حالت فاتر العقلی کے باعث ایسی ہو گئی ہے کہ وہ

^۱ القرآن الکریم ۲۴/۴

احکام شرعیہ اور خاوند کے جائز حکموں کی تعمیل نہیں کر سکتی نہ وہ اپنی خواہشات کو محسوس کر سکتی ہے نہ پاکی و ناپاکی میں تمیز رکھتی ہے نہ امورات خانہ داری و علاقہ زندگی کو سمجھ سکتی ہے غرض کہ مجھے اس سے تمام مصلحتیں فوت نظر آتی ہیں اس کے علاج سے ہر طرح مایوس ہو کر اعزاء و اقربا کے اصرار و اپنی آسائش و قیام نسلی کی امید پر میں نے بحالت مجبوری بعد بسیار کے دوسری شادی کر لی ہے اس سے بفضلہ ایک بچہ بھی پیدا ہوا ہے، اب میرے متعلقین میں میری ایک والدہ ضعیفہ اور زوجگان و ایک بچہ و ایک میں خود یہ پانچ کس ہیں اور کچھ بار قرضہ بھی ہے جو بوجہ ضروریات شرعی ہوا ہے اب زوجہ سابقہ یعنی فاتر العقلی کی والدہ کو (میرے خیال میں تجاہل عارفانہ سے) شبہ ہے کہ میری لڑکی کو ان لوگوں سے تکالیف پہنچتی ہیں، اور نہ وہ ان لوگوں میں آسائش رہ سکتی ہے، اس لئے ان کی خواہش ہے کہ اپنی بیٹی کو اپنے پاس رکھ کر میری نصف آمدنی کو بٹالیں اور اسی امید پر وہ عنقریب کچھری مجاز میں نالاش کرنے والی ہیں ان سے کہہ رہا ہوں کہ میری جانب سے کوئی تکلیف کبھی نہیں ہوئی نہ آئندہ ہوگی بلکہ آپ خود رہ کر میرے کاموں میں مدد کیجئے اور اپنی بیٹی کو حسبِ منشا آرام پہنچائیے اور بوجہ ناپاک رہنے اور ہوش و حواس درست نہ ہونے کے اپنی بیٹی کے ساتھ کھانے پینے اور اس کے برتنوں سے احتیاط رکھئے یا زردین مہر سے دست بردار ہو کر مجھ سے اپنی بیٹی زوجہ میرے کے واسطے چار روپیہ ماہوار علاوہ پارچہ پوشیدنی کے تاحین حیات لیتی رہئے، کیونکہ اس وقت پانچ آدمیوں کی پرورش، قرضہ کی ادائیگی، تربیت اولاد، اتفاقی ضروریات کا پورا کرنا میرے ذمہ ہے، اور اس کو اپنے مکان پر رکھئے وہ ان باتوں میں سے کسی کو منظور نہیں کرتیں، پس ایسی صورت میں میرے لئے شرع شریف کا کیا حکم ہے جس سے کہ میں خدا و رسول کے نزدیک مواخذہ دار نہ ہوں اس میں دوسرا سوال یہ ہے کہ ایسی عورت کا دین مہر و نان نفقہ کسی خدمت کے عوض مجھ پر واجب ہے۔

الجواب:

مہر کسی خدمت کا معاوضہ نہیں وہ نکاح میں بضع کا عوض ہے اور بہر حال واجب ہے اور جب فاتر العقل ہے تو اس کے مہر سے دستبرداری نہ وہ کر سکتی ہے نہ اس کی ماں نہ کوئی اور، یوں ہی جب تک وہ شوہر کے گھر ہے یا اس کے گھر آنے سے انکار نہ کرے، اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے جو زن و شوہر دونوں کو حال کی رعایت سے بقدر متوسط دلایا جائے گا مادری زن کا نصف آمدنی مانگنا ظلم صریح ہے جب کہ یہ مقدار نفقہ زن سے زائد ہو، درمختار میں ہے:

النفقة تجب للزوجة على زوجها بقدر حالها به يفتى ويخاطب	خاوند پر بیوی کا نفقہ ان دونوں کے حال کے مطابق ہے، اسی پر فتویٰ دیا جائے گا، اور خاوند کو اس کی
--	--

بقدر وسعه والبقاق دین الی المیسرة ^۱ ، واللہ تعالیٰ اعلم۔	وسعت کے مطابق ادائیگی کا حکم ہوگا اور باقی ہو تو اس کے ذمہ واجب الادا رہے گا جب وہ آسانی والا ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	---

مسئلہ ۱۸۵: از جامع مسجد بریلی مسئولہ نواب چھوٹے میاں صاحب ۷ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی کا عقد بکر کے لڑکے کے ساتھ کیا عقد کے بعد ایک ماہ تک زید کی لڑکی اپنے شوہر کے مکان پر رہی اس وقت سے زمانہ تحدیداً نو ماہ کا ہوا کہ لڑکی زید کے مکان پر موجود ہے، نان نفقہ کی شوہر یا شوہر کے باپ نے خبر نہیں لی، اب اس امر کا تقاضا ہے، کہ زید اپنی لڑکی کی رخصت کر دے، زید کو رخصت کرنے سے کچھ انکار نہیں ہے، علمائے دین کی خدمت میں صرف یہ گزارش ہے کہ ان ایام کا نان نفقہ کس پر فرض ہے اور لڑکی رخصت ہونے کے بعد زید کے اور شرعی خاندان کے تعلق والوں کے کس کس کے یہاں جاسکتی ہے، بیذواتوجروا۔

الجواب:

اس نو مہینے کا نان نفقہ کسی پر نہیں، جو دن گزر گئے گزر گئے، ہاں اگر نان و نفقہ کچھ مقرر و معین قرار پا چکا کہ اتنا ماہ وار دیں گے، اور زید نے لڑکی کو بٹھانہ رکھا، نہ لڑکی نے شوہر کے یہاں جانے سے انکار کیا بلکہ باپ کے یہاں آئی تھی، پھر شوہر کے بلانے کی منتظر رہی اور اس نے اتنے مہینوں نہ بلایا تو اس صورت میں وہ مقرر شدہ نفقہ ان مہینوں کا دے گا، اور اگر یہ بلانا چاہتا تھا اور لڑکی نہ گئی تو ان مہینوں کا نفقہ کسی پر نہیں اگرچہ مقرر شدہ ہو، عورت آٹھویں دن اپنے ماں باپ کے یہاں صبح سے شام تک کے لئے بلا اجازت شوہر جاسکتی ہے اور اپنے محارم مثلاً حقیقی یا سوتیلے بہن، بھائی، بھتیجی، بھانجے، بھانجی، چچا، ماموں، پھوپھی، خالہ، نانا، دادا کے یہاں ہر سال بھر بعد دن بھر کے لئے، رات کو بہر حال شوہر کے یہاں آنا ہوگا، یہ بلا اجازت ہے، اور شوہر کی اجازت سے انہیں لوگوں کے یہاں مہینہ بھر اور زائد جتنے دنوں کی وہ اجازت دے رہ سکتی ہے، لیکن غیر محارم مثلاً چچا ماموں خالہ پھوپھی کے بیٹوں بیٹیوں یا جیٹھ دیور بہنوئی وغیر ہم یا اجنبی کے یہاں شوہر کی اجازت سے بھی نہیں جاسکتی اگر شوہر اجازت دے گا تو وہ بھی گنہگار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۶: از شہر بریلی محلہ ملوکپور مسئولہ احمد یار خاں صاحب ۱۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کے چند اولادیں ہوئیں ان میں سے ایک

^۱ در مختار باب النفقة مطبع مجتہدی دہلی ۲۶۶/۱

لڑکی بچہ چھ سال موجود ہے اس عورت کے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو بہت سخت تکلیف ہوتی ہے اور قریب المرگ ہو جاتی ہے، لہذا اب یہ عورت اور اس کی ماں و بھائی وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم کو جان بچانا فرض ہے، اور یہ عورت اپنے خاوند سے جماع کرنا نہیں چاہتی اور کہتی ہے کہ مجھ کو اپنی جان کا اندیشہ ہے، اس حالت میں اس کے خاوند پر نان نفقہ دینا لازم ہے یا نہیں؟ اور یہ عورت اور اس کی ماں و بھائی کہتے ہیں کہ تم اپنی دوسری شادی کر لو، اس کے خاوند میں اتنی قوت نہیں کہ دو عورتوں کا خرچ برداشت کر سکے کیونکہ یہ بیحد غریب آدمی ہے، لہذا شرع شریف کا جو حکم ہو۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

عورت اگر مکان شوہر میں نہ رہے نفقہ نہ پائے گی، اور اگر یہاں رہے اور جماع پر راضی نہ ہو مگر شوہر چاہے تو جماع کر سکے پھر اگرچہ نہ کرے نفقہ پائے گی، مرد اگر دو کا خرچ برداشت نہ کر سکے کے سبب اسے نکال دے گا اور عورت اس کے یہاں رہنا چاہے گی اور یہ اس سے زہری جہاد پر قادر ہوگا تو نفقہ آئے گا۔ در مختار میں ہے:

بیوی کے لئے نفقہ کا حق ہوگا وہ بیمار ہو، اور اپنے گھر میں ہو اور اپنے آپ کو سپرد کرنے سے مانع نہ ہو اور خاوند کے گھر سے بلا وجہ باہر رہنے والی کے لئے نفقہ نہیں وہ نافرمان ہوگی تا وقتیکہ واپس آئے، اور ماتن نے خاوند کے گھر سے باہر کی قید ذکر کی، اس لئے کہ اگر خاوند کے گھر میں رہتے ہوئے جماع سے رکاوٹ کرے تو نافرمان نہ ہوگی اھ (ت)

لها النفقة لو مرضت وفي منزلها بقية ولنفسها مأمّنت لانفقة لخارجة من بيتها بغير حق وهي الناشئة حتى تعود قيدا بالخروج لانها لو مآنته من الوطى لم تكن ناشئة¹ اھ

ردالمحتار میں ہے:

در مختار نے جو کہا کہ جماع سے منع کرے، تو اس کو سراج الوہاج میں، خاوند کے گھر، اور خاوند کو جبراً اس سے جماع کی قدرت ہو، کے ساتھ مقید کیا ہے (کہ ایسی صورت ہو تو وہ نافرمان نہ کہلائے گی) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

قوله لو مآنته قيدة في السراج بمنزل الزوج و بقدرته على وطئها كرها² - واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ در مختار باب النفقة مطبع مجتہدانی دہلی ۱/۲۶۷

² ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۳۷

مسئلہ ۱۸۷: ازکاپور طلاق محل مکان حکیم نور الدین مسؤلہ عبید اللہ ۴ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید آوارہ اور بد چلن ہونے کے علاوہ نان و نفقہ کا کفیل بھی نہیں ہو سکتا اور اس کا باپ یعنی خالد اگرچہ نان و نفقہ کا کفیل ہو سکتا ہے اگر وہ چاہے، مگر وہ اور اس کی اہلیہ و غیرہ بھی ہندہ کو سخت تکالیف کھانے پینے پہننے کی دیتے ہیں اور سخت خدمت مثل ایک لوٹڑی کے لیتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں ہندہ کو اپنے نفس کے روکنے کا اختیار ہے کیونکہ ان کی معاشرت نہایت خراب ہے بلکہ جان کا خطرہ ہے، اور کیا قاضی کو حق ہے کہ وہ دونوں میں تفریق یعنی خلع کر دے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

نفقہ نہ دینے پر حاکم اسے مجبور کرے گا کہ نفقہ دے یا طلاق لقولہ تعالیٰ فَاِمْسَاكُ بِعَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيْهِمْ بِاِحْسَانٍ^۱ (کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بھلائی کے ساتھ پاس رکھو یا نیکی کرتے ہوئے چھوڑ دو۔) لیکن قاضی بطور خود اس وجہ سے تفریق نہیں کر سکتا۔ در مختار میں ہے:

<p>تینوں کے حقوق سے عجز پر خاوند اور بیوی میں تفریق نہ ہوگی، وہ حقوق، خوراک، لباس اور مسکن ہیں، بحر، اہل ش (شرح کی عبارت ختم) اور نہ ہی امیر ہونے کے باوجود بیوی کے یہ حقوق مکمل نہ کرنے پر تفریق ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>لا یفرق بینہما بعجزہ عنہا بانواعہا الثلثۃ (وہی ماکول و ملبوس و مسکن ح اہش) ولا بعدہم ایفائتہ حقہا و لو موسرا^۲۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۱۸۸: ازادے پور میواڑ مدرسہ شریعہ مرسلہ سید عبدالرحیم صاحب ۲۰ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قادر بخش کی عورت مسماۃ محرم ہے ۳۰ سال شادی کو ہوئے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے نام بردہ سے عقد ثانی کیا اور محرم کو اس مضمون کی تحریر لکھ دی کہ جو میرا گاوں جاگیر کا ہے اس میں ۳۰۰ روپے سالانہ ادا کرتا رہوں گا بلا عذر، اور حال میں نیا مکان جو بنایا ہے وہ تیرے رہنے کو دے دیا، اگر تیرے لڑکا ہوگا تو میری تمام جائداد کا مالک ہوگا اور اگر اس دوسری عورت سے ہوگا تو وہ اس تحریر کی پابندی کرے گا، کچھ عرصہ بعد دوسری کے لڑکا پیدا ہوا، مسماۃ محرم قادر بخش کی تابعداری کرتی رہی لیکن دوسری عورت کی اور اس کی باہمی تکرار اس بنا پر ہوتی رہی کہ جو تحریر قادر بخش نے زوجہ اولیٰ کو لکھ دی ہے وہ واپس دے دے کیونکہ میرے لڑکا تولد ہو گیا ہے، محرم نے باوجود تکرار فساد

^۱ القرآن الکریم ۲/۱۹

^۲ در مختار باب النفقۃ مطبعتہ مجتہبی دہلی ۱/۲۹۹، رد المحتار باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۵۶

تحریر نہیں دی، قادر بخش نے زوجہ ثانیہ کے بہکانے سے پہلی کو نکال دیا، جبکہ محرم نے کچھری میں نان و نفقہ و پابندی تحریر کا دعویٰ کیا اس پر شوہر نے اپنا بیان قلمبند کرایا کہ محرم کو میں نے طلاق دے دی، لیکن اصلیت یہ ہے کہ اس نے اسے طلاق نہ دی نہ کوئی طلاق نامہ تحریر کیا نہ کوئی گواہ طلاق دینے کا ہے، صرف دوسری عورت کے ورغلانے پر اس نے ایسا کہہ دیا ہے اور مشہور کیا ہے، محرم نے شوہر کی کوئی خطا نہیں کی ہے، کیا قادر بخش کے ایسا کہہ دینے اور شہرت دے دینے سے محرم کو عندالشرع طلاق ہوگئی اگر ہوگئی تو محرم کو عندالشرع یہ حق حاصل ہے کہ وہ تحریر جو قادر بخش نے محرم کو دی ہے اس کی پابندی کرانے کی وہ کس حد تک مستحق ہے؟

الجواب:

طلاق شوہر کے زبان پر ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق دے دی طلاق ہوگئی نہ دی تھی تو اب ہوگئی اور رہنے کو مکان دینا مالک کر دینا نہیں جب تک ولایت تملیک ثابت نہ ہو، اور اس کے ساتھ اپنے اسباب و غیرہا سے خالی کر کے قبضہ دلا دینا ضرور ہے، تین سو روپے سالانہ دینا اگر علاوہ نان و نفقہ تھا تو محض ایک وعدہ تھا وعدہ کی بناء پر دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ اشباہ و غیرہا میں ہے: لاجبہ علی الوفاء بالوعد¹ (وعدہ پورا کرنے پر جبر نہیں۔ ت) اور اگر یہ نفقہ مقرر کیا گیا تھا تو طلاق سے ساقط ہو گیا اس کا دعویٰ نہیں کر سکتی، مگر ماہ رواں کا جس میں اس نے کہا کہ میں نے اسے طلاق دے دی۔ تنویر میں ہے:

بموت احدہما و طلاقہما یسقط المفروض ² ۔	خاوند بیوی میں سے ایک کے فوت ہو جانے یا طلاق سے مقررہ نفقہ ساقط ہو جاتا ہے (ت)
---	--

ردالمحتار میں ہے:

قال الخیر الرملی وقید السقوط بالطلاق شیخنا الشیخ محمد بن سراج الدین الحانوتی بما اذا مضی شهر فزید وهو قید لا بد منه تأمل ³ ھ والله تعالیٰ اعلم۔	خیر الدین رملی نے فرمایا کہ طلاق کی وجہ سے نفقہ ساقط ہونے کو، ہمارے شیخ محمد بن سراج الدین حانوتی نے ایک ماہ یا زائد گزر جانے سے مقید کیا ہے اور یہ قید ضروری ہے، غور کرو، ھ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	--

¹ الاشباہ والنظائر کتاب الحظر والاباحة ادارة القرآن کراچی ۱۱/۲، ۵۱۰

² درمختار باب النفقة مطبع مجتہدائی، دہلی ۲۰۰۱

³ ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۵۹/۲

مسئلہ ۱۹۳ تا ۱۸۹: از مہماندی ہیڈورکس ڈویژن ضلع رائے پور سی پی مرسلہ سردار خاں کلرک ۲۶ صفر ۱۳۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ ہندہ اس سے سخت بدزبانی اور درشت کلامی سے پیش آتی ہے اور
مندرجہ ذیل امور اس نے بغیر اپنے خاوند زید کی رضامندی کے کئے؛

(۱) بغیر اجازت زید کے وہ اپنے مکان سے باہر کئی مرتبہ گئی اور اپنے عزیزوں رشتہ داروں کی شادی میں اس نے زید کی کئی
چیزیں بغیر اجازت و رضامندی زید کے بطور جہیز دے دیں۔

(۲) بلا اجازت و مرضی زید اس نے اپنے چھوٹے بھائی کی لڑکی کو اپنا متبنی کیا اور زیورات، آب و خورش اور ملبوسات سے اس کی
کفالت کرتی رہی، یہ زیورات وغیرہ بھی اس نے بلا اجازت زید کے اس لڑکی کیلئے زید کی آمدنی سے بنوائے۔

(۳) چونکہ زید کی ملازمت ایسی ہے کہ اسے گاہے گاہے حکام کے ساتھ دورہ پر نیز کار گورنمنٹ کی بجآوری کے لئے دوسری جگہ
جانا پڑا اس لئے اس نے ہندہ کو ساتھ چلنے کے لئے کہا مگر اس نے تعمیل احکام زید نہ کی یا اگر کئی بھی تو کسی بہانہ سے چند روز کے
بعد بلا اس کی اجازت رضامندی کے واپس آگئی اس لئے اپنے انتظامات کے خیال سے زید کو دوسری ملازمہ رکھنی پڑی اور مزید
خرچ کا بار اٹھانا پڑا۔

(۴) زید نے ان امور کو ضبط اور تحمل سے اس وجہ سے برداشت کیا کہ وہ شریف ہے اور ہندہ بدزبان بدکلام، نیز ہندہ کے رشتہ
دار اس کے معاون، مبادا زیادہ فساد برپا ہو، غرض جو کچھ فضول خرچیاں اور دیگر امور بلا رضامندی زید کے ہوتے رہے انہیں دیکھ
کر زید نے خاموشی اختیار کی مگر جب زید نے دیکھا ہندہ کسی طرح راہ راست پر نہیں آتی تو اس نے اسے بہت کچھ سمجھایا اور تاکید
کی کہ ایسا نہ کرے مگر ہندہ نے بالعوض راستی اختیار کرنے کے زید کو دھمکایا اور اس نے نہایت فحش الفاظ میں برا کہا کہ اگر تم
اپنے باپ کی اولاد ہو تو ہمیں طلاق دے دو اور ہر گز ہم سے بات نہ کرو، پس صورت مسئلہ میں تحقیق طلب یہ امور
ہیں، بلا اجازت زید کے جب ہندہ نے باہر قدم رکھا تو آیا وہ نان و نفقہ کی مستحق ہے یا نہیں؟ ہندہ نے بلا اجازت زید کے ایک لڑکی
کو اپنی فرزندگی میں لیا و نیز خلاف مرضی زید کے اس کو زیورات و لباس و خورش کی کفیل ہوتی رہی و نیز دورہ و دیگر مقامات میں
زید کے ہمراہ نہ رہ کر اس پر مزید خرچہ کا بار ڈالا پس ایسی حالت میں کیا وہ اپنے پورے مہر مستحق ہو سکتی ہے اگرچہ مہر اس کا واجب
ہے تو ہندہ جو زید کے ساتھ نہ گئی اور نہ ہی جس کی وجہ سے زید کو مزید خرچہ کا بار پڑا اس کا دین دار کون ہوگا، اور لڑکی متبنی کو زید
کی بلا اجازت اپنی فرزندگی میں لی اور خلاف مرضی زید کے اس کو زیورات اور لباس و خورش کی کفیل جو ہوتی رہی اس کا دیندار
کون ہوگا، یہ امر ذہن نشین رہے کہ زید نے شرافت کو مد نظر رکھ کر

آئندہ کے فساد کی مدافعت کے خیال سے جیسا کہ فقرہ نمبر ۵ میں مذکور ہے ہندہ کے معاملات میں دخل نہیں دیا۔
(۵) چونکہ ہندہ نے زید کو قسم دی کہ اسے طلاق دے دے پس ایسی حالت میں خلع کی صورت ہو سکتی ہے کیا۔

الجواب

ہندہ سخت گنہگار ہے مگر صرف اتنی بات کہ اس نے اپنے منہ سے طلاق مانگی خلع نہیں ہو سکتی، نو کرو وغیرہ کا مزید بار جو زید پر اپنے آرام کے لئے پڑا ہندہ سے اس کا مطالبہ نہیں کر سکتا اگرچہ ہندہ کا اس کے پاس نہ رہنا ہی اس کے باعث ہوا ہو، ہاں جتنے دنوں بے اجازت زید زید کے یہاں سے جا کر دوسری جگہ رہی اتنے دنوں نفقہ نہ پائیگی جو مال زید اس نے اس متبنی یا اپنے اعزاء کی شادیوں یا متبنی کے خورد و نوش میں بے اجازت زید صرف کیا اس کا تاوان ہندہ پر لازم ہے اور ناگواری کے ساتھ زید کا خاموش رہنا اجازت نہ سمجھا جائے گا "لاینسب الی ساکت قول" (خاموش کی طرف قول منسوب نہ کیا جائے۔ ت) اس سب کا مجموعہ جتنی قیمت کا ہو زید اس کے مہر میں سے کم کر سکتا ہے لصحة جریان المقاصدة بينهما (کیونکہ خاوند بیوی میں لین دین کا حساب صحیح ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۳ تا ۱۹۵: از سکندر راؤ ضلع علی گڑھ مرسلہ امداد علی خاں ۱۷ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری زوجہ فائزہ لعل ہونے کے باعث اپنی ضروریات زندگی و نفسانی خواہش کو محسوس نہیں کر سکتی یا ظاہر نہیں کرتی۔ نہ مری آبرو اور جان و مال کی حفاظت کرتی ہے بلکہ اشیاء کو خراب و برباد کرتی ہے اور تربیت اولاد و پاکیزگی جسم و صوم و صلوة امور شرعیہ و معاملات خانہ داری سے بالکل غافل ہے ہدایت پر عمل نہیں کرتی، جب بیماری شروع تھی تو اس سے تین لڑکے پیدا ہوئے، بے حفاظتی کے باعث بقضائے الہی فوت ہوئے، وقت شادی سے جس کو عرصہ تقریباً دس سال کا گزرا ان نقصانات کو برداشت کرتے ہوئے حتی الامکان میں نے اور میری ضعیفہ ماں نے مریضہ کی دلجوئی، خاطر تواضع میں کوئی کمی نہ کی مرض کا یقین ہونے پر حکیموں ڈاکٹروں دانیوں اور عاملوں سے علاج کرانے پر بھی کامیابی نہ ہوئی، مرض مستقل ہو گیا صحت سے مایوسی ہو گئی تقریباً پانچ سال سے خاموشی طاری ہے اور وہ میری خدمت سے قاصر ہے، اب میری ماں کی رائے اور میری خواہش ہے کہ دوسری عورت سے عقد کیا جائے مگر مریضہ کی ماں نے اس امر سے مطلع ہو کر مجھ سے اور میری ماں سے سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے اور اسی بنا پر تجاہل عارفانہ سے کام لے کر تمام برادری میں مشہور کرتی ہیں کہ میری بیٹی پاگل نہیں ہے بلکہ اس کے سسرالیوں کے ظلم سے اس کی بد مزاجی بڑھ گئی ہے، اور اپنے اس قول کی تائید کے لئے اپنی بیٹی کو بلا رضامندی اپنے پاس تقریباً چھ ماہ سے رکھ چھوڑا ہے اور چاہتی ہیں کہ میرے پاس ہی اس کے لئے پانچ روپیہ ماہوار اور خورد و نوش کو مقرر کر دو یا ساڑھے پانچ سو روپیہ ماہوار زر مہر معینہ ادا کر کے اس کو

طلاق دے دو، میں نے مریضہ کی ماں سے درخواست کی مہر سے لاد عوی ہو کر مجھ سے تین روپیہ ماہوار کا اقرار نامہ عمر بھر کے واسطے لکھا لویہ اس کے خورد و نوش کو کافی ہے مجھے اتنی ہی توفیق ہے اور کل زر مہر ادا کرنے کی استطاعت اس وقت مجھے نہیں ہے، وہ اس درخواست کو منظور نہیں کرتیں، اس صورت میں از روئے شرع مجھے کیا عمل کرنا چاہئے؟

دوم یہ کہ مندرجہ صورت میں دوسرا عقد ہونے پر اگر عورت خاوند کی خدمت و اطاعت کم کرے یا بالکل نہ کرے اور دوسری عورت اس سے زیادہ خدمت و اطاعت کرے تو حقوق زوجگان میں مساوات رکھنی شوہر کے ذمہ لازم ہوگی یا کوئی تفریق رہ سکتی ہے اور کیا؟

الجواب:

جب تک وہ آپ کی اجازت کے بغیر اپنی ماں کے یہاں یا کسی دوسری جگہ رہے نفقہ کی مستحق نہیں، اور جب تک طلاق یا موت نہ ہو غیر میعاد مہر واجب الادا نہیں ہوتا۔ دوسری شادی اگر کی جائے اور زوجہ اولیٰ بھی شوہر کے پاس رہے تو دینے لینے اور شب کو پاس رہنے میں مساوات ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

از شہر بریلی محلہ کانکر ٹولہ مسئلہ تلن

مسئلہ ۱۹۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا حالت نابالغی میں نکاح کر دیا تھا وہ اپنے شوہر کے گھر بالغ ہوئی اور اس کے اولادیں پیدا ہوئیں حتیٰ کہ اب اس کے اولاد جوان موجود ہے مگر اسی عرصہ میں وہ آوارہ اور زانیہ ہو گئی اس سبب سے اس کے شوہر نے نکال کر اس کے حقیقی بھائی کے گھر پہنچا دیا، بھائی نے پھر اس کو شوہر کے یہاں پہنچا دیا، ایسا قصہ تین چار مرتبہ ہوا، اور ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ہندہ کو اس کے شوہر کے چچا نے اپنی لڑکیوں کی شادی میں بلوایا، اور چودھری نے اس کے شوہر کے یہاں حلقہ شادی میں پہنچا دیا، مگر صبح کو پھر اس کے شوہر نے اس کو اس کے بھائی کے یہاں پہنچا دیا، اور ایک مرتبہ ہندہ مذکور کو بھائی نے نہیں رکھا تو وہ اپنے ماموں کے گھر آئی تو ماموں نے چند روز رکھ کے کہا کہ میں کنبہ والا ہوں مجھ میں اب طاقت رکھنے کی نہیں ہے اپنے چچا تاتا یاؤں اور دوسرے عزیزوں کے یہاں رہو، برادر لوگ، بھائی اور ہندہ کے ماموں کا حقہ پانی بند کرتے ہیں، از روئے شرع کے ان کا حقہ پانی بند ہونا چاہئے یا نہیں؟ اور ہندہ کا رکھنا کس پر واجب ہوگا؟ چچا یا شوہر یا ماموں اور بھائی وغیرہ کس پر اس کا روٹی کپڑا مقرر ہوگا یا کوئی بھی رکھنے کا ذمہ دار نہ ہوگا؟ ہندہ کو نکال دیا جائے یا کیا کیا جائے؟ مکرر یہ کہ شوہر نے ہندہ کو ابھی طلاق نہیں دی ہے اور برابر اس کو روٹی کپڑا دیتا ہے، سال بھر سے ماقبل کے اپنے بھائی اور ماموں کے سر ہے شوہر کے بوجہ نہ دینے طلاق کے نان و نفقہ ہندہ کو دینا چاہئے یا نہیں؟ اور شوہر کو تحقیق ہو جانے زنا پر فوراً طلاق دینا چاہئے یا روٹی بند کرنا چاہئے؟

الجواب:

اگر زنا متحقق بھی ہو جائے جب بھی طلاق دینا واجب نہیں جب تک طلاق نہ دے، اور ہندہ اس کے یہاں سے خود نہ نکلے تو روٹی کپڑا شوہر کے ذمہ ہے اس پر واجب ہے کہ روٹی کپڑا دے یا طلاق دے گا تو ختم عدت تک کاروٹی کپڑا اور مہر اسے ادا کرنا ہوگا، بعد عدت ہندہ مہر وغیرہ اپنے مال سے کھائے گی اگر مال رکھتی ہو یا دوسرے شوہر کے پاس سے، اگر دوسرا نکاح کرے، اور مال نہ رکھتی ہو نہ کما سکتی ہو نہ دوسرا نکاح ہو تو اس کاروٹی کپڑا اس کے جو ان بیٹے پر واجب ہے بھائی یا چچا یا ماموں وغیرہ پر کچھ نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۷: از کلنتہ دھرم تلالین مکان حاجی سلیمان یوسف مہ پارہ نمبر ۴۵ مرسلہ مولوی سید ابراہیم صاحب مدنی ۱۸ شوال ۱۳۱۹ھ

علماء اسلام کی جماعت، اللہ تعالیٰ تم پر دونوں جہان میں رحمت فرمائے اور تمہاری فضیلت کو دائم رکھے، آپ کا کیا ارشاد ہے ایسے شخص کے بارے میں جو ہمیشہ شراب پیتا ہے اور مسجد حرام اور روضہ مطہر نبی پاک ان پر ہزار ہزار صلوة و سلام ہو، کے نقش والے مبارک اوراق کی ہتک کرتے ہوئے ان کو پھاڑتا ہے، اور دیوار پر ان کی جگہ کافروں کے بتوں کی تصاویر کو آویزاں کرتا ہے اور اس نے مبارک اوراق کو گندگی میں پھینکا ہے اور بیوی کو نماز سے روکتا اور مارتا ہے اور اسے شراب نہ پینے پر مارتا ہے، اور جب اسے مسجد میں جانے کے لئے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے میں تو شراب خانوں میں جا کر شراب نوشی کرونگا اور مجھے مسجد میں جانے کی ضرورت نہیں ہے، اور بیوی کو نفقہ نہیں دیتا اور جب اسے طلاق دینے پر مجبور کیا جائے تو وہ انکار کرتے ہوئے بیوی کو طلاق نہیں دیتا حتیٰ کہ بیوی نفقہ سے عاجز ہو کر حاکم سے شکایت کرتی ہے تو وہ حاکم کے پاس بیوی کو ماہانہ دس روپے دینے کا اقرار کرتا ہے جبکہ اب تک

ماقولکم دام فضلکم معشر علماء الاسلام رحکم
اللہ تعالیٰ فی الدارین فی رجل یشرب الخمر دائماً
ویہتک ویمزق الاوراق الکریمۃ التی فیہا نقش
المسجد الحرام والروضۃ المطہرۃ النبویۃ علیہ الف
الف صلوة وتحبۃ ویعلق بدلہا علی الجدران تصاویر
الہۃ الکفار الفجار، وقد رمی اوراق المتبرکۃ فی القاذورات
ویضرب الزوجۃ علی اداء الصلوة ویبئعها ویضربها
اذا لاتشرب الخمر واذا قبل له تعال نذهب الی المسجد
فیقول انا اذهب الی المسکرات لاشربها ومالی حاجۃ
الیہ ولاینفق علیہا النفقۃ واذا جبر علی الطلاق
لا یطلقها ویأبی الطلاق حتی عجزت ورفعت شکواها
الی الحاکم فآقر عنده فی الشهر بعشرۃ مضروبۃ
مسکوکۃ والان

<p>تین سال ہو چکے ہیں اس نے بیوی کو کچھ نہیں دیا، تو ان تمام مذکورہ صورتوں میں اس شخص کے لئے کیا حکم ہے، کیا اس کی بیوی اس کے نکاح میں باقی ہے، اور کیا اس کے کافر ہوجانے کا حکم ہوگا یا نہیں، تو کیا مذکور امور کی وجہ سے جب اس کا نکاح باطل ہے تو بیوی دوسری شخص سے ضرورت کی بنا پر نکاح کر سکتی ہے جبکہ ظاہر یہ ہے کہ فقہ کے لئے اس کو قرض دینے والا کوئی نہیں ملتا اور کیا احناف نے حنفی قاضی کے لئے کسی شافعی مذہب والے کو اپنا نائب بنانا پسند کیا ہے تاکہ وہ شافعی مذہب کے مطابق خاوند کی موجودگی میں اس سے طلاق کا مطالبہ کرے اور انکار پر وہ دونوں میں تفریق کا فیصلہ دے، کیونکہ بیوی کی دائمی فقہ کی حاجت قرض سے پوری ہونا آسان نہیں ہے اس بنا پر دونوں میں ضرورت کی وجہ سے تفریق کے بغیر چارہ نہیں ہے، کتاب کے حوالے سے بیان کرو اور قیامت کے روز اجر پاؤ۔ (ت)</p>	<p>صارت ثلث ما عطاها شيئاً من ذلك فما حكمه في الصور المرقومة هل بقية زوجته في النكاح ام لا وهل يحكم بكفره ام لا فاذا بطل نكاحه بالامور المذكورة هل يجوز لها ان تنكح رجلاً اخر للضرورة والظاهر انها لا تجد من يقربها وهل استحسن الاحناف ان ينصب القاضي الحنفى نائباً شافعي المذهب يفرق بينهما اذا كان الزوج حاضراً وابي عن الطلاق لان دفع الحاجة الدائمة لا يتيسر بالاستدانة فالتفريق امر ضروري بينوا بالكتاب تؤجر و ابومر الحساب۔</p>
---	---

الجواب:

<p>يا لله! تیرے لئے ہی حمد ہے، اے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور اے رب! شیطانوں کی موجودگی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ سوال میں شخص مذکور کے برے افعال اور بدترین اقوال جو ذکر کئے گئے ہیں وہ گناہ اور وبال میں انتہائی کبیرہ ہیں، اور تمام کفر کا احتمال رکھتے ہیں کیونکہ شراب پینا کبیرہ گناہ ہے اور اس پر دوام اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور اس پر دوام اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور اگر اس سے کے ساتھ ساتھ وہ حلال جان کر اور شراب کی حرمت میں تخفیف جان کر پیتا ہے تو وہ کافر ہے۔ اور مبارک اوراق کو پھاڑنا اور</p>	<p>اللهم لك الحمد رب انى اعوذبك من هزات الشيطان واعوذبك رب ان يحضرون كل ما وصف في السؤال فما للرجل من سبغ الافعال واسوء الاقوال فكباثر متناهية في الاثم والوبال وكله كفر على الاحتمال فان شرب الخمر كبيرة والادمان اكبر صحة استحلال لها واستخفاف بحرمتها فقد كفر وتمزيق الاوراق الكريمة المذكورات</p>
--	---

ان کو گندگی میں پھینکنا اگر بدنام زمانِ نجدی وہابیوں کی روش پر مبنی ہے کہ یہ بدعت ہیں اور بدعت کو ختم کرنا چاہئے تو یہ جہالت، گمراہی اور عذاب و سزا کا مستحق بننا ہے، اور اگر اس عمل سے اس کا مقصد اوراق پر تصویروں والے مقامات کی اہانت و تحقیر مقصود ہے تو یہ کھلا کفر ہے اور واضح طور پر ارتداد ہے۔ اور بتوں کی ناپاک تصویروں کو دیواروں پر آویزاں کرنا اگر ویسے عادت کے طور پر کہ اس کو پاگل لوگ مکانات کی زینت سمجھتے ہیں اور کسی کو کفر کی طرف تجاوز نہ کیا ہو تو یہ خبیث ترین کبیرہ گناہ ہے جو جہنم میں لے جانے والا فرشتوں کو دور اور شیطانوں کو قریب کرنے والا ہے، اور اگر یہ کام کفار کی رسم کو پسند کرتے ہوئے اور دوزخیوں کے معبودوں کی تعظیم کے طور پر کیا ہو تو یہ صریح کفر جو اس کی تکفیر کا باعث ہے، واضح و ارتداد واضح بیوی کو نماز کی ادائیگی پر مارنا اور اس سے منع کرنا اور شراب نہ پینے پر اور شراب نوشی سے انکار پر اس کو مارنا تو یہ تمام انتہائی شیطنت، فرعونیت اور بغاوت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ نماز کی فرضیت اور شراب کی حرمت کا منکر ہے اور شریعت اور اس کے اوامر اور نواہی کی تحقیر کرتا ہے تو یہ کھلا کفر ہے اور رسوا کن ارتداد ہے۔ اس کا بہترین مکان جو مسجد ہے سے اعراض کرنا اور اللہ تعالیٰ کی دعوت سنانے والے کو مکاہرہ کے طور پر خبیث اور بدبو والی بات کہنا (کہ میں شراب خانے جاؤں گا مجھے مسجد کی ضرورت نہیں ہے) تو اس سے وہ کفر سے قریب اور ایمان سے دور ہو گیا (پاگلوں کے پاگل پن سے اللہ تعالیٰ کی پناہ) تو یہ بات

والقاء وهافي موضع القاذورات ان كان مبنيا على اصول الوهابية النجدية خذلهم الله تعالى من ان ذلك بدعة والبدعة تزل. فجهل وضلال واستحقاق لعذاب ونكال وان قصد اهانة تلك البقاع فكفر بواح وارتداد صراح وتعليق تلك التصاوير النجسة على الجدران ان كان على ما يتعداه المجان يزعمون فيه تزيين المكان غير متعددين الى الكفر من الكفران فكبيرة خبيثة تدعو الى النيران وتبعد الملائكة وتقرب الشيطان، وان وقع على جهة استحسان صنيع الكفار وتعظيم الهة اصحاب النار فكفر صريح جلي الاكفار وضرب المرأة على اداء الصلوة ومنعها منه وضربها على ترك شرب الخمر وابطائها عنه كل ذلك تناه في التشطين والبغي والتفرعن وان كان مع ذلك ينكر فرضية الصلوة او حرمة الخمر او يستخف بالشرع والنهي والامر فكفر واعراضه عن المسجد خير الاماكن ومكابرة الداعي الى الله بذلك القول الخبيث المنتن فهو به للكفر اقرب منه للايمان و بالله العياذ من مجون المجان فان قاله على نهج الملاعبة فيا لها

اگر کھیل میں رغبت کے طور پر کی ہے تو یہ کتنی بڑی جرات کبیرہ ہے اور بہت زیادہ قابل نفرت ہے، ورنہ یہ کھلا کفر ہے جس میں کوئی شک نہیں، تاہم کفر شدید معاملہ ہے، تو جب تک اسلام کا پہلو نکل سکتا ہے کفر کا حکم نہ لگایا جائے، اگرچہ اسلام کا احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو، جبکہ بیوی صرف قاضی کی تفریق یا واضح کفر کی بناء پر ہی نکاح سے خارج ہوگی، ہاں ایسے شخص کو اس کی مذکورہ قباحتوں پر توبہ کرنے اور پھر بعد میں تجدید نکاح کا حکم کیا جائے، جامع الفصولین کی فصل نمبر ۳۸ کے آخر میں ہے کسی شخص کو کہا کہ مسجد کی عمارت کے لیے ایک درہم چندہ دے یا اس کو کہا گیا مسجد میں آکر نماز پڑھ، تو اس نے جواب میں یوں کہا کہ میں نہ مسجد میں آتا ہوں اور نہ درہم دیتا ہوں مجھے مسجد سے کیا کام، اور اس نے اصرار کیا ہو تو اسے کافر نہ کہا جائے گا لیکن تعزیر لگائی جائیگی۔ لیکن خرچ نہ دینے پر جب خاوند حاضر ہو اور امیر ہو نفقہ دینے پر قادر ہو تو اس صورت میں کسی حنفی نہ کسی شافعی نے تفریق کا قول کیا ہے بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف تصریح کی ہے لہذا خاوند جب قادر ہو اور امیر ہو تو پھر مقصد برآری کی یہی صورت ہے کہ حکام سے بیوی شکایت کرے تاکہ وہ خاوند کو نفقہ دینے پر مجبور کریں اگر نفقہ دینے پر راضی نہ ہو تو پھر اس کو طلاق دینے پر مجبور کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

من کبیرة کثیرة الشناعة والافالکفر ظاہر فیہ لاشک
 یعتبریہ بید ان الکفر امر شدید لایحکم بہ مع
 احتمال الاسلام ولو من بعید والمرأة لاتبین الا
 بتفریق مبین او کفر متبیین نعم یومر بالتوبة عن
 تلك القبائح ثم بعد ذلك بتجدید النکاح، فی جامع
 الفصولین او اخر الفصل قبیل له یا یک درہم بدہ تا بجمارت
 مسجد صرف کنم یا بہ مسجد یا نماز فقال من نہ بمسجد آیم ونہ درہم دہم
 مرا بمسجد چہ کار و هو مصر علی ذلک لایکفر و لکن یعزر^۱،
 واما التفریق لعدم الانفاق والزوج حاضر و موسر
 قادر فلم یقل بہ حنفی ولا شافعی بل نص علی خلافہ
 الامام الشافعی فلا سبیل للبرام الا الاشتکاء الی
 الحکام لیجبروه علی الانفاق وان لم یرضه فعلی
 الطلاق لقوله تعالیٰ

فَامَسْكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ اَوْ سَرَّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ^۲،

^۱ جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۳۱۶/۲

^۲ القرآن الکریم ۲۳۱/۲

بیویوں کو اچھی طرح رکھو یا ان سے بھلائی کے ساتھ جدائی کر لو۔ ردالمحتار میں غرر الاذکار سے منقول ہے کہ ہمارے مشائخ نے یہ پسند کیا ہے کہ حنفی قاضی کسی شافعی یا اس شخص کو جس کا مذہب یہ ہو کہ نفقہ نہ دینے پر حاضر خاوند کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے اگر طلاق نہ دے تو قاضی تفریق کرے، اپنا نائب بنا کر اس سے تفریق کرا دے کیونکہ نفقہ کی حاجت دائمی ہے جو کہ بیوی کے قرض اٹھانے پر پوری نہیں ہو سکتی کیونکہ ظاہر میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جو اس کو قرض دیتا رہے جبکہ خاوند کا بالآخر غنی ہو کر نفقہ ادا کرنا موہوم بات ہے تو بیوی کے مطالبہ پر اس صورت میں تفریق ضروری ہے، اور مذکورہ صورت میں اگر خاوند غائب ہو تو تفریق نہ کی جائے کیونکہ غائب ہونے کی صورت میں خاوند کا نفقہ سے عجز معلوم نہ ہو سکے گا اس صورت میں اگر تفریق کردی تو وہ نافذ نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں تفریق مجتہدین کے ہاں زیر بحث مسئلہ نہیں ہے کیونکہ خاوند کا عجز معلوم نہیں ہے، اھ۔ اس عبارت میں "بالآخر خاوند کا غنی ہونا موہوم ہے" اور غائب ہونے والے کے بارے میں "یہ کہ اس کا عجز معلوم نہیں" پر غور کریں تو یہ رہنمائی ملتی ہے کہ تفریق کی بات صرف خاوند کے تنگدست اور عاجز ہونے کی صورت میں ہے، نہ کہ قادر اور ہٹ دھرم خاوند کی صورت میں، اور پھر مذکورہ کلام کا آخری حصہ تو واضح طور پر بتا رہا ہے کہ جب خاوند کا عجز ثابت نہ ہو تو وہاں تفریق کا فیصلہ

فی ردالمحتار عن غرر الاذکار ثم اعلم ان مشائخنا استحسنوا ان ينصب القاضى الحنفى نائباً من مذهبہ التفریق بينهما اذا كان الزوج حاضراً و ابى عن الطلاق لان دفع الحاجة الدائمة لا يتيسر بالاستدانة اذ الظاهر انها لا تجد من يقرضها و غنى الزوج مالا امر متوهم فالتفریق ضرورى اذا طلبته وان كان غائباً لا يفرق لان عجزه غير معلوم حال غيبته وان قضى عجزه غير معلوم حال غيبته وان قضى بالتفریق لا ينفذ قضاؤه لانه ليس في مجتهد فيه لان العجز لم يثبت¹ اھ فانظر الى قوله و غنى الزوج مالا امر متوهم وقوله في الغائب لان عجزه غير معلوم يرشد انك ان الكلام انما هو في العاجز المعسر دون القادر المستكبر وانظر آخر الكلام يفيدك ان القضاء بالتفریق حيث لم يثبت عجزه باطل سحيق وقد قال في ردالمحتار ايضاً قبله

¹ ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۵۶

بالکل باطل ہے جبکہ ردالمحتار میں مذکور کلام سے قبل بھی فرمایا، عبارت یوں ہے، الحاصل امام شافعی کے ہاں جب خاوند تنگ دست قرار پائے تو بیوی کو فسخ کے مطالبے کا حق ہوتا ہے اور یونہی اگر خاوند غائب ہو اور اس کے ملنے کی امید نہ ہو تو بھی نفقہ کی ناامیدی پر اکثر شوافع حضرات کے ہاں فسخ مختار ہے لیکن ان کے مذہب میں معتمد علیہ اور اصح یہ ہے کہ اس وقت تک فسخ کا اختیار نہیں جب تک اس کی تنگ دستی ثابت نہ ہو جائے اگرچہ غائب ہو کہ اس کی کوئی خبر نہ ہو اور اس کے مال سے بیوی کے لئے نفقہ کی کوئی صورت نہ بن پاتی ہو، جیسا کہ امام شافعی کی کتاب "الامر" میں تصریح ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحفہ میں فرمایا، علامہ ابن حجر مکی شافعی نے یہ عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ہمارے شیخ یعنی شیخ الاسلام زکریا انصاری نے اپنی مسنج کی شرح میں یہ جزم فرمایا ہے کہ ایسے غائب شخص جس کی کوئی خبر نہ ہو اور اس کا مال بھی موجود نہ ہو، تو فسخ کا فیصلہ منقول کے خلاف ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا ہے۔ امام یوسف اردبیلی شافعی کی "کتاب الانوار" میں ہے کہ خاوند قادر ہونے کے باوجود نہ دے، یا امیر ہونے پر وہ غائب ہو، یا بیوی اس کے مال سے نفقہ حاصل کرنے پر قادر ہو تو پھر فسخ کا اختیار نہیں ہے، اور اس میں ہے کہ اگر غائب ہو اور اس کی تنگ دستی یا تو نگری معلوم نہ ہو یا اس کے حال میں شک ہو تو فسخ کا اختیار نہیں ہوگا، کیونکہ فسخ کا

مانصہ والحاصل ان عند الشافعی اذا عسر الزوج بالنفقة فلها الفسخ وكذا اذا غاب وتعذر تحصيلها منه على ما اختاره كثيرون منهم لكن الاصح المعتمد عندهم ان لا فسخ مادام موسرا وان انقطع خبره وتعذر استيفاء النفقة من ماله كما صرح به في الأمر قال في التحفة (يعني سيدنا الامام الشافعي رضي الله تعالى عنه) قال (يعني العلامة ابن حجر المكي الشافعي رحمه الله تعالى) بعد نقله ذلك فجزم شيخنا (يعني العلامة شيخ الاسلام زكريا الانصاري) في شرح منهجه ان القول بالفسخ في منقطع خبر لامال له حاضر مخالف للمنقول كما علمت¹ الخ وفي كتاب الانوار للامام يوسف اردبيلي الشافعي رحمه الله تعالى لو امتنع مع القدرة او غاب مع اليسار او قدرت على ماله فلا خيار² - وفيه ولو جهل حال الغائب من اليسار او الاعسار او شك في يساره فلا خيار لان

¹ ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۶۶

² الانوار

سبب موجود نہیں ہے۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر خاوند تنگدست غائب ہو اور کچھ مدت گزر جائے تو بھی اختیار فسخ نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اب وہ امیر بن چکا ہو۔ کمثری کی شرح میں ہے کہ تحفہ اور منہاج میں فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ امیر خاوند غائب یا متوسط حال والا حاضر ہو یا غائب تو فسخ نہیں ہوگا کیونکہ بیوی کو نفقہ کا حصول ممکن ہے جیسا کہ غائب ہونے کی صورت میں اس کا مال موجود ہو تو قاضی کے ذریعہ حاصل کر سکتی ہے، اور قابل اعتماد وہ ہے جو متن میں ہے، اسی لئے الام میں تصریح ہے کہ امیر خاوند غائب ہو اگرچہ اس کی کوئی خبر نہ ہو اور اس کے مال سے نفقہ حاصل کرنا مشکل ہو، یہی مذہب منقول ہے، جیسا کہ اذرعی نے فرمایا کہ ہمارے شیخ نے اپنی منہج کی شرح میں فرمایا کہ ایسا غائب جس کی کوئی خبر نہ ہو اور حاضر مال بھی نہ ہو تو اس صورت میں فسخ کا قول منقول مذہب کے خلاف ہے جیسا کہ تمہیں معلوم ہوا ہے، اور فسخ جب بھی نہیں کہ غائب شخص کے تنگدست یا امیر ہونے کا علم نہ ہو بلکہ گواہوں نے شہادت بھی دی ہو کہ غائب ہونے والا تنگدست ہے تب بھی فسخ نہیں کہ یہ شہادت موجودہ حال کی نہیں ہے، تحفہ کا کلام ختم ہوا، اختصاراً۔ الفاضل ابراہیم شافعی نے اپنی تعلیقات میں فرمایا کہ شیخ نے اپنی منہج کی شرح میں اس پر جزم کیا ہے کہ وہ غائب جس کی

السبب لم يتحقق ويفهم من هذا انه لو غاب معسر او مضت مدة فلا خيار لها لاحتمال اليسار¹، وفي شرح الكبثري قال في التحفة والمنهاج والاصح ان لافسخ بمنع موسراو متوسط حضر او غاب لتمكنها منه ولو غائبا كماله بالحاكم والمعتمد مافي المتن ومن ثم صرح في الامر بانه لافسخ مادام موسراوان انقطع خبره وتعذر استيفاء النفقة من ماله والمذهب نقل كما قاله الاذرعى فجزم شيخنا في شرح منهجه بالفسخ في منقطع خبر لامال له حاضرا مخالف للمنقول كما علمت ولافسخ بغيبته من جهل حاله يسارا او اعسارا بل لو شهدت بينة انه غاب معسرا فلافسخ مايشهد باعساره الان اه كلام التحفة² باختصار، وفي تعليقاته للفاضل ابراهيم الشافعي جزم في شرح منهجه بالفسخ في منقطع خبر

¹ الانوار² الانوار

معلوم نہ ہو اور اس کا مال نہ ہو تو فسخ ہوگا جبکہ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ منقول مذہب کے خلاف ہے کیونکہ امام شافعی نے الام میں تصریح کی ہے کہ غائب شخص جس کی خبر معلوم نہ ہو وہ جب تک امیر ہے اور اس کے مال سے نفقہ پورا کرنا مشکل ہو تو بھی فسخ نہ ہوگا۔ علامہ زین الدین شافعی تلمیذ امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالیٰ کی دونوں کتب، قرۃ العین بمہمات الدین، اور اس کی شرح فتح المعین، میں ہے کہ تنگ دست کا نکاح فسخ ہوگا اور معتمد قول کے مطابق کسی ایسے شخص کا جو امیر ہو یا متوسط ہو اور وہ نفقہ نہ دے خواہ حاضر ہو یا غائب کا نکاح فسخ نہ ہوگا تنگ دستی کا ثبوت اس کے اقرار سے ہوگا یا شہادت سے ہوگا جس میں یہ ذکر ہو کہ اب تنگ دست ہے اس میں یہ ذکر کافی نہیں کہ غائب ہوتے وقت وہ تنگ دست تھاھ ملتقطاً، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

لامال له قال ابن حجر وهو خلاف المنقول فإنه صرح في الامر بأنه فسخ مادام موسر وان انقطع خبره وتعذر استيفاء النفقة من ماله¹ اه وفي قرۃ العين بمہمات الدین وشرحها فتح المعین كلاهما للعلامة زین الدین الشافعی تلمیذ الامام ابن حجر المکی رحمہما اللہ تعالیٰ (فسخ نکاح من اعسر فلا فسخ) علی المعتمد (بامتناع غیره) موسرا او متوسطاً من الانفاق حضرا وغاب (و) لا فسخ (قبل ثبوت اعساره) بأقراره او بینة تذکر اعساره الان ولا تكفی بینة ذکرت انه غاب معسرا² اه ملتقطاً واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۸: از ہوڑہ رام کشنوپور محلہ بانس تلاگھاٹ روڈ مرسلہ محمد حسن رضا خاں صاحب ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت پردہ نشین اپنے شوہر کی مطلقہ ہے، بعد عدت عقد ثانی کیا، بعد گزرنے ایک برس میے آئی اور ذاتی یا زوجی تکلیف کی وجہ سے شوہر ثانی کے یہاں جانا پسند نہیں کرتی ہے اور اس سے خلع چاہتی ہے اور شوہر اولیٰ کی موانست کو پسند کرتی ہے، شوہر ثانی باعث جہالت اور بہکانے دوسروں کے طلاق نہیں دیتا اور نہ کافی طور پر بی بی کا حق ادا کر سکتا ہے اور صورت اوقات بسری عورت کی ذاتی حیثیت کچھ بھی نہیں اور نہ میے میں فراغت، پردہ بھی فرض ہے اور کھانا کپڑا بھی واجب، پھر ایسے موقعہ میں کیوں اقتداء مسائل حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ چاروں امام جب کہ برحق ہیں اور اگر اقتداء امام شافعی کی کی جائے تو حقیقت اس مسئلہ کی کیا ہے، ایسی حالت میں پیروی دوسرے

¹ تعلیقات

² فتح المعین شرح قرۃ العین عامر الاسلام پورپرس ترونکاری کبیر ص ۲۲۴ تا ۲۲۷

امام کی نہ کرنے سے خوف غلبہ شیطان کا ہے نہ معلوم کس گناہ کبیرہ میں مرتکب ہو اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت اور مصلحت اقتداء لازم ہے۔

الجواب:

قرآن عظیم نے شوہر دار عورتوں کو حرام قطعی فرمایا سائل کے گول لفظ شرط مذہب شافعی کو پورا نہیں کرتے، عورتوں کو ہوائے نفس کا اتباع کرنا اور اسے کسی امام دین کے سر رکھنا دین نہیں نہ حنفی اس پر فتوے کا مجاز بلکہ اگر حنفی حاکم شرعی اس پر حکم دے گا قضا نافذ نہ ہوگی، در مختار میں ہے:

لا یفرق بینہما بعجزہ عنہا ولا بعدہ ایفائہ حقہا ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ ¹	حنفی مذہب میں نفقہ سے عاجز ہونے یا بیوی کا حق پورا نہ کرنے پر تفریق نہ ہوگی اگر کسی حنفی نے یہ تفریق کی تو نافذ نہ ہوگی۔ (ت)
--	--

چارہ کار حکومت کی طرف رجوع ہے کہ وہ اسے دو باتوں میں سے ایک پر مجبور کرے یا ادائے نفقہ یا طلاق، واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ در مختار باب النفقة مطبع مجتہدی دہلی ۲۶۹/۱



کتاب الایمان

مسئلہ ۱۹۹: ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۰۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ الحمد لله رب العالمین ○ والعاقبة للمتقين ○ والصلوة والسلام علی رسولہ محمد
والہ واصحابہ اجمعین ○

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مقدمہ میں کہ زید نے قسم مغضہ کھائی ساتھ اس معاہدہ کے کہ اگر میں بکر سے کسی وقت میں ہمکلام ہوں تو زوجہ میری کو طلاق ہے چنانچہ بعد اس عہد کے بکر نے وفات پائی اور زید قبر پر گیا اور احکام شرعیہ کو کام میں لانا یعنی سلام علیکم کہہ کر فاتحہ قبر پر زید نے پڑھی تو اس صورت میں زوجہ زید پر طلاق عائد ہوئی یا نہیں؟ فقط
الجواب:

الحمد الكثير للحي القدير، والصلوة والسلام على السبيح البصير وأله وصحبه إلى يوم المصير۔	کثیر ترین حمدیں زندہ قدرت والے کے لئے ہیں، صلوة و سلام کامل سمع و بصر والے پر اور ان کی آل واصحاب پر تا یوم القیامة۔ (ت)
---	--

صورت مستفسرہ میں زن زید پر طلاق نہ ہوئی، جامع صغیر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے:

محمد عن يعقوب عن ابى حنيفة رضى الله تعالى عنهم رجل قال	امام محمد نے امام ابو یوسف سے اور انہوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا کہ ایک شخص نے دوسرے
---	---

<p>کو کہا اگر میں تجھے ماروں تو میرا غلام آزاد ہے، دوسرے کے فوت ہونے کے بعد اس نے اسے مارا (تو قسم نہ ٹوٹے گی) یوں ہی لباس، کلام یا دخولِ دار کی قسم کھائی ہو تو وہ بھی فوت ہونے کے بعد کارروائی پر نہ ٹوٹے گی کہ ان قسموں کا تعلق زندہ سے ہوتا ہے اھ (ت)</p>	<p>لَاخِرَ انْ ضَرَبْتَكْ فَعَبْدِي حَرَمَاتُ فِضْرَبِهْ قَالَ فَهَوِ عَلَى الْحَيَاةِ، وَكَذَلِكَ الْكَسُوَّةُ وَالْكَلامُ وَالْدُخُولُ¹ اَنْتَهَى۔</p>
---	---

وجہ اس کی یہ ہے کہ بنائے یقین عرف پر ہے اور عرف میں اس سے کلام بعد الموت مقصود و مفہوم نہیں ہوتا، نہ بعد موت کلام و سلام کو یہ کہتے ہیں کہ زائر میت سے باتیں کر رہا ہے اگرچہ حقیقہً و شرعاً کلام و سلام ہے جیسے قسم کھانے والا کہ گوشت نہ کھائے گا مچھلی کھانے سے حاشا نہ ہوگا اگرچہ حقیقہً و شرعاً گوشت اس پر بھی صادق،

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم دریا سے تازہ گوشت کھاؤ۔ (ت)</p>	<p>قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِيَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا²۔</p>
--	---

ولہذا اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کرے گا اور قرآن پڑھا، تسبیح و تہلیل کی، حاشا نہ ہوگا، حالانکہ حقیقہً و شرعاً یہ بھی کلام ہے

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسی کی طرف طیب کلمات اٹھتے ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: دو کلمے زبان پر خفیف، ترازوں میں بھاری، اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم، اس کو بخاری نے روایت کیا (ت)</p>	<p>قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِلَيَّ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ³ وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ⁴۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔</p>
---	--

یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں اگر قسم کھائی زید سے کلام نہ کروں گا اور زید نماز جماعت میں اس کے برابر کھڑا تھا سلام پھیرتے وقت اس کی طرف منہ کر کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا حاشا نہ ہو اگرچہ اس سلام میں نیت حاضرین کا قطعاً حکم ہے اسی طرح اگر جس کی نسبت قسم کھائی تھی وہ امام ہو اور نماز میں بھولا اس نے بتایا قرأت میں لقمہ دیا حاشا نہ ہوگا حالانکہ یہ قطعاً اس سے خطاب ہے اور خاص بقصد خطاب صادر،

<p>ہندیہ میں ہے کسی نے قسم کھائی کہ کلام نہ کروں گا، اور</p>	<p>فِي الْهِنْدِيَّةِ لَوْ حَلَفَ لَا يَتَكَلَّمُ وَلَا نِيَّةَ</p>
--	---

¹ جامع الصغیر باب البینین فی القتل والضرب مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۷۴

² القرآن الکریم ۱۱۶/۱۳

³ القرآن الکریم ۳۵/۱۰

⁴ صحیح بخاری کتاب الرد علی الجہیمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱۲۹/۲

<p>خاص نیت نہ کی، تو نماز پڑھنے میں قرأت کرنے، تسبیح و تہلیل کرنے پر قسم نہ ٹوٹے گی۔ اور ابو لیلیث فقیہ نے فرمایا اگر کسی نے فارسی زبان میں قسم کھائی کہ بات نہ کروں گا، تو خارج از نماز قرأت کرنے اور تسبیح پڑھنے پر بھی قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ اس عمل والے کو عرف میں قاری اور تسبیح پڑھنے والا کہا جاتا ہے کلام کرنے والا نہیں کہا جاتا، اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ کافی میں ہے اھ</p> <p>ملخصاً (ت)</p>	<p>له فصلی وقرأ فیہا اوسبح او هلل لم یحنت وقال الفقیہ ابواللیث ان عقد یمینہ بالفارسیۃ لایحنت بالقراءۃ والتسبیح خارج الصلوٰۃ ایضاً للعرف فانه یسی قارئاً ومسبحاً لامتکلباً وعلیہ الفتویٰ کذا فی الکافی اھ^۱ ملخصاً۔</p>
---	--

اسی میں ہے:

<p>اگر قسم کھائی کہ وہ فلاں سے بات نہ کرے گا، تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہوئے وہ بھول جائے تو قسم کھانے والے نے اسے سبحان اللہ کہہ کر لقمہ دیا تو حائث نہ ہوگا، یعنی قسم نہ ٹوٹے گی جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)</p>	<p>اذا حلف لایکلم فلانا فاقتدی الحالف بالمحلف علیہ فسها المحلوف علیہ فسبح له الحالف لم یحنت کذا فی محیط^۲۔</p>
--	--

اسی میں ہے:

<p>یونہی جب نماز سے سلام پھیرے اور وہ فلاں اس کے پہلو میں ہو، جیسے کہ عثمانیہ میں ہے۔ (ت)</p>	<p>کذا اذا سلم عن الصلوٰۃ وفلان عن جنبہ کذا فی العتابیۃ^۳۔</p>
---	--

اسی میں ہے:

<p>جس کے متعلق قسم کھائی اگر وہ امام ہو اور قسم کھانے والا مقتدی ہو تو امام کو لقمہ دینے پر وہ حائث نہ ہوگا، الخ (ت)</p>	<p>لوکان المحلوف علیہ اماماً والحالف مقتدی ابہ ففتح علی الامام لایحنت^۴ الخ۔</p>
--	--

اسی طرح صدہا مسائل میں جن کا ماخذ وہی عرف پر احکام ایمان کی بنا ہے، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۰: از او جین مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۱۷ شوال ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے قسمیہ کہا کہ یہ کام کر، اور اس نے

^۱ الفتاویٰ الہندیۃ الباب السادس فی الیمین علی الکلام نورانی کتب خانہ پشاور ۹۷/۲

^۲ الفتاویٰ الہندیۃ الباب السادس فی الیمین علی الکلام نورانی کتب خانہ پشاور ۹۷/۲

^۳ الفتاویٰ الہندیۃ الباب السادس فی الیمین علی الکلام نورانی کتب خانہ پشاور ۹۷/۲

^۴ الفتاویٰ الہندیۃ الباب السادس فی الیمین علی الکلام نورانی کتب خانہ پشاور ۹۷/۲

نہ کیا توبہ سبب انکار اس کام کے عمر پر قسم عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

کسی کے قسم دلانے سے نہ اس پر قسم عائد ہو نہ اس کام کا کرنا واجب، حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تقسم¹ قسم نہ دو۔ معلوم ہوا کہ دلانے سے ماننا واجب نہیں ہوتا، ہاں اگر حرج نہ ہو تو مان لینا مستحب ہے کیا نص علیہ الفقہاء الکرام (جیسا کہ اس پر فقہاء کرام نے تصریح فرمائی۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۱: قرآن مجید کی قسم کھانے سے قسم ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور اس کا کفارہ کیا ہے؟ اور اگر کسی گناہ کرنے پر قسم کھائی ہو تو اسے توڑے یا کیا کرے؟ اور جو شخص دوسرے کو دھوکا دینے کے لئے قسم کھائے اس کے پورے کرنے کا دل میں ارادہ نہ ہو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

قرآن مجید کی قسم شرعاً قسم ہے،

در مختار میں ہے کہ کمال نے فرمایا کہ مخفی نہ رہے کہ آجکل قرآن پاک کی قسم متعارف ہو چکی ہے لہذا یہ قسم قرار پائیگی اھ (ت)	فی الدر المختار قال الکمال لایخفی ان الحلف بالقرآن الان متعارف فیکون بیینا انتھی ² ۔
--	---

اسی میں ہے:

قسموں کی بناء عرف پر ہے، تو عرف میں جس چیز کی قسم متعارف ہو جائے وہ قسم قرار پائے گی، اور جو متعارف نہ ہو قسم نہ ہوگی اھ (ت)	الایمان مبنیة علی العرف فباتعرف الحلف به فی بین وما لافلا انتھی ³ ۔
--	--

اور قسم اگر امر مستقبل پر ہے جس کا کرنا اس کے قبضہ اقتدار میں ہے تو اس کے جھوٹا کرنے میں گناہ ہے اور کفارہ اس کا رافع، بشرطیکہ وہ کسی معصیت پر نہ ہو مثلاً شراب پینے کا یا نماز نہ پڑھے گا کہ اس کا تو جھوٹا کرنا پھر کفارہ دینا واجب ہے

در مختار میں ہے: بیین منعقدہ اور وہ ہوتی ہے کہ آئندہ ممکنہ چیز کے متعلق حلف دیا جائے، اس میں حائث	فی الدر المختار ومنعقدہ وہی حلفہ علی مستقبل ات یمکنہ وفیہ الکفارة
---	---

¹ مسند احمد بن حنبل مروی از عبد اللہ بن عباس دار الفکر بیروت ۲۱۹/۱

² الدر المختار کتاب الایمان مطبع مجتہبی دہلی ۲۹۱/۱

³ الدر المختار کتاب الایمان مطبع مجتہبی دہلی ۲۹۱/۱

<p>ہونے پر کفارہ ہوتا ہے اور وہ کفارہ قسم کے گناہ کو ختم کر دیتا ہے اگرچہ اس کے ساتھ توبہ بھی نہ کرے، سراجیہ اہ ملخصاً۔ اس میں یہ بھی ہے اگر کسی نے گناہ پر قسم کھائی مثلاً کہا میں والدین سے بات نہ کروں گا یا فلاں کو قتل کروں گا، تو اس پر لازم ہے کہ وہ حنث کرے (یعنی قسم توڑ دے) اور کفارہ دے دے کیونکہ یہ کفارہ اس گناہ کے مقابلہ میں کم تر ہے۔ (ت)</p>	<p>ان حنث وہی ای الكفارة ترفع الاثم وان لم توجد منه التوبة معها ای مع الكفارة. سراجیہ^۱ اہ ملخصاً۔ وفیه ایضاً من حلف علی معصیة كعدم الكلام مع ابویہ او قتل فلان وجب الحنث والتكفير لانه اهون الامرین^۲۔</p>
---	---

اور کفارہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو متوسط کھانا یا کپڑا دینا جو تین مہینہ سے زیادہ چلے اور سب بدن ڈھک لے، اور جو کچھ نہ ہو سکے تو متواتر تین روزے رکھنا ہے،

<p>در مختار میں ہے کہ اس کا کفارہ یہ ہے کہ گردن آزاد کرے، یا دس مسکینوں کو کھانا دے جیسا کہ ظہار میں ہوتا ہے، یا دس مسکینوں کو درمیانہ لباس دے جو عام بدن کو ڈھانپ لے اور کم از کم تین ماہ تک وہ لباس کام دے۔ اور اگر ان امور کی ادائیگی سے عاجز ہو تو مسلسل تین دن روزے رکھے اہ ملخصاً (ت)</p>	<p>فی الدر المختار وكفارتہ تحریر رقبة او اطعام عشرة مساكین كما فی الظهار او كسوتهم بما یصلح للاوساط وینفع به فوق ثلثة اشهر ویستر عامة البدن فان عجز عنها کلها وقت الاداء صام ثلثة ایام ولاء^۳ اہ ملخصاً۔</p>
---	--

اور اپنی بریت کو مغالطہ مسلمین کے لئے قصداً جھوٹی قسم کھانا کہ زبان سے قسم کھانا اور دل میں اس کے خلاف پر عزم رکھتا ہو ہر گز جائز نہیں، اور احترام نام پاک الہی سے بالکل خلاف ہے، حق سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن عظیم میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی جو قسموں کو اپنی سپر بناتے ہیں، کفارہ اس لئے مقرر ہوا ہے کہ اگر احياناً حنث واقع ہو یہ اس کا مصلح ہو سکے نہ کہ یہ کفارہ پر تکیہ کر کے قصداً جھوٹی قسم کھائے اسے اپنی بریت کی ڈھال بنائے، واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۰۲: ۲۷ رمضان ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے قسم کھائی کہ میں آج ظہر جماعت کے ساتھ ادا کروں گا

^۱ الدر المختار کتاب الایمان مطبع مجتہبی دہلی، ۱۱/۲۹۰

^۲ الدر المختار کتاب الایمان مطبع مجتہبی دہلی، ۱۱/۲۹۳

^۳ الدر المختار کتاب الایمان مطبع مجتہبی دہلی، ۱۱/۹۳-۲۹۲

اور مسجد کو گیا مگر امام دو رکعت پڑھ چکا تھا دو رکعت سے امام کے ساتھ اس صورت میں زید کی قسم پوری ہوئی یا نہیں؟ بینوا
توجروا۔

الجواب:

زید کی قسم پوری نہ ہوئی کہ دو رکعت بلکہ تین رکعت پانے والا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والا نہیں، درمختار میں ہے:

<p>جماعت میں تین رکعتیں پانے والا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والا نہ قرار پائے گا، اظہر قول کے مطابق اور امام سرخسی نے فرمایا: اکثر کا حکم کل والا ہوتا ہے، لیکن اس کو بحر میں ضعیف قرار دیا ہے۔ (ت)</p>	<p>وكان مدارك الثلث لا يكون مصلية بجماعة على الاظهر وقال السرخسي للاكثر حكم الكل وضعفه في البحر¹۔</p>
--	--

ہاں ثواب جماعت کا تعدہ میں شامل ہونے پر بھی پائے گا وہ جدا بات ہے بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ جو گھر سے بارادہ جماعت چلے اور جماعت ہو چکی اس نے ثواب پالیا فقد وقع اجرہ علی اللہ (ہاں اجر و ثواب اللہ تعالیٰ سے پائے گا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۳: مسؤلہ شیخ عاشق علی خادم مسجد نبی صاحبہ شہر بریلی
۴ جمادی الاول ۱۳۱۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے غصہ میں قسم کھالی کہ میں بریلی ہی میں نہ رہوں گا، پھر غصہ دور ہو جانے کے بعد وہ پچھتایا، تو کوئی تدبیر ایسی ہے کہ بریلی میں رہے اور حانث نہ ہو یا سوا کفارہ ادا کرنے کے کوئی صورت نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

بریلی سے ترک سکونت کر کے نکل جانے کے لئے جس سامان و تدبیر ضروری کی اسے حاجت و اقعہ تھی اگر اس کلمہ کے زبان سے نکلے ہی اس نے شروع نہ کر دی یا اس میں معمولی واقعی کوشش نہ کی یا سامان مہیا ہو جانے پر پھر نکلنے میں ڈھیل کی تو حانث ہو گیا اور کفارہ لازم، اب چاہے نکلے یا نہ نکلے کفارہ دینا ہوگا اور نکلنا کچھ ضرور نہ رہا، اور اگر اسی وقت سے سچے طور پر تدبیر میں مشغول ہے اور اس میں ایسی سستی نہ کی جسے عرف میں ایسے کام میں سستی گنیں تو جب تک سامان مہیا کرنے میں رہے گا حانث نہ ہوگا اگرچہ کچھ دن گزر جائیں، ہاں سامان درست ہوتے ہی نکل جانا ہوگا، ایسی کوئی صورت نہیں کہ باختیار خود بریلی میں رہے

¹ الدر المختار باب ادراك الفريضة مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۰/۱

اور کفارہ دینا نہ پڑے، البتہ اگر یہ تہیہ میں مشغول تھا کہ کسی نے قید کر لیا اور نکلنے نہ دیا تو جب تک یہ مجبوری رہے گی حاشا نہ ہوگا اگرچہ عمر گزر جائے، یوں ہی اگر بریلی کے سوا کہیں اس کے رہنے کا ٹھکانا نہیں نہ اپنے ذاتی مال یا حرفت یا تجارت کے ذریعہ سے دوسری جگہ بسر ممکن ہے تو بھی مجبور سمجھا جائے گا جب تک حالت ایسی باقی رہے،

تنویر الابصار اور درمختار میں ہے کہ لباس اور سواری اور سکنی پر مداومت کرنا یعنی قسم کے بعد اس کو جاری رکھنا ابتداءً عمل کی طرح ہے، لہذا قسم کے بعد ایک گھڑی بھی باقی رکھنے پر قسم ٹوٹ جائے گی، ردالمحتار میں ہے: یعنی اگر قسم کھائی کہ میں اس جانور پر سواری نہ کروں گا جبکہ اس پر سوار تھا یا یہ کپڑا نہ پہنوں گا جبکہ وہ پہنے ہوئے تھا، یا اس گھر میں رہائش نہ کروں گا جبکہ اس میں رہائش پذیر تھا، تو قسم کے بعد ایک گھڑی بھی اس حال پر باقی رہا تو قسم ٹوٹ جائے گی، اور اگر فوراً سواری سے اتر گیا یا کپڑا اتار دیا، یا مکان سے منتقل ہونا شروع ہو گیا تو حاشا نہ ہوگا۔ (ت)

فی تنویر الابصار والدرالمختار دوام الركوب و اللبس والسكنی كالانشاء فیحنث بیکثه ساعة افررد المحتار یعنی لو حلف لایرکب هذه الدابة وهو راكبها اولایلبس هذا الثوب وهو لایلبسه اولایسکن هذه الدار وهو ساکنها فیکث ساعة حنث فلو نزل او نزع الثوب او اخذ فی النقلة من ساعته لایحنث²۔

اسی میں ہے:

فتح میں فرمایا کہ پھر اگر کچھ دیر کردی جبکہ اس کو فوراً منتقل ہونا ممکن تھا تو حاشا نہ ہو جائے گا، ورنہ اگر فوراً ممکن نہ تھا کہ وہاں چوری کا ڈر تھا، یا اختیار والے حاکم کی طرف سے رکاوٹ تھی، یا منتقل ہونے کو دوسرا مکان نہ تھا، یا دوسرے مکان کو تالا پڑا ہوا تھا جس کو کھولنے پر قادر نہ ہو تو حاشا نہ ہوگا، کیونکہ فوراً منتقل ہونے میں یہ وقت بھی شمار ہوگا، اور عذر کی وجہ سے اس وقفہ کو کالعدم قرار دیا جائے گا، اور اگر وہاں

قال فی الفتح ثم انما یحنث بتاخیر ساعة اذا امکنه النقل فیها والابان کان لعذر خوف اللص او منع ذی سلطان او عدم موضع ینتقل الیه او اغلق علیه الباب فلم یستطع فتحه لایحنث ویلحق ذلک الوقت بالعدم للعذر اه ولو قدر علی الخروج بهدم بعض الحائط ولم یهدم لم یحنث لان المعتبر القدرة علی الخروج

¹ الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الایمان مطبع مجتہدی دہلی ۱/۲۹۷

² ردالمحتار کتاب الایمان دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۷۶

من الوجه المعهود عند الناس كذافي الظهيرية بحر ¹ اہم لمتقطہ۔	سے دیوار توڑ کر فوراً نکلنے پر قدرت ہو تو بھی قسم نہ ٹوٹے گی، کیونکہ نکلنے کے لئے معروف طریقے پر نکلنا معتبر ہے، جیسا کہ ظہیر یہ میں ہے، بحر، اہم لمتقطا (ت)
---	--

اسی میں زیر قول در مختار لو یسکنہ الخروج او اشتغل بطلب داراخری او دابة وان بقى ایامالم یحسث (اگر نکلنا ممکن ہو یا وہ دوسرا مکان تلاش کرنے یا منتقل ہونے کے لئے سواری کی تلاش میں مصروف ہو گیا اور کئی روز اس تلاش میں گزر گئے تو بھی حاشا نہ ہوگا۔ ت) فرمایا:

هو الصحيح لان طلب المنزل من عمل النقلة فصار مدة الطلب مستثنى اذالم يفرط في الطلب فتح اھوالله تعالی اعلم۔ ²	یہی صحیح ہے، کیونکہ دوسرا مکان تلاش کرنا یہ منتقل ہونے کا عمل ہے لہذا تلاش کی مدت شمار نہ ہوگی بشرطیکہ تلاش کرنے میں کوتاہی نہ کرے، فتح، اھ۔ واللہ سبحدہ وتعالی اعلم۔ (ت)
---	--

مسئلہ ۲۰۴: از سینٹا پور تا مسن گنچ دولت کدہ حضرت سید صادق میاں صاحب مرسلہ سید ارتضاحسین صاحب ۲۳ جمادی الاول ۱۳۱۶ھ
زید نے قسم کھائی کہ میں مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ آدھی میں شریک ہوں گا، اور وہ وضو کر رہا تھا، اب وہ تیسری رکعت
میں شریک ہوا، آیا وہ حاشا ہوگا یا نہیں؟ اور آیا اس کو آدھی نماز ملی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔
الجواب:

حاشا ہوگا، ظاہر ہے کہ ایک رکعت تین کی تہائی ہے نہ کہ آدھی۔ قسم پوری اس وقت ہوتی کہ دو رکوع پاتا کہ دو تہائی اگرچہ
نصف سے زائد ہے مگر زیادت مانع بر نہیں،

وبهذا الوجه كان البر متصورا فأنعقدت اليبين وان لم يكن للصلوة الثلاثة نصف معتبر في الشرع نعم ان حلف ليدير كن نصفها لا اقل ولا يزيد فالظاهر	تو اس طرح قسم کو پورا کرنا متصور ہو سکتا ہے لہذا قسم قرار پائے گی اگرچہ شرعاً تین رکعت والی نماز کا نصف نہیں ہوتا، ہاں اگر قسم میں یوں کہا ہو میں اس نماز کا نصف پاؤں گا نہ اس سے کم نہ زیادہ، تو پھر ظاہر یہ ہے کہ بالکل
---	--

¹ رد المحتار کتاب الایمان دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۷۸-۷۷

² رد المحتار کتاب الایمان دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۷۸

<p>حادث نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں قسم کا پورا ہونا ممکن نہیں، یہی ظاہر ہو رہا ہے کیونکہ قسم منعقد ہونے کے لئے، اس کا پورا ہونا متصور ہو، یہ شرط ہے، جیسا کہ فقہاء نے کوزے کے مسئلہ میں تصریح فرمائی ہے۔ یہ ہے جو مجھے ظاہر معلوم ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>انه لا يحنث اصلاً لعدم تصور البر فيما يظهر وهو شرط الانعقاد كما قد صرح حواہ في مسألة الكوز وغيره هذا ما ظهر لي۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

مسئلہ ۲۰۵: از بنگالہ زین العابدین سرانگج۔

<p>اگر کوئی شخص دوسرے کو خدا اور رسول کی قسم دیتے ہوئے یوں کہے اگر تو نے یہ کام کیا تو تجھے اللہ ورسول کی قسم ہے، تو وہ دوسرا شخص اس قسم کی پروا نہ کرتے ہوئے جس کام سے منع کیا تھا اس کو کرنے پر بضد رہے تو اس شخص پر شرعاً کیا حکم ہوگا اور اس پر کیا تعزیر ہوگی۔ بینواتوجروا۔ (ت)</p>	<p>کسے شخص برابر شرعی سوگند خدا اور رسول دادا است کہ اگر چہ نہیں کار خواہی کرد بر تو سوگند خدا اور رسول است آنکس سوگند خدا اور رسول در حسابے نیاورده ہر کارے از و منع کرده بود از راه سرکشی آن کار کرد شرعاً بر آنکس چہ حکم صادر آید و تعزیرش در پیش آید۔ بینواتوجروا۔</p>
--	--

الجواب:

<p>دوسرے کو قسم دینے سے دوسرے کو اس وقت تک قسم لازم نہ ہوگی جب تک وہ خود قسم نہ اٹھائے لہذا مذکورہ صورت میں دوسرے شخص پر قسم لازم نہ ہوئی اس لئے اگر وہ قبول نہ کرے تو اس پر الزام نہ ہوگا، اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خواب کی تعبیر بیان کی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا کہ یہ تعبیر کچھ درست ہے اور کچھ غلط ہے، یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تالیف قلبی کے طور پر فرمائی کہ خطا کو ظاہر نہ فرمایا۔ اس پر حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قسم دی کہ</p>	<p>سوگند بدادن کسے بر دیگرے لازم نمی شود بے آنکہ دیگر سوگند بر خود گیرد پذیرد پس در قبول نکردنش بر آن الزام نیست ففی الحدیث ان الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبر رؤیاً فاخبرہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه اصاب بعضاً و اخطأ بعضاً تالیفاً للصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان نجرہ و اقسام علیہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تقسم¹۔</p>
--	---

¹ مسند احمد بن حنبل مرویات ابن عباس دار الفکر بیروت

<p>آپ بتائیں (کیا خطا اور کیا درست) تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم نہ دو، تو اس حدیث میں واضح دلیل ہے ہمارے بیان پر، اور علمائے کرام نے بھی یونہی مسئلہ ذکر کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>ففيه دليل واضح على ما قلنا وقد نص على المسألة العلماء۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

مسئلہ ۲۰۶: از کرلی ضلع بریلی مرسلہ مولوی انعام الحق صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار شریکوں نے باغ کی فصل خرید کی اور حصے بخرے پر جھگڑا پیدا ہوا، ایک شخص نے منجملہ ان شریکوں کے قسم کھائی اگر اس باغ میں رہوں تو اپنی ماں اور بیٹی سے زنا کروں، اور اپنے مکان کو چلا گیا، آخر کار دو آدمی اس کو جبراً اسی باغ میں لائے اور رات کو بھی رکھا اور قسم کے خلاف عمل میں آیا لیکن جبراً عمل میں آیا ہے، اور صبح کو اپنا فیصلہ کر کے مکان کو چلا گیا اور شخصوں نے اس کو اپنی برادری سے خارج کیا ہے تو اب اس پر جو قسم خوردہ ہے کیا تعزیر ہونا چاہئے؟ یا نہیں ہونا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

وہ ناپاک و بیہودہ قسم محض مہمل ہے، لوگ بعد قسم اسے باغ میں لائے اور شب کو رکھا اس سے اس قسم کھانے والے پر کوئی تعزیر نہ آئی نہ وہ اس بناء پر برادری سے خارج کئے جانے کے قابل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۶ تا ۲۰۷: ۳ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گروہ نے آپس میں فریاداً اہلف اٹھایا ہے نماز کی پابندی پر اور ان قواعد کی پابندی پر جو ہر شنتہ تحریر ہذا پیش ہیں، اب وہ گروہ والے یہ چاہتے ہیں کہ ان قواعد میں جو قاعدہ جرمانے کا ہے وہ منسوخ ہو جائے اور حلف دروغی کے بھی مرتکب نہ ہوں اور قواعد نماز کی ترمیم بھی ہو سکے تو وہ صورت کون سی ہو سکتی ہے جس سے حلف دروغی عائد نہ ہو اور جرمانہ نماز بند ہو جائے اور قواعد نماز ترمیم ہو جائے

سوال ۲: نماز کی قضا یا اس کی قضا ادا کرنے پر بطور تنبیہ اگر کوئی جرمانہ مقرر کر دیا جائے تو وہ خلاف شرع تو نہیں ہے؟

سوال ۳: اگر جرمانہ نماز خلاف شرع شریف ہو اور اس پر حلف سہواً اٹھالیا گیا تو وہ حلف جائز طور سے ہو یا ناجائز، اور اس کے توڑنے سے گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

قواعد متعلق پابندی نماز

(۱) اگر کوئی ممبر کسی وقت کی نماز کی قضا بھی ادا نہ کرے گا اس کو یکم نومبر ۱۹۰۴ء سے فی وقت کے

عوض ایک پائی بطور جرمانہ کے انجمن کے اس عہدہ دار یا ممبر کے پاس داخل کرنا ہوگا جس کے سپرد انجمن اس خدمت کو کرے گی۔

(۲) ہر ممبر اور عہدہ دار پر لازم ہوگا کہ ایسی نماز کی اطلاع کہ جس کی قضاء بھی اس سے ادا نہ ہوئی ہو بلا در یافت کے ہفتہ وار انجمن کو کر دے۔

(۳) آمدنی جرمانہ کار جسٹر جدا ہوگا۔

(۴) یہ آمدنی کسی کار خیر میں صرف ہوگی۔

(۵) جرمانہ قضا نماز کی ادائیگی بحالت موجودگی بریلی ہفتہ وار ہوا کرے گی۔

(۶) اگر ممبر یا عہدہ دار ایسا جرمانہ قضا وقت معینہ پر ادا نہ کرے گا اور انجمن کی رائے میں اس کا یہ ارادہ مفسدانہ پایا جائے گا تو اس ممبر کا نام باجائزت کورم جلسہ معمولی انجمن کیا جائے گا (تعداد ممبران کی ایک حد کا نام کورم ہے)

(۷) اگر کوئی قضا حلف دروغی کا مرتکب ہوگا وہ انجمن سے خارج کیا جائے گا۔

(۸) کوئی مسلمان ممبر بلا حلف اٹھائے اس انجمن کا ممبر نہ بنایا جائے گا۔

عبارت حلف

(۱) میں حلف کرتا ہوں کہ پانچ وقت کی نماز کی ادائیگی میں کوشش کروں گا۔

(۲) اور اگر سہو یا اتفاقاً یا عمداً قضا ہو جائے گی تو اس کو دوسرے وقت ادا کروں گا۔

(۳) اگر قضا بھی ادا نہ کر سکوں گا تو یکم نومبر ۱۹۰۴ء سے جو قواعد متعلق پابندی نماز انجمن ہذا سے تیار ہوئے ہیں ان کی پابندی بدل و جان کروں گا۔ واضح رہے کہ حلف اٹھانے سے قبل اور بعد بھی یہ بات سمجھادی گئی تھی کہ حلف بالائی سطر اول اور دوم کا اثر تم لوگوں پر تمام عمر رہے گا اور سطر سوم و چہارم کا اثر فقط اسی زمانے تک رہے گا جب تک کہ تم اس انجمن کے ممبر ہو۔

بینوا تو جروا۔

الجواب:

جرمانہ کے ساتھ تعزیر کہ مجرم کا کچھ مال خطا کے عوض لے لیا جائے منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں کیا حقیقہ الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ والسؤالۃ فی الدر المختار وغیرہ وقد بینا علی ہامش رد المحتار (جیسا کہ اس کی تحقیق امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی، اور یہ مسئلہ در مختار وغیرہ میں ہے) اور ہم نے اس کو رد المحتار کے حاشیہ میں بیان کیا ہے۔ ت) اور ناجائز بات پر عمل کرنا جس حلف سے لازم آتا ہو اس کو توڑنا واجب ہے کہا ارشد الیہ الحدیث

وفصلہ فی الہندیۃ (جیسا کہ اس کے لئے حدیث میں ارشاد ہے اور اسکی تفصیل ہندیہ میں ہے۔ ت) مگر صورت مذکورہ میں وہ جرمانہ انجمن والوں نے اپنے لئے لینا نہ قرار دیا بلکہ کسی کارخیر میں اس کا صرف کرنا بتایا ہے اور اس کے لینے میں انجمن کی طرف سے کوئی جبر واکراہ نہیں، صرف اتنا قاعدہ قرار دیا ہے کہ جو جرمانہ نہ دے انجمن سے خارج کیا جائے تو انجمن میں داخل رہنے کے لئے جو شخص یہ رقم ادا کرے گا بجز و تعدی نہ ہوگا بلکہ اس کی اپنی رضا سے ہوگا کہ انجمن سے خارج ہونے میں اس کا کوئی ضرر نہ تھا اس نے باختیار خود یہ پسند کیا کہ یہ رقم اس سے لے کر کارخیر میں صرف ہو، لہذا یہ قانون جرمانہ ناجائزہ کی حد تک نہیں پہنچتا۔ رہا حلف وہ اگر عبارت حلف بے کم وکاست اسی قدر ہے اور اس سے قبل یا بعد زبانی کوئی لفظ ایسا نہ کہلوا یا گیا کہ حلف کو ان چاروں سطروں سے شرعاً متعلق کر دے تو حلف صرف دو سطر سابق سے متعلق ہو کہ بعد کی دو سطریں حرف عطف سے خالی ہیں،

اور یہ جملہ مستقلہ ہے اس کا پہلے عطف کے بغیر تعلق نہیں ہو سکتا، لہذا یہ قسم سے خارج ہے کیونکہ اجنبی جملہ کے فاصلہ سے قسم کا عمل ختم ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص یوں کہے اللہ اور رسول کی قسم میں یہ کام ضرور کروں گا، تو قسم نہ ہوگی کیونکہ اللہ کی قسم ہوتی ہے، تو درمیان میں رسول کا لفظ فاصل بن گیا، کیونکہ رسول کی قسم نہیں ہوتی، جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہ میں بیان ہے، تو یہ یوں ہوا جیسے کوئی کہے خدا کی قسم میں ضرور نوش کروں گا ضرور کھڑا ہوں گا، تو یہ نوش کرنے کی قسم ہوگی کھڑے ہونے کی قسم نہ ہوگی، اس کے برخلاف اگر حرف عطف کے بعد، میں ضرور کھڑا ہوں گا، کہے، تو کھڑے ہونے کی بھی قسم ہوگی۔ یہ مجھے ظاہر ہوا اور مجھے امید ہے کہ یہ درست ہوگا۔ (ت)

والجملۃ المستقلۃ لاتتعلق بالسابقۃ الابعاطف
فبقیۃ خارجۃ عن الحلف لما علم ان فصل الاجنبی
یبطال عمل الحلف حتی لو قال واللہ والرسول لافعلن
کذا لم یکن یبینا لان قوله والرسول لیس یبینا
فکان فاصلا کما فی العلمگیریۃ وغیرہا فکان کقول
القائل واللہ لاشربن لاقومن لم یدخل تحت
الحلف الا لشرب دون القیام بخلاف قوله ولاقومن
هذا ما ظہری وار جوان یكونا صوابا۔

اس تقدیر پر پابندی جرمانہ و دیگر قواعد انجمن زیر حلف داخل ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵ شوال ۱۳۲۹ھ

مسئلہ ۲۱۰: از دولت پور ضلع بلند شہر مرسلہ بشیر محمد خان صاحب

اگر چند بار کسی شخص نے حلف شرعی کسی امر کے واسطے کیا ہو اور پھر اس کے خلاف کرے اور اس امر کا فیصلہ کہ جس کے بابت اس نے حلف شرعی کئی مرتبہ کیا ہے تو وہ اس کا فیصلہ قابل مان لینے کے

ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

اگر خلاف کرنے میں شرعاً خیر دیکھے تو خلاف کرے اور کفارہ دے ورنہ بلاوجہ شرعی قسم توڑنا حرام ہے۔

قال الله تعالى وَاحْفَظُوا آيَاتِي ¹ ۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی قسموں کو پورا کرو۔ (ت)
---	--

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من حلف على يمين فرأى غيرها خيرا منها فليأت الذي هو خيرا وليكفر عن يمينه ² ۔ رواه احمد ومسلم والترمذی عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	جس نے کسی چیز کا حلف دیا اور اس کے خلاف سے بہتر محسوس کرے تو بہتر کو بجلائے اور قسم کا کفارہ دے۔ اس کو احمد، مسلم اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)
---	--

یہی حال فیصلہ کا ہے اگر حلف کیا تھا کہ یوں فیصلہ کرے گا پھر حکم شرع اس کے خلاف پایا تو اس پر فرض ہے کہ خلاف ہی کرے اور کفارہ دے، اور اگر حکم شرع وہی تھا جس پر حلف کیا پھر اس کا خلاف کیا تو قسم توڑنے کا بھی گناہ ہو اور ظلم و ناحق فیصلہ کا گناہ سخت تر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۱: از سر ونج مسؤلہ عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ

ایک امیر نے اپنے ملازم کو خدمت کے صلہ میں زمین دی پھر کسی بات پر ملازم سے خفا ہو کر حالت غصہ میں قسم کھائی کہ میں تیری زمین ضبط کروں گا، اور یہ بھی حلف لیا کہ میں تیرے گھر کا کھانا بھی نہ کھاؤں گا۔ اب وہ امیر اگر حلف شکنی کرے تو کیا کفارہ لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب:

قسم کا کفارہ لازم ہوگا کہ دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو جوڑے دے یا دس مسکینوں کو فی مسکین ایک صاع جو یا نصف صاع گیہوں یا اس کی قیمت دے، صاع سو روپیہ کے سیر سے ایک روپیہ پھر اوپر ساڑھے تین سیر ہے، اور جس سے یہ نہ ہو سکے وہ تین روزے رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۲: از راپور گول بازار ممالک متوسط مرسلہ مولوی محمد سلیم خاں کتب فروش ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی دوسری والدہ کے روبرو

¹ القرآن الکریم ۸۹/۵

² صحیح مسلم کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۸

ہوش و حواس میں قسم کھائی کہ مجھ کو خدا کا دیدار اور حضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شفاعت نصیب نہ ہو جو میں اپنے والد کی کمائی کا روپیہ یا جائیداد موجودگی یا عدم موجودگی یا بعد وفات والد ماجد کے لوں جائیداد میں یا ان کی کمائی میں، اب وہ شخص کسی طرح سے اپنے باپ کی جائیداد یا کمائی کا روپیہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ امید کہ جواب امور مذکورہ بالا از روئے کتب حنفیہ عنایت فرمائیں۔ بینواتو جروا۔

الجواب:

وہ جو اس نے کہا شرعاً قسم نہیں بلکہ اپنے حق میں بددعا ہے، اس کے سبب مال پدر سے لے لینا ناجائز نہ ہو گیا، لے سکتا ہے، اور ایسے برے لفظ سے توبہ کرے۔ ردالمحتار میں ہے:

<p>اگر کسی نے یوں کہا مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو تو یہ بھی قسم نہ ہوگی، کیونکہ یہ اپنے لئے بددعا ہے اور اس کا وقوع لازم نہیں ہے اس لئے یہ وقوع اس کی دعا کے قبول ہونے پر موقوف ہے کیونکہ یہ غیر متعارف ہے، فتح۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>علیہ غضبہ لایکون یمیناً ایضاً لانہ دعاء علی نفسہ ولا یستلزم وقوع الدعوی بل ذلك متعلق باستجابۃ دعائہ لانہ غیر متعارف، فتح^۱، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۲۱۳: ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے متعلقوں سے ناراض ہو کر قسم کھائی اگر میں حج کو نہ چلا جاؤں تو خدا کرے میں کافر ہو جاؤں، اس پر لوگوں نے سمجھایا کہ ایسی قسم مت کھا، مگر زید نے مکرر سے کرر قسم کھا کر کہا اگر میں حج کو نہ چلا جاؤں کافر ہو جاؤں، لہذا بستی والوں نے مبلغ صحیح روپیہ چندہ کر کے دئے، چنانچہ زید وہ روپیہ لے کر اس بستی سے حج کے ارادہ سے ظاہر ارادہ ہو گیا مگر دس روز کے بعد پھر اپنی بستی میں واپس آ گیا اور کہا میں بمبئی سے لوٹ آیا ہوں حج کو نہیں جاؤں گا، ایک روز زید مسجد میں نماز پڑھنے کو گیا وہاں بکر نے دعا مانگی: یا اللہ پاک! تو ہر مسلمان کو حج نصیب کر۔ اس دعا کو سن کر زید نے بکر کو گالیاں دیں مجھ کو تو طعنہ دیتا ہے، درانحالیکہ زید اس وقت اندازاً مبلغ ڈھائی سو روپے کی چیزوں کا بذات خود مالک ہے یعنی بیل بھینس اور ہل نیشکر کا مالک ہے تو ایسی حالت میں اس چندہ کا کیا حکم ہے جو کہ وہ ہضم کر چکا ہے اور اس کو شرع کون سے لفظ سے نامزد کرتی ہے اور مسلمان لوگ کیا برتاؤ کریں، اگر زید اس فعل مذکور سے احاطہ اسلام سے خارج ہو گیا تو دائرہ اسلام میں کس ترکیب سے داخل ہو سکتا ہے اور کس طرح گناہ سے بری ہو سکتا ہے اور کوئی مسلمان اس حالت موجودہ میں اس سے ارتباط و میل جول رکھے تو ایسے مسلمان کے واسطے کیا حکم ہے اور منکوحہ اس کی

^۱ ردالمحتار کتاب الایمان دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۷/۳

اور اولاد اس کی کا کیا ہے کہ یہ سب زید کے ساتھ کیا سلوک کریں ورنہ اولاد اور منکوحہ اس کی کے ساتھ مسلمان کیا تعلق رکھیں۔
بینواتوجروا۔

الجواب:

زید نے جو الفاظ کہے قسم نہ تھی اسکے بعد حج کو نہ جانے کے سبب احاطہ اسلام سے خارج نہ ہو اور وہ یہ کہ چندہ والوں نے دیا وہ بہہ تھا کہ زید بعد قبضہ اس کا ٹکٹ لے کر گیا اگر واقعی زید کا اس وقت ارادہ حج کو جانے کا تھا اور بمبئی تک گیا اور کوئی عذر پیش آیا کہ نہ جا سکے مثلاً زید بہت ضعیف ہو اور محتاج معین ہو اور اسے کوئی ایسا نہ ملا کہ اس سفر میں اس کی اعانت کرے، بھجوری پلٹ آیا تو اس پر کچھ الزام نہیں چندہ کاروپیہ بہتر یہ ہے کہ واپس کر دے ورنہ شرعاً اس پر واپسی لازم نہیں، ہاں اگر وہ دھوکا دے کر جھوٹا ارادہ ظاہر کرتا اور اس ذریعہ سے لوگوں سے روپیہ لے کر چلتا ہو ضرور شخص مجرم تھا مگر صورت سوال سے اس کا ہرگز یہ ارادہ نہیں ہے، نہ کسی پر بدگمانی جائز بلاوجہ قطعی اور بلا ثبوت شرعی دھوکا دینے اور جھوٹا ارادہ روپیہ ہضم کر لینے عہہ کر لیں گے وہ سخت مجرم ہوں گے اس پر توبہ فرض ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

عہہ: مسودہ میں بیاض ہے۔

عہہ: مسودہ میں بیاض ہے۔



رسالہ

الجوهر الثمین فی علل نازلة الیمین^{۱۳۳۰ھ}

(قسم کی مصیبت سے متعلق قیمتی جوہر)

مسئلہ ۲۱۴: از شمس آباد ضلع انک مرسلہ جناب مولانا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۱۱ محرم شریف ۱۳۳۰ھ

<p>علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کسی ناپسندیدہ معاملہ پر اپنے بیٹے سے ناراض ہوا تو زید نے اپنی بیوی کو کہا اگر تو نے میرے اس بیٹے کو گھر میں چھوڑا تو مجھ پر تو تین طلاق ہے، پھر کچھ مدت کے بعد بیٹے کی معذرت خواہی پر زید اپنے اس بیٹے سے راضی ہو گیا اور گھر میں آنے دیا، بیٹے کے گھر آنے پر زید کی بیوی نے بیٹے کو کچھ نہ کہا، نہ ہاں اور نہ ہی نہ کہا، تو کیا اس صورت میں زید کی بیوی کو طلاق ہو گئی یا نہیں؟ بینواتوجروا</p>	<p>چہ می فرمایند علمائے اندریں مسئلہ کہ زید از پسر خود بوجہ امرے خلاف مرضی ناراض شدہ زن خود را گفت کہ اگر ایں پسر مراد خانہ گزاشتی تو بر من سہ طلاق ہستی باز بعد از چند مدت بوجہ عذر خواہی پسرش زید خود ازاں پسر راضی شد و در خانہ گذاشت وزن او چیزے از لا و نعم نگفت آیا آن زن بر زید طلاق شد یا نہ؟ بینواتوجروا۔</p>
---	--

الجواب:

<p>بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یا اللہ! تجھ سے ہی حق و صواب میں رہنمائی ہے۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو</p>	<p>بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللهم هداية الحق والصواب۔ الحمد لله رب</p>
---	---

سب جہانوں کو پالنے والا ہے، بہترین صلوة و سلام اس آقا امین پر جس کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! آپ کے لئے دائیں جانب والے اصحاب کی طرف سے سلام ہے، اور اس کو انتہائی بزرگیوں سے نواز اور اس کو اعلیٰ اعزاز عطا فرمایا اور اس نے اپنے فضل کے مشروط وعدوں کو آپ کی امت کے حق میں غیر مشروط فرمایا، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام آپ پر اور آل و اصحاب پر جو دائیں جانب والے ہیں، ہر نیک و بد اور پورا کرنے والے اور توڑنے والے اور عہد و قسم کی تعداد کے برابر ہو، آمین!

اس فقیر (اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے) نے اس مسئلہ میں چھان بین کے لئے نظر دوڑائی اور اپنی ہمت اور فرصت کے مطابق دور گہرائی تک پہنچا، تو طلاق نہ ہونے کی کوئی اطمینان بخش وجہ نہ پائی، گھر میں چھوڑنا، جس کا مطلب ترک کر دینا اور علیحدہ ہونا ہے، اور یہ ترک و علیحدہ ہونا دو طریقوں سے منع کرنے یا زبانی بات کرنے کے ذریعے روکنے سے متقی ہو سکتا ہے اور یہاں پر سوال سے واضح ہو رہا ہے کہ بیوی نے بیٹے کو دونوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے بھی منع نہیں کیا، تو جب منع کرنا متقی ہے تو تخلیہ و ترک متحقق ہو گیا جو حنث کے لئے شرط قرار دی تھی، تو اس تخلیہ کے پائے جانے سے بیوی کو تین طلاقیں لازم ہو گئی ہیں،

العلیین، و افضل الصلوة و السلام علی السید الامین، الذی قال له ربہ فسلم لك من اصحاب الیمین، اجله اجلالا و عزره تعزیزا و جعل تعلیقات مواعید فضله فی حق امتہ تنجیزا، صلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہ و علی آلہ و صحبہ الیامین، عدد کل برو فاجر و برو حنث و عہد و یمین، آمین!

فقیر غفرلہ المولیٰ القدر دریں مسئلہ نگاہ تنقیح راجعاً دام و بقدر قدرت و فرصت دور فرستادم عدم طلاق را وجہی کہ تلخ صدر دہد نیا فتم بخانہ گزاشتن ترک و تخلیہ است و او بد و وجہ متقی شود منع بالفعل یا نبی بالقول و اینجا بصریح سوال ہر دو نافی متقی پس تخلیہ کہ شرط حنث بود روئے نمود و سہ طلاق لازم شد در فتاویٰ امام اجل قاضی خاں کتاب الایمان مسائل الیمین علی الترتیب است رجل أجر دارہ سنة ثم قال للمستاجر والله لا اتركك فی داری ثم قال له اخرج من داری یصیر باراً¹، در عقود الدریہ از

¹ فتاویٰ قاضی خاں مسائل الیمین علی الترتیب نوکسور لکھنؤ ۲/۲۹۶

امام اجل قاضی خاں کے فتاویٰ کے کتاب الایمان میں ترک پر قسم کے مسائل میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر ایک سال کے لئے کرایہ پر دیا تو پھر اس نے کرایہ دار کو کہا خدا کی قسم میں تجھے اپنے گھر میں نہ چھوڑوں گا، یہ کہہ کر پھر اس نے کرایہ دار کو زبانی کہا تو میرے گھر سے نکل جا، تو اس نے کہنے پر وہ مالک قسم میں سچا ہو گیا اور اس نے اپنی قسم پوری کر لی۔ اسی طرح عقود الدریہ میں فتاویٰ صغریٰ سے منقول ہے اور پھر خانہ میں فرمایا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ "میں فلاں کو اس گھر میں داخل نہ ہونے دوں گا" تو اگر یہ گھر قسم کھانیوالے کی ملکیت ہو تو اس نے اس کو زبانی منع کیا اور عملاً منع نہ کیا، پس وہ شخص اس گھر میں داخل ہو گیا تو قسم کھانے والے کی قسم ٹوٹ گئی کیونکہ گھر کا مالک ہونے کی وجہ سے اس کی قسم پوری ہونے کے لئے ضروری تھا کہ وہ زبانی اور عملی دونوں طریقوں سے حسب طاقت منع کرتا اور اگر وہ گھر قسم کھانے والے کی ملکیت نہ ہو تو اس کو زبانی منع کیا اور عملاً منع نہ کیا حتیٰ کہ اگر وہ شخص اس مکان میں داخل ہو گیا تو حادثہ نہ ہو گا خانہ میں پھر فرمایا کہ ایک شخص نے بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ وہ فلاں شخص کو اس پل سے نہ گزرنے دے گا، پھر اس نے زبانی اس کو گزرنے سے روکا، تو اس کی قسم پوری ہو گئی کیونکہ وہ اس کو عملاً منع کرنے پر قادر نہ تھا۔ پھر فرمایا ایک شخص نے اپنے بیٹے کو کہا اگر میں تجھے فلاں کے ساتھ کام کرنے کے لئے چھوڑوں

فتاویٰ صغریٰ است باز در خانہ فرمود رجل حلف ان لا یدع فلاناً یدخل هذه الدار فان كانت الدار للحالف فینعه بالقول ولم یمنعه بالفعل حتی دخل حث فی یمینہ فیکون شرط برہ المنع بالقول والفعل بقدر ما یطیق وان لم تکن الدار للحالف فینعه بالقول دون الفعل حتی لو دخل لایکون حاثاً¹ باز فرمود رجل حلف بطلاق امرأته ان لا یدع فلاناً یمر علی هذه القنطرة فینعه بالقول یكون بارالانه لا یمنعه بالقول یكون بارالانه لا یملك المنع بالفعل² باز فرمود رجل قال لابنه ان ترکتک تعمل مع فلان فامرأته کذا فان کان الابن بالغاً لا یقدر علی منعه بالفعل فینعه بالقول یكون باراوان کان الابن صغیراً کان شرط برہ المنع بالقول والفعل جیباً³ ودر زاریہ چنانست قال لابنه الکبیر ان ترکتک تعمل مع فلان فهو علی المنع بالقول ولو صغیراً فعلى

¹ فتاویٰ قاضی خاں مسائل الیمین علی الترتک نوکثور لکھنؤ ۲/۲۹۶

² فتاویٰ قاضی خاں مسائل الیمین علی الترتک نوکثور لکھنؤ ۲/۲۹۶

³ فتاویٰ قاضی خاں مسائل الیمین علی الترتک نوکثور لکھنؤ ۲/۲۹۶

<p>تو میری بیوی کو طلاق، تو اگر بیٹا بالغ ہو جس کو عملاً نہ روک سکتا ہو تو اس کو صرف زبانی منع کرنے پر قسم پوری ہو جائیگی، اور اگر بیٹا نابالغ ہو تو پھر قسم پورا ہونے کے لئے زبانی اور عملی دونوں طرح منع کرنا شرط ہوگا۔ اور بزایہ میں یوں ہے کہ اگر بیٹا بالغ ہو تو پھر صرف زبانی منع کرنا قسم پورا ہونے کیلئے شرط ہے اور اگر بیٹا نابالغ ہو تو پھر زبانی اور عملی دونوں طریقوں سے منع کرنا شرط ہوگا۔ پھر خانہ میں فرمایا کہ اگر کسی نے یوں کہا اگر میں فلاں کو اپنے گھر میں داخل ہوتا چھوڑوں تو میری بیوی کو طلاق، پس وہ شخص اس کی لاعلمی میں داخل ہو گیا تو حانث نہ ہوگا، اور اگر اس کے داخلے پر علم ہو اور منع نہ کیا تو حانث ہوگا۔ فتح القدر میں قسموں کے بیان کے آخر میں ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں کو اس کام پر نہ چھوڑوں گا، مثلاً گزرنے نہ دوں گا، جانے نہ دوں گا، داخل نہ ہونے دوں گا، تو صرف زبانی، نہ کر، نہ داخل ہو، نہ گزر کہہ دینا قسم کو پورا کرنے کیلئے کافی ہے وہ مانے یا نہ مانے عقود الدریہ میں ہے ایک شخص نے طلاق کی قسم کھاتے ہوئے اپنی بالغ بہن کو کہا میں تجھے گھر میں تیرے دیوروں کے ساتھ رہتا نہ چھوڑوں گا، توجہ وہ گھر قسم کھانے والے کا نہ ہو تو پھر زبانی روکنا مراد ہوگا عملاً روکنا مراد نہیں ہوگا تو زبانی روک دیا قسم پوری ہو جائیگی،</p>	<p>القول والفعل¹ بازدرخانہ فرمود و لو قال ان ترک فلانا یدخل بیتی فامرأته کذا فدخل فلان ولم یعلم به الحالف لایحنت وان علم ولم یبینه حنت² در فتح القدر آخر ایمان ست حلف لا ترک فلانا یفعل کذا کلایمر اولایذهب اولایدخل یبر بقوله له لاتفعل لاتخرج لاتبر اطاعه او عصاه³ در عقود الدریہ است حلف بالطلاق علی اخته البالغة لا خلیک تسکنین مع حیاتک فی الدار فحیث لاتکن الدار للحالف فینعها بالقول دون الفعل لایحنت⁴ کذا فی الخانیة و البزایة و رسائل العلامة الشرنبلالیة درال از قنیه است حلف لیخرجن ساکن داره الیوم والساکن ظالم غالب یتکلف فی اخرجه فان لم یکنه فالیبین علی التلفظ باللسان⁵ در عالمگیریہ است</p>
---	---

¹ فتاویٰ بزایة علی حاشیة فتاویٰ ہندیہ کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳/ ۳۵۰

² فتاویٰ قاضی خان مسائل الیبین علی الترتک نوکثور کھنؤ ۲۹۷/۲

³ فتح القدر کتاب الایمان مسائل متفرقة نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۷۳

⁴ العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة کتاب الطلاق قندھار، افغانستان ۱/ ۳۸

⁵ العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة کتاب الطلاق قندھار، افغانستان ۱/ ۵۰

اذقال ان تركت فلانا يدخل هذه الدار فامرأتى طالق فان كان الحالف يملك هذه الدار فشرط بره ان يمنع عن الدخول بالقول الفعل هكذا ذكره الصدر الشهيد رحمه الله تعالى في واقعاته، وفي النوازل شرط بره ملك المنع ولم يعترض لملك الدار فقال ان كان الحالف يملك منعه عن الدخول فهو على النهي والمنع جيبعا وان كان لا يملك منعه فهو على النهي دون المنع وكان شيخ الامام ظهير الدين يعتبر ملك المنع وعليه الفتوى¹ -

اقول: اینجا تنبیہ باید بر امور اولاً عبارات علما چنانکہ دیدی در مسئلہ عدم ترک فلاں مثلاً نگزارم کہ بخانہ آید بر رنگمائے مختلف آمدہ امام صدر شہید اعتبار ملک دار فرمود کہ اگر خانہ خانہ اوست منع بقول و فعل کند اگر تنہا بتنی زبانی عمل نماید حاشا ہمیں است نص دوم امام قاضی خاں، آرے اگر خانہ ملک اونست منع زبانی بس است، وامام فقیہ ابواللیث ملک منع را معتبر داشت کہ اگر بزور بازداشتن تواند مجرد نہی کفایت کند گو خانہ خانہ اش مباش ورنہ کافی است گو خانہ خود از آن او باش امام ظہیر الدین ہمہرین فتوی داد و نص اول امام قاضی خاں و

یوں خانیہ، بزازیہ اور علامہ شرنبلالی کے رسائل میں ہے اور اس میں قتیہ کے حوالے سے ہے کہ ایک نے قسم کھائی کہ میں آج فلاں رہائشی کو ضرور نکال باہر کروں گا، تو وہ رہائشی ظالم اور غالب ہو جس کو نکالنا مشکل ہو تو پھر نکالنے سے مراد زبانی کہنا ہوگا، لہذا زبانی کہہ دینا کہ نکل جا، قسم کے پورا ہونے کے لئے کافی ہے، عالمگیریہ میں ہے کسی نے کہا اگر میں فلاں کو اس گھر میں داخل ہوتا چھوڑوں تو میری بیوی کو طلاق، تو اگر گھر اس کی ملکیت ہو تو پھر قسم پورا ہونے کے لئے زبانی اور عملی دونوں طرح منع کرنا ضروری ہے، اس کو صدر الشہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب واقعات میں یونہی ذکر فرمایا ہے، اور نوازل میں ہے قسم پورا کرنے کے لئے منع کی قدرت شرط ہے انہوں نے گھر کی ملکیت کا ذکر نہیں فرمایا اور یوں کہا اگر قسم کھانے والا اس کو دخول سے منع کر سکتا ہے تو پھر زبانی اور عملی دونوں طرح منع مراد ہوگا، اور اگر وہ دخول سے روکنے پر قادر نہ ہو تو پھر صرف زبانی منع مراد ہوگا، اور امام شیخ ظہیر الدین منع کی قدرت کا اعتبار کرتے ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت) (اقول): (میں کہتا ہوں یہاں چند امور پر تنبیہ ضروری ہے اول جیسا کہ آپ نے دیکھا عدم ترک فلاں، یعنی فلاں کو نہ چھوڑوں گا کہ وہ گھر میں آئے، کے مسئلہ میں علماء کرام کی عبارات مختلف ہیں، امام صدر شہید گھر کے مالک ہونے کا اعتبار کرتے ہیں کہ اگر گھر اس کا اپنا ہے تو پھر زبانی اور عملی دونوں طرح سے روکے، اور اگر صرف زبانی روکا تو حاشا ہو جائے گا، اور امام قاضی خاں کی دوسری نص بھی یہی ہے، ہاں اگر گھر اس کا اپنا نہ ہو تو پھر زبانی روکنا کافی ہے، اور امام فقیہ ابواللیث نے روکنے کی قدرت و اختیار کو معتبر رکھا ہے کہ اس

¹ فتاویٰ ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان الخ نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۳۶۱ھ

صورت میں اگر طاقت سے روک سکتا ہے تو پھر زبانی روکنا کافی نہیں ہے اگرچہ وہ گھراپنا نہ بھی ہو ورنہ صرف زبانی روکنا کافی ہے اگرچہ گھراپنا ہی ہو، امام ظہیر الدین نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ امام قاضی خان کی پہلی نص اور امام حسام الدین نے فتاویٰ صغریٰ میں، اپنا یہ مسئلہ، قسم اٹھانے والے کے اپنے گھر کے متعلق بیان کیا اور وہاں انہوں نے مطلقاً زبانی روکنے پر اقتصار فرمایا اور یہی فتح القدر کا فیصلہ اور نص ہے،

اور بزازیہ میں بیٹے کے معاملہ میں صغیر و کبیر کا فرق کیا ہے کہ اگر بیٹا صغیر ہو تو زبانی اور عملی دونوں طرح گھر سے روکنا ضروری ہے اور اگر کبیر ہو تو پھر صرف زبانی روکنا کافی قرار دیا ہے، اور خانہ (قاضیخان) کی چوتھی نص میں یہ تقیید عیاں فرمائی کہ اگر کبیر بیٹے پر عملاً روکنے کی قدرت نہ ہو تو تب زبانی روکنا کافی ہے، اور ان کی تیسری نص اجنبی شخص کے متعلق ہے کہ اس کو مطلقاً زبانی روکنا ہی کافی ہوگا کیونکہ عملی طور اجنبی کو روکنا ممکن نہیں ہے۔ میں فقیر کہتا ہوں کہ حقیقتاً یہ اختلاف نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت وہ ہے جس کی طرف خانہ میں اشارہ گزرا کہ قدرت کے مطابق روکنا مراد ہے، ظاہر ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ میں فلاں کو گھر میں نہ چھوڑوں گا تو اگر وہ اس کو نکلنے پر قادر ہو گھر اس کا اپنا ہو یا نہ ہو بلکہ کرایہ دار ہو یا عاریتاً ہو جو بھی صورت رہنے کی ہو تو جس کے متعلق یہ کہا وہ بیٹا بالغ ہو یا کوئی اجنبی ہو اس کو روکنے کی

امام حسام الدین در فتاویٰ صغریٰ مسئلہ خود در دار مملوکہ حالف وضع فرمود و علی الاطلاق بر نہی زبانی اقتصاد نمود و ہمیں ست قضا و نص مذکور فتح القدر، و در بزازیہ جائے دار پسر فرق بصغیر و کبیر فرمود کہ صغیر را باز داشتن بقول و فعل جمیعاً لازم است و کبیر را تنها بقول و از نص چہارم خانہ تقیید مستفادست کہ اگر کبیر قدرت منع بالفعل نہ باشد منع بقول ست و در نص سومش در حق اجنبی مطلقاً منع قولی گرفت کہ منع فعلی نمی تواند

فقیر گویم بحقیقت اینجا بیخ اختلاف نیست اصل سخن آنست کہ در خانہ با اشارہ رفت کہ قدر ما یطیق پیدا است کہ ہر کہ گفت فلاں را بخانہ نگزارم و قادر بود بر اخراج او گرچہ خانہ خانہ دیگرے باشد و لیکس با جارہ یا عارہ و غیر ہما آنجائی ماند و اگرچہ آنکس پسر بالغ یا اجنبی بود چوں طاقت خود را بکار برد و تنها ہر یکبار گفتن کہ میا، یا پیروں شوقاعت در زید قطعاً اورا بخانہ گزارشت و حانت شود ہر کہ نتواند گو خانہ خانہ اش باشد و آنکس پسر صغیر، مثلاً حالف مقعد یا ز من یا مفلوج ست و پسر سیزدہ چہارہ سالہ شہیر کہ سر بفرمان ننہد لاجرم اینجا ہمیں نہی بقول کافی بود در خانہ خودش غالب اختیار کلی باشد و احکام فقیہ نظر بغالب دارد ازینجہت امام صدر شہید آں تفرقہ فرمود کہ تعبیر اصل بمظنہ نیست عہ در ز من متأثر

عہ: مسودہ میں بیاض ہے۔

طاقت رکھتا ہے تو پھر زبانی روکنا کافی نہ ہوگا کہ ایک بار زبانی منع کر دے اور کہے کہ یہاں نہ آیا باہر ہو جا بلکہ عملی اور زبانی ہر طرح روکنا ہوگا ورنہ اندر چھوڑا تو قطعاً حاشت ہو جائے گا، اور جو روکنے پر قدرت نہیں رکھتا گو وہ گھر اس کا اپنا ہو اور بیٹا بھی صغیر ہو تو زبانی روکنا ہی کافی ہے، مثلاً قسم کھانے والا پانچ ہو یا معذور ہو یا مفلوج ہو اور بیٹا تیرہ چودہ سال کا شیر ہو کہ فرمانبرداری نہیں کرتا، تو ایسی صورت میں مجبوراً زبانی روکنا ہی کافی قرار پائے گا، چونکہ اپنے ذاتی گھر میں کلی اختیار ہونا اغلب ہے اور فقہی احکام کا مدار بھی غالب امور پر ہوتا ہے اس لئے امام صدر شہید نے اپنے اور غیر گھر کا فرق ذکر کیا ہے ورنہ یہ قاعدہ کا بیان نہیں ہے، اور چونکہ آخر زمانہ میں باپ کو صرف صغیر بیٹے پر ہی مکمل اختیار ہوتا ہے اس لیے فقہاء نے صغیر و کبیر بیٹے کا فرق بیان کرنا بھی اسی وجہ سے ہے، دوسرے فقہاء نے زمانہ کے فساد کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف زبانی روکنے کو ذکر کیا کیونکہ اغلب طور پر روکنے کے لئے عملی رکاوٹ ضروری ہوتی ہے اور عملی رکاوٹ مار پیٹ سے ہوتی ہے جبکہ اس سے فتنہ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور فتنہ، قتل سے بھی برا ہے، اس لیے تمام عبارات کا ما حاصل ایک ہی ہے، یہ توفیق بیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تاہم خلاصہ یہ ہے کہ نہ چھوڑنے کے لئے کم از کم زبانی روکنا ضروری ہے، تو جب کسی نے زبانی روکنے کا عمل بھی نہ کیا تو گویا اس نے چھوڑا۔ تو زیر بحث مسئلہ میں بیوی اگر بیٹے کو عملاً باہر نہیں نکال سکتی تھی

اختیار تمام جزیر اطفال صغار نماں لہذا تفریق صغیر و کبیر کردند کہ نیز از ہماں دادی است دیگران نظر بفساد زمان گفتند کہ غالباً منع بتدافع و تدافع بتضارب انجماد و آتش فتنہ سر بالا کشود و الفتنة اشد من القتل لہذا از سراقتضار بر سخن کردند و مراد جملہ یکے وباللہ التوفیق، بالجملہ بریں قدر اتفاق ست کہ نگراشتن را کم از کم بزبان بازداشتن ناگزیر است ہر کہ اس رازن آں پسر را بر آوردن نتوانست آخر کم نہ ازاں کہ یکبار گفتی میاں یا بیروں رود حملش نہ بود مگر اول وہلہ چوں آں گاہ نحوشی گزید گزاشتہ حاصل شد و طلاق نازل باز منع بے سود و لاطائل و اگر آں وقت یکبار منع کردی سو گند منہی شدے کہ مصدر بلکہ کما نبود پس ازاں ترک اگرچہ مستمر ماندے زیاں نہ رساندے و کل ذلک واضح مما قد منا من نصوص العلماء

اقول: والسرافیہ ان التخلیة عدمیة لانہا عدم النہی والتعرض وقد اثبتت فی الشرط فیكون منفیة ونفی النفی اثبات و

الاثبات تکفی مرة کان قال ان لم تمنعی تطلقى ای ان
منعت فلا فاذا انهت نحت والیبین قد انتهت۔

تو ایک بار زبانی یہ کہہ دینے سے تو عاجز نہ تھی کہ گھر میں مت آ، یا باہر
جا، روکنے کا مقام ابتدائی مرحلہ میں ہوتا ہے جب ابتداء میں وہ خاموش
رہی تو بیٹے کو گھر میں چھوڑنا متحقق ہو گیا اور طلاق کی وجہ پائی گئی اور طلاق
ہو گئی، بعد میں منع کرنا اور روکنا بے سود ہے اگر وہ ابتداء میں ایک بار
بھی زبان سے روک دیتی تو قسم ختم ہو جاتی کیونکہ قسم میں ہیبتگی
کے لئے "کلماً" کا لفظ نہ تھا ایک دفعہ روکنے کے بعد اگر نہ روکنا باقی رہتا تو
کوئی حرج نہ تھا، یہ تمام گفتگو علماء کرام کے مذکورہ نصوص سے واضح
ہے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) اس میں نکتہ یہ ہے کہ تخلیہ یعنی لا تعلقی
عدمی چیز ہے کیونکہ یہ، نہ روکنے اور نہ چھیڑنے کا نام ہے تو شرط
میں اس تخلیہ کا اثبات کیا گیا جس سے یہ منفی بن گیا اور جب اس
منفی کا ترک ہوا تو نفی پر نفی ہو جانے سے اثبات ہو گیا (یعنی نہ
روکنے کا عدم ہو جانے سے روکنا متحقق ہو گیا) تو قسم کے پورا ہونے
کے لئے ایک دفعہ اثبات یعنی روکنا کافی ہے جس کا ما حاصل یوں ہوا،
گو یا اس نے بیوی کو کہا اگر تو نے منع نہ کیا تو تجھے طلاق ہے یعنی اگر
تو منع کر دے تو طلاق نہ ہوگی تو جب وہ منع کر دے تو طلاق سے بچ
گئی اور قسم ختم ہو گئی۔ (ت)

حاشیاً اقول: (دوسری بات کہتا ہوں کہ) جو عملاً روکنے پر قادر ہو عملاً
روکنے پر اکتفاء کر دینا کافی ہے کیونکہ اس عملی رکاوٹ پر یہ نہیں کہا
جاسکتا کہ اس نے گھر میں اسے چھوڑا اور اس سے لا تعلق رہا، بلکہ
اس نے شرط کا مقصد پورا کر دیا اب اس پر زبانی منع کرنا لازم نہ رہا،
تو واقعات اور نوازل اور خانہ کی دوسری اور چوتھی عبارت اور وجیز
کی ظاہر عبارات سے جو وہم ہوتا ہے وہ قطعاً مراد نہیں ہے (ت)

حاشیاً اقول: (تیسری بار کہتا ہوں کہ) فقیہ ابو الیث کے نزدیک قسم
پورا کرنے کی شرط صرف روکنا ہے، لہذا نوازل کی عبارت "ملك
المنع" میں "ملك" کا لفظ زائد ہے، لیکن اگر ملک سے

ثانیاً اقول: من قدر علی المنع بالفعل فاكتفى به كفى
اذ لا یصح ان یقال انه ترك وخلقى بل اتى بما هو نهائية
المعنى و مقصد ه الاعلى فلیس علیه ان یجمع معه
القول جمعاً فما یتوهم من ظاہر لفظ الواقعات
والنوازل وثانی عبارات الخانیة واربعها والوجیز
لیس مراد قطعاً۔

ثالثاً اقول: عند الفقیہ شرط بره المنع فلفظ الملك
وقع زائدا فی عبارة النوازل اما الملك ای القدرة
فشرط

مراد قدرت ہو تو یہ مطلقاً قسم بننے کے لئے ضروری ہے اور وقت سے مقید قسم کی بقاء کے لئے خصوصاً ضروری ہے کیونکہ اسی قدرت سے ہی قسم کو پورا کرنا منظور ہوتا ہے۔ لیکن ملک بمعنی قدرت میں یہاں بحث نہیں ہے بلکہ یہاں تو قسم کو پورا کرنیوالی چیز میں بحث ہے۔ ہاں اگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ حصول مراد کا بیان ہے کہ جس قدر ممکن طور پر روکنے پر قدرت رکھتا ہو۔ (ت) رابعاً قول: (چوتھی بار کہتا ہوں کہ) روکنا عملی اور قولی دونوں طریقوں کو شامل ہے جیسا کہ متعدد نصوص میں پہلے مذکور ہوا ہے اور جبکہ اس کو قولی کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہو تو اس قرینہ کی بناء پر صرف عملی روکنے کو خاص ہوگا اور نوازل کے کلام میں جہاں انہوں نے "یملك منعه" کہہ کر اس کے بعد "دون المنع" تک عبارت ذکر کی، تو جہاں انہوں نے "منع کا مالک ہو" کہا وہاں پہلا معنی یعنی دونوں کو شامل، مراد ہے اور جہاں انہوں نے "منع کا مالک نہ ہو" کہا وہاں دوسرا معنی یعنی صرف عملی منع مراد ہے، اسی طرح ہندیہ کا دوسرا قول ہے، تو ثابت قدم رہو اور تردد مت کرو۔ (ت) جو نصوص میں نے پیش کی ہیں یہ زیر بحث مسئلہ کا بعینہم جزئیہ ہے کیونکہ ان میں "چھوڑنے" کے متعلق بحث ہے اور اس میں قسم کے پورا ہونے اور اس کے ٹوٹنے کے متعلق یہی بحث ہے اور "میں نہ چھوڑوں گا" اور "تو نے اگر چھوڑا" کے فرق سے جزئیہ تبدیل نہیں ہوتا اور اس کے باوجود اگر کوئی زیر بحث صورت کو ان نصوص سے الگ کرے تو اس کو واضح دلیل پیش کرنی ہوگی ورنہ اس کا حکم وہی ہے جو ان نصوص سے عیاں ہوا، مقصد کو واضح اور اوہام کو دور کرنے میں، میں نے غور سے کام لیا تو چند

انعقاد الیہین مطلقاً وباقء الموقنتہ خصوصاً اذہ تصور البر و لیس الکلام فیہ بل فیما اذا اتی بہ بر الا ان یقال انه من وزن حصول الصورة ای المنع المملوک ای قدر مآقدر۔

رابعاً قول: المنع یعم الفعلی والقولی کما تقدم عن عدة نصوص وقد یخص بالفعلی بقرینة المقابلة بالقولی وهو المراد فی کلام النوازل من قوله یملك منعه ای قوله دون المنع والاول المراد فی قوله اوفی ملک المنع وکذا قول الہندیة آخر فتثبت ولا تنزل۔

اس نصوص کے آرایم عین جزئیہ مسئلہ دائرہ بود کہ بحث ہمیں از بعینہم بر گزارستن است وآنکہ شرط بروحش در وجیست، و تفاوت باتکہ من نگزارم، اگر تو بگزاری، چیزے نیست کہ تغیر جزئیہ کند، حالہم کہ خواہد کہ صورت دائرہ را از اس حکم بر آرد محتاج بینہ واضح باشد ورنہ حکم همان ست کہ از نصوص عیان ست تبیین مرام و تسکین اوہام را نظر کردم و چند شبہ بخاطر رسید بخیل آنکہ مباد بدہن

شہادت دل پر وارد ہوئے اس خیال سے کہ شاید کسی کے ذہن میں آئیں تو ان کو وہ جواب کے لئے بہتر خیال کرے، اس لئے میں ان سب کو پیش نظر رکھتے ہوئے بحث کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔ لیکن پہلے شبہ کا وہم، وہ یہ کہ مسئلہ صورت میں گھر میں بیٹے کو مرد نے چھوڑا، بیوی نے نہیں چھوڑا۔ اقول (میں کہتا ہوں) اس شبہ کی گنجائش یہاں اس بنیاد پر ہے کہ فعل حقیقہ فاعل کا ہوتا ہے اور اس فعل پر خاموش رہنے والے کی طرف وہ فعل رضا کے طور پر مجازاً منسوب ہو سکتا ہے، لیکن یہاں "چھوڑنا" جو کہ تخلیہ اور تعرض نہ کرنا ہے، یہ بیشک بیوی سے حقیقتاً متحقق ہو چکا ہے، مرد نے اس پر بیوی کو منع نہ کیا اور اس نے اس چھوڑنے کو قائم رکھا، تو اس سے بیوی کے فعل کے نہ ہونے کا گمان کہاں ہو سکتا ہے۔ (ت)

دوسرا شبہ: یہ کہ، بیوی مرد کے تابع ہے تو اصل کی موجودگی میں تابع پر حکم نہیں ہوتا، اقول (میں کہتا ہوں کہ) حقائق کو رد نہیں کیا جاسکتا کہ بیٹے سے تعرض نہ کرنا، بیوی سے اس کے صادر ہونے میں شبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ سائل نے خود کہا ہے کہ بیوی نے اس موقع پر ہاں یا نہ، کچھ نہ کہا، تو حائض ہونے کے لئے بس یہی کافی ہے اس سے زیادہ کوئی ضرورت نہیں، صرف زبانی روکنا ہی کافی قرار دیا گیا ہے، جس کے بارے میں قسم کھائی ہے اس کو گھر لانے والا خود صاحب مکان ہو یا کوئی غیر ہو یا وہ خود آجائے اور گھر والا، آنے پر اعتراض نہ کرے، ہر صورت میں حائض ہوتا ہے کیونکہ

کے عہ آید جائے جواب بہتر بیند آئندہ رائیش نہم و بتوفیقہ تعالیٰ عہ^۲ اما وہم شبہ اولیٰ پسر را مرد بخانہ گزارشت نہ زن اقول این در ایوان گنجائش داشت کہ فعل حقیقہ از فاعل ست وہ بہ ساکت اگر منسوب شود بمعنی رضا و مجاز باشد اما گزارشتن کہ تخلیہ و ترک تعرضات شک نیست کہ از زن حقیقہ متحقق ست مرد عہ^۳ زن را منع نکرد او داشت این گزارشت پس در ترک زن چہ جائے ظن۔

شبہ ثانیہ: زن تابع است ولا حکم للتبع مع الاصل اقول: لامر و للحقائق در صدور ترک تعرض از زن جائے سخن نیست سائل خود گوید کہ زن چیزے از لاو نعم نہ گفت و ہمیں قدر شرط حائض بود بیش ازین درکار نیست آیا نہ مبنی کہ در مکان غیر شرط بر نہی بالقول داشتن اند گو بخانہ آرنده مخلوف علیہ خود صاحب خانہ باش یا دیگر آوردیا خود آمد و صاحب خانہ ہم معترض نہ شد لاطلاق حکم الکل فی جمیع الکتاب بلکہ تصریح فرمودہ اند کہ امر عدمی بحالت اکراه نیز موجب حائض شود چہ جائے رضا ولو تبعاً، امام قاضی خاں فرماید الشیخ الامام ابو بکر محمد بن الفضل فرق و

عہ^۱: مسودہ میں بیاض ہے۔ عہ^۲: مسودہ میں بیاض ہے۔ عہ^۳: مسودہ میں بیاض ہے۔

تمام کتب میں ان جملہ صورتوں کا حکم مطلق رکھا گیا ہے بلکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ عدمی امور میں جبر واکراہ کی صورت میں بھی حائث ہو جاتا ہے چہ جائیکہ رضامندی سے ہو اگرچہ تنجانی ہو۔ امام قاضی خاں فرماتے ہیں کہ شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل نے فرق کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کوئی یوں قسم اٹھائے کہ "اگر میں نہ نکلوں تو" اس قسم میں اگر کسی نے اس کو نکلنے سے منع کیا تب بھی حائث ہوگا، اگر یوں قسم کھائی کہ "میں یہاں رہائش نہ رکھوں تو" اس قسم میں اگر کسی نے اس کو وہاں سے جانے اور نکلنے سے منع کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی اور اس فرق والے قول پر فتویٰ ہے، کیونکہ میں یہاں رہائش نہ رکھوں گا، میں حائث ہونے کی شرط وہاں رہائش پذیر ہونا ہے اور یہ فعل ہے جبکہ کوئی فعل اختیار کے بغیر متحقق نہیں ہوتا، اور "اگر نہ نکلوں تو" کی صورت میں حائث ہونے کی شرط، نہ نکلنا ہے جو کہ عدمی چیز ہے اور عدمی چیز اختیار کے بغیر بھی متحقق ہو جاتی ہے۔ (ت)

تیسرا شبہہ: یہ کہ، یہاں قسم کا سبب نافرمانی ہے اور نافرمانی بیٹے کی صفت تھی لہذا قسم کا سبب نافرمانی ختم ہو جانے پر قسم بھی ختم ہو جائے گی جیسا کہ کسی نے قسم کھائی کہ میں یہ بسر کھجور نہ کھاؤں گا تو اب وہ رُطب ہو گئی یا قسم کھائی کہ یہ رُطب نہ کھاؤں گا تو اب وہ تمر بن گئی۔ ایسی صورت میں قسم ختم ہو جاتی ہے جیسا کہ ہدایہ اور دیگر کتب میں ہے، عقود الدرر یہ میں ہے کہ کھجور کی یہ صفت قسم کا سبب تھی تو قسم بھی صفت سے مقید قرار پائے گی لہذا یہ صفت تبدیل ہو گئیں تو قسم بھی باقی نہ رہے گی، فتح القدر میں فرمایا کہ قاعدہ یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی وہ چیز اگر صفت رکھتی ہے

قال في قوله ان لم اخرج اذا منعه مانع حنث وفي قوله لا اسكن اذا منعه مانع عن الخروج لا يحنث و الفتوى على قوله لان في قوله لا اسكن شرط الحنث السكنى والفعل لا يتحقق بدون الاختيار وفي قوله ان لم اخرج شرط الحنث عدم الخروج والعدم يتحقق بدون الاختيار¹۔

شبہہ ثالثہ: اس جاداعی بیمن صفت عقود و ہذا اور پسر بود و بیمن بزوال صفات داعیہ زائل شود کما فی لایاکل هذا البسر فصار رطبا و الرطب فصار تمرا کما فی الهدایۃ وسائر الکتب۔ در عقود دریہ است هذه صفات داعیۃ الی الیمن فتتقید بہ³، در فتح القدر فرمود الاصل ان المحلوف علیہ اذا کان بصفة داعیۃ الی الیمن تقید بہ فی المعرف والمنکر فاذا زالت زال الیمن

¹ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الایمان فصل فی التزوید و بیع نوکثور لکھنؤ ۲/۲۹۶

² الہدایہ باب الیمن فی الاکل والشرب المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/۲۶۷

³ عقود الدررۃ کتاب الطلاق و مطالبہ حاجی عبد الغفار قدھار افغانستان ۱/۳۹

جو قسم کا سبب بن سکتی ہے تو وہ قسم اس صفت سے مقید ہوگی خواہ وہ چیز معرفہ کے طور پر مذکور ہو یا نکرہ مذکور ہو تو جب وہ صفت ختم ہو جائے تو قسم بھی ختم ہو جائے گی اور اگر اس چیز کی صفت قسم کا سبب بننے والی نہ ہو تو پھر اس کو نکرہ ذکر کرنے پر قسم میں اس کی صفت کا اعتبار ہوگا معرفہ میں اعتبار نہ ہوگا۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس قاعدہ کا محل وہ ہے جہاں قسم کا سبب بننے والی صفت کو قسم میں ذکر کیا گیا ہو اگرچہ وہ معرفہ کے طور پر مذکور ہو خواہ معرفہ اشارہ سے بنایا گیا ہو کیونکہ اشارہ حاضر چیز کی طرف ہوتا ہے باوجودیکہ حاضرین میں صفت کا ذکر لغو قرار پاتا ہے، اسی لئے اگر قسم کھائی کہ میں اس بچے سے بات نہ کروں گا تو اگر اس سے جوانی میں بات کی تو تب بھی حانث ہوگا، تاہم وصف اگر قسم کا داعی ہوگا تو اس کے اعتبار کا بھی داعی ہوگا، جیسا کہ یہ بسر اور یہ رطب وغیرہ میں اور یہ دودھ، وغیرہ میں یہ صفات قسم کا داعی ہونے کے ساتھ قسم میں بھی معتبر ہیں، اگر ایسا نہ ہو تو پھر وصف داعی بھی ہو تو غیر معتبر ہونے کی صورت میں اس کی بقاء قسم کی بقاء کے لئے مدار نہیں بن سکتی کیونکہ قسمیں الفاظ پر مبنی ہوتی ہیں اغراض پر مبنی نہیں ہوتیں، فتح القدير میں فرمایا حال کی تخصیص کرنے کی صورت یوں ہے کہ ایک شخص کھڑا ہو تو کوئی اس کے بارے میں قسم کھائے کہ

عنه وما لاتصلح داعية اعتبر في المنكر دون
المعرف¹۔

اقول: محلش آنجاست کہ در حلف آن صفت داعیہ را ذکر کردہ باشد اگرچہ در معرفہ اگرچہ بلا اشارہ بآنکہ وصف در حاضر لغواست ولہذا الوحلف لا یکلم هذا الصبی فکلمہ شابا حنث امداعی بود نش داعی اعتبارش میشود چنانکہ در هذا البسر وهذا الرطب وهذا اللبن الی غیر ذلک ورنہ وصف لٹوڑا رمدار بقاء یمین نتوای کرد کہ بنائے ایمان بر الفاظ ست نہ بر اغراض، در فتح القدير فرمود من صور تخصیص الحال ان يقول لا اکلم هذا الرجل وهو قائم ونوی فی حال قیامہ فنیته لغو بخلاف مالو قال لا اکلم هذا الرجل القائم فان نیته تعمل فیما بینہ وبين الله تعالیٰ² پیدا ست کہ در دیانت صفت داعیہ وغیر داعیہ یکساں ست نیت خصوص باید امامے ذکر در لفظ نیت مجرودہ دیانتہ نیز بکار نیامد تا بقضا چہ رسد، ہمداران ست ان خرجت فعبدی حرو نوى السفر مثلاً یصدق دیانۃ فلا یحنث بالخروج الی غیرہ تخصیصاً بنفس الخروج مالو نوى الخروج

¹ فتح القدير باب الیمن فی الاکل والشرب المکتبۃ العربیۃ کراچی ۳۹۶/۴

² فتح القدير باب الیمن فی الاکل والشرب نور یہ رضویہ سکر ۴۱۰/۴

میں اس سے بات نہ کروں گا اور قسم میں اس کے کھڑے ہونے کی نیت کرے تو یہ نیت لغو ہوگی۔ بخلاف جب یوں کہے کہ میں اس کھڑے شخص سے بات نہ کروں گا تو اس صورت میں قسم میں کھڑے ہونے کی نیت کا اعتبار عند اللہ ہو سکتا ہے اس سے واضح ہوا کہ دیانۃً یعنی عند اللہ میں وصف داعی اور غیر داعی دونوں یکساں ہیں اس لئے نیت تخصیص ضروری ہے لیکن وصف کو ذکر کے بغیر محض نیت کرنا دیانت میں بھی کارآمد نہیں ہے تو قضاء کیسے کارآمد ہو سکتی ہے، اسی میں ہے اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ اگر میں باہر جاؤں تو میرا غلام آزاد ہے، اور باہر جانے سے سفر کی نیت کی تو اس کی تصدیق دیانۃً کی جاسکتی ہے کیونکہ باہر نکلنے کو سفر کے ساتھ خاص کیا ہے تو یہ خروج مذکور کی تخصیص ہے لہذا کسی اور مقصد کے لئے باہر نکلنے تو حاشا نہ ہوگا، اس کے برخلاف اگر اس سے وہ کسی خاص جگہ مثلاً بغداد کے لئے نکلنا مراد لے تو یہ نیت صحیح نہ ہوگی کیونکہ قسم میں جگہ کا ذکر نہیں اس لئے جگہ کی تخصیص بھی معتبر نہیں ہے۔

(ت)

چوتھا شبہ: یہ کہ، قسم کے سبب کے ختم ہو جانے پر قسم بھی ختم ہو جاتی اگرچہ وہ سبب قسم میں مذکور نہ ہو، لہذا اگر قرض خواہ اپنے مقروض کو یا اس کے کفیل کو یا نفس کا کفیل اپنے کفول عنہ کو یا کفیل بالامر اپنے اصیل یعنی اصل ذمہ دار کو قسم دے کہ تو میری اجازت کے بغیر شہر سے باہر مت جائے گا، تو اس قسم کا سبب قرضہ یا کفالت ختم ہو جائے تو یہ قسم بھی ختم ہو جائے گی۔ ہندیہ میں محیط سے منقول ہے کہ قرض خواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تو میری اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہ جائے گا تو یہ قسم قرض کی بقا سے مقید ہوگی کہ جب تک قرض ہے قسم باقی رہے گی ورنہ قرض ختم ہو جانے پر یہ قسم بھی ختم ہو جائے گی۔ خانہ میں ہے کفیل بالنفس یعنی کسی شخص کو حاضر کرنے کا ضامن، اپنے اصل ذمہ دار کو قسم دے کہ تو میری

الی مکان خاص کبغداد حیث لا یصح لان المکان غیر
مذکور¹۔

شبہ رابعہ: در بیمن زوال سبب زوال بیمن ست گو در لفظ
مذکور مباح و لہذا اگر دائن مدیون یا کفیل را یا کفیل بالنفس
کفول عنہ یا کفیل بالامر اصیل را سو گند دہد بے اذن من
بیرون شہر زوی و دین ادا شد یا کفالت نما نہ بیمن منتهی شود کہ
باعث بر و نبود مگر دین و کفالت پس بزوالش زائل شود در
ہندیہ از محیط ست حلف صاحب الدین مدیونہ ان لا
یخرج من البلدة الا باذنه فالبیمن مقیدۃ بحال
قیام الدین² در خانہ فرماید الکفیل بالنفس اذا حلف
الاصیل ان لا یخرج من البلدة الا باذنه ففقی
الاصیل دین الطالب ثم خرج الحالف بعد ذلك

¹فتح القدیر باب الیمن فی الاکل والشرب نوریہ رضویہ ستمبر ۲۰۹/۱۳

²فتاویٰ ہندیہ

اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہ جائے گا، تو جب اصیل نے قرض والے کا قرض ادا کر دیا تو پھر وہ اس کی اجازت کے بغیر شہر سے باہر گیا تو قسم نہ ٹوٹے گی۔ تنویر میں فرمایا کہ اگر قرض خواہ نے مقروض کو یا کسی معاملے کے ضامن نے اپنے مکفول کو قسم دی کہ تو میری اجازت کے بغیر باہر نہ جائے گا تو نکلنے کے متعلق یہ قسم قرض کی بقاء اور کفالت کی بقاء سے متقید ہوگی کہ قرض و کفالت ختم ہو جائے تو یہ قسم بھی ختم ہو جائے گی، تو مذکورہ بیان سے واضح ہو گیا کہ زیر بحث مسئلہ میں قسم کا سبب بیٹے پر باپ کی ناراضگی اور غصہ ہے تو جب یہ غصہ و ناراضگی رضا میں بدل گئی تو یہ سبب ختم ہو گیا تو مسبب یعنی بیوی کے متعلق طلاق کی قسم بھی ختم ہو گئی،

اقول: (میں کہتا ہوں) ایسا ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس کا قائل ہے ورنہ عام قسمیں جو غصہ اور ناراضگی، نا اتفاقی پر مبنی ہوتی ہیں، مثلاً فلاں سے بات نہ کروں گا، فلاں کی شکل نہ دیکھوں گا، فلاں کے گھر نہ جاؤں گا، فلاں کو گھر کی راہ نہ دوں گا، فلاں کو ایک سو چھڑی ماروں گا، اگر ایسا کروں تو یہ ہو جائے یا وہ جائے، یا بیوی کو طلاق ہو جائے وغیرہ، تو لازم آئے گا کہ ہزار ہا قسمیں غصہ ختم ہو جانے پر برباد ہو جائیں اور بغیر کفارہ اور بغیر حانت ہوئے ختم ہو کر رہ جائیں، اور ان قسموں پر کوئی جزا لاگو نہ ہو اور ان قسموں سے چھکارا حاصل کرنے کیلئے اصلاً کسی حیلہ کی ضرورت پیش نہ آئے، اور ایسی قسموں

لا یحنت¹ در تنویر فرمود حلف رب الدین غریبہ او الکفیل بامر المكفول عنه ان لا یخرج من البلد الا باذنه تقید بالخروج حال قیام الدین بالكفالة² و پیدا است کہ این جاسبب یمین ہمیں خشم و ناراضی ست چون برضابدل شد سبب نماوند مسبب رفت،

اقول: چنان نیست نہ بیچ کس باوقائل ورنہ عامہ ایمان عامہ کہ بتنی بر خشم و ناچاقی و غضب و نا اتفاقی باشد فلاں سخن نکند، و رویش نہ بیند بخانہ اش نہ رود و بخانہ اش راہ نہ دہد، اور اصد چوب زند چنیں کند، چنان کند، ورنہ زن طلاقہ شود و غیر ذلک ہزاراں ہزار سو گند ہمہ بمجرذوال خشم بر باد رفتے و بے حنث و کفارہ و لزوم بیچ جزا باطل شدے و اصلاً احتیاج احتیال بر اثر بر نماوندے آیا نہ چکس بجماں قائل این قول شنیدہ، امہ کرام در ایمان مذکور بصورتہائے گوناگون و تفریعات بوقلموں بہ نقیر و قطمیر سخن فرمودہ و بہر پہلوئے آنها موج موج تحقیقات رفیعہ و فوج فوج تنقیحات بدیعہ نمودہ فاما ہیچ گاہ بیچ جاہ بیچ کتاب مگفتہ اند کہ این ہمہ برودمات تا بقائے خشم ست چون رضا آمد سو گند سپری

¹ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الایمان فصل فی الخروج نوکثور لکھنؤ ۳۱۵/۲

² الدر المختار باب الیمین فی الضرب الخ مطبع مجتہبی دہلی ۳۱۳/۱

کا کوئی اثر نہ رہے، کیا آپ نے دنیا میں کبھی کسی سے یہ بات سنی ہے، حالانکہ ائمہ کرام نے ان مذکورہ قسموں کی بابت گوناگوں بحثیں کی ہیں اور طرح طرح کی تفریحات بیان کی ہیں، اور ان کے متعلق ہر پہلو سے بلند تحقیقات اور عجیب تنقیحات کے دریا بہا دئے ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے کبھی کسی جگہ کسی کتاب میں یہ بات نہ فرمائی کہ یہ تمام قسمیں غصہ تک ہیں جب غصہ ختم ہو جائے اور رضامندی ہو جائے تو قسمیں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں، اور ان کے تمام غور و خوض پر بنی احکام محض تکلف بن کر رہ جائیں، مثلاً اگر کسی نے قسم کھائی کہ اگر زید سے بات کروں تو بیوی کو تین طلاقیں ہیں، پھر یہ قسم کھانے والا زید سے بات کرنا چاہتا ہے تو کیا کیا جائے کیونکہ بات کرنے پر بیوی کو تین طلاقیں پڑتی ہیں اور کیا صورت ہو کہ بات کر لے اور تین طلاقیں نہ پڑیں، تو ایسے شخص کو ان فقہاء کرام نے فرمایا کہ یہ شخص اپنی بیوی کو ایک طلاق بائنہ دے دے تو اس کی عدت پوری ہونے کے بعد زید سے بات کرے تو اب اس پر جزا یعنی طلاق وارد ہوگی لیکن اس وقت بیوی بائنہ ہو جانے کی وجہ سے طلاق کا محل نہ رہے گی، کیونکہ ایک دفعہ قسم ٹوٹ چکی ہے اور ختم ہو چکی ہے۔ سراجیہ پھر ہندیہ میں فرمایا کہ جب کسی نے تین طلاقوں کی قسم کھا کر کہا میں فلاں سے بات نہ کروں گا، تو اس کے لئے تین طلاقوں سے بچنے کی سبیل یہ ہے کہ بیوی کو پہلے

شد و جملہ احکام نظری تا آنکہ اگر کسی سوگند خورد کہ اگر زید سخن کند زن سے طلاق ست بازمی خواهد کہ باو سخن گوید چه بایش کرد کہ طلاق مغلظ واقع نشود اور فرمودہ اند کہ زن را یک طلاق بائن دہد و بگردد تا از عدت بر آید باز زید سخن راند جزا فرود آید و محل نیاید و بے اثر رود باز زن نکاح کند و بازید ہمکلام ماند گر طلاق نیفتد کہ بعین بیکبار منحل شد۔ در سراجیہ باز ہندیہ فرمود اذاحلف بثلاث تطلیقات ان لا یکلم فلانا فالسبیل ان یطلقها واحداً بائنۃ ویدعها حتی تنقضی عدتها ثم یتکلم فلانا ثم یتزوجها¹ اینمہ تکلفات چراست چرا گفتند کہ چون آں خشم رفت و باہم مصالحت شد سوگند خود باطل گشت، و این ست نبی اللہ سیدنا ایوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام در ایام بلا زوجہ مقدسہ اش رحمہ بنت اقرایم یا میشا بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بمزدوری و محنت نان پیدا کردے و برائے نبی اللہ آوردے روزے نان بسیارے آورد نبی اللہ گمان برد مبادا مال کسے بخیانت گرفت خشم کرد

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الحیل الفصل السابع فی الطلاق نورانی مکتب خانہ پشاور ۱/۶۷۳

ایک بائہ طلاق دے دے اور اس کی عدت گزر جائے تو پھر اس فلاں سے بات کرے اور اس کے بعد دوبارہ بیوی سے نکاح کر لے، تو ان فقہاء نے اس قسم کے تکلفات کیوں فرمائے اور یہ کیوں نہ فرما دیا کہ یہ غصہ اور ناراضگی کی قسم تھی تو غصہ و ناراضگی ختم ہو گئی اور مصالحت ہو گئی تو قسم خود بخود ختم ہو گئی، دیکھئے حضرت سیدنا ایوب علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ہیں کہ آزمائش و ابتلاء کے دور میں آپ کی پاکیزہ بیوی جن کا نام رحمہ بنت آفرایم، یا میشابنت یوسف بن یعقوب بن اسحق بن ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام تھا، وہ آپ کے لئے محنت و مزدوری کر کے خوراک مینا فرماتی تھیں، ایک دن انہوں نے حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں زیادہ کھانا پیش کیا تو حضرت ایوب علیہ السلام کو گمان ہوا کہ شاید وہ کسی کا مال خیانت کے ذریعہ حاصل کر لائی ہیں اس پر آپ کو غصہ آیا تو آپ نے قسم کھائی کہ اس کو ایک سو چھڑی ماروں گا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیوی کی برات معلوم ہوئی تو آپ کا غصہ ختم ہوا مگر قسم باقی تھی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قسم سے خلاصی کی تعلیم دی کہ سو چھڑیوں کا مٹھا ہاتھ میں لے کر ایک دفعہ مار دیں اور قسم نہ توڑیں، تو اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ قسم کا سبب اور داعی ختم ہو جانے کے باوجود قسم باقی رہتی ہے اور اس کے خاتمہ سے قسم ختم نہیں

سوگند خورد صد چوب زند باو خشم رفت و باعلام الہی براتِ خاتون ظاہر گشت فاما یمنین، برجامند تا آنکہ حضرت عزت جل جلالہ راہ خلاص از اس تعلیم فرمود کہ

وَحُدُّ يَدَيْكَ ضِعْفًا فَاصْرِبْ بِهِ وَلَا تَخَشْطْ¹ دستہ بدست گیرد زن رازن و سوگند مشکن پیدا شد کہ بزوال حاصل و انتقائے سبب یمنین باطل نشود، اخرج ابن المنذر عن سعید بن المسيّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه بلغه ان ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام حلف لیضربن امرأته مائة فی ان جاءته فی زیادة علی ما کانت تأتي به من الخبز الذی کانت تعمل علیہ و خشی ان تكون قارفت من الخیانة فلما رحمہ اللہ و کشف عنه الضر علم براءة امرأته مما اتهمها به فقال اللہ عزوجل

وَحُدُّ يَدَيْكَ ضِعْفًا فَاصْرِبْ بِهِ وَلَا تَخَشْطْ¹ فَاخْذِ ضِعْفًا مِنْ شَامِ وَهُوَ مِائَةٌ عود

¹ القرآن الکریم ۳۸/۴۴

فصرت بہ کیا امرہ اللہ تعالیٰ اہ¹

ہوتی (قرآن پاک میں اس واقعہ کو اشارہً بیان فرمایا گیا) ابن منذر نے سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیوی کو سو چھڑی مارنے کی قسم کھائی کہ بیوی محنت سے روٹی مہیا کرتی تھیں ایک روز اس نے زائد روٹی آپ کی خدمت میں پیش کی جس پر آپ کو خطرہ محسوس ہوا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ زائد خوراک کسی کے مال میں خیانت کر کے لائی ہیں، توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر خاص رحمت کے ذریعہ تکلیف کی شدت ختم ہوئی اور بیوی کے بارے میں جو آپ کو شبہ تھا اس کی برات معلوم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ایک مٹھالے کر اپنے ہاتھ سے اس کو ماریں اور قسم نہ توڑیں، تو آپ نے شاخوں کا ایک مٹھا جو سو چھڑیوں کا مجموعہ تھا، لے کر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بیوی کو مارا۔ (ت)

اقول: وهذا احسن ما سمعناہ فی الباب وعلیہ التعلیل ولا اصغاء الی ما زاد الناس من تهویل وقال وقیل من دون اصل اصیل واللہ الہادی الی سواء السبیل ودر مسائل مذکورہ وجہ نہ آنست بلکہ آنجا تفسیر و نفس بیان ست زیرا کہ باذن مقید کردہ اندیس مخصوص باشد بزمانہ ولایت آنہا مرادن و منع راو آن نیست مگر زمان قیام دین و کفالت ولہذا اگر کہ سلطان اسیرے راحلف دہند کہ بے اذن ملک ایشان برون نرود متقید ماند بزمان بقائے سلطنتش تا آنکہ اگر اورا معزول کنند باز نشانند و اسیر بے اذن او بیروں رود حانث نشود

اقول: (میں کہتا ہوں کہ) یہ واقعہ اس بحث میں بہترین دلیل ہے جو ہم پر واضح ہوئی اور اسی پر اعتماد ہونا چاہئے اور اس پر لوگوں کی زائد باتوں اور بے اصل قیل و قال پر توجہ نہ دی جائے، اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راستے کی رہنمائی فرماتا ہے اور اس شبہ میں ذکر کردہ مسائل کی وجہ وہ نہیں جو شبہ کرنے والوں نے ظاہر کی، بلکہ وہاں قسم کی تفسیر اور اس کا بیان ہے کیونکہ انہوں نے وہاں اذن (اجازت) کے ساتھ مقید کر کے اس قسم کو اذن و منع کی ولایت کی مدت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور ولایت کی یہ مدت صرف قرض و کفالت کے زمانہ تک ہے، اسی لئے اگر کوئی سلطان کسی قیدی کو قسم دے کہ تو میری اجازت کے بغیر میرے ملک سے باہر نہ جائے گا تو یہ قسم اس سلطان کی حکومت کی بقا

¹ درمنثور بحوالہ ابن منذر تحت آیہ مذکورہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ قم ایران ۳۱۷/۵

کے ساتھ ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر اس سلطان کو معزول کر دیں تو اب اگر قیدی اس کی اجازت کے بغیر ملک سے باہر چلا جائے تو قیدی کی قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ وہ قسم سلطان کے معزول ہونے پر ختم ہو گئی، اور دوبارہ سلطان کے بحال ہونے سے قسم بحال نہ ہوگی، اسی طرح اگر خاوند کو یا آقا اپنے غلام کو یا بادشاہ اپنی رعیت میں سے کسی کو قسم دے یا وہ خود قسم کھائے کہ میری اجازت کے بغیر باہر نہ جائے، تو یہ قسم بھی بقاء زوجیت، بقاء ملک، بقاء ملک کے ساتھ مقید ہوگی، حتیٰ کہ اگر بیوی کو نکاح سے خارج کر دیا اور اس کے بعد دوبارہ نکاح کیا یا مالک نے غلام کو فروخت کر دیا اور دوبارہ خرید یا معزول شدہ کو دوبارہ بحال کر دیا تو اس دوسری نئی زوجیت، ملک، ملک میں، بیوی، غلام، رعیت بغیر اجازت کے باہر چلے جائیں تو حانث نہ ہوگا، کیونکہ ان لوگوں کو اذن و اجازت کی ولایت اس وقت کی موجودہ ولایت تک تھی اور بعد میں دوبارہ نئی ولایت حاصل ہونے پر دوبارہ قسم بحال نہ ہوگی، لہذا اگر بیوی کو باہر جانے سے روکنے کے لئے بیوی کو قسم دی یا خود قسم کھائی جس میں اجازت کی قید کا ذکر نہیں ہے، اس لئے اگر بیوی کو کہا کہ میں تیری اجازت کے بغیر دوسری عورت سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہوگی تو یہ قسم مطلق اور بغیر قید ہوگی، حتیٰ کہ اگر پہلی بیوی کو نکاح سے خارج بھی کر دے تب بھی اس کی اجازت کے بغیر دوسری عورت سے نکاح کرنے پر دوسری کو طلاق ہو جائیگی کیونکہ بیوی دوسری عورت سے نکاح کو روکنے اور اجازت دینے کی مالک نہیں بن سکتی، اس لئے اس صورت میں اجازت کا ذکر ہونے کے باوجود وہ قید نہ ہوگی

کہ بیمن بزوال ملک منتہی شد و باز بہ عودش نکلند، ہچناں اگر شوہر زن یا مولیٰ غلام یا شہ یکے از رعایا راحلف دہد یا خود سوگند خورد کہ بے اذن من بیروں نروی مقید ماند بزمان بقائے زوجیت و ملک ملک تا آنکہ اگر زن راجد کرد باز بنے آورد یا غلام را فروخت باز خرید یا معزول باز منصوب شد و دریں ملک و ملک حادث زن و غلام و رعیت بے اذن بیرون روند حنث روئے ننماید کہ ولایت اذن ہمیں تا بقائے نکاح و ملک و ملک بود و در حدوث تازه بیمن تازه نکرد و لہذا اگر بے تقیید بودند کرست و لہذا اگر زن را گوید اگر بے اذن تو زن را بزنی می گیرم مطلقہ باشد بیمن مطلقہ غیر مقیدہ باشد تا آنکہ اگر زن را نکاح بروں کرد باز بنے بے اذن اولیٰ بزکاح آورد مطلقہ شود زیرا کہ زن بزنی مالک اذن و منع نمی شود پس دلیل تقیید منتفی شد و اذن و منع نمی شود پس دلیل تقیید منتفی شد و اذن لغوی محمول گشت نہ اذن شرعی و اذن لغوی مقصر بر بقائے زوجیت نیست آری روز کہ آل زن میرد بیمن منتہی شود کہ حالا و اصلاحیت اذن نماند، در در مختار بعد عبارت مذکورہ فرمود لو قال لہا ان خرجت من ہذا الدار الا باذنی فانئ طالق ثلاثا فطلقها بائنا فخرجت

اور یہ بیوی کی اجازت لغوی معنی میں ہوگی شرعی معنی میں اجازت مراد نہ ہوگی، اور لغوی اجازت بقائے نکاح پر موقوف نہ ہوگی اور نکاح ختم ہونے کے بعد بھی پہلی بیوی کی اجازت ضروری ہوگی، ہاں جس روز وہ فوت ہو جائے گی تو قسم ختم ہو جائے گی کیونکہ اب اجازت دینے کی صلاحیت نہ رہی تو اب قسم پوری ہونے کا احتمال ختم ہو جانے پر اجازت سے مشروط قسم بھی ختم ہو جائیگی۔ درمختار میں مذکورہ عبارت کے بعد فرمایا کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا کہ اگر تو میری اجازت کے بغیر باہر نکلی تو تجھے تین طلاق ہوں گی، اس کے بعد خاوند نے اس کو طلاق بائنہ دے دی اور وہ خاوند کی اجازت کے بغیر باہر نکل گئی تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ بائنہ طلاق کی وجہ سے اب خاوند کو اجازت کا اختیار ختم ہو گیا جبکہ یہ قسم بیوی کو باہر نکلنے سے منع کرنے کی ولایت اور اختیار سے مقید تھی اور یہ اختیار نکاح کے باقی رہنے تک تھا جو نکاح ختم ہو جانے پر ختم ہو گیا۔ جیسا کہ کسی حکمران نے کسی کو قسم دی کہ تو میری اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہ جائے گا، اب اگر وہ شخص حکمران کے معزول ہو جانے پر شہر سے باہر اس کی اجازت

بغیر اذنه لا یحنت لان یبینه تقیدت بحال تمام ولایة المنع عن الخروج وولایة المنع تزول بالطلاق البائن وهو كالسلطان اذا حلف رجلا ان لا یخرج من البلدة الا باذنه فعزل السلطان ثم خرج الحالف لا یحنت (ومعه مسئلة الكفیل المذكورة ثم قال) ولو ان الحالف تزوج المرأة بعد ما بانها فخرجت بغیر اذنه لا تطلق لان الیمن بطلت بالابانة فلا تعود بعد ذلك، وذكر فی اسیر اهل الحرب اذا حلفوا لا سیر ان لا یخرج الا باذن ملكهم فعزل الملك ثم عاد ملك فخرج الا سیر بغیر اذنه لا یحنت وكذا لو قال الرجل لعبد ان خرجت بغیر اذنی فانت حرقبا عه ثم اشتراه فخرج بغیر اذنه لا یعتق

عہ: مسودہ میں بیاض ہے۔

کے بغیر نکل جائے تو قسم نہ ٹوٹے گی (اس کے ساتھ انہوں نے کفالت مذکورہ کا مسئلہ بھی بیان کیا اور پھر فرمایا) اگر مذکورہ قسم اٹھانے والے خاوند نے مذکورہ بائنتہ بیوی سے دوبارہ نکاح کیا تو اب اگر بیوی اس کی اجازت کے بغیر باہر جائے تو اب طلاق نہ ہوگی کیونکہ وہ حلف بیوی بائنتہ ہو جانے پر باطل ہو گیا اور دوبارہ نکاح سے وہ حلف بحال نہ ہوگا، درمختار نے اہل حرب کے قیدی کے متعلق ذکر کیا کہ اس کو قید کرتے ہوئے انہوں نے یہ قسم دی کہ تو حاکم کی اجازت کے بغیر باہر نہ جائے گا تو اس حاکم کے معزول ہونے کے بعد دوبارہ بحال ہونے پر وہ قیدی اس حاکم کی اجازت کے بغیر باہر نکلا تو حاکم نہ ہوگا یعنی قسم نہ ٹوٹے گی، اور یونہی اگر مالک نے اپنے غلام کو کہا کہ اگر تو میری اجازت کے بغیر باہر نکلے تو تو آزاد ہے، اب مالک نے اس غلام کو فروخت کر دیا اور پھر دوبارہ خریدا تو اب غلام مالک کی اجازت کے بغیر باہر نکلا تو آزاد نہ ہوگا۔ تبیین الحقائق اور فتح القدر میں ہے، یہ عبارت فتح القدر کی ہے کہ قسم قرض اور کفالت کی بقاء سے مفید ہوگی کیونکہ اجازت تب متصور ہو سکتی جبکہ اس کو روکنے کی ولایت حاصل ہو اور یہ ولایت قرض اور کفالت تک ہوتی ہے اور یونہی خاوند نے بیوی سے کہا کہ تو میری اجازت کے بغیر نہ نکلے گی تو یہ قسم اس زوجیت کے وجود سے مفید ہوگی، اس کے برخلاف اگر خاوند یوں کہے کہ میری بیوی گھر سے باہر نہ نکلے گی،

در تبیین الحقائق و فتح القدر است وهذا لفظ الفتح یتقید بحال قیام الدین والكفالة لان الاذن انما یصح ممن له ولاية المنع وكذا الاتخرج امرأته الا باذنه بقیام الزوجية بخلاف ما لو حلف لا تخرج امرأته من الدارفانه لا یتقید به، اذ لم یذكر الاذن فلا موجب لتقییدہ بزمان الولاية فی الاذن وكذا الحال فی حلفه علی العبد مطلقاً ومقیداً وعلی هذا الوقال لامرأته كل امرأة اتزوجها بغیر اذنه طالق فطلق امرأته طلاقاً بائناً او ثلاثاً ثم تزوج بغیر اذنها طلقت لانه لم تتقید ببقاء النكاح لانها انما تقید به لو كانت المرأة تستفید ولاية الاذن والمنع بعقد النكاح¹، در ہدایہ وفتح فرماید لو قال ان كلمت فلاناً الا ان یقدم فلان او یاذن فلان ومات فلان سقط البیین لان المنوع منه كلام ینتھی المنع منه بالاذن والقدم

¹فتح القدر کتاب الایمان مسائل متفرقة نوریہ رضویہ ستمبر ۳۶۸/۳

تو اس قسم میں اجازت کا ذکر نہ ہونے کی وجہ سے یہ قسم زوجیت کی بقاء سے مقید نہ ہوگی کیونکہ زوجیت کی ضرورت اجازت کی ولایت کے لئے تھی، اور یوں ہی غلام کے بارے میں اجازت سے مقید قسم اور غیر مقید قسم کا حال ہے، اسی قاعدہ کی بناء پر، اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا کہ میں جس عورت سے تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو اس عورت کو طلاق ہوگی، اس کے بعد اس نے اپنی بیوی کو باندھ یا مغفلہ طلاق دے دی پھر کسی عورت سے پہلی مطلقہ بیوی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس عورت کو طلاق ہو جائے گی اور یہ قسم بقاء زوجیت پر موقوف نہ ہوگی کیونکہ بیوی کو نکاح سے روکنے یا اجازت دینے کی ولایت نہیں ہوتی (لہذا قسم میں مذکور اجازت کے لئے ولایت ضروری نہ تھی۔ لہذا نکاح ختم ہونے سے اجازت کی شرط ختم ہوگی) ہدایہ اور فتح القدیر میں فرماتے ہیں، اگر کسی نے کہا اگر فلاں سے اس کی اجازت یا اس کی آمد کے بغیر بات کروں تو یہ ہو جائے، اس کے بعد وہ فلاں فوت ہو جائے تو قسم ختم ہو جائے گی کیونکہ اس سے کلام کی ممانعت کا اختتام اس کی اجازت یا آمد پر موقوف تھا جبکہ اس کی موت سے اجازت اور آمد کا تصور ختم ہو گیا، کیونکہ جب قسم کسی چیز سے مشروط ہو تو اس شرط کا منظور ہونا اس قسم کی بقاء کے لئے امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضروری ہے چونکہ یہ قسم اس فلاں کی اجازت یا آمد سے مشروط ہے تو اس شرط کے وجود سے قسم پوری ہو سکے گی تو جب شرط کے وجود کے بغیر کلام کرنے پر حائث ہونے کا احتمال ختم ہو گیا تو قسم پورا ہونے کا احتمال بھی ختم ہو گیا لہذا یہ قسم باطل ہو جائے گی اھ لمخصاً، فتح القدیر میں مزید فرمایا کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس فلاں کی موت سے شرط کے وجود کا احتمال ختم ہو جانا ناقابل تسلیم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اس کو دوبارہ زندہ کر دے اور وہ زندہ

ولم یبق الاذن والقدوم بعد الموت متصور الوجود وبقاء تصوّر شرط بقاء الموقّنة عند ابن حنیفة ومحمد وهذه الیومین موقّنة بوقت الاذن والقدوم اذ بهما یتمکن من البر اذ یتمکن من الکلام بلا حائث فیسقط بسقوط تصور البراھ¹ ملخصاً مخلوطاً قال فی الفتح فان قبیل لانسلم عدم تصور البر بموته لانه سبخنه وتعالی قادر علی اعادۃ فلان فیسکن ان یقدم ویأذن فالجواب ان الحیة المعادۃ غیر الحیة المحلوف علی اذنه فیها وقدومه وهی الحیة القائمة حالة الحلف لان تلك عرض تلاشی لا یسکن اعادتها بعینها وان اعیدت الروح فان الحیة غیر الروح لانه امر لازم للروح فیما له روح² اھ

¹فتح القدیر کتاب الایمان باب الیومین فی الکلام نوریہ رضویہ ستمبر ۲۰۱۳-۲۰۲۲

²فتح القدیر کتاب الایمان باب الیومین فی الکلام نوریہ رضویہ ستمبر ۲۰۱۳-۲۰۲۲

ہو کر اجازت دے یا آجائے، تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ دوبارہ زندہ ہونے کی حیات اس حیات کا غیر ہے جس حیات سے اجازت یا آمد کی قسم کھائی تھی اور قسم والی یہ حیات وہ ہے جو قسم کے وقت تھی، کیونکہ حیات ایک ایسا عارضہ ہے جس کو بعینہ واپس لانا ممکن نہیں اگرچہ روح واپس ہو جائے کہ روح اور حیات آپس میں ایک دوسرے کے مغایر ہیں کیونکہ حیات، روح والی چیز کی روح کا لازم ہے نہ کہ وہ روح ہے اہ (ت)

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس پر یہ حاشیہ لکھا جس کی عبارت یوں ہے **اقول:** (میں کہتا ہوں) اس کلام میں بحث ہے کہ حیات جب عرض ہے تو وہ دو زمانوں میں باقی نہیں رہ سکتی تو اس سے لازم آئیگا کہ حلف کے بعد والی حیات بھی حلف کے وقت والی حیات کا غیر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قسموں کی بنیاد عرف پر ہوتی ہے تو عرف والے لوگ مختلف اوقات کی حیات کو ایک ہی جاریہ حیات قرار دیتے ہیں لیکن موت کے بعد والی حیات کو پہلی حیات کے مغایر قرار دیتے ہیں۔

اقول: (میں کہتا ہوں) لیکن یہاں اعتراض ہو سکتا ہے کہ قسم میں خاص اس زندگی کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا بلکہ یہاں یہ بات پیش نظر ہوتی ہے کہ قسم کھانے والے کو زمانہ اگر یہ موقعہ دے کہ مثلاً وہ فلاں سے بات کر سکے تو وہ اسکی اجازت کے بغیر نہ کرے گا، جبکہ حیات کی تبدیلی سے شخص تبدیل نہیں ہوتا کیونکہ مرنے کے بعد حشر میں وہی شخص ہوتا ہوگا تو اس زندگی میں قسم کھانے کا یہ مطلب نہیں کہ اسی زندگی پر حلف کا دارمدار ہے، اجازت کا تعلق اگرچہ زندہ سے ہوتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حلف کا تعلق خاص اسی زندگی سے ہو، دیکھئے اجازت صرف عقل والے سے ہی متصور ہو سکتی ہے

ورأيتني كتبت عليه مانصه اقول فيه ان الحياة عرض لا تبقى زمانين فالحياة التي بعد الحلف غير التي كانت عند الحلف والجواب ان مبني الايمان على العرف واهل العرف يعدونها واحدة مستمرة والمعاداة غيرها۔

اقول: لكن لقائل ان يقول لانظر في الحلف الى تلك الحياة خصوصاً بل الى تسليم زمانه في هذا الامر الاباذنه مثلاً والشخص لا يتبدل بتبدل الحياة بدليل الحشر والعقد في تلك الحيوۃ غير العقد على تلك الحياة والاذن وان لم يكن الامن حى فلا يستلزم ذلك عقد الحلف على تلك الحياة بعينها الا ترى ان الاذن لا يمكن ايضاً الامن عاقل ولو جُنّ فلان لا يسقط

لیکن فلاں عاقل اگر عقل کھو بیٹھے اور اس پر جنون طاری ہو جائے تو اس کے باوجود قسم ساقط نہیں ہوتی کیونکہ عقل کے بحال ہونے کا احتمال ابھی باقی ہے، یہ عقل والا مسئلہ کتب میں مذکور ہے جبکہ میرا غالب گمان ہے کہ یہ مسئلہ خانہ میں ہے بلکہ یقیناً اس میں ہے، جہاں انہوں نے فصل فی الخروج میں یہ ذکر کیا ہے کہ تین حضرات نے ایک شخص کو یہ قسم دی کہ وہ ان تینوں کی اجازت کے بغیر بخارا سے باہر نہ جائے گا اس کے بعد ان تینوں میں سے ایک مجنون ہو گیا اور باقی دو کی اجازت سے باہر چلا گیا قسم ٹوٹ جائے گی لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ قسم تینوں کی مشترکہ اجازت سے مشروط تھی تو ایک کے فوت ہو جانے سے وہ شرط ختم ہو جائے گی اور قسم باقی نہ رہے گی، اور پہلی جنون والی صورت میں عقل بحال ہونے کے امکان کی وجہ سے مشترکہ اجازت سے مایوسی نہیں پائی جاتی اھ۔

ثم اقول: (میں پھر کہتا ہوں کہ) اس اشکال کا جواب جو کہ میرے دل پر وارد ہوا ہے یوں ممکن ہے کہ قسم جب ایسی شرط سے مشروط ہو جس کا وقوع عادتاً ممکن تو اس کی بقاء کے لئے اس شرط کے عادتاً پائے جانے کا امکان ضروری ہے تاکہ قسم کا پورا ہونا متصور ہو سکے ورنہ محض عقلی احتمال کافی نہیں ہوگا، جبکہ خانہ کا قول کہ "ابھی مایوسی نہیں ہوئی" اس جواب کی صحت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کیونکہ ان کا یہ قول

اليامين لاحتمال ان يعود عقله والمسألة منصوص عليها واكبر ظني انها في الخانية بل هو فيها اذ قال في فصل في الخروج ثلاثة حلفوا جلان لا يخرج من بخارا الا باذنهم فجن احدهم وخرج الحالف باذن الآخرين حنث وان مات احدهم فخرج لا يحنث لان اليامين تقيدت باذنهم وقد فات اذنهم بسوت احدهم فلا يبقى اليامين وفي الوجه الاول لم يقع اليأس عن اذنهم¹

ثم اقول: يخلج ببالي ان لو قيل ان الموقنة اذا كانت على امر يمكن عادة فشرط بقاءها تصور البر عادة لا مجرد احتمال عقلي لحصل الجواب عن هذا ويؤمى اليه قول الخانية لم يقع اليأس فانه يفيد ان لو وقع اليأس سقط اليامين ولا شك ان

¹ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الایمان فصل فی الخروج نوکثور لکھنؤ ۳۱۶/۳

بتا رہا ہے کہ اگر مایوسی ہو جائے تو قسم ساقط ہو جائیگی جبکہ مایوسی اسی چیز سے ہوتی جب وہ عادتاً محال ہو، اور فتح میں آسمان پر چھڑھنے اور اس پتھر کو سونے میں بدلنے کے متعلق قسم کے بیان میں فرمایا کہ اگرچہ آسمان پر چڑھنا اور پتھر کا سونے میں بدل جانا عقلاً ممکن ہے لیکن عادتاً اس سے عجز ثابت ہے لہذا قسم ٹوٹ جائیگی کیونکہ ایسا کرنا عادتاً ممکن نہیں ہے، مایوسی کا یہی معنی ہے۔ اس پر ہدایہ میں یوں تائید ذکر کی ہے کہ اس صورت میں قسم کھانے والے کے فوت ہو جانے پر قسم باطل نہ ہوگی کیونکہ دوبارہ زندہ ہونا ممکن ہے، فتح القدر میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ اس امکان سے حلف والے کام کو کرنے کا احتمال ثابت ہو رہا ہے مگر اس کے باوجود یہ احتمال معتبر نہیں کیونکہ یہ خلاف عادت ہے اس لئے فوت ہو جانے پر بالاجماع قسم کے ٹوٹ جانے کا حکم ہوگا الخ تو اس بیان سے واضح ہو گیا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے میں قسم کے بحال نہ ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ دوبارہ زندگی پہلی زندگی کے مغایر ہے ورنہ ہدایہ اور فتح القدر کا استشاد تام نہ ہوگا کیونکہ ان کا استشاد عادی عجز پر تھا جبکہ دونوں زندگیوں کے مغایر ہو جانے پر عجز عقلی ہو جاتا ہے حالانکہ محقق صاحب فتح القدر نے دوبارہ زندگی

المستحيل عادة ما يوس عنه و قد قال في الفتح في مسألة من حلف ليصعد السماء اوليقلبن هذا الحجر ذهباً ان العجز ثابت عادة فلا يبر في زواله¹ اه وهذا هو معنى اليأس وقد استشهد لها في الهداية بما اذا مات الحالف فانه يحنث مع احتمال اعادة الحياة² قال في الفتح فيثبت معه احتمال ان يفعل المحلوف عليه ولكن لم يعتبر ذلك الاحتمال بخلاف العادة فحكم بالحنث اجباً³ الخ فتبين انه ليس الوجه مغايرة الحياة المعادة للحياة المعقود عليها الحلف، والالم يتم الاستشهاد لكون العجز اذن عقلاً كما قرره المحقق الاعادة بخلاف صعود السماء وقلب الحجر ذهباً فاذن ليس النظر الا الى اليأس العادي و

¹ فتح القدير باب البيبين في الاكل والشرب مكتبة نورية رضوية سحر ۱۶/۳-۲۱۵

² هداية باب البيبين في الاكل والشرب مكتبة عربية كراچی ۱/۳۷۳

³ فتح القدير باب البيبين في الاكل والشرب مكتبة نورية رضوية ۱۶/۳

کے احتمال کو ثابت رکھا ہے، اس کے برخلاف آسمان پر چڑھنے اور پتھر کے سونے میں تبدیل ہونے میں عقلی عجز نہیں ہے بلکہ یہاں صرف عادی مایوسی ہے جو قسم کے ٹوٹ جانے میں مقصود ہے،

اقول (میں کہتا ہوں) اس کی توجیہ مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس نے کسی عادی مجال چیز جو کہ عقلی طور پر ممکن ہو، پر قسم کھائی تو اس کی قسم کے لئے یہی عقلی امکان شرط ہوگا، لیکن جس نے کسی عادی ممکن چیز پر قسم کھائی اور وہ چیز قسم کے بعد عادی مجال ہو جائے تو اس صورت میں قسم باقی نہ رہے گی کیونکہ اب صرف عقلی امکان باقی ہے جبکہ قسم اس امکان پر مبنی نہ تھی بلکہ وہ عادی امکان پر مبنی تھی جو باقی نہ رہا، غور کرنا اور معاملہ کو صاف کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم، میرا حاشیہ ختم ہوا۔ (ت)

پانچواں شبہہ: کہ قسم حال کی دلالت سے مقید بن جاتی ہے، اگرچہ لفظوں میں وہ مطلق ہو اور اس کے ساتھ قید کا ذکر نہ ہو، اسی باب سے کلام کا غرض سے مقید ہونا ہے، اگرچہ قسموں کی بنیاد اغراض پر نہیں ہے تاہم اغراض میں تخصیص پیدا کر دیتی ہیں، چنانچہ فقہاء کرام نے یہ تصریح کی ہے کہ غرض قسم میں زیادتی پیدا نہیں کرتی لیکن تخصیص پیدا کر سکتی ہے، ردالمحتار میں ہے کہ جامع کبیر کی تخصیص میں مذکور ہے کہ عرف سے تخصیص ہو سکتی ہے لیکن زیادتی نہیں ہو سکتی حتیٰ کہ کسی نے سری کے متعلق قسم کھائی تو اس سے وہ سری مراد ہوگی جس کو عرف میں آگ سے بھون کر کھایا جائے، اور اجنبی عورت کے متعلق کہا "اگر وہ گھر میں داخل ہوئی تو اسے طلاق ہے" تو اس عورت کی ملکیت نکاح مراد نہیں ہو سکتی،

هو المقصود، اقول: ويظهر لي توجيهاه ان من حلف على محال عادي فقد عقد على امكانه العقلي فلم يكن شرط الانعقاد الا هذا اما من عقد الموقته على ممكن عادة ثم استحال فلا يبعد ان تبقى اليمين لان هذا الامكان غير المعقود عليه فليتنا مل وليحرر، والله تعالى اعلم اه ما كتبت عليه۔

شبہہ خامسہ: یمن بدالات حال متقید شود اگرچہ در قال مقید نبود و ازیں باب ست تقید بغرض تا آنکہ غرض را با آنکہ بنائے ایمان، برو نیست تخصیص دانستہ و تصریح فرمودہ اند کہ غرض در یمن نفعزاید فاما عہ خصوص را شاید در رد المحتار ست فی تلخیص الجامع الکبیر وبالعرف یخص ولا یزاد حتی خص الراس بما یکبس ولم یرد المملک فی تعلیق طلاق الاجنبیۃ بالدخول او بمعناه ان اللفظ اذا کان عاماً یجوز تخصیصه بالعرف کما لو حلف لایاکل رأساً فانه فی العرف اسم لما یکبس فی التنور و یباع

عہ: مسودہ میں بیاض ہے۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر لفظ عام ہو تو عرف کے ذریعہ اس کی تخصیص کی جاسکتی ہے جیسا کہ جب کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ سری نہ کھاؤں گا، تو قسم میں اگرچہ سری عام اور مطلق مذکور ہے لیکن عرف میں وہی سری مراد ہوتی ہے جس کو بھونا جائے اور بازار میں فروخت کیا جائے اس لئے عرف میں سری سے مراد چڑیا وغیرہ کی سری مراد نہ ہوگی، تو یہاں عرف نے سری میں تخصیص کردی تو جب مطلق سری ذکر کی جائے گی تو عرفاً خاص ہی مراد ہوگی اس کے برخلاف ایسی زیادتی جو لفظوں سے مذکور نہ ہو عرف کی وجہ سے وہ زیادتی پیدا نہیں ہو سکتی جیسے کوئی شخص اجنبی عورت کو کہے کہ "اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے" تو یہاں اگر وہ یہ مراد لے کہ گھر میں داخل ہوتے وقت میری منکوحہ ہو تو طلاق ہے، تو منکوحہ ہونا قسم کے الفاظ سے زائد چیز ہے، جس کو مراد نہیں لیا جاسکتا، اگرچہ عرف میں طلاق کے لئے منکوحہ ہونا ضروری ہے مگر عرف کلام میں غیر مذکور لفظ کو زائد نہیں کر سکتا اس لئے اجنبی عورت کے لئے یہ قسم لغو قرار پائے گی، اسی ردالمحتار میں ہے کہ عرف مخصوص بننے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن زیادتی پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ حال کی دلالت سے قسموں کا اغراض سے مقید ہونا، اگر میں اس کی جزئیات کو ذکر کروں تو اس کے لئے دفتر چاہئے، تاہم مذہب میں مخصوص دو تین مثالیں ذکر کر رہا ہوں:

في الاسواق وهو راس الغنم دون رأس العصفور ونحوه فالغرض العرفي يخصص عبومه فاذا اطلق ينصرف الى المتعارف بخلاف الزيادة الخارجة عن اللفظ كما لو قال لاجنبية ان دخلت الدار فانت طالق فانه يلغو ولا تصح ارادة الملك اى ان دخلت وانت في نكاحي وان كان هو المتعارف لان ذلك غير مذکور ودلالة العرف لاتاثير لها في جعل غير الملفوظ ملفوظاً¹،
 همدان ست الغرض يصلح مخصصاً لامزيد² واگر تقییدات کہ بدلات حال باغراض حالفین کردہ اندفروع آنها را بر خوانیم دفتر باید، بر دوسه مثال منصوص فی المذهب اختیار کنیم:

¹ ردالمحتار باب الیمن فی الدخول والخروج دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳

² ردالمحتار باب الیمن فی الدخول والخروج دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳

(۱) والیٰ شہر نے زید کو قسم دی کہ شہر میں جو بھی شریک ہو مجھے اس کی اطلاع دے گا، تو اطلاع دینے کی یہ قسم اس والیٰ کی ولایت کی مدت کے ساتھ مقید ہوگی حالانکہ لفظوں میں اس قید پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ مثلاً اجازت وغیرہ موجود نہیں مگر عام حال کی یہاں دلالت موجود ہے کہ قسم دینے کا عرف میں مقصد یہ ہوتا ہے کہ حاکم اس اطلاع پر شرکاء تدارک کرے اور یہ تدارک صرف ولایت سے ہو سکتا ہے تو لازماً یہ قسم ولایت کے زمانہ سے مقید ہوگی۔ ہدایہ میں ہے کہ جب والیٰ نے ایک شخص کو قسم دی کہ تو مجھے شہر میں کسی فساد کی داخل ہونے پر اطلاع دے گا۔ تو یہ قسم اس والیٰ کی ولایت کے زمانہ سے مختص ہوگی کیونکہ والیٰ کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس اطلاع پر شریک کو سزا دے کر شرکاء خاتمہ کرے، لہذا ولایت کے خاتمہ کے بعد اس قسم کا کوئی فائدہ نہیں ہے، فتح القدر میں ہے کہ قسم کا زمانہ ولایت سے مختص ہونا دلالتِ حال کی وجہ سے ہے اور وہ یہ کہ اس قسم دینے کا مقصد شریک کو سزا دے کر اس کے یا غیر کے شر کو ختم کرنا ہے جبکہ یہ مقصد اس والیٰ کی ولایت سے حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ ولایت کی وجہ سے وہ اس مقصد پر قادر ہوتا ہے (ت) (۲) مقرض جب قرض سے انکار کرے اور قرض خواہ کے پاس گواہ نہ ہوں تو قرض خواہ قسم اٹھائے کہ میں تجھے قاضی کے دربار میں پیش کروں گا

(۱) والیٰ زید را سوگند داد کہ ہر مفسدے کے بشیر بود مرا آگاہانی متقید باشد بزمان قیام ولایتش حالانکہ اینجا لفظی مثل اذن وغیرہ مفید تقیید اصلاً نیست مگر حال دال ست کہ عرفش تدارک اوست و این نباشد مگر بولایت لاجرم بامقید شد در ہدایہ ست اذا استحلخ الوالی رجلا لیعلمنه بکل داعر دخل البلد فهذا علی حال ولایتہ خاصۃ لان المقصود منه دفع شرہ او شر غیرہ بزجرہ فلا یفید فائدتہ بعد زوال سلطنتہ^۱، در فتح القدر است هذا التخصیص فی الزمان یثبت بدلالة الحال وهو العلم بان المقصود من هذا الاستحلاف زجرہ بما یدفع شرہ او شر غیرہ بزجرہ وهذا لا یتحقق الا فی حال ولایتہ لانہا حال قدرتہ علی ذلک^۲۔ (۲) ہر مدیون خود کہ از دین منکر بود و دان گواہان نداشت سوگند خورد ترا بدر قاضی کشم و حلف گیرم مدیون اعتراف کرد یا دان

^۱ ہدایہ کتاب الایمان مسائل متفرقہ مکتبۃ العربیہ کراچی ۱۳۸۶ھ

^۲ فتح القدر کتاب الایمان نوریہ رضویہ ستمبر ۱۳۶۸ھ

اور وہاں تجھ سے قسم لوں گا تو اس کی قسم کے بعد مدیون و مقروض شخص نے قرضے کا اعتراف کر لیا یا قرض خواہ کو گواہ مل گئے، تو قرض خواہ کی قسم ساقط ہو جائے گی، کیونکہ حال کی دلالت سے وہ قسم انکار و گواہوں کے نہ ہونے کی حالت میں مخصوص قرار پائے گی۔ درمختار میں ہے کہ قرض خواہ نے قسم کھائی کہ میں تجھے قاضی کے دربار میں پیش کر کے تجھ سے قسم دلاؤں گا تو اس دھمکی پر مقروض نے قرض کا اقرار کر لیا یا اس کو گواہ مل گئے، تو قسم ساقط ہو جائیگی کیونکہ قسم کھانے والے کی یہ قسم مقروض کے انکار کے ساتھ مقید قرار پائے گی، اس پر علامہ شامی نے فرمایا کہ اس وجہ اور علت کا تعلق صرف مقروض کے انکار سے ہے، گواہوں کے دستیاب ہونے کی بات سے نہ ہوگا کیونکہ گواہوں کے دستیابی کے باوجود انکار باقی رہ سکتا ہے، تو گواہوں کی دستیابی پر قسم کے ساقط ہونے کی علت یہ ہوگی کہ گواہوں کی موجودگی میں قاضی کے ہاں قسم دلانا ممکن نہ رہے گا، اس میں غور چاہئے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) علامہ شامی کا فرمانا کہ گواہوں کی موجودگی میں قسم دلانا ممکن ہے کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ مدعی کو اختیار ہے کہ وہ گواہ پیش کرنے کی بجائے مقروض منکر کو قسم دلائے، لہذا قسم کو نا ممکن کہنا درست

راگواہان بدست آمدند یمن ساقط شود کہ بدلات حال متقید بحال انکار وعدم وجدان شہود بود۔ در در مختار ست حلف ان یجرہ الی باب القاضی و یحلفہ فاعترف الخصم و اظہر شہود سقط الیمن لتقیدہ من جهة المعنی بحال انکارہ^۱ اہ قال الشامی لکن هذا التعلیل لایظہر بالنسبۃ الی قولہ او ظہر شہود فأنہ بظہور الشہود لم یزل الانکار بل العلة فیہ انہ بعد ظہور الشہود لایسکن التحلیف تأمل^۲ اہ اقول: لہ ان لایستشہدہم و یطلب حلفہ فکیف لایسکن کما یوہمہ قول العلامة لایسکن التحلیف فالاولی ان یقال لتقیدہ بانکارہ وعدم وجدان الشہود اذلا حلف علی مقروض و لامع بینة شہدت، فی الدر

^۱ درمختار باب الیمن فی الاکل و الشرب و اللبس و الکلام مطبع مجتہبائی دہلی ۳۰۴/۱

^۲ رد المحتار باب الیمن فی الاکل و الشرب و اللبس و الکلام دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰۶/۳

نہیں بلکہ یوں کہنا بہتر تھا کہ وہ قسم انکار اور گواہوں کے دستیاب نہ ہونے سے مقید قرار پائے گی، کیونکہ اقرار کر لینے پر اور گواہوں کی شہادت پر قسم کی ضرورت نہیں رہتی۔ در مختار میں بحر سے منقول ہے کہ قسم، گواہی کا خلیفہ بنتی ہے توجب اصل حاصل ہو جائے تو خلیفہ کی ضرورت نہیں رہتی اھ، اور نہ ہی حق والا گواہوں کی موجودگی میں قسم دلانے پر راضی ہوتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مقروض جھوٹی قسم اٹھائے تو اس کا قرض ضائع ہو جائے، لہذا عرفاً یہ قسم دونوں حالوں (انکار اور گواہ نہ ہونے) سے مقید قرار پائے گی۔

اقول: (میں کہتا ہوں کہ) گواہوں کی موجودگی میں قسم کا یہ سقوط اس لئے نہیں کہ بالآخر قسم کا پورا ہونا متصور نہیں ہو سکتا کہ قسم کا پورا ہونا ناممکن ہو جانے پر ختم ہو جائے۔ اس پر اگر تو یہ اعتراض کرے کہ کیا در مختار میں یہ موجود نہیں کہ جب قاضی کے ہاں مدعی یہ کہے کہ میرے گواہ ہیں لیکن وہ شہر میں موجود ہیں اور مدعی اس صورت میں اپنے مخالف سے قسم کا مطالبہ کرے، تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاضی مخالف کو قسم نہ دلائے گا۔ صاحبین کا مسلک اس کے خلاف ہے، اور اگر مدعی کے گواہ قاضی کی مجلس میں حاضر ہوں تو بالاتفاق قسم نہ لی جائیگی، ابن ملک اھ (تو قسم دلانے کا احتمال ختم ہو جانے سے قسم ساقط ہو جائیگی) قلت (میں کہتا ہوں) کیا گواہوں کو حاضر کرنا اور قاضی کو گواہوں کی موجودگی

عن البحر الیمین کالخلف عن البینة فاذا جاء الاصل انتھی حکم الخلف اھ¹ ولا یرضی الطالب بحلف المنکر مادام یقدر علی الشہود مخافة ان یحلف فیذهب مالہ فیتقید بہما عرفاً۔ اقول: ویس هذا السقوط لعدم تصور البر بقاء فان قلت الیس فی الدر قال المدعی لی بینة حاضرة فی المصر وطلب الیمین خصمه لایحلف خلافا لهما ولو حاضرة فی مجلس الحکم لم یحلف اتفاقاً ابن ملک اھ²،

قلت الیس ان الاحضار والاخبار کلہما بیدہ فان الشہود لایحضرون مالکم یحضروا ولا یعلم القاضی ان له بینة فی المصر مالکم یخبر فالامکان حاصل لاشک اما اولاً فلان الیمین مطلقۃ فلا یضرها انتفاء

¹ در مختار کتاب الدعوی مطبع مجتہائی دہلی ۱۱۸/۲

² در مختار کتاب الدعوی مطبع مجتہائی دہلی ۱۱۹/۲

کی خبر دینا مدعی کے اختیار میں نہیں ہے؟ ضرور اس کے اختیار میں ہے کیونکہ جب تک وہ گواہوں کو حاضر نہ کرے وہ پیش نہ ہوں گے اور یوں ہی جب تک وہ قاضی کو گواہوں کی موجودگی کی خبر نہ دے قاضی کو معلوم نہ ہو سکے گا کہ اسکے پاس گواہ ہیں، تو بہر صورت گواہوں کی موجودگی کے باوجود مدعی علیہ سے قسم لینے کا امکان قاضی کے ہاں باقی ہے، اور اگر تو اسلئے کہ مذکورہ قسم مطلق ہے تو تا حال قسم پورا ہونا متصور نہ ہو تو اس کے لئے کچھ مضر نہیں ہے، اور تاہم اس لئے کہ قسم کا پورا ہونا ابھی ممکن ہے گواہوں کی موجودگی کی صورت میں تو ہم نے وجہ ذکر کر دی، اور مدعی علیہ کے اقرار کی صورت میں اسلئے کہ ہو سکتا ہے کہ مدعی علیہ، مدعی کے پاس تو اقرار کرتا ہو تو پھر ضروری نہیں کہ وہ قاضی کی مجلس میں بھی اقرار کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مدعی علیہ کو جب قاضی کے ہاں پیش کیا جائے تو وہ انکار کر دے تو اس صورت میں قاضی کا اس سے قسم لینا متصور ہے تو معلوم ہوا کہ بہر صورت ابھی قسم کا تصور باقی ہے لہذا یہاں قسم کا سقوط صرف عرفی قید کی وجہ سے ہو گا نہ کہ حلف کا امکان ختم ہو جانے سے قسم کا سقوط ہو گا اس پر میرا حاشیہ ختم ہوا۔ اس کے بعد میں نے امام ابو بکر محمد بن المفاخر بن عبدالرشید کرمانی کو جواہر الفتاویٰ کی کتاب الایمان کے دوسرے باب۔ امام جمال الدین بزدوی کے فتاویٰ میں ذکر کرتے ہوئے پایا جس میں ان کو بہت سے

تصور البر فیما بعد واما ثانیاً فلانہ متصور اما فی الشہود فلما ذکرنا واما فی الاقرار فلان من اقر عند الطالب لایجب ان یقر عند القاضی فلعلہ اذا اجر الیہ انکر فیحلفہ فالتصور حاصل قطعاً فلا سقوط الاللتقید العرفی اہ¹ ما کتبت علیہ۔ ثم رأیت الامام ابابکر محمد بن ابی المفاخر بن عبدالرشید کرمانی ذکرہ فی جواہر الفتاویٰ کتاب الایمان، الباب الثانی فتاویٰ الامام جمال الدین البزدوی، فرأیتہ افاد فوائد منها، التعلیل بدلالة الحال ملحقاً له بمسألة تحلیف الوالی ليعلمنه بكل داعر ومنها ان التقید بالانکار فی صورة الاقرار ومنها ان فی سقوط الیہین بظہور الشہود خلافا وان

¹ جد المبتار علی رد المبتار

فائدے ذکر کرتے ہوئے دیکھا، جن میں ایک فائدہ یہ کہ، والیٰ شہر کا کسی کو قسم دینا کہ وہ اسے ہر فساد کی اطلاع دے گا، والے مسئلہ میں، قسم کا والیٰ کی ولایت باقی رہنے کی علت، دلالت حال کو بنایا۔ دوسرا فائدہ، مدعی کی قسم کا انکار سے مفید ہونا صرف مدعی علیہ کے اقرار کی صورت میں ہے گواہوں کی صورت میں نہیں (جیسا کہ اوپر بحث گزری)۔ تیسرا فائدہ گواہوں کی صورت میں قسم کا ساقط ہونا مختلف فیہ ہے جبکہ فتویٰ یہ ہے کہ ساقط ہو جائے گی۔ امام جمال الدین کی عبارت یوں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس کے ذمے ہماری اتنی گندم ہے تو مدعا علیہ نے انکار کر دیا تو اس پر مدعی نے اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ میں اس کو قاضی کے دربار میں پیش کر کے اس کو قسم دلاؤں گا، تو اس دھمکی کے بعد مدعا علیہ نے اس کے دعویٰ کا اقرار کر لیا تو اب قاضی کے پاس لے جا کر قسم دلانے کی ضرورت نہ ہوگی اور قسم کھانے والا مدعی اپنی قسم سے بری ہو جائے گا کیونکہ اس کی قسم دلانے کی قسم اس مدعا علیہ کے انکار پر تھی، تو جب اس نے اقرار کر لیا تو انکار ختم ہو گیا۔ اور یہ معاملہ ایسا نہیں کہ کوئی قسم کھائے کہ میں اس کو زے کے پانی کو ضرور نوش کروں گا، تو قسم کے بعد کوزے کا پانی گرا دیا گیا ہو، تو قسم ٹوٹ جائے گی، کیونکہ یہ قسم کوزے کے پانی کو پینے سے متعلق تھی تو وہ اسے پی نہ سکا لیکن یہاں قسم انکار پر مبنی تھی جو ختم ہو گیا، تو قسم بھی ختم ہو گئی، جیسا کہ حاکم شہر کسی کو قسم دے کہ تو مجھے شہر میں داخل ہونے والے

الفتویٰ علی السقوط وهذا نصحہ رحمہ اللہ تعالیٰ رجل ادعی علی آخر کذا منا حنطۃ فانکر المدعی علیہ فحلفہ المدعی بطلاق امرأته ان یجرحہ الی باب القاضی ویحلفہ علی ذلک ثم ان المدعی علیہ اقرباً ادعی استغنی عن الیمن ویكون بأرافی یمینہ لان الحلف علی ان یحلفہ مادام منکر اذا اقرفات الانکار ولیس هذا کما لو قال لاشربن الماء الذی فی هذا الکوز فأریق الماء انه یحنث لان الیمن ہنک علی الشراب ولم یشر بہ وهنأ الیمن علی الانکار فلم تتبع الیمن وصار کانه حلف مع السلطان ان یعلمہ بکل داعر دخل المدینة ثم عزل السلطان سقط یمینہ لانه حلف علی ان یعلمہ مادام

ہر فساد کی اطلاع دے گا، اس کے بعد وہ حاکم معزول ہو جائے تو اس کی دی ہوئی قسم بھی ختم ہو جائیگی، کیونکہ یہاں بھی قسم کا مطلب یہ تھا کہ میری ولایت جب تک ہے اس وقت تک اطلاع دینی ہوگی، تو یہاں بھی یہی صورت ہے کیونکہ مدعی اگر مدعی علیہ کو اب قاضی کے ہاں پیش کرے تو قاضی اس سے قسم نہ لے گا اس لئے اب قاضی کے ہاں لے جانے کا فائدہ نہ رہا، اس کو امام جمال الدین بزدوی نے یونہی ذکر فرمایا ہے، یہ امام جمال الدین بزدوی کا جواب قاضی ابوبیٹم کے قول کے موافق ہے اور قاضی امام صاعدی کے قول کے مخالف ہے، کیونکہ امام صاعدی نے اس مسئلہ کو اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا اور مدعی علیہ کے اعتراف کی بجائے انہوں نے گواہوں کے موجود ہونے، کو ذکر کیا، جبکہ قاضی امام ابوبیٹم نے کہا کہ قسم ساقط ہو جائے گی اور امام صاعدی نے کہا کہ قسم ساقط نہ ہوگی بلکہ گواہوں کے موجود پانے پر مدعی کے قسم کے مطابق اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی، توجہ ہمارے شیخ جمال الدین بزدوی کا جواب قاضی ابوبیٹم کے جواب کے موافق ہے تو یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اھ۔ (ت) (۳) کسی نے اپنے مقروض کو قسم دی کہ تو مجھے فلاں روز میرا قرض دے گا اور میرا ہاتھ پکڑے گا

هو الوالی فی البلد فکذلک ہنأ بدلیل انہ لو حملہ الی القاضی لایحلفہ فأذلا فائدة فی حملہ الی القاضی ہکذا ۱ ذکر، وهذا الجواب یوافق قول القاضی ابی الہیثم ویخالف قول القاضی الامام الصاعدی فانہ ذکر فی فتاواہ هذا المسألة الا انہ وضع المسألة ہکذا ذکر مکان اعتراف المدعی علیہ انہ ظہر لہ شہود وقال القاضی الامام ابو الہیثم سقط یمینہ وقال الصاعدی لایسقط بل یقع طلاقہ فأذ الجواب شیخنا جمال الدین وافق جواب القاضی ابی الہیثم وهو الصحیح وعلیہ الفتویٰ ۱ اھ۔

(۳) مدیون را سوگند داد فلاں روز حق من دی و دستم بگیرم
و بے دستوری من بیرون

اس کا قول یونہی ذکر کیا ہے یعنی امام جمال الدین بزدوی نے ذکر کیا ہے اور یہاں سے آخر تک جو عبارت ہم نے نقل کی ہے وہ امام کرمانی کا کلام ہے جو اس فتاویٰ کے جامع ہیں ۱۲ منہ (ت)

عہ: قوله ہکذا ذکر ای الامام جمال الدین البزدوی ومن ہنأ الی آخر مانقلنا کلام الامام الکرمانی جامع تلك الفتاویٰ منہ۔

¹ جواہر الفتاویٰ کتاب الایمان

اور میری رضا کے بغیر باہر نہ جائے گا، پھر مقروض نے اسی دن قرض ادا کر دیا اور اس کا ہاتھ پکڑے بغیر باہر چلا گیا تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ یہ قسم عرف میں قرض ذمہ ہونے کی وجہ سے تھی، تو قرض ختم ہونے پر قسم ساقط ہو جائے گی۔ ردالمحتار میں ہے کہ بزازیہ میں ہے کہ قرض خواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تو مجھے فلاں دن میرا حق دے گا اور میرا ہاتھ پکڑے گا اور میری مرضی کے بغیر باہر نہ جائیگا، تو مقروض نے اس کو قرض اسی روز دے دیا اور ہاتھ پکڑے اور اس کی مرضی کے بغیر باہر واپس چلا گیا تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ اس قسم کا مقصد قرض وصول کرنا تھا۔ قلت میں کہتا ہوں کہ یہ گزر چکا ہے کہ قسموں کی بنیاد الفاظ ہوتے ہیں۔ اغراض بنیاد نہیں ہوتے، اور مذکور قسم کا مقصد الفاظ میں مذکور نہیں ہے، لیکن جیسا کہ پہلے ہم نے ذکر کر دیا ہے کہ عرف تخصیص پیدا کر دیتا ہے تو یہ بھی ایسے ہی ہے کیونکہ یہاں بھی عرف نے اس قسم کو قرض کی موجودگی کے ساتھ مختص کر دیا ہے کہ اس کی ادائیگی سے قبل تک ہوگی، اس کی وضاحت عنقریب تبیین الحقائق سے بیان کی جائے گی، علامہ شامی کا ردالمحتار میں بیان ختم ہوا۔

اقول (میں کہتا ہوں کہ) مجھ ضعیف بندے پر جو ظاہر ہو رہا ہے وہ یہ کہ یہاں ردالمحتار کے بیان کردہ مسئلہ میں تین قسمیں ہیں جن میں سے

نہ روی بازمدیوں ہمیں روز دینش داد و ستش گرفت و بے دستوری او بیروں رفت حانث نشود کہ اس بیس عرفا مقیدست بحال دیں در ردالمحتار ست فی البزازیة حلفه لیوفین حقه یوم کذا ولیأخذن بیدہ ولاینصرف بلا اذنه فأوفاه الیوم ولم یأخذ بیدہ وانصرف بلا اذنه لایحنت لان المقصود وهو الایفاء اه. قلت تقدم ان الایمان مبینة علی الالفاظ لاعلی الاغراض وهذا المقصود غیر ملفوظ لکن قدمنا ان العرف یصلح مخصصاً وهنالك فان العرف یخصص ذلك بحال قیام الدین قبل الایفاء ویوضحه ایضاً ما یأتی قریباً عن التبیین¹ اه ما فی الشامی۔ اقول: والذی یظهر للعبد الضعیف ان هنا ثلث ایمان فالأخیرة متقیده بنفس

¹ ردالمحتار باب الیمین فی الاکل والشرب دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰۶/۳

آخری یعنی "میری اجازت کے بغیر واپس نہ جائے گا" یہ قسم لفظ اجازت سے مقید ہے جیسا کہ گزرا ہے، اور ان میں سے پہلے قسم یعنی "تو میرا حق فلاں روز ادا کرے گا" یہ وقت سے مقید ہے یعنی موقت ہے، جبکہ مقررہ اس دن میں حق کی ادائیگی نہیں ہو سکی کیونکہ ادائیگی مقررہ دن سے پہلے ہو چکی ہے اس لئے قسم ختم ہو جائے گی کیونکہ مقررہ دن میں پورا کرنا ممکن نہ رہا، پھر اس بیان کے بعد میں نے دیکھا تو فقہاء نے قسم کے خاتمہ کی یہی علت بیان فرمائی واللہ الحمد، لیکن دوسری قسم یعنی "تو میرا ہاتھ پکڑ لے" یہ حق پورا کرنے، سے مجاز ہے، یعنی تاکہ یہ بات حق کی ادائیگی میں مددگار بنے، کیونکہ خاص عضو یعنی ہاتھ پکڑنا مقصود نہیں ہے، لہذا یہ قسم مطلق قرار پائی، اور یہ حق کی ادائیگی ہو جانے پر پوری ہو چکی ہے، اور اگر اس دوسری قسم کو مطلق کی بجائے وقت یعنی مقررہ دن سے مقید اور موقت قرار دیا جائے تو تب بھی یہ ساقط قرار پائیگی، جبکہ وجیز کے اس کہنے کا کہ یہاں مقصود صرف حق کو پورا کرنا ہے، اور یہاں حال کی دلالت سے تخصیص کا کوئی دخل نہیں ہے، کا یہی مطلب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ہی حقیقت حال کا بہتر عالم ہے، اور بعد میں تبیین الحقائق کے حوالہ سے جو ذکر کیا وہ صرف یہی ہے کہ یہ قسم حالف کے مقصد سے مقید ہوگی لہذا قسم کی وجہ بننے والی صفت سے یہ مقید قرار پائے گی اگرچہ وہ صفت حاضر چیز میں پائی جائے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

لفظ الاذن كما تقدم والاولى كانت موقتة والممتنع الايفاء في ذلك الوقت لحصوله قبله فسقطت لعدم تصور البر ثم رأيتهم به علوة، والله الحمد، اما الثانية فمجازة عن الايفاء اي ليعينه لوفاء دينه اذ من المعلوم قطعاً ان ليس المراد خصوص اخذ العضو وهي مطلقة وقدبر فيها اذا وفي وان فرضت لوقته بالتوقيت المذكور فقد سقطت ايضاً وهذا معنى قول الوجيز لان المقصود هو الايفاء فليس هنا مدخل اصلاً للتخصيص بدلالة الحال والله تعالى اعلم بحقيقة الحال وليس فيما اتى به بعد عن التبيين الا ان اليمين تتقيد بمقصد الحالف ولهذا تتقيد بالصفة الحاملة على اليمين وان كانت في الحاضر على ما بيننا من قبل اه¹

¹ رد المحتار باب اليمين في الاكل والشرب دار احياء التراث العربي بيروت ١٠٤٧/٣

(تبيين الحقائق کے آخر کلام تک) جبکہ یہاں یہ بحث نہیں کہ مقصد سے مقید ہوگی یا نہیں، بلکہ یہاں تو دلالتِ حال سے تخصیص میں بحث ہے اور پھر تبیین الحقائق کی بات کا تعلق لفظوں میں مذکور صفت سے ہے، مثلاً میں فلاں کے غلام سے بات نہ کروں گا جبکہ آپ تو یہاں غیر ملفوظ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں، لہذا تبیین الحقائق کا کلام اس بحث کی وضاحت نہیں بن سکتا، انتہائی بات جو کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ قسم میں "فلاں دن حق پورا کرے گا" کا معنی یہ ہوگا کہ اگر اس دن سے قبل حق پورا نہ کرے تو اس دن ادا کرے گا، تو قبل ازیں پورا نہ کرنے سے قسم مقید ہوگی اور یہ مقصد لفظوں میں غیر مذکور ہے جو صرف دلالتِ حال سے قید کے طور پر معلوم ہو رہا ہے، تو پہلی قسم پوری ہو کر ختم ہوگئی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

چونکہ مذکورہ مثال میں دلالتِ حال کے متعلق بحث کی وسیع گنجائش پیدا ہوگئی، اس لئے ایک اور مثال یہاں پیش کرتا ہوں کہ، ایک قرض خواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تو مجھ سے منہ نہ چھپائے گا، تو اس عہد و پیمانہ کا معنی یہ ہے کہ جب میں تجھے طلب کروں اور تو میری طلب پر مطلع ہو جائے تو فوراً سامنے آنا ہوگا، اس لئے اگر وہ اس کی طلب کے بغیر یا طلب پر اطلاع نہ پانے پر روپوشی کرے تو قسم کی خلاف ورزی نہ ہوگی اگرچہ یہ روپوشی اس قرض خواہ کے ڈر سے ہی ہو مثلاً قرض خواہ کے سامنے آجانے پر مقروض منہ پھیر کر رک جائے، کیونکہ یہ روپوشی دوسرے خیال

ولا کلام فیہ انما الکلام فی حصول التخصیص ہناتم کلام التبیین فی صفة ملفوظة کلایکم عبد فلان وتریدون لہنا اثبات غیر الملفوظ فلا یوضحہ ما فی التبیین وغایة ما یقال ان المعنی لیوفین یوم کذا ان لم یوف قبلہ فہذا التقیید بدلالة الحال وهو المقصود الغیر الملفوظ فیکون الاولی مبرورۃ ساقطة واللہ تعالیٰ اعلم۔ وچوں دریں مثال در دلالت حال مجال مقال و سبع آمد مثالی دگر جائش بنشائیم دائن حلف گرفت کہ روئے از من پوشی و معنی این بیان آن ست کہ ہر گاہ ترا طلبم و تو بر طلب من مطلع شوی ظاہر گردی ورنہ فرد روپوشی مدیون در غیر آل طلب دائن بے اطلاع بر طلب دائن موجب حش نیست گواز ترس دائن باش چنانکہ بخوف اورخ پوشاں بازار رفتن زیر کہ این روئے پوشیدن بخیاں ست نہ ازو سوگند بریں بود نہ برال این بیمن بدالات حال مقید ست بزمان بقائے دین تا آنکہ اگر دو دائن بودند

سے ہے نہ کہ اس کی طلب سے روپوشی ہے، لہذا کسی اور وجہ سے روپوشی پر قسم نہ ٹوٹے گی، کیونکہ قسم کا تعلق کسی اور وجہ سے نہیں ہے، تو یہ قسم دلالتِ حال کی وجہ سے قرض باقی رہنے کے حال سے مقید ہوگی، حتیٰ کہ اگر قرض خواہ دو شخص ہوں دونوں نے یہ قسم دی ہو تو دونوں میں سے جس کا قرض ادا کر دے گا اس کے حق میں قسم ختم ہو جائے گی۔ وجہِ کردری کی فصل ۱۸ قرض کی ادائیگی میں فرماتے ہیں کہ قرض خواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تو مجھ سے روپوشی نہ کرے گا اور قسم میں کسی وقت کا ذکر نہ کیا تو اس قسم کا معنی یہ ہوگا کہ جب بھی وہ اس مقروض کو طلب کرے اور مقروض کو اس طلب کا علم ہو جائے تو اس وقت روپوشی نہ کرے، لہذا اگر قرض خواہ کی طلب پر مقروض اطلاع پانے کے باوجود حاضر نہ ہو سنا نہ کرے تو قسم ٹوٹ جائے گی، اور اگر بغیر طلب یا طلب پر اطلاع نہ پائی ہو اور بازار میں ویسے ہی قرض خواہ کے ڈر سے روپوشی کر کے نکلے تو قسم نہ ٹوٹے گی، اگر اس صورت میں دو قرض خواہ ہوں جنہوں نے اس کو یہ قسم دی ہو تو ایک کا قرض ادا کر دیا تو اس کے حق میں قسم ختم ہو جائے گی۔ زیر بحث مسئلہ میں بھی اس قسم کا مقصد بیٹے سے بایکٹ، اس کا گھر اور رہائش سے دور رکھنا اور اپنے گھر اور دسترخوان سے باز رکھنے کی سزا ہے لہذا یہ قسم بھی دلالتِ حال کی وجہ سے ان مقاصد سے مقید ہوگی اور جب باپ نے خود یہ تمام باتیں کر دیں اور سزا ترک کر دی تو قسم ختم ہو جائے گی جیسا کہ مذکورہ بالا مسائل میں، حاکم کی معزولی، مقروض کے اقرار، گواہوں کی حاضری اور قرض کی ادائیگی جیسے قسم کے اغراض ہو جانے سے قسم ختم ہو جاتی ہے۔ (ت)

ودین یکے ادا شد بیمن در حق او منتہی گشت، در وجہِ کردری فصل ۱۸ فی قضاء الدین فرمود حلف الدائن المدیون کہ از من روپوشی ولم یوقت فکل وقت طلبہ و علم بہ ولم یظہر لہ حنث وان دخل السوق متواریا لایحنت وان طلبہ ولم یعلم بہ ولم یظہر الوجہ لایحنت ولو کان حین حلف بهذا الوجہ رب الدین اثنین ففضی لاحد هماً انتہی الیمن فی حقہ^۱، در مسئلہ دائرہ نیز حال دال ست کہ غرض بیمن ہجراں پسر و تباعد از ذریت و مساکنت او و سزا داندش بدوری از خانہ و خوان خود ست پس منتقید باشد بزمان بقائے اس مقاصد چوں پدر خودش ترک مہاجر گشت و اوسر انتقام در گزشت بیمن منتہی گشت چنانکہ در فروع مذکورہ چوں بجزل سلطان و اقرار مدیون و ظہور گواہان و ادائے دیون آں اغراض نماند سو گند نماند۔

^۱ فتاویٰ بزازیہ علیٰ ہامش فتاویٰ ہندیہ الثامن عشر فی قضاء الدین نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۰۴/۳

اقول: (میں کہتا ہوں) اولاً جواب یہ ہے کہ مقصود کا متنی ہونا، اور اس کا قصد نہ کرنا یہ دو مختلف چیزیں ہیں جبکہ شبہ میں مذکور مسائل بیان جن کاموں کے متعلق قسم ہے وہ کام اپنے مخصوص مقاصد سے خالی ہوتے ہیں کہ جب والی شہر معزول ہو جائے تو شہر میں مفسد شخص کے داخل ہونے کی اطلاع اس کو دینے میں کیا فائدہ ہوگا۔ اور منکر کو تو قاضی پر پیش کر کے اس سے قسم لی جاسکتی ہے تاکہ قاضی اس کو قسم پر مجبور کرے لیکن جب قرض کا اقرار کر لیا تو اب اس سے قسم نہیں لی جاسکتی اور اس سے قسم کا مطالبہ نہیں ہو سکتا۔ اور جب مدعی کے دعویٰ پر شرعی عادل گواہ موجود ہوں تو منکر سے قسم نہیں لی جاتی اور اسی طرح گواہوں کی موجودگی میں اپنے حق کو منکر کی زبانی حلف کے سپرد کرنا اپنے حق کو خطرہ میں ڈالنا بھی مقصود کے خلاف ہے تو یہ تمام صورتیں قسم کے مقصد کے خلاف ہیں، اور قرض ادا کر دینے کے بعد مقروض کے چہرہ کو دیکھنے سے کیا کام ہے اب روپوشی کرنا نہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے، اور بیوی نکاح کی موجودگی میں تو علیحدہ رہنے میں تنہائی کی وحشت کو ختم کرنے اور اپنے خاوند سے صلح کر کے مانوس ہونے کی کوشش کرے گی جبکہ نکاح ختم ہو جانے پر اس کا یہ مقصد بھی ختم ہو جاتا ہے کیونکہ اب اجنبی ہو جانے پر اس کو اپنے پاس رہنے کی بات نہ کرے گی اور نہ جدائی کو ختم کرنے کی کوشش کرے گی، جبکہ زیر بحث مسئلہ معاملہ میں گھر میں نہ چھوڑنے کی قسم کا مقصد بیٹے کی ناشکری اور کفرانِ نعمت پر اس کو بائیکاٹ اور

اقول اولاً فرق ست میان انتقالے مقصود وانعدام قصد در فرور مستشده افعال مخلوف علیہا خود از ثمرات مخصوصہ تہی شدہ است چوں والی معزول شد اطلاع او بر آمدن مفسد در شہر چہ سود دہد و مقصود از بردن منکر پیش قاضی وحلف از خواستن آں بود کہ قاضی او را بر حلف مجبور کند و مقرر حلف نتواں نہاد پس تحلیف صورت نہ بندد و طلب حلف مسموع نشود و چوں بر دعوی مدعی گواہان عادل شرعی باشند نیز از منکر حلف نگیرند و بچو گواہان داشتن و باز کار بر زبان صاحب انکار گزارستن حق خود را در خطر افگندست کہ خلاف مقصودست پس بہر وجہ ثمرہ مطلوبہ منفقوست و بعد ادائے دین باروئے مدیون چہ کار ماندہ است کہ پوشیدن و نمودن ثمرہ دہد و مقصود زن حصول انس بمصالحات شوہر و منع وحشت بوحدتست و ایں بعد زوال زوجیت میسر نیست زن مرد اجنبی را نگوید کہ با من باش و جدا مشو. بخلاف صورت دائرہ کہ بخانہ نگزارستن، ہچناں متمدوری و بجران و سزائے ناشکری و کفرانست مگر حالف حالازیں قصد برگشتہ است پس ایں نیست کہ آنکار ثمرہ نیارد بلکہ خود او خواہش آں ثمرہ ندارد، بالجملہ از نمادن مقصود تا قصد نمادن مقصود فرق عظیمست ایں دوم زہار مبطل بیئیں نتواں شد ورنہ

گھر سے دور رکھنے کی سزا دینا ہے لیکن قسم والے نے اب اپنے مقصد کو چھوڑ دیا تو اس سے قسم والا معاملہ بے سود اور بیکار نہ ہوگا کیونکہ یہاں مقصد فوت نہیں ہوا بلکہ خود اس مقصد کو ترک کر رہا ہے، الحاصل، مقصود کا باقی نہ رہنا اور اس کو مقصود نہ بنانا دو مختلف چیزیں ہیں اور دونوں میں بڑا فرق ہے جبکہ دوسرا یعنی مقصد کو مقصود نہ بنانا اور اس سے روگردانی کرنا قسم کو قطعاً باطل اور کالعدم نہیں کر سکتا، ورنہ اس سے وہ تمام مفاسد لازم آئیں گے جو شبہ چہارم کے جواب میں ہم نے ذکر کئے ہیں کہ غصہ اور ناراضگی پر مبنی تمام قسمیں، غصہ ختم ہو جانے پر خود بخود ختم ہو جائیں گی اور ان پر کوئی جزاء یا کفارہ لازم نہ آئے گا کیونکہ غصہ اور ناراضگی کے دوران قسم کے جو مقاصد تھے وہ غصہ ختم ہو جانے پر باقی نہ رہے بلکہ بسا اوقات غصہ کی حالت میں قسموں پر ندامت ہوتی ہے تو لازم آئے گا کہ غصہ ہونے پر کوئی کفارہ یا جزا مرتب نہ ہو حالانکہ اس کے بطلان پر کثیر تعداد میں صحیح احادیث وارد ہیں جو غصہ ختم ہونے کے بعد بھی ان قسموں پر حنث لازم آنے میں درجہ شہرت تک پہنچتی ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب تو قسم کھائے تو دیکھ کہ اس قسم کا غیر یعنی خلاف بہتر ہو تو بہتر کو بجالا اور قسم کا کفارہ دے۔ اس کو بخاری و مسلم نے سمرہ بن جندب اور احمد اور مسلم ترمذی نے ابو ہریرہ اور نسائی اور ابن ماجہ نے عوف بن مالک کے والد سے روایت کیا ہے اور عبدالرزاق نے ابن سیرین سے مرسلًا اور ابو بکر بن شیبہ اور بیہقی نے موقوفًا امیر المؤمنین

ہماں مفاسد لازم آید کہ در جواب شبہ چہارم یاد کردیم حلقائے مبتنی بر خشم و غضب بعد فرود شدن خشم خود بخود بر باد رود و بیچ جزایا کفارہ لازم نشود کہ بعد زوال غضب آں ثمرات را خواہش نمی ماند بلکہ بسا اوقات نادم می شود و دلیل قاطع بر بطلان آں احادیث کثیرہ عدیدہ صحیحہ سدیدہ بسر حد استفاضہ کثیرہ ست کہ فرمودہ اند صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا حلفت علی یسین فرأیت غیبرھا خیرا منها فات الذی ہو خیر و کفر عن یسینک^۱ چون سوگندے خوری باز بینی کہ غیر او از ان بہتر ست پس آں بہتر را بجا آرو سوگندت را کفارہ گزار، رواہ البخاری و مسلم عن سمرۃ بن جندب و احمد و مسلم و الترمذی عن ابی ہریرۃ و النسائی و ابن ماجۃ عن عوف ابن مالک عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عبدالرزاق عن بن سیرین مرسلًا و ابو بکر بن شیبہ و البیہقی عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ من قوله، و فرمودند

^۱ صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور قدیمی مکتب خانہ کراچی ۹۸۰/۲

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے روایت کیا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: بخدا! اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو جو قسم بھی میں کھاؤں پھر اس کے بعد اس کے غیر کو بہتر پاؤں تو بہتر کو اختیار کروں گا اور قسم کا کفارہ دوں گا۔ اس کو احمد، عبدالرزاق، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے ابو موسیٰ اشعری سے اور طبرانی نے کبیر میں، حاکم اور بیہقی نے ابودرداء سے، اور حاکم نے ام المومنین عائشہ صدیقہ سے، اور طبرانی نے عمران بن حصین سے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) روایت کیا ہے۔ اور عبدالرزاق نے حضرت ام المومنین سے انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول، اور عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، ابن حمید، ابن جریر ابن منذر، ابوشیخ، اور بیہقی نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالمعنی روایت کیا ہے جبکہ اس باب میں دیگر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایات ہیں، اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص اپنے اہل کے متعلق اس کو اذیت اور ضرر پہنچانے کیلئے قسم کھائے پس بخدا اس کو ضرر دینا اور قسم کو پورا کرنا عند اللہ زیادہ گناہ ہے اس سے کہ وہ اس قسم کے بدلے کفارہ دے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر مقرر فرمایا ہے، اس کو بخاری اور مسلم (شیحین) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انی واللہ ان شاء اللہ لا احلف علی یمین فاری غیرہا خیر امنہا الا کفرت عن یمینی وأتیت الذی ہو خیر¹ بخدا! اگر خدا خواہد ہر سو گند کہ خورم باز غیر او بہتر از وہینم ہماں بہتر را پیش نہم و سو گند را کفارہ دہم رواہ احمد و عبدالرزاق و البخاری و مسلم و ابوداؤد و النسائی و ابن ماجہ عن ابی موسیٰ الاشعری و الطبرانی فی الکبیر و الحاکم و البیہقی عن ابی الدرداء و الحاکم عن ام المومنین الصدیقہ و الطبرانی عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عبدالرزاق عن ام المومنین عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما من قوله و عبدالرزاق و ابن ابی شیبہ و ابناء حمید و جریر و المنذر و ابوالشیخ و البیہقی عن امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ببعناہ و فی الباب غیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم، و فرمودند صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واللہ لان یلج احدکم ببینتہ فی اہلہ اثم له عند اللہ من ان یعطی کفارتہ التی افترض اللہ علیہ² یعنی اگر کسی در بارہ اہل خود بر اید او ضرر ایشاں

¹ صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۸۰/۲

² صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۸۰/۲

سے روایت کیا ہے۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ قسم
اختیاری فعل ہے اور کوئی اختیاری فعل ارادہ اور قصد کے بغیر
ممکن نہیں تو اس کے باوجود جب اس کے خلاف کو بہتر جانے تو
اس بہتر کو کرے اور اپنی رائے اور ارادہ کو تبدیل کر دے اور
اس کا قصد نہ کرے، تو اگر قسم والے فعل کا قصد ختم ہو جانے
سے قسم ختم ہو جاتی ہے تو پھر ان احادیث میں کفارہ کا ذکر
کس چیز پر ہے۔

ہاچھا جواب یہ ہے، مقصود کے انقضاء سے بھی علی الاطلاق اور
علی العموم قسم کا باطل ہونا غلط ہے، مثلاً کوئی شخص غیر متقید
طور پر قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو ماروں گا، یا فلاں کی کھینچا
تانی کروں گا، یا حاکم کے سامنے کروں گا یا فلاں چیز کھلاؤنگا یا
پہناؤں گا، یا جوڑا پہناؤں گا، یا فلاں کو خوشخبری دوں گا، وغیر
ذالک، تو یہ قسمیں عرفاً پوری زندگی بھر کے لئے ہوں گی اگر یہ
کام نہ کئے حتیٰ کہ وہ فلاں فوت ہو جائے تو یقیناً حانث ہوگا، اور
کفارہ دینا ہوگا، اور یہ قسمیں طلاق یا عتاق سے متعلق نہیں۔
تو طلاق یا عتاق واقع ہو جائے گی کیونکہ فلاں کے فوت ہو جانے
سے قسم کے تمام مقاصد ختم ہو جاتے ہیں یہ تمام امور واضح
ہیں اور مذہب کی کتب میں ان پر کثیر مسائل متفرع کئے گئے
ہیں۔ خانہ، کبریٰ، محیط، تجنیس، خلاصہ، بزازیہ اور ہندیہ
وغیرہا میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے بھائی اور بہن سے
بھگڑے میں ان کو کہا اگر میں تم دونوں کو گدھے کی دہر میں
داخل نہ کر دوں تو فلاں چیز لازم آئے، تو اس قسم کی صورت
میں

سوگند خورد پس بخدا کہ باضرار او برابر ارادہ باضرار شائ
گناہگار تر باشد نزد خدا اینکه سوگند و کفارہ اش کہ خدائے مقرر
فرمودہ است ادا کند رواہ الشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ پیدا است کہ ہمیں فعل اختیاری ست و فعل اختیاری را از
قصد غایتے چارہ نے وچوں غیر اور اخیر یا بدرائے بر گرد دوں
قصد نماںد پس بمین بطلان قصد باطل شدے کفارہ چرا۔

ہاچھا بانقائے مقصود نیز مطلقاً بطلان ست اگر بمین مطلقے آرد
کہ فلاں رازند یا شد یا پیش حاکم برد یا چناں خوراند یا پوشاند یا
خلعت پوشاند یا خبرے خوش یا بدر ساند الی غیر ذلک مما یخص
بالحیاء عرفاً و نکر دتا آنکہ فلاں مرد یقیناً حانث شود و کفارہ دہد
اگر بمین بطلان و عمق بود فرود آید بآنکہ آں جملہ مقاصد بمر
کش مرد و در ہم خورد و کل ذلک واضح جلی و علیہ فروغ
جمۃ فی کتب المذہب، و در خانہ و کبریٰ و محیط و تجنیس و
خلاصہ و بزازیہ و ہندیہ و غیرہا ست رجل شاجر مع اخیہ و اختہ،
فقال لہما بالفارسیہ اگر من شمارا بکون خراںدر کنتم تکلموافی
ذلک و الصحیح انہ یراد بہذا القہر والغلبۃ فلا
یحنث حتی یموتاً و یموت

الحالف¹ هذا لفظ الخائبة في الايمان، ولفظها في الطلاق قال بعضهم لا يحنث مادام اوفى الاحياء وقال بعضهم يحنث للحال لانه عاجز عن ذلك ظاهر الا ان ينوي بذلك القهر والتضييق عليهما فلا يحنث مادام اوفى الاحياء فان مات الحالف او احد الاخوين قبل ان يفعل ذلك حنث وعليه الاعتماد² وقال في الكبرى وغيرها وعليه الفتوى وچوں دلالت حال را با این شبهه کارے نمائنداز تنقیح مسئله اش آئندہ سخن را نیم ان شاء الله تعالی۔

شبهہ ساوسہ: بنائے یمین بر استحقاق پسر مرانتم راست پس بدالات حال متقید شود، بزمان بقائے آں استحقاق چنانکہ از علمائے متاخرین علامہ سائحانی در یک مسئلہ استظهار کردہ ست در رد المختارست (تنبیہ) رأیت بخط شیخ مشائخنا السائحانی عند قول الشارح لو حلف ان یجوز الخ

فقہائے کرام نے بحث کی ہے اور صحیح یہ قرار دیا کہ یہ غصہ اور ناراضگی کی قسم ہے اور عمر بھر کے لئے قسم ہوگی اور اگر عمر بھران دونوں سے یہ کارروائی نہ کرے تو ان دونوں یا قسم کھانے والے کے فوت ہو جانے پر قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ لازم آئے گا کہ یہ مذکور الفاظ خانیہ کی قسموں میں مذکور ہیں، اور خانیہ نے طلاق کی بحث میں یوں فرمایا کہ بعض نے کہا ہے کہ جب تک اس قسم سے متعلق حضرات زندہ ہیں قسم نہ ٹوٹے گی، اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ایسا کرنے سے عاجز ہے، ہاں اگر ان الفاظ سے اس نے غلبہ اور تنگی پیدا کرنے کی نیت کی ہو تو ان کی زندگی میں نہ ٹوٹے گی بلکہ مقصد کو پورا کرنے سے پہلے تینوں میں سے کسی کے فوت ہونے پر ٹوٹے گی، اور اسی پر اعتماد ہے اھ اور کبریٰ وغیرہ میں فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے۔ اور جب دلالت حال کا اس شبہہ میں دخل نہیں تو اس مسئلہ کی تنقیح کو ہم آئندہ پر چھوڑتے ہیں ان شاء الله تعالی۔

(ت)

چھٹا شبہہ: اس قسم کی بنیاد بیٹے کا باپ کی ناراضگی کی وجہ سے قابل سزا ہونا ہے تو حال کی دلالت کا تقاضا ہے کہ یہ قسم بیٹے کے قابل سزا ہونے تک کے زمانہ سے مقید ہوگی جیسا کہ متاخرین علماء میں سے علامہ سائحانی نے ایک مسئلہ میں اس کا اظہار کیا ہے، اور رد المختار میں ہے تنبیہ میں نے اپنے شیخ سائحانی کا قول دیکھا کہ انہوں نے شارح کے اس قول پر کہ "کوئی قسم کھائے کہ میں فلاں کو

¹ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الايمان فصل في البيمين على الشتم والقذف نوکسور لکھنؤ ۲/۳۲۵

² فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق باب التعليق نوکسور لکھنؤ ۲/۳۳۱

قاضی کی عدالت میں پیش کروں گا الخ" تو انہوں نے اس پر فرمایا کہ شارح کے اس قول سے یہ فائدہ ہو رہا ہے کہ جو شخص قسم کھائے کہ میں فلاں کی شکایت کروں گا، پھر قسم کے بعد صلح ہو جائے اور فلاں کو ضرر دینے کا ارادہ ختم ہو جائے اور شکایت کرنے سے گھبرائے تو قسم ساقط ہو جائیگی کیونکہ یہ قسم معنوی طور پر انتقام کے ارادہ کی بقاء سے مقید ہے، یہ وہ ہے جو مجھے معلوم ہو سکا ہے، اھ، تو غور کرو۔

اقول: (اس کے جواب میں میں کہتا ہوں) کہ متاخرین میں سے اس علامہ مذکور نے یہ مسئلہ کسی کتاب سلف یا خلف میں نہ پایا بلکہ انہوں نے یہ بات اپنی رائے سے کہی ہے اسی لئے انہوں نے فرمایا: "جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے" اور پھر علامہ شامی نے بھی اس پر اعتماد نہیں کیا اسی لئے انہوں نے اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ غور کرو، نیز انہوں نے اس کلام سے ابتداء نہیں کی بلکہ اس سے قبل انہوں نے قسم کی وجہ کو ترک کرنے کے قصد کو دلیل بنایا ہے جبکہ اس کا حال پانچویں اور چوتھے شبہ کے جواب میں آپ نے سن لیا ہے۔ اور دلالتِ حال والے مسائل کی تفریعات سے استنباط کرنا چاہا، حالانکہ آپ نے قصد نہ کرنے او مقصد کے خود فوت ہو جانے کا فرق خوب سمجھ لیا ہے، آخر میں وہ انتقام کے استحقاق کے حوالہ سے بات کر رہے ہیں اور یہ تمام امور قسم کے لئے داعی و اسباب بن رہے ہیں، جبکہ ان کا حال تیسرے

هذا یفیدان من حلف ان یشتکی فلاناً ثم تصالحاً
وزال قصد الاضرار واختشی علیہ من الشکایة یسقط
الیمن لانه مقید فی المعنی بدوام حالة استحقاق
الانتقام کما ظہر لی اھ فتاملہ¹۔

اقول اس علامہ متاخر نیز اس حکم در بیچ کتاب سلف تا خلف اصلاً
نیافت محض رائے اوست کہ فرمود کما ظہر لی چنانکہ مرآظہر
شدہ ست و علامہ شامی نیز برو اعتماد نکرد کہ مے فرماید فتاملہ اس
را تا سئل کن و اس خود سخن تازہ نیست صدر کلامش بزوال قصد
تمسک کرد و حالش در جواب شبہ پنجم و چہارم شنیدی و استنباط
از فروع در مسائل دلالت حال خواست و فرق العدم قصد
و انتقائے مقصود بما لامزید علیہ دیدی و آخر سختش بہ حالت
استحقاق انتقام حوالہ نمود و اس ہماں صفت داعیہ است کہ
حالش بجواب شبہ سوم شنیدی باز قصہ سیدنا ایوب علی نبینا
و علیہ الصلوٰۃ والسلام زوال قصد و استحقاق انتقام ہر دو را جواب
شامی و وانی ست چنانکہ در رد شبہ چہارم دیدی بالجملہ از جواب
شبہ ثالثہ تا اس جاہر چہ گفتہ ایم

¹ رد المحتار باب الیمن فی الاکل والشرب الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰۶/۳

ہمیں بریں سخن متوجہ است، اگر نبودے کہ اس سخن بجزط
عالے برہامش کتابے نوشتہ یا قنند حاجت بہ افراز او نبود و بقطع
نظر از جملہ کلام سابق جوابے تازہ گویم کہ تقیید باستحقاق انتقام
رامساغی نگزارد۔

شبهہ کے جواب میں آپ معلوم کر چکے ہیں، اور پھر یہ کہ حضرت
سیدنا ایوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں وجہ قسم کو
ترک کرنے کا قصد اور انتقام کے استحقاق کے خاتمہ، دونوں چیزوں
کا کافی اور ثانی جواب موجود ہے جیسا کہ آپ نے چوتھے شبهہ کے
رد میں دیکھ لیا ہے، غرضیکہ تیسرے شبهہ کے جواب سے لے کر
یہاں تک جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ تمام اس بات سے ہی متعلق
ہے، اگر کسی کتاب کے حاشیہ پر کسی عالم کی یہ بات لکھی ہوئی نہ
ہوئی تو اس کو واضح کرنے کی ضرورت نہ تھی، تاہم سابقہ تمام گفتگو
سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم اس بات کا کہ اس قسم کا استحقاق
انتقام سے تعلق نہیں ہے اور یہ اس سے مقید نہیں ہے، نئے انداز
سے اثبات کرتے ہیں۔ (ت)

فاقول: (پس میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں) اولاً یہ کہ زید
نے جو قسم کھائی کہ میں عمرو کو حاکم کے ہاں پیش کروں گا، اور پھر
قسم کے بعد عمرو سے صلح کر لیتا ہے تو اب دیکھنا ہے کہ عمرو واقعی
مجرم تھا اور اس نے زید کے حق میں ظلم کیا تھا یا زید بلا وجہ اپنی
مردم آزاری کی عادت پوری کرنا چاہتا تھا تو دوسری صورت میں
قسم کی وجہ استحقاق انتقام ہر گز نہ ہوئی کیونکہ عمرو کا کوئی جرم ہی
نہیں ہے تو اس صورت میں قسم کو استحقاق انتقام سے مقید کرنے کا
کوئی مطلب نہیں، اور پہلی تقدیر پر کہ عمرو نے واقعی زید کے حق
میں ظلم کیا تھا، تو پھر صلح کر لینے پر عمرو سے انتقام لینے کا قصد ختم
ہو انہ کہ اس سے انتقام کا استحقاق ختم ہوا کیونکہ زید کی صلح سے عمرو
کا جرم تو ختم نہ ہوا اور کردہ گناہ ناکردہ نہ بن سکا، تو جب جرم باقی ہے
تو استحقاق انتقام ابھی باقی ہے

فاقول: وباللہ التوفیق اولاً زید کہ سوگند مے خورد کہ
شکایت عمرو پیش حاکم برو باز مصالحت میکنند آیا عمرو بواقع
جرم و ستمتہ بحق زید کردہ بود یا زید حسب عادت بسیارے از
مردماں مردم آزار خودش ظالم بود و خود شکایتش می خواست بر
تقدیر دوم استحقاق انتقام از سر نبود و تقیید بیمین بزمان انتقامش
چہ معنی، بر تقدیر اول انچہ بمصالحت زائل میشود قصد انتقام نہ
استحقاق او کہ بصلح جرم و ستم کردہ ناکردہ نشود پس بیمین چرا منتہی
گردد اگر بجوع مجرم استحقاق انتقام بر طرف شدے باسنے کہ
عفو و تجاوز از تائب نہ عفو بودے نہ تجاوز بلکہ از ظلم اور باز
داشتن و هو باطل قطعاً و لہذا نزد اہلسنت قبول توبہ واجب اصلی
نیست تا آنکہ نزد ائمہ ماترید یہ با آنکہ تعذیب مطیع را محال
عقلی دانند در شرح مقاصد فرماید اما قبول التوبۃ فلا یجب
عندنا اذلا و جوب علی اللہ تعالیٰ¹ باز دلیل معتزلہ

¹ شرح المقاصد المبحث الرابع عشر فی التوبۃ دارالمعارف النعمانیۃ، پاکستان ۲۳۲/۲

تو قسم ختم نہ ہوگی، اگر مجرم کے رجوع کر لینے سے استحقاق انتقام ختم ہو جاتا ہو تو پھر مجرم کی توبہ اور رجوع پر معافی دینا اور درگزر کرنا کیا معنی رکھتا ہے بلکہ اس کی ضرورت ہی نہ رہے، بلکہ اب مجرم کو باز رکھنا بھی بے معنی ہو جائے کیونکہ جرم تو خود بخود ختم ہو گیا حالانکہ یہ بات قطعاً باطل ہے، اسی بنا پر اہلسنت مارید کے ہاں بھی یہی بات ہے حالانکہ وہ مطیع شخص کو سزا دینا محال عقلمانی جانتے ہیں۔ شرح مقاصد میں فرماتے ہیں کہ توبہ کو قبول کرنا ہمارے نزدیک واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی وجوب عائد نہیں ہو سکتا، اس کے بعد معتزلہ حضرات جو کہ اللہ تعالیٰ پر توبہ کو قبول کرنا واجب جانتے ہیں کی دلیل ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی دلیل کے مقدمات سب شعبہ ہیں بلکہ ان کا دعویٰ بھی ایسا ہی ہے، کیونکہ یہ قطعی بات ہے کہ جو شخص کسی غیر سے برائی کرے اور اس کے جرمات میں دخل اندازی کرے پھر وہ برائی کرنے والا معذرت خواہی کرے تو اس حق والے غیر پر یکم عقل واجب نہیں کہ وہ اس مجرم کی معذرت کو قبول کرے بلکہ اس غیر کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ معاف و درگزر کر دے یا اس کو سزا دے، ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں فرمایا کہ توبہ کو قبول کرنا بایں معنی کہ توبہ کرنے والے سے اس کے گناہ کی سزا کو ساقط کر دینا، یہ اللہ تعالیٰ پر عقلاً واجب نہیں ہے بلکہ توبہ کو قبول کرنا محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اس میں معتزلہ مخالف ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ صلح سے قسم کے ساتھ ساقط ہونے کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔ (ت)

ہاجیاء کہتا ہوں کہ علماء کرام نے شکایت کے متعلق ایک مسئلہ ذکر فرمایا کہ، ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "اگر دنیا کی ہر ہدی کو تیری طرف منسوب کر کے تیرے بھائی سے شکایت نہ کروں تو تجھ پر طلاق ہے"

آوردہ فرمود اکثر المقدمات مزخرف بل ربما يدعى القطع بان من اساء الى غيره وانتهاك حرمة الله ثم جاء معتذر الا يجب في حكم العقل قبول اعتذاره بل الخيرة الى ذلك الغير ان شاء صفح وان شاء جازاه¹۔ علی قاری در شرح فقہ اکبر گوید قبول التوبة وهو اسقاط عقوبة الذنب عن التائب غير واجب على الله تعالى بل كان ذلك منه فضلا خلافا للمعتزلة²۔ پس بمصالحات سقوط بیمن را وجہ نیست۔

ہاجیاء علماء مسئلہ شکایت را ایک جزئیہ نوشتہ اندزن را گفت اگر ہر ہدی و شاعت کہ در دنیا است از تو پیش برادرت نگویم، بر توطیق اینجا تصریح فرمودہ اند کہ تا انواع ہدی ہائے کہ

¹ شرح المقاصد المبحث الرابع عشر في التوبة دار المعارف النعمانية پاکستان ۲۴۲/۲

² منح الروض الاظهر شرح الفقہ اکبر التوبة بشرائطها مصطفى البابی مصر ص ۱۵۵

یہاں علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ اس قسم کے بعد خاوند کینے لوگوں، چوروں، مکاروں اور خونخیزی کرنے والوں میں پائی جانے والی بدیوں کو بیوی سے منسوب کر کے اس کے بھائی سے جب تک شکایت نہ کرے وہ قسم سے بری نہ ہوگا اور کم از کم ان بدیوں میں سے تین ضروری ہوں گی، یہاں علماء کرام نے یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ خاوند اپنی بیوی سے انتقام کا قصد کئے ہوئے تھا یا وہ بیوی کو انتقام کا مستحق قرار دئے ہوئے تھا تو اب اگر آپس میں صلح کر لیں تو قسم ختم ہو جائے گی کیونکہ قصد انتقام یا استحقاق انتقام ختم ہو گیا ہے، بلکہ انہوں نے اس شکایت کو گناہ قرار دینے کے باوجود فرمایا کہ وہ اپنی قسم کو پورا کرنے کیلئے یہ گناہ کرے اور پھر شکایت کے بعد اس گناہ سے توبہ کر لے، اور بھائی سے شکایت کرنے کے بعد اس کو کہہ دے کہ میں نے یہ باتیں قسم کو پورا کرنے کے لئے کی ہیں ورنہ بیوی ان بدیوں سے بری ہے، اور شکایت کرنے سے قبل بھائی کو یہ عذر نہ بتائے، اگر اس نے شکایت سے قبل بھائی کو اطلاع دے دی کہ میں قسم کو پورا کرنے کے لئے تجھ سے بیوی کے متعلق بے اصل باتیں کروں گا، تو قسم سے بری نہ ہوگا، کیونکہ شکایت سے قبل یہ بات بتادینے میں بیوی سے متعلق بدی کی شکایت نہ رہے گی، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ وغیرہا میں ہے کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا کہ "اگر میں تیرے بھائی کو یہ شکایت نہ کروں کہ تیری بہن میں دنیا کی تمام فتنج باتیں ہیں تو تجھے طلاق ہے" تو فقہاء کرام نے اس پر فرمایا کہ "اگر اس شخص نے بیوی کے متعلق اس کے

در کمینگاں و دزدان و مکاراں و خونخیزان می باشد از زن برادرش نکوید از سوگند بر نیاید او اقل انہا سے نوع بدی ست و ہرگز نکتند کہ چون قصد انتقام یا استحقاق آورده و باہم آشتی کنند بیمن منتہی شود بانکہ تصریح نموده اند کہ برابر این سوگند بزہ کار شود و ازین گناہ توبہ را فرمودند کہ بعد شکایت بہ برادر گوید این ہمہ از جہت سوگند پیش میگفتم ورنہ زن ازیننا مبراست اگر پیش از شکایت اورا خبر دہد کہ حفظ سوگند را چیز ہائے بے اصل بتو خواہم گفت سوگند ہد کہ بعد ازین سخن بر بدی کہ گوید بہ بدی نسبت کردہ زن نبود،

در خانیہ و خلاصہ و بزازیہ وغیرہا ست رجل قال لامرأته ان لم اقل عنك مع اخيك بكل قبیح فی الدنيا فانت طالق. قالوا ان قال مع اخيها عنها بما هو من اخلاق اللئام واللصوص والخاذعين والقائلين يصير بارافى يمينه وياثم بذلك وييمينه هذه تقع على الكثير من ذلك واقله ثلثة انواع من القبح. وقال الفقيه ابو الليث رحمه الله تعالى ينبغى للحالف ان يقول عند الاخ بعد ما قال من القبائح انما قلت ذلك

بھائی کو کہنے، چوروں، مکاروں اور قاتلوں میں پائی جانے والی بدیاں بتائیں تو وہ قسم سے بری ہو جائیگا اور ایسا کرنے پر وہ گنہگار ہوگا، اس کی قسم کثیر بدیوں کے متعلق ہے جن میں سے کم از کم تین بدیاں بھائی کو بتانا ضروری ہوگا، اور فقیہ ابولیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا کہ قسم کھانے والے شخص کو چاہئے کہ وہ بھائی کو بدیوں کی شکایت کرنے کے بعد کہے کہ میں نے آپ سے باتیں قسم کو پورا کرنے کے لئے کی ہیں ورنہ تمہاری بہن (بیوی) ان بدیوں سے بری ہے، تو شکایت کے بعد یہ حقیقت بیان کرنا اس کی طرف سے توبہ قرار پائیگی، اور قسم اور گناہ سے بری ہو جائے گا، نوازل، تاتار خانہ اور ہندیہ میں مذکور ہے کہ اگر شکایت سے قبل بھائی کو حقیقت سے آگاہ کر دیا تو قسم سے بری نہ ہوگا کیونکہ حقیقت سے آگاہ کرنے کے بعد بیوی سے منسوب بدیوں کی شکایت نہ بنے گی، آپ غور کریں کہ یہاں ایک پہلو گناہ کا ہے اور دوسری تکلیف دہ چیز طلاق ہے، طلاق معجوز چیز ہے اور گناہ معجوز چیز ہے جبکہ صلح و آشتی محبوب اور شرعاً مطلوب چیز ہے، اگر معاملہ وہی ہوتا جو آپ سمجھ رہے ہیں تو یہاں پر خاوند اور بیوی کی آپس میں صلح کرنا اور لڑائی اور ناراضگی کو ختم کرنا واجب ہوتا جس کی بناء پر معجوز اور معجوز دونوں سے پرہیز ہو سکتا تھا، لیکن فقہاء نے ان سے بچنے کے لئے یہ آسان راستہ نہ بتایا، تو واضح طور پر

لاجل الیہین وہی برئیۃ عن ذلک فیكون هذا الكلام توبة منه عما قال فيها ویكون باراً¹، در نوازل و تاتار خانہ و ہندیہ ست ولو قال له قبل ذلک لایجوز لانه لایكون بعد ذلک قول قبیح² نظر کنید اس جابک پہلو گناہ بود و در سوطلاق و این معجوز ست و آن مغضوب و آشتی محبوب و شرعاً مطلوب اگر کار باو کشودے بمارایتو بہوں بودے واجب بودے کہ زن و شوئے بہم آمیزند و از سر جنگ و پر خاش بر خیزند تا از معجوز و مغضوب ہر دو پرہیزند اما گفتند و این راہ آسان نرفتند پس روشن و عیاں شد کہ آشتی رافع یمین نواں شد و خود علامہ را این جا طمینان نفس نبود کہ می گوید و اختش علیہ من الشکایۃ اگر یمین بدالالت حال منتقید بقائے سزاواری سزا شدے بعد صلح آں سزاواری نماندے زوال یمین واجب بودے گواہ شکایت ترس آزارے مباح مگر علامہ خواست کہ سقوط یمین را عذرے پدید آرد و پیداست کہ سوگند پر وائے سود و زیاں کسے ندارد اگر زید سوگند خورد کہ زدا عمر و را خواهد گشت بے گناہے عمر و شفیق سقوط حلف نگر دد بلکہ بر زید فرض بود کہ سوگند شکند و کفارہ ادا کند و باللہ التوفیق۔

¹ فتاویٰ قاضی خاں باب التعلیق نوکسور لکھنؤ ۲۲۶/۳

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۲۵

معلوم ہوا کہ صلح قسم کو ختم نہیں کر سکتی اور خود علامہ سائخانی رحمہ اللہ اس بات میں مطمئن نظر نہیں آتے اسی لئے انہوں نے صلح اور زوال قصد ضرر کے ساتھ، شکایت کرنے سے خطرہ کی بات کی ہے، کیونکہ اگر قسم دلالتِ حال کی وجہ سے استحقاق سزا کی بقاء کے ساتھ مقید ہوتی اور صلح کے بعد وہ استحقاق انتقام ختم ہو جاتا ہو تو پھر قسم کا ساقط ہو جانا لازم ہوتا اگرچہ شکایت کرنے سے خطرہ نہ بھی ہوتا مگر علامہ مذکور نے شکایت سے خطرہ کو قسم کے سقوط کے لئے بنانا چاہا، حالانکہ ظاہر ہے کہ قسم میں کسی کے نفع و نقصان کی پروا نہیں ہوتی، مثلاً زید نے قسم کھائی کہ وہ عمرو کو مارے گا، تو عمرو بے گناہ ثابت ہو جائے تو اس کی قسم ساقط نہ ہوگی بلکہ زید کو اپنی قسم کی وجہ سے لازم ہوگا کہ وہ قسم کو توڑ دے اور کفارہ دے، واللہ التوفیق۔ (ت)

ساقطوں شبہہ: کہ بیٹے کو گھر میں چھوڑنا دو طرح ہو سکتا ہے، ایک موافقت کے طور پر کہ باپ کی مرضی سے ہو، اور دوسرا مخالفت کے طور پر کہ والد کی مرضی کے بغیر، جبکہ قسم کے ارادے کا موجب دوسرا احتمال ہے یعنی والد کی قسم کا مطلب یہ ہے کہ اس کو میری مرضی کے بغیر گھر میں نہ چھوڑنا، اور یہاں واقعہ کا تعلق پہلی صورت سے ہے کہ باپ کی رضامندی سے بیوی نے بیٹے کو گھر میں چھوڑا ہے لہذا قسم کے ٹوٹنے کی شرط نہ پائی گئی۔ (ت)

اقول (جواب میں کہتا ہوں کہ) اولاً زید اگر اپنی بیوی کو عمر کے گھر سے روکنے کی کوشش کرے اور بیوی باز نہ آئے تو زید قسم کھائے کہ اگر تو عمر کے گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاقیں، تو کیا آپ نے کبھی یہ سنا ہے کہ یہ قسم زید کی ناراضگی میں عمر کے گھر داخل ہونے سے ٹوٹے گی، حتیٰ کہ اگر زید خود راضی ہو جائے اور بیوی سے معاملہ بحال کر لے تو کیا اس کے بعد بیوی وہاں داخل ہو تو طلاق نہ ہوگی، ہر گز ایسا نہیں بلکہ یہ قسم خاوند اور بیوی کی زندگی بھر کے لئے ہے اور قسم میں مذکور طلاق کی

شبہہ سابعہ: بخانہ گزارشتن دوگونہ است موافقہ کہ برضائے پدر باشد و مخالفتہ کہ بے رضائے او و شک نیست کہ حال بر ارادہ قسم دوم دال است یعنی خلاف مرضی من بخانہ نگزاری و ایں جا واقع قسم اول ست پس شرط حنث متحقق نشد۔

اقول اولاً: زید بر فتن بخانہ عمر و راضی نباشد زن را بازدارد او سر نہند گوید ان دخلت الدار فانت طالق ثلاثاً آیا بیچ شنیدہ کہ حنث دریں بیمین موقوف بر عدم رضائے زید ماند تا آنکہ اگر زید گاہے خودش راضی شدہ زن را دستوری دہد باز بدخول طلاق نیفتند حاشا بلکہ تاحیات زن و شوہایں تعلیق بیچ گاہ زوال پذیر نیست تا بحصول شرط نزول جزاء نشود تا آنکہ اگر زید زن را یک طلاق دہد و بگزارد

شرط ختم نہ ہوگی جب تک شرط پائے جانے پر جزالازم نہ ہو جائے جس کا حیلہ یہ ہے کہ خاوند بیوی کو ایک طلاق دے کر چھوڑ دے اور عدت پوری ہو جائے تو اس کے بعد بیوی عمر کے گھر داخل ہو تو اس وقت جزاء یعنی طلاق پڑے گی لیکن اس وقت بیوی طلاق کا محل نہ ہونے کی وجہ سے وہ طلاق لغو ہو جائے گی، اور اب زید یعنی خاوند کو اختیار ہوگا کہ وہ بغیر حلالہ بیوی سے دوبارہ نکاح کر لے تو اس دوبارہ نکاح کے بعد بیوی چاہے تو عمر کے گھر داخل ہو سکے گی زید کی رضا سے یا بغیر رضا کے داخل ہو اب طلاق نہ ہوگی کیونکہ ایک دفعہ شرط پائے جانے پر قسم ختم ہو چکی ہے جیسا کہ سراجیہ اور ہندیہ کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ (ت)

چاہیے کہ لازم آئے گا کہ ناپسندیدہ امور پر قسم کھائی جائے تو وہ قسمیں ناپسندیدگی سے مقید ہو جائیں کہ رضامندی پائی جائے تو قسم ختم ہو جائے مثلاً خاوند ناراضگی میں بیوی کو کہے کہ اگر تو باہر جائے تو تجھے طلاق ہے، یا اسی طرح یوں کہے اگر تو میری اجازت یا میری رضا کے بغیر باہر جائے تو تجھے طلاق ہے، تو لازم آئے گا کہ ان دونوں میں فرق نہ ہو حالانکہ یہ اجماع اور تمام کتب کی تصریحات کے خلاف ہے (ت)

چاہیے اس صورت میں دلالت حال یہ ہے کہ یہ کام مثلاً گھر میں چھوڑنا، قسم کھانے والے کی مرضی کے خلاف ہے اور یہ دلالت اس پر نہیں کہ اس کام سے منع یعنی گھر میں نہ چھوڑنا، اس کا عدم رضا تک ہے۔ جہاں پر غصہ اور ناراضگی حد اعتدال میں ہو وہاں یہ غصہ انسان کو انجام سے بے خبر نہیں کرتا اور وہ جانتا ہے کہ غصہ اور ناراضگی ختم ہونے کی اور راضی ہو جانے کی گنجائش باقی ہے تو ایسے موقع پر شدید امور سے مشروط قسم کو اجازت سے مقید کیا جاتا ہے کہ میری

کہ عدت بگزارد، باز زن در آن خانہ پائے نہد جزاء فرود آید و محل ندیدہ را نگاں رود کہ زید بلا تحلیل اور ابر نے تو اس گرفت پس از ان زن بر قدر خواهد بر رضائے زید یا بے رضائے او باں خانہ رود طلاق نشود کہ بیمن بیکبار منحل شد کما تقدم عن السراجیة والہندیة۔

چاہیے اگر سوگند ہا کہ بر امور نا مرضیہ حالف باشد متقید بعدم رضا شود ان خرجت فانت طالق یعنی نہد ان خرجت الا باذن او بر رضائی فانت طالق بود این خلاف اجماع و تصریحات جملہ کتب است۔

چاہیے حل آں است کہ دلالت حال بر آں است کہ اس کار خلاف مرضی حالف است نہ بر آں کہ منع تا خلاف مرضی ماندن است در ہجو مقام خشم تا بحد توسط باشد انسان را تصور عواقب باز ندارد خودش داند کہ گنجائش رضا و زوال غضب باقی است آنگاہ امثال تعلیق شدید را مقید باذن میکنند کہ بے دستوری من چنان کنی و چون خشم بمنتہی رسید رضا و وقتے آئندہ را خیال ہم پیراموں خاطرش نمی گردد و حکم

مرضی کے خلاف یہ کام نہ ہو اور جب غصہ انتہائی ہو جائے تو رضاکے حال کو دل میں نہیں لاتا اور قسم میں حکم کو ابدی کر دیتا ہے، پس اس موقع پر تخصیص و تقیید کو مراد بنانا تو درکنار وہ غالب طور پر تقیید اور ابدی حکم کے سوا کسی چیز کا تصور تک نہیں کرتا اس لئے وہ یہاں اجازت وغیرہ سے قسم کو مقید نہیں کرتا۔ پس یہاں قسم کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ میری مرضی کے خلاف تک اس کو گھر میں چھوڑنے کا عمل نہ کرنا بلکہ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اس کو گھر میں چھوڑنا میری مرضی کے خلاف ہے لہذا یہ عمل نہ کرنا، تو اس تقدیر پر بعد میں رضامندی سے بھی چھوڑے گی تو قسم کا حکم ختم نہ ہوگا کیونکہ قسم کے وقت مرضی نہ ہونے کا اعتبار ہے نہ کہ آئندہ موہوم مرضی کا اعتبار ہے بلکہ جب بھی یہ عمل ہوگا تو وہ اس قسم کی خلاف مرضی ہی میں ہوگا دوسرے وقت کی مرضی جو قسم کے مفہوم کے خلاف ہے میں نہ ہوگا، تو اس صورت میں قسم کا ٹوٹنا متحقق ہو جائے گا۔ (ت)

رابعا اگر تدریق مذکورہ سے قطع نظر بھی کر لیں تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہاں اطلاق اور تقیید دونوں کے احتمال ہیں اور دلالتِ حال سے مقید ہونے کے احتمال کی بنا پر قسم دلالتِ حال سے مقید نہ ہوگی کیونکہ قسم کے الفاظ میں اطلاق اور عموم ہے جو کہ یقینی ہے تو یہ یقین محض احتمال اور شک سے ختم نہیں ہو سکتا کیونکہ شک یقین کو زائل نہیں کر سکتا، اسی لئے مثلاً اگر بیوی خاوند کو کہے کہ تو نے مجھ پر کوئی عورت دوسری بیوی بنا رکھی ہے تو خاوند جواب میں یوں کہے کہ جو بھی عورت میری بیوی ہو اس کو طلاق ہے تو اس بیوی کو بھی طلاق ہو جائے گی۔ تو یہاں بظاہر خاوند کی قسم کا مقصد

موہومی کند پس تخصیص و تقیید مرابودن درکنار غالباً جز تقیید و تابید تصورے ہم بذہن نمی باشد و لہذا متقید باذن وغیرہ نمیکند پس معنی سخن آن نباشد کہ بخانه گزارشتن تا خلاف مرضی من ست کنفی بلکہ مفہوم آن ست کہ بخانه گزارشتن خلاف مرضی من ست زہار کنفی و بریں تقدیر گوآیندہ مطابق مرضیش شود حکم مرتفع نشود کہ خلاف مرضی آن وقت بود نہ مرضی موہوم آئیندہ و ہر گاہ کند قطعاً خلاف مرضی وقت دیگر را خلاف مفہوم مباحش پس شرط حث متحقق ست۔

رابعا اگر ایز تدریق گزیریم غایت آنکہ ہر دو معنی متحمل باشند و در تقیید بدالات حال شک نیست اما آنجا کہ در تقیید بدالات حال شک نیست امر محتمل صالح تقیید نتواں شد کہ اطلاق لفظ یقینی ست والیقین للیزول بالشک و لہذا اگر زن شوئے را گفت تو بر من زنے گرفتہ شوئے گفت ہر زن کہ مراہست مطلقہ است ایں زن نیز طلاق شود اگرچہ بظاہر مقصود مرد ارضائے ایں زن مے نماید کہ اگر زنے جز تو گرفتہ ام او را طلاق ست فاما متحمل کہ مقصود سزائے زن بود کہ چرا در حلال بر من خوردہ گرفتہ و دلالت محتملہ بسندہ نیست آرے اگر نیت غیرش کردہ ست دیانئہ صحیح باشد در ہدایہ ارشادی رود و اذا قالت المرأتان لزوجہات زوجت علی

اپنی اس بیوی کو راضی کرنا ہے کہ تیرے علاوہ کوئی اور بیوی ہو تو اس کو طلاق ہے، لیکن الفاظ کے پیش نظر یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اس بیوی کو اعتراض کرنے پر سزا دینا چاہتا ہو کہ اس نے میرے لئے حلال معاملہ میں کیوں مداخلت کی ہے تو ظاہر حال کی دلالت کا احتمال سند نہ بن سکے گا کیونکہ الفاظ میں عموم اور اطلاق ہے جو کہ یقینی ہے، ہاں اس احتمال کی بناء پر موجودہ بیوی کے علاوہ کسی دوسری بیوی کی نیت کا اظہار کرے تو دیانۃً اگرچہ معتبر ہوگی لیکن قضاءً معتبر نہ ہوگی، ہدایہ میں فرمایا ہے کہ جب بیوی خاوند کو کہے تو نے مجھ پر دوسری بیوی کر رکھی ہے تو خاوند اس کو جواب میں یوں کہے کہ جو بھی میری بیوی ہے اس کو تین طلاقیں۔ تو اس قسم دلانے والی بیوی کو بھی طلاق ہو جائیگی، قضاءً یہی حکم ہوگا کیونکہ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ قسم کے الفاظ کا عموم ہے جبکہ ایسے موقعہ پر خاوند کی غرض بھی یہ ہو سکتی ہے کہ وہ بیوی کو اس کے اعتراض پر سزا دینا چاہتا ہے کہ اس نے شرعاً حلال کام پر اعتراض کیوں کیا ہے تو کلام کے عموم اور سزا دینے کی غرض کے احتمال کے باوجود کسی اور بیوی کی نیت کے احتمال کی وجہ سے یہ قسم دلالتِ حال سے مقید نہ بن سکے گی، ہاں اگر دوسری بیوی کی نیت کرے تو اگرچہ وہ دیانۃً معتبر قرار دی جائیگی لیکن قضاءً معتبر نہ ہوگی کیونکہ یہ عموم میں تخصیص ہے جبکہ دلالتِ حال تخصیص نہیں کر سکتی اھ اختصاراً اس مقصد کے لئے یہ مثال کافی ہے تاہم

فقال كل امرأة لي طالق ثلاثا طلقت هذه التي حلفت في القضاء ووجه الظاهر عموم الكلام وقد يكون غرضه ايحاشها حين اعترضت عليه فيما احله الشرع ومع التردد لا يصلح مقيدا وان نوى غيرها يصدق ديانة لا قضاء لانه تخصيص العام¹ اھ باختصار۔ اس قدر بسندہ بود فالما توضیح مرام و زیارت وافادت رامثالے چند ازین پہلو نیز بر خوانیم کہ دلالتِ حال بحال احتمال معتبر نہ داشته اند (۱) ہمیں مثال ہدایہ (۲) آنگہ گزشت کہ اگر بر خروج زن یا بندہ مطلقاً شوگند خرد بے تقیید باذن مقتید بزمان بقائے ملک نباشد، **اقول:** زیرا کہ ممکن کہ نزد بندہ یا زن اورا رازے بود کہ بہ بروں شدن بروں افتد و حفاظی و کوچہ گردی زن اہل غیرت رابعد بینونت نیز موجب عار شود مردمان گویند اس زن فلان ست اگرچہ اطلاق بلحاظ ماکان ست بلکہ نخواہد کہ ہنخواہ خود بعد فراق نیز بکنار دیگرے رود پس از جدائی ہم اورا نگاہ دارند و تکفل نفقہ اش کنند باز تصدیق اس معنی در حدیث یافتم عبدالرزاق در مصنفہ گوید انبأنا معمر عن الزہری قال سأل رجل صلی اللہ

¹ الهدایہ کتاب الایمان باب الیمین فی البیع والشراء الخ المكتبة العربية کراچی ۳۸۱/۲

وضاحت اور فائدہ کو زائد بنانے کے لئے اس پر مزید چند مثالیں پیش کرتا ہوں کہ محض احتمال کی صورت میں دلالتِ حال معتبر نہیں ہوتا، ہدایہ کی مثال کے بعد دوسری مثال یہ ہے کہ، جو پہلے گزرا کہ بیوی یا غلام باہر جانے کو تیار ہو تو اس موقع پر بیوی کو طلاق یا غلام کو آزادی کی علی الاطلاق قسم کھانا جو اجازت سے مشروط نہ ہو تو یہ قسم عام اور مطلق ہوگی اور ملک یا نکاح کی موجودگی سے مشروط نہ ہوگی، کیونکہ یہاں پر اگرچہ دلالتِ حال کی وجہ سے اس قسم کے مقید ہونے کا احتمال ہے لیکن یہ احتمال معتبر نہ ہوگا کیونکہ الفاظ میں عموم ہے، اقول اس کے ساتھ یہ بھی ممکن ہے کہ قسم کھانے والے کا مقصد ہمیشہ کے لئے بیوی یا غلام کو باہر جانے سے روکنا ہو، کیونکہ ان کے پاس اس کا ایک ایسا راز ہے جو ان کے باہر جانے سے افساء ہو جائے گا اور خفت اٹھانا پڑے گی یا بیوی کو ہمیشہ کے لئے باہر نکلنے سے روکنا مقصود ہو اگرچہ وہ نکاح سے باہر اور جدا بھی ہو جائے کیونکہ غیرت مند لوگ اپنی مطلقہ کی عورت کی کوچہ گردی پر بھی غیرت اور عار محسوس کرتے ہیں کہ لوگ کہیں گے کہ یہ فلاں کی بیوی ہے اگرچہ اس کی بیوی سابقہ زمانے کے لحاظ سے کہتے ہوں بلکہ غیرت مند اپنی مباشرت شدہ عورت کو فراق اور طلاق کے بعد بھی دوسرے کی مباشرت میں دیکھنا پسند نہیں کرتے، اس لئے طلاق مغلط کے بعد بھی وہ اس کو اپنی نگہبانی میں رکھتے ہوئے اس کے تمام اخراجات

تعالى عليه وسلم فقال الرجل يجد مع امرأته رجلاً فيقتله فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الاتسمعون الى ما يقول سيدكم قالوا الاتلمه يا رسول الله فانه رجل غيور والله ماتزوج امرأه قط الا بكر اولاً طلق امرأه قط فاستطاع احد منا ان يتزوجها فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يا بني الله الا بالبينه¹ اه. قلت والسائل هو سيدنا سعد بن عبادة رضى الله تعالى عنه ولهذا س طلاق دفعه كرهناه بود وتقریق از مبغوض شرعی بے حاجت شرع انثار بر وتا زیانہ تحلیل مقرر فرموده اند و بر مجرد نکاح کفایت نمودہ تا باہم شہد ہمد گر بچشد حکمتش ہمان ست کہ غیرت منداں از تثلیث طلاق بازماند تا بہ تیس مستعار طوق عار نشود والعیاذ باللہ تعالیٰ بخلاف آنکہ بے اذن من

¹ مصنف عبدالرزاق حدیث حبیب الرحمن الاعظمی بیروت ۱۹/۳۳۲

کی کفالت کرتے ہیں پھر اس مضمون کی تصدیق میں نے حدیث میں پائی ہے، مصنف عبدالرزاق میں فرماتے ہیں ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا اور عرض کی ایک شخص ایک بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پائے تو قتل کر دے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا تم اپنے آقا کی بات کو نہیں سنتے کہ وہ کیا فرما رہا ہے تو اس پر دیگر اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس شخص کو ملامت نہ فرمائیں کیونکہ یہ غیور شخص ہے خدا کی قسم یہ صرف باکرہ عورت سے نکاح کرتا ہے اور اس کی طلاق دی ہوئی عورت کو دوسرا کوئی بھی ہم میں سے نکاح نہیں کر سکتا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قتل کی اجازت نہیں دیتا مسوائے (قاضی کے ہاں اس کے خلاف) گواہ پیش کرنے کے، اھ، قلت (میں کہتا ہوں) وہ مسائل حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، اور اسی غیرت کی وجہ سے ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دینا گناہ قرار دیا گیا ہے کہ شرعاً مبعوض چیز کو شرعی حاجت سے زائد استعمال کرنے پر حلالہ کی شرط کو سزا کے طور پر مقرر کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے حلالہ میں دوسرے شخص سے صرف نکاح کو کافی نہ قرار دیا گیا بلکہ جب تک ایک دوسرے کے مزے کو نہ چکھ لیں حلالہ مکمل نہیں ہو سکتا، یہ اس لئے تاکہ غیر تمند لوگ تین طلاقیں دینے سے باز رہیں اور خواہ مخواہ دوسرے شخص کے مجامعت کو اپنے گلے میں

بیرون نرود کہ ولایت اذن بانہتائے ملک منتہی شود (۳) آنکہ گزشت کہ بے اذن زن زنے نکم مقید بقائے زوجیت نباشد
اقول: ازاں رو کہ مقصود غم نرسانیدن ست بزں و بارہا باشد کہ بعد فراق نیز زناں بتزوج شوہر بزنے دیگر عنگیں شوند ایام خود یادے آید و بجائے خود نشستن دیگرے رنج می رساند بخلاف آنکہ بے اذن زن بیرون نرود ایں منتقید شوو چنانکہ وجش بالا بنشتم (۳) زن را بامردے بیگانہ چانہ زن دید سوگند خورد کہ اگر باز مرد بیگانہ چانہ زنی رسن زنی از گلوگنی و بخانہ نوچہ نوکر ست کہ باذن مرد آمد رفت دارد وزن اورا کارہائے خانگی می فرماید نیز پسر آں عم و عمد وخالہ زن یا برادر ان مرد برضائے مردے آید یا خود در ہمیں خانہ سے مانند و بازن ہمسخن می شوند مرد بایں ہمہ راضی ست بایں ہمہ ایبنا بدالات حال مستثنی نشوند وزن بعد سوگند اگر بآں نوکر یا ایں قریباں سخن گوید طلاقہ شود در جوہر الفتاویٰ باب چہارم فتاویٰ امام مفتی الجن والانس نجم الدین عمر نسفی قدس سرہ الصفی ست ر جل رای امر ائہ تتکلم اجنبیا فتالا گر پیش تو بامرد بیگانہ سخن گوئی فانے طالق فکمت تلبيذ زوجها لیس من محارمها اوکمت رجلا فی

<p>نہ ڈالیں، والعیاذ باللہ، اس کے برخلاف اگر قسم کو اجازت سے مشروط کیا ہو تو پھر اجازت کی ولایت ختم ہو جانے یعنی نکاح ختم ہو جانے پر قسم ساقط ہو جائیگی (۳) وہ جو گزرا کہ خاوند نے بیوی سے کہا کہ تیری اجازت کے بغیر دوسری عورت کو بیوی نہ بناؤں گا، تو یہ قسم موجودہ بیوی سے نکاح کی حالت سے مختص نہ ہوگی (بلکہ اس بیوی سے نکاح ختم ہونے کے بعد بھی اس کی اجازت ضروری ہوگی) اقول: (میں کہتا ہوں) اس قسم کا مقصد بیوی کو پریشانی سے بچانا ہے۔ کیونکہ بیوی کی پریشانی صرف نکاح کی حالت سے مختص نہیں کیونکہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ فرقت کے وقت بھی عورتیں سابقہ خاوند کی دوسری شادی سے غمگین ہوتی ہیں، اپنا وقت یاد کر کے اپنے بجائے دوسری کو رہتی دیکھ کر رنج پاتی ہیں،</p>	<p>هذه الدار بينهما معرفة ولكن لامحرمة بينهما او كلمها^ع رجل من ذوى الارحام و ليس من محارمها فانه يقع الطلاق^ا اقول: زیرا کہ محتمل ست کہ مرد باعتقاد زن پیش ازین رو ادارینا بود چوں دید کہ باجنبی محض ہم سخن می شود در سنش تنگ تر کشید و بانام محرم سخن گفتن مطلقاً منع کرد پس اطلاق لفظ را تقییدے متعین نشد، وبالله التوفیق۔</p>
---	---

(غرضیکہ چونکہ بیوی کی پریشانی دوسری عورت کی وجہ سے صرف حالت نکاح سے مختص نہیں بلکہ جدائی کے بعد بھی اس چیز پر وہ پریشان ہوتی ہے لہذا اس پریشانی سے بچانا حالت نکاح کے بعد بھی ہو سکتا ہے لہذا یہ قسم بیوی سے فراق کے بعد قائم رہے گی) اس کے برخلاف اگر خاوند قسم کھائے کہ تو میری اجازت کے بغیر باہر نہ جائے گی تو یہ قسم حالت نکاح سے مقید ہوگی جیسا کہ اس کی وجہ پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔ (۴) بیوی کو غیر شخص سے بے تکلف باتیں کرتے ہوئے پائے تو اس وقت قسم کھائے کہ اس کے بعد اگر تو نے بیگانے مرد سے بات کی نکاح کی رسی تیرے گلے سے نکل جائے گی یعنی تجھے طلاق ہوگی، جبکہ گھر میں نوکر چاکر ہیں جو خاوند کی اجازت سے گھر میں آتے جاتے ہیں جن کو بیوی گھر کے کاموں کے متعلق ہدایات دیتی ہے

عہ: اقول: والاولی کلمت رجلا لان الحنث بکلامہما
لا بکلام غیرہا اذالم تجب منہ۔
اقول: (میں کہتا ہوں) یہاں بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے، عورت نے اس مرد سے بات کی۔ کیونکہ عورت کے بات کرنے سے قسم ٹوٹے گی کسی دوسرے کے کلام کرنے سے نہ ٹوٹے گی، بشرطیکہ عورت غیر کو جواب نہ دے ۲ امنہ (ت)

¹ جواہر الفتاویٰ کتاب الایمان

یوں ہی بیوی کے چچا یا پھوپھی زاد یا خالہ زاد یا خاوند کے بھائی خاوند کی اجازت سے گھر آتے ہیں یا اسی گھر میں رہتے ہیں اور بیوی اپنے خاوند کی رضامندی سے ان تمام حضرات سے بات کرتی رہتی ہے، اس دلالتِ حال کے باوجود یہ لوگ اس قسم سے مستثنیٰ نہیں ہوں گے بلکہ بیوی قسم کے بعد گھر کے نوکر یا ان مذکورہ قریبیوں سے بات کرے گی تو اس کو طلاق ہو جائے گی۔ جو اہم الفتاویٰ کے باب چہارم میں امام مفتی جن وانس نجم الدین عمر نسفی قدس سرہ کے فتوے ذکر کئے گئے ہیں، جن میں یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کسی اجنبی کے ساتھ باتیں کرتی ہوئی پایا تو اس نے قسم کھائی کہ اگر اس کے بعد تو نے بیگانے شخص سے بات کی تو تجھے طلاق، تو اس کے بعد بیوی نے خاوند کے غیر محرم شاگرد سے بات کی یا اس گھر میں آنے جانے والے واقف کار غیر محرم سے بات کی یا بیوی کے غیر محرم رشتہ دار شخص نے بیوی سے بات کر لی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

اقول: (میں کہتا ہوں) یہ اس لئے کہ قبل ازیں خاوند، بیوی پر اعتماد کرتے ہوئے ان مذکور لوگوں کے بارے میں رواداری سے کام لیتا رہا، تو جب اس نے بیوی کو خالص اجنبی شخص سے باتیں کرتے ہوئے دیکھ لیا تو اس نے بیوی کی رسی کو تنگ کرتے ہوئے مطلقاً ہر غیر محرم سے بات کرنا ممنوع قرار دیا تو اس احتمال کے ہوتے ہوئے یہ قسم دلالتِ حال کی وجہ سے مقید نہ ہوگی بلکہ یہ قسم اپنے الفاظ کے عموم پر باقی رہے گی اور ہر غیر محرم کو شامل ہوگی، اور توفیق صرف اللہ تعالیٰ سے حاصل ہے۔ (ت)

آٹھواں شبہ: یہ کہ تمام مذکورہ احتمالات کو نظر انداز کر دیں تب بھی کم از کم یہ گنجائش ضرور ہے کہ خاوند کی قسم میں موافق اور مخالف لاتعلقی کی دو قسمیں ہیں اور دونوں میں سے ایک احتمال کا ارادہ کرنا بھی ایک قسم کی تخصیص ہے جس سے عام کو خاص کیا جاسکتا ہے جیسا کہ فتح القدر میں اس کی تحقیق موجود ہے، اور عام میں تخصیص کی نیت کرنا دیانۃً مقبول ہے، جیسا کہ ابھی ہدایہ کے حوالہ سے گزر ہے، اگرچہ یہ تخصیص کی نیت قضاءً قابل قبول نہیں اور بیوی بھی ایسے معاملات میں قاضی کا حکم رکھتی ہے اس لئے بیوی بھی اس کو معتبر قرار نہیں دے سکتی جیسا کہ تبیین، فتح اور شامی میں ہے، پس اگر خاوند نے اپنی قسم میں اس تخصیص کی نیت کر لی ہو تو عند اللہ قسم نہ ٹوٹے گی،

شبہ ثامنہ: ازیں ہم در گزشتہم آخر کم نہ ازاں کہ موافقہ و مخالفہ دونوع تخلیہ ست وارادہ یک نوع تخصیص عام ست کما حقیقۃ فی الفتح و نیت تخصیص عام دیانۃً مقبول ست کما مرانفا عن الھدایۃ گو قضاءً پذیر مباحش وزن نیز برو اعتبار نتواں کرد لان المرآة کالقاضی کمانی التیسین و الفتح و الشامی پس اگر نیت اس خصوص کردہ باشد باید کہ عند اللہ حانث نشود در فتویٰ التفات باین قید می بایست لان المفتی بالدیانۃ یفتی کما فی التنبیر وغیرہ۔

جبکہ فتویٰ دیتے وقت اس قید و تخصیص کو پیش نظر رکھنا چاہئے، جیسا کہ تنویر وغیرہ میں ہے کہ مفتی کو چاہئے کہ وہ دیانت پر فتویٰ دے۔ (ت)

اقول: (جواب میں کہتا ہوں کہ) کوئی بات نہیں، کیونکہ دیانۃً بھی یہ نیت کارآمد نہیں ہے، قسم میں موافق اور مخالف یہ دونوں لا تعلقی کی قسمیں نہیں ہیں بلکہ یہ لا تعلق کے دو وصف ہیں جبکہ دو وصفوں میں سے کسی غیر مذکور وصف کی نیت معتبر نہیں ہوتی جیسا کہ ایک شخص کھڑا ہو اس کے متعلق کوئی دوسرا یہ قسم کھائے کہ میں اس شخص سے بات نہ کروں گا، اور اب بعد میں کھڑے ہونے کے وصف کی بابت قسم کو بتائے تو یہ نیت لغو بیکار ہوگی، ہاں اگر قسم کھڑے ہونے کا ذکر کرتا اور قسم اس نیت پر کھاتا تو دیانۃً معتبر ہو سکتی تھی اگرچہ قضاءً یہ نیت معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ قسم حاضر شخص کے متعلق ہے جبکہ حاضر میں وصف کا ذکر کارآمد نہیں اور پھر کھڑا ہونا ایسا وصف بھی نہیں ہے جو قسم کا داعی بن سکے اور بات نہ کرنے کی وجہ بن سکے، یوں ہی اگر کوئی قسم کھائے کہ میں بیوی نہ بناؤں گا، تو اس سے اگر وہ ہاشمی یا ترکی یا عربی یا کوئی خاص نسب والی عورت مراد لے تو یہ نیت دیانۃً معتبر ہوگی کیونکہ یہ عورت کی اقسام میں سے ایک قسم کی تخصیص ہے، اور اگر رہائش کے لحاظ سے کسی عربی یا ہندی یا مکی عورت کے بارے میں یہ نیت کرے تو معتبر نہ ہوگی کیونکہ یہ ایک خاص جگہ والی عورت کے متعلق ہے جو اس کی صفت ہے اور کوئی صفت ذکر کئے بغیر معتبر نہیں ہو سکتی، چونکہ قسم صرف عورت کے ذکر پر مشتمل ہے اس میں

اقول: خیرست دیانۃً نیز اس نیت کارآمد موافقہ و مخالفہ دو نوع تخلیہ نیست بلکہ دو وصف است و نیت و صفتی خاص غیر مذکور معتبر نشود چنانکہ نسبت مردے استادہ سوگند خورد کہ بایں مرد سخن نگویم و آزر دکنڈ کہ بایں مرد استادہ اس نیت لغو باشد اگر گوید بایں مرد استادہ سخن نزنند و نیت تخصیص بوقت قیامش کند دیانۃً معتبرست نہ قضاءً کہ وصف در حاضر لغوست و صفت قیام داعی ترک کلام نیست، ہچناں اگر سوگند خورد کہ زن نکند و مراد زن ہاشمیہ یا ترکیہ یا عربیہ یا نسب دار دیانۃً معتبرست کہ اس ایک نوع زن ست و اگر زن میکہ یا ہندیہ یا عربیہ بالمسکن نیت کرد معتبر نیست کہ اس صفت زن ست و صفت بے ذکر بمسکن عام خیمہ آں ست در فتح القدر فرمود حلف لایسکن دار فلان و قال عنیت باجر لایصح حتی لو سکنہا بغیر اجر حنث بخلاف ما لو حلف لایسکن دارا اشتراھا فلان و عنی اشتراھا لنفسہ فانہ یصدق لانه احد نوعی الشراء لانه متنوع الی ما یوجب الملك للمشتري وما یوجبہ لغیرہ فتصح نیتہ احد

مسکت (رہائش) کا ذکر نہیں ہے لہذا اس ذکر کے بغیر یہ قسم خیمہ والی عورت کو بھی عام ہے۔ فتح القدر میں ہے، قسم کھائی کہ فلاں کے گھر سکونت نہ کروں گا، اور کہا کہ میری مراد فلاں کے گھر کرایہ پر نہ رہوں گا، تو یہ نیت صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ اگر اس کے گھر میں کرایہ کے بغیر بھی رہائش پذیر ہوا تو قسم ٹوٹ جائے گی، اس کے برخلاف اگر یوں قسم کھائے کہ "میں فلاں کے اس گھر میں سکونت نہ کروں گا جو اس نے اپنی ذات کے لئے خریدا ہو، تو اس نیت کو مان لیا جائیگا کیونکہ خریدنے کی یہ ایک قسم ہے خریدنے کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو اپنے لئے خریدا اور ایک وہ جو اس نے کسی دوسرے کے لئے خریدا ہو، تو قسم میں ان دو قسموں میں سے ایک قسم کی نیت درست ہے اس کے برخلاف رہائش (سکٹی) کے اقسام نہیں ہیں، کیونکہ سکٹی (رہائش) کا معنی یہ ہے کہ گھر میں بطور استقرار ہونا جبکہ اس رہائش کی صفات مختلف ہو سکتی ہیں اور صفات کی تخصیص صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں مذکور نہیں ہیں، بخلاف رہائش کے کہ اس کے تحت اقسام ہوتے ہیں (غرضیکہ اقسام کی تخصیص بغیر ذکر ہو سکتی ہے لیکن صفات کی تخصیص ذکر کے بغیر نہیں ہو سکتی) اسی لئے اگر کسی نے قسم کھائی کہ کسی عورت سے نکاح نہ کروں گا یعنی بیوی نہ بناؤں گا، تو اس قسم میں عورت کوئی یا بصرہ والی مراد لے تو صحیح نہ ہوگی کیونکہ یہ صفت کی تخصیص ہے اور اگر اس قسم میں عورت سے مراد حبشی یا عربی عورت مراد لے تو صحیح ہے اور عند اللہ بھی یہ نیت صحیح ہوگی کیونکہ یہ جنس میں اقسام کی تخصیص ہے یہ اس لئے کہ جد علی کے اختلاف کے لحاظ سے نیت کرنا جنس کا اختلاف ہے اور شہروں کے اختلاف کی نیت یہ صفت کا اختلاف ہے (مختصراً) (ت)

نواں شبہ کہ چھوڑنا، کبھی باقی رکھنے کے معنی میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَتَرَكَنا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَّمَ عَلَى نُوْحٍ

النوعين بخلاف السكنى لانها لا تتنوع لانها ليست الا الكينونة في الدار على وجه القرار وانما تختلف بالصفة ولا يصح تخصيص الصفة لانها لم تذكر بخلاف الجنس، وكذا لو حلف لا يتزوج امرأة ونوى كوفية او بصرية لا يصح لانه تخصيص الصفة ولو نوى حبشية او عربية صحت فيما بينه وبين الله تعالى لانه تخصيص في الجنس كأن الاختلاف بالنسبة الى الاء اختلاف بالجنس وبالنسبة الى البلاد اختلاف بالصفة اه¹ مختصراً۔

شبہ تاسع: ترک گاہے بمعنی ابقا ید قال اللہ تعالیٰ

وَ تَرَكَنا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَّمَ عَلَى نُوْحٍ

¹فتح القدر باب البيمين في الاكل والشرب مكتبة نورية رضوية سحر ۲۰۹/۱۲

فِي الْعَالَمِينَ ⑤۔ بعد والوں میں ہم نے ان کی اچھی ثناء باقی رکھی، جیسا کہ مجمع البحار وغیرہ میں ہے، چھوڑنا، باقی رکھنے کے معنی میں وجودی چیز ہے کیونکہ بقاء وجودی ہے۔ (ت) اقول: (میں جواب میں کہتا ہوں) ابقاء (باقی رکھنا) حی و قیوم (جل جلالہ) کا فعل ہو تو محققین کے نزدیک وجودی ہے، اس لئے کہ امام اہلسنت قاضی ابوبکر باقلانی اور امام الحرمین اور امام رازی کے مذہب پر بقاء عین وجود کا نام ہے اور وجود سے زائد کسی صفت کا نام نہیں ہے، لہذا باقی رکھنا، یہ ایجاد ہوگا جو کہ وجودی ہے، لیکن ائمہ کشف و شہود کے مذہب پر، بقاء، ہر چیز کی امثال کے تجدد کا نام ہے، لہذا ابقاء اس معنی میں ہر چیز حتی کہ جوہر کی امثال کو ہر لمحہ، ایجاد، کرنے کا نام ہے، اس لئے جس طرح باری اور خالق جیسی صفات کا اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کے لئے اطلاق جائز نہیں اسی طرح قیوم کا اطلاق بھی غیر کے لیے جائز نہیں، بلکہ اس کا غیر اللہ پر اطلاق علمائے کرام کے ہاں کفر ہے، مجمع الانہر میں فرمایا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی شایان شان نہ ہو یا جہالت، عجز اور نقص کی نسبت اس کی طرف کرنا، یا وہ صفات جو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں ان کا مخلوق پر اطلاق کرنا جیسے قدوس، قیوم، رحمن وغیرہا صفات ہیں، تو یہ کفر ہے، لہذا یہاں بڑی

فِي الْعَالَمِينَ ① ای ابقینا لہ ثناء جمیلاً ② کما فی مجمع البحار وغیرہ و ابقاء وجودی ست کہ بقاء وجودی ست۔
اقول: ابقا کہ حی قیوم عز جلالہ می کند عند المحققین وجودی باشد اما بناء علی مذہب امام اہلسنت القاضی ابی بکر الباقلانی والامامین امام الحرمین والرازی ان البقاء عین الوجود لا امر زائد علیہ فلا بقاء هو الایجاد و اما بناء علی مذہب ائمة الکشف والشہود من تجدد الامثال فی کل شئی حتی الجواهر فیکون الابقاء ایجاد الامثال کل حین ولہذا چنانکہ اطلاق باری و خالق بر غیر او سبخنہ نیست اطلاق قیوم نیز نتوان شد بلکہ علماء برو تکفیر کردہ اند در مجمع الانہر فرمود اذا وصف اللہ بما لا یدلیق بہ او نسبه الی الجہل او العجز او النقص او اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمن وغیرہا یکفر³ (ملخصاً)

¹ القرآن الکریم ۷۳/۷۸ و ۷۹

² مجمع البحار تحت لفظ ترک نوکسور لکھنؤ ۱۳۰۱

³ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۹۰

احتیاط کی ضرورت ہے، بعض لوگ اس بے احتیاطی میں مبتلا ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ، خلاصہ یہ کہ، اللہ تعالیٰ کے باقی کرنے کا یہ حکم ہے، لیکن کسی انسان کا باقی رکھنا اور چھوڑنا، ازالہ کے ترک کا نام ہے، اس کے بغیر کچھ نہیں، اسی لئے اگر خاوند نے جیب یا تھیلی میں رقم رکھی ہو اور بیوی کو کہا "اگر تو نے صبح تک اس میں سے کچھ باقی رکھا تو تجھے طلاق ہوگی" اب اگر اس نے اس میں سے کچھ خرچ نہ کیا یا کچھ کیا اور کچھ نہ کیا تو اس باقی رکھنے پر طلاق ہو جائے گی، تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ بیوی کا رقم کو باقی رکھنا صرف اور صرف یہ ہے کہ اس نے رقم کو خرچ نہ کیا، تو معلوم ہوا کہ باقی رکھنا (خرچ نہ کرنا) عدم ہے، اگر ابقاء کوئی فعل ہوتا، اور بیوی نے اس رقم میں تصرف نہ کیا بلکہ صرف خاوند نے وہ رقم تھیلی میں رکھی ہو، تو پھر اس صورت میں قسم نہ ٹوٹتی۔ یوں ہی زید نے عمرو کے ہاتھ کوئی چیز فاسد بیچ کے طور پر فروخت کی تو یہ معلوم ہونے پر قاضی کے غصہ آیا حکم جاری فرمایا کہ اگر آج تمہاری اس فاسد بیچ کو باقی رکھوں تو یہ ہوگا، اب سورج غروب ہونے تک قاضی نے اس بیچ کو فسخ نہ کیا تو حائث ہو جائے گا، تو یہاں بھی باقی رکھنا، صرف فسخ نہ کرنے کا نام ہے، اگر ابقاء (باقی رکھنا) کوئی فعل ہوتا تو حائث نہ ہوتا کیونکہ قاضی نے اس بیچ کے متعلق کوئی فعل اور عمل تو نہیں کیا، تو معلوم ہوا انسان کا باقی رکھنا صرف کسی ازالہ کو ترک کرنے کا نام ہے۔ اگر تیرا یہ اعتراض ہو کہ کبھی ابقاء (باقی رکھنا) فعل سے بھی حاصل ہوتا ہے، مثلاً زید کو گھر میں لاکر زنجیر سے باندھ دیا، تو یہ باندھنا، زید کو گھر میں باقی رکھنا ہے، جبکہ باندھنا فعل ہے۔

(ت)

اقول: (میں جواب میں کہتا ہوں کہ) باندھنے کا فعل

ایجا احتیاط عظیم باید کہ بعض مردم بایں مبتلا شدہ اند والعیاذ باللہ تعالیٰ بالجملہ اینست بقائے الہی عزوجلہ فاتانچہ از بشرست جز ترک ازالہ نیست ولہذا اگر زرے در کیسہ نہاد وزن را گفت اگر چیزے از وصح باقی ماننی طلاق باشی، زن بیچ خرچ نکرد یا برنے بصرف آورد و برنے باقی داشت طلاقہ شود و آں نیست مگر بہ ابقاؤ از زن نیاید مگر عدم انفاق پس ابقاء نبود مگر ہمیں عدم واگر فعلے بودے وزن خود در آں زرکارے نکرده است تا آنکہ در کیس نہادن ہم بدست شوہر بود حنث نشدے، ہچنناں اگر زید بدست عمرو چیزے بیع فاسد فروخت قاضی مطلع شدہ بر فروخت و گفت اگر امروز آں بیچ شمارا باقی مانم کذا آفتاب فرورفت و قاضی حکم فسخ نہ کرد حائث شود پس ابقاء نبود مگر عدم فسخ واگر فعلے بودے قاضی خود متعلق آں بیچ کارے نکرده است حائث نبودے، پس ظاہر شد کہ ابقائے بشری جز ترک ازالہ نیست اگر کوئی ابقاء بفعل ہم تو آں شد مثلاً زید را بخانہ آورد و زنجیر بست آں بستن کہ فعل است ابقاء شد۔

اقول: این فعل خود ابقاء نیست بلکہ

خود بخود ابقاء نہیں بنتا بلکہ ابقاء کو مستلزم ہوتا ہے کیونکہ اس فعل سے ازالہ کا ترک مستقی ہوتا ہے تو باندھنے میں ترک ازالہ کے ساتھ ایک زائد چیز یعنی رکاوٹ، پائی گئی، جس میں ترک ازالہ پایا جاتا ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ، ترک ازالہ کا خاتمہ، توگنا منع کرنے سے کافی ہو سکتا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا ہے، تو اب زید کو گھر میں باندھ کر پھر اس کو کہا جائے تو گھر سے باہر ہو جا، تو چاہئے کہ اس صورت میں ازالہ کا ترک متحقق نہ ہو، کیونکہ زبانی ترک کے باوجود، باندھنا اس ترک کی نفی ہے تو یقیناً ابقاء یعنی گھر میں باقی رکھنا، حاصل ہو گیا، تو یوں یہ ترک، عدم کی بجائے ایک فعل کے وجود سے حاصل ہوا، لہذا انسانی ابقاء، وجودی ہو گیا۔ (ت)

اقول: (میں جواب میں کہتا ہوں) اوپر گزر چکا ہے، روکنا حسب قدرت مراد ہے، صرف توگنا اور زبانی روکنا وہاں مراد ہوتا ہے، جہاں عملاً روکنا ممکن نہ ہو، لیکن جب عملاً روکا جاسکتا ہو تو وہاں محض زبانی روکنا اور یہ کہنا کہ باہر ہو جا، یہ روکنے کا ترک ہے اس پر مزید یہ کہ باندھنے کے فعل سے اس کو نکلنے سے روکنا اور پھر کہنا کہ باہر ہو جا، تو یہ صراحۃً مذاق ہے، بلکہ اس موقع پر یہ کہنا بے معنی اور بیکار ہے، لہذا اس صورت میں ابقاء (باقی رکھنا) ترک سے حاصل ہوا اور باندھنے کا فعل اس سے زائد چیز ہے (توثابت ہوا کہ بشری ابقاء محض ترک کا نام ہے کسی وجودی چیز کا نام نہیں)۔ (ت) وسواں شبہ: یہ کہ ہمیں تسلیم ہے کہ، ترک یعنی چھوڑنے کے لئے نکل جانے کا حکم نہ دینا کافی ہے لیکن نہ نکلنے کے حکم سے بھی ترک پایا جاتا ہے پس ترک کی دو قسمیں ہو گئیں، ایک نکلنے کا حکم نہ دینا، اور دوسری قسم، نہ نکلنے کا حکم دینا، اور ایک

مستلزم اوست کہ منع زوال ترک ازالہ است مع شے زائد اگر گوئی در انتقالے ترک بر منع بالقول اکتفاء کردہ اندکما تقدم پس اگر زید را بست و بزبان میگوید بیروں شو باید کہ ترک متحقق نشود کہ نافیث موجود است و ابقائینا حاصل پس غیر ترک باشد۔

اقول: بالادانستی کہ اصل منع بقدر قدرت است و بمجرد نہی ہنگام تعسرش بسندہ کنند پس آنکہ اخراج تو آنست و بر بروں شو اکتفاء کرد تارک باشد چہ جائے آنکہ ترک خروج بفعل کرد از و مجرد بروں شود کہ صراحۃً ہزل و استہزاء است بلکہ گویا لفظ بے معنی است چہ کار آید پس ابقاء بحصول ترک حاصل است و بستن امر زائد۔

شبہہ عاشرہ: سلنا کہ ترک را عدم امر بخروج بسست فانا امر بعدم خروج نیز از وجوہ اوست پس ترک دو نوع شد و زیادت معنی در نوع خود قضیہ نوعیت است پس حلف اگر بواقع ارادہ نوع اتوی کردہ باشد

باید کہ دیانۃً معتبر شود گو پیش زن و سائر ناس مقبول مباح۔

قسم میں معنی کی زیادتی (حکم دینا) خود قسم کو پیدا کرتا ہے یعنی قسم ہونے کے منافی نہیں ہے لہذا قسم کھانے والا اگر قوی یعنی زیادتی والی قسم کی نیت کرے کہ اس معنی کا ترک ہو تو طلاق ہوگی، تو دیانۃً یہ نیت قبول ہونی چاہئے، اگرچہ بیوی اور دوسرے لوگوں کے ہاں وہ مقبول نہ ہو۔ (ت)

اقول: (میں جواب میں کہتا ہوں کہ) نکلنے کا حکم نہ دینا اور نہ نکلنے کا حکم دینا، یہ دونوں چیزیں آپس میں منافی نہیں ہیں کیونکہ پہلا معنی دوسرے معنی میں بھی موجود ہے (حالانکہ اقسام کا آپس میں ایک دوسرے کے مبان ہونا ضروری ہے) لہذا یہ دو قسمیں علیحدہ علیحدہ نہ ہوں۔ ہاں مطلق خاموشی، اجنبی گفتگو، اور منافی گفتگو، ان تینوں صورتوں میں ترک تحقیق ہو جاتا ہے مگر یہ ترک کی قسمیں نہیں ہیں کیونکہ ترک عدم کا نام ہے اور گفتگو یعنی تکلم وجودی چیز ہے تو وجودی چیز عدی چیز کی قسم کیسے بن سکتی ہے، تو معلوم ہوا کہ ترک کا مصداق صرف نکلنے کا حکم نہ دینا ہے، اور وہ سکوت جس کے ساتھ کوئی اور چیز نہ ہو اور مقام کلام میں وہ کلام سے مقارن قرار پاتا ہے اور کوئی چیز اپنے مقارن کے ساتھ قسم نہیں بنتی۔ اس قیل و قال کا خاتمہ یوں ہو جاتا ہے کہ ترک سے متعلق جتنے مسائل گزرے ہیں ان میں علماء کرام نے منافی گفتگو، کے احتمال کو ذکر نہیں کیا، اور انہوں نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ "نہ نکلنے کا حکم" تو واضح ہو گیا کہ اس احتمال کا یہاں کوئی دخل نہیں ہے۔ تحقیق یوں مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے، الحمد للہ یہ بحث اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے قسم کے پڑنے میں یہ ایسی بحث ہے جس میں علتوں کی وضاحت، خلل کا سد باب اور غلطیوں کا ازالہ اعلیٰ پیمانے پر ہوا ہے اور اس بحث کے ضمن میں کثیر مسائل اور نادر فوائد بھی پائے گئے ہیں، پس تاریخی لحاظ سے اس کا نام الجوہر الثمین فی علل نازلة البیہین

اقول: عدم امر بخروج و امر بعدم خروج متقابل نیست کہ اول در ثانی موجود است و قسم قسم نتوان شد آری سکوت مطلق و تکلم با جنبی و تکلم بنانی ہر سہ از وجوہ تحقق اوست فاما انوا عش نتوان شد کہ تکلم وجودی ست نوعی از عدم چساں باشد پس مصداقش نیست مگر ہماں عدم امر بخروج و در سکوت محض چیزے باو نیست و در تکلمات مقارن بکلام ست و شے بمقارنات متنوع نشود و قاطع شغب آنست کہ در جملہ مسائل ترک کہ بالا گزشت علماء ازیں احتمال کہ مراد از و تکلم بمنافی مراد باشد اصلاً خبر نداده اند پس روشن شد کہ اور امساع نیست ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق الحمد للہ سخن بمننتی رسید و دریں مسئلہ نازلہ ابانت علل و سد خلل و رد زلل بذروہ قصے در ضمن او مسائل او کثیرہ و فوائد عزیزہ بوضوح پیوست پس بلحاظ تاریخ الجوہر الثمین فی علل نازلة البیہین نامش کردن مناسب است، واللہ تعالیٰ اعلم۔

رکھنا مناسب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

نوٹ: آستانہ عالیہ دارالافتاء کا خادم، نبی پاک کا ادنیٰ غلام فقیر قادری رضوی غفرلہ ربہ القوی عرضہ دارد کہ اعلیٰ حضرت شیخنا مجدد الملتہ دام ظلہ العالی پیش ازین بتاریخ یازدہم محرم شریف این سوال را جوابے مختصر نوشته ارسال فرموده بودند کہ در کتاب الطلاق مرسوم گشت و بوجه عروض تپ تفصیل را حوالہ بر آئندہ فرمودند کہ بتوفیقہ تعالیٰ این فتویٰ کتاب الایمان ست از مولینا و بفضل اولنا جناب مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب شمس آبادی دام بالا یادی بتاریخ ہفتدہم ماہ مبارک محرم محترم نامہ دگر زبان عربی آمد و در طے او فتویٰ دیوبندیوں تفصیل را لب بہ استدعا کشادند اینجا بعونہ تعالیٰ فتوای معضلہ پیش ورود این نامہ تکمیل یافتہ بود فتوای دیوبند اگر چیزے بہ دلیل علیل گرا بندے جوابش خود اینجا دیدے فاما بتقلید کورانہ جناب گنگوہی صاحب نہ عبارتے نگاشت نہ بدلیل چنگ زد ہمیں مجتہد انہ بانگ بے آہنگ زد کہ اصلاً توجہ را نشاید آرے لطف جواب سفارشی مے شود کہ اورا ذکر کنیم تا سیند کہ مفتیان دیوبندی چساں در بند دیو جہالت اند کہ سوال ہم نغمند و جواب مجتہدانہ دہند۔

نوٹ: آستانہ عالیہ دارالافتاء کا خادم، نبی پاک کا ادنیٰ غلام فقیر نواب مرزا قادری رضوی غفرلہ ربہ القوی عرضہ دارد کہ اعلیٰ حضرت شیخنا مجدد الملتہ دام ظلہ العالی نے قبل ازین گیارہ محرم شریف ملت اعلیٰ حضرت دام ظلہ العالی نے قبل ازین گیارہ محرم شریف کو اس سوال کا مختصر جواب لکھا اور ارسال کر دیا جو کہ کتاب الطلاق میں شامل ہے اور بخارکے عارضہ کی بناء پر اس کا مفصل جواب آئندہ پر چھوڑ دیا جبکہ استفتاء کا تعلق کتاب الایمان سے ہے جس کو مولانا بفضل اولنا جناب مولوی غلام گیلانی صاحب شمس آبادی (زمانہ بھر زندہ رہیں) نے ارسال فرمایا، مولانا مذکور نے یہی سوال عربی زبان میں دوبارہ سترہ محرم الحرام کو بصورت خط بھیجا اور اس کے اندر دیوبندیوں کا تفصیل سے خالی فتویٰ بھی موجود تھا، اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے یہ تفصیلی مضبوط، کتاب الایمان سے متعلق فتویٰ، مولانا مذکور کے دوسرے خط سے قبل پایہ تکمیل کو پہنچ چکا تھا، دیوبند کے فتوے میں اگر کوئی کمزور دلیل ہوتی تو بھی اس مفصل فتوے میں اس کا جواب نظر آجاتا، لیکن دیوبند کا فتویٰ تو محض گنگوہی صاحب کی اندھی تقلید ہے اس میں نہ کوئی حوالہ ہے نہ کسی دلیل کا سہارا ہے بلکہ وہی بے ڈھنگی مجتہدانہ بولی ہے جو ہرگز قابل التفات نہ تھی۔ ہاں تحقیقی جواب کی خوبی سفارش کرتی ہے کہ اس کو ذکر کر دیں تاکہ دیکھنے والے معلوم کر سکیں کہ دیوبندی حضرات کس طرح دیو جہالت کی قید میں ہیں کہ وہ سوال کو سمجھے بغیر ہی اپنا اجتہادی جواب دے رہے ہیں۔ (ت)

(نامہ نامی جناب مولانا اینست)

(مولانا مذکور کا خط یہ ہے)

القاب سے مستغنی بلکہ القاب جن کی چوکھٹ کے سامنے پھینکے پڑے ہیں، مجدد الملت والاسلام والدين، دین کے جھنڈے بلند، اور کفار، بدعتی حضرات، فساق اور گمراہ لوگوں کے اصول و قواعد کو مٹانے میں مسلمانوں کے مددگار کی خدمت میں، اللہ تعالیٰ قیامت تک ان کے فیوض کے سائے کو رہنمائی حاصل کرنے والوں کے سروں پر پھیلائے رکھے۔

اما بعد، آپ کا جواب مستطاب مطلوبہ قرآن واحادیث و کتب کے حوالوں پر مشتمل موصول ہوا، حجاب اوپر دے اٹھ گئے، اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی مخلوقات کی تعداد کے برابر آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے لیکن مدرسہ دیوبند سے اس کا خلاف لکھا گیا، لہذا ضروری ہے کہ اس کا رد مفصل طور پر کیا جائے جو شکوک کو ختم کر دے تاکہ خطا کار کے دل کے خیالات پر آگندہ ہو جائیں اور اس کو مٹی میں دفن کر دے اور اس خلاف کو یہاں سے مقبول اور پسندیدہ امور کے سبب ختم کر دے۔ رسولوں کی ذلت، اور محبوب اور اصحاب حجت لوگوں کی رونق و شباب کے دن (قیامت) تک حضور الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں۔

منجانب گنہگار، پناہ کا خواستگار، پیمانہ اور جنایت کا مرتکب بندہ غلام گیلانی شمس آبادی، اللہ تعالیٰ اسے دشمنوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھے۔

الى الجناب المستغنى عن الالقاب بل الالقاب مطروحه دون سدة الباب مجدد الملة والاسلام والدين ناصر المسلمين باعلاء اعلام الدين مزعج اصول الكفرة والمبتدعة والفسقة والمضلين بسط الله تعالى ظلال فيوضهم على رؤس المسترشدين الى يوم الدين۔

اما بعد، فقد ورد الجواب المستطاب مع المطلوبات من الرسالة والكتاب وانكشف الستور والحجاب جزاكم الله تعالى خير الجزاء بتعداد المخلوقات ما هو في جو السماء و على الارض من الدواب لكن كتب من مدرسة ديوبند على خلاف ذلك فتح لا بد من الجواب المفصل المزيل للارتباك ليفتت ترائب المخطي ويدسه في التراب ويرتفع الخلاف من البين باجلا ب الزين والتحاب و صلى الله تعالى على خير خلقه والال والاصحاب الى يوم التناد لذوى الخياب ويوم الريان والشباب لذوى الحجة واصحاب الاقتراب۔

العبد المذنب للاواه الخامل الجانى القاضى غلام گیلانی الشمس آبادی حفظه الله تعالى عن ایدى الاعادى۔

سوال فتوائے عین سوال مذکور ست و سوال پارسی را بزبان ہندی جواب عجاب چنان:	دیوبندی کے فتویٰ میں یعنی اس فتوے والا سوال مذکور ہے اور اس فارسی سوال کا عجیب جواب انہوں نے اردو (ہندی) میں دیا ہے، جو یہ ہے:
--	--

الجواب: زید جبکہ اپنے پسر سے راضی ہو گیا اور خود اس کو گھر رکھا تو اس کی عورت پر اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی البتہ اگر زید اسکو نکالتا اور اس کی زوجہ اس کو رکھتی تو مطلقہ ہوتی فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔



جواب پراعلیٰ حضرت کا تبصرہ

در سوال بود اگر بخانه گزاشتی و در جواب میگوید "اس کو رکھتی" مساکین میفہم کہ اینجا در گزاشتن وداشتن تمیز ندارند آنہارا گزاشتن بہ کہ داشتن باز حاصل این شبہ ہماں شبہ اولی ست کہ مرد خود گزاشت نہ زن وایں دون ترین شبہ پیش پا افتادہ نیز ایجاد دماغ دیوبند نیست بلکہ بیچارہ مفتی محظی از سائل آموخت کہ در عبارت سوال زید راضی شدہ در خانہ گزاشت ایمائے باوجود بلے چوں دید کہ گزاشتن و منع نہ کردن بالیقین از زن نیز مستحق ست براہ گیزی گزاشتن را بداشتین بدل کردتا ایواد جادادن را بجائے ترک و تخلیہ نشانند و حرام خدا را حلال کردہ داد دیوبندیت از دیوبندیاں ستاند و لاحول و لاقوة الا باللہ العلیٰ العظیم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر	سوال میں تھا کہ "اگر تو گھر میں چھوڑے۔" جواب میں دیوبندی لکھتا ہے "اس کو رکھتی۔" اس مسکین بے فہم مفتی کو یہاں چھوڑنے اور رکھنے کا فرق معلوم نہ ہو سکا، ایسے مفتیوں کو چھوڑنا بہتر یا رکھنا بہتر؟ پھر یہ شبہ وہی ہے جس کو ہم نے شبہ اولیٰ کے طور پر ذکر کیا ہے کہ خاوند نے خود بیٹے کو گھر چھوڑا، بیوی نے نہیں چھوڑا، اور کمزور ترین اور حقیر سایہ شبہ دیوبندی دماغ کی ایجاد نہیں، بلکہ اس بیچارے نے یہ شبہ سائل سے سیکھا جس نے اپنے سوال میں "زید نے راضی ہو کر بیٹے کو گھر میں چھوڑا" لکھ کر اشارہ دیا ہے، پھر جب اس مفتی نے دیکھا کہ چھوڑنا اور منع نہ کرنا بیوی سے یقیناً سرزد ہوا ہے، تو پھر گزیر کرتے ہوئے اس نے "چھوڑنے" کو "رکھنے" میں بدل دیا تاکہ آنے کے موقعہ دینے کو ترک اور تخلیہ کی جگہ منطبق کر سکے،
---	--

<p>یوں اس نے اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال بنا دیا ہے، دیوبندیوں کی دیوبندیت بن گئی، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔ (ت) (رسالہ ختم)</p>	<p>خلقه محمد وآله واصحابه اجمعين وأخردعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔</p>
--	---

مسئلہ ۲۱۵: از محلہ بہاری پور بریلی ۲۹/رجب ۱۳۳۸ھ مرسلہ ریاض الدین احمد

کسی سچی بات کے لئے قرآن پاک کی قسم کھانا یا اس کا اٹھانا گناہ ہے یا نہیں؟ آپ کو تکلیف دینے کی اس وجہ سے ضرورت ہوئی کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ اگر تو سچا ہے تو قرآن شریف کو اٹھالے۔ اس کا اس نے جواب دیا کہ میں سچائی پر ہوں لیکن میں قرآن شریف نہیں اٹھا سکتا ہوں کیونکہ قرآن شریف اٹھانا ہر حالت میں گناہ ہے، دوسرا فریق کہتا ہے کہ سچا قرآن شریف اٹھانا گناہ نہیں ہے البتہ جھوٹا قرآن شریف اٹھانا گناہ ہے، مہربانی فرما کر مطلع فرمائیے کہ دونوں باتوں میں کون سی بات سچی ہے؟

الجواب:

جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اٹھانا سخت عظیم گناہ کبیرہ ہے اور سچی بات پر قرآن عظیم کی قسم کھانے میں حرج نہیں اور ضرورت ہو تو اٹھا بھی سکتا ہے مگر یہ قسم کو بہت سخت کرتا ہے، بلا ضرورت خاصہ نہ چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۶: از برٹس گائنا برار اتیرس وینچ ایسٹ بنک مسؤلہ عبدالغفور ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

اگر لوگوں نے کلام اللہ کو ہاتھ میں لے کر حلف کیا اپنے پیش امام کی تابعداری کا، وہ حلف یحییٰ ہو یا کہ نہیں؟ اور یا کہ شرف ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ؟ یا گناہ ہوا؟ اور یا کہ ایسا حلف قسم کلام کا ہوا؟ اور قسم کلام اللہ کا کھانا درست ہے یا کہ نہیں؟ اور جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے اور لوگوں نے حلف کیا ساتھ کلام اللہ کے، تو وہ غیر اللہ کا قسم کہا جائے گا یا کیا کہا جائیگا؟ فقط۔

الجواب:

کلام اللہ، اللہ عزوجل کی صفت قدیمہ ہے۔ صفات الہیہ عین ذات ہیں نہ کہ غیر ذات۔ کلام اللہ کی قسم ضرور حلف شرعی ہے،

<p>کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات میں سے ہے جس کے ساتھ قسم کھانا متعارف ہے لہذا قرآن کے ساتھ حلف ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی عزت،</p>	<p>لانه من صفاته وقد تعورف الحلف به فكان كالحلف بعزته وعظمته وجلاله</p>
---	---

<p>عظمت اور جلال کی قسم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت، جود اور کرم کی قسم کی طرح نہیں جن سے قسم متعارف نہیں ہے، اور یہی متعارف ہونا نہ ہونا ہی شرعی قسم کا معیار ہے، جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ (ت)</p>	<p>لاکالحلف برحمتہ وجودہ وکرمہ لعدم التعارف وهذا هو منات الحلف الشرعی كما فی الدرالمختار وغیره۔</p>
---	---

ہاں مصحف شریف ہاتھ میں لے کر یا اس پر ہاتھ رکھ کر کوئی بات کہنی اگر لفظ حلف و قسم کے ساتھ نہ ہو حلف شرعی نہ ہو گا مثلاً کہے کہ میں قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہوں کہ ایسا کروں گا اور پھر نہ کیا تو کفارہ نہ آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۷: از شمس آباد کیمیل پور مسئولہ غلام گیلانی سہ شنبہ ۱۸ شعبان ۱۳۳۲ھ

<p>زید نے قسم کھائی کہ میں اپنے بھائی کے گھر ہر گز کھانا نہ کھاؤں گا اگر کھاؤں تو فلاں چیز لازم آئے، اس کے بعد شادی کی تقریب میں لوگوں نے اس کو کھانے پر مجبور کیا تو اس نے کہا میں تمہارے کہنے پر کھانے کا تصور کر لیتا ہوں، یعنی حقیقتاً نہ کھاؤں گا صرف اپنے تصور میں کھاؤں گا کیونکہ میں نے کھایا نہیں لیکن کھانے والا سمجھا جاؤں گا۔ یہ واقعہ علاقہ کے علماء کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے اس بات پر قسم کے ٹوٹنے کا حکم دیا، اور اسکی دلیل اصول شاشی کے حاشیہ کی اس عبارت کو بنایا ہے جو اصول شاشی میں مقتضی کی بحث میں ہے۔ اصول شاشی کی عبارت یہ ہے کہ فرد مطلق میں تخصیص جاری نہیں ہوتی کیونکہ تخصیص کی بنیاد عموم پر ہے جبکہ مقتضی میں عموم نہیں ہوتا۔ اس پر حاشیہ فصول کی عبارت یہ ہے: اگر اعتراض کیا جائے کہ کھانے کے</p>	<p>زید حلف خورد کہ من بخانه برادر خود ہر گز نان نخواہم خورد ورنہ کذا و کذا باشد بعدہ در تقریب شادی مرد ماں آں زید را بر خوردن نان مجبور کردند او گفت کہ من بگفتہ شما این نان را در تصور خوردم (یعنی حقیقتاً نمی خورم لیکن در تصور خود میخورم و چہ نخوردہ ام اما خوردہ گیر بایدم این واقعہ پیش علمائے دیار رفت مگر حکم بجنث داد واستناد او بایں عبارت حاشیہ اصول شاشی در بحث مقتضی بایں الفاظ ست عبارت اصول شاشی ولا تخصیص عن الفرد المطلق لان التخصیص یعتد العوم ولا عموم للمقتضی^۱ و عبارت فصول این ست فان قیل فیراد الطعام الموصوف بصفۃ کذا قلنا هذا اثبات وصف زائد علی المطلق وهو زیادۃ علی قدر الحاجة فلا یثبت</p>
---	--

^۱ اصول الشاشی وفصول الحواشی قبیل فصل فی الامر المطیع المحمدی پشاور ص ۲۰۰

<p>قول کے بعد مطلق طعام کی بجائے خاص وصف والا طعام بطور مقتضی مراد لیا جائے تو کیسا ہے، قلنا (ہم جواب دیں گے کہ) ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مطلق پر ایک زائد وصف کا اضافہ ہے جو قدر حاجت سے زائد ہے اور مقتضی قدر حاجت سے زائد ثابت نہیں ہو سکتا جیسا کہ مقتضی میں تعیم کی صفت ثابت نہیں ہو سکتی، جبکہ اس جواب میں بھی کلام ہے، کیونکہ لعل المراد سے آگے، قیل کے تحت، کہ، یہ عموم کے باب سے نہیں بلکہ جس چیز کے متعلق قسم کھائی ہے (محلوف علیہ) اس کا حصول ہے، کیونکہ اگر وہ کھانے کے لئے متصور ہوا، تو کیا اس عبارت کا سوال مذکور کے حانث ہونے سے تعلق ہے یا نہیں، اگر حضور پر نور اس عبارت کا مطلب بمع شواہد، موافق اور نظائر فارسی میں مفصل طور پر بیان فرمادیں تو ہر طرح حجاب ختم ہو جائے گا اور اس بحث کی وضاحت ہو جائے گی، فقط۔ (ت)</p>	<p>بطریق الاقتضاء کصفة التعبیم وفيہ ایضاکلام قوله لعل المراد (الی ان قال) قیل انه لیس من باب العموم بل لحصول المحلوف علیہ فانه لو تصور الاکل الخ¹ را بایں حکم حنث در سوال تعلق ست یا نہ، اگر حضور پر نور مطلب اس عبارت مع شواہد و توابع و نظائر در عبارت فارسی مفصل ارقام فرماید ہر آئندہ رفع حجاب و فتح باب خواهد شد، فقط۔</p>
--	--

الجواب المملووظ:

<p>ایک دن حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے سامنے ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص نے خواب میں دوسرے شخص کی ماں سے زنا کیا ہے، تو حضرت امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ اس شخص کو دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سایہ پر کوڑے مارو غرضیکہ ایسی باتیں علم کے مدعی لوگوں سے بعید ہیں، کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ جزا کے پائے جانے کے لئے شرط کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے، جبکہ سوال میں کھانے کی شرط کو ذکر کیا گیا ہے تو کھانا</p>	<p>روزے پیش امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کیے گفت کہ فلاں در خواب بامادر آئکس زنا کرده است۔ امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرمود اور اور آفتاب قائم کردہ سایہ اش رادرہ زن، از مدعیان علم ہچو سخن خیلے بعید است پیدا است کہ اس نزول جزا از حصول شرط ناگزیر است و شرط اکل بود نہ تصور او و بجز تصور تحقق اکل بدایہ مخالف عقل است ہیج صبی عاقل گمان نتوان برد کہ ہر کہ تصور</p>
--	--

¹ اصول الشاشی و فصول الحواشی قبیل فصل فی الامر المطیع المحمدی پشاور ص ۲۰۰

شرط ہوگا نہ کہ تصور شرط ہوگا، کھانے کے محض تصور کر لینے سے کھانا متحقق نہیں ہوتا، یہ بات ہر عقلمند بچہ بھی جانتا ہے اور ایسا ہونا بدایتاً عقل کے خلاف ہے کہ کوئی کھانے کا تصور کرے تو حقیقی کھانا ہو جائے گا۔ اگر ایسا ہی ہو تو پھر دنیا سے فقر و فاقہ ختم ہو جائے، اور رزق میں تفاوت کی یہ حکمت معاذ اللہ ختم ہو جائے جس کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا، اگر اللہ تعالیٰ سب کے لئے رزق کو کشادہ کر دے تو لوگ زمین میں بغاوت کر دیں لیکن وہ بقدر مشیت رزق اتارتا ہے۔ اور اصول شاشی کے حاشیہ سے جو نقل کیا گیا اس کا معنی یہ ہے اکل (میں کھاؤں) کا فعل طعام کا مقضیٰ ہے تاکہ اس قسم والے کی قسم سے متعلق چیز معلوم ہو سکے کیونکہ اکل (کھانا) متعدی فعل اور کوئی متعدی فعل، مفعول بہ کے بغیر نہیں پایا جاسکتا جبکہ یہاں کھانے کا مفعول بہ طعام ہے حتیٰ کہ اگر کھانا بغیر طعام متصور ہو سکے تو پھر کھانے کے بغیر قسم ٹوٹ جائے، تو جب کھانا بغیر طعام متصور نہیں ہو سکتا تو طعام کے بغیر قسم بھی نہ ٹوٹے گی۔ یہاں پر شخص مذکور نے جو معنی مراد لیا ہے۔ وہ غلط اور باطل ہے اور اس کو مراد لینا جنون سے کم نہیں ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

خوردن کرد حقیقہ خورد واگر چنان بودے فقر و فاقہ از جہاں بر خاستے و حکمت الہیہ کہ باختلاف لزوم در رزق ست کہ
 وَكَوَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَعَا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنَّ يُؤْتَلُ
 بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ¹ معاذ اللہ از ہم پاشیدے و آنکہ از حاشیہ
 اصول شاشی منقول شد معنیش آنست کہ در (اکلت)
 اقتضائے طعام از جہت تحصیل مخلوف علیہ ست زیرا کہ اکل
 فعل متعدی ست و فعل متعدی بے مفعول بہ صورت نہ بند
 و اینجا مفعول بہ طعام ست تا آنکہ اگر اکل بے طعام صورت بستے
 حش بے او حاصل شدے و اذلیس فلیس اینجا بر معنی باطل
 حمل کردن در چہ مرتبہ از جنون ست نسأل اللہ العفو و
 العافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ
 تعالیٰ اعلم۔

۱۶ صفر ۱۳۳۶ھ

از مدرسہ اسماعیلیہ صاحب از مقام پکاسن ملک میواڑ محلہ مومناں

مسئلہ ۲۱۸:

چند شخص نے مسجد کے اندر کہا کہ جو شخص بیٹی پر روپیہ لے یا قرضدار کے یہاں کھانا کھائے تو کلمہ شریف اور قرآن سے پھرے تو اس کا کاغذ بھی لکھا مگر وہ کاغذ بھی پھاڑ ڈالا اور وہی کام کرنے لگ گئے ان کے واسطے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

¹ القرآن الکریم ۲۷/۴۲

الجواب:

بیٹی پر روپیہ لینا ناجائز ہے اور قرضدار کے یہاں کھانا کھانا اگر قرض کے دباؤ سے ہے تو وہ بھی ناجائز ہے، اور جنہوں نے یہ اقرار کیا تھا کہ جو ایسا کرے وہ کلمہ شریف اور قرآن شریف سے پھرے، پھر اس اقرار سے پھر گئے اور وہ کاغذ پھاڑ ڈالا ان میں سے جس کے خیال میں یہ ہو کہ واقعی ایسا کرنے سے قرآن مجید اور کلمہ طیبہ سے پھر جائے گا اور یہ سمجھ کر ایسا کیا وہ کافر ہو گیا اور اس کی عورت نکاح سے نکل گئی نئے سرے سے اسلام لائے، اسکے بعد عورت اگر راضی ہو تو اس سے دوبارہ نکاح کرے ورنہ مسلمان اسے قطعاً چھوڑ دیں اس سے سلام و کلام اس کی موت و حیات میں شرکت سب حرام، اور جو جانتا تھا کہ ایسا کرنے سے قرآن مجید یا کلمہ طیبہ سے پھرنا نہ ہو گا وہ گنہگار ہو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے کقولہ ہو برئ من اللہ ورسولہ ان فعل کذا (جیسا کہ وہ یوں کہے اگر ایسا کروں تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ سے بری ہو جاؤں۔ ت واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۱۵ تا ۲۲۱۹: از مولوی ضیاء الاسلام صاحب پیش امام جامع مسجد آگرہ ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ
فرازندہ راایت شریعت و مروّج احکام فطوت دام عظمت بعد سلام سنت الاسلام کے واضح رائے عالی ہو کہ براہ کرم جواب بہت جلد روانہ فرمائیے گا ز حد ضرورت ہے:

(۱) ایک جماعت نے متفق ہو کر اور قرآن شریف ہاتھوں پر رکھ کر قسم کھائی کہ ہم سب آدمی اپنی مستورات کو قبریں و تعزیہ و شادی وغیرہ کے خلاف شرع رسوم میں نہ جانے دیں گے اور اگر کوئی اس کے خلاف کرے گا اس کے ساتھ کھانے پینے کا تعلق اور حصہ وغیرہ کالین دین نہ کریں گے، اور نہ اس کے جنازہ میں شریک ہوں گے، یہ قسم قرآن شریف ہاتھوں میں لے کر کھائی، بعد دو روز کے ایک شادی ہوئی تو کچھ لوگوں نے متفق ہو کر اپنی عورتوں کو خود بھیج دیا اور کچھ لوگوں نے قسم کی پابندی کی، اب جن لوگوں نے اس عہد کو توڑ دیا وہ لوگ از روئے شرع کس جرم کے مستحق ہیں۔

(۲) یہ جو قسم کھا کر وعدہ خلافی کر گئے ہیں وہ کسی معاملہ میں حکم (بیخ از روئے شرع ہو سکتے ہیں یا نہیں، اور گواہی ان کی درست ہے یا نہیں؟

(۳) جو لوگ اپنی قسم پر قائم ہیں ان کی یہ حقارت کرتے ہیں اور طعنہ زن ہوتے ہیں اس کے وہ مواخذہ دار ہوں گے یا نہیں؟
بینواتوجروا۔

الجواب:

(۱) وہ شادی جس میں ان لوگوں نے اپنی عورتوں کو بعد قسم کے بھیجا اگر رسوم خلاف شرع پر مشتمل تھی تو

ان پر دوہرا گناہ ہوا، ایک ایسی جگہ اپنی عورتوں کو بھیجنے کا دوسرا قسم توڑنے کا۔

اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:	وَاحْفَظُوا آيَاتَنَا كَمَا تَحْفَظُوا آيَاتَكُمْ ۗ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ قُتِلُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ۚ
اپنی جانوں اور اہل کو آگ سے بچاؤ (ت)	

ان پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت سے باز رہیں اور گواہی سنی جائے۔

(۲) اگر وہ لوگ توبہ نہ کریں تو ایسوں کو نہ حکم بنایا جائے نہ ان کی گواہی سنی جائے۔

(۳) ضرور مواخذہ دار ہیں اور شدید بلکہ معاملہ شرعی و دینی ہے اس میں عہد الہی کو قائم رکھنے والوں کو برا جانا اور قائم رہنے پر

طعنہ کرنا معاذ اللہ اسلام میں فرق آنے کا باعث ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲: ایک شخص نے کسی سے غصہ میں آکر کہا کہ تیرے مکان کا کھانا پینا مجھ پر حرام ہے، یا کہا کہ تیرے منگے کا پانی حرام ہے تو شرع شریف میں ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

یہ قسم ہے اگر اس کے گھر کھائے پئے گا یا دوسری صورت میں اس کے منگے کا پانی پئے گا قسم کا کفارہ دینا آئے گا پھر اگر اس سے

ترک علاقہ خیر ہو تو چاہئے کہ قسم توڑے اور کفارہ ادا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

ازڈاکخانہ راموچکما کول ضلع چٹاگانگ

مسئلہ ۲۲۳:

کوئی شخص کہے کہ اگر تم سے بولوں یا تمہارے مکان جاؤں یا یہ چیز کھاؤں تو میرے حق میں حرام ہے یا صرف یہ کہنا حرام

ہے، کیا یہ کہنے سے حرام ہو جائے گا، اگر حرام ہو تو اس سے بری الذمہ ہونے کی کیا صورت ہے؟

الجواب:

ہاں استحساناً یہ صورت حلف کی ہے اور یمین تحریم حلال ہی ہے اس کہنے کے بعد اگر اس سے بولا یا

^۱ القرآن الکریم ۵/۸۹

^۲ القرآن الکریم ۶/۶۶

گھر گیا، یا وہ چیز کھائی تو قسم ٹوٹ جائے گی، کفارہ دینا ہوگا۔

<p>یہ استحسان ہے جیسا کہ فتاویٰ شامی میں نہر اور فتح کے واسطے سے منتقی سے منقول ہے اور جو خلاصہ میں پھر بحر اور پھر در مختار میں ہے وہ قیاس ہے جبکہ استحسان کو تقدم حاصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>هذا هو الاستحسان كما في ش عن النهر والفتح عن المنتقى وما في الخلاصة فالبحر فالدر قیاس والتقديم للاستحسان، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---



باب النذر (نذر کا بیان)

مسئلہ ۲۲۴: سید پرورش علی صاحب از متولی ٹولہ سسوان ضلع بدایوں ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی گائے جنی تو انہوں نے کہا کہ یہ بچھیا پال کر ننھی کو دینگے، اب وہ سال بھر کی ہوئی، بہت خوب و مرغوب، دیکھ کر بے ساختہ کہا کہ اللہ کی نذر کریں گے، ننھی کو دینا یاد نہ رہا، نذر ہوئی یا نہیں؟ خریدار پہلے سات روپے قیمت تجویز کرتے ہیں کہ یہ گائے دس بارہ سیر دودھ کی ہوگی، اس کا بدل قربانی کیجیو، اگر نذر ہو گئی تو بدل جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کیا کتنا ہوگا؟

الجواب:

حضرت مولانا سید صاحب دامت افضالکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ،۔ اس لفظ سے کہ "اللہ کی نذر کریں گے" نذر نہ ہوئی محض وعدہ ہوا، اور وہ کہنا کہ "پال کر ننھی کو دیں گے" اس سے بھی ہبہ نہ ہوا یہ بھی ایک ارادہ کا اظہار تھا، مگر اللہ عزوجل سے جو وعدہ کیا اس سے پھر نا بھی ہر گز نہ چاہئے، قرآن عظیم میں اس پر سخت وعید فرمائی ہے، افضل یہ ہے کہ کسی فقیر کو ہبہ کر کے دو ایک روپے میں اس سے خرید کر ننھی کو دے دیجائے کہ دونوں وعدے پورے ہو جائیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ لفظ نذر جس طرح مذکور ہوا قربانی کے لئے خاص نہیں، ہاں اگر یہ نذر کرے کہ اللہ عزوجل کے نام پر قربانی کر دے گا تو قربانی ہی واجب ہے بدل ناممکن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۵: مسئلہ عبد الکریم ہاشم لاکہ کو ٹھی مقام بدامپور ڈاک خانہ رائگ دیٹہ ضلع مان پور روز پنجشنبہ تاریخ ۷ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

افضل الفضلا عالم یگانہ روزگار جناب مولانا صاحب مدظلہ العالی، بعد ادائے آداب و تسلیمات بصد تعظیم و تکریم و ہدیہ سلام مسنون الاسلام معروض خدمت سراپا برکت ہے کہ فدوی نے اپنے کارخانہ لاکہ کو ٹھی میں یوم ابتدا کار و بار سے مسلم ارادہ کر لیا تھا کہ کارخانہ مذکور میں جو کچھ نفع ہوگا اسکے سولہ حصہ میں ایک حصہ خاص جناب سیدنا و مولانا پیر دستگیر غوث الثقلین جناب محی الدین عبدالقادر جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علی مرقدہ و قدس اللہ سرہ کا بطور تبرک نیاز کیا تھا اور ہے اور یوم ابتدا کار و بار سے بھی کہ جمع خرچ میں بھی ایک کنہ وہ جدا بنام نامی اسم گرامی محب صمدان جناب سید محی الدین عبدالقادر صاحب جیلانی قدس اللہ سرہ کے نام پاک سے موسوم کیا گیا ہے اور اب زمانہ اس کا چند سال کا ہوتا ہے کہ روپیہ نفع کا بھی جمع ہو گیا ہے تصدیقہ وہ خدمت کہ وہ روپیہ کن کن مصارف دینی میں خرچ ہو سکتا ہے یوم ابتدا کار و بار سے آج تک کوئی خاص ارادہ نہیں کیا گیا ہے اور نہ تھا کہ وہ نفع روپیہ فلاں کار خیر میں خرچ کیا جائے گا، اب خلاصہ دریافت مسئلہ یہ ہے کہ یہاں کی مسجد بے مرمت اور ویران پڑی ہے اور مسلمان یہاں کے بہت غریب ہیں جس سے مرمت کا ہونا بہت دشوار ہے تو ایسی حالت میں جو روپیہ نفع کا ہے اس کو مصارف مسجد میں خرچ کیا جاسکتا ہے کہ نہیں، ایسی حالت میں علمائے دین کا کیا اتفاق ہے اور علاوہ اس کے کن کن مصارف میں وہ خرچ کیا جاسکتا ہے بوالہی ڈاک جواب سے سرفراز فرمادیں، فقط۔

الجواب:

نیت کرنے والوں کو مولیٰ تعالیٰ جزائے خیر دے بہت محمود نیت ہے اور ہر دینی مصرف میں اسے صرف کر سکتے ہیں مسجد ویران کی آبادی نہایت اہم کام ہے اس میں صرف کرنا مقدم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶: مرسلہ محمد ساجد علی شاذلی سلہٹی ضلع تیر پورہ ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

ماقولکم دامر فیضکم اس میں بشوق حصول مطلوب غائب حاضر ہوتے یا لاولد واسطے فرزند کے یا مریض واسطے شفا کے و حاجات دینی و دنیوی کے واسطے یا فتح مہمات کے واسطے اللہ تعالیٰ میری مقصود حاصل کرے، پس واسطے اللہ تعالیٰ اتار و پیہ یا قندیل یا بتی سراج کی یا شطر نجی یا مصلیٰ یا طعام یا قربانی نذر اللہ فی سبیل اللہ ماننا معین کر کے واسطے مسجد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے، اور علماء و فقرا اور مساکین کے واسطے اہل مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درست ہے یا نہیں، اگر مقصود حاصل ہوئے پس ایسی نذر کے اسباب ارسال کرنا امانت داری کی معرفت سے ضرور ہے یا نہیں، اگر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ارسال نہ کر کے غیر ملک مکہ مدینہ منورہ کے علماء فقرا کو دیوے کھلاوے درست یا نہیں، اور ناذر کے ذمہ سے ساقط

ہوگا یا نہیں، اگر کوئی اس حیلہ بہانہ سے منع کرے اور راہ میں ڈاکے چوری ہوتا ہے ارسال نہ کرنا لازم ہے اور بعض امانتدار خیانت کرتا ہے، ایسے احتمال گمان سے روکنا مال نذر کا درست ہے یا نہیں، اگر کوئی شخص مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی تشبیہ بھوت خانہ کالی گھر کے مثل کہے اس کا کیا حکم ہے؟ بد تعظیم بے ادب کلام ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

وہ نذر بلاشبہ جائز ہے اور نذر کا پورا کرنا واجب، قال اللہ تعالیٰ وَ لِيُبَيِّنَ مَا نُذِرُكُمْ بِهِمْ¹ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنی نذروں کو پورا کرو۔) اور جب نذر میں تخصیص مساجد طیبہ حرمین شریفین کی کی ہے تو وہیں بھیجنا نسب ہے اگر آسان ہو اور اگر یہیں کی مساجد میں صرف کر دے جب بھی حرج نہیں کہ تعیین مکان نذر میں نامعتبر ہے دونوں شہر کریم کی نسبت وہ کلمہ کہنا ضرور گستاخی و توہین و کلمہ کفر ہے اور نذر پوری کرنے سے جو شخص رد کرے وہ متناع للخیر (بھلائی سے روکنے والا۔) ہے، اور ایسے ناذر کو جو خاطی کہے خود خاطی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۷: نور محمد ریاست بہاول پور اسٹیشن صادق آباد ڈاک خانہ اختر پور ضلع خان پور ۳ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ
اگر بدرگاہ خداوند کریم سوال کیا جائے کہ مجھ کو فرزند عطا ہو یا بیماری دفع ہو یا قرض ادا ہو تو اس قدر خیرات فی سبیل اللہ بارواج رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضرت پیر دستگیر یا ولی اللہ کر دوں گا یہ نذر جائز ہے یا نہیں؟ فقط والسلام۔

الجواب:

بلاشبہ جائز ہے اور اس کا کرنا واجب، قال اللہ تعالیٰ وَ لِيُبَيِّنَ مَا نُذِرُكُمْ بِهِمْ² (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنی نذریں پوری کرو۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۸: مرسلہ غلام محی الدین ملازم طبع کریمی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کی نانی نے نیاز مانی کہ اگر میرے نواسی پیدا ہوگی تو میں چہل تنوں کی گائے ذبح کروں گی، چنانچہ ایک مدت کے بعد لڑکی پیدا ہوئی، اس کے پیدا ہونے کے بیس روز بعد نانی کا انتقال ہو گیا، اب لوگ لڑکی کے والدین سے کہتے ہیں

¹ القرآن الکریم ۲۹/۲۲

² القرآن الکریم ۲۹/۲۲

کہ یہ نیاز دلو اور یہ نیاز ان شرائط سے دلو اور کہ ایک گائے خریدو اس کے سہرا باندھو اور فقیروں کا گروہ خاص اس نیاز کے واسطے مخصوص ہے ان کو بلو کر ان کے سر گروہ کو جوڑا پہناؤ، پھر گائے چہل تنوں کی ذبح کی جائے اس کو پکا کر مع روٹی کے فقیروں کو دے دیا جائے وہ جو کچھ اس میں سے تم کو واپس دے دیں لے کر اپنے صرف میں لاؤ، بعد اس کے کونکے بہت سے دہکا کر زمین پر بچھائے جائیں ان انگاروں پر وہ فقیر لڑکی کو گود میں لے کر لوٹیں گے اور پاؤں سے گھوندیں گے آگ کا کچھ بھی اثر ان کے بدن پر نہ ہوگا، لہذا نوشتہ بالا معنوں سے شرعاً کیا کرنا چاہئے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

چہل تن چالیس شہداء ہیں، اگر منت سے یہ مراد تھی کہ گائے مولیٰ عزوجل کے لئے ذبح کر کے اس کا ثواب ان شہیدوں کو پہنچایا جائے تو وہ نذر واجب ہو گئی عورت کے ترکہ سے ادا کی جائے تو بہتر ہے یعنی گائے مولیٰ عزوجل کے نام پر ذبح کر کے اس کا گوشت مساکین مسلمین کو تقسیم کر دیا جائے اور وہ لہو و لعب کہ سوال میں مذکور ہے باطل و مردود ہے، اگر منت ماننے والے کے ذہن میں یہی صورت بازیچہ تھی جو ملنگوں کا معمول ہے وہ منت ہی سرے سے باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۹ تا ۲۳۰: از باگ ضلع امچسرہ ریاست گوالیار مکان منشی اوصاف علی صاحب سب انسپکٹر مرسلہ شیخ اشرف علی صاحب پشتر ریاست کوڑا ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ

(۱) زید نے نذرمانی کہ اگر میرا فلاں کام اللہ کر دے گا تو میں مولود شریف یا گیارہویں شریف وغیرہ کروں گا، تو کیا اس کھانے یا مٹھائی کو اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں؟

(۲) زید نے یہ نذرمانی کہ اگر میرا کام ہو جائے گا تو میں اپنے احباب کو کھانا کھلاؤں گا، تو کیا اس طرح کی منت ماننا اور اس کا ادا کرنا زید پر واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

(۱) مجلس میلاد و گیارہویں شریف میں عرف و معمول یہی ہے کہ اغنیاء و فقراء سب کو دیتے ہیں جو لوگ ان کی نذرمانتے ہیں اسی طریقہ رائج کا التزام کرتے ہیں نہ یہ کہ بالخصوص فقراء پر تصدق، تو اس کا لینا سب کو جائز ہے، یہ نذر فقہیہ سے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ کوئی نذر شرعی نہیں، وجوب نہ ہوگا، اور بجالانا بہتر، ہاں اگر احباب سے مراد خاص معین بعض فقراء و مساکین ہوں تو وجوب ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۱: از پنڈول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی کہے یعنی منت مانے کہ جان کا بدلہ صدقہ مسجد میں لے جائینگے، اور اسی کو
بعض یوں کہتے ہیں کہ جان بچ جائے یا کام بن جائے تو نذر اللہ مصلیٰ کو کھلائیں گے، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

مساجد میں شیرینی لے جائیں گے یا نمازیوں کو کھلائیں گے، یہ کوئی نذر شرعی نہیں، جب تک خاص فقراء کے لئے نہ کہے اسے
امیر فقیر جس کو دے سب لے سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۲: از چوہر کوٹ بارکھان ملک بہلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

اگر کسی نذر کرد کہ فلاں حاجت من بر آید بارواح فلاں مشائخ برائے اللہ فلاں نرگاؤ یا گو سفند خواہم کشت یا بدہم چوں حاجت اور آمد انوں گوید کہ آں نرگاؤ کہ نذر کردم بدیگر گو سفنداں بدل کردہ خیرات کنم آیا منذورہ نرگاؤ بعوض دیگر گو سفند بدل کردن جائزست یا خود آں نرگاؤ را خیرات بکند۔	اگر کوئی یہ نذر مانے کہ میری فلاں حاجت پوری ہو جائے تو فلاں مشائخ کی روح کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے لئے فلاں نیل یا فلاں بکرے کو ذبح کروں گا، اور جب حاجت پوری ہو جائے تو وہ کہے کہ فلاں نیل کے بدلے میں چند بکرے خیرات کر دوں تو کیا نیل کے بدلے چند بکرے دینا جائز ہے یا وہی نیل جس کی نذرمانی تھی دینا ہوگا؟ (ت)
---	---

الجواب:

نذر کہ بر جانور معین واقع شد تبدیلیش روانیست قال تعالیٰ وَلْيَبْذُرُوا نُفُوسَهُمْ ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	نذر میں جو جانور معین کیا جائے اس کو تبدیل کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنی نذریں پوری کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	---

مسئلہ ۲۳۳: از سکندر پور ضلع بلیا پائی گلی مسئلہ محمد حسین و عطا حسین ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شہید صاحب مزار بزرگ کی قبر شریف خام ہے اور زید نے نیت کی کہ میری
مراد پوری ہو تو مزار شریف پختہ اینٹ سے بنوادوں گا، اللہ تعالیٰ نے بہرکت

^۱ القرآن الکریم ۲۹/۲۲

شہید صاحب مراد پوری کردی اور اینٹ نئی موجود نہیں بلکہ زید کے باغ کے اندر ایک دیوار ہے اس دیوار سے اینٹ لے کر مزار شریف بنوا سکتا ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب:

مزار پختہ بنانے کی منت شرعی منت نہیں، اس کو پورا کرنا شرعاً واجب نہیں، وہ دیوار جو اس کے باغ میں ہے اگر اس کی ملک ہے تو اس کی اینٹوں سے مزار بنوا سکتا ہے جبکہ وہ کسی دیوار ناپاک جگہ استعمال میں نہ آئی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۲۳۴: ازمانگل لکھڑی ضلع گرگاواں ڈاکخانہ دھینار ریاست دوچانہ مرسلہ حافظ غلام کبریا صاحب پیش امام ۲ شوال ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین بزرگوں کی منت ماننا کیسا ہے؟ بعض کہتے ہیں یہ تعظیم اللہ کے واسطے ہے غیر کونہ چاہئے۔

الجواب:

بزرگوں کی منت حقیقہً مولیٰ عزوجل ہی کے لئے منت ہوتی ہے اور بزرگوں کو ایصالِ ثواب کر کے ان سے تقرب بغرض توسل، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں،

کیا افادۃ العلامة عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی فی الحدیقة الندیة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	جیسا کہ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے اسے حدیقہ ندیہ میں بیان فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	--

مسئلہ ۲۳۵: ۹ صفر ۱۳۱۲ھ

اگر کوئی شخص منت مانے کہ میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں پانچ روپے کاغذ محتاجوں کو تقسیم کروں گا، اب تقسیم کے وقت کسی غریب کو کپڑے کی حاجت ہے تو کپڑا بنا دینا اور حاجت رفع کرنا ادائے نذر کے لئے کافی ہوگا یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب:

پانچ روپے یا پانچ روپے کاغذ، کپڑا، کوئی چیز محتاج کو پہنچ جائے۔ کپڑا اگر سلوا کر دیا تو جو سلامتی میں جائے گا مجرا نہ ہوگا۔

فی الدر المختار نذران یتصدق بعشرة دراهم من الخبز فتصدق بغیره	در مختار میں ہے کہ اگر کوئی نذر مانے کہ میں دس درہم کی روٹی صدقہ کروں گا تو اگر اس نے روٹی کے بجائے
---	--

<p>دس درہم کے برابر کوئی اور چیز صدقہ کر دی تو جائز ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ روٹی کے بجائے دس درہم دے دے تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>جاز ان ساوی العشرة کتصدقہ بشئہ^۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

مسئلہ ۲۳۶: ۲۷ شوال ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں عہہ کا لڑکا بیمار ہو اس کے والدین نے منت مانی کہ یا اللہ! اگر میرے لڑکے کو آرام ہو جائے تو رکھیں عہہ رکھیں گے تیری نذر میں تین محتاج کھلائیں گے اور پچاس رکعت نماز پڑھیں گے۔ یہ کلمہ مولوی نے دامتی مقرر کیا ہے اور اس منت کو حضرت نے بھی منع کیا ہے۔

الجواب:

اس مولوی نے غلط کہا اللہ عزوجل نے پورا کرنے کا قرآن مجید میں حکم دیا ہے وَيُؤْتُوا نَدْوَهُمْ^۲ یعنی مسلمانوں پر لازم کہ اپنی نذریں پوری کریں، نذریں پوری کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے يُؤْتُونَ بِالنَّدْرِ^۳ نذر پوری کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کی وفا کا حکم دیا ہے۔ بخاری شریف میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے مَنْ نَذَرَ أَنْ يَطِيعَ اللَّهَ فليطعه ومن نَذَرَ أَنْ يعصيه فلا يعصه^۴ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی طاعت الہی مثل نماز و روزہ و صدقہ وغیرہ کی منت مانے وہ بجالائے اور جو کسی گناہ کی منت مانے وہ باز رہے۔ ہاں یہ سمجھنا کہ نذر ماننے سے تقدیر الہی بدل جائے گی جو نعمت نصیب میں نہیں وہ مل جائے گی جو بلا مقدر میں ہے وہ ٹل جائے گی، یہ اعتقاد فاسد ہے، ایسی ہی نذر سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے حدیث شیخین:

<p>نذر نہ مانا کرو، کیونکہ نذر تقدیر سے مستغنی نہیں کرتی سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ نذر کے سبب بخیل سے مال خرچ کرایا جاتا ہے۔ (ت)</p>	<p>(لاتنذروا، فان النذر لا يغني من القدر شيئا وانما يستخرج به من البخيل)^۵</p>
--	--

عہہ ۲: مسودہ میں بیاض ہے۔

عہہ ۱: مسودہ میں بیاض ہے۔

^۱ درمختار کتاب الایمان مطبع مجتہبائی دہلی ۲۹۵/۱

^۲ القرآن الکریم ۲۹/۲۲

^۳ القرآن الکریم ۷۶/۷۶

^۴ صحیح البخاری کتاب الایمان باب النذر فی الطاعة قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۹۱/۲

^۵ صحیح مسلم کتاب النذر باب النذر فی الطاعة قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۴/۲

کے نیچے مرقاہ شریف میں ہے:

خطابی نے فرمایا کہ نذر سے منع کا معنی یہ ہے کہ یہ نذر کے متعلق اہتمام کا اظہار ہے اور نذر کو اپنے ذمہ لازم کرنے کے بعد اس میں لاپرواہی پر ڈرانا مقصود ہے، اور اگر نذر سے یہ منع برائے سزا ہوتا اس سے لازم آئے گا کہ نذر کو پورا کرنے کا حکم ختم ہو جائے کیونکہ یوں نذر گناہ قرار پائے گی، لہذا بلاشبہ حدیث کی وجہ یہ ہے کہ نذر اس اعتقاد سے نہ مانو کہ نذر کی وجہ سے تقدیر بدل جائے گی کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر نہیں فرمایا نذر کی وجہ سے تم اس کو حاصل کر لو گے اور تقدیر میں جو چیز تم پر وارد ہونے والی ہے تم اس کو نذر کے ذریعہ لوٹا دو، اور جب نذر مانو تو اس سے بری الذمہ ہونے کے لئے اسے پورا کرو، کیونکہ جو نذر مانی ہے وہ تم پر لازم ہو چکی ہے۔ (ت)

طیبی نے فرمایا اس حدیث کی وضاحت یہ ہے کہ اس میں نہی کا تعلق اور اس کی علت، تقدیر سے نذر مستغنی نہیں کرتی، والا جملہ ہے۔ اور اس میں تنبیہ ہے کہ اس عقیدہ سے نذر ماننا کہ یہ تقدیر کو تبدیل کر دے گی اور اس سے مستغنی کر دے گی، یہ منع ہے، لیکن نذر مان کر یہ عقیدہ رکھنا اللہ تعالیٰ ہی معاملات کو آسان فرماتا ہے اور وہی ذاتی طور پر نافع اور ضار ہے اور نذر محض ایک وسیلہ ہے۔ تو اس عقیدہ سے نذر اور اس کو پورا کرنا عبادت ہے، اور یہ صورت ممنوع نہیں ہے یہ کیسے ممنوع ہو سکتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے

قال الخطابی معنی نہیہ عن النذر انما هو التاكيد لامره وتحذير التهاون به بعد ايجابه. ولو كان معناه الزجر عنه لكان في ذلك اسقاط لزوم الوفاء به اذ صار معصية. وانما وجه الحديث لا تنذورا على انكم تدركون بالنذر شيئا لم يقدره الله تعالى لكم. او تصرفون شيئا جرى القضاء به عليكم واذا فعلتم ذلك فاخرجوه عنه بالوفاء فان الذي نذر توه لازم لكم¹

قال الطيبي تحريره انه علل النهي بقوله: فان النذر لا يغني من القدر، ونبه على ان المنهى عنه هو النذر الذي يعتقد انه يغني من القدر بنفسه. اما اذا نذر واعتقد ان الله تعالى هو الذي يسهل الامور. وهو الضار والنافع والنذور كالوسائل، فيكون الوفاء طاعة، ولا يكون منهيا عنه. كيف وقد مدح الله تعالى جل شانہ الخيرة من عبادة بقوله:

"يُؤْفُونَ بِالَّذِئْرٍ" اِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا قُلْتُ

¹ مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح باب النذور الفصل الاول المكتبة الحسينية كويت ٥٩٩/٦

<p>نیک بندوں کی مدح میں خود فرمایا کہ وہ نذروں کو پورا کرتے ہیں۔ اور فرمایا: جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اس کو میں وقف کرتی ہوں۔ اور میں کہتا ہوں یونہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، میں نے اللہ تعالیٰ رحمٰن کے لئے روزہ کی نذر مانی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حدیث میں نبی کا تعلق اس نذر سے ہے جس میں یہ عقیدہ شامل ہو کہ یہ نذر تقدیر سے مستغنی کر دے گی الخ اھ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>و كذا قوله "اني نذرت للرحمن صوماً" فالمنهي عنه هو الاعتقاد على ان النذري يغني عن القدر¹ الخ اھ مختصراً. واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

مسئلہ ۲۳۹۶۲۳: از ذلیل گنج ضلع پبلی بھیت مرسلہ مولوی کریم بخش صاحب ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

- (۱) کسی شخص نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو میں گائے کے سر کی نیاز کروں گا، اگر وہ شخص بجائے سر کے اور جگہ کے گوشت کی نیاز کرے اور مساکین کو کھلائے تو اس سے واجب ادا ہو گا یا نہیں؟
- (۲) کسی نے بکری یا مرغی موجودہ کی نسبت مخصوص کر کے کہا کہ میں اس بکری یا مرغی کی نیاز کروں گا، پھر کسی وجہ سے وہ مفقود ہو گئیں تو بجائے اس کے دوسری بکری مرغی یا گائے وغیرہ کی اسی قدر گوشت سے نیاز ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔
- (۳) کسی نے مسجد کا طاق بھرنا گلگلو یا ماٹوں سے مانا، اگر وہ مسجد کا طاق نہ بھرے اور گھر پر تقسیم کر دے تو نذر پوری ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

- (۱) سر کی تعیین کچھ ضروری نہیں اس قدر قیمت کا گوشت بھی کافی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۲) اگر یہ نیاز نہ کسی شرط پر معلق تھی مثلاً میرا یہ کام ہو جائے تو اس جانور کی نذر کروں گا، نہ کوئی ایجاب تھا مثلاً اللہ کے لئے مجھ پر یہ نیاز کرنی لازم ہے جب تو یہ نذر شرعی ہو نہیں سکتی، اور اگر لفظ ایسے تھے جن سے شرعاً وجوب ہو گیا تو جبکہ ایجاب خاص جانور معین سے متعلق تھا اس کے گننے یا مرنے کے بعد دوسرا اس کی جگہ قائم کرنا کچھ ضرور نہیں، نہ اس نذر کا اس پر مطالبہ رہا، اگر دوسرا جانور کر دے گا تو تبرع ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

<p>المنذورة بعينها لو هلكت او ضاعت</p>	<p>نذر مانی ہوئی چیز بعینہم اگر ہلاک ہو جائے یا ضائع ہو جائے</p>
--	--

¹ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب النذور الفصل الاول المكتبة الحبيبية كويت ۵۹۹/۶

سقط النذر ^۱ انتھی ملتقطاً، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔	تو وہ نذر ختم ہو جائے گی، اھ ملتقطاً، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)
---	--

(۳) مسجد کے طاق بھرنے کی منت سے اگر مقصود مساکین پر تصدق ہو تو نذر صحیح ہے اس طاق بھرنے کی تعیین لغو، جہاں چاہے مساکین کو دے دے نذر ادا ہو جائے گی اور اگر اس منت سے مقصود مسجد کا طاق ہی بھرنا ہے پھر غنی مسکین جو چاہے لے لے، جیسا کہ بعض جہاں خصوصاً عورتوں کے تعامل سے ظاہر ہوتا ہے تو وہ منت ہی کرنی لغو ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۰: از جاس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم صاحب مرسلہ ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولود شریف کی نذر ماننا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو اجروا۔

الجواب:

مجلس میلاد شریف کہ طریقہ راجح حریم شریفین پر ہو اعلیٰ مستحبات سے ہے، خواہ نذر مان کر کریں یا بلا نذر، ہاں محل نظریہ امر ہے کہ نذر ماننے سے واجب ہو جائے گی، جیسے نماز یا صدقہ۔ یا واجب نہ ہوگی بدستور مستحب رہے گی، جیسے تلاوت قرآن مجید کہ ایک قول منت ماننے سے بھی واجب نہیں ہوتی۔ کما فی الخانیۃ وغیرہا (جیسا کہ خانہ وغیرہ میں ہے۔ ت) اس کا جزئیہ اس وقت نظر میں نہیں،

لَعَلَّ اللّٰهُ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اٰمْرًا ^۲ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔	ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ بعد میں کوئی صورت پیدا فرمادے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	--

مسئلہ ۲۴۱: از دھڑکی ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے یہ نیت کی کہ اگر میری نوکری ہو جائے گی تو پہلی تنخواہ زیارت پیران کلیئر شریف کے نذر کروں گا، وہ شخص تیرہ تاریخ سے نوکر ہوا اور تنخواہ اس کی ایک مہینہ سترہ دن کے بعد ملی اب یہ ایک ماہ کی تنخواہ صرف کرے یا سترہ دن کی؟ اور اس تنخواہ کا صرف کس طرح پر کرے یعنی زیارت شریف کی سفیدی و تعمیر وغیرہ میں لگائے یا حضرت صابریا صاحب قدس سرہ کی روح پاک کو فاتحہ ثواب بخشے یا دونوں طرح صرف کر سکتا ہے؟ بینوا تو اجروا

^۱ رد المحتار کتاب الاضحیہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۷

^۲ القرآن الکریم ۱/۶۵

الجواب:

صرف نیت سے تو کچھ لازم نہیں ہوتا جب تک زبان سے الفاظ واجب نہ کہے، اور اگر زبان سے الفاظ مذکورہ کہے اور ان سے معنی صحیح مراد لئے یعنی پہلی تنخواہ اللہ عزوجل کے نام پر تصدق کروں گا اور اس کا ثواب حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز کے نذر کروں گا، یا پہلی تنخواہ اللہ عزوجل کے لئے فقراء آستانہ پاک حضرت مخدوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوں گا، یہ نذر صحیح شرعی ہے، اور استحساناً و جوب ہو گیا، پہلی تنخواہ اسے فقراء پر تصدق کرنی لازم ہو گئی۔ مگر یہ اختیار ہے کہ فقراء آستانہ پاک کو دے، اور جہاں کے فقیروں محتاجوں کو چاہے۔ اور اگر یہ معنی صحیح مراد نہ تھے بلکہ بعض سخت بے عقل جاہلوں کی طرح بے ارادہ تصدق وغیرہ قربات شرعیہ صرف یہی مقصود تھا کہ پہلی تنخواہ خود حضرت مخدوم کو دوں گا، تو یہ نذر باطل محض و گناہ عظیم ہوگی، مگر مسلمان پر ایسے معنی مراد لینے کی بدگمانی جائز نہیں جب تک وہ اپنی نیت سے صراحۃً اطلاع نہ دے۔ اسی طرح اگر نذر زیارت کرنے سے اس کی یہ مراد تھی کہ اللہ کے واسطے عمارت زیارت شریف کی سپیدی کرادوں گا یا احاطہ مزار پر انوار میں روشنی کروں گا، جب بھی یہ نذر غیر لازم و نامعتبر ہے کہ ان افعال کی جنس سے کوئی واجب شرعی نہیں۔ رہا یہ کہ جس حالت میں نذر صحیح ہو جائے، پہلی تنخواہ سے کیا مراد ہوگی یہ ظاہر ہے کہ عرف میں مطلق تنخواہ خصوصاً پہلی تنخواہ ایک مہینہ کی اجرت کو کہتے ہیں اگرچہ اس کا ایک جزء بھی تنخواہ ہے اور عمر بھر کا واجب بھی تنخواہ ہے، تو پہلی تنخواہ کہنے سے اول تنخواہ ایک ماہ ہی عرفاً لازم آئے گی۔

<p>کیونکہ کسی عقد والے، قسم والے، نذر والے اور وقف کرنے والے کے کلام کو متعارف معنی پر محمول کیا جائیگا جیسا کہ اس پر نص کی گئی ہے۔ (ت)</p>	<p>فان کلام کل عاقد وحالف وناذر وواقف انما یحمل علی ما هو المتعارف لکم انصواعلیہ۔</p>
---	---

ردالمحتار میں ہے:

<p>خانیہ میں مذکور ہے کہ جب کسی نے کہا کہ اگر میں اس مرض سے تندرست ہو جاؤں تو بکری ذبح کروں گا، تو تندرست ہونے پر اس پر ذبح کرنا لازم نہیں ہوگا مگر جب یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر لازم ہے کہ میں بکری ذبح کروں گا (تو پھر نذر ہوگی اور پورا کرنا)</p>	<p>فی الخانیة ان براء من مرضی هذا ذبحت شاة فبراً لایلز مه شیعی الا ان یقول فلله علی ان اذبح شاة اهوہی عبارة متن الدر وعللها فی شرحه بقوله لان</p>
---	---

¹ ردالمحتار باب التعليق دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۹۹/۲ و ۵۳۳

<p>لازم ہوگا) یہ در مختار کے متن کی عبارت ہے اور اس کی شرح میں اسکی علت یہ بیان کی ہے کہ اس لئے کہ پورا کرنا نذر کی وجہ سے لازم ہوتا ہے، اس پر دوسری عبارت دلالت کرتی ہے، پہلی عبارت اس پر دال نہیں ہے، اور اس کی تائید بزازیہ میں ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ اگر میرا بیٹا سالم بچے تو میں تازندگی روزہ رکھوں گا، تو وعدہ ہوگا، لیکن اس کے ساتھ بزازیہ میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی کہے "اگر مجھے صحت ہوئی تو اتنے روزے رکھوں گا" تو پورا کرنا واجب نہ ہوگا، جب تک اس میں "اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر روزہ لازم ہے" نہ کہے۔ لیکن استحسان یہ ہے کہ اس پر روزہ لازم ہو جائے گا، اور اگر کوئی کہے "اگر میں ایسا کروں تو میں حج کروں گا" اس کے بعد اس نے وہ کام کیا تو حج لازم ہوگا (اختصاراً) (ت)</p>	<p>اللزوم لایکون الابالذکر والذال علیہ الثانی لا الاول اه ویؤیدہ ما فی البزازیة ولو قال ان سلم و لدی اصومر ماعشت فهذا وعد لکن فی البزازیة ایضاً ان عوفیت صمت کذالم یجب مالم یقل لله علی، و فی الاستحسان یجب ولو قال ان فعلت کذا فانا احج ففعل یجب علیہ الحج^۱ اہ باختصار۔</p>
---	--

در مختار میں ہے:

<p>معلوم ہونا چاہئے کہ اکثر عوام مردوں کے لئے جو نذرمان کراولیاہ کرام کی قبروں پر درانہم، شمع اور تیل وغیرہ اولیاء کے تقرب کے لئے دیتے ہیں تو ان چیزوں کو وصول کرنا بالاجماع باطل اور حرام ہے جب تک عوام ان چیزوں کو فقراء پر صرف کرنے کی نیت نہ کر لیں (ت)</p>	<p>اعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدرہم والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء الکرام تقرباً الیہم فهو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصدوا صبرفہا لفقراء الانام^۲۔</p>
---	--

امام ناصح حکیم علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

<p>اور اسی قبیل سے ہے قبروں کی زیارت کرنا، اور شفا یابی یا کسی مسافر کے واپس آنے سے مشروط اولیاء کے لئے نذریں ماننا (یہ سب جائز ہیں) کیونکہ</p>	<p>ومن هذا القبیل زیارة القبور والتبرک بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لہم بتعلیق ذلک علی حصول</p>
---	---

^۱ رد المحتار کتاب الایمان دار احیاء التراث العربی بیروت ۷۰/۳

^۲ در مختار قبیل باب الاعتکاف مطبع مجتہبی دہلی ۱۵۵/۱

<p>یہ نذریں وہاں مزارات کے خادموں کے لئے صدقہ مجازاً مراد ہوتی ہیں، جیسا کہ فقہاء کرام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی زکوٰۃ کسی کو قرض کا نام لے کر دے تو صحیح ہوگا کیونکہ معنی کا اعتبار ہوتا ہے لفظوں کا اعتبار نہیں ہوتا، اور یہی نقلی صدقہ کسی غنی کو ہبہ کے نام سے یا فقیر کو صدقہ ہبہ کے نام سے دینا (یا ہبہ کو صدقہ کے نام سے) دینا جائز ہے۔ علامہ نابلسی کے بیان کے آخر تک، جہاں انہوں نے قتیہ کی بحث کو ذکر کر کے یہ بہترین فائدہ بیان فرمایا، اور انہوں نے امام ابن حجر مکی سے بھی اس جواز کو نقل فرمایا، قلت (میں کہتا ہوں کہ) درمختار کے قول کہ جب تک فقراء پر صرف کرنے کی نیت نہ کریں تو حرام ہے کا یہی مفاد ہے۔ (ت)</p>	<p>شفاء او قدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة على الخادمين لقبورهم كما قال الفقهاء فيمن دفع الزكاة لفقير وسماها قرضاً صح. لان العبرة بالمعنى لا باللفظ. وكذلك الصدقة على الغني هبة والهبة على الفقير صدقة¹ الى آخر ما افادوا جاد ذكره في بحث القنية ونقل جوازه ايضاً عن الامام ابن حجر المكي. قلت وهو مفاد قوله حرام ما لم يقصد واصرفها لفقراء الانام۔</p>
---	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>مخفی نہ رہے کہ اس کو دوسرے فقراء (یعنی نذر میں معین کردہ فقراء کے غیر) پر خرچ کرنے کا اختیار ہوگا جیسا کہ پہلے گزرا، اور ضروری ہے کہ منذور وہ چیز ہو جس سے نذر صحیح ہو جائے جیسا کہ دراہم وغیرہ کا صدقہ کرنا، ہاں اگر تیل کے چراغ قبر کے اوپر جلانے کی نذر مانی ہو یا وہاں مزار کے منارہ پر جلانے کی نذر ہو تو یہ باطل ہوگی، اھ مختصر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>لا يخفى ان له الصرف الى غيرهم (اي غير فقراء الباب الذي عينه في النظر كما مر سابقاً، ولا بد ان يكون المنذور مما يصح به النذر كالصدقة بالدرهم ونحوها اما لو نذر زيتاً لا يقاد قد يدل فوق ضريح الشيخ اوفى المنارة فباطل² اھ مختصراً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

مسئلہ ۲۴۲: از شہر کہنہ مرسلہ مولوی عبدالواحد متھراوی ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۳۷ھ

زید نے عہد کیا تھا کہ میں ملازم ہو جاؤں تو ایک ماہ کی تنخواہ راہِ خدا میں صرف کروں گا، اب وہ ملازم

¹ الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية الخلق الثامن والاربعون الخ مكتبة نوريه رضويه فيصل آباد ۱۵۱/۲

² ردالمحتار قبيل باب الاعتكاف دار احياء التراث العربي بيروت ۱۲۸/۲

ہو گیا، اگر زید اپنی اس ماہ کی تنخواہ کو اپنے کسی نہایت غریب بیس و مفلس رشتہ دار کو اس نیت سے دے تو اس کے ذمہ سے وہ عہد ساقط ہو جائے گا یا نہیں، در صورت عدم ساقط ہونے کے وہ اور کس کام میں خرچ کرے؟ بینوا تو جو را۔

الجواب:

ضرور نذر ادا ہو جائیگی جبکہ وہ عزیز نہ اس کی اولاد میں ہو، نہ یہ اس کی نہ زوج و زوجہ، نہ سید وغیرہ جنہیں زکوٰۃ دینا جائز نہیں، بلکہ عزیز کو دینے میں دونوں نواہی ہیں، صدقہ اور صلہ رحم، کما ثبت عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۳: مرسلہ منشی عبدالصبور صاحب سوداگر ۶ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے وقت شروع کرنے روزگار کے، یہ خیال کر لیا کہ مجھ کو جو نفع ہوگا اس میں سولہواں حصہ واسطے اللہ کے نکالوں گا، اب اس کو لاگت سے زائد ایک روپیہ نفع ہوا لیکن متفرق خرچ یعنی تنخواہ ملازمان وغیرہ میں دو آنے اس نفع ایک روپے میں صرف ہو گئے باقی چودہ آنے رہے، اب وہ اصلی لاگت سے جو نفع ہوا ہے اس میں سے سولہواں حصہ نکالے یا بعد مجرا کرنے خرچ متفرق کے ماہوار میں سے نکالے۔

الجواب:

صرف خیال کر لینے سے وجوب تو نہیں ہوتا جب تک زبان سے نذر نہ کرے، ہاں جو نیت اللہ عزوجل کے لئے اس کا پورا کرنا ہی چاہیے، جو خرچ کہ تجارت کے متعلق ہو اور حساب تجارت میں اسی پر ڈالا جاتا ہے وہ مجرا دے کر جو بچے اسے نفع کہتے ہیں، پھر اس نفع میں جو کچھ اپنا خرچ خانگی وغیرہ دیگر مصارف علاوہ خرچ تجارت میں صرف ہو جائے وہ مجرانہ دیا جائے گا کہ یوں تو جو نفع بچتا ہے وہ خرچ ہی ہونے کے لئے ہوتا ہے، پس وہ نو کرا اگر تجارت کا نو کر ہے اور اس کی تنخواہ حسب دستور تجارت خرچ تجارت میں محسوب کی جاتی ہے، اس کے بعد جو بچتا ہے وہ نفع سمجھا جاتا ہے، جب تو چودہ آنے کا سولہواں حصہ تصدق کرے اور اگر خرچ تجارت مجرا دے کر کامل روپیہ بچا تھا یہ تنخواہ اس کے متعلق نہیں تو پورے روپیہ کا سولہواں حصہ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۴: ۲۴۳: مرسلہ محمد عبدالصبور صاحب سوداگر ابن منشی محمد ظہور صاحب جوہری ۲۰ ربیع الآخر شریف

اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین، ایک شخص نے اپنی تجارت کے منافع میں خداوند کریم کا

سولھواں حصہ مقرر کیا ہے۔

- (۱) اس سولھویں حصہ میں محفل میلاد شریف و نیاز گیارہویں شریف کرنا چاہئے یا نہیں؟
- (۲) اس سولھویں حصہ میں اپنے والدین و پھوپھی و خالہ و سید صاحب و مولوی صاحب کو دینا چاہئے یا نہیں؟
- (۳) اس سولھویں حصے میں سامع رمضان المبارک کو دینا و نیز افطاری رمضان المبارک کرنا چاہئے یا نہیں؟
- (۴) دربارہ زکوٰۃ مذکورہ کے روپے کو طالب علموں کی خورد و نوش و لباس میں صرف کرنا چاہئے یا نہیں، اور زکوٰۃ کاروپہ مؤذن کو دینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

اگر نہ یہ منت ہے نہ زکوٰۃ ہے بلکہ یونہی دل میں نیت کر لی یا بے الفاظ نذر زبان سے کہہ لیا ہے کہ اپنے منافع تجارت سے سولھواں حصہ نیک کاموں میں اللہ تعالیٰ کے لئے صرف کیا کروں گا، جب تو اس سے محفل میلاد شریف اور گیارہویں شریف اور افطاری رمضان شریف اور اپنے والدین و سادات و علماء کی خدمت سب کچھ کر سکتا ہے کہ یہ سب نیک کام اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جب کہ نیت خالص اللہ عزوجل کے واسطے ہو، رمضان مبارک کا سامع اگر حاجتمند ہو اور اس سے اجرت نہ ٹھہری ہو اور نہ رواج کی رو سے اجرت مقرر ہو تو اسے بھی دے سکتا ہے کہ اب اسے بھی دینا نیک کام ہے، اور اگر اجرت کی شرط ہو لی یا از روئے رواج اس کی اجرت کا قرار دیا ہے تو اسے دینا کچھ نیک کام نہیں بلکہ گناہ ہے،

<p>کیونکہ یہ عبادت پر اجرت ہے اور عبادت پر اجرت لینا دینا باطل ہے مگر امامت پر یا اذان اور تعلیم قرآن پر اجرت جس کو متاخرین نے اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے وہ اور چیز ہے یہ اس قبیل سے نہیں ہے، اس کی مکمل تحقیق رد المحتار اور شفاء العلیل میں ہے۔</p> <p>(ت)</p>	<p>لانه اجارة على الطاعة والاجارة عليها باطلة الاما استثناء المتأخرون من امامة واذان وتعليم قرآن وليس هذا منها والتحقيق في ردالمحتار وشفاء العلیل۔</p>
--	--

اور اگر صورت مذکورہ میں ہر نیک کام کی نیت نہ تھی بلکہ بالخصوص مساکین کو خدا کے نام پر دینا تو وہ سب امور ابھی اس روپے سے جائز ہوں گے مگر یہ چاہئے کہ مجلس مبارک کا حصہ خاص محتاجین کو دے، گیارہویں شریف کی نیاز، رمضان المبارک کی افطاری، صرف مساکین کو بانٹے، سادات و علماء میں انہیں کی نذر کرے جو حاجتمند ہوں، ماں باپ کو بھی بحالت حاجتمند دے سکتا ہے،

<p>کیونکہ یہ صدقہ واجب نہیں ہے اور اس نے مساکین پر تصدق کی نیت کی ہے تو جب ماں باپ بھی مساکین سے ہوں تو بطور صلہ ان پر صدقہ</p>	<p>لاهنأ لیست صدقة واجبة وانما نوى التصدق على المساکین فاذا کان</p>
---	---

<p>کرنا جائز ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلہ ریحی کو صدقہ قرار دیتے ہوئے صحیح احادیث میں فرمایا کہ جو کچھ تو نے اپنی بیوی کو کھلایا وہ صدقہ ہے اور جو تو نے پانی اولاد کو کھلایا وہ صدقہ ہے اور جو تو نے اپنی عیال کو کھلایا وہ صدقہ ہے۔ (ت)</p>	<p>منہم جاز صلتہما بہا وقد سی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الاحادیث الصحیحۃ ما طعت اہلک صدقۃ اما طعت ولدک صدقۃ وما اطعت عیالک صدقۃ^۱۔</p>
--	---

اور اگر خاص منت کے لفظ زبان سے ادا کر لئے ہیں مثلاً کہا "مجھ پر اللہ تعالیٰ کے لئے واجب ہے کہ اپنے منافع کا سولھواں حصہ اللہ تعالیٰ کے نام پر تصدق کروں" تو نہ والدین کو دے سکتا ہے نہ سادات کو اگرچہ محتاج ہوں، نہ کسی غنی کو اگرچہ عالم ہو، ہاں صرف محتاجوں کو دینا لازم ہے اگرچہ اس کی پھوپھی، خالہ، بہن، بھائی، چچا، ماموں ہوں، اگرچہ مجلس شریف یا گیارہویں شریف کر کے یا افطاری میں مالک کر دے،

<p>کیونکہ یہ صرف ادائیگی کا ایک طریقہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پاک کے لئے اجتماع، یا کسی والی اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصال ثواب کا ہونا نذر کے منافی نہیں ہے، اور یہ طریقے زکوٰۃ کے مال کو صدقہ کرنے کے منافی نہیں ہیں۔ (ت)</p>	<p>فانہا طریق الاداء والاجتماع لذكر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او ایصال الثواب الی ولی اللہ الکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاینافی النذر ولا ینفی التصدق مال زکوٰۃ ہو۔</p>
---	---

جب بھی یہی حکم ہے جو خاص منت کا حکم تھا مال زکوٰۃ و نذر طالب علموں کو بھی دے سکتے ہیں خواہ کپڑے بنا دے خواہ اناج یا کھانا انہیں دے کر مالک کر دے، ہاں گھر بٹھا کر کھلانے سے زکوٰۃ و نذر ادا نہ ہوگی لانہ اباحتہ و التصدق تملیک کہا نصوا علیہ (کیونکہ یہ اباحت ہے جبکہ صدقہ کرنا بطور تملیک ہوتا ہے جیسا کہ فقہاء نے اس پر نص کی ہے۔ ت) مؤذن کی تنخواہ ٹھہری ہے تو اس میں زکوٰۃ یا نذر کو محسوب نہیں کر سکتا لان واجبہا لایدخل فی واجب اخر لیس من جنسہ (کیونکہ واجب دوسرے خلاف جنس واجب میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ت) ہاں بلا تنخواہ اذان دیتا ہو اور محتاج مصرف زکوٰۃ ہو تو دے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

^۱کنز العمال حدیث موسسة الرسالة بیروت ۴/۱۵۶، المعجم الاوسط حدیث مکتبة المعارف الرياض ۷/۲۵۵

مسئلہ ۲۳۸: از صدر ۸ شعبان ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے منت مانی کہ اگر فلاں تکلیف میری رفع ہو جائے تو میں بکری وغیرہ ذبح کر کے مسکینوں کو تقسیم کروں گا، اگر زید کامیاب ہو اور بکرا ذبح کیا تو آیا زید بھی اس گوشت میں سے کھا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

زید خود کھا سکتا ہے نہ اپنے ماں باپ وغیرہما اصول خواہ بیٹا بیٹی وغیرہما فروع کسی ہاشمی یا غنی کو کھلا سکتا ہے بلکہ وہ خاص مساکین مصرف زکوٰۃ کا حق ہے،

فی رد المحتار مصرف الزکوٰۃ هو ایضاً مصرف النذر ^۱ واللہ تعالیٰ اعلم۔	رد المحتار میں ہے کہ زکوٰۃ کا مصرف نذر کا مصرف بھی ہوتا ہے، اہلخصاً واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	--

مسئلہ ۲۳۹: (یہ مسئلہ دراصل فتاویٰ افریقہ کا مسئلہ نمبر ۶۰ ہے، مناسبت کے پیش نظر اسے یہاں شامل کیا گیا ہے) زید کہتا ہے غیر خدا جل و علا کیلئے نذر چڑھانا حرام ہے چاہے نبی علیہ السلام ہوں چاہے اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ مجموعہ خطب حرین شریفین تالیف مولوی عبداللہ صاحب کے صفحہ ۷۴ پر ہے ع صندل بھی تربتوں پہ چڑھانا حرام ہے

اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۲ پر ہے:

نذر بھی غیر خدا کی ہے یقیناً شرک سنو غیر کی نذر کا کھانا بھی حرام اے اکرم کیا یہ اشعار اہلسنت کے خلاف ہیں یا نہیں؟ اور حضور کے رسالہ برکات الامدادیہ میں ص ۳ پر ہے: خود امام الطائفہ میاں اسماعیل دہلوی کے بھاری پتھر کا کیا علاج، وہ صراط مستقیم میں اپنے پیر جی کا حال لکھتے ہیں:

روح مقدس جناب غوث الثقلین و جناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گوردیدہ ^۲ ۔	حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند (رحمہما اللہ تعالیٰ) کی رو میں حضرت کے حال پر متوجہ ہوئیں۔ (ت)
---	--

اسی میں ہے:

^۱ رد المحتار باب المصرف دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۸/۲

^۲ صراط مستقیم باب چہارم در بیان سلوک راہ نبوت الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۶۶

شخصیکہ در طریقہ در یہ قصد بیعت میکند البتہ اور ادر جناب حضرت غوث الاعظم اعتقادے عظیم بہم میرسد (الی قولہ) کہ خود را از مرہ غلاماں آنجناب می شمارداہ ^۱ ملخصاً۔	ایک شخص نے طریقہ قادر یہ میں بیعت کا ارادہ کیا یقیناً اس کو جناب حضرت غوث الثقلین میں بہت پختہ اعتقاد تھا (الی قولہ) کہ خود کو آنجناب کے غلاموں میں شمار کیا (ملخصاً) (ت)
--	---

اسی میں ہے:

اولیائے عظام مثل حضرت غوث الاعظم و حضرت خواجہ بزرگ الخ ^۲ ۔	اولیائے عظام جیسے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خواجہ بزرگ الخ (ت)
---	--

یہی امام الطائفہ اپنی تقریر ذبیحہ مندرج مجموعہ زبدۃ النصائح میں لکھتے ہیں:

اگر شخصے بڑے راخانہ پرور کند تا گوشت او خوب شود اور اذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست۔ ^۳	اگر کسی شخص نے کوئی بکرا گھر میں پالا تاکہ اس کا گوشت اچھا ہو جائے اور اس کو ذبح کر کے پکا کر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ دلائے اور لوگوں کو کھلائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)
---	--

ایمان سے کہیو غوث الاعظم کے یہی معنی ہوئے کہ سب سے بڑے فریادرس یا کچھ اور، خدا جل و علا کو ایک جان کر کہنا غوث الثقلین کا یہی ترجمہ ہوا کہ جن و بشر کے فریادرس یا کچھ اور، اور پھر یہ کیسا کھلا شرک تمہارا امام اور اس کا سارا خاندان بول رہا ہے، قول کے سچے ہو تو ان سب کو بھی ذرا جی کڑا کر کے مشرک بے ایمان کہ دو ورنہ شریعت و ہاب یہ کیا آپ کی خانگی ساخت ہے کہ فقط باہر والوں کے لئے خاص ہے گھر والے سب اس سے مستثنیٰ ہیں۔

الجواب:

غیر خدا کیلئے نذر فقہی کی ممانعت ہے، اولیائے کرام کے لئے ان کی حیات ظاہری خواہ باطنی میں جو نذر کہی جاتی ہیں یہ نذر فقہی نہیں، عام محاورہ ہے کہ اکابر کے حضور جو ہدیہ کریں اسے نذر کہتے ہیں، بادشاہ نے دربار کیا سے ندریں گزریں، شاہ رفیع الدین صاحب برادر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رسالہ نذر میں لکھتے ہیں:

^۱ صراط مستقیم باب چہارم در بیان طریق سلوک راہ نبوت مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۱۳

^۲ صراط مستقیم تکملہ در بیان سلوک ثانی راہ ولایت مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۱۳۲

^۳ زبدۃ النصائح امام الطائفہ میاں اسماعیل

<p>یہاں نذر کا لفظ شرعی نذر کے معنی میں استعمال نہیں کیونکہ عرف میں بزرگوں کو جو کچھ پیش کیا جاتا ہے اس کو نذر و نیاز کہتے ہیں۔ (ت)</p>	<p>نذریکہ اینجا مستعمل میشود نہ بر معنی شرعی ست چہ عرف آنت کہ آنچہ تیج بزرگاں می بر نذر و نیاز می گویند¹</p>
---	---

امام اجل سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

ومن هذا القبيل زيارة القبور والتبرك بضرائح الاولياء والصالحين والنذر لهم بتعليق ذلك على حصول شفاء او قدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة على الخادمين بقبورهم كما قال الفقهاء فيمن دفع الزكاة لفقير وسماها قرضا صح لان العبرة بالمعنى لا باللفظ² یعنی اسی قبیل سے ہے زیارت قبور اور مزارات اولیاء و صلحاء سے برکت لینا اور بیمار کی شفا یا مسافر کے آنے پر اولیائے کرام کیلئے منت ماننا کہ وہ ان کے خادمان قبور تصدق سے مجاز ہے جیسے فقہاء نے فرمایا ہے کہ فقیر کو زکوٰۃ دے اور قرض کا نام لے تو صحیح ہو جائے گی کہ اعتبار معنی کا ہے نہ کہ لفظ کا۔

ظاہر ہے کہ یہ نذر فقہی ہوتی تو احیاء کے لئے بھی نہ ہو سکتی حالانکہ دونوں حالتوں میں یہ عرف و عمل قدیم سے اکابرین میں معمول و مقبول ہے۔ امام اجل سیدی ابوالحسن نورالملک والدین علی بن یوسف بن جریر نخعی شطرنوی قدس سرہ العزیز جن کو امام فن رجال شمس الدین ذہبی نے طبقات القراء اور امام جلیل جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں الامام الاوحد کہا یعنی بے نظیر امام، اپنی کتاب مستطاب بجهة الاسرار شریف میں محدثانہ اسانید صحیحہ معتبرہ سے روایت فرماتے ہیں:

(۱) اخبرنا ابو العفاف موسیٰ بن عثمان البقاعی بالقاهرة ۶۶۳ھ قال اخبرنا ابی بدمشق ۶۱۳ھ قال اخبرنا الشیخان الشیخ ابو عمرو عثمان الصریفینی والشیخ ابو محمد عبدالحق الحریری ببغداد ۵۵۹ھ قال انا بین یدی الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بمدرسة یوم الاحد ثالث صفر ۵۵۵ھ ہم سے ابو العفاف موسیٰ بن بقاعی نے ۶۶۳ھ میں شہر قاہرہ میں حدیث بیان کی کہ ہمیں میرے والد ماجد عارف باللہ ابو المعانی عثمان نے ۶۱۳ھ میں شہر دمشق میں خبر دی کہ ہمیں دو ولی کامل حضرت ابو عمرو عثمان صریفینی و حضرت ابو محمد عبدالحق حریری نے ۵۵۹ھ میں بغداد مقدس میں خبر دی کہ ہم ۳ صفر روز یک شنبہ ۵۵۵ھ میں

¹ مجموعہ رسائل تسعہ رسالہ نذر و شہادہ رفیع الدین مطبع احمدی دہلی ص ۲۱

² الحدیقة الندیة شرح الطريقة المحمدية الخلق الثامن والاربعون الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۵۱۲

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر تھے حضور نے وضو کر کے کھڑاویں پہنیں اور دو رکعتیں پڑھیں، بعد سلام ایک عظیم نعرہ فرمایا اور ایک کھڑاؤں ہوا میں پھینکی، پھر دوسرا نعرہ مارا اور دوسری کھڑاؤں پھینکی وہ دونوں ہماری نگاہوں سے غائب ہو گئیں، پھر تشریف رکھی، ہیبت کے سبب کسی کو پوچھنے کی جرات نہ ہوئی، ۲۳ دن کے بعد عجم سے ایک قافلہ حاضر بارگاہ ہوا اور کہا ان معنا للشیخ نذرا ہمارے پاس حضور کی ایک نذر ہے فاستأذناہ فقال خذواہ منہم، ہم نے حضور سے اس نذر کے لینے میں اذن طلب کیا حضور نے فرمایا لے لو، انہوں نے ایک من ریشم اور خز کے تھان اور سونا اور حضور کی وہ کھڑادیں جو اس روز ہوا میں پھینکی تھیں پیش کیں، ہم نے ان سے کہا یہ کھڑاویں تمہارے پاس کہاں سے آئیں؟ کہا ۳ صفر روز یک شنبہ ہم سفر میں تھے کہ کچھ راہزن جن کے دوسرے تھے ہم پر آڑے ہمارے مال لوٹے اور کچھ آدمی قتل کئے اور ایک نالے میں تقسیم کو اترے، نالے کے کنارے ہم تھے فقلنا لودکرنا الشیخ عبد القادر فی هذا الوقت ونذر ناله شیئاً من اموالنا ان سلینا، ہم نے کہا بہتر ہو کہ اس وقت ہم حضور غوث اعظم کو یاد کریں اور جنات پانے پر حضور کے لئے کچھ مال نذر مانیں، ہم نے حضور کو یاد کیا ہی تھا کہ دو عظیم نعرے سنے جن سے جنگل گونج اٹھا اور ہم نے راہزنوں کو دیکھا کہ ان پر خوف چھا گیا ہم سمجھے ان پر کوئی اور ڈاکو آڑے یہ آکر م سے بولے، آؤ اپنا مال لے لو اور دیکھو ہم پر کیا مصیبت پڑی، ہمیں اپنے دونوں سرداروں کے پاس لے گئے ہم نے دیکھا وہ مرے پڑے ہیں اور رہ ایک کے پا ایک کھڑاؤں پانی سے بھگی رکھی ہے ڈاکوؤں نے ہمارے سب مال پھیر دئے اور کہا اس واقعہ کی کوئی عظیم الشان خبر ہے¹۔

(۲) نیز فرماتے ہیں قدس سرہ: حدثنا ابو الفتوح نصر اللہ بن یوسف الازہجی قال اخبرنا الشیخ ابو العباس احد بن اسمعیل قال اخبرنا الشیخ ابو محمد عبد اللہ بن حسین بن ابی الفضل قال کان شیخنا الشیخ مجی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقبل النذور ویأکل منها² (لمحضا) ہم سے حدیث بیان کی ابو الفتوح نصر اللہ بن یوسف الازہجی نے، کہا ہمیں شیخ ابو العباس احمد بن اسمعیل نے خبر دی کہ ہم کو شیخ ابو محمد عبد اللہ بن حسین بن ابی الفضل نے خبر دی کہ ہمارے شیخ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نذریں قبول فرماتے اور ان میں سے بذات اقدس بھی تناول فرماتے، اگر یہ نذر فقہی ہوتی تو حضور کا کہ اجلہ سادات عظام سے ہیں اس سے

¹ بهجة الاسرار فصول من كلامه مرصعاً بشيعة من عجائب احواله مصطفى البابی مصر ص ۶۷

² بهجة الاسرار ذكر شيعة من شرائف اخلاقه رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصطفى البابی مصر ص ۱۰۳-۱۰۴

تناول فرمانا کیونکہ ممکن تھا۔

(۳) نیز فرماتے ہیں: حدثنا الشريف ابو عبد الله بن الخضر الحسيني قال اخبرنا ابي قال كنت مع سيدي الشيخ محي الدين عبد القادر رضي الله تعالى عنه ورأى فقيرا مكسورا القلب فقال له ماشأناك قال مررت اليوم بالشط وسألت ملاحا ان يحملني الى الجانب الأخر فأبى وانكسر قلبي لفقرى فلم يتم كلام الفقير حتى دخل رجل معه صرة فيها ثلاثون دينارا انذر للشيخ فقال الشيخ لذلك الفقير خذ هذه الصرة واذهب بها الى الملاح واعطها له وقل له لا ترد فقيرا ابدا وخلق الشيخ قبيصه واعطاه للفقير فأشترى منه بعشرين دينارا¹

ہمیں شریف ابو عبد اللہ محمد بن الحضرا الحسینی نے حدیث بیان کی، کہا ہم سے والد فرمایا میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا حضور نے ایک فقیر شکستہ دل دیکھا، فرمایا تیرا کیا حال ہے؟ عرض کی آج میں کنارہ دجلہ پر گیا ملاح سے کہا مجھے اس پار لے جا، اس نے نہ مانا، محتاجی کے سبب میرا دل ٹوٹ گیا، فقیر کی بات ابھی پوری نہ ہوئی تھی کہ ایک صاحب ایک تھیلی میں تیس اشرفیاں حضور کی نذر لائے حضور نے فقیر سے فرمایا یہ لو اور جا کر ملاح کو دو اور اس سے کہنا کبھی کسی فقیر کو نہ پھیرے، اور حضور نے اپنا قمیص مبارک اتار کر اس فقیر کو عطا فرمایا وہ اس سے بیس اشرفیوں کو خرید گیا۔

(۴) نیز فرماتے ہیں: الشيخ بقا بن بطوكان الشيخ محي الدين عبد القادر رضي الله تعالى عنه يثني عليه كثير و تجله المشايخ والعلماء وقصد بالزيارات والنذور من كل مصر² - حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت شیخ بقا بن بطور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت تعریف فرمایا کرتے اور اولیاء و علماء سب ان کی تعظیم کرتے، ہر شہر سے لوگ ان کی زیارت کو آتے اور ان کی نذر لاتے۔

(۵) نیز فرماتے ہیں: الشيخ منصور البطائحي رضي الله تعالى عنه من اكابر مشايخ العراق اجمع المشايخ والعلماء على تبجيله وقصد بالزيارات والنذور من كل جهة³ حضرت منصور بطائحي رضی اللہ تعالیٰ عنہ

¹ بهجة الاسرار ذكر شيعي من شرائف اخلاقه رضي الله عنه مصطفى البابي مصر ص ۱۰۴

² بهجة الاسرار شيخ بقا بن بطو مصطفى البابي مصر ص ۱۵۹

³ بهجة الاسرار شيخ منصور البطائحي مصطفى البابي مصر ص ۱۴۰

اکابر اولیائے عراق سے ہیں، اولیاء و علماء نے ان کی تعظیم پر اجماع کیا، اور ہر طرف سے مسلمان ان کی زیارت کو آتے اور ان کی نذر لاتے۔

(۶) نیز فرماتے ہیں: لم یکن لاحد من مشائخ العراق فی عصر الشیخ علی بن الہیثمی فتوح اکثر من فتوحہ کان ینذرلہ من کل بلد^۱ حضرت علی بن ہبئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اولیائے عراق سے کسی کی فتوح ان کے مثل نہ تھی ہر شہر سے ان کی نذر آتی۔

(۷) نیز فرماتے ہیں: الشیخ ابوسعید القیلوی احد اعیان المشائخ بالعراق حضر مجلسہ المشائخ والعلماء وقصد بالزیارات والندور^۲ حضرت ابوسعید قیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر اولیائے عراق سے ہیں مسلمان ان کی زیارت کو آتے اور ان کی نذر کی جاتی۔

(۸) نیز فرماتے ہیں: اخبرنا ابو الحسن علی بن الحسن السامری قال اخبرنا ابی قال سمعت والدی رحمہ اللہ تعالیٰ یقول کانت نفقة شیخنا الشیخ جاگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ من الغیب وكان نافذ التصریف خارق الفعل متواتر الكشف ینذرلہ کثیرا وکنت عنده یوما فمرت به بقرات مع راعیها فأشار الی احدہن وقال ہذہ حامل بعجل احمر اغر صفتہ کذا وکذا ویولد وقت کذا یوم کذا وھو نذر لی وتذبحہ الفقراء یوم کذا ویاکلہ فلان وفلان ثم اشار الی اخری وقال ہذہ حامل بانثی ومن وصفھا کذا وکذا تولد وقت کذا وھی نذر لی ینذبحھا فلان رجل من الفقراء یوم کذا ویاکلھا فلان وفلان ولکلب احمر فیھا نصیب قال فواللہ لقد جرت الحال علی ما وصف الشیخ^۳۔ ہمیں خبر دی ابو الحسن بن حسن سامری نے کہ ہمیں ہمارے والد نے خبر دی، کہا میں نے اپنے والد سے سنا، فرماتے تھے ہمارے شیخ حضرت جاگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خرچ غیب سے چلتا تھا اور ان کا تصرف نافذ تھا ان کے کام کرامات تھے علی الاتصال انہیں کشف ہوتا تھا مسلمان کثرت سے ان کی

^۱ بهجة الاسرار شیخ علی بن ہبئی مصطفی البابی مصر ص ۱۵۳

^۲ بهجة الاسرار شیخ ابوسعید القیلوی مصطفی البابی مصر ص ۱۶۱

^۳ بهجة الاسرار شیخ جاگیر رضی اللہ عنہ مصطفی البابی مصر ص ۱۶۹

نذر کرتے، ایک دن میں ان کے پاس حاضر تھا کچھ گائیں اپنے گوالے کے ساتھ گزریں، حضرت نے ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس گائے کے پیٹ میں سرخ بچھڑا ہے جس کے ماتھے پر سپیدی ہے۔ اور اس کا سب حلیہ بیان فرمایا، فلاں دن فلاں وقت پیدا ہوگا اور وہ ہماری نذر ہوگا فقراء سے فلاں دن ذبح کریں گے اور فلاں فلاں سے کھائیں گے۔ پھر دوسری گائے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اس کے پیٹ میں بچھڑا ہے۔ اور اس کا حلیہ بیان فرمایا فلاں وقت پیدا ہوگی اور وہ میری نذر ہوگی، فلاں فقیر سے فلاں دن ذبح کرے گا اور فلاں فلاں سے کھائیں گے اور ایک سرخ کتے کا بھی اس کے گوشت میں حصہ ہے۔ ہمارے والد نے فرمایا خدا کی قسم جیسا شیخ نے ارشاد کیا تھا سب اسی طرح واقع ہوا۔

(۹) نیز فرماتے ہیں: اخبرنا الفقیة الصالح محمد الحسن بن موسی الخالدي قال سمعت الشيخ الامام شهاب الدين السهروردي رضی اللہ تعالیٰ عنہ يقول ما لاحظ عی شیخنا الشیخ ضیاء الدین عبدالقاهر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرید ابوعین الرعاية الانتج وبرع وکنت عنده مرة فاتاه سوادى بعجل وقال له یاسیدی هذا نذرنا لك وانصرف الرجل فجاء العجل حتى وقف بين يدي الشیخ فقال الشیخ لنا ان هذا العجل يقول لی انی لست العجل الذی نذر لك بل نذرت للشیخ علی بن الهیثمی وانما نذر لك اخي فلم یلبث ان جاء السوادى وبيده عجل يشبه الاول فقال السودی یاسیدی انی نذرت لك هذا العجل ونذرت الشیخ علی بن الهیثمی العجل الذی اتیتك به اولاً وكان اشتبهاً واخذ الاول وانصرف¹۔ ہمیں خبر دی فقیہ صالح ابو محمد حسن بن موسی خالدی نے کہ میں نے شیخ امام شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ ہمارے شیخ حضرت عبدالقاهر ضیاء الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی مرید پر نظر عنایت فرماتے وہ پھولتا پھلتا اور بلند رتبہ کو پہنچتا، اور ایک دن میں حضور میں حاضر تھا کہ ایک دہقانی ایک بچھڑا لایا اور عرض کی یہ ہماری طرف سے حضرت کی نذر ہے، اور چلا گیا، بچھڑا آ کر حضرت کے سامنے کھڑا ہوا حضرت نے فرمایا یہ بچھڑا مجھ سے کہتا ہے میں آپ کی نذر نہیں ہوں میں حضرت شیخ بن علی بن ہیتی کی نذر ہوں آپ کی نذر میرا بھائی ہے۔ کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ وہ دہقانی ایک اور بچھڑا لایا جو صورت میں اس کے مشابہ تھا اور عرض کی: اے میرے سردار! میں نے حضور کی نذر یہ بچھڑا لایا تھا اور وہ بچھڑا جو پہلے میں حاضر لایا وہ میں نے حضرت شیخ بن علی بن ہیتی کی نذر مانا ہے مجھے دھوکا ہو گیا تھا۔ یہ کہہ کر

¹ بهجة الاسرار شیخ عبدالقاهر السهروردي مصطفى الباني مصر ص ۲۳۴، ۲۳۵

پہلے پھڑے کو لے لیا اور واپس چلا گیا۔

(۱۰) نیز فرماتے ہیں: اخبرنا ابو زید عبد الرحمن بن سالم احمد القرشي قال سمعت الشيخ العارف ابا الفتح بن ابی الغنائم بالاسكندرية¹ ہمیں ابو زید عبد الرحمن بن سالم بن احمد قرشی نے خبر دی کہ میں نے حضرت عارف باللہ ابو الفتح بن ابی الغنائم سے اسکندریہ میں سنا کہ اہل بطائح سے ایک شخص دبلا بیل کھینچتا ہوا ہمارے شیخ حضرت سید احمد رفاعی رضی تعالیٰ عنہ کے حضور لایا اور عرض کی: اے میرے آقا! میرا اور میرے بال بچوں کا قوت اسی بیل کے ذریعہ سے ہے اب یہ ضعیف ہو گیا اس کے لئے قوت و برکت کی دعا فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا: شیخ عثمان بن مرزوق (بطائحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس جا اور انہیں میرا سلام کہہ اور ان سے میرے لئے دعا چاہ۔ وہ بیل کو لے کر یہاں حاضر ہوا، دیکھا کہ حضرت سیدی عثمان تشریف فرما ہیں اور ان کے گرد شیر حلقہ باندھے ہیں، یہ پاس حاضر ہوتے ڈرا، فرمایا: آگے آ۔ قریب گیا، قبل اس کے کہ یہ حضرت رفاعی کا پیام پہنچائے سیدی عثمان نے خود فرمایا کہ میرے بھائی شیخ احمد پر سلام، اللہ میرا اور ان کا خاتمہ بالخیر فرمائے پھر ایک شیر کو اشارہ فرمایا کہ اٹھ اس بیل کو پھاڑ۔ شیر اٹھا اور بیل کو مار کر اس میں سے کھایا، حضرت نے فرمایا: اب اٹھ آ۔ وہ اٹھ آیا، پھر دوسرے شیر سے فرمایا: اٹھ اس میں سے کھا۔ وہ اٹھا اور کھایا۔ پھر اسے بلایا۔ تیسرا شیر بھیجا، یونہی ایک ایک شیر بھیجتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے سارا بیل کھالیا، اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ بطیح کی طرف سے ایک بہت فربہ بیل آیا اور حضرت کے سامنے کھڑا ہوا، حضرت نے اس شخص سے فرمایا: اپنے بیل کے بدلے یہ بیل لے لو۔ اس نے اسے پکڑ تو لیا مگر دل میں کہتا تھا میرا بیل تو مارا گیا اور مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی اس بیل کو میرے پاس پہچان کر مجھے ستائے، ناگاہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور حضرت کے دست مبارک کو بوسہ دے کر عرض کی: یا سیدی نذرت لك ثورا واتيت به الى البطيحة فاستلب مني ولا ادري اين ذهب² اے میرے مولیٰ! میں نے ایک بیل حضور کی نذر کا رکھا تھا اسے بطیح تک لایا وہاں سے میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا معلوم نہیں کہاں گیا، فرمایا: قد وصل اليناها هو تراه³ وہ ہمیں پہنچ گیا یہ دیکھو یہ تمہارے سامنے ہے۔ وہ شخص قدموں پر گر پڑا اور حضرت کے پائے مبارک چوم کر کہا: اے میرے مولا! خدا کی قسم اللہ نے حضرت کو ہر چیز کی معرفت بخشی اور ہر چیز یہاں تک کہ جانوروں کو حضرت کی پہچان کرا دی، حضرت نے فرمایا: هذا ان

¹ بهجة الاسرار شيخ ابو عمرو عثمان بن مرزوق البطائحي مصطفى الباني مصر ۱۵۹

² بهجة الاسرار شيخ ابو عمرو عثمان بن مرزوق البطائحي مصطفى الباني مصر ۱۵۹

³ بهجة الاسرار شيخ ابو عمرو عثمان بن مرزوق البطائحي مصطفى الباني مصر ۱۵۹

الحبيب لا يخفى عن حبيبه شيئاً ومن عرف الله عز وجل عرفه كل شيعي۔ اے شخص! بیشک محبوب اپنے محبوبوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھتا جسے اللہ کی معرفت ملتی ہے اللہ اسے ہر چیز کا علم عطا کرتا ہے۔ پھر بیل والے سے فرمایا: تو اپنے دل میں میرا شاکی تھا اور کہہ رہا تھا کہ میرا بیل تو مارا گیا اور خدا جانے یہ بیل کہاں کا ہے مبادا کوئی اسے میرے پاس پہچان کر مجھے ایذا دے۔ یہ سن کر بیل والا رونے لگا۔ فرمایا: کیا تو نے نہ جانا کہ میں تیرے دل کی جانتا ہوں جا اللہ اس بیل کو تجھ پر مبارک کرے۔ وہ بیل کو لے کر چند قدم چلا اب اسے یہ خطرہ گزرا کہ مبادا مجھے یا میرے بیل کو کوئی شیر آڑے آئے۔ فرمایا: شیر کا خوف ہے؟ عرض کی: ہاں۔ حضرت نے جو شیر سامنے حاضر تھے ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ اسے اور اس کے بیل کو بحفاظت پہنچا دے۔ شیر اٹھا اور ساتھ ہو لیا اس کے پاس سے شیر وغیرہ کو دور کرتا کبھی اس کے داہنے کبھی بائیں کبھی پیچھے چلتا یہاں تک کہ وہ امن کی جگہ پہنچ گیا اور اپنا قصہ حضرت احمد رفاعی سے عرض کیا، حضرت روئے اور فرمایا: ابن مرزوق کے بعد ان جیسا پیدا ہونا دشوار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس بیل میں برکت رکھی کہ وہ شخص بڑا مالدار ہو گیا¹۔

(۱۱) امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شمرانی قدس سرہ الربانی کتاب مستطاب طبقات کبریٰ احوال حضرت سیدی ابوالموہب محمد شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں:

وكان رضى الله تعالى عنه يقول رايته النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال اذ كان لك حاجة و اردت قضاءها فانذر لنفسه الطاهرة و لو فلسافان حاجتك تقضى² یعنی حضرت ممدوح رضى الله تعالى عنه فرمایا کرتے ہیں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور نے فرمایا جب تمہیں کوئی حاجت ہو اور اس کا پورا ہونا چاہو تو سیدہ طاہرہ حضرت نفیسہ کے لئے کچھ نذر مان لیا کرو اگرچہ ایک ہی پیسہ ہو تمہاری حاجت پوری ہوگی۔

یہ ہیں اولیاء کی ندریں، اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ نذر اولیاء کو ما اھلّ بہ لغیر اللہ میں داخل کرنا باطل ہے، ایسا ہوتا تو ائمہ دین کیونکر اسے قبول فرماتے اور کھاتے کھلاتے بلکہ ما اھلّ بہ لغیر اللہ وہ جانور ہے جو ذبح کے وقت تکبیر میں غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔ اب امام الطائفہ اسمعیل دہلوی صاحب کے باپوں کے بھی اقوال لیجئے:

(۱) جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مولوی اسمعیل کے دادا اور دادا استاد اور پردادا پیر انفاس العارفین

¹ بہجة الاسرار شیخ ابو عمرو عثمان بن مرزوق البطائحي مصطفی البابی مصر ص ۱۹۵

² طبقات کبریٰ امام عبدالوہاب الشمرانی

میں اپنے والد ماجد کے حال میں لکھتے ہیں:

<p>حضرت ایثاں قصبہ ڈاسنہ میں حضرت مخدوم الہ دیا کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، رات کا وقت تھا اس وقت فرمایا کہ حضرت مخدوم نے ہماری دعوت کی ہے اور فرمایا ہے کہ کھانا کھا کر جائیں۔ آپ نے دعوت کا انتظار فرمایا یہاں تک کہ رات گزر جانے کی وجہ سے لوگوں کی آمد و رفت بھی ختم ہو گئی، احباب ملول ہوئے، اچانک ایک عورت بیٹھے طعام کا تھا لے نمودار ہوئی اس نے کہا میں نے نذرمانی تھی کہ میرا خاوند جس وقت گھر واپس آئے گا میں اسی وقت طعام پکا کر مخدوم الہ دیا کی درگاہ میں قیام پذیر فقراء میں تقسیم کروں گی، میری خواہش تھی کہ خدا کرے اس وقت رات گئے درگاہ میں کوئی موجود ہوتا کہ طعام تناول کرے اور میری نذر پوری ہو۔ (ت)</p>	<p>حضرت ایثاں در قصبہ ڈاسنہ زیارت مخدوم الہ دیارفتہ بودند شب ہنگام بود در اں محل فرمودند مخدوم ضیافت مای کنندومی گویند چیزے خوردہ رویدتوقف کردندا تا آنکہ اثر مردم منقطع شد و لال بریاراں غالب آمد آنگاہ زنی بیامد طبق برنج و شیرینی بر سر و گفت نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ نشیندگان درگاہ مخدوم الہ دیارسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم۔¹</p>
--	--

(۲) اسی میں ہے:

<p>حضرت ایثاں نے فرمایا کہ فرہادیگ کو ایک مشکل در پیش ہے، اس نے نذرمانی ہے کہ اے باری تعالیٰ اگر یہ مشکل سر ہو جائے تو میں مبلغ اتنے حضرت ایثاں کی خدمت میں ہدیہ دوں گا، وہ مشکل ختم ہو گئی اور اس کے ذہن سے وہ نذر نکل گئی، اس کے بعد اس کے چند گھوڑے بیمار ہو کر قریب المرگ ہو گئے، مجھے جب معلوم ہوا تو میں نے اس کو ایک خادم کے ہاتھ بھیجا کہ اگر گھوڑوں کی خیر چاہتے ہو تو فوراً نذر پوری کرو جو تم نے فلاں جگہ فلاں وقت مانی تھی نذر پوری نہ کرنے کی وجہ سے گھوڑے بیمار ہوئے ہیں، تو وہ بہت نادم ہوا، اور نذر خدمت میں ارسال کردی تو گھوڑے فوراً تندرست ہو گئے۔ (ت)</p>	<p>حضرت ایثاں میفرمودند کہ فرہادیگ را مشکلی پیش افتاد نذر کردم کہ بار خدایا کہ اگر ایں مشکل بسر آید ایں قدر مبلغ بھضرت ایثاں ہدیہ دہم آں مشکل مندفع شد آں نذر از خاطر اورفت بعد چندے اسپ او بیمار شد و نزدیک ہلال رسید برسبب ایں امر مشرف شدم بدست یکے از خادمان گفتہ فرستادم کہ ایں بیماری اسپ عدم وفائے نذرست اگر اسپ خود را میخواہی نذرے راکہ در فلاں محل التزام نمودہ بفرست وے نادم شد و آں نذر فرستاد ہماں ساعت اسپ او شفا یافت۔²</p>
---	---

¹ انفاس العارفین (مترجم اردو) حضرت مخدوم الہ دیاہ المعارف گنج بخش روڈ لاہور ص ۱۱۲

² انفاس العارفین (مترجم اردو) منکر سے بزور نذر وصول کی المعارف گنج بخش روڈ لاہور ص ۱۲۸

(۳) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

<p>حضرت امیر (علی کرم اللہ وجہہ) اور ان کی اولاد پاک کو تمام امت پیروں اور مرشدوں کی طرح سمجھتی ہے اور تکوینی امور فاتحہ، درود، صدقات اور نذر و نیازان کے نام سے رائج ہیں اور معمول بنا ہوا ہے، چنانچہ تمام اولیاء کرام سے یہی معاملہ ہے کہ ان کے نام پر نذر و نیاز، فاتحہ، درود، عرس اور مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔ (ت)</p>	<p>حضرت امیر و ذریعہ طاہرہ اور اتمام امت برمثال پیروں و مرشدان می پرستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند و فاتحہ و درود صدقات و نذر بنام ایشان رائج و معمول گردیدہ چنانچہ باجمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است فاتحہ و درود و نذر و عرس و مجلس^۱</p>
--	---

فوائد عظیمہ جلیلہ

مسلمان دیکھیں دونوں شاہ صاحبوں کی ان تینوں عبارتوں سے کتنے جلیل و جمیل وہابیت کش فائدے حاصل ہوئے، واللہ الحمد:

(۱) اولیاء کا اپنے حاضرین مزارات پر مطلع ہونا (۲) ان سے کلام فرمانا کہ جب حضرت مخدوم الہ دیا قدس سرہ کے مزار شریف پر شاہ ولی اللہ صاحب کے والد عبدالرحیم صاحب حاضر ہوئے حضرت نے مزار شریف سے ان کی دعوت کی اور فرمایا کچھ کھا کر جانا (۳) اولیاء کرام کا بعد وفات پر غیبوں پر اطلاع پانا کہ حضرت مخدوم قدس سرہ کو معلوم ہوا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کے آنے پر ہماری نذر مانی ہے اور یہ آج اس کا شوہر آئیگا اور یہ کہ عورت اسی وقت ہماری نذر کے چاول اور شیرینی حاضر کرے گی (۴) اولیاء کی نذر (۵) مصیبت کے وقت اس کے دفع کو اولیاء کی نذر مانی (۶) ان کی نذر مان کر پوری نہ کرنے سے بلا آنا اگرچہ وہ پورانہ کرنا بھول جانے سے ہو (۷) اس نذر کے پورا کرتے ہی فوراً بلا کا دفع ہونا کہ فرہاد بیگ نے کسی مشکل کے وقت شاہ ولی اللہ صاحب کے والد کی نذر مانی پھر یاد نہ رہی، گھوڑا مرنے کے قریب پہنچ گیا، شاہ صاحب کو معلوم ہوا کہ اس پر یہ مصیبت ہماری نذر پوری نہ کرنے سے ہے، اس سے فرما بھیجا کہ گھوڑا بچانا چاہتے ہو تو ہماری منت پوری کرو، اس نے وہ نذر پوری کی گھوڑا فوراً اچھا ہو گیا (۸) فاتحہ مروّجہ (۹) عرس اولیاء (۱۰) ان سب سے بڑھ کر یہ پانچ بھاری غضب کہ پیر پرستی (۱۱) مولیٰ علی وائمہ اطہار کی بندگی (۱۲) اس پر ستاری و بندگی پر تمام امت مرحومہ کا اجماع (۱۳) فح، نکست، تندرستی، دولت مند، تنگدستی، اولاد ہونا نہ ہونا، مراد ملنا نہ ملنا، اور ان کے مثل احکام تکوینیہ کا مولیٰ علی و

^۱ تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم درامامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۳

ائمہ اطہار و اولیائے کرام سے وابستہ ہونا (۱۴) اس وابستہ جاننے پر امت مرحومہ کا اجماع ہونا۔ وہ سات بڑے شاہ صاحب کے کلام میں تھے یہ بھاری پتھر چھوٹے شاہ صاحب کے کلام میں ہیں۔ اب اسمعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان و ایضاح الحق اور گنگوہی صاحب کی براہین قاطعہ و غیر باخراقاتِ وہابیہ سے ان ۱۴ کو ملا کر دیکھئے دونوں شاہ صاحب معاذ اللہ کتنے بڑے کٹے پکے مشرک، مشرک مگر ٹھہرتے ہیں مگر ان کا مشرک ہونا آسان نہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ (۱۵) بھاری فائدہ حاصل ہوگا کہ اسمعیل دہلوی و گنگوہی و تھانوی اور سارے کے سارے وہابی سب مشرک کافر ہیں کہ اسمعیل دہلوی ان دو مشرکوں کا غلام، ان کا شاگرد، ان کا مرید، ان کا مداح، ان کو امام و ولی چنیں و چناں جاننے والا۔ اور گنگوہی و تھانوی اور سارے کے سارے وہابی ان دو تقویۃ الایمانی دھرم پر مشرکوں اور اس تیسرے قرآنی دھرم پر بددین گمراہ کو ایسا ہی جاننے والے اور جو ایسوں کو ویسا جانے وہ خود مشرک کافر بے دین والحمد للہ رب العالمین ہے۔ کسی وہابی گنگوہی تھانوی دہلوی امر تسری بنگالی بھوپالی وغیر ہم کے پاس اس کا جواب یا آج ہی سے وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُورُونَ ﴿۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْصَرُونَ ﴿۲﴾ بَلْ هُمْ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴿۳﴾ (انہیں روکوان سے پوچھنا ہے تمہیں کیا ہوا اب ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے بلکہ اب وہ گردن ڈالے ہیں۔ ت) کا ظہور بے حجاب کَذَلِكَ الْعَذَابُ ۱ وَالْعَذَابُ الْآخِرَةُ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۲﴾ (عذاب ایسا ہوتا ہے اور بیشک آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے کاش وہ جانتے۔ ت) یہاں سے ظاہر ہو گیا کہ اس مجموعہ خطب کے اشعار موافق اہلسنت نہیں، اور برکات الامداد کی وہ عبارت متعلق بہ استمداد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ القرآن الکریم ۷۳/۲۶۲۳

^۲ القرآن الکریم ۶۸/۳۳

باب الكفارة (کفارے کا بیان)

مسئلہ ۲۵۰: ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ

<p>دین کے حامی اور شرع کے مفتی کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید نے شراب نوشی سے توبہ کی اور چار حضرات کے سامنے اس نے قرآن پاک اٹھا کر قسم کھائی کہ میں شراب نوشی نہیں کروں گا۔ لوگوں نے اس سے استفسار کیا تو اس نے اپنی توبہ اور قسم کا اقرار کیا، اس کے بعد زید سے یہ برا فعل سرزد ہوا یعنی اس نے دوبارہ شراب نوشی کی، اب سوال ہے کہ زید اس گناہ سے کس طرح بری ہو سکتا ہے اور اس کو کیا کفارہ دینا چاہئے؟</p> <p>(ت)</p>	<p>چہ می فرمائید حامیان دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید از شراب خوری توبہ کرد و مواجہہ چار کس کلام اللہ شریف را برداشتہ قسم خورد کہ شراب را نوش نکنم و بار دیگر شخصاً دریافت کرد زید از توبہ و از قسم اقرار کرد بعدہ از زید فعل شنج سرزد شد یعنی شراب بخورد و چہاں زید ازیں گناہ بری خواہد شد چہ کفارہ باید داد؟</p>
---	--

الجواب:

<p>شرع مطہر میں کفارہ اس گناہ کا ہوتا ہے کہ وہ برائی میں حد سے بڑھ کر نہ ہو، اور جو شخص اپنے گناہ میں حد سے تجاوز کر جائے تو وہ کفارہ سے پاک نہیں ہو سکتا</p>	<p>در شرع مطہر کفارہ مرگناہ ہے را باشد کہ در شاعت از حد نگرزد و ہر چہ قبض از حد گزشت تطہیر بکفارہ را نپذیرد و بے توبہ صادقہ حکم ببحویتش</p>
---	---

اور جب تک وہ صدق دل سے توبہ نہ کرے تو اس گناہ سے پاک نہیں ہو سکتا، جیسا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں یا بہن سے تشبیہ دے تو اس کا کفارہ ہے اور کفارہ کے بعد بیوی اس کے لئے حلال ہو جاتی ہے لیکن اگر کوئی شخص اپنی ماں یا بہن کو اپنی بیوی بنا لے تو اس جرم کا کوئی کفارہ نہیں ہے بلکہ اس پر صدق دل سے توبہ لازم ہے اگر یہاں زید نے قرآن اٹھا کر قرآن کے نام سے قسم کھائی یا اللہ تعالیٰ جل و علا کے نام سے قسم کھائی اور زبان سے ادا بھی کی ہو تو اس پر دو چیزیں لازم ہیں، ایک یہ کہ وہ قسم پر قائم نہ رہا بلکہ قسم توڑ دی ہے اس لئے اس پر کفارہ لازم ہے اور وہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو لباس پہنانا ہے اور اگر کوئی ان مذکورہ امور پر قادر نہ ہو تو پھر تین روزے مسلسل رکھنے ہوں گے۔ دوسری چیز کہ اس نے قرآن مجید اٹھا کر قسم کھائی ہے اور بہت سخت معاملہ ہے کہ قرآن اٹھا کر اس نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پھر سے شراب نوشی کی ہے جس سے قرآن پاک کی توہین تک معاملہ پہنچا اور قرآن کے عظیم حق کی پامالی کی ہے تو اس سخت کارروائی پر کفارہ نہیں ہے بلکہ اس کے لئے اس پر لازم ہے کہ فوراً توبہ کرے اور اس برے فعل کو آئندہ نہ کرنے کا پختہ قصد کرے ورنہ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے درد ناک عذاب اور جہنم کی آگ کا انتظار کرے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور اگر زبان سے قسم ادا نہیں کی بلکہ اسی قرآن اٹھانے کو قسم قرار دیا تو اس قسم کا

صورت نگیر دآں چنانکہ اگر کسی زن خود را بمادر و خواہر خویش تشبیہ دهد اور کفارہ است کہ بعد ادالیش قربت زن برو مباح گردد فلما آنکہ مادر و خواہر خود رازن خود سازد این جرم راپیچ کفارہ نیست جز آنکہ بتوبہ صادقہ گراید اینجا اگر مصحف کریم برداشته سو گند بنام او یا بنام حضرت عزت جل و علی نیز بر زبان آورد پس دو چیز باشد یکی نیز سو گند چوں برو قائم نماند کفارہ اش یک غلام آزاد کردن یا ده مسکین رادو وقت طعام خوراندن یا ده مسکین راجامہ پوشاندن و ہر کہ بر پیچ ازیننا قادر نباشد سه روزہ پے در پے دارد۔ دوم تاکیدش بہ برداشتن مصحف کریم، و این امرے عظیم بود بعد اوباز بر آں عمل ناپاک اقدام نمودن منجر بتوہین مصحف شریف و استخفاف بحق عظیم اوست و این سخت تر کارے است و اورا صلا کفارہ نیست جز آنکہ زود بتوبہ صادقہ گردید و از اں فعل شنیع بعزم صحیح باز آید ورنہ منتظر باید بود عذابے الیم و نارحیم والعیاذ باللہ تعالیٰ، اگر توبہ نکند نیز آنکہ شراب نگزارد اور اباید باہر جام ناپاک شراب جامے از ریم وزرد آب نیز خوردہ باشد تا خوگر شود زیرا کہ شراب خور رانا گزیر است در جہنم از ریم فرج زناں زانیہ خوردن چوں آتش در زناں زانیہ درگیرد و از بدترین جاہائے آنا ناں

<p>وہی حکم ہے کہ اس پر کفارہ نہیں بلکہ عذاب الیم کا انتظار کرے، توبہ نہ کرنے پر اور شراب نہ چھوڑنے پر اس کو چاہئے کہ اسی ناپاک جام کو گندی پیپ سے بھر کر پئے تاکہ اس گندگی کا عادی ہو جائے، کیونکہ شراب نوشی کرنے والے کے لئے زانی عورتوں کی شرمگاہ سے نکلی ہوئی پیپ او غلیظ گندے پانی کو جہنم میں پینا لازمی سزا ہوگی کہ جہنم کی آگ سے زانیہ عورتیں جل کر ان کے بدن کی بدترین جگہ شرمگاہ سے جو پیپ نکلے گی شراب نوشی کرنے والا اپنی شراب کی عادت کے مطابق اس پیپ کو پئے گا، اس سزا سے وہ بچ نہ سکے گا، جیسا کہ کثیر احادیث میں بیان ہوا ہے،</p> <p>والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>واگر سو گندہ برزباں نژادہ است سائل ہمیں مصحف برداشتن را سو گند خواندہ است حکمش ہمیں ست کہ کفارہ نیست و عذاب الیم را انتظار کرد دریم بر آرد آدمی ہر قدر کہ شراب خوردہ باشد ہماں قدر ازاں ریم وزرد آب فروج زانیات باں شراب خور خوراند زینہار ازو مفر نیابد چونکہ در احادیث کثیرہ ارشاد فرمودہ اند، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

۱۸/شوال ۱۳۳۴ھ

مسئلہ ۲۵۱: از فرخ آباد مسئولہ شمس الدین احمد شنبہ

جھوٹی قسم خدا کی کھانا کیا کفارہ دینا چاہئے، اگر ایک ہی وقت میں کئی مرتبہ جھوٹی قسم خدا کی کھائے تو ایک کفارہ دے یا ہر ایک قسم کا علیحدہ علیحدہ؟ فقط۔

الجواب:

جھوٹی قسم گزشتہ بات پر دانستہ، اس کا کوئی کفارہ نہیں، اس کی سزا یہ ہے کہ جہنم کے کھولتے دریا میں غوطے دیا جائے گا، اور آئندہ کسی بات پر قسم کھائی اور وہ نہ ہو سکی تو اس کا کفارہ ہے ایک قسم کھائی تو ایک اور دس تو دس۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



کتاب الحدود والتعزیر

(حدود اور تعزیر کا بیان)

مسئلہ ۲۵۲: ۱۸ محرم ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا یہ بیان ہے کہ زید نے مجھ سے زنا بالجبر کیا، گواہ معاینہ کا کوئی نہیں، اور یہ بیان اس عورت کا ہے کہ جس مکان میں واقعہ مذکور گزرا ہے اس میں سوائے میرے اور زید کے اور کوئی موجود نہ تھا، زید کا انکار ہے کہ میں نے زنا نہیں کیا البتہ تہدید کے لئے عورت مذکور کو سخت اور سست کہا تھا، اور وہ تہدید یہ تھی یعنی صبح کو جس وقت زید پانی بھرنے کو اپنے ٹھکانوں میں جانے لگا تو زید نے اس عورت کو خواب سے بیدار کیا کہ ہوشیار ہو جا ایسا نہ ہو کہ کوئی آوارہ آدمی کوئی چیز اٹھالے جائے، جب زید پانی بھر کر لوٹ آیا تو عورت مذکور کو سوتا پایا تو اس نے ایک لات چار پائی اس عورت میں ماری کہ ابھی تک غافل سو رہی ہے کوئی مال اٹھالے جاتا تو کیا ہوتا، اور زید نے سخت اور سست بھی کہا، اس پر اس نے شور مچایا اور زید کو مستم بالزنا بالجبر کیا، آیا اس بارے میں بلحاظ واقعات صدر قول عورت قابل اعتبار ہے یا نہیں؟ اور دو شخص جن میں ایک مسلمان اور دوسرا ہندویہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے یہ سنا کہ مکان میں سے آواز آتی ہے کہ یہ شخص میری آبرو اتارے لیتا ہے، بیینوا تو جروا۔

الجواب:

اس عورت کا قول ہرگز قابل اعتبار نہیں، بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اسے جھوٹ و بہتان سمجھے اور مسلمان کے ساتھ نیک گمان کرے، جو لوگ اس بارے میں زنِ مذکورہ کو سچا جانیں گے وہ بھی سخت گناہگار اور اس مرد کے حق میں گرفتار ہوں گے، شریعت کا حکم یہ ہے یا تو وہ چار گواہ مسلمان ثقہ پر بیہزگار قابل شہادت زنا سے ثابت کرادے کہ وہ اس وقت خاص میں اس مکان معین میں اس مرد کا اس عورت کے ساتھ زنا کرنا اور اپنا کچشم خود اس کے بدن کو اس کے بدن میں سرمہ دانی میں سلانی کی طرح دیکھنا بیان کریں جب تو عورت اس الزام سے بری ہوگی اور مرد پر زنا کی حد آئے گی، ورنہ عورت کو اسی کوڑے لگائے جائیں گے، اور جو لوگ اس کا بیان سچا مان کر مرد پر یہ تہمت کریں گے وہ بھی اسی کوڑے کھائیں گے۔ یہ سب حکم خود قرآن مجید میں مذکور۔ اس ملک میں کہ حد شرع جاری نہیں اتنا فرض ہے کہ مسلمان اس عورت کو جھوٹا کذاب اور ناحق افتراء باندھنے والی سمجھیں، پس مسلمان اس سے توبہ کرائیں اور وہ مجمع میں اپنے آپ کو جھٹلائے، اگر نہ مانے تو اسے چھوڑ دیں کہ وہ سخت گناہ کی مرتکب ہوئی، اور ان دو گواہوں کی گواہی عورت کو کچھ بھی مفید نہیں کہ اول فقط ایک گواہ ہے، کافر کی گواہی کچھ مقبول نہیں دوسرے وہ اپنی آنکھوں کا دیکھا کچھ نہیں کہتے، تیسرے سننے میں بھی فقط اس عورت کی آواز بیان کرتے ہیں، یہ خود مدعیہ ہے، مدعی کا قول مسموع نہیں، چوتھے آبرو اتارنا کچھ خاص زنا کرنے ہی کو نہیں کہتے مارنے پیٹنے یا مار پیٹ کا قصد کرنے پر بھی ایسا کلمہ کہا جاتا ہے، غرض گواہی محض مہمل ہے اور عورت کا قول سراسر باطل، اور مرد الزام سے بالکل بری، اور عورت پر جھوٹی تہمت کا الزام قائم اور اس پر اس سخت گناہ سے توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۵۳: ۶ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی بے دیکھے کسی مسلمان پر تہمت لگائے کہ اس نے اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کیا اور اس شخص پر نہ کوئی ثبوت ہے نہ گواہی تو ایسی تہمت لگا کر بدنام کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

سخت حرام قطع گناہ کبیرہ ہے، ایسی تہمت رکھنے والا اللہ تعالیٰ کے بڑے عذاب کا مستحق ہوتا ہے، اللہ عزوجل نے حکم فرمایا کہ ایسے شخصوں کو اسی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی نہ سنو اور وہ فاسق ہیں، یہاں کوڑے تو نہیں لگا سکتے لہذا اسی قدر کریں کہ جب تک وہ تہمت رکھنے والا مجمع میں توبہ نہ کرے اور

صاف صاف اس اپنی ناپاک گفتگو سے باز نہ آئے اس وقت تک مسلمان اس سے ملنا جلنا، اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا، اس کی شادی بیاہت میں شریک ہونا، اپنی شادی بیاہت میں اسے شریک کرنا ایک قلم چھوڑیں کہ وہ اس تہمت کے اٹھانے سے ظالم ہے، اور ظالم کے پاس بیٹھنے کو قرآن مجید میں منع فرمایا، اور ایسی تہمت کا ثبوت کسی گواہی سے ہرگز نہیں ہو سکتا جب تک چار مرد نمازی پر ہیزار گارثقہ متقی جو نہ کوئی گناہ کبیرہ کرتے ہوں نہ کسی گناہ صغیرہ پر اصرار رکھتے ہوں نہ کوئی بات خلاف مردّت چھچھوڑے پن (جیسے سر بازار کھانا کھانا یا شارع عام پر سب کے سامنے پیشاب کرنا) کی کرتے ہوں ایسے اعلیٰ درجہ کے متقی مہذب بالاتفاق ایک وقت ایک مکان میں اپنی آنکھ سے دیکھنا بیان کریں کہ ہم نے اس کا بدن اس کے بدن کے اندر خاص اس طرح دیکھا جیسے سرمہ دانی میں سلائی، اگر ان امور سے ایک بات بھی کم ہوگی مثلاً گواہ چار سے کم ہوں یا چوتھا شخص اس اعلیٰ درجہ کا نہ ہو یا ہوں تو سب اعلیٰ درجہ کے اور چار پانچ نہیں بلکہ دس بیس مگر ان میں مرد تین ہی ہوں باقی عورتیں یا کچھ گواہ آج کا واقعہ بیان کریں کچھ کل کا، یا کچھ کہیں ہم نے اس مکان میں دیکھا کچھ کہیں دوسرے میں، یا یہ سب باتیں جمع ہوں اور تین گواہ صاف صاف یہ بھی گواہی دے چکے ہوں کہ ہم نے اس کا ذکر اس کی فرج داخل میں اسی طرح دیکھا جیسے سرمہ دانی میں سلائی، مگر چوتھا اتنا کہے میں نے اس کا برہنہ ذکر اس کی برہنہ فرج کے منہ پر رکھا دیکھا مثلاً نصف حشفہ تک اندر کیا ہوا دیکھا، تو ان سب صورتوں میں یہ گواہیاں مردود اور وہ تہمت باطل اگرچہ اس قسم کی سو دو سو گواہیاں گزریں اصلاً ثبوت نہ ہوگا بلکہ تہمت کرنیوالے زنا کی گواہی دینے والے خود ہی سزا پائیں گے یہ سب احکام قرآن مجید و حدیث شریف و کتب فقہ میں صاف مذکور۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۴: از برودہ گجرات کلاں محلہ بھوتنے کا جھاپہ نظام پورہ مرسلہ امر او بانی بنت غلام حسین حالہ ۱۶/۱۲ رجب ۱۳۳۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو ایک آدمی اور ایک عورت کے ہمراہ کسی کام ضروری کے لئے کہیں بھیجا، بعد واپس آنے کے نان و نفقہ موقوف کر دیا کچھری گائی کوڑی میں مقدمہ ہے کچھری کہتی ہے کہ نان و نفقہ کیوں نہیں دیتا، خاوند کہتا ہے بغیر حکم میرے کیوں گئی، عورت نے گواہ شاہد قولی پیش کئے کہ اس نے عورت کو جانے کے لئے حکم دیا عورت کہتی ہے کہ مجھے میرے خاوند نے بہتان لگایا میری آبرولی، جو شخص اپنی عورت کی آبرو لے شریعت میں اس کی کیا سزا ہے؟ فریبی دعا باز و جلساز کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

بہتان اٹھانا، ناجائز طور پر آبرو لینا، جعل دعا فریب یہ سب باتیں گناہ ہیں خواہ اپنی عورت کے ساتھ

ہوں خواہ کسی کے ساتھ، اور ان گناہوں کے لئے شرع نے کوئی حد مقرر نہ فرمائی تو ان میں سزائے تعزیر ہے جس کا اختیار حاکم شرع کو ہے، جو سزا مناسب دے، مگر مارے تو انتالیس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے، اور امام ابو یوسف کے نزدیک چھپتر، اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اشباہ میں ہے:

ضابطۃ التعزیر کل معصیۃ لیس فیہا حد مقدر ففیہ التعزیر ¹ ۔	ضابطہ تعزیر یہ ہے کہ جس گناہ کے لئے کوئی حد مقرر نہ ہو اس پر تعزیر ہے۔ (ت)
---	--

اسی میں ہے:

من اذی غیرہ بقول او فعل یعزر کذا فی التاتار خانیۃ ² ۔	جس نے کسی دوسرے کو اپنے عمل یا قول سے اذیت دی تو اس پر تعزیر ہے، جیسا کہ تاتار خانیہ میں ہے (ت)
--	---

در مختار میں ہے:

التعزیر لیس فیہ تقدیر بل ہو مفضو الی رأی القاضی ³ ۔	تعزیر میں سزا مقرر نہیں ہے بلکہ وہ قاضی کی رائے پر موقوف ہے۔ (ت)
--	--

اسی میں ہے:

اکثرۃ تسعة وثلاثون سوطا لو بالضرب ⁴ ۔	تعزیر زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑے ہیں، یہ سزا مارنے کی ہے۔ (ت)
--	--

پھر یہ حکم بہتان زنا کے سوا اور بہتانوں میں ہے اور اگر مرد اپنی عورت کو صاف زنا کی تہمت لگائے خواہ بالقصد تہمت لگانا ہی منظور ہو یا جس طرح بیباک عوام میں کچھ لفظ دشنام کے رائج ہیں کہ غصہ میں زبان سے نکالتے ہیں اور ان کے معنی میں صراحتاً نہ لگا۔۔۔۔۔ (جواب ناقص ملا)

مسئلہ ۲۶۴۵ تا ۲۶۴۶: از نیپال گنج بازار ڈاک خانہ روپی ڈیہہ ضلع بہرائچ مسئلہ مولوی حبیب اللہ محبوب علی شاہ دو شنبہ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک محسن مرد اور محسنہ عورت بعلت زنا مشتہر ہو کر دونوں نے جملہ عام اقرار زنا کیا گو موقعہ کے

¹ الاشباہ والنظائر کتاب الحدود والتعزیر ادارة القرآن کراچی ۲۸۵/۱

² الاشباہ والنظائر کتاب الحدود والتعزیر ادارة القرآن کراچی ۲۸۴/۱

³ در مختار باب التعزیر مطبع مجتہبائی دہلی ۳۲۶/۱

⁴ در مختار باب التعزیر مطبع مجتہبائی دہلی ۳۲۶/۱

یعنی شاہد نہیں ملے مگر تحقیقات سے رموز زنا اور زانیہ کے پیام و سلام قول و قرار کے ثبوت بھی ملے۔

(۲) اب یہ عقد فسخ ہوئے یا قائم رہے؟

(۳) اور عورت زانیہ کے شوہر کو اسے طلاق دینا لازم ہے یا نہیں؟

(۴) اگر لفظ طلاق نہیں کہا اور طلاق نامہ لکھ کر دے دیا جس کی نقل منسلکہ استفتاء ہذا ہے جس روز سے یہ تحریر دی ہے اس روز

سے مواجہہ نہیں ہوا ایک روز قبل نماز جمعہ میں زانیہ کے شوہر نے طلاق بائنہ کا اقرار کیا لہذا یہ طلاق بائنہ ہوئی یا نہیں؟

(۵) اگر عورت مطلقہ نے خود طلاق مانگی تھی اور عدت بھی توڑ دی ہے اس صورت میں اب زانیہ کے شوہر کو مہر و مصارفِ

عدت ادا کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۶) اور ایسے زانی و زانیہ کی اگرچہ شرعی سزا دینا یہاں پر اس وقت غیر ممکن ہے تو حاکم وقت مقامی سے حسب قانون حکومت

سزائے زنا دلانے کا عذر دار ہونا لازم ہے یا نہیں؟

(۷) مرد محسن زانی کا بھی عقد فسخ ہوا یا نہیں؟

(۸) ایک گروہ کثیر نے مرد محسن زانی کے ساتھ میل جول و حقہ پانی ترک کر دیا ہے لیکن چند اشخاص نے جن میں سے صرف

دو شخص خواندہ عقائد وہابیہ دیوبندیہ اور ایک شخص خواندہ اہلسنت و جماعت جو کہ اشخاص عقائد وہابیہ مذکورہ کا صرف ہم مشرب ہے

بقیہ اشخاص ناخواندہ ہیں انہوں نے زانی و زانیہ کو توبہ کر کے میل جول حقہ پانی دے کر ہم پیالہ وہم نوالہ ہو گئے ہیں بدیں باعث

بڑے گروہ نے ان سب کا بھی میل جول حقہ پانی ترک کر دیا ہے یہ ترک کرنا جائز ہے یا نہیں، اور یہی چند اشخاص اس زنا کے

محرم معلوم ہوتے ہیں۔

(۹) شوہر زانیہ کا پیش امام جامع مسجد و مدرس مدرسہ اسلامیہ ہے اس واسطے تنبیہ ان زانی اور زانیہ کی موافق رسم و رواج حال کی

کیا سزا ہونی چاہئے؟

(۱۰) اور زانی و زانیہ کے شریک داران مذکورہ بھی کسی قسم کی سزا کے مستوجب ہیں یا نہیں؟ بینونا تو جوامع الکتاب۔

نقل طلاق نامہ: منکوحہ جواد ولد حسین علی متوطن لکھنؤ ساکن نیپال گنج، جو کہ مسماۃ منیرا نو مسلم میرے عقد و نکاح میں نوسال

سے تھی اب مسماۃ مذکورہ کی بد چلنی ثابت ہونے سے اور زبانی خود سے تعلق بے جا کے اقرار سے میں طلاق اس کے طلب برضا

و رغبت طلاق دیتا ہوں اور یہ چند کلمہ بطریق طلاق نامہ کے لکھ دئے کہ سندر ہے اور وقت پر کام آئے۔ العبد محمد جواد بقلم

خود۔ گواہ شد نور محمد بقلم خود۔ مورخہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۷ اگست ۱۹۵۷ء بمواجہہ فقیر بخش و بدلو و منے للہ وغیر ہم

کے یہ تحریر لکھی گئی۔

الجواب:

(۲۱) ایسی بازاری باتوں سے زنا کا ثبوت نہیں ہو سکتا جب تک کافی شہادت شرعیہ یا کافی اقرار زانی یا زانیہ نہ ہو، اور اگر زنا ثابت بھی ہو تو اس سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا مگر ایسا زنا جس سے مصاہرت ثابت ہو جیسے شوہر کے باپ یا بیٹے سے کہ اس صورت میں البتہ نکاح فاسد ہو جاتا ہے۔

(۳) زانیہ کو طلاق دینا شوہر پر لازم نہیں۔ درمختار میں ہے:

لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة ^۱ ۔	فاجره عورت کو طلاق دینا خاوند پر واجب نہیں ہے (ت)
---	---

(۴) طلاق جس طرح زبان سے ہوتی ہے اسی طرح قلم سے، جبکہ بلا مجبوری شرعی لکھا ہو، اشباہ میں ہے الکتاب کا خطاب^۲ (تحریر بھی خطاب کی طرح ہوتی ہے۔ ت) طلاق نامہ سے طلاق رجعی ثابت ہوتی ہے، لیکن شوہر نے اگر طلاق بائن کا اقرار کیا تو بائن ہو گئی۔

(۵) مہر بہر حال دینا ہو گا اور عورت پر فرض ہے کہ عدت اسی مکان میں پوری کرے۔

قال الله تعالى لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن إلا أن يأتين بفأحشئ مبینة ^۳ ۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم بیویوں کو گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں الا یہ کہ وہ کھلے بندوں فحش کاری کریں۔ (ت)
--	--

اس حالت میں تاختم عدت شوہر پر لازم ہو گا کہ اسے نفقہ دے۔

(۶) ہر گز نہیں، سزا وہی ہے جو مطابق شرع ہے اور اس کے خلاف کی خواستگاری ناجائز۔

قال الله تعالى ومن لم يحكم بينا انزل الله قائلهم الظالمون ^۴ ۔ وقال الله تعالى وقد اموءا ان يكفروا به ^۵ ۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے پر حکم نہ کریں تو وہ لوگ ظالم ہیں۔ (ت) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کو حکم دیا گیا کہ اس سے انکار کریں۔ (ت)
--	---

(۷) زانی کے نکاح پر زنا سے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا مگر یہ کہ اس سے مصاہرت ثابت ہو جیسے اپنی

^۱ درمختار کتاب النکاح ۱۹۰/۱، کتاب الحظر والاباحت ۲۵۳/۲، مجتہبائی، دہلی

^۲ الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الكتابہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۹۶/۲ ۵۹۷

^۳ القرآن الکریم ۱/۶۵

^۴ القرآن الکریم ۲۵/۵

^۵ القرآن الکریم ۶۰/۴

زوجہ کی ماں یا بیٹی سے۔

(۸) اگر ان لوگوں نے زانی و زانیہ کی توبہ کے بعد ان سے میل جول کیا ہے تو ان پر اس سے کچھ الزام نہیں اور اس بنا پر ان کا حقہ پانی بند کرنا ناجائز ہے، اور اگر بغیر توبہ کے میل جول کر لیا تو بیجا کیا اس حالت میں بطور تنبیہ انکا حقہ پانی بند کرنے میں حرج نہیں، توبہ کے لئے اولیاء کا مواجہہ ضرور نہیں، ہاں بنظر حق العبدان کی معافی کی ضرورت ہے مگر بغیر اس کے جتنی توبہ کی ہے وہ بھی نامعقول سمجھی جائے، یہ محض باطل ہے۔ دیوبندی عقیدے والے خود مرتد ہیں اور ان سے میل جول مطلق حرام۔ اس واقعہ پر اس کو بنا کر ناوریہ نہ ہوتا تو ان سے میل جول رکھنا جہل و ضلالت ہے، یونہی وہ جو دیوبندیہ سے میل جول رکھتا ہوا گرچہ اپنے آپ کو سنی کہتا ہو سخت فاسق ہے اور مسلمانوں کو اس سے قطع تعلق لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ظالم لوگوں کی طرف میلان نہ کرو ورنہ تمہیں آگ چھولے۔ (ت)	قال الله تعالى وَلَا تَوَكَّلُوا إِلَى الْبَيْنِ ظَلَمُوا فَمَا تَسْكُمُ النَّارُ ¹
---	--

(۹) یہاں ترک تعلق کے سوا کوئی سزا جاری نہیں ہو سکتی اور زنا نے زن سے شوہر پر کچھ الزام نہیں جبکہ وہ اس پر راضی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کوئی جان دوسرے کا بوجھ (گناہ) نہ اٹھائے گی (ت)	قال الله تعالى وَلَا تَزِمُوا زِمًا وَذُرًّا أَخْرَى ²
---	---

(۱۰) اگر وہ زنا میں ساعی تھے یا بعد زنا بلا توبہ انکے حامی ہوئے تو بھی مستحق سزائے شرع ہیں ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۵: ۲۸ صفر ۱۳۱۱ھ

چہ می فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں معنی کہ مثلاً زید کہ با خالد دوستی دارد و بازن او مرتکب فعل زنا شد و خالد ازین امر کہ مکروه تر و ناپسندیدہ تر نزد او بود و ادار تفضیح در سوائے زید نشدہ و بدیں سبب کہ دوست او بود اور انزد قاضی برائے مواخذہ و اجرائے حد شرع نہ برد بلکہ چشم پوشی کرد	علماء دین و مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید خالد کا دوست تھا اور اس کی بیوی سے زید نے زنا کیا تو خالد اس بدترین فعل کے باوجود زید سے رواداری کرتے ہوئے اس کی ذلت و رسوائی کے درپے نہ ہوا اور دوستی کی وجہ سے قاضی کے ہاں مواخذہ اور شرعی حد کے لئے اس کو پیش نہ کیا بلکہ چشم پوشی
--	--

¹ القرآن الکریم ۱۳/۱۱

² القرآن الکریم ۷/۱۶۳ و ۱۸/۳۵

بکراہت تمام، وبہمیں اکتفا کرد کہ الان اور ازدوستی خود خارج کرد و زن خود را طلاق داد یا در صورتیکہ این زن توبہ کرد اور ازدوجیت خود خارج نکرد پس این چشم پوشی خالد کہ نسبت زید واقع شد چہ گوئہ است آیا داخل احسان و مروت است یا نہ؟ بینوا توجروا۔	سے کام لیا اور انتہائی ناراضگی کے باوجود صرف اتنا کیا کہ اب زید سے دوستی ختم کردی اور اپنی بیوی کو طلاق دے دی، یا بیوی کی توبہ پر اس کی زوجیت سے خارج نہ کیا، زید کے بارے میں خالد کی یہ چشم پوشی کیا حیثیت رکھتی ہے؟ کیا اسے احسان و مروت قرار دیا جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (ت)
---	--

الجواب

بہ نسبت زید احسان بودنش خود پیدا است و اگر باوصف غیرت محمودہ شرعیہ محض بہ نیت پردہ پوشی مسلمانان صبر و ستر پیش گرفت خود را داخل فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ¹ است۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔	زید پر احسان ہونے میں کیا شک ہے اور اگر شرعی طور پر پسندیدہ غیرت رکھتے ہوئے مسلمان کی پردہ پوشی کی نیت سے صبر کرتے ہوئے درگزر کیا تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں داخل ہے "جس نے معاف کیا اور اصلاح کی کوشش کی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے کرم پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	--

مسئلہ ۲۶۶: از بیستا کلاں پر گنہ نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ سید زائر حسین ٹھیکیدار ۲۲ شعبان ۱۳۳۷ھ السلام علیکم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت قبل شوہر کسی غیر مرد سے اپنے خاوند کے نزدیک مشکوک ہوئی اور مرد کہتا ہے کہ میں نے فعل حرام کیا اور عورت کہتی ہے کہ نہیں، لہذا دو شخص مسلمان ہیں، فاعل از روئے حلف کہتا ہے کہ میں فعل شنیعہ کا مرتکب ہوا اور مفعول کہتا ہے کہ نہیں بلکہ اس کا ایسا ارادہ تھا چونکہ مطلب برآری نہیں ہوئی بدیں وجہ ناحق الزام لگاتا ہے، اب ایسی صورت میں جب فاعل مفعول دونوں محلف بکلام الہی ہیں تو کس کا اعتبار کیا جائے، میرے نزدیک دونوں شخص مکر کے پھرتے ہیں اور دونوں حلف اٹھاتے ہیں ایسی صورت میں فاعل سچا یا مفعول سچا یا کیا؟

الجواب:

وعلیکم السلام، وہ مرد عورت دونوں اپنے اپنے حق میں سچے مانے جائیں گے اور دوسرے کے

¹ القرآن الکریم ۴۰/۴۲

حق میں جھوٹے، عورت جو انکار کرتی ہے سچ کہتی ہے اسے جو فقط بر بنائے قول مرد، زنا کی تہمت لگائے سخت گنہگار اور اسی کوڑوں کا سزاوار ہوگا۔ مرد جو اپنے زنا کا اقرار کرتا ہے اسے زانی مانا جائے گا، اسلامی سلطنت ہوتی تو سزا پاتا، اب اسی قدر ہو سکتا ہے کہ اسے برادری سے خارج کیا جائے، مسلمان اس سے میل جول چھوڑ دیں جب تک علانیہ توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۷: ذوالفقار گنج شہر بریلی مسئلہ بابو مورخہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین در بارہ زید مقدمہ زنا میں بروقت اطلاع یابی مقدمہ اہل برادری نے چند بچوں اہل برادری کو برائے تفتیش مقدمہ خاص موقع متنازعہ پر بھیجا موقع پر پہنچ کر تمام سکنائے اہل محلہ سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ در حقیقت یہ امر صحیح ہے، بدیں وجہ ہمارے یہاں سے خورد و نوش نشست و برخاست بند ہے لہذا بیان ملزمان و شہادت باظہار حلفی گواہان مندرجہ ذیل بخدمت شرع شریف پیش ہے کیا حکم ہے؟ اور ہم لوگوں کو کیا عمل کرنا چاہئے؟ بینوا تو جو را۔

(۱) بیان زید کے لڑکے کی زوجہ کا میرے بارہ میں سب لوگ غلط بیان کرتے ہیں میں نے کسی سے کچھ نہ کہا،

(۲) از طرف گواہان عزیز واقربا: واضح ہو کہ زید کے لڑکے کی زوجہ باقرار زنا اس وجہ سے انحراف کرتی ہے کہ اہل برادری نے ملزمان کو تاکیداً منع کر دیا تھا کہ ہر گز اس خسر سے کوئی تعلق نہ رکھنا باوجود منع کرنے کے ملزمہ بہمراہی اپنی خواشدا من و خسر کے عدم موجودگی اپنے شوہر کے چلی آئی، معلوم ہوتا ہے کہ بخوبی سکھلا پڑھادی گئی بدیں وجہ یہ انحراف ہے۔

(۳) شہادت باظہار حلفی حافظ عبدالرحمن صاحب: زید کی زوجہ کی زبانی معلوم ہوا کہ میرا شوہر زید لڑکے کی بیوی کی چھاتی پکڑتا تھا میں نے منع کیا چھاتی کیوں پکڑتا ہے تجھ کو شرم نہیں معلوم ہوتی؟ جواب دیا میرا مال ہے میں نے بافوس کہا کہ میرا لڑکا اس بہونے تو لیا مگر میرا شوہر بھی چھین لیا، یہ ایسی بہوتھی، جبکہ یہ واقعہ زید کے لڑکے کے سامنے بیان کیا تو اس نے خاموشی اختیار کی۔

(۴) باظہار حلفی منشی نبی بخش صاحب پابند صوم و صلوة: میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ زید کی زوجہ اپنے گھر میں زید سے بعضہ کہتی تھی کہ تم لڑکے کی زوجہ کی چھاتی کیوں پکڑتے ہو تم کو کیا حاصل ہے تم کو شرم نہیں آتی؟ زید نے جواب دیا ہمارا مال ہے ہم کو اختیار ہے۔ بعدہ زید کی زوجہ میرے مکان پر میری زوجہ کے پاس آئی تو اس وقت اس سے دریافت کیا کہ روزانہ تمہارے گھر کیا جھگڑا فساد رہتا ہے؟ جواب دیا کہ اس میرے لڑکے کی بیوی نے لڑکے کو تو لیا مگر میرے خاوند کو بھی چھین لیا ضرور ایک دن خونریزی ہوگی۔

(۵) بیان محمد بخش صاحب: بموجب منشی نبی بخش صاحب کہ فی الواقع صحیح ہے بلکہ ایک دن ایسا اتفاق

ہوا کہ زید نے اپنی نواسی کو جو کہ زید کے پاس بیٹھی تھی اٹھادیا صرف موقع خالی ہونے کی وجہ سے لڑکی نے اپنی نانی سے شکایت کی کہ مجھ کو نانا نے اپنے پاس سے اٹھادیا، بعدہ زید کے لڑکے کی بیوی کی چھاتی وغیرہ پکڑی، زید کی زوجہ نے کہا کہ اب ہم کو بخوبی معلوم ہو گیا کہ لڑکے کی بی بی تمہاری بی بی ہے تب سے تو یہ دو نے مٹھائی وغیرہ خوب اڑائی جاتی ہے کیوں؟ بہو تو دو نے مٹھائی وغیرہ اڑاتی ہے نا!

(۶) بیان شیخ جی صاحب تصدق حسین: میری زوجہ نے لعل محمد کے گھر میں کی چھت پر سے اپنے لڑکے کی زوجہ سے پچشم خود زنا کرتے دیکھا۔

(۷) بیان خیالی رام: میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ زید اپنے لڑکے کی زوجہ کو اپنی طرف بلاتا ہے اور زید کی زوجہ غصہ ہو کر کہتی ہے کہ میں تمہاری بی بی بنی ہوں وہ بھی تمہاری بی بی؟ زید جواب میں کہتا ہے کہ ہاں ہمارا مال ہے ہم کو اختیار ہے۔

(۸) بیان حلفی گردھاری لال: میں نے پچشم دیکھا کہ زید اپنے لڑکے کی زوجہ کو زبردستی ہاتھ پکڑ کر اندر مکان کے لے گیا وہ ہر چند منع کرتی رہی کہ چچا کیا کرتے ہو، مگر ہرگز نہ مانا۔

(۹) بیان حلفی رحمت حسین چچا کریم بخش دختر کے دادا: بزبانی لڑکی ہم کو یہ معلوم ہوا کہ میری خوشدامن کی عدم موجودگی میں میرے خسر نے بوقت بارہ بجے دن کے جبکہ میں روٹی پکاتی تھی مجھ کو اپنے پاس بلا کر زبردستی کی اور گالی وغیرہ دی، قریب ایک گھنٹہ مجھ کو اپنے پاس کھڑا کیا اور میرے ہاتھ میں کاٹا، بعدہ مجھ سے بوس و کنار کیا، میں نے بحجاب صرف اتنا کہا مگر دیگر رشتہ داروں سے صاف صاف کما حقہ بیان کیا کہ میرے خسر نے مجھ سے زنا کیا۔ ہم کو کافی یقین ہو گیا کہ درحقیقت صحیح ہے بدیں وجہ ہم کو سخت رنج و ملال ہوا رشتہ دار گواہ موجود ہیں۔

(۱۰) بیان حلفی مسماہ غفورن: میرے گھر سب کے سامنے بیان کیا کہ میرے خسر نے مجھ کو دو گھنٹہ ڈانٹ ڈپٹ کی اور مجھ کو اپنے سامنے کھڑا کیا بعدہ میرے ساتھ زنا کیا۔

(۱۱) بیان حلفی گھسن بھوپا صاحب: جبکہ ہم نے دریافت کیا اور کہا کہ سچ کہو یہ کیا قصہ پھیلا ہوا ہے تو اس نے کہا کہ واقعی میرے خسر نے میرے ساتھ زنا کیا۔

اب صورتِ مذکورہ بالا میں زنا ثابت ہوا یا نہیں؟ اور یہ عورت زید کے لڑکے پر حلال رہی یا نہیں؟ بینوا تو جو وا۔

الجواب:

ایسے بہودہ بے معنی و بے اصل گواہوں سے زنا تو قیامت تک ثابت نہیں ہو سکتا جب تک

چار مرد عاقل بالغ مسلمان پرہیزگار دیندار جو کسی کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہوں نہ کسی صغیرہ پر اصرار رکھتے ہوں نہ خفیف الحركات ہوں حلف شرعی کے ساتھ شہادت دیں، انہوں نے ایک وقت معین میں زید کو ہندہ کے ساتھ زنا کرتے ہوئے اپنی آنکھ سے یوں مشاہدہ کیا جیسے سرمہ دانی میں سلائی، اس وقت تک زنا شہادت سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ ان شرطوں میں ایک بات بھی کم ہوگی تو خود گواہی دینے والے شرعاً اسی^{۱۰} کوڑوں کے مستحق ہوں گے مثلاً تین مسلمان پرہیزگار دیندار نے ویسی گواہی دی کہ سرمہ دانی میں سلائی کی طرح ہم نے اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا اور چوتھے نے یہ گواہی دی کہ میں نے دونوں کو سراپا برہنہ ایک پلنگ پر بیٹھے ہوئے اور باہم لپٹے ہوئے دیکھا زنا ثابت نہ ہوگا اور پہلے تین کو اسی کوڑوں کا حکم ہوگا یا چاروں مرد مسلمان عاقل بالغ پرہیزگار دیندار نے گواہی دی کہ ہم نے اپنی آنکھ سے سرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھا مگر دو نے کہا کل دیکھا، دو نے کہا آج، یا تین نے کہا صبح دیکھا اور ایک نے کہا تیسرے پہر۔ سب کی گواہیاں مردود، اور زنا ثابت نہیں۔ اور سب پر اسی کوڑوں کا حکم ہوگا۔ ایسی سخت شہادت کا معاملہ وہ ان ناپاک و بیہودہ گواہوں سے ثابت ہو سکتا ہے جن میں خیالی رام و گردھاری لال تک موجود ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور عورتوں کی گواہیاں زنا کے بارے میں مطلق مردود ہیں اگرچہ تین مردوں کے ساتھ نو عورتیں گواہ ہوں، باقی دو ایک میں وہ سنی سنائی گواہی دو کوڑی کے مال میں بھی مقبول نہیں نہ کہ زنا میں، جتنے گواہان مذکور ہیں سب پر توبہ فرض ہے اور کوڑے تو اسلامی سلطنت میں ہوتے، غرض زنا تو بالائے طاق رہا، اب اتنی بات کہ زید کا اپنی بہو سے بارادہ فاسد مثلاً بوس و کنار کرنا جس سے وہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہو جائے، ان گواہوں سے اصلاً اس کا بھی کہیں ثبوت نہیں سنی سنائی کہتے ہیں کوئی زوجہ زید کی زبانی کوئی اس کی بہو کی زبانی، صرف ایک نبی بخش کی گواہی اتنی ہے کہ اس نے اپنے کان سے زید کو جواب دینے میں سنا کہ میرا مال ہے اور ممکن ہے کہ محمد بخش نے بھی ایسا ہی کہا کہ اس کی گواہی کو مثل نبی بخش کہا ہے، یہ دو شخص پرہیزگار قابل قبول شرع ہوں بھی تو سائل نے بیان کیا کہ ان دونوں سے پردہ ہے انہوں نے سنا تو باہر سے سنا، اور باہر سے سنی ہوئی گواہی مردود ہے لان النغمة تشبہ النغمة^۱ کما فی العلمگیریۃ وغیرہا (آواز، دوسری آواز کے مشابہ ہو سکتی ہے جیسا کہ عالمگیری وغیرہ میں ہے۔ اتنی بات بھی اصلاً ثابت نہیں اور وہ عورت اپنے شوہر پر حلال ہے ہاں اگر شوہر خود تصدیق کرے کہ اس کے باپ نے اس کی عورت کے ساتھ بدینتی سے کچھ افعال م۔ ثل بوس و کنار کئے تو البتہ عورت اس پر حرام مانی جائے گی کہ اس نے اس کو حرام ہونا تسلیم کیا اس پر لازم ہوگا کہ عورت کو فوراً چھوڑ دے اور پھر کبھی اس سے نکاح نہ کر سکے گا، اور اگر شوہر تصدیق نہ کرے تو کچھ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

^۱ فتاویٰ ہندیۃ کتاب الشہادت الباب الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور ۳/۲۵۲

مسئلہ ۲۶۸: محمد اختر حسین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کافرہ عورت کے ساتھ اگر کوئی شخص زنا کرے مع اس کی رضا کے، اور خوف شرکا بھی نہ ہو، ایسی حالت میں کیا حکم ہے اور جو شخص اس امر کے جواز کا قائل ہو اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

الجواب:

زنا حرام ہے اور کافرہ ذمیہ کے ساتھ زنا کے جواز کا قائل ہو تو کفر ہے ورنہ باطل و مردود بہر حال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۹: شہر بریلی محلہ ذخیرہ مسئلہ حبیب اللہ صاحب حجام ۵ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بی بی اپنے بہنوئی کے تنہا ہونے کی وجہ سے اپنی بہن کے فوت ہو جانے کے بعد اس کو روٹی وغیرہ تیار کر کے اس کو ہر طرح کا عیش آرام دیتی رہی، چند روز کے بعد بہنوئی کی دلی محبت پیدا ہو گئی۔ ایک روز زید نے اپنی بی بی کو بہنوئی سے ہم بستری کر اپنے مکان پر آنے سے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا تب زید نے اپنے محلہ والے اور برادری والوں کو جمع کر کے حلف اٹھوایا اور لعنتی طور پر سمجھایا، اس کے بہنوئی نے قسم کھائی کہ اگر میں نے آج تک اس کے ساتھ براکام کیا ہو تو اپنی ماں بہن اور لڑکی کے ساتھ براکام کیا ہو، چند روز کے بعد رات کے بارہ یا ایک بجے پر خود چشم دید خوب اچھی طور پر دیکھتا رہا مگر بسبب مجبوری کے اس سے کچھ نہ کہہ سکا، زید نے مجبور ہو کر دوبارہ محلہ والوں کو اور برادری والوں کو جمع کر کے طلاق دے دی، اس کے دو تین روز کے بعد وہ اپنے بہنوئی کے یہاں چلی گئی، ابھی تک کسی کو دونوں کا نکاح ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے برادروں نے اس کے کنبہ والے اور عورت کو اور اس کے بہنوئی کو برادری سے علیحدہ کر دیا، اگر اس کے کنبہ والا یا اس کے برادری والا اس کے شریک ہوں تو شرع شریف ان کے بارے میں کیا کہتی ہے؟

الجواب:

عورت اور اس کے بہنوئی پر توبہ فرض ہے اور عدت کے اندر اس کا چلے جانا یہ دوسرا حرام تھا اس پر فرض ہے کہ عدت اپنے شوہر کے یہاں پوری کرے اگر نہ مانے تو برادری سے جو سزا سے دی گئی ہے ضرور قائم رکھی جائے کہ اس ملک میں یہی باقی ہے نیز اس کا بہنوئی اگر توبہ نہ کرے تو اس پر بھی یہی حکم ہے بعض لوگ کہ اس سزا کو توڑیں وہ مصلحت شرعیہ کے مخالف ہوں گے اور ان کے فعل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک یہ سزا جو یہاں ہاتھ میں رہ گئی یہ بھی اٹھ جائے اور پچاسی قوموں کے لوگ بھی اوروں کی طرح ہر گناہ میں آزاد ہو جائیں یہ خود جرم ہے اور مجرموں کی حمایت، لہذا اگر باز نہ آئیں تو یہ بھی برادری سے خارج

کرنے کے قابل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۰: شہر شاہجہان پور تارین گلی بر مکان حضرت قاری صاحب مرحوم مولوی حکیم سید محمد آزاد زردانی حسرت شاہجہان پوری ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محرماتِ اندی یعنی ماں بہن وغیرہ سے جو جان بوجھ کر نکاح اور صحبت کرے تو اس پر حد شرعی نہیں آتی۔ یہ مسئلہ ہدایہ جلد نمبر ۱ ص ۴۹۶، کنز الدردو ص ۱۷۵، ہدایہ مترجم فارسی جلد ۲ ص ۳۴ میں ہے، آیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب:

گناہ تین قسم ہیں:

ایک ہلکے کہ حد کی حد تک نہ پہنچے، جیسے اجنبیہ سے بوس و کنار، ان پر حد مقرر نہیں ہوگی کہ ان کی مقدار سے زیادہ ہے، اور مولیٰ عزوجل اس سے پاک ہے کہ کسی مجرم کو اس کی حد جرم سے زیادہ سزا دے۔ ایسے گناہوں پر تعزیر رکھی جاتی ہے۔
دوسرے وہ اجنبیہ درجہ کے گناہ کہ حد کی حد سے گزرے ہوئے ہیں جیسے صورتہ مذکورہ سوال۔ ان پر بھی حد نہیں رکھی جاتی کہ حد اس گناہ سے پاک کر دینے کی ہوتی ہے اور ایسا خبیث گناہ اس حد سے پاک نہیں ہوتا۔

تیسرے متوسط درجہ، ان پر حد دو ہیں۔ اس کی نظیر پیشاب اور شراب، پیشاب شراب سے خبیث تر ہے کہ کبھی شریعت میں اس کی ایک بوند حلال یا طاهر نہ ٹھہر سکی، بایں وجہ شراب پینے پر حد ہے اور پیشاب پینے پر حد نہیں، یونہی اجنبیہ سے زنا پر حد ہے اور محارم سے نکاح پر نہیں کہ وہ خبیث کام ہے جسے حد سنبھال نہیں سکتی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۱: از ماربرہ مطہرہ باغ پختہ ضلع ایٹہ مسئلہ سید غلام شہر ۲۰ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بیوہ زن پارسامکان سے تفریحاً شب ماہ میں بین المغرب والعشاء دروازہ کے سامنے مشرق و مغرب پچاس قدم کے فاصلہ سے اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ ٹہلتی تھی اور ہندہ کا پچازاد بھائی زید بھی ساتھ تھا ہندہ نے جبکہ آگے شارع عام کی طرف بڑھنے کا قصد کیا تو زید مانع ہوا اور کہا مردانہ مکان ہے یہ مقام شارع عام ہے بس آگے نہ جائیے اندر زنانے میں چلئے، یہ کہہ کر زید نے ہندہ کے پس پشت سے ہندہ کے بازو پکڑ کر دروازے کی طرف پھیر دیا، ہندہ نے زید کے کلام کی تردید کی اور چند قدم مردانے مکان کی طرف جا کر پھر از خود زنانے مکان میں چلی گئی، چند روز بعد جبکہ ہندہ سے کئی نامشروع حرکات سرزد ہو چکیں اور زید پھر مانع ہوا اسوقت ہندہ نے اس کا اظہار کیا کہ زید نے بھی فلاں روز میرے جسم کو بدیتی سے

ہاتھ لگایا تھا یعنی مذکورہ بالا واقعہ کا اظہار کیا، زید نے جواب دیا کہ میری روک ٹوک یا جسم کو ہاتھ لگانا واللہ باللہ کسی بدعتی سے نہ تھا اگر آپ کے نزدیک وہ بدعتی تھی یا اب ہے تو میں ضرور مستحق ہوں آپ یا تو مجھے معاف فرمائیں یا از روئے کتاب و سنت سزا دیں مجھے ہر گز عذر نہیں کہ میرا آپ کے متعلق کتاب و سنت کے خلاف نہ تھا اور نہ ہے اور نہ ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اب ہندہ کو پورا گمانِ بدزید کی جانب ہے لہذا جواب عطا ہو کہ زید کا یہ فعل و نیت ظاہری اور ہندہ کی یہ حرکت و تردید کتاب و سنت میں کیسی ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

صورتِ مذکورہ میں ہندہ کا گناہگار و بیچیا ہونا ظاہر ہے، رہا زید بیانِ مذکور سے اس کا اصل مقصود ہندہ کو بری بات سے منع کرنا اور بیچیائی سے روکنا معلوم ہوتا ہے اس پر وہ مستحقِ اجر ہے نہ کہ سزاوارِ سزا و زجر۔ پھر اس کا پس پشت سے ہندہ کو بازو پکڑنے کے شارع عام سے مکان کی طرف پھیر دینا اگر اس طرح ہو کہ اس کے ہاتھوں اور ہندہ کے جسم میں موٹا کپڑا حائل تھا کہ جسم ہندہ کی گرمی اس کے ہاتھوں کو پہنچنے سے مانع ہو واجب تو اس پر کچھ الزام نہیں اور اگر ایسا نہ تھا بلکہ ہندہ کے کسی حصہ جسم کو اس کا ہاتھ بلا حائل پہنچا یا حائل باریک تھا کہ گرمی محسوس ہونے سے مانع نہ ہو تو بیشک زید پر الزام ہے اور اس پر توبہ فرض، اسے چاہئے تھا کہ زبانی ممانعت پر قناعت کرتا یا موٹا کپڑا حائل رکھ کر پھیرتا یا اگر وہ بغیر اس کے نہ مانتی پھر بھی وہ بدعتی جس کا ہندہ اتہام رکھتی ہے ثابت نہیں، یہ بھی اس کے افعالِ شنیعہ سے ایک فعل ہے کہ مسلمان پر تہمت رکھتی ہے اس کے اقارب پر اس کا بندوبست لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۲: از ماہرہ مطہرہ باغِ پختہ ضلع ایٹہ مسئلہ سید غلام شہر ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید زینِ شوہر دار سے کہ اس کی بھانج ہے مزاح کرتا ہے اور فحش مزاح اور ہاتھ پائی کو بھی جائز رکھتا ہے بلا وسواس موقع بے موقع اس کے جسم کو ہاتھ لگانا مس کرنا اور جاننا ہے اور کہتا ہے کہ میرا یہ فعل مزاحا ہے کہ میں اس کے شوہر کے روبرو بھی ایسا ہی مذاق کرتا ہوں اور مذاق میں زید زینِ مذکور کی ٹانگیں پکڑ کر ایک پلنگ سے دوسرے پر اور دوسرے سے تیسرے پلنگ پر گھسیٹتا ہے اور اقربائے فریقین بھی اس کو دیکھ کر کچھ بھی تعرض نہیں کرتے تو کیا شرعاً یہ حرکت اور اقربا کا سکوت جائز ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

یہ حرکات حرام ہیں اور ایسا مزاح ابلیسی مزاح ہے اور اگر شوہر واقعی دیکھتا اور اس پر راضی ہوتا ہے یا بقدرِ قدرت منع نہیں کرتا تو دیوث ہے اور دیوث پر جنت حرام ہے، نیز اقارب فریقین جو منع نہیں کرتے

شریک گناہ و مستحق عذاب ہیں،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ ان بد کرداروں کو برائی سے منع نہ کرتے تھے البتہ جو وہ کرتے تھے بہت برا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	قال اللہ تعالیٰ کَانُوا اِلٰیٰئِنَّا هُوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٤١﴾ ۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
--	--

مسئلہ ۲۷۳: از موضوع علی پور ضلع پٹرامسولہ منصب علی صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نابالغ یا بالغ نے بکری یا گائے یا بھینس کے ساتھ جماعت کی اس شخص کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ اور نیز اس جانور کا گوشت کھانا یا پالنا جائز ہے یا نہیں؟
الجواب:

نابالغ کو تنبیہ کریں بالغ پر تعزیر ہے جس کا اختیار حاکم کو ہے، وہ جانور ذبح کر کے فنا کر دیا جائے گوشت کھال جلائیں، پالنا جائے۔ درمختار میں ہے:

لا یحد بوطی بھیمۃ بل یعزر و تذبح ثم تحرق و یکرہ الانتفاع بہا حیۃ و میتۃ مجتبیٰ ۲۔	حیوان سے بد فعلی پر حد نہیں ہے بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے اور جانور کو ذبح کر کے جلادیا جائے کیونکہ اس جانور مردہ یا زندہ سے انتفاع حاصل کرنا مکروہ ہے، مجتبیٰ۔ (ت)
---	--

ردالمحتار میں ہے:

هذا اذا كانت مبالیوکل فان كانت تؤکل جازا کلها عندہ وقال لا تحرق ایضاً زلیعی ونہر ۳۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	یہ حکم اس جانور کے متعلق ہے جس کو کھایا نہیں جاتا، اور اگر اس کو کھایا جاتا ہو تو کھانا جائز ہے، امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا اسکو جلا بھی دیا جائے زلیعی و نہر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	--

مسئلہ ۲۷۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ہذا میں کہ ایسے شخص سے ملنا اور

^۱ القرآن الکریم ۷/۹

^۲ درمختار باب الوطی الذی یوجب والذی لایوجبہ مطع مجتبیٰ دہلی ۳۲۰/۱

^۳ ردالمحتار باب الوطی الذی یوجب والذی لایوجبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵۵/۳

راہ و رغبت کرنا کیسا ہے جو باوجود تنبیہ لوگوں کے اپنی بہن بھانجی زانیہ کو اپنے گھر سے نہیں نکالتا ہے اور نہ اس سے ملنا ترک کرتا ہے اور ایک بار حلف اٹھا چکا ہے کہ نہیں ملوں گا۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

اس شخص پر اتنا واجب ہے کہ اس عورت کو سمجھائے فہمائش کرے، اگر کسی سختی جائز پر قدرت رکھتا ہو اسے بجالائے، جو بندوبست اس کے ہاتھ ہو اس میں کوتاہی نہ کرے، اگر یہ شخص سب باتیں کرتا ہے اور وہ باز نہیں آتی تو اس کا وبال اسی پر ہے اس پر کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک کے گناہ میں دوسرے کو نہیں پکڑتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کوئی جان دوسرے کا بوجھ (گناہ) نہیں اٹھائے گی۔ (ت)	قال تعالیٰ وَلَا تَنْصُرُوا زُرَّارًا حُرَّامٌ ¹ ۔
--	---

اور اگر یہ شخص اس کی اس حرکت پر ناراض ہے مگر فہمائش وغیرہ میں کمی کرتا ہے تو کنہ کار ہوگا کہ نیک بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا جہاں تک اپنی قدرت میں ہو مسلمان پر ضرور ہے،

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹائے اور اگر ہاتھ سے طاقت نہ ہو تو زبان سے اگر اس سے بھی طاقت نہ رکھے تو پھر دل سے برا جانے، اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔ (ت)	قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من رأى منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه ذلك اضعف الايمان ² ۔
---	---

مسلمان اسے فہمائش کریں اور اگر یہ شخص ان حرکات پر راضی ہو تو معاذ اللہ دیوث ہے مسلمان اسے سمجھائیں، اگر باز نہ آئے تو اس سے میل جول چھوڑ دیں،

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) نصیحت یاد آنے کے بعد پھر ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ³ وَاللَّهُ تَعَالَى اعْلَمُ۔
--	---

¹ القرآن الکریم ۷/۱۶۳ و ۳/۲۱۸

² صحیح مسلم کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۱

³ القرآن الکریم ۶/۲۸

مسئلہ ۲۷۵: از ڈیرہ غازی خاں بلاک ۱۲ مرسلہ مولوی احمد بخش صاحب ۲۱ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ
حضرت ملک العلماء و الفضلاء ثقی ورجائی ادام اللہ تعالیٰ ظلہ علی رؤس المستفتیین، نیاز بے انداز و شوق زیارت کے بعد جن کا کوئی حد اندازہ نہیں۔ گزارش اس پہاڑی علاقہ میں بعض واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ زانی و مزنیہ کو زنا کی حالت میں قتل کر ڈالتے ہیں، اور بعض واقعات یہ ہیں کہ جب ان کے نزدیک عورت کا کسی بیگانہ کے ساتھ بیٹھتا ہوا یا آتا جانا ہوا دیکھتے ہیں تو پہلے چند مرتبہ اسے منع کرتے ہیں اور اس کے باز نہ رہنے کے بعد اس عورت کو قتل کر دیتے ہیں اور اگر کر سکتے ہیں تو اس شخص بیگانہ کو بھی نہیں چھوڑتے، بموجب شرع شریف ان دونوں صورتوں میں قاتل گنہگار ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جناب مولنا لاکرم ذی الفضل الاتم والحمد للکرم دامت مکارمہ، اس سلسلہ میں اضطراب کثیر ہے اور وہ جو فقیر کو کتب معتدہ دلائل شرعیہ سے تحقیق ہوا یہ ہے کہ صورت ثانیہ میں ان مرد و زن کا قتل محض حرام ہے، فقط آنے جانے اٹھنے بیٹھنے کی سزا شریعت نے بھی قتل نہ رکھی، نہ اس قدر خلوت کو مستلزم، اور حق یہ کہ مجرد خلوت بلکہ دواعی پر بھی شرع مطہر نے قتل نہ رکھا، اور سیاست کا اختیار غیر سلطان کو نہیں بلکہ سلطان کو بھی علی الاطلاق نہیں کل ذلك معلوم من الشرع بلا خفاء (یہ سب کچھ شرع سے بلا خفاء معلوم ہے۔) لاجرم یہ ناحق قتل مسلم ہوا اور وہ سخت کبیرہ شدیدہ ہے اور قاتل پر قصاص عائد۔ صورت اولیٰ میں بھی حکم مطلق نہیں بلکہ واجب کہ پہلے زجر و ضرب و قہر کریں، اگر جدا ہو جائیں تو اب عامہ کو اس کا قتل حرام ہے، ہاں شہادت اربع گزریں یا مروجہ شرعی چار مجلسوں میں چار اقرار ہوں، تو ان میں جو محسن ہو سلطان اسے رجم فرمائے گا، نہایہ امام سغنائی پھر عالمگیر یہ میں ہے:

<p>امام ہندوانی سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر کو بد فعلی کرتے ہوئے موقعہ پر پائے تو اس کو جائز ہوگا کہ اس غیر مرد کو موقعہ پر قتل کر دے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا اگر خاوند کو یقین ہو کہ یہ زانی شور مچانے یا پٹائی کرنے سے باز آجائے تو قتل کرنا حلال نہ ہوگا اور اگر خاوند کو یقین ہو کہ ڈانٹ ڈپٹ سے باز نہ آئے گا بلکہ قتل</p>	<p>سئل الہندوانی رحمہ اللہ تعالیٰ عن رجل وجد مع امرأته رجلا یحل له قتله قال ان کان یعلم انه ینزجر عن الزناء بالصباح والضر بامادون السلاح لایحل وان علم انه لاینزجر الا بالقتل</p>
--	---

حل له القتل وان طوعته المرأة حل له قتلها ايضاً اكد في النهاية۔	ضروری ہے تو قتل کرنا حلال ہوگا اور اگر بیوی کی مرضی اس میں شامل ہے تو اس کو بھی قتل کرنا حلال ہوگا جیسا کہ نہایت میں ہے۔ (ت)
---	--

اور اگر نہ مانیں تو اس صورت میں اگرچہ زانی کو مطلقاً اور عورت کو بھی اگر مکرّمہ نہ ہو صرف عین حالت اشتغال میں نہ بعد اس سے فراغ کے قتل ازالہ منکر ہے اور اس کے لئے سلطان ہونا شرط نہیں۔

قال صلى الله تعالى عليه وسلم من رأى منكم منكراً فليغيره بيده ² الحديث۔	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جو تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روکے۔ الی آخر الحدیث۔ (ت)
---	--

پھر ہندیہ میں ہے:

قالو الكل مسلم اقامة التعزير حال مباشرة العصبية بعد المباشرة فليس ذلك لغير الحاكم قال في القنية رأى غيره على فاحشة موجبة للتعزير فعزرة بغير اذن المحتسب فله محتسب ان يعزر المعزران عزرة بعد الفراغ منها ³	فقہاء نے فرمایا: گناہ میں مصروف کو روکنے کے لئے ہر مسلمان کو تعزیر کا حق ہے، لیکن گناہ سے فراغت کے بعد کسی پر تعزیر لگانا صرف حاکم کا حق ہے۔ قنیہ میں فرمایا: کسی غیر کو ایسے گناہ میں مصروف پایا جس پر تعزیر واجب ہو سکتی ہے تو محتسب کی اجازت کے بغیر لگائی تو جائز ہے اور اس گناہ سے فراغت کے بعد تعزیر لگانے والے کو محتسب چاہے تو تعزیر لگا سکتا ہے۔ (ت)
--	---

مگر یہ امر فیما بینہ و بین اللہ ہے حاکم نہ مانے گا اور جب تک بینہ عادلہ سے ثبوت نہ دے اسے قتل کرے گا یا اگر مقتول معروف و مشہور بجنابت و شرور و عادت زنا و فحور ہے قاتل سے اس کا خون بہالے گا۔ در مختار میں ہے:

الاصل ان كل شخص رأى مسلماً يذني ان يحل له قتله وانما يمتنع خوف ان لا يصدق انه ذني ⁴ ۔	قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کو زنا میں مصروف پائے تو ہر شخص کو اسے قتل کرنا حلال ہے، اور اس خوف سے کہ قتل کے بعد قاضی کے ہاں اس کا زنا ثابت نہ کر کے قاتل سے باز رہے۔ (ت)
--	---

¹ فتاویٰ ہندیہ فصل فی التعزیر نورانی کتب خانہ پشاور ۱۶۷/۲

² صحیح مسلم کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۱/۱

³ فتاویٰ ہندیہ فصل فی التعزیر نورانی کتب خانہ پشاور ۱۶۷/۲

⁴ در مختار باب التعزیر مطبع مجتہبائی، دہلی ۳۲۶/۱

ردالمحتار میں ہے:

اس بات کو بعض نے جامع الفتاویٰ اور بزازیہ کے باب الحدود کی طرف بھی منسوب کیا ہے، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ بات دیانہ جائز ہے قضاء نہیں، لہذا قاضی زنا کو بغیر گواہی کے تسلیم نہ کرے گا، اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں وہ تفصیل مراد ہوگی جو سرقت کے باب میں بیان ہوئی ہے اور وہ بزازیہ وغیرہ میں یوں ہے (گھر والے نے چور کو موقعہ پر قتل کر دیا) تو گھر والے کے پاس چوری پر گواہ نہ ہوں اور وہ مقتول جرائم اور چوری میں مشہور بھی نہ ہو تو قاضی قاتل کو قصاص کے طور پر قتل کرے گا، اور مقتول چوراگر چوری میں مشہور ہے تو قیاس پھر بھی یہی حکم کرتا ہے جبکہ استحسان یہ ہے کہ اس صورت میں گھر والے قاتل کو قتل کی بجائے دیت لازم ہوگی جو مقتول کے ورثاء کو دینی ہوگی کیونکہ موقعہ نے قصاص کے متعلق شبہ پیدا کیا جس کی وجہ سے قتل نہ کیا جائے گا لیکن مالی سزا یعنی دیت میں شبہ پیدا نہ کیا۔ (ت)

عزاه بعضهم ايضا الى جامع الفتاوى وحدود البزازية وحاصله انه يحل ديانة لا قضاء فلا يصدقه القاضي الاببينة. ولا ظاهراً انه يأتي هنا التفصيل المذكور في السرقة وهو مافی البزازية وغيرها ان لم يكن لصاحب الدار بينة فان لم يكن المقتول معروفاً بالشر والسرقه قتل صاحب الدار قصاصاً وان كان متهماً به فذلك قیاساً وفي الاستحسان تجب الدية في ماله لورثة المقتول لان دلالة الحال اورثت شبهة في القصاص لافي المال¹

یہ ہے وہ جو فقیر کے نزدیک مستحق ہو۔

اور اب میں آپ کو درمختار اور اس پر ردالمحتار نے معارضہ پیش کیا اور پھر میں نے جدالمختار میں جو اس پر کلام پیش کیا ہے، پیش کرتا ہوں تاکہ روز روشن کی طرح معاملہ واضح ہو جائے جبکہ مجھے صرف اللہ تعالیٰ سے توفیق حاصل ہوئی، تنویر الابصار و الدرالمختار (ویکون) التعزیر (بالقتل) صورت یہ ہے (مثلاً)

وها أنا اذكر لكم في الدرالمختار ومعارضه به في رد المحتار و ما تكلمت عليه في جدالمختار ليتجلى الامر جلاء النهار وما توفيقى الابالعزیز الغفار قال في تنویر الابصار و الدرالمختار (ویکون) التعزیر (بالقتل)

¹ ردالمحتار باب التعزیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۸۰/۳

ایک شخص نے کسی مرد کو غیر محرم کے ساتھ پایا تو اگر عورت سے جبراً زنا کر رہا ہو تو اس عورت نے زانی کو موقع پر قتل کر دیا یا لڑکے سے جبراً بد فعلی کرتے ہوئے لڑکے نے اس کو قتل کر دیا ہو تو یہ قتل مباح ہو اور اس کا خون معاف ہے، وہ ہانیہ۔ بشرطیکہ قتل کرنے والے کو یقین ہو کہ یہ شور مچانے یا ہتھیار سے کم کی ضرب سے باز نہ آئے گا، (ورنہ) اگر معلوم ہو کہ مذکورہ کوشش سے باز آجائیگا تو پھر (روا نہیں) یعنی باز کرنے کے لئے قتل مباح نہیں ہے اور اگر (مرد کے ساتھ عورت بھی مرضی سے مبتلائے زنا ہو تو موقعہ دیکھنے والا دونوں کو قتل کر دے) اس کو زیلیعی نے ہندوانی کی طرف ایسے ہی منسوب کیا ہے، پھر کہا (اور) منیۃ المفتی میں ہے (اگر اس کی بیوی کے ساتھ کوئی زنا میں مصروف ہے یا اس کی محرمہ عورت کے ساتھ مصروف زنا ہے اور دونوں کی مرضی شامل ہے تو دونوں کو قتل کر دے) اھ، اور اس بات کو درر میں ثابت رکھا ہے، اور بحر میں فرمایا کہ اس بحث کا مفاد یہ ہے کہ اجنبی عورت اور اپنی بیوی یا محرمہ عورت میں فرق ہے کہ اجنبی عورت کے ساتھ مصروف زنا پائے تو مذکورہ شرط کہ شور یا ہتھیار کے بغیر باز نہ کے بغیر قتل حلال نہ ہوگا، اور اجنبی عورت کے بغیر یعنی بیوی یا محرمہ عورت کی صورت میں قتل حلال ہے (مطلقاً) اھ، اور اس کو نہر میں بزازیہ وغیرہ کے بیان پر کہ تمام عورتوں یعنی اجنبی اور غیر اجنبی کا معاملہ مساوی ہے، رد کیا ہے۔ اور اس پر ہندوانی کے بیان میں عورت کو نکرہ ذکر کرنا بھی دلالت کرتا ہے کہ کوئی عورت

ہو،

کمن وجد رجلا مع امرأة لاتحل له، ولو اکرهها فلها قتله ودمه هدر وکذا الغلام وهبانية (ان کان يعلم انه لاینزجر بصیاح وضرب بها دون السلاح والا) بان علم انه ینزجر بها ذکر (لا) یكون بالقتل (وان كانت المرأة مطاوعة قتلها) کذا عراه الزیلعی للهند وانی ثم قال (و) فی منیۃ المفتی (لو کان مع امرأته و هو ینزنی بها او مع محرمه وهباً مطاوعاً عن قتلها جیبیاً) اھ واقره فی الدرر قال فی البحر ومفاده الفرق بین الاجنبیۃ لایحل القتل الا بالشرط المذكور من عدم الانزجار المزبور و فی غیرها یحل (مطلقاً) اھ، وردہ فی النہر بما فی البزازیۃ وغیرها من التسویۃ بین الاجنبیۃ وغیرها ویدل علیہ تنکید الہند وانی للمرأة نعم.

ما فی المنیة مطلق فیحمل علی المقتید لیتفق کلامهم ،
ولذا جزم فی الوہبانیة بالشرط المذكور مطلقاً وهو
الحق بلا شرط احصان لانه لیس من الحد بل من
الامر بالمعروف وفي المجتبی الاصل ان کل شخص
رأى مسلماً یزنی انه یحل له قتله وانما یمتنع خوفاً
من ان لا یصدق انه زنی¹ وکتبت علیہ فی جد المتار
قوله وفي غیرها یحل اقول: المقصود ازالة المنکر
ومهما حصل بغير القتل تعین ذلك الغیر ولیست
السیاسة لغیر الامام والقتل فی الزوجة والمحرور
دون الاجنبیة لایكون الا انتصار النفسه وازالة
المنکر لله عزوجل ولا فرق فیہ بین الاجنبیة وغیرها
فالکل اماء الله تعالیٰ علی السواء وفيه حدیث سعد
بن عبادۃ رضی الله تعالیٰ عنہ ونهی النبی صلی الله
تعالیٰ علیہ وسلم ایاہ عن القتل فالحق عندی
التسویة بین النساء والتقیید لعدم الانزجار بغير
القتل مطلقاً

اگرچہ منیۃ المفتی میں اطلاق ہے، تو اس مطلق کو مقتید پر محمول
کیا جائے گا تاکہ سب کا کلام متفق قرار پائے، اسی لئے وہبانیہ
نے مذکورہ شرط کا مطلقاً جزم کیا ہے اور یہی حق ہے اس قتل
میں کسی کا شادی شدہ ہونا شرط نہیں کیونکہ یہ موقعہ کا قتل
حد نہیں بلکہ امر بالمعروف کی صورت ہے، اور مجتبیٰ میں ہے
کہ قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو زنا میں مصروف
پائے تو اس کو قتل کرنا حلال ہے لیکن بعد میں زنا ثابت نہ
کر سکنے کے خوف سے قتل نہ کرے۔ میں نے تنویر اور در کی
اس عبارت پر جد المتار میں یہ لکھا ہے **قوله** کہ غیر اجنبی
عورت میں حلال ہے **اقول**: (میں کہتا ہوں) مقصود تو برائی کا
ازالہ کرنا ہے تو جب تک قتل کے بغیر ازالہ ممکن ہو تو یہ غیر
قتل کی صورت متعین قرار پائے گی، جبکہ سیاستاً قتل کرنا امام
وقت کے غیر کے لئے جائز نہیں ہے، اور بیوی اور محرمہ کے
معاملہ میں قتل کرنا تو اپنے مفاد کے لئے ہے جبکہ برائی کا ازالہ
اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتا ہے اس معاملہ میں اپنی اور اجنبی
عورت برابر ہیں، تمام عورتیں اللہ تعالیٰ کی باندیاں ہونے
میں برابر ہیں، اس حکم میں مساوات کے بارے میں سعد بن
عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ ان کو حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے قتل سے منع فرمایا: تو میرے نزدیک اجنبی
اور غیر اجنبی عورت کا معاملہ مساوی ہے لہذا قتل کے جواز کے
لئے قتل کے بغیر باز نہ آنے والی شرط عام ہے

¹ درمختار شرح تنویر الابصار باب التعزیر مطبع مجتہبائی، دہلی، ۳۲۶/۱

جیسا کہ اس کو شارح نے علامہ مدقق عمرو بن نجیم کی پیروی میں سب میں جاری مانا ہے رحیم اللہ تعالیٰ۔

قولہ اس پر ہندوانی کا عورت کو نکرہ ذکر کرنا دلالت کرتا ہے **اقول:** (میں کہتا ہوں) بلکہ انہوں نے اپنے جواب میں اس کو نصّاً ذکر کیا ہے کیونکہ ان سے سوال یہ ہوا تھا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو مصروف زنا پائے، جیسا کہ ہندیہ میں نہایہ سے منقول ہے تو ان کے جواب کا حکم محرمہ عورت کو بیوی کی مساوات سے اور اجنبی عورت کو اولویت کی وجہ سے سب کو شامل ہوا تو ہندوانی کے جواب کو نقل کرنے والوں کی تنکیر کا کوئی معنی نہیں ہے۔ میرا حاشیہ ختم ہوا۔ (ت)

وقال فی ردالمحتار (اور ردالمحتار میں فرمایا) **قولہ** "اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پایا" اس عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ خلوت میں ہو اگرچہ بد فعلی میں مصروف نہ دیکھے، جیسا کہ آئندہ منیۃ المفتی کی عبارت اس پر دلالت کر رہی ہے آپ کو معلوم ہو جائیگا تو غور کرو، قولہ فلها قتلہ یعنی اگر عورت اس سے شور مچانے یا ہتھیار کے بغیر کسی ضرب سے چھٹکارا نہ پائے تو قتل کرے، ورنہ اگر چھٹکارا ممکن ہو تو پھر عورت مجبور نہ ہوگی (جبکہ قتل کا جواب صرف مجبور عورت کے لئے ہے) تو یہاں بھی آئندہ ذکر ہونیوالی شرط معتبر ہے، جیسا کہ ظاہر ہے پھر میں نے اسکو وہبانیہ کی شرح کی کراہت کے باب میں دیکھا، جس کی عبارت

کما مشی علیہ الشارح المدقق متابعاً للعلامة مدقق عمرو بن نجیم رحیم اللہ تعالیٰ۔ **قولہ** ویدل علیہ تنکیر الہندوانی للمرأة **اقول:** بل ہو نص جوابہ فانہ انما سئل عن وجد مع امرأته رجلا کما فی الہندیة عن النہایة فشمہل الحکم البحارم بدلالة المساواة والاجنبیة بدلالة الاولیة فالتنکیر من الناقلین عنہ ما معنی¹ اہما کتبت علیہ۔

وقال فی ردالمحتار **قولہ** (مع امرأته) ظاہرہ ان المراد الخلوۃ بہا وان لم یرمنہ فعلا قبیحا کما یدل علیہ ما یأتی عن منیۃ المفتی کما تعرفہ فافہم (قولہ فلہا) قتلہ ای ان لم یمکنہا التخلص منہ بصیاح او ضرب واللم تکن مکرہۃ فالشرط الاتی معتبرہنا ایضاً کما ہو ظاہر ثم رأیتہ فی کراہۃ شرح الوہبانیۃ ونصہ لو استکرہ رجل امرأۃ لہا قتلہ وکذا

¹ جدالمستار علی ردالمحتار

یہ ہے: اگر کسی شخص نے عورت کو زنا پر مجبور کیا تو عورت کے لئے اس کو قتل کرنا جائز ہے، اور یوں ہی لڑکے کو بد فعلی پر مجبور کرنے پر لڑکے کا اس کو قتل کرنا جائز ہے اس صورت میں خون معاف ہوگا بشرطیکہ قتل کے بغیر روکنے کا کوئی چارہ نہ ہو، تو غور کرو، قولہ (ان کان یعلم) یہ عبارت اس قتل کے لئے شرط کا بیان جو اس کے قول "جیسے کوئی کسی مرد کو پائے" کے ضمن میں مذکور ہے، قولہ (ومفادہ) یہ عبارت دونوں مذکور عبارتوں میں موافقت ہے جبکہ پہلی عبارت میں قتل کے بغیر باز نہ آنے کے یقین کی شرط ہے اور دوسری عبارت میں یہ شرط مذکور نہیں ہے تو انہوں نے پہلی عبارت کو اجنبی عورت کے واقعہ پر محمول کیا، تو یہ اس صورت میں ہے جب پہلی عبارت میں، عورت کے ساتھ ہونے کا مطلب زنا میں مصروف ہونا ہو، اور اس پر اعتراض آ رہا ہے، قولہ (مطلقاً) یہ نزیہ المفتی کی عبارت پر مصنف نے اپنے شیخ صاحب بحر کی اتباع میں زائد ذکر کیا، قولہ (بما فی البرزازیة وغیرہا) یعنی جیسے خانہ میں کہ اس میں ہے کہ کوئی کسی کو اپنی بیوی یا دوسری عورت سے زنا میں مصروف پائے اور وہ زانی شادی شدہ ہو تو اس نے اس پر شور مچایا اس کے باوجود وہ زنا کو چھوڑ کر نہ بھاگا تو دیکھنے والے کو جائز ہے کہ اسے قتل کر دے اور اس پر قصاص نہ ہوگا، قولہ (فیحمل علی

الغلام فان قتله فدمه هدر اذا لم يستطع منعه الا بالقتل اه فافهم، قولہ (ان کان یعلم) شرط للقتل الذی تضمنه قولہ کمن وجد رجلاً قولہ (ومفادہ الخ) توفیق بین العبارتین حیث اشترط فی الاولی العلم بانہ لاینجزر بغیر القتل ولم یشترط فی الثانیة فوفق بحمل الاولی علی الاجنبیة والثانیة علی غیرها وهذا بناء علی ان المراد بقوله فی الاول مع امرأة ای یزنی بها، وما یأتی الکلام علیہ،

قولہ (مطلقاً) زاد المصنف علی عبارة المنیة متابعة لشیخه صاحب البحر قولہ بما فی البرزازیة وغیرہا ای کالخانیة ففیہا لورای رجلاً یزنی بامرأته او امرأة اخر وهو محصن فصاح به فلم یهرب ولم یمتنع عن الزنا حل له قتله ولا قصاص علیہ اه قولہ (فیحمل علی البقید) ای

المقید (یعنی منیہ کے قول دونوں کو قتل کرنے کو اس پر محمول کیا جائے کہ جب معلوم ہو کہ شور یا کسی ضرب سے وہ باز نہ آئیگا (تو دونوں کو قتل کر دے) مجھے یہاں دونوں عبارتوں میں موافقت کی ایک اور وجہ ظاہر ہوئی ہے، وہ یہ کہ مذکورہ شرط وہاں ہوگی جہاں وہ عورت کے ساتھ کسی کو پائے تو زنا میں مصروف ہونے سے قبل قتل حلال نہ ہوگا، پھر جب اسے یقین ہو کہ شور یا کسی اور ضرب سے باز آجائیگا تو قتل حلال نہ ہوگا، خواہ وہ عورت اجنبیہ ہو یا دیکھنے والے کی بیوی یا محرمہ ہو، لیکن جب وہ اس کو زنا میں مصروف پائے تو مطلقاً قتل جائز ہے اس لئے منیہ میں زنا میں مصروف ہونے کی قید کو ذکر کیا، اور دونوں کی قتل والی صورت میں اس قید کو ذکر نہیں کیا، اس پر لازم آتا ہے کہ خانہ کی سابق مذکورہ عبارت تو اس نے اس پر شور مچایا، یہ قید نہ ہوگی، جبکہ اس پر مجتبیٰ کی آنے والی عبارت بھی دلالت کر رہی ہے، پھر میں نے حاوی زاہدی کے جنایات کے باب میں دیکھا کہ اس کی عبارت بھی اس کی تائید کر رہی ہے، جہاں انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے کسی کو اپنی بیوی سے زنا میں مصروف یا بوس و کنار یا معانقہ کی حالت میں دیکھا جبکہ بیوی کی مرضی بھی شامل تھی تو اس نے مرد یا دونوں کو قتل کر دیا تو اس پر کوئی ضمان نہ ہوگا، اور بیوی کی میراث سے بھی محروم نہ ہوگا بشرطیکہ بعد میں وہ اس جرم کو گواہی یا اقرار سے ثابت کر سکے اور

یحمل قول المنیة قتلها جميعاً على ما اذا علم عدم الانزجار بصياح او ضرب قلت وقد ظهر لي في التوفيق وجه اخر وهوان الشرط المذكور انما هو فيما اذ وجد رجلا مع امرأة لاتحل له قبل ان يزني بها فهذا لا يحل قتله اذا علم انه ينجز بغير القتل سواء كانت اجنبية عن الواجد او زوجة له او محرماً منه اما اذا وجده يزني بها فله قتله مطلقاً ولذا قيد في المنية بقوله وهو يزني واطلق قوله قتلها جميعاً وعليه فقول الخانية الذي قدمناه انفا فصاح به غير قيد، ويدر عليه ايضاً عبارة المجتبي الاتية، ثم رأيت في جنایات الحاوی الزاهدي ما يؤيده ايضاً حيث قال رجل رأی رجلاً مع امرأته يزني بها او يقبلها او يعضها الى نفسه وهي مطاوعة فقتله او قتلها لا ضمان عليه ولا يحرم من ميراثها ان اثبتته بالبيننة او بالاقرار، ولو

اگر اس نے اپنی بیوی یا اپنی محرمہ عورت کے ساتھ بیابان خالی جگہ میں کسی کو دیکھا لیکن زنا یا دواعی میں مصروف نہ پایا تو بعض مشائخ نے فرمایا اسکو دونوں کا قتل کرنا حلال ہے، اور بعض نے فرمایا جب تک بد فعلی میں مصروف نہ پائے قتل کرنا حلال نہیں ہے، اور اسی طرح خزانة الفتاویٰ میں بھی مذکور ہے، اور بزازیہ کے سرقہ کے باب میں ہے کہ، اگر وہ اپنے گھر میں اپنی بیوی سے کسی شخص یا پڑوسی کو بد فعلی کرتے ہوئے دیکھ لے اور پکڑنے پر خطرہ محسوس کرے کہ زانی غالب رہے گا تو اس صورت میں اس کو قتل کرنے کا جواز ہے اور بیوی کو بھی جرم میں راضی و شریک پایا تو دونوں کو قتل کرنے کا جواز ہے، تو اس سے صراحتاً معلوم ہوا کہ فرق بد فعلی میں مصروف پانے اور نہ پانے کا ہے، غور کرو۔ **قولہ** (مطلقاً) یعنی اجنبیہ اور غیر اجنبیہ کے فرق کے بغیر۔ **قولہ** (هو الحق) یعنی اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا مقابل باطل ہے اس کے کلام سے یہ ظاہر نہیں ہوا کہ اس کا مقابل باطل ہے بلکہ اس کے بعد اس نے مجتبیٰ کا جو کلام نقل کیا ہے اس سے اس کی صحت معلوم ہو رہی ہے، ہماری تقریر سے ان کے کلام کا متفق ہونا آپ کو معلوم ہو گیا، لیکن محض امر بالمعروف ہونا اور حد نہ ہونا، باز نہ آنے کے علم کی شرط کو نہیں چاہتا، غور کرو۔ **قولہ** (بلا شرط احصان) یہ خانیہ کے قول کہ "وہ شادی شدہ ہو" کا رد ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ طرطوسی نے اسی پر جزم کیا ہے۔ نہر میں فرمایا کہ اس کو

رأى رجلا مع امرأته في مفازة خالية وراءه مع محارمه هكذا ولم يرمه الزنا ودواعيه قال بعض المشائخ حل قتلها وقال بعضهم لا يحل حتى يرى منه العمل اى الزنا ودواعيه ومثله في خزانة الفتاوى اه وفي سرقة البزازية لورأى في منزله رجلا مع اهله او جارة يفجر وخاف ان اخذته ان يقهره فهو في سعة من قتله ولو كانت مطوعة له قتلها فهذا صريح في ان الفرق من حيث رؤية الزنا وعدمها تأمل، قوله (مطلقاً) اى بلا فرق بين اجنبية وغيرها قوله (وهو الحق) مفهوماً ان مقابله باطل، ولم يظهر من كلامه ما يقتضى بطلانه، بل ما نقله بعده عن المجتبیٰ یفید صحته و قد علمت مما قررناه ما يتفق به كلامهم واما كون ذلك من الامر بالمعروف لا من الحد فلا يقتضى اشتراط العلم بعدم الانزجار تأمل، قوله (بلا شرط احصان) رد على ما في الخانية من قوله وهو محصن كما قد مناه، وجزم به الطرطوسی قال في النهر

ابن وہبان نے رد کر دیا ہے کہ یہ حد نہیں بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، یہ اچھی بات ہے کیونکہ یہ ایسی برائی ہے کہ اس کے ازالہ کے لئے قتل ایک طریقہ ہے لہذا اس قتل کے لئے شادی شدہ ہونے کی شرط بے معنی ہے اس لئے بزازی نے اس کو مطلق رکھا **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) اس پر دلالت یہ بھی ہے کہ حد کو صرف امام ہی نافذ کر سکتا ہے کسی دوسرے کو اس کی ولایت نہیں ہے۔ ردالمحتار کا کلام ختم ہوا۔ میں نے اس پر جدالمتمار میں لکھا ہے قولہ کما یدل علیہ ما یاتی عن منیۃ المفتی جس طرح کہ اس پر منیۃ المفتی کا آئندہ کلام دلالت کر رہا ہے، کیونکہ جب انہوں نے قتل کے حکم کو باز نہ آنے کے علم کی شرط سے عام رکھا جبکہ عورت کے ساتھ ہونے کو زنا سے مقید کیا اور یہاں حکم کو باز نہ آنے کے علم سے مقید کیا تو عورت کے ساتھ معیت عدم زنا سے مقید ہوگی تاکہ دونوں باتیں متعارض نہ ہوں،

اقول: (میں کہتا ہوں) اس دلالت کا بعید ہونا آپ پر مخفی نہیں ہے، اور اس سے خارج امور اور اس کلام اور دوسرے کلام کے درمیان جمع کی صورت واضح ہو جانے کو پیش نظر رکھا جائے تو اس کلام کی دلالت اس معاملہ میں بالکل نہیں ہے خصوصاً جبکہ یہ جمع و موافقت غیر واضح اور غیر معین ہو جائے اس سبب سے کہ شارح علیہ الرحمۃ نے اس تعارض کو ختم کرنے کے لئے مطلق

ورده ابن وهبان بأنه ليس من الحد بل من الامر بالمعروف والنهي عن المنكر و هو حسن فان هذا المنكر^۱ حيث تعين القتل طريقاً في ازالته فلامعنى لاشتراط الاحصان فيه ولذا اطلقه البزازی اه قلت ویدل علیہ ان الحد لایلیہ الا الامام^۱، وکتبت علیہ فی جدالمتمار^۱ قوله کما یدل علیہ ما یاتی عن منیۃ المفتی ای فانه لما اطلق فیها الحكم بالقتل عن قید عدم الانزجار قید معیة المرأة بالزنا وههنا الحكم مقید بعدم الانزجار فتكون المعیة مقید ابعدم الزنا کیلا یتعارضاً،

اقول: ولا یخفی علیہ مافی هذه الدلالة من البعد والنظر الی الخارج وابداء جمع بینہ وبين کلام اخر لیس منه دلالة هذا الکلام فی شیعی لاسیما وذلك الجمع غیر متبیین ولا متعین لانتفاء التعارض بما افاد الشارح من حمل المطلق

^۱ ردالمحتار باب التعزیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۷۹-۸۰/۳

کو مقید پر محمول کرنے کی وجہ کو بطور افادہ بیان کر دیا ہے پھر ان کے خیال میں اس تطبیق کا مبنی وہ توفیق و تطبیق ہے جو انہوں نے آئندہ ذکر فرمائی ہے، حالانکہ اس پر اعتراض آرہا ہے، لہذا معاملہ وہ نہیں ہے جو انہوں نے خیال فرمایا، بلکہ اصل مسئلہ امام ہندوانی کا پیش کردہ ہے، جب ان سے ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو بد فعلی کرتے پایا کہ کیا اسے اس مرد کو قتل کرنا حلال ہے؟ تو جواب میں انہوں نے فرمایا کہ اگر خاوند کو یقین ہو کہ زانی شور مچانے یا پٹائی کرنے پر زنا سے باز آجائے گا تو قتل کرنا حلال نہ ہوگا اور اگر یقین ہو کہ قتل کے بغیر باز نہ آئے گا تو قتل کرنا حلال ہوگا، اور اگر بیوی اس مرد کے ساتھ راضی ہو تو اس کو بھی قتل کرنا حلال ہے، یہ ہندیہ میں نہایہ سے منقول ہے، اور نہایہ سے ہی منیۃ المفتی میں نقل کیا لیکن جس طرح انہوں نے تعبیر کی وہ آپ کے سامنے ہے، اور ہم عنقریب ثابت کریں گے کہ ایسی صورت میں محض زنا کی دواعی مثلاً چھونے، بوسہ لینے یا معانقہ کرنے کی وجہ سے قتل کرنا حلال نہیں ہے چہ جائیکہ محض خلوت نشینی کی وجہ سے قتل حلال ہو، اور مجھے ان سے پہلے اس بارے میں کسی کا قول معلوم نہیں ہوا، تو اس زمانے کے ایک عالم کے متفرد قول کی بناء پر کسی مسلمان کے قتل پر کیسے جرات کی جاسکتی ہے جبکہ اس قول کی وجہ بھی بعید ہوا اور پہلے بھی کسی نے یہ بات نہ کی ہو اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل ہو بلکہ اصول شرع اور عظیم الشان ائمہ کرام کی نصوص کے خلاف ہو حتیٰ کہ خود

علی المقید ثم انما مبناہ علی ما سبق الی خاطرہ رحمہ اللہ من التوفیق الاتی له وسیأتیک الکلام علیہ ولیس الامر کما ظن بل اصل المسئلة للامام الفقیہ الہند وانی سئل عن رجل وجد مع امرأته رجلاً ایحل له قتله قال ان کان یعلم انه ینزجر عن الزنا بالصیاح والضرب بما دون السلاح لایحل وان علم انه لاینجر الابالقتل حل له القتل وان طوعته المرأة حل له قتلها ایضاً، ہندیۃ عن النہایۃ وعنه اخذ فی منیۃ المفتی فعبر عنه بما تری و سنحقیق انه لایحل القتل فی الدواعی کالمس والتقبیل والعناق فکیف ب مجرد الخلوۃ ولا اعلم له رحمہ اللہ تعالیٰ سلفاً فیہ وکیف یحل الاجتراء علی قتل مسلم باستظہار بعید تفرد بہ عالم فی هذا الزمان من دون سلف ولا برهان بل علی خلاف اصول الشرع المزدان وقضیۃ نصوص ائمة الشان حتی نفس

ان کے اپنے موقف کے خلاف ہو، جیسا کہ آپ کو عنقریب معلوم ہو جائے گا، قولہ اذالم یستطع منعه الا بالقتل، جب قتل کے بغیر منع کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اقول: (میں کہتا ہوں) یہ خود اس بات میں نص ہے کہ اگر کسی اور طریقہ سے روکنا ممکن ہو تو قتل ممنوع ہے، اور یہ کہنا کہ ورنہ مکرہہ (مجبور) نہ قرار پائی گئی، بے فائدہ ہوگا، کیونکہ نہ ہونے کا مطلب موافق رہنا اور موافقت اور رضامندی کا نتیجہ یہ ہے کہ اس گناہ میں خود شریک ہوگی، جبکہ عورت کا مرد کو یہ قتل کرنا گناہ اور برائی کا مرتکب اور اس میں مبتلا ہو اس کے منع کرنے سے دوسرا اس برائی سے نہیں رکتا، کیونکہ برائی سے روکنے کے لئے دو چیزوں کا مامور بننا ہوتا ہے ایک یہ کہ خود برائی سے باز رہے اور دوسرا یہ کہ اس برائی سے دوسرے کو منع کرے، اور ان دونوں چیزوں میں سے ایک کے فوت ہو جانے پر دوسرے کا ساقط ہونا لازم نہیں ہے اور ایک گناہ کے ارتکاب سے دوسرے گناہ کا ارتکاب مباح نہیں بنتا، بلکہ یہاں عورت کا اس مرد کو قتل کرنا گناہ سے روکنا اور خود کو باز رکھنا دونوں چیزیں ہیں، تو یہ قتل بدرجہ اولیٰ مباح ہوگا، تو ظاہر ہوا کہ جبر و اکراہ کی صورت کا بیان محض اتفاق ہے، قولہ یاتی الکلام علیہ اس پر اعتراض ذکر ہوگا، اقول: (میں کہتا ہوں) آپ کے اعتراض پر اعتراض ذکر ہوگا، قولہ فله قتله مطلقاً تو اس کو قتل کرنا

هذا الرفیع المکان کما ستعرف بعون المستعان، قولہ اذالم یستطع منعه الا بالقتل اقول: هذا ایضاً نص فی امتناع القتل اذا ممکن المنع بغیرہ خلافاً لما اُثرتم وقولکم والالم تکن مکرهة لاثر له لان غایة المطاوعة ان تكون مرتکبة لعین المنکر وهذا القتل من ازالة المنکر ومرتکب منکر لا ینهی عن نہیہ غیرہ منه لانه مأمور بشیئین الامتناع والمنع، فان فوت احدهما لا یسقط عنه الآخر و ارتکاب احد معصیة لا یتبیح له معصیة اخرى بل هذا القتل فی حق المرأة نہی وانتهاء معافکانت اولی باباحہ وظہران التصویر بالاکراه صدر وفاقاً، قولہ ویاتی الکلام علیہ اقول: ویاتی الکلام علیہ قولہ فله قتله مطلقاً اقول وانما القصد ازالة المنکر فاذا حصل بالادنی تعین کما افادہ الامام

مطلقاً جائز ہوگا، **اقول:** (میں کہتا ہوں) مقصد تو برائی کا ازالہ ہے، تو جب یہ ازالہ قتل کے بغیر کسی ادنیٰ طریقہ پر ممکن ہو تو وہ ادنیٰ طریقہ اس کے لئے متعین قرار پائے گا جیسا کہ امام فقیہ ابو جعفر نے یہ فائدہ بیان فرمایا اور اسی پر اعتماد کرنے والوں نے اعتماد کیا ہے، اور شرح وہبانیہ سے منقول ہو چکا ہے اور محشی بھی اس کو عنقریب ابن وہبان سے نقل کریں گے اور وہ خود اس کو اپنائیں گے، **قوله** یدل علیہ عبارة المجتبیٰ یعنی مجتبیٰ کی آئندہ عبارت بطور شرح آئیگی جہاں وہ زنا کے متعلق قتل کو مطلق بیان کریں گے اور قتل کو کسی شرط سے متقید نہ کریں گے **اقول:** (میں کہتا ہوں) اس میں اعتراض ہے کہ شارح نے یوں بیان فرمایا کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا، اور معتمد علیہ کتب کی بیان کردہ قید کے باوجود مجتبیٰ کا اطلاق کیسے وارد ہو گیا حالانکہ واضح طریقہ ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے جبکہ قید کو لغو بنانا اس کے خلاف ہے، **قوله** فی الحاوی الزاہدی ماییدہ ایضاً حاوی زاہدی کا بیان بھی اس کی تائید کرتا ہے **اقول:** (میں کہتا ہوں) بلکہ وہ تو اس کے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے دواعی زنا میں بھی قتل کو مطلق جائز رکھا ہے جبکہ تم اس کو زنا سے ہی مخصوص کرتے ہو، **قوله** او یقبلہا الخ یا وہ عورت کا بوسہ لے رہا ہو **اقول:** (میں کہتا ہوں) اللہ تعالیٰ نے زنا کے دواعی میں قتل کو مشروع نہیں فرمایا، اور نہ ہی امام کے غیر کو سیاسی قتل روا رکھا ہے بلکہ دواعی تو صرف صغیرہ

الفقیہ ابو جعفر واعتمده المعتدون وتقدم عن شرح الوہبانیة وسینقله المحشی عن ابن وہبان و سیبشی علیہ بنفسہ **قوله** ویدل علیہ عبارة المجتبیٰ الاتیة. ای شرحاً حیث اطلق فی الزنا ان له القتل ولم یقید بشیء **اقول** وفیہ ما ذکر الشارح ان المطلق یحمل علی المقید وکیف یرد اطلاق المجتبیٰ علی تقييد المعتدات وحمل المطلق علی المقید جادة واضحة بخلاف الغاء القید، **قوله** فی الحاوی الزاہدی ماییدہ ایضاً **اقول:** بل یخالفہ فانه جعل له القتل مطلقاً فی الدواعی وانتم تخصصونه بالزنا. **قوله** او یقبلہا الخ **اقول:** لم یشرع اللہ تعالیٰ فی الدواعی القتل ولیست السیاسة لغیر الامام بل لیست الدواعی الا الصغائر

گناہوں میں سے ہے حالانکہ امام کو صرف کسی بڑی جنایت اور فحشت کا مرتکب ہونا یا قتل کرنا جائز ہوتا ہے جیسا کہ ایسی وحشیانہ اور لوطی اور چور اور پھندا ڈالنے والا، یہ لوگ جب بار بار کارروائیاں کریں تو ان کو سیاحتاً قتل کرنا حلال ہے۔ ان کو ان عظیم کارروائیوں پر بھی محض ان کے صدور پر نہیں بلکہ ان کے تکرار پر قتل کو حلال کہا، اور عنقریب آئے گا کہ شارح نے تمام کبیرہ گناہوں کے متعلق سیاحتاً قتل کو مباح کہا تو خود محشی نے اس کو ایسے گناہ سے مقید کیا جس کا ضرر متعدی ہو، اور یہی واضح حق ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، جبکہ اسلاف سے ہر کبیرہ گناہ کے مرتکب کے متعلق قتل منقول نہیں ہے چہ جائیکہ کسی صغیرہ گناہ پر قتل منقول ہو، اور اگر صغائر کے متعلق بھی قتل کو جائز قرار دے دیا جائے اور عوام کو یہ اختیار دیا جائے تو پھر امن و امان سے وبالا ہو جائے اور مسلمانوں میں قتل عام شروع ہو جائے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ بتائیے لوگوں کی جہالت سے صغائر سے کوئی دن خالی ہے تو کیا ہر ایک مرتکب صغیرہ قتل کیا جائے حالانکہ یہ کہیں بھی اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے تو بیشک حاوی زاہدی کا بیان مردود ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق حق عطا فرماتا ہے، یہ کیسے صحیح ہو جبکہ یہ زاہدی معتزلی جو کہ ثقہ اور غیر ثقہ ہر قسم کی روایات کو نقل کرنے میں بھی مشہور ہے اور روایت اور درایت کے لحاظ سے غیر معتمد علیہ باتوں کو نقل کر دیتا ہے جیسا کہ ارباب درایت نے اس کی تصریح فرمائی ہے، قوله فہذا صریح

ولیس القتل سیاسة للامام ایضاً الا فی جنایة عظمت وفحشت كما مر قبیل باب وطی یوجب الحدان اللوطی والسارق والخناق اذا تكرر منهم ذلك حل قتلهم سیاسة اه فلم یکتف فی تلك العظائم ایضاً بمجرد صدورھا بل قید حل القتل بتکررھا و سیاتی ان الشارح اطلق اباحة القتل فی جمیع الكبائر فقیده المحشی بماکان منها متعدی الضرر وهو الحق الواضح ان شاء الله تعالیٰ ولم ینقل عن السلف قتل کل من اتی کبیرة فضلا عن الصغیرة ولو اسبغ القتل فی الصغائر وجعل ذلك الی العامة لاتسع الخرق وفشا القتل فی المسلمین والعیاذ باللہ تعالیٰ فای یوم لاتری جهلا من الناس علی شیعی من الصغائر فقتل کل من تراہ وهذا الیس من حکم اللہ فی شیعی فلا شک ان ما فی الحاوی مردود واللہ الموفق کیف وهو من الزاہدی المعتزلی المعروف بجمع کل غث و سبین الغیر الموثوق بنقله ایضاً الغیر المعتمد علیہ فی روایة ولادرایة كما صرح به ارباب الدرایة، قوله فہذا صریح

اقول: (میں کہتا ہوں) اس میں کون سی صراحت ہے بلکہ اس میں تو قید کی صراحت ہے کہ کسی طرح خوف دلانے سے باز نہ آئے، جیسا کہ سابقہ قید کا بیان اس کی تائید کر رہا ہے کہ سرکش آدمی باز رکھنے کی کوشش سے باز نہیں آتا، قولہ یفید صحة اقول: (میں کہتا ہوں) اس میں اعتراض ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے، قولہ قد علمت مباحقرناہ ہماری بیان کردہ تقریر سے آپ کو معلوم ہو گیا، اقول: (میں کہتا ہوں) اس میں جو کمزوری ہے وہ آپ کو معلوم ہو چکی ہے قولہ فلا یقتضی اشتراط العلم تو وہ علم کی شرط کا مقتضی نہ ہوا، اقول: (میں کہتا ہوں) بلکہ یہ علم کی شرط کا تقاضا کرتی ہے، کیونکہ شارع کی مراد ظالمانہ کارروائیوں سے دفاع ہے نہ کہ مسلمانوں کی جانوں کو ہلاک کرنا، تو جب قتل کے بغیر دفاع ممکن ہو تو قتل سے باز رہنا ضروری ہے، قولہ حیث تعین القتل طریقاً جہاں ازالہ برائی کا طریقہ قتل متعین ہے اقول: (میں کہتا ہوں) یہ بھی مذکور قید کی شرط ہونے میں نص ہے اور محشی خود بخود درستی کی طرف لوٹ آئے ہیں، جب انہوں نے شرح کی اس عبارت (اسی قیاس پر ہے جو اعلانیہ چیز کو چھین لے، ڈاکو، ظالمانہ ٹیکس وصول کرنیوالا اور ہر ظالم جو کمتر قیمت والی چیز کو ظلم سے چھین لے اور جو ظالم مرتکب کبیرہ کے ہوں اور انکے اہلکار اور چغلیخوڑ ایسے تمام لوگوں کا قتل مباح ہے اور انکا قاتل ثواب کا مستحق

اقول: ای صراحة فيه بل تقبيده بالخوف المذكور بما يعيد التقييد السابق فان مثل التبرد لا ينزجر بالزجر قوله يفيد صحة اقول: قدمنا ما فيه قوله قررنا اقول: قد علمت ما فيه قوله فلا يقتضى اشتراط العلم اقول: بل يقتضيه لان مراد الشارع ازالة المنكرات المظلمة لاهلاك النفوس المسلمة فاذا حصلت بدون وجب قصر الید عنه، قوله حیث تعین القتل طریقاً اقول هذا ایضاً نص فی اشتراط القید المذكور وقد عاد المحشی رحمه الله تعالى بنفسه الى الصواب اذا قال على قول الشرح وعلى هذا القیاس المبکبر بالظلم وقطاع الطريق وصاحب المکس وجميع الظلمة بآدنی شیء له قیمة وجميع الكبائر والاعونة

<p>ہوگا، اھ۔) پر فرمایا کہ الاعونۃ، والسعاة، اہل کار اور عہدیدار، کا ذکر عطف تفسیری ہے یا عام پر خاص کا عطف ہے لہذا یہ قول تمام اہل فساد مثلاً جادوگر، ڈاکو، چور، لوطی اور گلابا کر ہلاک کرنے والا وغیرہ سب کو شامل ہے جن کا ضرر معاشرہ میں عام ہو اور وہ قتل کے بغیر باز نہ آئیں اھ، تو اس بیان میں انہوں نے مذکور قید پر جزم کیا ہے اور یہی درست اور حق ہے جبکہ زنا ان مذکور امور سے زیادہ فاحش ضرر نہیں ہے، تو ائمہ کرام نے جو تصریح فرمائی ہے وہی قابل اعتماد و تسلیم ہے۔ یہ میرا حاشیہ ہے اس کو غور اور تدبر سے ملاحظہ کرو، اللہ تعالیٰ کے لئے ہی اول و آخر حمد ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>والسعاة يباح قتل الكل ويثاب قاتلهم اھ نصہ قولہ والا عونۃ والسعاة عطف تفسیر او عطف خاص علی عام فی شمل کل من کان من اهل الفساد کالساحر وقاطع الطريق واللص والوطی والخناق ونحوهم ممن عم ضررہ ولاینزجر بغير القتل اھ فقد اذعن بالتقيد وهو الحق السديد وليس الزنا بافحش من هاتيك الافا عيل فبا صرح به الائمة فعلیه الاعتماد والتعويل¹، هذا ما كتبت عليه فانظره متأملاً متدبراً والحمد لله اولاً و آخراً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

مسئلہ ۲۷۶: ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کسی عالم کی نسبت یا کسی دوسرے کی لفظ مردود کہے کہ وہ بیوقوف ہے کچھ نہیں جانتا اور الوہے، تو اس شخص کی نسبت شرع شریف کیا حکم دے گی؟ بینوا تو جو را۔

الجواب:

بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا مسلمان کو ناحق ایذا دینا ہے اور مسلمان کی ناحق ایذا شرعاً حرام۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>جس نے بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ</p>	<p>من أذى مسلماً فقد أذاني ومن أذاني فقد أذى الله²۔ رواه الطبرانی في</p>
---	---

¹ جد المبتار علی رد المبتار

² المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الرياض ۳/۳۷۳

الاولیٰ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔	عزوجل کو ایذا دی (اس کو طبرانی نے اوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)
--	---

پھر علمائے دین متین کی شان تو نہایت ارفع و اعلیٰ ہے ان کی جناب میں گستاخی کرنے والے کو حدیث میں منافق فرمایا۔

ثلاثة لا يستخف بحقهم الامنافق ذوالشبيبة في الاسلام وذوالعلم وامام مقسط ¹ ۔ رواه الطبراني في الكبير عن ابى امامة وابو الشيخ في التوبيخ عن جابر بن عبد الله رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔	یعنی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تین شخص ہیں جن کا حق ہلکانہ جانے گا مگر منافق، ایک اسلام میں بڑھاپے والا دوسرا عالم تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔ (اس کو طبرانی نے کبیر میں حضرت ابوامامہ سے اور ابوالشیخ نے توبیخ کے باب میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمایا ہے۔ ت)
---	---

ایسا شخص شرعاً لائق تعزیر ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ ۲۷۷: ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مومن کہنا تخصیص رکھتا ہے قوم نور بانف سے یا عام امت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے؟ دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص براہ طعنہ قوم مذکور کی نسبت مومن کہے تو اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

الحمد للہ ہر مسلمان مومن ہے اور بعض بلاد ہند کے عرف میں اس قوم کو مومن کہنا شاید اس بناء پر ہو کہ یہ لوگ اکثر سلیم القلب حلیم الطبع ہوتے ہیں جن سے اور مسلمانوں کو آزار کم پہنچتا ہے، اور حدیث میں فرمایا کہ المؤمنون من امن جارة بوائقہ² مومن وہ ہے جس کے ہمسائے اس کی ایذاؤں سے امان میں ہوں۔

¹ المعجم الكبير حديث ۷۸۱۹ عن ابى امامة المكتبة الفيصلية بيروت ۲۳۸/۸

² صحيح البخارى باب اثم من يأمن جارة بوائقہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۸۹/۲

پھر یہ لفظ بطور طعن انہیں کہنا دوسری شاعت ہے ایک تو مسلمان کو اس کی نسبت یا پیشہ کے سبب حقیر جاننا دوسرے ایسے عظیم جلیل لفظ کو محل طعن میں استعمال کرنا، ایسے شخص کو چاہئے اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنی زبان کی نگہداشت کرے۔

اللہم اهدنی والمسلمین انک انت ارحم الراحمین۔ امین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اے اللہ! مجھے اور تمام مسلمانوں کو ہدایت عطا فرما بیشک تو رحم کرنے والوں سے بڑا رحم فرمانے والا ہے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	--

مسئلہ ۲۷۸: از ونگر دایہ مہ سانہ گجرات گاڑیکے دروازہ متصل مکان بنجارہ چاند مار سول مسؤلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب احمد آبادی ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی مسلمان کے مال کا نقصان کرنا اور اس کی ہتک حرمت میں کوشش کرنا کیسا ہے؟

الجواب:

اگر بلاوجہ شرعی ہے حرام قطعی ہے اور وجہ شرعی سے ہے تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۲۷۹: از شہر صدر بازار بریلی مسؤلہ پیش امام جامع مسجد ۱۸ محرم ۱۳۳۹ھ
ایک شخص نماز پڑھنے سے انکار و حیلہ بہت سے کرتا تھا ہر چند اس کو برادرانہ طور بہت کچھ سمجھایا لیکن وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آیا اور لوگ اس کو پکڑنے کے واسطے گئے اس وقت وہ مسلمانوں کو لاشعنی لے کر مقابلہ کرنے کو آمادہ ہوا، لہذا وہ مسلمانوں نے اس کے ہاتھ پکڑ لئے، ایک شخص نے اس کو درے لگائے، لہذا وہ نماز پڑھتا ہے، پکڑنے کے وقت اس کے ہاتھ میں گھڑی بندی تھی وہ ٹوٹ گئی وہ مسلمانوں سے طلب کرتا ہے، اس کی گھڑی دی جائے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

تفہیم چاہئے، تنبیہ چاہئے، مار پیٹ کا وقت نہیں، اور اس کی گھڑی کی قیمت دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۲۸۰: از بریلی محہ بہاری پور مسؤلہ اشفاق حسین طالب علم ۳ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و عمرو و بکر ایک مقام پر بیٹھے تھے، اتفاقاً ایک لڑکی اس راہ سے گزری، زید نے عمرو سے کہا یہ لڑکی تمہاری بہن ہے، عمرو نے زید کو جواب دیا کہ ہاں یہ لڑکی بہن ہے لیکن اے زید! یہ لڑکی تیری

بہن ہے، اس پر زید نے عمرو سے کہا کہ میری بہن نہیں ہے بلکہ تیری بہن ہے، عمرو نے زید سے کہا کہ جب ہم تم سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں تو ہم تم سب بھائی بہن ہیں بکرنے عمرو سے کہا کہ اس طرح تو کتے سور بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں تو کتے اور سور بھی تمہارے بھائی بہن ہوئے، عمرو نے کہا کہ نہیں ان جانوروں کو اہل اسلام کے لوگ برا سمجھتے ہیں، اس پر بکر بہت غصہ ہوا اور کہنے لگا کہ نہیں سور اور کتے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں، اور مکرر کہہ کر یہی الفاظ کہے یہاں تک کہ آپس میں جھگڑا ہونے لگا اور معاملہ طول ہو گیا۔ عرض یہ ہے کہ ان تینوں شخصوں کے واسطے کیا حکم ہے؟ واجبا عرض کیا ہے۔

الجواب:

عمرو نے جو اس کے بہن ہونے سے انکار کیا اس پر کچھ الزام نہیں بلکہ وہ اگر غیر مسلمان تھی تو بہت اچھا کہ انکار کر دیا زید نے کہ اسے عمرو کی بہن کہا اس پر الزام نہیں اگر وہ لڑکی مسلمان تھی کہ مسلمان سب آپس میں بھائی ہیں ہاں اگر وہ مسلمان نہ تھی تو برا کیا کہ اسے مسلمان کی بہن ٹھہرایا، اور فقط اولادِ آدم علیہ السلام ہو ناکافی نہیں کہ کافروں کا نسب خود حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقطع ہے،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بیشک تمام مومن بھائی بہن ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیارے نوح (علیہ السلام) یہ آپ کی اہل میں نہیں وہ تو اپنے عمل والا نہیں ہے۔ (ت)	قال اللہ تعالیٰ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ ^۱ ، وقال تعالیٰ اِنَّكَ لَبِيسٌ مِّنْ اَهْلِكَ ^۲ اِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ^۳ ۔
--	--

رہا بکر، اس نے سخت شدید شنیع بری بات کہی، اس کے قول سے نبی اللہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک عیب لگتا ہے اس پر توبہ فرض ہے بلکہ کلمہ پڑھے تجرید اسلام کرے۔ ہاں اگر وہ لڑکی کافرہ تھی اور اس نے کتے سور سے مراد کافر لئے یعنی ان کی اولاد میں تو کافر بھی ہیں جو کتوں سوروں کے مثل ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں وہ ہمارے بھائی کیسے ہو سکتے ہیں، تو اس پر الزام نہ رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۱: از دھاموں ڈاکخانہ دھاموں ضلع سیالکوٹ پنجاب روز دوشنبہ ۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اگر زید اپنی حقیقی بھائی بکر کو کسی سازش سے ایک مجلس میں باواز کلمہ طیبہ پڑھ کر کہے کہ تم میرے بھائی نہیں ہو، ایسی صورت میں زید پر بموجب شرع شریف کچھ کفارہ لازم ہے اگر ہے تو کیا و کس

^۱ القرآن الکریم ۱۰/۳۹

^۲ القرآن الکریم ۱۱/۳۶

قدر؟ بینواتوجروا۔

الجواب:

اگر اس کے بھائی نے اس کے ساتھ کوئی معاملہ خلاف اخوت کیا جو بھائی بھائی سے نہیں کرتا تو اس پر اس کہنے میں الزام نہیں کہ اس نفی سے نفی حقیقت مراد نہیں ہوتی بلکہ نفی ثمرہ، اور ایسا نہیں بلکہ بلاوجہ شرعی یوں کہا تو تین کبیروں کا مرتکب ہوا، کذب صریح و قطع رحم و ایذاء مسلم، اس پر توبہ فرض ہے اور بھائی سے معافی مانگنی لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۲ تا ۲۸۴: معرفت مصطفیٰ رضا خان صاحب، بروز پنجشنبہ ۲۹ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

(۱) بعض لوگوں کا قاعدہ ہے کہ مثلاً کسی نے کہا کہ فلاں کے گھر چوری ہوئی انہوں نے کہا کہ اچھا ہو اچوری ہوئی، پھر بعض دفعہ توجو ظاہر کلام ہے ظاہر مراد ہوتا ہے اور بعض دفعہ یہ مراد ہوتا ہے کہ چونکہ مثلاً مال رہنا مضر تھا یا اس کا انہیں غرور تھا لہذا اچھا ہو اچوری ہو گئی کہ غرور جاتا رہا یا مضر دور ہو گیا دونوں تقدیروں پر یہ ممنوع چیز کو اچھا کہنا کیسا ہے؟

(۲) ایک شخص سے کوئی خلاف کلمہ نکلا بعد کو اس نے صراحتہ انکار کیا اور اس کا فتح تسلیم کر لیا یا اس کو چھوڑ کر اس کے مخالف حق کلمہ کا اقرار کیا آیا یہ توبہ ہو گئی یا ضرور ہے کہ لفظ توبہ کہے۔

(۳) ہمارے اعزہ میں سے ایک عورت نے اپنے شوہر سے ناراض ہو کر کہا نہ معلوم تمہیں فلاں کے مکان سے (نام لے کر) کیا عشق ہے، شوہر نے کہا خدا جانے، اس پر عورت نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں ہے، اور اس کے بعد ایک اور جملہ کہا جو شاید یہ تھا کہ سب تمہارے حیلہ حوالے بیکار یہ ان بے پروائیاں ہیں، یہ جملہ کیسا؟ اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

الجواب:

(۱) اس سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ سر قہ اچھی بات ہے جس سے حرام قطع کا استحقاق بلکہ استحسان ہو کر معاذ اللہ نوبت بہ کفر پہنچے بلکہ اس مسروق منہ کے نقصان مال کا استحسان سمجھا جاتا ہے اور یہی مقصود ہوتا ہے کہ کبھی براہ حسد ہوتا ہے اور حسد حرام ہے، اس صورت میں تو مطلقاً گناہ ہے، کبھی براہ عداوت ہوتا ہے کہ دشمن کا نقصان دشمن کو پسند آتا ہے اس کا حکم اس عداوت کا تابع رہے گا اگر عداوت مذمومہ ہے یہ بھی فتیح و مذموم ہے اور اگر عداوت محمودہ ہے جیسے اعداء اللہ سے دشمنی تو اس میں حرج نہیں جیسے رَبَّنَا ظَلَمْنَا لَنَا نَفْسًا وَأَشْرَدْنَا عَلَىٰ قُلُوبِنَا^۱ (اے ہمارے رب! ان کے مال برباد کر دے اور ان کے دل سخت کر دے۔ ت) جب دعا سے اس کا نقصان چاہنا روا ہے تو بعد وقوع اس پر خوش ہونا

^۱ القرآن الکریم ۸۸/۱۰

کیا بچا ہے، کبھی وہ صورت ہوتی ہے جو سوال میں مذکور ہے وہ اگر بہ نیت صحیحہ ہے تو غیر منظور کہ یہ اس کے نقصان پر خوش ہونا نہیں بلکہ نفع پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) لفظ توبہ نہ ضرور نہ کافی جو قول بچا صادر ہوا تھا اس پر ندامت اور اس سے نفرت و اظہار برات درکار ہے، السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ (پوشیدہ سے پوشیدہ اور علانیہ سے علانیہ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) قائلہ کاہر گزیہ مقصود نہیں کہ باری عزوجل سے معاذ اللہ نفی علم کرے نہ زہار اسکے کلام سے سماع کا ذہن اس طرف جاسکتا ہے، بلکہ شوہر نے کہا تھا خدا جانے یعنی کوئی چیز مخفی ہے جو مجھے معلوم نہیں یا جسے میں بتانا نہیں چاہتا اس نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں اسے اس ہولناک حکم سے کوئی تعلق نہیں نیز یہاں ایک اور دقیقہ ہے بفرض غلط نفی علم ہی مراد لیں تو معاذ اللہ نفی مطلق کی ہر گز بوجہ نہیں بلکہ اس امر خاص سے یعنی اس کا کوئی سبب خفی اللہ نہیں جانتا اور علم الہی سے کسی شے کی نفی اس کے علم سے نفی ہے کہ واقع ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا،

<p>تو یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے باب سے ہوگا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے فرمادے تھے ان کے نام بتائیے یا تم وہ خبر اس کو دیتے ہو جس کو اس نے روئے زمین پر نہ جانا۔ (ت)</p>	<p>فكان من باب قوله وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلُوبَهُمْ ۗ أَمْ تُبَيِّنُونَ لَهُمْ أَلَا يَعْلَمُونَ فِي الْأَرْضِ ۗ ض 1</p>
--	---

ہاں ارسال لسان ہے جس سے احتیاط درکار، اور خود شوہر کے ساتھ بدزبانی بھی تکفرون العشیر² (عورتیں خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔ ت) میں داخل کرنے کو بس ہے توبہ چاہئے واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۸۵: قول انوار الحق تحصیل چو نیاں ضلع لاہور بروز چہار شنبہ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ (مکتوب) (قول انوار الحق) میں عریضہ لکھ کر دوبارہ یا سیدنا و مولانا و مرشدنا عرض کرتا ہوں کہ آپ ہم لوگوں میں مثل رسول و نبی کے ہیں آپ خاکساروں کی عرض سن کر جواب روانہ فرمائیں۔

الجواب:

تمہیہ: مولانا! یہ لفظ بہت سخت ہے لا الہ الا اللہ یہ فقیر ذلیل سیاہ کار نابکار

¹ القرآن الکریم ۳۳/۱۳

² صحیح البخاری کتاب الحيض ۳۴/۱ و کتاب الزکوة ۱۹۷/۱ قدیمی کتب خانہ کراچی

کیا چیز ہے ہاں اکابر کے لئے یہ لفظ حدیث میں آیا ہے کہ الشیخ فی قومہ کالذنبی فی امتہ¹ شیخ اپنی قوم میں مانند نبی کے ہیں اپنی امت میں مگر مثل اور مانند میں بہت فرق ہے مثل معاذ اللہ مساوات کا ایہام کرتا ہے اور مانند صرف ایک مشابہت چاہتا ہے، اس لئے سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے ایسانی کا ایمان جب دیکھا (میرا ایمان جبرائیل کے ایمان کی مانند ہے۔ ت) فرمایا نہ کہ مثل ایمان جبریل (مثل ایمان جبریل۔ ت) فقط

مسئلہ ۲۸۶: مسؤلہ سید حمید الرحمن صاحب صابری فاروقی گولہ گھاٹ محلہ کچہری ہاٹ آسام ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مقدس اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے مرشدزادہ کو حقارت و بے ادبی سے کچھ باتیں کہیں وہ مرشدزادہ قوم کا سید حسینی ہے اور ہندوستان کے مدرسہ عربی کا تعلیم یافتہ مولوی ہے اور اہل طریقہ میں قادر یہ عالیہ ہے، حقیقت میں اس مرشدزادہ کا کچھ بھی خطا و قصور نہیں تھا جبراً اس شخص نے بہت لوگوں کے سامنے اس مرشدزادے کو بے ادبی اور حقارت سے باتیں کیں۔ اب از روئے شرع دین متین اس شخص کو کیا حکم دیتے ہیں اب ایمان و نکاح میں کچھ خلل اس کا ہو گا یا نہیں؟ فقط۔

الجواب:

بلاوجہ کسی مسلمان کو سخت و سست کہنا حرام ہے نہ کہ سید نہ کہ عالم نہ کہ اپنا مرشدزادہ۔ صحیح حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔ ²	جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔
--	---

دوسری حدیث میں ہے:

ثلاثة لا يستخفف بحقهم الامنافق بين النفاق، ذو الشیبة فی الاسلام	تین شخصوں کے حق کو ہلکانہ کرے گا مگر کھلا منافق ایک وہ جسے اسلام میں بڑھا پا آ یا دوسرا
---	---

¹کنز العمال حدیث ۴۲۶۳۲ و ۴۲۶۳۳ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۵/۶۶۴

²المعجم الاوسط حدیث مکتبۃ المعارف الرياض / ۳۷۳

وذوالعلم وامام مقسط¹

عالم تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔

صورت واقعہ اگر یونہی ہے جیسے سوال میں مذکور ہوئی تو وہ شخص ضرور مرتکب کبیرہ ہوا، مگر اسلام و نکاح میں خلل نہیں کہہ سکتے جب تک کوئی خاص قول و فعل ان میں مغل صادر نہ ہوا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۷: از بشارت گنج ضلع بریلی مسئلہ حاجی غنی رضا خاں صاحب ۴ رجب ۱۳۳۹ھ

زید ایک شخص ہے جس کا نکاح بکر کی لڑکی ساتھ ہوا ہے، اب چند بچے پیدا ہونے کے بعد زید نے اپنی بیوی کی ہمیشہ کے ساتھ یعنی حقیقی سالی کے ساتھ بھی عقد کر لیا ہے اور دونوں سے مراسم بیوی کی ادا کرتا ہے اور دونوں کی اولاد بھی ہے، اور زید قوم قصاب سے ہے، آیا ایسی حالت میں اس کو زانی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس کے ہاتھ کا گوشت خریدنا چاہئے یا نہیں؟ اور اس کی موت میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب:

وہ ضرور حرام کار ہے، اس سے گوشت خریدنا بلکہ سلام کلام کرنا ہی نہ چاہئے، موت اس کے عزیز و قریب کر لیں گے اوروں کو بلا ضرورت شرکت کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۸: مرسلہ محمد تقی مقام بکسر متصل اسٹیشن ریلوے بتوسط حاجی بخش صاحب ۲۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کو اوقات مختلفہ میں اہلبلیس مردود کافر متعدد بار کہا، زید معمر ہے بکر نو عمر، بکر یوم جمعہ کو خطبہ جمعہ پڑھ رہا تھا، اثناء خطبہ میں کسی آہ کریمہ میں غلطی ہوئی زید نے چلا کر بتایا، بکر نے اپنی غلطی کی اصلاح کر لی مگر زید نے اسی ساعت میں چلا چلا کر چند بار اپنی قرأت کرتا ہی رہا، پھر بعد فراع نماز زید نے سب لوگوں کو ٹھہرایا اور کہنے لگا یہ مردود اہلبلیس ہمیشہ غلط پڑھتا ہے اور مجھے ذبح کر دیا ہے، بکر نے سوائے سکوت کوئی جواب نہیں دیا، اور اگر زید موجود ہے تو بکر نماز پڑھانے کے لئے زید کو کھلائے مگر زید نہ پڑھائے، پھر بکر نے دو جمعہ پڑھا کر جواب دیا کہ وہ شخص جمعہ پڑھائے جس سے کوئی غلطی نہ ہو۔ مقتدیوں نے کہا تم ضرور پڑھاؤ تو مخالفت کا باعث معلوم ہوتا ہے اور ثابت بھی ہو گیا، بہر حال دوسرے امام مقرر کئے گئے چند دنوں بعد امام صاحب نے انتقال فرمایا اس کے بعد زید خود ہی نماز پڑھانے لگا، اس حالت میں زید کی امامت صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور ان دونوں میں شرعاً کافر و اہلبلیس کون ہوگا؟

¹ المعجم الكبير حديث ۷۸۱۹ المكتبة الفيصلية بيروت ۲۳۸/۸، كنز العمال بحواله ابي الشيخ في التوبيخ حديث ۴۳۸۱۲ مؤسسة الرسالة

الجواب

مسلمانوں کو بلاوجہ شرعی مردودا، بلبلیس کہنا سخت حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

<p>وہ لوگ جو مومن مرد اور عورتوں کو بلاوجہ اذیت دیتے ہیں تو بیشک انہوں نے بہتان اور واضح گناہ کا ارتکاب کیا۔ (ت)</p>	<p>وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيًا وَسُوءًا مَّا كَانُوا فِي اللَّهِ عِشْرًا عُشْرًا ۚ وَالَّذِينَ يَأْتُواكُم مِّنَ الْمَدِينِ يَأْتُواكُم بَغْيًا وَسُوءًا مَّا كَانُوا فِي اللَّهِ عِشْرًا عُشْرًا ۚ وَالَّذِينَ يَأْتُواكُم مِّنَ الْمَدِينِ يَأْتُواكُم بَغْيًا وَسُوءًا مَّا كَانُوا فِي اللَّهِ عِشْرًا عُشْرًا ۚ</p>
--	--

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>جس نے کسی مسلمانوں کو ناحق ایزادی اس نے مجھے ایزادی اور جس نے مجھے ایزادی اس نے اللہ کو ایزادی۔</p>	<p>من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ²۔</p>
--	--

اور مسلمانوں کو کافر کہنا تو ایسا سخت ہے کہ احادیث کثیرہ صحیحہ میں فرمایا فقد بآء بہ احدہما³ یہ بلا دونوں میں سے ایک پر ضرور پڑے گی جسے کافر کہا اگر وہ وقع میں کافر ہے تو خیر ورنہ یہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آئے گا، ولہذا امام اعلمش وائمہ بلخ وغیرہم کثیر فقہائے کرام کا فتویٰ یہی ہے کہ جو مسلمان کو کافر کہے خود کافر ہو جاتا ہے والصحیح فیہ تفصیل اور دنائہانی فتاوانا (اور صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے جس کو ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے) عین حالت خطبہ میں تصحیح بکر کے بعد بھی جو زید بار بار اپنی قرأت کرتا رہا یہ بھی حرام تھا،

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ت)</p>	<p>قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۗ ۝۴</p>
---	---

زید اگر بلاوجہ شرعی ان الفاظ کا مرتکب ہوا ہے تو اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور بکر سے معافی چاہے ورنہ وہ فاسق معین ہے اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ القرآن الکریم ۵۸/۳۳

² المعجم الاوسط حدیث مکتبۃ المعارف الرياض ۳۷۳/۳

³ صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اذہ بغیر تأویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۰۱/۲

⁴ القرآن الکریم ۲۰۳/۷

مسئلہ ۲۸۹ تا ۲۹۰: از پوسٹ کانت فقیر ہاٹ مدرسہ اسلامیہ کالابیل چانگام مرسلہ وحید اللہ صاحب ۲۶ بیچ الاول ۱۳۳۶

علمائے کرام (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے) آپ کا کیا ارشاد ہے کہ اس مسئلہ میں کہ ایک جاہل شخص، عربی علوم کی مبادی و مقاصد کے استاذ کو کہتا ہے کہ تو ہمارے جیسا بشر ہے، تو عربی کے معلم نے جواب میں کہا اگر یہی معاملہ ہے تو پھر میں مدرسہ عالیہ میں کیا کر رہا ہوں تو جاہل نے اسے جواب میں کہا، اے گائے اور خنزیر کے چرواہے! تو وہاں ان کو چراتا ہے اور نیز اس کا عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ جس مشرک کو چاہے بخش دیتا ہے اور اس کو جنت میں داخل فرماتا ہے، تو اس پر اس عالم نے اس کو کچھ قرآنی آیات اور صحیح احادیث سنائیں، تو جاہل نے کہا یہ کوئی چیز نہیں ہے، تو کیا مسئلہ صورت میں توبہ اور تجدید نکاح ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) جو شخص یہ عقیدہ رکھے اور بیان کرے کہ نماز کا تارک کافر ہے، تو یہ کہنے والا، کیا وہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب سے خارج ہے یا نہیں؟ بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی ہذہ المسألة ان رجلا اخطا الجهل قال لمعلم العلوم العربية اعني المبادی والمقاصد ما انت الابشر مثلنا فقال له اذ كان الامر كذلك فما اصنع في المدرسة العالية مثلا فاجاب له يا راعي البقر والخنزير ترعيهما فيهما وايضا اعتقدان الله يغفر ويدخل الجنة من يشرك به لمن يشاء يغفر لمن يشاء فذكر العالم شيئا من آية القرآن والاحاديث الصحيحة فقال هذا ليس بشيء ففي الصورة المسئلة هل يجب التوبة وتجديد النكاح عليه امر لا۔

(۲) من قال واعتقد تارك الصلوة كافر فالقائل هل هو خارج عن مذهب ابي حنيفة رحمه الله تعالى امر لا۔ بينوا توجروا۔

الجواب:

اس نے عالم کو جن الفاظ سے خطاب کیا ہے وہ اس کی جہالت اور انتہائی بے ادبی ہے اس کی وجہ سے وہ اور ایسے دیگر لوگ اپنے جرم کے مناسب شدید تعزیر کے مستحق ہیں۔ حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے تین حضرات کی توہین کھلے منافق

اما ما خاطب به العالم فهو من جهله وسوء ادبه يستحق به التعزير الشديد الاثق بحاله الزاجر له ولا مثاله ففي الحديث عنه صلى الله تعالى عليه وسلم لا يستخف بحقهم الا منافق

<p>کے بغیر دوسرا نہیں کر سکتا ایک عالم، دوسرا وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، اور تیسرا مسلمان عادل بادشاہ، تاہم اس کا یہ کہنا کہ، اللہ تعالیٰ جس مشرک کو چاہے بخش دیتا ہے، تو یہ قرآن عظیم کے مخالف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شریک بنانے والے کو نہیں بخشتا، اس کے علاوہ جس کو چاہے بخشتا ہے۔ اور اس کا قرآن وحدیث کے متعلق یہ کہنا کہ، یہ کوئی چیز نہیں ہے، یہ تو خالص ایسا کفر ہے جس پر مرتدوں والے احکام جاری ہوتے ہیں، لہذا اس پر تجدید اسلام ضروری ہے اور مسلمان ہو کر عورت کی رضامندی سے دوبارہ اس سے نکاح کرے، اگر اس سے نکاح پر راضی نہ ہو تو بیوی کو اختیار ہے کہ وہ عدت پوری کر کے کسی اور سے اپنی مرضی کے مطابق نکاح کرے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔</p> <p>(۲) نماز کے تارک پر احادیث صحیحہ میں کفر کا اطلاق آیا ہے، اور جمہور صحابہ وتابعین کا بھی مسلک ہے جبکہ یہ مسئلہ فقہی نہیں بلکہ علم کلام سے متعلق ہے، اس میں اہلسنت کا قدیم سے اختلاف چلا آ رہا ہے لہذا اگر کوئی دو قولوں میں سے ایک قول کو اختیار کرے تو وہ حنفیت سے خارج نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>بين النفاق ذوالشبهة في الاسلام وذوالعلم وامام مقسط¹۔ اما قوله ان الله يغفر لمن يشرك به لمن يشاء فمخالف للقرآن العظيم قال الله عزوجل ان ان الله لا يغفر ان يُشرك به ويعفو ما دون ذلك لمن يشاء² واما قوله لايات القرآن العظيم والاحاديث هذا ليس بشيئ فهدا ليس بشيئ الا الكفر الجلي وتجري به عليه احكام المرتدين فعليه ان يسلم واذاسلم فليجدد نكاحه برضأمرأة وان لم ترضى فلها الخيار تعتد وتنكح من تشاء، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔</p> <p>(۲) الحكم بالكفر على تارك الصلوة وارد في صحاح الاحاديث وعليه جمهور الصحابة والتابعين وليست المسألة فقهية بل كلامية وقد اختلف اهل السنة قديماً فمن قال باحد القولين لا يخرج به عن الحنفية۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

¹كنز العمال بحواله الشيخ في التوبيخ حديث ۳۳۸۱۲ مؤسسة الرساله بيروت ۳۲/۱۶، المعجم الكبير حديث المكتبة الفيصلية بيروت

مسئلہ ۲۹۲۶۲۹۱: از بنگلور بازار مرسلہ قاضی عبدالغفار صاحب مورخہ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک شخص درود شریف پورا پڑھتا ہے اللھم صل وسلم علی محمد و سیدنا و ہادینا و مرشدنا و مخدومنا (نام اپنے پیر کا لیتا ہے) حضور صلی تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک پر نہ سیدنا و ہادینا ہے اور اپنے پیر کے نام پر القاب تعظیمی لگاتا ہے، پس ایسا درود پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کوئی پیر اس کو روارکھے تو کیسا ہے؟

(۲) بشیر و نذیر القاب مخصوصہ سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہیں یا اور کسی کو بھی کہہ سکتے ہیں؟ اگر کوئی شخص اپنے مریدوں سے کہلوائے اور اپنی نسبت روارکھے تو اس پیر و مرشد کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب:

(۱) یہ بیجا ہے اور ایک نوع ظلم ہے اسے اس سے احتراز چاہئے، ادب تو یہ ہے کہ اکابر کے نام کے ساتھ ان کے اصاغر کا نام لیا جائے، اگر وہ اپنے اکابر ہوں تو ان کے نام کے ساتھ ان کے نام میں زیادہ الفاظ تعظیمی ضروری نہیں، نہ کہ معاذ اللہ عکس۔ عرب میں کنیت تعظیم ہے۔ امام ابو یوسف امام محمد کے استاد مگر امام اعظم کے شاگرد ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم، امام محمد نے جامع صغیر وغیرہ جتنی کتابیں بروایت امام ابی یوسف حضرت امام اعظم سے روایت کیں ان میں امام ابو یوسف کو کنیت سے یاد نہ کیا بلکہ نام سے محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اس کا نکتہ علماء نے یہی لکھا ہے اس شخص پر اس سے احتراز لازم ہے اور پیر پر واجب ہے کہ اسے ہدایت کرے، اور اگر یہ مطلب ہو کہ پیر کی عظمت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زائد ہے تو یہ صریح کفر ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام صفات کریمہ بایں معنی خصائص حضور ہیں کہ کوئی صفت میں حضور کا مماثل و شریک نہیں، امام ابو محمد بوسیری قدس سرہ فرماتے ہیں:

منزہ عن شریک فی محاسنہ فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم^۱

(آپ اپنے محاسن میں کسی شریک سے پاک ہیں، تو آپ کے حسن کا مادہ منقسم نہیں ہے)

^۱ قصیدہ بردہ الفصل الثالث تاج کینی لاہور ص ۱۰

مگر حضور نے اپنی بعض صفات کریمہ کا اپنے مستفیضوں، اپنے خادموں اور اپنے غلاموں پر بھی پرتو ڈال دیا جیسے علیم، حلیم، کریم کہ ان صفات کی تجلی جس میں متحقق ہو اس پر ان کے اطلاق میں حرج نہیں بشیر و نذیر بھی انہیں صفات میں ہیں،

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے۔ اور فرمایا: ہر امت میں ڈر سنانے والا گزرا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بشارت دو نفرت پیدا نہ کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>قال تعالیٰ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ¹، وقال تعالیٰ وَإِنَّ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ² وقال صلى الله تعالى عليه وسلم بشروا ولا تنفروا³ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۲۹۳: ازاجیر شریف کارخانہ گریچ علاقہ نمبر ۳۰ لوہار خانہ مرسلہ جمال محمد ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

ہر کسی کو شیطان کہیں، یہ حلال یا حرام؟

الجواب:

گمراہ بددین کو شیطان کہا جاسکتا ہے اور اسے بھی جو لوگوں میں فتنہ پردازی کرے، ادھر کی ادھر لگا کر فساد ڈلوائے، جو کسی کو گناہ کی ترغیب دے کر لے جائے وہ اس کا شیطان ہے، اور مومن صالح کو شیطان کہنا شیطان کا کام ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم۔

نوٹ

جلد سیزدہم ختم ہوئی، اس کا آخری عنوان کتاب الحدود والتعزیر ہے، جبکہ آنے والی جلد چہارم ہم کا پہلا عنوان کتاب السیر ہوگا۔

¹ القرآن الکریم ۴/۱۶۵ و ۱۸/۵۶ و ۶۸/۲۸

² القرآن الکریم ۳۵/۲۴

³ صحیح البخاری کتاب العلم قدیمی مکتب خانہ کراچی ۱۶/۱

ماخذ و مراجع

سن وفات ہجری	مصنف	نام کتاب
		۱۔
۴۱۶	عبدالرحمن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۱۔ الاجزاء فی الحدیث
۴۴۶	ابوالعباس احمد بن محمد الناطقی الحنفی	۲۔ الاجناس فی الفروع
۶۸۳	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۳۔ الاختیار شرح المختار
۲۵۶	محمد بن اسلمیل البخاری	۴۔ الادب المفرد للبخاری
۹۲۳	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۵۔ ارشاد الساری شرح البخاری
۹۵۱	ابوسعود محمد بن محمد الحمادی	۶۔ ارشاد العقل السلیم
۱۲۲۵	مولانا عبدالعلی بحر العلوم	۷۔ الارکان الاربع
۹۷۰	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۸۔ الاشباہ والنظائر
۱۰۵۲	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۹۔ اشعة المبعثات شرح المشکوٰۃ
۴۸۲	علی بن محمد البرزوی	۱۰۔ اصول البزوی
۹۴۰	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۱۱۔ الاصلاح والایضاح للوقایة فی الفروع
۷۶۹	قاضی بدر الدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۱۲۔ اکھد المرجان فی احکام الجنان
۷۵۸	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۱۳۔ انفع الوسائل الی تحریر المسائل
۱۰۶۹	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۴۔ امداد الفتاح شرح نور الايضاح
۷۹۹	امام یوسف الارذیبلی الشافعی	۱۵۔ الانوار لعلم الابرار

۴۳۲	عبدالملک بن محمد بن محمد بشران	امالیٰ فی الحدیث	۱۶
۳۶۴	احمد بن محمد المعروف بابن السنن	الایجاز فی الحدیث	۱۷
۴۰۷	احمد بن عبدالرحمن الشیرازی	القاب الروات	۱۸
۱۸۹	ابو عبداللہ محمد بن حسن الشیبانی	الاصول (مبسوط)	۱۹
۲۰۰	محمد بن حسن المدنی ابن زبالہ	اخبار مدینہ	۲۰
۲۰۴	محمد بن ادريس الشافعي	آلام	۲۱
۲۵۶	زبير ابن بكار الزبيری	اخبار مدینہ	۲۲
۳۶۰	الحسن بن عبدالرحمن الرامهرمزی	امثال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۳
۴۰۵	ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری	اربعین للحاکم	۲۴
۵۰۵	امام محمد بن محمد الغزالی	احیاء العلوم	۲۵
۶۷۶	محمد بن محمد بن یحییٰ بن شرف النووی الشافعی	اربعین نووی	۲۶
۶۷۶	سیدالابرار ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی	الاذکار المنتخبہ من کلام	۲۷
۶۳۰	علی بن محمد ابن اثیر الشیبانی	اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ	۲۸
۸۰۶	امام زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی	الفیۃ العراقی فی اصول الحدیث	۲۹
۸۵۲	شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	الاصابۃ فی تہذیب الصحابہ	۳۰
۹۰۳	علامہ جلال الدین محمد بن اسعد الدوانی	انبؤذج العلوم	۳۱
۹۱۱	عبدالرحمن بن کمال الدین السیوطی	الاتقان جلال الدین	۳۲
۹۷۴	احمد بن حجر الھیتمی المکی	اعلام بقواطع الاسلام	۳۳
۱۰۱۴	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری (ملا علی القاری)	الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ	۳۴
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم	الانتبہۃ فی سلاسل اولیاء	۳۵
۱۲۰۵	سید محمد بن محمد مرتضیٰ الزبیدی	اتحاف السادۃ المتقین	۳۶
۱۲۷۳	عبدالغنی الدہلوی المدنی	انجیح الحاجۃ حاشیۃ سنن ابن ماجہ	۳۷
		اعانۃ الطالبین سید محمد شطالہ میاں	۳۸
۴۲۸	ابو علی حسن بن عبداللہ الشیربانی	الاشارات ابن سینا	۳۹

۳۹	الاشارات ابن سینا	ابو علی حسن بن عبد اللہ الشیر با بن سینا	۴۲۸
ب			
۴۰	بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۴۱	البداية (بداية المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۴۲	البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم با بن نجیم	۹۷۰
۴۳	الدرہان شرح موہب الرحمن	ابراہیم بن موسی الطرابلسی	۹۲۲
۴۴	بستان العارفین	فقیہ ابو الیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۲
۴۵	السیوطی الفروع	حمید الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۴۶	البنایة شرح الهدایة	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۸۵۵
۴۷	بہجة الاسرار	یوسف بن جریر اللغنی الشطنوفی	۷۱۳
۴۸	ببلوغ المراد	احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	۸۵۲
۴۹	بستان المحدثین	شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ	۱۲۳۹
۵۰	براہین قاطعہ	رشید احمد گنگوہی	۱۹۰۵ء
ت			
۵۱	تاج العروس	سید محمد تقی الزبیدی	۱۲۰۵
۵۲	تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن دمشقی با بن عساکر	۵۷۱
۵۳	تاریخ البخاری	محمد بن اسمعیل البخاری	۲۵۶
۵۴	التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۵۵	تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن الہمام	۸۶۱
۵۶	تحفة الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۵۷	تحقیق الحسابی	عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۵۸	الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹
۵۹	التعریفات لسیّد شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۶۰	التمہید لما فی البوطان المعانی والاسانید	یوسف بن عبد اللہ ابن عبدالبر الاندلسی	۴۶۳

۹۱۱-۸۶۳	علامه جلال الدين المحلي و جلال الدين السيوطي	۶۱- تنبيه الانام في آداب الصيام
۸۵۲	ابو الفضل احمد بن علي ابن حجر العسقلاني	۶۲- تفسير الجلالين
۹۲۳	ابو الحسن علي بن محمد بن عراق الكنتاني	۶۳- تهذيب التهذيب
۳۲۷	عبدالرحمن بن محمد الرازي (حافظ)	۶۴- تنزيه الشرعية المرفوعة عن اخبار الشيعة الموضوعة
۱۳۱۰	ابو جعفر محمد بن محمد بن جرير	۶۵- تفسير ابن ابي حاتم
۹۱۱	ابوزكريا يحيى بن شرف النووي	۶۶- تهذيب الآثار
۸۷۹	محمد بن محمد ابن امير الحاج الحلبي	۶۷- تقريب القريب
۱۰۳۱	عبدالرؤف بن تاج العارفين بن علي المناوي	۶۸- التقدير والتحبير
۷۴۳	فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي	۶۹- التيسير شرح الجامع الصغير
۸۵۲	شهاب الدين احمد بن علي ابن حجر العسقلاني	۷۰- تبين الحقائق
۸۱۷	ابوطاهر محمد بن يعقوب الفيروز آبادي	۷۱- تقريب التهذيب
۱۰۰۴	شمس الدين محمد بن عبد الله بن احمد التمر تاشي	۷۲- تنوير المقياس
۲۹۴	محمد بن نصر المروزي	۷۳- تنوير الابصار
۴۶۳	ابوبكر احمد بن علي الخطيب البغدادي	۷۴- تعظيم الصلوة
۷۷۳	عمر بن اسحاق السراج الهندي	۷۵- تاريخ بغداد
۳۱۰	محمد بن جرير الطبري	۷۶- التوشيح في شرح الهداية
۳۷۳	نصر بن محمد بن ابراهيم سمرقندي	۷۷- تاريخ الطبري
۶۴۳	محمد بن محمود بن حسن بغدادي ابن نجار	۷۸- تنبيه الغافلين
۶۵۶	زكي الدين عبد العظيم بن عبد القوي المنذري	۷۹- تاريخ ابن نجار
۷۴۷	عبد الله بن مسعود بن تاج الشريعة	۸۰- الترغيب والترهيب
۷۴۸	شمس الدين ابو عبد الله محمد بن احمد الذهبي	۸۱- التوضيح شرح التنقيح في اصول الفقه
۷۴۸	شمس الدين محمد بن احمد الذهبي	۸۲- تذكرة الحفاظ
۷۹۲	سعد الدين مسعود بن عمر بن عبد الله تفتازاني	۸۳- تذييب تهذيب الكمال
۹۱۱	جلال الدين عبدالرحمن بن ابى بكر السيوطي	۸۴- التلويع شرح توضيح
		۸۵- تدريب الراوي

۹۱۱	جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی	۸۶۔ التعقبات علی الموضوعات
۹۶۶	شیخ حسین بن محمد بن الحسن دیار بکری	۸۷۔ تاریخ الخميس
۱۰۰۸	داؤد بن عمر انطاکی	۸۸۔ تذکرہ اولی الابواب انطاکی
۱۰۱۳	علی بن سلطان محمد القاری	۸۹۔ التبیان فی بیان ما فی لیلة النصف من شعبان
۱۱۳۰	احمد بن ابوسعید المعروف ملا جیون	۹۰۔ تفسیرات احمدیہ
۱۲۲۵	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۹۱۔ التفسیر المظہری
۱۲۳۹	الشاہ عبدالعزیز دہلوی	۹۲۔ تحفہ اثناء عشریہ
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین	۹۳۔ تنبیہ ذوی الافہام
۱۳۲۳	عبدالقادر الرفعی الفاروقی	۹۴۔ التحریر المختار (تقریرات الراجعی)
۹۸۶	محمد بن طاہر القتینی	۹۵۔ تذکرۃ الموضوعات للفتنی
		۹۶۔ تجنیس الملتقط
	محمد مومن بن محمد زمان الحسینی	۹۷۔ تحفۃ المومنین فی الطب
۹۱۰	حسین بن علی اکاشفی الواعظ	۹۸۔ تحفۃ الصلوٰۃ (فارسی)
		ث
۳۶۰	ابوبکر محمد بن الحسن الآجری	۹۹۔ الثمانون فی الحدیث
		۱۰۰۔ ثبت ابو محمد بن امیر الہکی المصری
		ج
۲۷۹	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	۱۰۱۔ جامع الترمذی
۹۶۲	شمس الدین محمد الحر اسافی	۱۰۲۔ جامع الرموز
۲۵۶	امام محمد بن اسمعیل البخاری	۱۰۳۔ الجامع الصحیح للبخاری
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۰۴۔ الجامع الصغیر فی الفقہ
۲۶۱	مسلم بن حجاج القشیری	۱۰۵۔ الجامع الصحیح للمسلم
۵۸۶	ابونصر احمد بن محمد العتابی	۱۰۶۔ جامع الفقہ (جامع الفقہ)

۸۲۳	شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل باین قاضی	جامع الفصولین	۱۰۷
۳۳۰	ابی الحسن عبید اللہ بن حسین الکرخی	الجامع الكبير في فروع الحنفية	۱۰۸
۰	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	جواہر الاخلاطی	۱۰۹
۹۸۹	احمد بن ترکی بن احمد الماکلی	الجواہر الزکیة	۱۱۰
۵۶۵	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	جواہر الفتاویٰ	۱۱۱
۸۰۰	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد السینی	الجویرة النيرة	۱۱۲
۲۳۳	یحییٰ بن معین البغدادی	الجرح والتعديل في رجال الحديث	۱۱۳
۹۱۱	علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی	الجامع الصغير في الحديث	۱۱۴
۳۱۰	محمد بن جریر الطبری (تفسیر طبری)	جامع البيان في تفسير القرآن	۱۱۵
۲۵۶	ابو علی حسن بن عرفہ بعداز	جزء حديثي حسن بن عرفه	۱۱۶
۳۶۳	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	الجامع لاختلاق الراوي والسامع	۱۱۷
۶۳۶	محمد بن محمود الاسترو شنی	جامع احكام الصغار في الفروع	۱۱۸
۶۴۶	ضیاء الدین عبداللہ بن احمد المالقی	جامع الادوية والاغذية	۱۱۹
۹۱۱	نور الدین علی بن احمد السموودی والمصری	جواہر العقدين في فضل الشرفين	۱۲۰
۹۷۰	محمد غوث بن عبداللہ گوالیاری	جواہر خمسہ	۱۲۱
۹۱۱	ابوبکر جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین سیوطی	جمع الجوامع في الحديث	۱۲۲
۹۷۲	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	جوہر منظر في زیارة قبر النبی المکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲۳
۱۰۵۲	عبداللہ بن سیف الدین محدث دہلوی	جذب القلوب الى ديار المحبوب	۱۲۴
۵۵۶	امام ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقندی	الجامع الكبير في الفتاویٰ	۱۲۵
ح			
۱۱۷۶	محمد بن مصطفیٰ ابو سعید الخداری	حاشیة على الدرر	۱۲۶
۱۰۲۱	احمد بن محمد الشلبی	حاشیة ابن شلبی على التبيين	۱۲۷
۱۰۱۳	عبدالحلیم بن محمد الرومی	حاشیة على الدرر	۱۲۸
۸۸۵	قاضی محمد بن فراموز ماخسرو	حاشیة على الدرر لما خسرو	۱۲۹

۱۳۰	حاشية على المقدمة العشماوية	علامة سفتى
۱۳۱	الحاشية لسعدى آفندى على العناية	سعد الله بن عيسى الآفندى
۱۳۲	الحديقة الندية شرح طريقه محمديّة	عبد الغنى النابلسى
۱۳۳	الحاوى القدسى	قاضى جمال الدين احمد بن محمد نوح القابسى الحنفى
۱۳۴	حصر المسائل فى الفروع	امام ابوالليث نصر بن محمد السمرقندى الحنفى
۱۳۵	حلية الاولياء فى الحديث	ابو نعيم احمد بن عبد الله الاصبهانى
۱۳۶	حلية المحلى شرح منية المصلى	محمد بن محمد ابن امير الحاج
۱۳۷	حرز الامانى ووجه التهانى	ابو محمد قاسم بن فيره الشاطبى المالكى
۱۳۸	حيوة الحيوان الكبرى للدميميرى	زكريا بن محمد بن محمود القروينى
۱۳۹	الحصن الحصين من كلام سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم	شمس الدين محمد بن محمد ابن الجزرى
۱۴۰	حاشية التلويح ملاحضه	محمد بن فراموز ملا خسرو
۱۴۱	حاشية التلويح حسين چلبى	حسن بن محمد شاه الفنارى چلبى
۱۴۲	حرز ثمين شرح حصن حصين	نور الدين على بن سلطان محمد القارى
۱۴۳	حجة الله البالغة	شاه ولى الله بن شاه عبدالرحيم الدهلوى
۱۴۴	حاشية مكتوبات شاه ولى الله	شاه ولى الله بن شاه عبدالرحيم الدهلوى
۱۴۵	حصر الشارح فى اسانيد الشيخ	محمد عابد السندي
۱۴۶	حاشية الكمثرى على الانوار	
۱۴۷	حاشية كفاية الطالب الربانى	
۱۴۸	حاشية الحفنى على الجامع الصغير علامه الحفنى	
۱۴۹	الحاوى للفتاوى	جلال الدين عبدالرحمن بن كمال الدين السيوطى
۱۵۰	حسن المقصد فى عمل البولند	جلال الدين عبدالرحمن بن كمال الدين السيوطى
خ		
۱۵۱	خزانة الروايات قاضى جكن الحنفى	
۱۵۲	خزانة الفتاوى	طاهر بن احمد عبدالرشيد البخارى

۱۵۳	خزانة المفتين	حسين بن محمد السمعاني السميقي	۷۷۷ کے بعد
۱۵۴	خلاصة الدلائل	حسام الدين علي بن احمد المكي الرازي	۵۹۸
۱۵۵	خلاصة الفتاوى	طاهر بن احمد عبد الرشيد البخاري	۵۴۲
۱۵۶	خيرات الحسان	شهاب الدين احمد بن حجر المكي	۹۷۳
۱۵۷	الخصائص الكبرى	جلال الدين عبد الرحمن بن كمال الدين السيوطي	۹۱۱
۱۵۸	خلاصة الوفا	علي بن احمد السهودي	۹۱۱
۱۵۹	خزائن الاسرار في شرح تنوير الابصار	علاء الدين محمد بن علي الحصكفي	۱۰۸۸

د

۱۶۰	الدراية شرح الهداية	شهاب الدين احمد بن علي ابن حجر العسقلاني	۸۵۲
۱۶۱	الدرر (درر الحكم)	قاضي محمد بن فراموزما خسرو	۸۸۵
۱۶۲	الدر المختار في شرح تنوير الابصار	علاء الدين الحصكفي	۱۰۸۸
۱۶۳	الدر النثير علامه	جلال الدين عبد الرحمن السيوطي	۹۱۱
۱۶۴	الدر المنثور في التفسير بالمأثور	علامه جلال الدين عبد الرحمن السيوطي	۹۱۱

ذ

۱۶۵	ذخيرة العقبي	يوسف بن جنيد الجبلي (چلبلي)	۹۰۵
۱۶۶	ذخيرة الفتاوى	برهان الدين محمود بن احمد	۶۱۶
۱۶۷	ذم الغيبة	عبد الله بن محمد ابن ابى الدنيا القرشي	۲۸۱

ر

۱۶۸	الرحمانية		
۱۶۹	رد المحتار	محمد امين ابن عابد بن الشامي	۱۲۵۲
۱۷۰	رحمة الامة في اختلاف الائمة	ابو عبد الله محمد بن عبد الرحمن الدمشقي	۷۸۱
۱۷۱	رغائب القرآن ابو مروان	عبد الملك بن حبيب السلمي (القرطبي)	۲۳۹

۹۷۰	شیخ زین الدین بابن نجیم	رفع الغشاء في وقت العصر والعشاء	۱۷۲
۲۸۰	عثمان بن سعيد الدارمی	رد على الجهبية	۱۷۳
۱۲۳۶، ۱۸۳۱	مولوی اسماعیل دہلوی	رساله نذور	۱۷۴
۴۶۵	عبد الکریم بن ہوازن القشیری	رساله قشیریہ	۱۷۵
۸۵۵	بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	۱۷۶
۸۷۹	قاسم بن قطلوبغا المصری	رفع الاشتباه عن سبل البیاء	۱۷۷
۹۱۱	جلال الدین عبد الرحمن بن کمال الدین السیوطی	رساله طوع وشریاً	۱۷۸
۹۱۱	جلال الدین عبد الرحمن بن کمال الدین السیوطی	رساله اتحاف الغرفه	۱۷۹
۹۷۰	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	رسائل ابن نجیم	۱۸۰
۱۰۱۴	علی بن سلطان محمد القاری	رساله ابتداء	۱۸۱
۱۰۹۸	احمد بن سید محمد مکی الحموی	رساله القول البلیغ فی حکم التبلیغ	۱۸۲
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ دہلوی	رساله انصاف	۱۸۳
۱۴۵۲	محمد امین آفندی ابن عابدین	رسائل ابن عابدین	۱۸۴
۱۳۱۷	جعفر اسماعیل البرزنجی	۱۸۵۔ رساله میلاد مبارک (الکوکب الانوار علی عقد الجوہر)	
۶۹۴	ابو جعفر احمد بن احمد الشیر بالمحب الطبری المکی	الریاض المنصره فی فضائل العشره	۱۸۶
۱۲۴۶	میاں اسماعیل بن شاہ عبدالغنی دہلوی ۱۸۳۱ء	رساله بدعت	۱۸۷
	مولوی خرم علی	رساله دعائیہ	۱۸۸
۱۳۴۳	ابوالحسنات محمد عبداللہ	رساله غایۃ المقال	۱۸۹
ز			
	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسمیجانی التونی او اخر القرن السادس	زاد الفقہاء	۱۹۰
۸۶۱	کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن المہام	زاد الفقیر	۱۹۱
۱۰۱۶	محمد بن محمد التمر تاشی تقریباً	زواہر الجواہر	۱۹۲
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	زیادات	۱۹۳
۱۴۵۰	محمد بن علی الشوکانی	زہر النسرین فی حدیث المعبرین	۱۹۴

۹۱۱	جلال الدین عبدالرحمن السیوطی	زہر الرئی علی المجتبیٰ	۱۹۵-
۹۲۱	محمد بن عبداللہ ابن شحہ	زہر الروض فی مسئلۃ الحوض	۱۹۶-
۹۷۴	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	الزواج عن الكبائر	۱۹۷-
۱۲۵۲	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	زبدۃ الآثار فی اخبار قطب الاخبار	۱۹۸-
۱۲۵۲	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	زبدۃ الاسرار فی مناقب غوث الابرار	۱۹۹-
س			
۸۰۰	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمینی	السراج الوہاج	۲۰۰-
۲۷۳	ابو عبداللہ محمد بن زید ابن ماجہ	السنن لابن ماجہ	۲۰۱-
۲۷۳	سعید بن منصور الخراسانی	السنن لابن منصور	۲۰۲-
۲۷۵	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	السنن لابن داؤد	۲۰۳-
۳۰۳	ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی	السنن للنسائی	۲۰۴-
۴۵۸	ابوبکر احمد بن حسین بن علی السبیعی	السنن للبیہقی	۲۰۵-
۳۸۵	علی عمر الدارقطنی	السنن لدارقطنی	۲۰۶-
۲۵۵	عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی	السنن لدارمی	۲۰۷-
۲۱۳	ابو محمد عبدالملک بن ہشام	سیرت ابن ہشام	۲۰۸-
۷۳۴	محمد بن عبداللہ ابن سید الناس	سیرت عیون الاثر	۲۰۹-
	سراج الدین سجاوندی ساتویں صدی ہجری	سراجی فی المیراث	۲۱۰-
۷۳۸	نفس الدین محمد احمد الذہبی	سیر اعلام النبلاء	۲۱۱-
۱۳۰۴	محمد بن عبدالحلک کھنوی	السعایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ	۲۱۲-
	عمر بن محمد ملا	سیرت عمر بن محمد ملا	۲۱۳-
۱۵۱	محمد بن اسحاق بن یبار	سیرت ابن اسحاق	۲۱۴-
		سراج القاری	۲۱۵-
		السعادیہ	۲۱۶-
۱۳۰۴	محمد بن عبدالحلک کھنوی ہندی	السعی المشکور فی رد المذہب المأثور	۲۱۷-

ش

۲۱۸	الشافی	شمس الامنیۃ عبداللہ بن محمود الکردری
۲۱۹	شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی
۲۲۰	شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیہ المالکی
۲۲۱	شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی
۲۲۲	شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری
۲۲۳	شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور
۲۲۴	شرح الدرر	شیخ اسمعیل بن عبدالغنی النابلسی
۲۲۵	شرح سفر السعادة	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی
۲۲۶	شرح السنة	حسین بن منصور البغوی
۲۲۷	شرح شرعة الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ
۲۲۸	شرح مختصر الطحاوی للاسبیبیانی	ابو نصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیبیانی
۲۲۹	شرح الغریبین	
۲۳۰	شرح المسلم للنووی	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی
۲۳۱	شرح معانی الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی
۲۳۲	شرح المنظومة لابن ویبان	عبدالبر بن محمد ابن شحنتہ
۲۳۳	شرح المنظومة فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابد بن الشامی
۲۳۴	شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور	علامہ جلال الدین عبدالرحمن السیوطی
۲۳۵	شرح مواہب اللدنیۃ	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی
۲۳۶	شرح مؤطا ماہر مالک	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی
۲۳۷	شرح المہذب للنووی	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی
۲۳۸	شرح النقایۃ	مولانا عبدالعلی البرجنڈی
۲۳۹	شرح الوقایۃ	صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود
۲۴۰	شرح الہدایۃ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنتہ

۲۴۰	شرح الہدایۃ	محمد بن محمد بن محمد بن شحنتہ	۸۹۰
۲۴۱	شرعۃ الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۲۴۲	شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۲۴۳	شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسمیجانی	۴۸۰
۲۴۴	شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبدالعزیز الحنفی	۵۳۶
۲۴۵	الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	ابوالفضل عیاض بن موسیٰ قاضی	۵۴۴
۲۴۶	شرح شافیہ ابن حاجب	رضی الدین محمد بن الحسن الاسترآبادی	۶۸۶
۲۴۷	شرح کافیہ ابن حاجب	رضی الدین محمد بن الحسن الاسترآبادی	۶۸۶
۲۴۸	شرح طالع الانوار	محمود بن عبدالرحمان الاصفہانی	۷۳۹
۲۴۹	شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام	تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی	۷۵۶
۲۵۰	شرح عقائد النسفی	سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲
۲۵۱	شرح المقاصد سعد الدین	مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲
۲۵۲	شرح المواعظ	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۲۵۳	شرح السراجی	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۲۵۴	شرح چغیبنی	موسیٰ پاشا بن محمد الرومی	۸۴۱
۲۵۵	شرح حاشیۃ الکنز ملامسکین	معین الدین الہروی ملامسکین	۹۵۴
۲۵۶	شرح فقہ اکبر	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۲۵۷	شرح عین العلم	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۲۵۸	شرح قصیدۃ اطیب النغم	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۵۹	شرح قصیدۃ بہزیہ	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۰	شرح رباعیات	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۱	شرح فواتح الرحموت	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۲	شفاء العلیل	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۳	شرح النقایہ لابن المکارم	ابوالمکارم بن عبداللہ بن محمد بحداز	۹۰۷
۲۶۴	شرف المصطفیٰ	حافظ عبدالملک بن محمد نیشاپوری	۴۰۶
۲۶۵	شرح مقدمہ عشماویہ	احمد بن ترکی الماسکی	

۲۶۶	مبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر الجزری	شرح جامع الاصول للمضيف	۲۶۶
۹۸۷	محمد بن محمد المعروف بابن الجهنسی	شرح الملتقى للمهنسی	۲۶۷
۷۶۸	عبدالوہاب ابن احمد الشیر بابن وہبان	شرح در البحار	۲۶۸
ص			
۳۹۳	اسلمیل بن حماد الجویہری	صحاح الجویہری	۲۶۹
۳۵۴	محمد بن حبان	صحیح ابن حبان (کتاب التقلید والانواع)	۲۷۰
۳۱۱	محمد بن اسحاق ابن خزیمہ	صحیح ابن خزیمہ	۲۷۱
۶۹۰	ابو فضل محمد بن عمر بن خالد القرشی تقریباً	الصراح	۲۷۲
۹۵۶	ابراہیم الحلبي	صغیری شرح منیہ	۲۷۳
۱۲۴۶	سید احمد شہید ریلوی	صراط مستقیم	۲۷۴
۹۷۳	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	الصواعق المحرقة	۲۷۵
ط			
۱۳۰۲	سید احمد الطحاوی	الطحاوی علی الدر	۲۷۶
۱۳۰۲	سید احمد الطحاوی	الطحاوی علی السرائق	۲۷۷
۷۴۸	محمد بن احمد الذہبی	طبقات المقرئین	۲۷۸
۸۳۳	محمد بن محمد الجزری	طبقات القراء	۲۷۹
۹۸۱	محمد بن بصر علی المعروف ببرکلی	الطریقة المحمدیة	۲۸۰
۵۳۷	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	طلبة الطلبة	۲۸۱
ع			
۸۵۵	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	عمدة القاری شرح صحیح البخاری	۲۸۲
۷۸۶	اکمل الدین محمد بن محمد الباری	العناية شرح الهدایة	۲۸۳
۱۰۶۹	شہاب الدین الخفاجی	عناية القاضی حاشیة علی تفسیر البیضاوی	۲۸۴

۳۷۸	ابوالیث نصر بن محمد السمرقندی	عیون المسائل	۲۸۵
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشامی	عقود الدرّیة	۲۸۶
۱۰۳۰	محمد بن احمد الشیر بطاشکبری	عدّة کمال الدین	۲۸۷
۳۶۴	ابوبکر احمد بن محمد ابن السنی	عمل الیوم واللیلۃ	۲۸۸
۶۳۲	شهاب الدین سهروردی	عوارف المعارف	۲۸۹
۶۹۹	ابوعبداللہ محمد بن عبدالقوی المقدسی	عقد الفرید	۲۹۰
۸۳۰	محمد بن عثمان بن عمر الخنقی البلیخی	عین العلم	۲۹۱
۱۱۷۹	شاه ولی اللہ بن شاه عبدالرحیم الدہلوی	عقد الجید	۲۹۲
۱۲۵۲	محمد امین آفندی ابن عابدین	عقود الدرّیہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ	۲۹۳
۱۳۰۴	محمد بن عبدالرحمن الکھنوزی	عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ	۲۹۴
غ			
۷۵۸	امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	غایۃ البیان شیخ قوام الدین	۲۹۵
۸۸۵	قاضی محمد بن فراموزملا خسرو	غرر الاحکام	۲۹۶
۲۳۰	ابوالحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	غریب الحدیث	۲۹۷
۱۰۹۸	احمد بن محمد الحموی التمی	غمز عیون البصائر	۲۹۸
۱۰۶۹	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	غنیۃ ذوالاحکام	۲۹۹
۹۵۶	محمد ابراہیم بن محمد الحلبي	غنیۃ المستملی	۳۰۰
۶۷۶	یحییٰ بن شرف النووی	غیث النفع فی القراء السبع	۳۰۱
ف			
۸۵۲	شهاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	فتح الباری شرح البخاری	۳۰۲
۸۶۱	کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن الہمام	فتح القدر	۳۰۳
۵۳۷	امام نجم الدین النسفی	فتاوی النسفی	۳۰۴
۸۲۷	محمد بن محمد بن شهاب ابن بزاز	فتاوی بزازیۃ	۳۰۵

۳۰۶	فتاویٰ حج	۱۰۸۱	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی
۳۰۷	فتاویٰ خیریت	۵۷۵	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی
۳۰۸	فتاویٰ سراجیہ		عطاء بن حمزہ السغدی
۳۰۹	فتاویٰ عطاء بن حمزہ		داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی
۳۱۰	فتاویٰ غیاثیہ	۵۹۲	حسن بن منصور قاضی خان
۳۱۱	فتاویٰ قاضی خان		جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر
۳۱۲	فتاویٰ ہندیہ	۶۱۹	ظہر الدین ابوبکر محمد بن احمد
۳۱۳	فتاویٰ ظہیریہ	۵۳۰	عبدالرشید بن ابی حنیفہ الولو الجی
۳۱۴	فتاویٰ ولوالحیہ	۵۳۶	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز
۳۱۵	فتاویٰ الکبریٰ	۱۵۰	الامام الاعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوئی
۳۱۶	فقہ الاکبر		سید محمد ابی السعود الحنفی
۳۱۷	فتح المعین	۹۲۸	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی
۳۱۸	فتح المعین شرح ترقۃ العین	۶۳۸	حجی الدین محمد بن علی ابن عربی
۳۱۹	الفتوحات المکیۃ	۱۲۲۵	عبدالعلی محمد بن نظام الدین الکندری
۳۲۰	فواتح الرحموت	۲۱۳	تمام بن محمد بن عبداللہ البجلی
۳۲۱	الفوائد	۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشامی
۳۲۲	فوائد المخصّصۃ	۱۰۳۱	شرح الجامع الصغیر عبدالرؤف المناوی
۳۲۳	فیض القدیر	۲۶۷	اسمعیل بن عبداللہ الملقب بسومیۃ
۳۲۴	فوائد سبویۃ	۲۹۲	ابوعبداللہ محمد بن ایوب ابن ضریر البجلی
۳۲۵	فضائل القرآن لابن ضریر	۳۹۲	ابوالحسن علی بن الحسین الموصلی
۳۲۶	فوائد الخلیج	۶۳۶	محمد بن محمود استر و شنی
۳۲۷	فصول العبادی	۷۸۶	عالم بن العلاء الانصاری الدہلوی
۳۲۸	فتاویٰ تانار خانہ	۹۰۳	امام محمد بن عبدالرحمن السحابی
۳۲۹	فتح المغیث	۹۷۰	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم
۳۳۰	فتاویٰ زینیہ		

۹۷۴	شهاب الدين احمد بن محمد بن حجر المكي	فتح المعين شرح اربعين	۳۳۱
۹۷۴	شهاب الدين احمد بن محمد بن حجر المكي	فتح الاله شرح المشكاة	۳۳۲
۹۷۴	شهاب الدين احمد بن محمد بن حجر المكي	فتاوى الفقيه ابن حجر مكي	۳۳۳
۱۰۹۸	محمد بن حسين الانقروبي	فتاوى انقروبي	۳۳۴
۱۱۱۶	سيد اسعد ابن ابى بكر المدنى الحسينى	فتاوى اسعدي	۳۳۵
۱۲۵۰	شوكانى محمد بن على بن محمود الشوكانى	فوائد مجموع	۳۳۶
۱۲۸۴	جمال بن عمرا المكي	فتاوى جمال بن عمرا المكي	۳۳۷
	ابو عبد الله محمد بن وضاح	فضل لباس العباءم	۳۳۸
	ابو عبد الله محمد بن على القاعدى	فتاوى قاعدية	۳۳۹
۱۰۰۴	محمد بن عبد الله التمرتاشى	فتاوى غزوى	۳۴۰
		فتاوى شمس الدين الرملى	۳۴۱
		فتح الملك المجيد	۳۴۲
۱۲۳۹	عبد العزيز بن ولى الله الدبلوى	فتح العزيز (تفسير عزيزى)	۳۴۳
ق			
۸۱۷	محمد بن يعقوب الفيروز آبادى	القاموس المحيط	۳۴۴
۹۲۸	علامه زين الدين بن على الملبيارى	قرّة العين	۳۴۵
۶۵۸	نجم الدين مختار بن محمد الزاهدى	القنية	۳۴۶
		القرآن الكريم	۳۴۷
۳۸۶	ابوطالب محمد بن على المكي	قوت القلوب فى معاملة المحبوب	۳۴۸
۸۵۲	شهاب الدين احمد بن على القسطلانى	القول المسدد	۳۴۹
۱۱۷۹	شاه ولى الله بن شاه عبدالرحيم الدبلوى	قرّة العينين فى تفضيل الشيخين	۳۵۰
۱۱۷۹	شاه ولى الله بن شاه عبدالرحيم الدبلوى	القول الجميل	۳۵۱
۱۳۰۴	محمد بن عبد الحى لکهنوى انصارى	قبر الاقبار حاشيه نور الانوار	۳۵۲
۱۳۰۴	ابراهيم بن عبد الله البينى	القول الصواب فى فضل عمر بن الخطاب	۳۵۳

ک

۳۳۴	حاکم شہید محمد بن محمد	الکافی فی الفروع	۳۵۴
۳۶۵	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	الکامل لابن عدی	۳۵۵
۹۷۳	سید عبد الوہاب الشعرانی	الکبریٰ الاحمر	۳۵۶
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	کتاب الآثار	۳۵۷
۱۸۲	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	کتاب الآثار	۳۵۸
	ابو الحاسم محمد بن علی	کتاب الایمان فی آداب دخول الحمام	۳۵۹
۴۳۰	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	کتاب السواک	۳۶۰
۱۰۵۰	عبد الرحمن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	کتاب الهدیۃ لابن عماد	۳۶۱
		کتاب الطهور لابن عبید	۳۶۲
۳۲۷	ابو محمد عبد الرحمن ابن ابی حاتم محمد الرازی	کتاب العلل علی ابواب الفقہ	۳۶۳
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	کتاب الاصل	۳۶۴
	ابو بکر بن ابی داؤد	کتاب الوسوسۃ	۳۶۵
۷۳۰	علاء الدین عبد العزیز بن احمد البخاری	کشف الاسرار	۳۶۶
		کشف الرمز علامۃ المقدسی	۳۶۷
۷۶۸	ایمن الدین عبد الوہاب بن وہبان الدمشقی	کشف الاستار عن زوائد البزار	۳۶۸
۹۷۵	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	کنز العمال	۳۶۹
تقریباً ۸۰۰	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی	الکفایۃ	۳۷۰
۹۷۳	شہاب الدین احمد بن حجر التلمی	کف الرعاع	۳۷۱
۷۱۰	عبد اللہ بن احمد بن محمود	کنز الدقائق	۳۷۲
۴۰۵	ابو عبد اللہ الحاکم	الکنی للحاکم	۳۷۳
۷۸۶	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	الکواکب الدراری	۳۷۴
۳۵۴	محمد بن حبان التمیمی	کتاب الجرح والتعديل	۳۷۵
۱۹۸	یحییٰ بن سعید القطان	کتاب المغازی	۳۷۶

۲۸۱	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	کتاب الصمت	۳۷۷
۱۸۰	عبداللہ بن مبارک	کتاب الزہد	۳۷۸
۵۳۸	جار اللہ محمود بن عمراز محشری	الکشاف عن حقائق التنزیل	۳۷۹
۱۸۹	امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ابو عبداللہ محمد بن حسن الشیبانی	کتاب الحجہ	۳۸۰
۱۸۹	امام محمد ابو عبداللہ محمد بن حسن الشیبانی	کتاب المشیخہ	۳۸۱
۲۷۵	سلیمان بن اشعث السجستانی	کتاب المراسیل	۳۸۲
۲۸۱	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	کتاب البعث والنشور	۳۸۳
۲۸۱	ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	کتاب الاخوان	۳۸۴
۳۲۲	ابو جعفر محمد بن عمرو لعقلی المکی	کتاب الضعفاء الکبیر	۳۸۵
۴۵۸	احمد بن حسن البیہقی	کتاب الزہد الکبیر للبیہقی	۳۸۶
۴۶۳	ابوبکر احمد بن علی خلیف بغدادی	کتاب الرواۃ عن مالک ابن انس	۳۸۷
۴۹۰	نصر بن ابراہیم المقدسی	کتاب الحجہ علی تارک الحجہ	۳۸۸
۵۰۵	امام محمد بن محمد الغزالی	کیمیائے سعادت	۳۸۹
۹۳۹	ابوالحسن علی بن ناصر الدین الشاذلی	کفایۃ الطالب الربانی شرح لرسالہ ابن ابی زہر القہروانی	۳۹۰
۱۰۶۷	مصطفیٰ بن عبداللہ حاجی خلیفہ	کشف الظنون	۳۹۱
۹۷۳	شیخ عبدالوہاب بن احمد الشعرانی مکی بن سلیمان الجعفی (استاد امام بخاری)	کشف الغمہ کتاب الصغیر	۳۹۲ ۳۹۳
۱۲۳۳	شیخ سلام اللہ بن محمد شیخ الاسلام محدث رامپوری	کتاب المصاحف ابن الانباری	۳۹۴
۲۰۷	محمد بن عمر بن واقد الواقدی	کتاب المغازی	۳۹۵ ۳۹۶
۱۰۵۲	علامہ شیخ عبدالرحمن الحدیث الدہلوی	لمعات التنقیح	۳۹۷
۹۱۱	علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن محمد السیوطی	لقطہ العرجان فی اخبار الجان	۳۹۸

۷۱۱	جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور المصری	لسان العرب	۳۹۹-
۹۱۱	ابوبکر عبدالرحمن بن کمال الدین السیوطی	الآلی المصنوعه فی الاحادیث الموضوعه	۴۰۰-
۹۷۳	عبدالوہاب بن احمد الشعرانی	لواقح الانوار القدسیہ سیدالمنتخب من الفتوحات المکیہ	۴۰۱-
ف			
۸۰۱	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	مبارق الازہار	۴۰۲-
۴۸۳	بکر خواہر زادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	مبسوط خواہر زادہ	۴۰۳-
۴۸۳	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	مبسوط السرخسی	۴۰۴-
۹۹۵	نور الدین علی الباقانی	مجری الانہر شرح ملتقى الابر	۴۰۵-
۹۸۱	محمد طاہر الصدیقی	مجمع بحار الانوار	۴۰۶-
۵۵۰	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	مجموع النوازل	۴۰۷-
۱۰۷۸	عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی شیخی زادہ	مجمع الانہر فی شرح ملتقى الابر	۴۰۸-
۶۱۶	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	المحیط البرہانی	۴۰۹-
۶۷۱	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	المحیط الرضوی	۴۱۰-
۵۹۳	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	مختارات النوازل	۴۱۱-
۶۶۰	محمد بن ابی بکر عبدالقادر الرازی	مختار الصحاح	۴۱۲-
۶۴۳	ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد	المختارۃ فی الحدیث	۴۱۳-
۹۱۱	علامہ جلال الدین السیوطی	المختصر	۴۱۴-
۷۳۷	ابن الحاج ابی عبداللہ محمد بن محمد العبدری	مدخل الشرع الشریف	۴۱۵-
۱۰۶۹	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	مرآة الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الايضاح	۴۱۶-
۱۰۱۴	علی بن سلطان لما علی قاری	مرقات شرح مشکوٰۃ	۴۱۷-
۹۱۱	علامہ جلال الدین السیوطی	مرقات الصعود	۴۱۸-
	ابراہیم بن محمد الحنفی	مستخلص الحقائق	۴۱۹-
۴۰۵	ابو عبد اللہ الحاکم	المستدرک للحاکم	۴۲۰-
۷۱۰	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	المستصفي شرح الفقه النافع	۴۲۱-

۱۱۱۹	محب اللہ البساری	مسلم الثبوت	۴۲۲-
۲۰۴	سلیمان بن داؤد الطیالسی	مسند ابی داؤد	۴۲۳-
۳۰۷	احمد بن علی الموصلی	مسند ابی یعلیٰ	۴۲۴-
۲۳۸	حافظ اسحاق ابن راہویہ	مسند اسحاق ابن راہویہ	۴۲۵-
۲۴۱	امام احمد بن محمد بن حنبل	مسند الامام احمد بن حنبل	۴۲۶-
۲۹۲	ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البرزار	مسند الکبیر فی الحدیث	۴۲۷-
۲۹۴	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکاشی	مسند الکبیر فی الحدیث	۴۲۸-
۵۵۸	شہر دار بن شیر ویہ الدلمی	مسند الفردوس	۴۲۹-
۷۷۰	احمد بن محمد بن علی	مصباح المنیر	۴۳۰-
۷۱۰	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	المصنفی	۴۳۱-
۲۳۵	ابو بکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	مصنف ابن ابی شیبہ	۴۳۲-
۲۱۱	ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	مصنف عبد الرزاق	۴۳۳-
۶۵۰	امام حسن بن محمد الصغانی البندی	مصباح الدجی	۴۳۴-
۴۳۰	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	معرفة الصحابة	۴۳۵-
۳۶۰	سلیمان بن احمد الطبرانی	المعجم الاوسط	۴۳۶-
۳۶۰	سلیمان بن احمد الطبرانی	المعجم الصغیر	۴۳۷-
۳۶۰	سلیمان بن احمد الطبرانی	المعجم الکبیر	۴۳۸-
۷۴۹	محمد بن محمد البخاری	معراج الدراية قوام الدین	۴۳۹-
۷۴۲	شیخ ولی الدین العراقی	مشکوٰۃ المصابیح	۴۴۰-
۶۹۱	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	المغنی فی الاصول	۴۴۱-
۶۱۰	ابو الفتح ناصر بن عبد السید المطرزی	المغرب	۴۴۲-
۴۲۸	ابو الحسنین احمد بن محمد القدری الحنفی	مختصر القدوری	۴۴۳-
۹۳۱	یعقوب بن سید علی	مفاتیح الجنان	۴۴۴-
۵۰۲	حسین بن محمد بن مفصل الاصفہانی	المفردات للامام راغب	۴۴۵-
	ابو العباس عبد الباری العشماوی المالکی	المقدمة العشماویة فی الفقه المالکیة	۴۴۶-

۵۵۶	الملتقط (فی فتاویٰ ناصری) ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۳۴۷
۸۰۷	نور الدین علی بن ابی بکر السیتمی	۳۴۸
۸۲۷	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۳۴۹
۳۰۷	عبداللہ بن علی ابن جارود	۳۵۰
۳۳۴	الحاکم الشیر محمد بن محمد بن احمد	۳۵۱
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشامی	۳۵۲
۱۰۰۴	محمد بن عبداللہ التمر تاشی	۳۵۳
۹۵۶	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۳۵۴
۶۷۶	شیخ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی	۳۵۵
۶۹۴	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۳۵۶
	شیخ عیسیٰ بن محمد ابن ایباج الحنفی	۳۵۷
۴۵۶	عبدالعزیز بن احمد الحلوانی	۳۵۸
۵۱۰	الحافظ ابوالفتح نصر بن ابراہیم البرودی	۳۵۹
۲۶۲	یعقوب بن شیبہ السدوسی	۳۶۰
۷۰۵	سدید الدین محمد بن محمد اکاشغری	۳۶۱
۱۷۹	امام مالک بن انس المدنی	۳۶۲
۸۰۷	نور الدین علی بن ابی بکر السیتمی	۳۶۳
۶۴۲	احمد بن مظفر الرازی	۳۶۴
۴۷۶	ابی اسحاق ابن محمد الشافعی	۳۶۵
۹۷۳	عبدالوہاب الشعرانی	۳۶۶
۷۴۸	محمد بن احمد الذہبی	۳۶۷
۴۱۰	احمد بن موسیٰ ابن مردویہ	۳۶۸
۳۲۷	محمد بن جعفر الخراطمی	۳۶۹
۱۵۰	ابوحذیفہ نعمان بن ثابت	۳۷۰
۱۸۹	ابوعبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی	۳۷۱

۳۰۳	حسن بن سفیان النسوی	المسند فی الحدیث	۳۷۲
۳۸۸	احمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی	معالم السنن لابن سلیمان الخطابی	۳۷۳
۵۱۶	قاسم ابن علی الحریری	مقامات حریری	۳۷۴
۵۱۶	ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی	معالم التنزیل تفسیر البغوی	۳۷۵
۵۴۸	ابو الفتح محمد بن عبدالکریم الشسرستانی	الملل والنحل	۳۷۶
۵۹۷	ابو الفرج عبدالرحمن بن علی بن الجوزی	موضوعات ابن جوزی	۳۷۷
۶۴۲	ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن ابن الصلاح	مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث	۳۷۸
۶۵۶	عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری	مختصر سنن ابی داؤد للحافظ المنذری	۳۷۹
۷۱۰	ابو البرکات عبداللہ بن احمد النسفی	مدارک التنزیل تفسیر النسفی	۳۸۰
۷۵۶	عضد الدین عبدالرحمن بن رکن الدین احمد	المواقف السطانیہ فی علم الکلام	۳۸۱
۸۳۳	محمد بن محمد الجزری	مقدمہ جزریہ	۳۸۲
۹۰۲	شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السحواوی	مقاصد حسنہ	۳۸۳
۹۲۳	احمد بن محمد القسطلانی	الواہب اللدنیہ	۳۸۴
۱۰۱۴	علی بن سلطان محمد القاری	المنح الفکریہ شرح مقدمہ جزریہ	۳۸۵
۱۰۱۴	علی بن سلطان محمد القاری	المسلك المتقسط فی المنسک المتوسط	۳۸۶
۱۰۵۲	شیخ عبدالحق بن سیف الدین الدہلوی	مأثبات بالسنة	۳۸۷
۱۰۹۶	قاضی میر حسین بن معین الدین	المیبدی	۳۸۸
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	مسوی مصفی شرح موطا مامر مالک	۳۸۹
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	مکتوبات شاہ ولی اللہ	۳۹۰
۱۱۹۵	مرزا مظہر جان جاناں	مکتوبات	۳۹۱
۱۱۹۵	مرزا مظہر جان جاناں	ملفوظات	۳۹۲
۱۱۹۵	مرزا مظہر جان جاناں	معمولات	۳۹۳
	محمد حسین بن محمد الہادی بہادر خاں	مخزن ادویہ فی الطب	۳۹۴
۱۲۴۳	ابوالحسنات محمد عبدالح	مجموعہ فتاویٰ	۳۹۵
۱۲۴۳	سید نذیر حسین الدہلوی	معیار الحق	۳۹۶

	مظاہر حق مولوی	۴۹۷
	مکتوبات امام ربانی	۴۹۸
	مناصحہ فی تحقیق مسئلۃ المصافحہ	۴۹۹
	مفتاح الصلوٰۃ	۵۰۰
	مجتبىٰ شرح قدوری	۵۰۱
	مشيخہ ابن شاذان	۵۰۲
۲۳۰	معرفة الصحابه لابن نعيم	۵۰۳
	مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) امام فخر الدین رازی	۵۰۴
۶۰۶		

ن

۷۴۵	النقایة مختصر الوقایة	۵۰۵
۷۶۲	نصب الروایة	۵۰۶
۱۰۶۹	نور الايضاح	۵۰۷
۷۱۱	النهاية	۵۰۸
۶۰۶	النهاية لابن اثير	۵۰۹
۱۰۰۵	النهر الفائق	۵۱۰
۲۰۱	نوادری الفقہ	۵۱۱
۱۰۳۱	نور العین	۵۱۲
۳۷۶	النوازل فی الفروع	۵۱۳
۲۵۵	نوادر الاصول فی معرفة اخبار الرسول	۵۱۴

و

۷۱۰	الوافی فی الفروع	۵۱۵
۵۰۵	الوجیز فی الفروع	۵۱۶
۶۷۳	الوقایة	۵۱۷

۵۰۵	ابن حامد محمد بن محمد الغزالی	الوسیط فی الفروع	۵۱۸
			ھ
۵۹۳	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	الہدایۃ فی شرح البدایۃ	۵۱۹
			ی
۹۷۳	سید عبدالوہاب الشعرانی	البواقیت والجواہر	۵۲۰
۷۶۹	ابن عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	ینابیع فی معرفۃ الاصول	۵۲۱



ضمیمہ مآخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	سن وفات ہجری
۱-	انوار التنزیل فی اسرار التاویل (تفسیر البیضاوی)	ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر البیضاوی ہدیۃ العارفین	۶۸۵/۶۹۶/۶۹۱ ۴۶۳/۱
۲-	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابو عمرو یوسف بن عبداللہ النمری القرطبی	۴۶۲
۳-	اوضح رمز علی شرح نظم الكنز	علی بن محمد ابن غانم المقدسی	۱۰۰۴
۴-	الاستنکار	یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر اللاندلسی	۴۶۳
۵-	الافراد	علی بن عمر الدار قطنی	۳۸۵
۶-	الایضاح فی شرح التجرید	امام ابوالفضل عبدالرحمن بن احمد الکرمانی	۵۴۳
۷-	اسباب النزول	ابوالحسن علی بن احمد الواحدی	۴۶۸
۸-	ایضاح الحق الصریح فی احکام البیت والضریح	شاہ محمد اسماعیل بن شاہ عبدالغنی دہلوی	۱۲۴۶
۹-	انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	۱۱۷۶
۱۰-	انسان العین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	۱۱۷۶
۱۱-	انسان العیون فی سیرۃ الامین المأمون	علی بن برہان الدین حلبی	۱۰۴۴
۱۲-	ارشاد الطالبین	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۱۳-	الاعلام بأعلام بلد اللہ الحرام	قطب الدین محمد بن احمد الحنفی	۹۸۹

۱۴	ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری	حسین بن محمد سعید عبدالغنی المکی الحنفی
۱۵	الآداب الحمیدة والاخلاق	محمد بن جریر الطبری
۱۶	الاربعین طائیه	ابوالفتح محمد بن محمد الطائی الهمدانی
۱۷	انیس الغریب	جلال الدین عبداللہ بن ابی بکر السیوطی
۱۸	الارشاد فی الکلام	امام ابوالمعالی عبدالملک ابن عبداللہ الجوبینی الشیر بامام الحرمین
۱۹	افضل القراء بقراء امر القراء	احمد بن محمد ابن حجر مکی
۲۰	الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الاخبار	محمد بن موسیٰ الحارمی الشافعی
ت		
۲۱	تلخیص الجامع الکبیر	کمال الدین محمد بن عباد الحنفی
۲۲	تحفة الحریص فی شرح التلخیص	علی بن بلبان الفارسی المصری الحنفی
۲۳	تقویة الایمان	شاه محمد اسمعیل بن شاه عبدالغنی دہلوی
۲۴	تعلیم المتعلم	امام برہان الدین الزرنوجی
۲۵	التغییب والتہییب	ابوالقاسم اسمعیل بن محمد الاصبہانی
۲۶	تذکرۃ الموتی والقبور	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی
۲۷	التشبیہ عند التبیہ	جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین السیوطی
۲۸	تلخیص الادلہ لقواعد التوحید	ابواسحاق ابراہیم بن اسمعیل الصغار البخاری
۲۹	تفہیم المسائل	
۳۰	تنبیہ الغافل والاسنان	محمد امین ابن عابدین الشامی
ث		
۳۱	ثقفیات	ابوعبداللہ قاسم بن الفضل الثقفی الاصفہانی
۳۲	ثواب الاعمال لابن حبان	محمد بن حبان
ج		
۳۳	الجامع لاحکام القرآن (تفسیر طیبی)	ابوعبداللہ محمد ابن احمد القرطبی

۶۷۱	ابو عبد الله محمد بن احمد القرطبي	الجامع لاحكام القرآن (تفسير طيبي)	۳۳
۸۳۲	يوسف بن عمر الصوفي	جامع المضمرات والمشكلات (شرح قدوري)	۳۴
۱۳۴۰	امام احمد رضا بن نقى على خاں	جد المبتار على رد المبتحار	۳۵

ح

۶۴۴	محمد بن محمد بن عمر حسام الدين الحنفى	الحسامى	۳۶
۱۰۶۲	اسماعيل بن عبد الغنى نابلسى	حاشيه در غرر نابلسى	۳۷
۹۸۲	عبد القادر الفاكهى	حسن التوسل في زيارة افضل الرسل	۳۸
۱۳۴۰	امام احمد رضا خاں بن نقى على خاں	حواشى على معالم التنزيل	۳۹
۱۳۴۰	امام احمد رضا خاں بن نقى على خاں	حسام الحرمين على منحرك الكفر واليهين	۴۰

خ

۹۱۱	نور الدين على بن احمد السهمودى	خلاصة خلاصة الوفاء	۴۱
-----	--------------------------------	--------------------	----

د

۴۵۸	ابوبكر بن احمد بن حسين البيهقي	دلائل النبوة	۴۲
۱۱۷۶	شاه ولي الله بن شاه عبدالرحيم	در شمين في مبشرات النبى صلى الله عليه وسلم	۴۳
۸۶۷	ابوالقاسم محمد بن عثمان الولوى الدمشقى	در منظر في مولد النبى المعظم صلى الله عليه وسلم	۴۴
۴۵۸	احمد بن حسين البيهقي	كتاب الدعوات	۴۵
۱۰۱۴	نور الدين على بن سلطان محمد القارى	الدرقة المغيبة في زيارة المصطفوية	۴۶
۶۴۳	حافظ محب الدين محمد بن محمود بن نجار	الدرقة الثمنيه في اخبار المدينة	۴۷
۱۳۰۴	مفتى احمد بن السيد زينى وحلان	الدرر السننيه في الرد على الوهابية	۴۸

ذ

۲۸۱	عبد الله بن محمد بن ابى الدنيا البغدادى	ذكر الموت	۴۹
-----	---	-----------	----

۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشیر با بن عابدین	رفع الانتقاض ودفع الاعتراض الخ	۵۰۔
س			
۵۸۶	حافظ ابوالطاهر احمد بن محمد السلفی	سلفیات من اجزاء الحدیث	۵۱۔
۱۰۷۰	علی بن محمد بن ابراہیم المعری العزیزی	السراج المنیر فی شرح جامع الصغیر	۵۲۔
	عبدالغنی بن احمد بن شاہ عبدالقدوس گنگوہی	سنن الہدی	۵۳۔
۳۵۳	حافظ ابو علی سعید بن عثمان ابن السکن البغدادی	سنن فی الحدیث	۵۴۔
ش			
۱۲۷۶	علامہ ابراہیم بن محمد الباجوری	شرح رسالہ فضالیہ	۵۵۔
۸۹۵	علامہ محمد یوسف السنوسی	شرح الصغری	۵۶۔
۴۰۲	ابوالقاسم اسماعیل بن حسین البیہقی الحنفی	الشامل فی فروع الحنفیہ	۵۷۔
۷۹۶	محمد بن یوسف الکرمانی	شرح صحیح بخاری الکواکب الدراری	۵۸۔
۱۲۷۱	مولوی خرم علی بیلوری غالباً	شفاء العلیل شرح القول الجبیل	۵۹۔
	ناصر الدین علی بن محمد ابن منیر	شرح صحیح بخاری	۶۰۔
۹۳۳	عبدالعلی بن محمد بن حسین	شرح زین سلطانی	۶۱۔
۱۲۵۲	ابن عابد بن محمد امین آفندی	شفاء العلیل وبل الغلیل	۶۲۔
ص			
	صالح الماثورہ عن النبی صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم		۶۳۔
۹۵۶	شیخ ابراہیم بن محمد الحلبي	صغری شرح منیة المصلی	۶۴۔
۱۲۴۶	شاہ محمد اسماعیل بن عبدالغنی دہلوی	صراط مستقیم	۶۵۔

۱۲۴۶	شاہ محمد اسماعیل بن عبدالغنی دہلوی	صراط مستقیم	۶۵-
		ط	
۲۳۰	محمد بن سعد الزہری	الطبقات الکبریٰ	۶۶-
		ع	
۷۲۸	نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری	غرائب القرآن و غائب الفرقان (تفسیر نیشاپوری)	۶۷-
۲۲۴	قاسم بن سلام البغدادی	غریب الحدیث	۶۸-
۲۸۵	ابراہیم بن اسحاق الحرابی	غریب الحدیث	۶۹-
۱۲۷۱	مولوی خرم علی بیلواری غالباً	غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار	۷۰-
		ف	
۱۲۰۴	سلیمان بن عمر الشافعی الشیرازی	الفتوحات الالہیة (تفسیر جمل)	۷۱-
۲۸۱	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی	الفرج بعد الشدۃ	۷۲-
		فاتح شرح قدوری	۷۳-
		فوائد حاکم و خلاص	۷۴-
۱۰۳۱	عبدالرؤف المناوی	فیض القدر شرح الجامع الصغیر	۷۵-
۱۱۷۶	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	فیوض الحرمین	۷۶-
۱۱۳۳	شاہ رفیع الدین	فتاویٰ شاہ رفیع الدین	۷۷-
۹۷۴	احمد بن محمد ابن حجر مکی	الفتح المبین شرح اربعین نووی	۷۸-
		فصل الخطاب فی رد ضلالت ابن عبدالوہاب	۷۹-
۵۶۱	سید شیخ عبدالقادر گیلانی	فتوح الغیب	۸۰-
۱۰۰۴	عبدالعزیز بن ولی اللہ دہلوی	فتاویٰ عزیزی	۸۱-
		ق	
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشیرازی	قرۃ عیون الاخبار	۸۲-

ک

	محمد شیخ الاسلام بن محمد فخر الدین	کشف الغطاء ما لزم لموتی علی الاحیاء	۸۳-
۲۸۵	ابراہیم بن اسحاق الحرابی	کتاب اتبایع الاموات	۸۴-
۳۶۰	سلیمان بن احمد الطبرانی	کتاب الدعوات	۸۵-
۳۹۹	ابو الشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر	کتاب الثواب فی الحدیث	۸۶-
۱۱۴۳	عبدالغنی نابلسی	کشف النور عن اصحاب القبور	۸۷-
۲۴۱	امام احمد بن محمد بن حنبل	کتاب الزہد	۸۸-
۲۸۱	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	کتاب القبور	۸۹-
	ابو الحسن بن براء	کتاب الروضہ	۹۰-
۲۴۳	حافظ ہناد بن السری التیمی الدارمی	کتاب الزہد	۹۱-
		کتاب ذکر الموت	۹۲-
۱۲۸۹	قطب الدین الدہلوی	کتاب ادعیۃ الحج والعمرة	۹۳-
۱۰۳۱	عبدالرؤف بن تاج الدین بن علی المناوی	کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق	۹۴-
۱۸۲	قاضی امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی	کتاب الخروج	۹۵-
۹۷۲	ابو العباس احمد بن محمد ابن حجر مکی	کف الرعاع عن المحرمات للہود السماع	۹۶-
			ل
۹۷۸	شیخ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ السنہی	لباب المناسک	۹۷-
			م
۱۰۱۴	علی بن سلطان محمد القاری	منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر مجموعہ خانی (فارسی)	۹۸-
۱۱۹۵	مرزا مظہر جان جاناں	مقامات مظہر و ضمیمہ مقامات مظہر	۹۹-
۹۷۲	عبدالوہاب بن احمد الشعرانی	مشارك الانوار القدسیہ فی بیان العہود المحمدیہ	۱۰۰-

۲۴۹	ابو محمد عبید بن حمید الکشی	مسند الکبیر فی الحدیث	۱۰۱
۷۲۸	احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ	الستتقی فی احادیث الاحکام عن خیر الانام	۱۰۲
۵۳۷	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	منظومۃ النسفی فی الخلاف	۱۰۳
۷۳۹	امام قوام الدین بن محمد الکاکی	معراج الدراية فی شرح بداية	۱۰۴
۳۱۶	ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی	المسند الصحیح فی الحدیث	۱۰۵
		مسند الشامیین	۱۰۶
۱۰۵۲	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	مدارج النبوة	۱۰۷
۱۰۵۲	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	مجمع البرکات	۱۰۸
۹۱۱	جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی	مناهل الصفا فی تخريج احادیث الشفاء	۱۰۹
۷۱۱	امام محمد بن مکرم المعروف بابن منظور	مختصر تاریخ ابن عساکر	۱۱۰
۱۲۶۲	محمد اسحاق محدث دہلوی	مائة مسائل	۱۱۱
۱۲۶۲	محمد اسحاق محدث دہلوی	مسائل اربعین	۱۱۲
۱۲۲۵	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	مآلاید منه	۱۱۳
۷۴۰	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب	مشکوٰۃ المصابیح	۱۱۴
۱۰۸۸	علاء الدین الحسکفی	منتشیر یا در منتقی فی شرح الملتقی	۱۱۵
۱۲۳۰	شہا عبد القادر بن شاہ ولی اللہ دہلوی	موضح القرآن ترجمۃ القرآن	۱۱۶
۷۲۲	ملا جلال الدین محمد بن محمد بن محمد الرومی السیوطی	مثنوی شریف فارسی منظوم	۱۱۷
۸۱۶	علی بن السید محمد بن علی الجرجانی سید شریف	مصطلحات الحدیث	۱۱۸
۷۹۱	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی	المقاصد فی علم الکلام	۱۱۹
	علامہ حامد آفندی	مغنی المستفتی عن سوال المفتی	۱۲۰
۱۲۸۹	قطب الدین دہلوی	مظاہرتی ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح	۱۲۱
۱۲۵۲	ابن عابد بن محمد امین آفندی	منة الجلیل	۱۲۲
۱۰۵۲	عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی	مفتاح الغیب فی شرح فتوح الغیب	۱۲۳
ن			
۴۰۲	امام ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقندی	نافع فی الفروع	۱۲۴

۱۲۵۰	محمد بن علی الشوکانی	نیل الاوطار شرح منتقى الاخبار	۱۲۵
۱۲۷۱	خرم علی بیلوری	نصيحة المسلمين	۱۲۶
۸۹۸	عبدالرحمن بن احمد الجامی	نفحات الانس من حضرات القدس	۱۲۷
۱۰۶۹	قاضي عياض احمد بن محمد الخفاجی	نسیم الرياض فی شرح شفاء قاضی عیاض	۱۲۸
۸۳۳	شمس الدین محمد بن محمد بن الجزری	النشر فی قراة العشر	۱۲۹
۸۵۲	احمد بن علی حجر القسطلانی	نزیه النظر فی توضیح نخبة الفکر	۱۳۰
۱۳۰۶	مولوی عبدالعلی مدراسی	نفع المفتی والمسائل	۱۳۱
۲۵۵	ابو عبداللہ محمد بن علی حکیم الترمذی	نوادير الاصول	۱۳۲
	عمر بن محمد بن عوف الشامی	نصاب الاحتساب فی الفتاویٰ	۱۳۳
	علی بن غانم المقدسی	نور الشعبة فی ظفر الجبعة	۱۳۴
۹۴۴	عبدالرحیم بن علی الرومی المعروف شیخ زاده	نظم الفرائد و جمع الفوائد فی الاصول	۱۳۵
		نافع شرح قدوری	۱۳۶
	شرف الدین بخاری	نام حق	۱۳۷
۹۸۸	شمس الدین احمد بن قورد المعروف بقاضی زاده	۱۳۸۔ نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار	
			و
۶۸۱	شمس الدین احمد بن محمد ابن خلکان	وفیات الاعیان	۱۳۹
۳۲۵		واقعات المفتیین	۱۴۰
۹۱۱	نور الدین علی بن احمد السموودی	وفاء الوفا	۱۴۱
			ھ
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم دہلوی	ہوامع	۱۴۲
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم دہلوی	ہمعات	۱۴۳